

۷۸۶

عمدۃ الیقین

حصہ دوم

مؤلفہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ

ادارہ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۵

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ خَيْرًا يَفْقِهِهِ فِي الدِّينِ

حُجَّةُ الْفُقَرَاءِ

حصہ دوم

مشمول بر کتاب الصلوٰۃ

مؤلفہ

حضرت مولانا حاجی حافظ سپید روار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

مؤلف عمدۃ السلوک اور حیات سعیدیہ وغیرہ

باہتمام

ادارۃ مجددیہ

۲/۵ - ایچ۔ ناظم آباد ۳ کراچی ۱۸

۱۳۸۶ھ
ستمبر ۱۹۶۶ء

ایجوکیشنل پریس کراچی

ایک ہزار

۱۳۰/-
پندرہ روپے

محمد اعلیٰ قریشی

سنہ طباعت

مطبوعہ

تعداد طبع

قیمت

ناشر

مقام اشاعت

ادارہ مجددیہ - ناظم آباد کراچی

فہستہ مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۲	نمازی کے اقسام مع احکام	۴۵	نمازی کے کپڑوں کی طہارت	۷	تقریظ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بٹواری
۸۳	نیت میں ریبا و سمعہ کے مسائل	۴۸	نماز کی جگہ کی طہارت	۸	تقریظ حضرت مولانا منتخب الحق صاحب
۸۴	نماز کی صفت کا بیان	۵۱	مکانات کراہت نماز	۹	دیباچہ از مولف
۸۵	فرائض نماز - تکبیر تحریمیہ	۵۲	اعضائے ستر عورت	۱۲	کتاب لصلوة
۸۵	تحریمیہ صحیح ہونے کی شرطیں	۵۴	اعضائے ستر عورت کی وضاحت	۱۴	اوقات نماز اور ان کے متعلقہ مسائل
۸۸	تکبیر اولیٰ کی فضیلت	۵۵	متعلقہ مسائل	۱۵	نماز کے وقتوں کا بیان - فجر کا وقت
۹۰	قیام	۵۶	نماز میں ستر کھل جانے کے مسائل	۱۶	ظہر کا وقت عصر کا وقت مغرب کا وقت
۹۱	قرارت	۵۷	برہنہ نماز پڑھنے کے مسائل	۱۷	عشا اور وتر کا وقت
۹۳	رکوع - سجود	۵۹	ساتر نجس کے متعلق مسائل	۱۸	عیدین کی نماز کا وقت
۹۵	قعدہ اخیرہ	۶۱	نماز کے لئے مستحب لباس وغیرہ	"	نماز کے مستحب وقتوں کا بیان
۹۷	واجبات نماز	"	قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بیان	۲۱	جن وقتوں میں نماز جائز نہیں اور جن میں مکروہ ہے
۱۰۰	نماز میں چہرہ و اخفا کے مسائل	۶۳	استقبال قبلہ سے عاجز ہونے کے مسائل	۲۷	نقشہ جات اوقات نماز
۱۰۲	نماز کی سنتیں اور اس کے آداب	۶۴	تحریری کے مسائل (یعنی اگلے سے قبلہ معلوم نماز)	۲۹	اذان اور اقامت کا بیان
۱۰۵	مستحبات نماز	۶۸	تحریری والے کے پیچھے نماز پڑھنے کے مسائل	"	اذان اور اقامت کے معنی و کلمات اور طریقہ
۱۰۶	نماز کی پوری ترکیب	۶۹	خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے مسائل	۳۰	اذان اقامت کے شرائط صحت و کمال
۱۱۴	نماز کے اندر عورتوں کے مخصوص مسائل	۷۱	نیت کا بیان	"	سنت و مستحبات مکروہات و کیفیت اذان اقامت
۱۱۶	قرارت کا بیان	۷۴	نماز جہازہ کی نیت	۳۵	سنت و مستحبات مکروہات مؤذن
۱۲۱	بیرون نماز تلاوت قرآن مجید کے مسائل	۷۵	نماز واجب کی نیت	۳۷	اذان و اقامت کے احکام
۱۲۳	قاری کی لغزشوں کا بیان	۷۶	سنت و نقل کی نیت	۴۰	نماز کے علاوہ جن موقعوں پر اذان مستحب ہے
۱۳۰	علم تجوید و قرارت کا بیان	۷۷	قضا نماز کی نیت کے مسائل	۴۱	اذان کا جواب دینے کا بیان
۱۳۳	القاب حروف کا بیان	۷۷	نیت بدلنے کے مسائل	۴۲	اذان و اقامت کے جواب کا طریقہ
۱۳۴	صفات متضادہ کی تفصیل	۷۸	دو نمازوں کو ایک نیت ساتھ جمع کرنا	۴۳	جن صورتوں میں اذان کا جواب نہ دے
۱۳۶	صفات غیر متضادہ کی تفصیل	"	منفرد و انام و مقتدی کی نیت کے مسائل	"	نماز کی شرطوں کا بیان
۱۳۷	صفات ہمیزہ	۸۰	مقتدی کی نیت کے مسائل	۴۴	بدن کی طہارت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۰۹	محاذات کی تعریف	۱۶۸	علاماتِ وقف اور ان کے احکام	۱۳۸	نقشہ مخارج و صفات لازمہ حروف
۲۱۰	محاذات کی شرطیں	۱۷۰	رسم الخط کا بیان	۱۴۰	احتیاط - صفاتِ عارضہ
۲۱۶	جن چیزوں میں مقتدی کو امام کی متابعت کرنی چاہئے اور جن چیزوں میں نہیں	۱۷۲	علم قرابت	۱۴۱	تفخیم و ترقیق کا بیان
۲۱۸	پانچ چیزوں میں امام کی متابعت کی جائے	۱۷۳	امور متفرقہ کا بیان	۱۴۲	حروفِ مشترک کی تفصیل
۲۱۹	چار چیزوں میں امام کی متابعت کی جائے	۱۷۴	مراتبِ تجوید	۱۴۳	سما کی تفخیم و ترقیق کے قاعدے
۲۲۱	مقتدی کے اقسام و احکام	۱۷۵	محاسن تلاوت - معائب قرابت	۱۴۴	نون ساکن و تنوین و مشدود کا بیان
۲۲۲	لاحق	۱۷۶	لجہ و نغمہ	۱۴۵	میم ساکن و مشدود کے احکام
۲۲۳	مسبق	۱۷۷	آداب تلاوت و آداب معلم و متعلم	۱۴۶	ادغام کا بیان
۲۲۴	مسبق چار سٹلوں میں متفرقہ حکم میں نہیں	۱۷۸	اعوذ باللہ و بسم اللہ کا بیان	۱۴۷	الف لام تعریف کا بیان
۲۲۵	سات چیزوں میں مسبوق للاحق کے خلاف	۱۷۹	تعوذ و بسم اللہ و سورہ کے وصل و فصل کے احکام	۱۴۸	احکام غنہ
۲۲۶	مسبق للاحق - للاحق مسبوق	۱۸۰	وہ کلمات جن کی حرکات بدل جانے سے کفر لازم آتا ہے	۱۴۹	ہائے ضمیر یعنی ہائے کنایہ کا بیان
۲۲۷	تماز میں حدیث ہو جانے اور	۱۸۱	جماعت کی تعریف، حکمتیں اور فائدے	۱۵۰	مد و قصر کا بیان
۲۲۸	شرائط بنا کا بیان	۱۸۲	جماعت کا حکم	۱۵۱	مد لازم اور اس کی اقسام
۲۲۹	خليفة کرنے کا بیان	۱۸۳	تربک جماعت کے عذرات	۱۵۲	مد متصل
۲۳۰	مسبق کو خلیفہ بنانے کے احکام	۱۸۴	جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں	۱۵۳	مد جائز اور اس کی اقسام
۲۳۱	لاحق کو خلیفہ بنانے کے احکام	۱۸۵	جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں	۱۵۴	مد کی مقدار اور اس کی وجہیں
۲۳۲	مسافر کا مقیم کو خلیفہ بنانا	۱۸۶	شرائط امامت	۱۵۵	ہمزہ کا بیان
۲۳۳	بناؤ استخلاف کے دیگر متفرق مسائل	۱۸۷	شرائط اقتدا	۱۵۶	ہمزہ کی تسہیل و تحقیق و تبدیل کا بیان
۲۳۴	مسائل دوازده (اثنا عشریہ)	۱۸۸	جن لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے	۱۵۷	حرکات کا بیان
۲۳۵	مفادات نماز کا بیان	۱۸۹	امامت کا زیادہ حقدار کون ہے	۱۵۸	اجتماع ساکنین
۲۳۶	پہلی قسم، اقوال	۱۹۰	ترتیب صفوف کا بیان	۱۵۹	نقشہ صفاتِ عارضہ
۲۳۷	دوسری قسم: افعال - عمل کثیر	۱۹۱	امام اور مقتدی کے کھڑے ہونے کی کیفیت	۱۶۰	وقف اور وصل کے احکام
۲۳۸	نماز کے اندر کھانا پینا	۱۹۲	عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کے شرائط و مسائل	۱۶۱	اقسام و کیفیاتِ وقف
۲۳۹	نماز کے اندر چلنا	۱۹۳	نماز فرض ہونے کی شرطوں میں کسی شرط کا نفی	۱۶۲	آخر حرفِ کلمہ پر وقف کرنے کے قاعدے
۲۴۰	نماز فرض ہونے کی شرطوں میں کسی شرط کا نفی	۱۹۴	نماز کے اندر چلنا	۱۶۳	کسی کلمہ کو دوسرے کلمہ سے وصل کرنا
۲۴۱	نماز فرض ہونے کی شرطوں میں کسی شرط کا نفی	۱۹۵	نماز کے اندر چلنا	۱۶۴	سکتہ کا بیان

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۶۰	سجدہ سہو کرنے کا طریقہ	۳۰۹	سنن و نوافل کے مخصوص مسائل	۲۵۹	نماز کی حالت میں صحت نماز کی کسی شرط کا نہ پایا جانا۔
۳۶۲	جن چیزوں سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے	۳۱۱	نماز توڑ دینے کے مسائل	۲۶۲	صحت نماز کی کسی شرط کا بلا عذر چھوڑنا
	جن صورتوں میں سجدہ سہو کا اعادہ	۳۱۷	مسائل ثمانیہ یا ستہ عشریہ	=	نماز کے ارکان کا ترک
"	ضروری ہے اور جن صورتوں میں سجدہ	۳۱۹	بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے کے مسائل	۲۶۳	پوری رکعت کی زیادتی
	سہو کا اعادہ ضروری نہیں۔	۳۲۰	نماز نذر کا بیان	"	کسی واجب کا عمدًا ترک
۳۶۴	سجدہ سہو کے جزئی مسائل	۳۲۲	تراویح کا بیان	"	مقتدی کا انام سے پہلے رکن کرنا
۳۶۸	قعدہ اخیرہ بھولنے کے مسائل	۳۲۳	دیگر مسائل	"	مسبق کا سجدہ سہو
۳۷۳	سجدہ سہو کے دیگر متفرق مسائل	۳۲۹	شبینہ متعارفہ کا حکم	۲۶۴	نماز میں مکروہ وغیر مکروہ کا بیان
۳۷۸	مسائل شک کا بیان		نماز توڑ دینے کے عذرات اور	۲۷۲	نماز کے آگے سے گزرنے اور ترہ کے مسائل
۳۸۳	سجدہ تلاوت کا بیان	۳۳۲	دیگر مسائل	۲۸۱	مسائل مساجد کا بیان
۳۸۵	شرائط سجدہ تلاوت اور		ایک لافرض پڑھنے والے کو جماعت میں	۲۹۰	وتر کا بیان — حکم۔
"	فرائض سنن و مستحبات و مفسدات وغیرہ	۳۳۴	شامل ہونے کے مسائل	۲۹۱	وتر پڑھنے کا طریقہ
۳۸۶	سجدہ تلاوت کا سنن کا طریقہ	۳۳۶	سنن و نفل پڑھتے ہوئے جماعت کے مسائل	۲۹۳	دیگر مسائل
۳۸۹	نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے مسائل	۳۳۸	مقتدی جماعت کا پانے والا	۲۹۵	قنوت نازلہ اور اس کے متعلقہ مسائل
۳۹۵	کئی سجدوں کے بدلے ایک ہی سجدہ		کب ہوتا ہے۔	۲۹۶	قنوت نازلہ کن نمازوں میں پڑھی جائے۔
۳۹۹	سجدہ تلاوت کے دیگر متفرق مسائل		اذان کے بعد مسجد سے باہر	=	نماز میں کس جگہ اور کس طرح پڑھی جائے۔
۴۰۱	سجدہ شکر کا بیان	۳۳۹	جانے کے مسائل۔	۲۹۷	سنن اور نفل نمازوں کا بیان
۴۰۲	مریض اور معذور کی نماز کا بیان	۳۴۰	قضا نمازوں کو پڑھنے کا بیان	"	سنن مؤکدہ
۴۱۰	مسافر کی نماز کا بیان	۳۴۲	جن صورتوں میں نماز کی قضا واجب نہیں	۲۹۹	سنن غیر مؤکدہ
۴۱۰	مسافر اور شرعی سفر کی تعریف	۳۴۳	نماز قضا کر دینے کے عذرات	۳۰۰	تختہ الوضوء — تختہ المسجد۔
۴۱۱	احکام سفر	۳۴۴	قضا نمازوں کے حکم اور پڑھنے کا طریقہ	۳۰۱	نماز اشراق — نماز چاشت
۴۱۵	نیت اقامت کے مسائل	۳۴۶	قضا نمازوں میں ترتیب کا حکم	۳۰۲	نماز تہجد
۴۱۹	تابع و متبع کی نیت کے مسائل	۳۴۷	ترتیب ساقط ہونے کی صورتیں	۳۰۳	نماز استخارہ
۴۲۲	مسافر اور مقیم کی امامت و اقتدا	۳۵۵	قضا نماز کے متفرق مسائل	۳۰۵	نماز حاجت — صلوة التبیح۔
	کے مسائل	۳۵۷	فدیہ نماز کے مسائل	۳۰۸	نماز بوقت سفر و ایسی سفر
۴۲۳	نماز کے اندر نیت بدلنے کے مسائل	۳۶۰	سجدہ سہو کا بیان	"	نماز توبہ — نماز قتل — نماز احرام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۲۲	نمازِ جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے۔	۲۷۰	چاند گہن و دیگر حوادث کی نماز کا بیان	۲۲۵	وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت کی تشریح
۵۲۸	نمازِ جنازہ کے دیگر متفرق مسائل	=	نمازِ استسقاء کا بیان	۲۲۷	متفرق مسائل
۵۲۹	قبر دفن اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا بیان	۲۷۲	خوف کی نماز کا بیان	۲۲۸	سواری پر اور کشتی میں نماز پڑھنے کے مسائل
۵۳۷	عہد نامہ کا حکم	=	نمازِ جنازہ اور اس کے ملحقات	=	سواری پر نماز نفل پڑھنے کے مسائل
۵۳۸	زیارتِ قبور کا بیان	۲۸۲	جانگنی والے کے احکام	۲۳۰	سواری پر فرض نماز پڑھنے کے مسائل
۵۳۹	عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا حکم	۲۸۶	روح نکل جانے کے بعد کے احکام	۲۳۱	کشتی و جہاز میں نماز پڑھنے کے مسائل
۵۴۳	تعزیت کا بیان	۲۹۰	غسل میت کا بیان	۲۳۲	ریل گاڑی میں نماز پڑھنے کے مسائل
۵۴۷	موتی و قبور کے متعلق متفرق مسائل	۲۹۱	غسل کی شرط	۲۳۳	جمعہ کی نماز کا بیان
۵۵۳	شہید کا بیان	۲۹۵	کس کس کو غسل دیا جائے	=	فضائلِ یومِ جمعہ
"	شہید کے معنی	۵۰۲	جن کے لئے غسل و نمازِ جنازہ نہیں	۲۳۵	نمازِ جمعہ کا حکم
۵۵۳	شہید کی اقسام بمعہ تعریف	۵۰۷	میت کی تجہیز و تکفین کا بیان	=	شرائط و جوہ نمازِ جمعہ
۵۵۴	شہیدِ کامل کے احکام	۵۰۹	کفن پہنانے کا طریقہ	۲۳۷	نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں
"	شرائطِ شہیدِ کامل	۵۱۰	متعلقاتِ کفن	۲۴۵	خطبہ کے فرائض اور سنن و مستحبات
۵۵۹	شہیدِ ناقص یعنی شہیدِ آخرت کی تفصیل۔	۵۱۳	خازہ اٹھا کر چلنے کا بیان	۲۴۸	ممنوعات و مکروہاتِ خطبہ
۵۶۰	تمت	۵۱۸	نمازِ جنازہ کا بیان	۲۵۲	جماعت
		"	شرط و جوہ نمازِ جنازہ	۲۵۳	اذنِ عام ہونا
		"	ارکانِ نمازِ جنازہ	۲۵۴	نمازِ جمعہ کے متفرق مسائل
		"	نمازِ جنازہ کی سنتیں	۲۵۷	جمعہ کے سنن و آداب
		"	نمازِ جنازہ کا وقت	۲۵۸	عیدین کی نماز کا بیان
		"	مفسداتِ نمازِ جنازہ	۲۵۹	عید کے دن سنن و مستحبات
		"	نمازِ جنازہ کا مفصل طریقہ	۲۶۰	مکروہاتِ عیدین
		۵۲۱	مسبوق و لاحق کی نمازِ جنازہ کا طریقہ	۲۶۱	عیدین کی نماز کا وقت
		"	انام کی جگہ و مقتدیوں کی صفوں اور بہت سے جازوں کی نماز کا بیان	۲۶۲	عیدین کی نماز کا طریقہ
		۵۲۲		۲۶۳	خطبہ عیدین کے مسائل
				۲۶۴	عیدین کی نماز کے متفرق مسائل
				۲۶۸	سورج گہن کی نماز کا بیان

تقریباً حضرت علامہ اتناذ العلماء شیخ الحدیث مولانا الحاج سید محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ العالی

وامت برکاتہم المتعالیٰ صدر مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاون کراچی

المدرسة العربية الاسلامیة

کراچی رقم (۵) پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى - اما بعد:

علوم اسلامیہ دینیہ شرعیہ میں جو منزلت ”فقہ“ کو حاصل ہے وہ کسی علم کو حاصل نہیں فقہ درحقیقت قرآن و حدیث و دین اسلام کا وہ اعلیٰ ترین حصہ ہے جس کا تعلق انسان کی اس زندگی سے ہے جس کے ذریعہ نجات کی توقع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس لئے فقہ کی اعلیٰ ترین تعریف وہی ہے جو حضرت امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمائی ہے ”الفقہ معرفة التفسیر مالها وعليها“ اس تعریف سے فقہ کی حقیقت اور اس کی اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے۔

بہر حال فقہ ہی وہ علم ہے کہ خدائے تعالیٰ کے یہاں بھی اسی کی قدر ہے اور بندوں کو بھی اسی کی ضرورت دنیا میں فقہی علم دین ہے جس کی ضرورت ہر وقت پڑتی رہتی ہے ”فقہ“ ہی عالم دین ہے۔ عربی زبان میں تو اس علم کے اتنے ذخائر جمع ہو گئے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے لیکن اردو زبان کا دامن ابھی ان جواہرات و خزانوں سے خالی ہے اگرچہ فتاویٰ کے موضوع پر بہت کچھ ذخیرہ آگیا ہے پھر بھی موضوع تشنہ تھا۔ مستقل چند کتابیں بھی لکھی گئی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ان سے فقہی مسائل و جزئیات کا حق ادا نہیں ہوا۔ ان دنوں حضرت مولانا سید زوار حسین صاحب نقشبندی مجددی امت برکاتہم کی کتاب ”عمدة الفقه“ نظر سے گزری دیکھ کر حیرت ہوئی کہ موصوف نے جزئیات و مسائل کا اتنا استقصاء فرمایا ہے کہ عربی کی کسی ایک کتاب میں اتنا ذخیرہ بمشکل نظر آئے گا اور نہایت عمدہ شگفتہ سلیس اردو زبان میں اتنا ذخیرہ جمع کرنا اسی کتاب کی خصوصیت ہے۔ مختلف مقامات کے مطالعہ کا اتفاق ہوا الحمد للہ ہر حیثیت سے کتاب انتہائی قابل قدر ہے اللہ تعالیٰ مؤلف محترم کی خدمت کو قبول فرمائے اور امت محمدیہ کے عوام کو اس سے عظیم فائدہ پہنچائے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں خلعت قبول سے سرفرازی مؤلف اور مؤلف دونوں کو ہو۔ آمین۔

(مولانا) محمد یوسف بنوری عفی عنہ

۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

کراچی

تقریظ عالم نبیل فاضل جلیل حضرت مولانا منتخب الحق صاحب ظلہ العالی صدر شعبہ اسلامیات کراچی یونیورسٹی

کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ

میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے ”عمدۃ الفقہ“ تالیف جامع طریقت و شریعت حضرت مولانا سید زوار حسین صاحب قبلہ مجددی ^{رحمۃ اللہ علیہ} کے مسودے کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس کتاب کی فہرست میں نے بغور پڑھی۔ اور اصل کتاب کے مسودے کا مختلف مقامات سے نظر غائر مطالعہ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اردو زبان میں فقہ و فتاویٰ کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں ہیں اور علمائے ربانی نے دین کی اہم ترین خدمت کو انجام دینے میں اپنی مساعی جمیلہ کے غیر فانی آثار چھوڑے ہیں۔ لیکن ضرورت ایک ایسی سلیس اور جامع کتاب کی باقی تھی جو فقہی ابواب سے متعلق تمام ضروری گوشوں پر حاوی ہو اور اپنی زبان و بیان کے اعتبار سے اتنی سلیس ہو کہ استاد کے بغیر سچے اور اردو خواں اس سے مستفید ہو سکے۔ نیز مسائل کے بیان کرنے میں پوری احتیاط سے کام لیا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ طریقت حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ کو اس کام کے لئے انتخاب فرمایا اور حضرت محترم نے غایت استقصا اور حسن ترتیب کے ساتھ اس کو مرتب فرمایا۔ اور بعض ایسے ضروری امور جو اردو اور عربی کی عام فقہی کتابوں میں موجود نہیں ہیں ان کا اضافہ فرمایا۔ مثلاً (۱) تجوید قرآن سے متعلق مسائل و احکام کو بہت عمدگی اور جامعیت کے ساتھ مرتب فرمایا ہے۔ (۲) امامت و اقتدائے نماز کے مسائل کے بیان میں بڑی دقت نظری سے کام لیا ہے۔ (۳) مفرداتِ صلوٰۃ کے بیان کے لئے ایسی نفیس ترتیب اختیار فرمائی جو اسی کتاب کی خصوصیت ہے۔ (۴) نماز کے فرائض و واجبات اور مستحبات کا بیان تقریباً ہر کتاب میں ہے لیکن اس کتاب میں ایسی ذہن نشین ترتیب اور مسائل متعلقہ کی ایسی تفصیل اختیار کی گئی ہے جس سے اور کتابیں خالی ہیں۔ (۵) صلوٰۃ خوف کا بیان عموماً فقہ کی کتابوں میں معلق ہے لیکن اس کتاب نے اس اغلاق کو دور کر کے اس کو ہر ایک کے لئے سمجھنا آسان کر دیا۔ (۶) قنوت نازلہ اور اس کے متعلق احکام و مسائل سے عموماً کتب فقہیہ خالی ہیں۔ اور اس کتاب میں اس کا مفصل بیان ہے۔ (۷) نقلی نمازوں سے متعلق اتنا مفصل اور سیر حاصل بیان بھی اس کتاب کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت ہے۔ یہ کتاب ایسی ہے کہ جس گھر میں موجود ہو اس گھر میں ایک مفتی موجود ہے۔ حق تعالیٰ عز اسمہ اس کتاب کو نافع خلائی بنائے اور امت کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(مولانا) منتخب الحق

۱۰ ستمبر ۱۹۶۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيدا او الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين سيدنا و مولانا محمد المصطفى واحمد المجتبى (صلى الله عليه وسلم) وعلى اهل الطاهرين واصحاب الطاهرين وائمة المجتهدين وتابعيهم باحسان الى يوم الدين رضى الله عنهم ورضوا عنه واعدهم جنت تجري تحتها الانهار خالدين فيها ابدا. اما بعد يا اجد خواص علوم شريعت و خوشه چين احكام كتاب وسنت احقر الانام خاکسار ذره بمقدار زوار حسين عفا الله عنه وغفر له ولوالديه عرض گذاريد عا ہے کہ خاکسار مؤلف کی کتاب عمدة الفقه حصداول گذشتہ سال ادارہ مجدیہ نے طبع کر کر شائع فرمائی اور ناظرین کے مطالعہ سے گذر چکی ہے۔ عوام و خواص نے اس کو زمانہ حاضرہ کی اہم ضرورت کا حامل عام فہم اور جزئیات مسائل کی نہایت جامع اور زبان و طرز بیان کے اعتبار سے سلیس و واضح و نافع پایا اور صحت مسائل کے اعتبار سے بھی نہایت تسلی بخش پایا جیسا کہ بعض حضرات نے اس کے متعلق اطمینان بخش خیالات کا اظہار بھی فرمایا ہے اب اس کتاب کا حصہ دوم ادارہ مذکور کی محنت و ہمت سے نہایت پاکیزہ خط، عمدہ و سفید کاغذ پر زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہدیہ ناظرین ہے۔

اس حصہ میں نماز کے متعلق مسائل کا مکمل و جامع بیان ہے، ایمان و اہل سنت و الجماعت کے مطابق عقائد کی تصحیح کے بعد ارکان اسلام میں سب سے اہم و عظیم رکن نماز ہے، قرآن مجید میں جا بجا اس کی ادائیگی کی تاکید اور اس کے ترک پر سخت وعید آئی ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے نماز کی تاکید و فضیلت اور جزئیات مسائل کا ذکر ہے اور تارکین پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے شروع میں ہی متقین کی تعریف و تعین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ذَلِك الْكِتَابُ الَّذِي لَمْ يَهْدِ لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (البقرہ ۱۷۷) ترجمہ یہ کتاب (قرآن مجید) ایسی ہے کہ جس میں کوئی شبہ نہیں متقیوں (خدا سے ڈرنے والوں) کو نہایت دینے والی ہے اور متقی لوگ وہ ہیں جو کہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں (یعنی اس کو ہمیشہ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور اس کے شرائط و ارکان کو پورا پورا بجالاتے ہیں) اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (سہاری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ اسی سورۃ میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا

الرَّكُوعَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (البقرہ ۵) ترجمہ اور نماز قائم کرو اور رکوع دو اور عاجزی کرنیوالوں کے ساتھ عاجزی کرو اسی کو ع میں کچھ آگے فرمایا
 وَارْكَعُوا كَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ (البقرہ ۵) ترجمہ اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہو ان پر کچھ دشوار بھی نہیں ہے۔
 اور نماز کی حفاظت پر ناکید فرماتے ہوئے فرمایا: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (البقرہ ۳۱) محافظت کرو
 (عموماً) سب نمازوں کی اور (خصوصاً) بیچ والی نماز (عصر) کی، اور نماز میں اللہ کے سامنے عاجزانہ ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر رو۔ اور نماز میں سستی کرنے والوں
 اور وقت گزار کر پڑھنے والوں کو وعید فرمائی: فَوَيْلٌ لِلصَّالِينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (سورہ ماعون) پس ان لوگوں کیلئے ویل
 جہنم کی سخت ترین وادی کا عذاب ہو جو اپنی نماز سے بے خبر رہتے ہیں اور وقت گزار کر پڑھتے ہیں۔ اور تارکین کی وعید کے لئے فرمایا: فَخَلَفَ مِنْ
 بَعدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ الْآيَةَ (مریم ۳۴) یعنی ان کے بعد کچھ ناکلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز میں ضائع کر دیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع
 کیا عنقریب انہیں جہنم کی وادی غمی کے سخت طویل و شدید عذاب سے ملنا ہوگا۔ اسی طرح اور بھی بکثرت آیات ہیں اور احادیث میں تو نماز کے
 متعلق فضائل و مسائل و وعدہ و وعید کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور نماز کی اہمیت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ پر
 نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج مبارک میں اپنے خاص الخاص قرب میں بلایا تو نماز فرض فرما کر شب اسرار میں اس خاص تحفہ
 سے تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نوازا۔

چونکہ نماز اس قدر اہم و اعظم فریضہ اور رکن اسلام ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دین کا ستون فرمایا ہے اور
 فرمایا کہ جس نے اس کو گرایا اس نے دین کو گرایا، اس لئے فقہائے کرام نے نماز کے متعلق فقہی مسائل ابواب و عنوانات کے تحت مرتب فرما کر
 نہایت شرح و بسط سے کتب فقہ میں مدون فرمایا ہے اور عربی زبان میں فقہ کی کتابوں کا بیش بہا ذخیرہ عالم اسلام میں موجود ہے۔ دوسری
 زبانوں میں خصوصاً ہمارے ملک کی اردو زبان میں بھی حضرات علمائے کرام نے (شکر اللہ تعالیٰ علیہم شکورا) ان مسائل کے متعلق کافی
 چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف و ترجمہ فرمائی ہیں۔ تاہم ضرورت تھی کہ اردو زبان میں ان مسائل کی کوئی جامع و واضح و عام فہم کتاب ہو
 جس سے طالبان علم دین اور مسلمانوں کا عام اردو دان طبقہ اس سے استفادہ کر سکے، اس لئے خاکسار مولف نے اپنی بے بضاعتی
 کے باوجود کتاب عمدۃ الفقہ کی تالیف پر کمر ہمت باندھی اور پہلے حصے کی طباعت کے بعد جو کہ عقائد اور مسائل طہارت پر مشتمل ہے
 اب یہ دوسرا حصہ جو نماز کے مسائل پر مشتمل اور مفصل و جامع ہے طبع ہو کر آپ کے پیش نظر ہے۔

اس کتاب میں مسائل کی صحت کا بہت زیادہ اہتمام کیا گیا ہے، اگرچہ عمدۃ الفقہ کے پہلے اور دوسرے حصہ میں مسائل کے ساتھ
 ان کتابوں کا حوالہ نہیں دیا جاسکا جن سے یہ مسائل لئے گئے ہیں کیونکہ شروع میں اس عاجز کو اس بات کا خیال نہیں تھا اور جب
 کتاب بہت کچھ لکھی جا چکی تھی تب بعض اکابر و احباب کے توجہ دلانے سے اس کمی کا احساس ہوا۔ اب انشاء اللہ العزیز تیسرے حصہ اور با بعد
 کے حصص میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ کتابوں کے حوالے بھی دیئے جائیں اور بتوفیق الہی جب ان دونوں حصوں پر جلدی ہی نظر ثانی
 کے ساتھ طبع ثانی کا موقع ملا تو انشاء اللہ جمعہ حواکجات شائع کیا جائے گا۔ فی الحال یہ عرض کر دینا کافی ہے کہ جملہ مسائل و جزئیات نہایت
 احتیاط کے ساتھ مستند و مفتی بہ درج کئے گئے ہیں اور حسب ذیل کتابوں سے یہ مسائل اخذ کئے گئے ہیں:-

عالمگیری، شامی بمعہ درمختار، غایۃ الاوطار، مراقی الفلاح بمعہ حاشیہ طحاوی، بحر الرائق، نور الابصار محنتی مولانا اعجاز علی صاحب قدس سرہ وغیرہ ان کے علاوہ دیگر کتب مروجہ عربی و اردو و فتاویٰ سے بھی تفہیم و تشریح کے لئے مدد لی گئی ہے۔ کتاب کی خصوصیات مطالعہ سے ہی نمایاں ہو سکیں گی بعض خصوصیات درج ذیل ہیں:-

(۱) ترتیب مسائل میں حتی الامکان فطری و نفسیاتی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ (۲) ذیلی عنوانات قائم کر کے متعلقہ مسائل کو یکجا کیا گیا ہے۔ (۳) ہر مسئلہ کی پوری پوری وضاحت جس قدر مستند طریق پر مل سکی اسی جگہ پر کر دی گئی ہے۔ (۴) عبارتوں کے ابہام و اغلاق کو دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ (۵) بہت جگہ تعلیلات بھی مناسب انداز سے ساتھ ساتھ دی گئی ہیں تاکہ فقہی ذہن کی تربیت ہو (۶) ضعیف اقوال کو بعض جگہ اس لئے دیدیا ہے تاکہ صحیح و مفتی بہ قول کی اہمیت واضح ہو جائے۔ بعض جگہ صرف اس کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کی گئی ہے۔ (۷) تجوید القرآن کا مستقل بیان کافی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ درج کیا گیا ہے جبکہ دیگر کتب فقہ اس بیان سے خالی ہیں۔ (۸) فتویٰ تازہ اور اس کے متعلق مسائل درج کئے ہیں ان سے بھی اکثر کتب فقہ خالی ہیں۔ (۹) فرائض و واجبات و سنن و مستحبات و مکروہات و مفسدات متاثر کی تفصیلات و ترتیب میں کافی محنت کی گئی ہے۔ (۱۰) نماز کی پوری ترکیب جیسا کہ سلف سے متواتر ہے مفصل درج کی ہے تاکہ ہر شخص اپنی نماز کو اس کے مطابق صحیح کر سکے۔ (۱۱) شرائط امانت و شرائط اقدار و الگ الگ عنوانات و مسائل کے ساتھ مفصل درج کر دیا ہے۔ (۱۲) نماز نوافل کی تفصیل اور جمعہ و عیدین و نماز خوف وغیرہ کے مسائل نہایت جامعیت اور وضاحت کے ساتھ درج کئے ہیں۔ (۱۳) کتاب الجنائز میں بعض تفصیلات نہایت واضح و با ترتیب درج ہوئی ہیں جن سے ہر شخص میت کے غسل و کفن و دفن وغیرہ کا طریقہ اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کر سکتا ہے اور بعض ایسے ضروری مسائل بھی درج ہوئے ہیں جو مختلف کتابوں میں متفرق طور پر بھی مشکل سے ملتے ہیں۔

غرضیکہ کتاب کے ہر لحاظ سے جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کی تالیف و ترتیب میں کافی جدوجہد صرف کی گئی ہے اس کے باوجود اپنی بے بضاعتی و کم علمی کا اقرار ہے۔ اتنی بڑی کتاب میں مجھ جیسے نااہل سے اغلاط کا سرزد ہو جانا ناگزیر ہے اور اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں اغلاط پائیں ازراہ کرم بعد تحقیق و مراجعت کتب فن اس عاجز کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے اور اگر ایسی غلطیاں ہوئیں جن کا اصلاح نامہ طبع اول کے لئے شائع کرنا ضروری ہو تو وہ بھی کیا جاسکے گا، نیر دعائے خیر سے بھی یاد و شاد فرماتے رہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم و علیہ توکلت و الیہ ائیب۔ اللهم ثبت قلوبنا علی الایمان و توفنا علی الاسلام و ارزقنا شفاعتہ خیر الانام علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام و ادخلنا بجاہہ صلے اللہ علیہ وسلم عندک دار السلام ربنا تقبل منا انک انت السميع العظیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم و اغفر لنا انک انت الخفور الرحیم۔ و صلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الصلوة

پہلی پیش نماز بود

دو رکعت نماز کمال کلام بود

قَالَ اللهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيدِ - وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْتَعُوا مَعَ الرَّاٰكِعِينَ ۝

(اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو یعنی باجماع نماز پڑھو)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ

وَخَسِرَ - الْحَدِيثُ (الترمذی وحسنہ و ابوداؤد وغیرہ) - (یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا

کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے بیشک سب سے پہلے قیامت کے دن بندے کے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے

اگر وہ درست ہوئی یعنی مقبول ہوئی تو نجات و کامیابی حاصل ہوئی اور اگر فاسد ہوئی یعنی غیر مقبول ہوئی یا ادا نہ کی ہوگی تو ثواب کے

نا امید اور خسارہ میں رہا۔ (آخر حدیث تک) ترمذی ابوداؤد وغیرہ۔)

عقائد کی درستی کے بعد بدنی عبادتوں میں نماز سب سے افضل و عمدہ عبادت ہے۔ نماز فرض محکم اور اسلام کا رکن عظیم

ہے اور یہ عبادت دائمی قدیمی ہے کسی رسول علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں منسوخ نہیں ہوئی۔ نماز ہر عاقل

بالغ مسلمان مرد اور عورت آزاد و غلام پر فرض عین ہے اور وہ پانچ نمازیں اور نماز جمعہ ہے۔ نماز کا ترک حرام اور شدید ترین

کبیرہ گناہ ہے اس کی فرضیت کا منکر پکا کافر اور لائق قتل ہے۔ جو شخص نماز کے فرض ہونے کا انکار تو نہ کرے لیکن جان بوجھ کر

ستی سے نماز چھوڑتا ہے تو اس کو قتل نہ کریں بلکہ اس وقت تک قید رکھیں کہ وہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے (بلکہ آئمہ ثلاثہ

یعنی امام شافعی و امام مالک اور امام احمد جنبل رضی اللہ عنہم کے نزدیک مسلمان بادشاہ کو اس کے قتل کا حکم ہے) اگر ایک وقت

کی نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے تو فاسق ہے۔

نماز خالص بدنی عبادت ہے اس میں نیابت اختیار و اضطرار کسی حالت میں جاری نہیں ہو سکتی یعنی ایک شخص کی طرف سے

دوسرا نہیں پڑھ سکتا۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ زندگی میں نماز کے بدلے کچھ مال بطور فدیہ ادا کر دے البتہ اگر کچھ نمازیں رہ گئی ہیں

اور اس دار فانی سے انتقال کرتے وقت وصیت کر گیا کہ اس کی نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے تو وارث اس کے ترکہ میں سے ادا

کر دیں اور امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز قبول ہو جائے اور بے وصیت بھی وارث اس کی طرف سے دے دے تو قبول و غصہ کی امید ہے۔

(مخلاف زکوٰۃ کے کہ وہ مالی عبادت ہے اور اس میں مطلقاً نیابت جاری ہو سکتی ہے خواہ اختیاری حالت ہو یا اضطراری

اور مخالف حج کے کہ وہ مالی اور بدنی عبادت سے مرکب ہے پس حج فرض میں حالت عجز و اضطرار میں مالی مشقت کے پیش نظر

نیابت جاری ہو سکتی ہے اور بدنی مشقت کے پیش نظر حالت اختیار میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی اور حج نفل میں دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر حالت میں درست ہے۔ اور روزہ اگرچہ خالص بدنی عبادت ہے لیکن شرع شریف نے شیخ فانی کیلئے جبکہ اس کا عجز موت تک برقرار رہے مال سے فدیہ دینا اس کا نائب ٹھہرا دیا ہے۔ مزید تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ۔

معراج المبارک سے پہلے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر دو نمازیں تھیں ایک آفتاب نکلنے سے پہلے اور دوسری آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے یعنی صبح و عصر کی نمازیں بقولہ تعالیٰ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ذَلِكُمْ مَعْرَاجٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْكَ فِي سَبْعِ مَعْرَاجٍ کا واقعہ مشہور ہے پہلے پچاس نمازوں کا حکم ہوا بعد میں حضور انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر کم ہوئیں یہاں تک کہ تخفیف کرتے کرتے پانچ نمازیں کر دی گئیں لیکن فرمان ہوا کہ باری تعالیٰ کا قول تبدیل نہیں ہوتا اس لئے پانچ نمازوں میں پچاس ہی کا ثواب ملے گا۔ اب ہر مومن پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور پچاس کا ثواب پاتا ہے (معراج کے متعلق اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ بعثت کے بعد ہوئی اور اس پر بھی اعتماد ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی اور اسی پر اجماع نقل کیا گیا ہے لیکن چینے کے متعلق اختلاف ہے اور معتد قول یہ ہے کہ ۲۷ رجب المرجب کی رات کو ہوئی۔ یہی لوگوں میں مشہور ہے اور اسی پر بلاد اسلامیہ کا عمل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور نبوت سے پہلے مقام نبوت میں تھے اور کسی نبی کی امت میں سے ہرگز نہیں تھے اور کسی خاص شریعت پر عمل نہ کرتے تھے بلکہ جو کشف صادق سے آپ کو حضرت ابراہیمؑ و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت سے ظاہر ہوتا تھا اس پر عمل کرتے تھے اور غار حرا میں آپ کی عبادت بعض کے نزدیک ذکر تھی اور بعض کے نزدیک فکر تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پہلی امتوں میں کسی پر ایک نماز فرض تھی کسی پر دو، کسی پر تین، پانچ نمازوں کا فرض ہونا اسی امت کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی امت کو یہ اجتماع حاصل نہیں ہوا عشا کی نماز بھی اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔ اذان اور اقامت اور شروع نماز میں اللہ اکبر کہنا، آمین کہنا، رکوع کرنا، نماز میں گفتگو کا حرام ہونا وغیرہ بھی امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعضوں نے کہا کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی۔ بعض نے کہا کہ ظہر کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے اور عصر کی حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے اور مغرب کی حضرت یعقوب علیہ السلام کیلئے اور عشا کی حضرت یونس علیہ السلام کیلئے ہے اور ہمارے لئے یہ نمازیں جمع کر دی گئی ہیں۔ ان حضرات نے شکرانہ نفل نماز پڑھی اور ہم پر فرض ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جب بچہ کی عمر سات برس کی ہو جائے (یعنی آٹھویں میں لگ جائے) تو اس کے ولی پر واجب ہے کہ اس بچہ کو نماز پڑھنا سکھائے اور نماز کا حکم کرے اور جب دس برس کا ہو جائے (یعنی گیارہویں میں لگ جائے) تو بارگاہ نماز پڑھوانا واجب ہے یعنی

اب اگر نماز چھوڑ دے تو اس کو مار کر پڑھوائے ہاتھ سے مارے لکڑی سے نہیں۔ پس اس کو تین بار متوسط طریق پر ہاتھ سے مارے (معلم استاد) کیلئے بھی حکم ہے اس کو بچہ کی تعلیم کیلئے مارنے میں اس حکم سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے ورنہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بچہ کو قصاص دلائیں گے (بچہ کو شریعت کے سب حکموں یعنی نیک کام کرنے اور برائی سے بچنے کی تعلیم اسی عمر سے کرنی چاہئے اور یہ حکم اس لئے ہے کہ اس کو عادت ہو جائے اور ان افعال کے ساتھ متخلق ہو جائے اس لئے نہیں کہ یہ افعال اس پر فرض ہیں البتہ روزہ اس وقت رکھوائے جب بچہ میں رکھنے کی قوت ہو جائے۔ اسی طرح جو اعمال اس کی قوت کے باہر ہوں ان کی ناکید نہ کرے اور اگر ایسا بچہ بلا وضو نماز پڑھے تو اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا جائے اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دے تو بوجہ مشقت کے لوٹانے کا حکم نہ دیا جائے اور جب حجامت کرے تو غسل کا حکم دیا جائے اور جدا بستر پر تنہا سلا یا جائے۔

اوقات نماز اور ان کے متعلق مسائل

نماز فرض ہونے کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کے انعامات کا پے درپے ہونا ہے جن کا شکر شرعاً اور عقلاً بندہ پر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (یعنی نماز قائم کرو) اور ظاہری سبب وقت ہے لقولہ تعالیٰ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا (ترجمہ: بیشک نماز مومنین پر اپنے وقتوں میں فرض کی گئی ہے) دیگر اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ لِذٰلِكَ الشَّمْسُ الْاَيُّمُ (یعنی آفتاب کے ڈھلنے کے وقت نماز قائم کرو) عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِقْتَرَضَهُنَّ اللهُ تَعَالَى مِنْ أَحْسَنِ وَضُوءٍ هُنَّ وَصَلَهُنَّ لَوْ قِيَهُنَّ وَأَتَمَّرَكَوَعَمَهُنَّ وَخَشَعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ رواه ابوداؤد وروى مالك والنسائي نحوه (مشکوٰۃ) (ترجمہ: حضرت عبادہ بن الصامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے جس نے ان نمازوں کا وضو اچھا کیا یعنی فرائض و سنتوں کی رعایت کے ساتھ کیا اور ان کو وقت پر پڑھا اور ان کا رکوع و خشوع پورا کیا اس کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کے گناہ صغائر بخش دے اور جو کوئی اس طریقے پر جو اوپر ذکر ہوا نماز نہ پڑھے یا مطلق نہ پڑھے پس اس کے واسطے اللہ پر عہد لازم نہیں ہے چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے عذاب کرے)۔

اور وقت کے سبب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی نماز کا وقت داخل ہوتا ہے اس وقت وہ نماز مکلف پر فرض ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں اور نماز کی فرضیت کا تجدد وقتوں کے تجدد کے ساتھ ہوتا رہتا ہے یہی سبب ہونے کی علامت ہے پس وقت کا اول جز سبب ہے جبکہ اس کے متصل ہی نماز ادا ہو جائے ورنہ جس جز کے ساتھ ادا متصل ہوگی وہ ہی جز سبب ہوگا اور وقت کے کسی بھی جز کے اندر نماز ادا کرنے والا گنہگار نہ ہوگا۔ اگر کسی نے وقت کا اخیر جز دیا لیا خواہ صرف نیت باندھنے کے (تکبیر تحریمیہ کے) لائق وقت ہو اس شخص پر وہ نماز فرض ہوگی مثلاً کافر یا مرتد

مسلمان ہو یا لڑکا بالغ ہو یا بچوں یا غشی والے کو افاقہ ہوا، یا عورت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی تو اگر نیت باندھنے کے لائق نماز کا وقت باقی ہے تو وہ نماز اس پر واجب ہوگی اگرچہ وہ وقت ناقص ہو جیسے عصر میں دھوپ کا زرد ہو جانا اور اس نماز کو کسی کامل وقت میں قضا کرے اور اگر تحریمہ کے لائق وقت باقی نہیں ہے تو وہ نماز واجب نہیں ہوگی جنون اور غشی والے کیلئے شرط یہ ہے کہ پانچ نمازوں سے زیادہ یہ حالت رہے اگر پانچ یا کم نمازوں تک یہ حالت رہی پھر افاقہ ہوا تو وہ معذور کے حکم میں نہیں ہے اور اس پر وہ نماز واجب ہے اگرچہ بقدر تحریمہ وقت باقی نہ رہے اور وہ اس حالت کی سب نمازوں کی قضا کرے حیض اور نفاس والی عورت جبکہ اکثر مدت حیض و نفاس دس اور چالیس روز پورے کر کے پاک ہو تب تحریمہ کی بقدر وقت باقی رہنے سے وہ نماز فرض ہوگی اور اگر اس سے کم مدت میں پاک ہو تو اگر غسل اور اس کے لوازمات کپڑے اتارنا، پہننا وغیرہ اور تحریمہ باندھنے کی مقدار وقت باقی رہے گا تو وہ نماز فرض ہوگی ورنہ نہیں۔ اور جس پر یہ عوارض مثلاً جنون یا غشی یا حیض یا نفاس آخر وقت میں لاحق ہو جائیں اور ابھی اس نے وہ نماز نہیں پڑھی تو اس سے بالاجماع اس نماز کا فرض ساقط ہو جائے گا۔ اگر کسی نابالغ لڑکے نے اول وقت نماز پڑھی اور آخر وقت میں جبکہ بقدر تحریمہ وقت باقی ہے بالغ ہوا تو نماز کا اعادہ فرض ہے کیونکہ جو اول وقت میں پڑھی وہ نفل نماز ہے۔ اگر کسی شخص نے اول وقت میں جبکہ وہ مسلمان تھا فرض نماز پڑھی پھر وہ مرتد ہو گیا پھر آخر وقت میں مسلمان ہوا جبکہ تحریمہ کی بقدر وقت باقی ہے تو وہ بھی اس نماز کا اعادہ کرے کیونکہ وہ پڑھی ہوئی نماز ارتداد کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔ (ان تمام مسائل کی پوری تفصیل اپنے اپنے مقام پر درج ہے)۔ بچہ جانے والی دانی کو جب یہ خوف ہو کہ اگر نماز میں مشغول ہوگی تو بچہ مر جائے گا تو اس کو نماز میں اس کے وقت سے تاخیر کرنا جائز ہے۔ نیز چور کے خوف سے اور اسی طرح کے اور سببوں سے (مثل ریل یا قافلہ کا چھوٹ جانا وغیرہ) تاخیر وقت جائز ہے۔

نماز کے وقتوں کا بیان

(۱) فجر کا وقت | یعنی صبح کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور سورج کا کنارہ طلوع ہونے تک یعنی اس سے لحظہ بھر پہلے تک رہتا ہے جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ بھی نکل آیا تو فجر کا وقت جاتا رہا۔

صبح صادق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو مشرق کی جانب جہاں سے سورج طلوع ہونے والا ہے سورج نکلنے سے تخمیناً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے آسمان کے کنارے پر چوڑائی میں یعنی شمالاً جنوباً دکھائی دیتی ہے اور جلدی جلدی دائیں بائیں پھیلتی جاتی ہے یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اجالا (چاندنا) ہو جاتا ہے۔

صبح کاذب کا اعتبار نہیں اور صبح کاذب اس سفیدی کو کہتے ہیں جو صبح صادق سے پہلے آسمان کے بیچ میں لمبائی میں یعنی شرقاً غرباً ایک ستون کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جس کے نیچے سارا آفتاب سیاہ ہوتا ہے اس کے ٹھوڑی دیر بعد وہ سفیدی تاریک ہو جاتی ہے اور اس کے نیچے سے صبح صادق پھوٹتی ہے پس صبح کاذب سے نماز کا وقت

داخل نہیں ہوتا اور روزہ دار پر کھانا پینا حرام نہیں ہوتا۔

مشائخ میں اختلاف ہے کہ صبح صادق کے شروع ہونے کا اعتبار ہے یا اس کے پھیل جانے کا۔ دوسرے قول میں زیادہ وسعت ہے اور اسی طرف اکثر علمائے اہل ہیں اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ روزہ کے لئے سحری کھانے اور نماز عشا کے بارے میں پہلے قول پر عمل کرے اور فجر کی نماز میں دوسرے قول کا اعتبار کرے۔

(۲) ظہر اور جمعہ کا وقت ظہر اور جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل (دوگنا) ہو جائے یہی صحیح ہے۔

زوال اور سایہ اصلی پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سیدھی لکڑی ہموار زمین میں عموداً گاڑ دیں تو جب تک سایہ کم ہوتا رہے اس وقت تک آفتاب بلندی پر ہے کچھ کچھ وقفہ کے بعد مثلاً پانچ پانچ منٹ کے بعد نشان لگاتے رہیں جب سایہ کم ہونے سے رک جائے اور ابھی بڑھنا شروع نہ ہو تو یہ ٹھیک دوپہر کا وقت ہے۔ اس وقت اس سایہ کے سرے پر ایک نشانی بنا دیں اس نشانی سے گاڑی ہوئی لکڑی کی جڑ تک جتنی سایہ رہے وہ سایہ اصلی ہے اور جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے تو معلوم ہوا کہ اب سورج ڈھل گیا پس جب سایہ بڑھنے لگے اور بڑھتے بڑھتے سایہ اصلی کے علاوہ اس لکڑی کی لمبائی کے برابر ہو جائے تو ایک مثل ہو گیا اور جب لکڑی کی لمبائی سے دو چند ہو جائے تو دو مثل ہو گیا مثلاً لکڑی کی لمبائی ایک ہاتھ ہے اور ٹھیک زوال کے وقت اس کا سایہ چار انگل باقی رہ گیا تھا تو یہ چار انگل سایہ اصلی ہے اور جب سایہ کی لمبائی ایک ہاتھ اور چار انگل ہو گئی تو یہ ایک مثل ہے اور جب دو ہاتھ اور چار انگل ہو گئی تو یہ دو مثل ہے سایہ اصلی جگہ اور موسم کے لحاظ سے کم زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے اور پھر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے لیکن صاحبین کے نزدیک ایک مثل تک رہتا ہے اس کے بعد عصر کا وقت ہو جاتا ہے اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ ظہر ایک مثل سے پہلے پڑھے اور عصر دو مثل کے بعد پڑھے تاکہ دونوں نمازیں یقیناً اپنے وقت میں ادا ہوں اور دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ اگر کبھی غفلت وغیرہ سے ظہر کی نماز میں ایک مثل سے زیادہ وقت ہو جائے تو دو مثل سے پہلے پہلے ادا کی نیت سے پڑھے۔

(۳) عصر کا وقت سایہ اصلی کے علاوہ کسی چیز کا سایہ دو مثل ہو جانے کے وقت سے سورج کے غروب تک (یعنی لحظہ بھر پہلے تک) ہے۔

(۴) مغرب کا وقت جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے۔ صاحبین کے نزدیک شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہے اسی میں آسانی اور وسعت ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد شمالاً جنوباً (چوڑائی میں) صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے اس میں احتیاط زیادہ ہے اور اسی پر فتویٰ اور عمل ہے

اور اس سفیدی کے بعد شرقاً غرباً (لمبائی میں) صبح کاذب کی طرح جو سفیدی باقی رہتی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں (ہمارے ملک میں ہر روز کے فجر اور مغرب کے وقت تقریباً برابر ہوتے ہیں)۔ احتیاط اس میں ہے کہ نماز مغرب سرخ شفق سے پہلے پہلے پڑھ لیں اور عشاء سفید شفق چھیننے کے بعد پڑھیں تاکہ نماز بلا اختلاف ادا ہو۔

(۵) عشا اور وتر کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے اور صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے تک رہتا ہے۔ وتر کو عشا سے پہلے نہ پڑھے اس لئے نہیں کہ وتر کا وقت داخل

نہیں ہوتا بلکہ اس لئے کہ ترتیب واجب ہے مگر معمول کر پڑھے تو جائز ہے پس اگر معمول کر وتر کو عشا سے پہلے پڑھ لیا یا نماز عشا کے بعد وتر پڑھا پھر صرف عشا کی نماز کا فساد معلوم ہوا اور وتر کا نہیں تو وتر کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف نماز عشا کا اعادہ کرے گا وتر کا نہیں کیونکہ اس قسم کے عذر میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

جس شخص کو عشا کا وقت نہ ملے مثلاً وہ ایسے شہر میں رہتا ہے جہاں شفق کے غائب ہونے سے پہلے یا شفق کے غروب ہوتے ہی فوراً فجر طلوع ہو جاتی ہے مثلاً بلغار کے رہنے والے جو قطب شمالی میں ملک صقلیہ کا ایک نہایت سرد شہر ہے جو نہتائے شمال میں ہے وہاں چھوٹی راتوں والے دنوں میں تیس گھنٹے کا دن ہوتا ہے اور ایک گھنٹہ بھر کے لئے سورج غروب ہوتا ہے اس لئے وہاں عشا اور وتر کا وقت نہیں ہوتا اس میں اکابر علماء کا اختلاف ہے۔ جو اکابر فقہا

ان لوگوں پر عشا و وتر واجب نہ ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک ان لوگوں کو عشا و وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں، نہ اداء نہ قضا، اور ان پر صرف چار نمازیں فرض ہیں جیسا کہ اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت یا دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت کٹے ہوئے ہوں اس کے لئے وضو میں صرف تین فرض ہیں اور چوتھا فرض محل کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ساقط ہے اسی طرح اگر کوئی شخص طلوع آفتاب کے بعد یا زوال کے بعد اسلام لایا یا نابالغ بالغ ہو یا عورت حیض سے

پاک ہوئی وغیرہ تو ان پر بھی اس روز کی چار ہی نمازیں فرض ہوں گی۔ پس اسی عدم وجوب عشا و وتر کے قول کو اکثر علمائے تزیج دی ہے۔ دوسرا گروہ جو ان لوگوں پر عشا و وتر واجب ہونے کا قائل ہے ان کے نزدیک وہ لوگ انرازہ کر لیں اور غروب سے جس قدر مدت کے بعد دوسرے دنوں میں وہاں عشا و وتر کا وقت ہوتا تھا اسی قدر مدت کے بعد عشا و وتر کی

نماز پڑھیں یا قریب کے شہروں پر جہاں عشا کا وقت ہوتا ہے قیاس کر لیں۔ پھر ان میں دو گروہ ہیں ایک گروہ کے نزدیک وہ قضا کی نیت نہ کریں اس لئے کہ قضا اس کو کہتے ہیں جس کا وقت ہوا اور فوت ہو جائے اور یہاں وقت ہی نہیں تو قضا بھی نہیں اور ایک گروہ کے نزدیک قضا کی نیت کرے کیونکہ ان کے نزدیک وہ قضا کے طور پر واجب ہوئی ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر عشا و وتر واجب ہونا یا نہ ہونا دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے احتیاطاً ہی معلوم ہوتی ہے کہ

عشا اور وتر کو فجر سے پہلے اس دن کی عشا و وتر کی نیت سے پڑھ لیا کریں۔ واللہ اعلم مولف)

اور روزہ کے متعلق احتیاط اس میں ہے کہ جو مقامات ایسے ہیں جہاں بعض زبانوں میں طری رات نہیں ہوتی رمضان

میں روزہ رکھیں کیونکہ رمضان کا مہینہ انہوں نے پایا ہے لیکن چونکہ سحری و افطار شرعی دن کے اندر واقع ہوا ہے اس لئے ایسے دنوں میں جبکہ شرعی رات بھی ہوتی ہو ان روزوں کی قضا بھی کر لیں اور جن مقامات میں شرعی رات ہوتی ہے وہاں جس جگہ دن کا طول روزہ رکھنے کے تحمل کے مطابق ہو وہاں روزہ رکھیں اور ادا بھی ہو جائے گا۔ فطرۃ ان لوگوں کا تحمل ہم لوگوں سے زیادہ ہوگا کیونکہ وہ دیگر کاموں میں بھی اس طویل دن کے عادی ہوں گے۔ اور جہاں تحمل سے باہر ہو وہاں اندازہ کر کے تعداد پوری کریں اور بعد میں اگر ایسے دن میسر ہوں جن میں روزے کا تحمل ہو سکے تو احتیاطاً قضا بھی کر لیں اور اگر ایسے دن میسر نہ ہوں تو وہی اندازے کے روزے کافی ہو جائیں گے۔ دیگر اعمال و معاملات زکوٰۃ، عدت، بیع و سلم و اجارہ وغیرہ میں بھی مدت کا حساب اندازہ سے کر لیں و اللہ اعلم بالصواب۔ مزید تفصیل و استصواب کے لئے علمائے کرام سے رجوع کریں۔

ایسے ممالک میں جہاں کئی مہینے تک آفتاب طلوع و غروب نہیں ہوتا اور کئی کئی مہینے حتیٰ کہ چھ مہینے یا کم و بیش مدت تک دن یا رات رہتی ہے جیسے ممالک قطب شمالی و قطب جنوبی وہاں کے لوگ اندازہ کر کے نماز کے اوقات مقرر کریں اور ان وقتوں میں نمازیں ادا کریں یعنی ہر چوبیس گھنٹہ میں اسی قدر فاصلہ سے نماز ادا کریں جیسا کہ عام حالات میں نمازوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ صبح حدیثوں میں آتا ہے کہ دجال اکبر کے فتنہ کے چالیس دنوں میں سے ایک دن ایک سال بھر کا ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کی برابر اور ایک دن سات دن (ہفتہ) کی برابر اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دریافت کرنے پر کہ کیا اس دن میں جو سال بھر کا ہوگا ایک ہی دن کی یعنی پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اندازہ کر کے نمازیں پڑھنا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(۶) عیدین کی نماز کا وقت

عیدین کی نماز کا وقت سورج کے اچھی طرح نکل آنے (ایک نیزہ بلند ہونے) کے بعد شروع ہوتا ہے اور دوپہر سے پہلے تک رہتا ہے ان کا جلدی پڑھنا افضل ہے مگر

عید الفطر اول وقت سے کچھ دیر کے پڑھنا مستحب ہے۔

(۱) فجر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے لیکن وقتی تاخیر نہ کرے کہ سورج نکلنے کا

نمازوں کے مستحب وقتوں کا بیان

شک ہو جائے بلکہ جب اسفار یعنی اُجالا ہو جائے اور اتنا وقت ہو کہ سنت

کے موافق اچھی طرح نماز ادا کی جائے اور قرأت مستحبہ یعنی چالیس سے ساٹھ تک آیتیں ترسیل کے ساتھ (پھر پھر کے) دنوں رکعتوں میں پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر شاید کسی وجہ سے یہ نماز درست نہ ہوئی ہو خواہ طہارت میں خلل واقع ہو یا نماز میں تو طہارت کر کے دوبارہ قرأت مستحبہ مذکورہ کے ساتھ سنت کے موافق سورج نکلنے سے پہلے نماز پڑھی جاسکتی ہو، ایسے وقت نماز پڑھنا افضل ہے اور یہ حکم ہر زمانے میں ہے لیکن نحر (قربانی) کے روز حج کرنے والوں کے لئے مرد و لہجہ میں اس کے خلاف ہے اور وہاں اندھیرے میں یعنی نہایت اول وقت فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے۔ عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت (اندھیرے) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر ہے۔

کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں اور جب جماعت ہو چکے تب پڑھیں۔

(۲) ظہر کی نماز گرمی کے موسم میں اتنی دیر کے پڑھنا کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے مستحب ہے اور تاخیر کی حد یہ ہے کہ ایک مثل سے پہلے پہلے پڑھ لی جائے اور جاڑوں کے موسم میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے اور یہ تاخیر و تعجیل کا حکم اکیلا نماز پڑھنے والے اور جماعت کے ساتھ سب کے لئے یکساں ہے لیکن اگر کہیں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اول وقت ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لئے جماعت کا ترک جائز نہیں۔ موسم ربیع جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف گرمیوں کے حکم میں اور بعض کے نزدیک خریف و ربیع دونوں میں تعجیل ظہر مستحب ہے۔ جمعہ کی نماز کیلئے استحباب کا حکم ظہر کی مثل ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ ہمیشہ اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے جمہور کا یہی مذہب ہے کیونکہ یہ بہت بڑے مجمع کے ساتھ ادا (۳) عصر کی نماز میں خواہ سردی ہو یا گرمی ہر زمانے میں تاخیر مستحب ہے مگر اتنی تاخیر نہ کرے کہ سورج کی ٹکیہ سرخ ہو جائے اور دھوپ کمزور اور پیلی پیلی ہو جائے اور اس پر نظر ٹھہرنے لگے کیونکہ اس وقت نماز عصر مکروہ ہوتی ہے۔ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے دو حصے کئے جائیں اور دوسرے حصے کے شروع میں ادا کریں۔

(۴) مغرب کی نماز میں ابرو غبار کے دن کے سوا ہمیشہ جلدی کرنا مستحب ہے اور بلا عذر اتنی تاخیر کرنا کہ ستارے خوب چمٹک جائیں یعنی بکثرت نظر آنے لگیں اور گتھ جائیں مکروہ تحریمی ہے اور دو رکعت پڑھنے کی مقدار یا اس سے زائد کی تاخیر ستارے خوب چمٹنے سے پہلے پہلے تک مکروہ تنزیہی ہے اور دو رکعت سے کم مقدار کی تاخیر بلا کراہت جائز و مباح ہے۔ (۵) عشا کی نماز میں ایک تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور اس کے بعد آدھی رات تک تاخیر مباح ہے۔ (جبکہ فرض آدھی رات سے پہلے پڑھ چکے) اور آدھی رات کے بعد عشا کی نماز مکروہ تحریمی ہے عشا کی نماز سے پہلے سو رہنا مکروہ ہے نماز پڑھ کر سونا چاہئے لیکن اگر کوئی مرض یا سفر کی وجہ سے بہت تھکا ماندہ ہو یا کوئی اور ضرورت لاحق ہو اور کسی کو کہدے کہ مجھ کو نماز کے وقت جگا دینا تو اس کو سو رہنا بلا کراہت مباح ہے۔ اسی طرح عشا کی نماز کے بعد دنیا کی باتیں کرنا قبیح ہے کہانی کہنا سنتا مکروہ ہے تاکہ صبح کی نماز قوت ہونے یا جماعت فوت ہونے یا رات کو اٹھ کر نفل پڑھنے والے کا رات کا اٹھنا فوت ہونے اور لغویات سے محفوظ رہے البتہ ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید و حدیث اور ذکر و دینی مسائل اور نیک لوگوں کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں تاکہ اس دن کا اعمال نامہ عبادت پر ختم ہو اور اسی لئے نماز فجر سے پہلے سوائے ذکر الہی کے دنیاوی باتیں وغیرہ کرنا مکروہ ہے تاکہ اعمال نامہ کی ابتدا عبادت سے ہو۔ فجر کی نماز کے بعد اپنی ضروریات کے لئے چلنے پھرنے میں کوئی حرج نہیں بعض کے نزدیک طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک اور بعض کے نزدیک آفتاب کے بلند ہونے تک بلا ضرورت کلام وغیرہ مکروہ ہے۔ سنت فجر پڑھنے کے بعد بات چیت کرنے سے سنت فجر باطل نہیں ہوتی البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔

وترکی نماز میں اس شخص کے لئے جس کو جاگ اٹھنے کا پکا بھروسہ ہو آخر شب تک تاخیر مستحب ہے یعنی نماز تہجد کے

کیا جاتا ہے اور لوگ بہت پہلے سے آئے ہوتے ہیں۔ پس اس میں تاخیر سے لوگوں پر تنگی بخلاف ظہر کے (کذا فی الشافی)

بعد طلوع فجر سے پہلے پڑھنا بہتر ہے لیکن اگر آنکھ کھلنے اور اٹھنے کا پورا بھروسہ نہ ہو تو عشا کے بعد سونے سے پہلے پڑھ لے اس لئے کہ اس کے لئے مطلقاً تعجیل افضل ہے۔ اگر ایسا شخص جس کو پورا بھروسہ نہ ہو تو سونے سے پہلے پڑھ چکا پھر تعجب کیلئے اٹھا اور نوافل تہجد پڑھے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ مندوب ہے اور وہ وتر کا اعادہ نہ کرے البتہ اس نے اس فضیلت کو جو حدیث پاک میں وارد ہے حاصل نہیں کیا اس لئے کہ وہ فضیلت رات کی نماز کے وتر کے ساتھ ختم ہونے پر مرتب ہوتی ہے البتہ اس نے تعجیل کی فضیلت کو پایا جو کہ اس کے لئے تاخیر کرنے میں فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے مرتب ہوئی ہے فافہم۔

ابروغبار کے روز، ہمیشہ فجر اور ظہر اور مغرب کی نماز زیادہ کر کے پڑھنا بہتر و مستحب ہے تاکہ وقت پوری طرح ہو جائے اور شبہ نہ رہے اور عصر اور عشا میں جلدی کرنا مستحب ہے یعنی مستحب وقت سے جلدی کرے اور وقت داخل ہونے کا علم ہونے پر معمولی دیر کرنا مناسب ہے تاکہ شبہ جانا رہے۔ عصر میں اس لئے کہ مکروہ وقت نہ آجائے اور عشا میں اس لئے کہ بارش و کچھ پیاہرت جماعت سے روکنے والی نہ ہو جائے۔ (اگر گھڑی کے ذریعہ ٹھیک وقت معلوم ہو سکتے ہوں تو پھر سزا کرے اس کے معمولہ وقت میں پڑھے اور بلا وجہ جلدی یا دیر نہ کرے)۔

فجر اور ظہر کے پورے وقت اول سے آخر تک بلا کراہت ہیں یعنی یہ نمازیں ان کے اپنے وقت کے جس حصہ میں پڑھی جائیں ہرگز مکروہ نہیں اور اذان کا حکم جلدی یا دیر کرنے میں وہی ہے جو نماز کا ہے۔

دو فرض نمازوں کو ایک وقت میں کسی عذر سے جمع نہ کرے نہ سفر میں نہ حضر میں نہ بیماری میں کیونکہ یہ حرام ہے اور جمع کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ دوسری کو پہلی ہی کے وقت میں پڑھے مثلاً ظہر کے وقت میں ظہر کے بعد ساتھ ہی عصر پڑھے تو دوسری نماز (عصر کی نماز) فاسد ہوگی کیونکہ وقت سے پہلے نماز جائز نہیں ہے دوسری نماز کا فرض ذمہ پر باقی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی نماز کو اتنی دیر کرے کہ اس کا وقت جانا رہے اور دوسری کے وقت میں پڑھے مثلاً عصر کے وقت میں ظہر اور پھر عصر پڑھے یا مغرب عشا کے وقت میں عشا سے پہلے پڑھے پھر عشا پڑھے اس صورت میں پہلی نماز قضا کے طور پر ذمہ سے ادا ہوگی لیکن نماز قضا کرنے کا گناہ کبیرہ سر پر ہوا۔ البتہ اگر سفر و مرض وغیرہ کے عذر سے صورتاً (فعلاً) جمع کرے نہ حقیقتاً تو جائز ہے اور وہ یوں ہے کہ پہلی نماز کو اس کے آخر وقت میں ادا کرے اور دوسری کو اس کے اول وقت میں پڑھے مثلاً مغرب کو شفق غائب ہونے کے پہلے تک مؤخر کرے اور عشا کو شفق غائب ہوتے ہی جلدی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حقیقتاً دونوں اپنے اپنے وقت میں واقع ہوئی ہیں۔ عرفات اور مزدلفہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ عرفات میں ظہر اور عصر، ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں (احرام اور سلطان یا اس کا نائب اور دونوں نمازوں کا جماعت سے ہونے کی شرائط کے ساتھ) اور مزدلفہ میں مغرب و عشا کی نماز عشا کے وقت میں (اور یہاں سلطان یا نائب اور جماعت کا ہونا شرط نہیں ہے) ان کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ۔

جن وقتوں میں نماز جائز نہیں اور جن میں مکروہ ہے

نماز کے اوقات مکروہہ دو قسم ہیں۔ قسم اول میں تین وقت ہیں۔ (۱) سورج نکلنے وقت یعنی سورج کا کنارہ ظاہر

ہونے سے سورج کے بلند ہوجانے تک۔ جب تک انسان سورج کی ٹیکہ دیکھنے پر قادر ہے اور جب تک سورج کی زردی دور ہو کر آنکھیں چندھیانے نہ لگیں تب تک وہ طلوع کی حالت میں ہے اور وہ ایک نیزہ بلند ہونے تک ہے (اندازاً اسی منٹ) (۲) استوا یعنی سورج کے قائم ہونے کا وقت اور وہ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی زوال تک ہے۔ (شروع طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہر روز جتنا وقت ہو اس کے نصف اول کے ختم پر اس دن نصف النہار شرعی شروع ہوتا ہے اور اس کو ضوۃ کبریٰ بھی کہتے ہیں)۔ (۳) سورج غروب ہونے کا وقت یعنی جب سورج میں سرخی آجائے اور اس پر نظر ٹھہرنے لگے اور دھوپ کمزور اور پیلی پیلی ہوجائے اس وقت سے غروب تک سورج غروب کی حالت میں ہے (اندازاً اسی منٹ)۔

ان تین وقتوں میں کوئی نماز خواہ ادا ہو یا قضا جائز نہیں اور شروع کرنے سے شروع نہیں ہوتی اور اگر پہلے سے پڑھ رہا ہو اور ختم سے پہلے ان وقتوں میں سے کوئی وقت داخل ہوجائے تو وہ نماز باطل ہوجاتی ہے سوائے ان چھ چیزوں کے کہ وہ ان وقتوں میں بھی شروع کرنے سے منعقد (شروع) ہوجاتی ہیں۔ (۱) اس جنازہ کی نماز جو ان وقتوں میں سے کسی وقت تیار ہوا بلا کراہت جائز بلکہ افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے۔ (۲) جو آیت سجدہ انہی تین وقتوں میں سے کسی وقت تلاوت کی گئی ہو اس کا سجدہ تلاوت اس وقت جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے اور بہتر و افضل یہ ہے کہ تاخیر کرے یہاں تک کہ کراہت کا وقت جانا ہے۔ (۳) اسی دن کی عصر کی نماز مگر اتنی تاخیر مکروہ تحریمی ہے حدیث شریف میں اس کو منافق کی نماز فرمایا ہے لیکن اس کا توڑنا جائز نہیں اگرچہ آفتاب ڈوبنا ہو جبکہ ڈوبنے سے پہلے شروع کر دی ہو فرض ادا ہوجائیں گے۔ (۴) نفل نماز خواہ وہ سنت ہو مکروہ ہو یا غیر مکروہ۔ (۵) نماز نذر مقید یعنی وہ نماز جس کو انہی تین وقتوں میں سے کسی وقت میں ادا کرنے کی نذر کی گئی ہو۔ (۶) وہ سنت و نفل نماز جو ان تین وقتوں میں کسی وقت شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو۔ ان پچھلے تین نمبروں (۲، ۵، ۶) کا شروع کرنا ان تین وقتوں میں کراہت تحریمیہ کے ساتھ صحیح ہے اور ان کو توڑ کر کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔

اس مسئلہ کو مزید تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ خوب واضح ہوجائے۔ (۱) ان تین وقتوں میں بعض نمازیں پڑھنا بالکل جائز نہیں پس اگر وہ شروع کی جائیں تو شروع نہیں ہوتیں اور اگر ان نمازوں میں سے کوئی نماز پہلے سے شروع کی ہوئی تھی اور پڑھتے پڑھتے ان وقتوں میں سے کوئی وقت داخل ہو گیا تو وہ نماز باطل ہوجاتی ہے اس لئے اس کو کامل وقت میں قضا کرنا چاہئے۔ وہ نمازیں یہ ہیں: پانچوں وقت کی فرض نمازیں، نماز جمعہ، سجدہ صلیبہ (نماز کا سجدہ) نماز وتر، نماز عیدین۔ یہ نمازیں خواہ قضا ہوں یا ادا پس اگر فجر کی نماز پڑھتے ہیں سورج نکل آیا تو نماز نہ ہوتی سورج بلند ہونے کے بعد

اس کی قضا کرے، البتہ اسی دن کی عصر کی نماز سورج میں سرخی آجانے کے بعد سے غروب تک بھی ادا ہو جاتی ہے مگر اتنی تاخیر کرنا مکروہ تخریمی ہے اگر عصر کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج غروب ہو گیا تو نماز ہو گئی اس کو قضا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر عصر کی نماز سورج کے تغیر سے پہلے شروع کی اور تغیر (سرخی آجانے) تک لمبی ہو گئی تو مکروہ نہیں۔ کسی اور دن کی عصر کی قضا بھی اس وقت جائز نہیں ہے۔ (ب) اس جواز کی نماز جو ان تین وقتوں میں سے کسی وقت لایا گیا اسی وقت بلا کراہت جائز بلکہ افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے اور اگر جواز پہلے سے تیار تھا اور تاخیر کی یہاں تک کہ ان وقتوں میں سے کوئی وقت داخل ہو گیا تو اب اس وقت قطعاً جائز نہیں بلکہ مکروہ وقت نکلنے پر پڑھی جائے۔

(ج) سجدۃ تلاوت۔ اگر ان وقتوں میں سجدہ کی آیت پڑھی گئی تو سجدۃ تلاوت جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے اور افضل و بہتر یہ ہے کہ تاخیر کرے یہاں تک کہ کراہت کا وقت نکل جائے۔ اگر سجدہ کی آیت ان تین وقتوں کے علاوہ کسی اور وقت پڑھی گئی تھی تو ان وقتوں میں اس کا سجدۃ تلاوت ادا کرنا قطعاً جائز نہیں ہے (ان تینوں نمبروں (ا، ب، ج) کا خلاصہ یہ ہے کہ فرض اور لمحق بہ فرض یعنی واجب لعینہ ان تین وقتوں میں منعقد نہیں ہوتے سوائے اسی دن کی عصر اور نماز جواز و سجدۃ تلاوت کے)۔

(د) نفل نمازیں اور جو لمحق بہ نفل ہیں یعنی واجب لغیرہ (جو بندہ کے اپنے فعل سے واجب ہوئیں) اگر ان تین وقتوں میں شروع کی جائیں تو شروع ہو جاتی ہیں لیکن مکروہ تخریمی ہیں اس لئے ان کو قطع کر کے دوسرے کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہے اگر اس کو قطع نہیں کیا اور پورا کر لیا تو شروع کرنے سے جو کچھ اس کے ذمہ لازم ہوا تھا وہ ادا ہو گیا مگر کراہت تخریمی کے ساتھ ہوا اس لئے گنہگار ہوا اور اس کا غیر مکروہ وقت میں لوٹنا واجب ہوگا نفل سے مراد سنت مؤکدہ وغیرہ مؤکدہ اور ہر قسم کی نفل نماز ہے اور واجب لغیرہ یہ ہیں:۔ سو کے دونوں سجدے، طواف کی دو رکعتیں، جو نفل شروع کر کے فاسد کر دیئے ہوں ان کی قضا اور نذر نماز۔ پس اگر کسی نے نذر مقید یعنی ان تینوں مکروہ وقتوں میں سے کسی مکروہ وقت میں نماز پڑھنے کی نذر کی تھی تو اس کا ادا کرنا ان وقتوں میں کراہت تخریمیہ کے ساتھ صحیح ہے اور گنہگار ہوگا اور اس کو توڑنا اور کسی دوسرے کامل وقت (غیر مکروہ) وقت میں ادا کرنا واجب ہے اگر نذر مطلق کی تھی یا یوں نذر کی تھی کہ ان وقتوں کے سوا کسی وقت میں نماز پڑھوں گا تو اس کی ادا ان وقتوں میں جائز نہیں اور شروع کرنے سے شروع ہی نہیں ہوگی۔ اگر کسی نے ان تین وقتوں میں طواف کیا تو اس کی دو رکعت واجب الطواف ان وقتوں کے نکلنے کے بعد ادا کرنی چاہئیں، اگر ان وقتوں میں کرے گا تو گنہگار ہوگا اور مکروہ تخریمی ہے اس لئے ان کا قطع کرنا اور کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح ہر سنت و نفل نماز اور فاسد کئے ہوئے نفلوں اور سنتوں کی قضا اگر ان وقتوں میں کرے تو گنہگار ہوگا اور توڑنا اور دوسرے کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہوگا اور ہر وقت کے سجدے نماز کے

تابع ہونے کی وجہ سے خود اس حکم میں داخل ہو گئے۔

(د) جو نماز ان وقتوں میں شروع ہی نہیں ہوتی یعنی فرض و لمحق بہ فرض سوائے اُس دن کی عصر کے اگر کسی نے شروع کی اور اس میں قہقہہ مارا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ وہ نماز میں داخل ہی نہیں ہوا اور قہقہہ کا نماز کے اندر واقع ہونا وضو کو توڑتا ہے نماز سے باہر ہونے کو وضو نہیں توڑتا اور جو نمازیں شروع ہو جاتی ہیں اگرچہ مکروہ تخریمی ہوں یعنی نفل اور واجب لغیرہ اور اس دن کی عصر ان کے اندر قہقہہ وضو کو توڑ دے گا۔

(س) ان تین ممنوعہ و مکروہہ اوقات میں قرآن شریف کی تلاوت اگرچہ جائز ہے اور کوئی گراہت نہیں ہے لیکن نماز کا رکن ہونے کی وجہ سے ان وقتوں میں نہ پڑھنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اور ذکر و تسبیح و دعا وغیرہ میں مشغول رہنا افضل ہے۔

(ف) نتیجہ یہ نکلا کہ ان تین اوقات میں ہر قسم کی نماز و سجدہ ادا کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے سوائے اس دن کی عصر اور اُس جنازہ کی نماز کے جو اسی وقت لایا گیا ہو کیونکہ اس کا اسی وقت پڑھنا افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے
واللہ اعلم بالصواب

قسم دوم وہ اوقات ہیں جن میں ضرر نوافل کا قصد پڑھنا اور واجب لغیرہ مکروہ تخریمی ہے پس ہر قسم کی سنتیں سوائے سنت فجر کے اور نفل اگرچہ حجیت المسجد اور حجیت المصنوبی ہوں اور نماز تندرہ مقید ہو یا مطلق، ہر طواف کی دو رکعتیں اور سہو کے دو سجدے جو ان نمازوں میں پیش آئیں جو ان وقتوں میں مکروہ ہیں (اور جو نمازیں ان وقتوں میں بلا گراہت جائز ہیں ان کے سجدہ بھی بلا گراہت جائز ہیں) اور ان میں جس نماز کو (یعنی جس نفل یا واجب لغیرہ کو) مستحب یا مکروہ وقت پھر فاسد کر دیا ہو، اگرچہ صبح کی سنتیں ہوں ان سب کا ان وقتوں میں ادا کرنا مکروہ تخریمی ہے اور ان کو قطع کرنا اور غیر مکروہ (کامل) وقت میں ادا کرنا واجب ہے ان کے علاوہ سب نمازیں یعنی فرائض و واجبات لعیبہ مثلاً نماز و ترو نماز جنازہ و سجدہ تلاوت وغیرہ ادا و قصد بلا گراہت جائز ہیں۔ لیکن ان میں بعض اوقات ایسے بھی ہیں جن میں بعض دوسری نمازیں بھی مکروہ یا ممنوع ہیں ان کا ذکر ان وقتوں میں ساتھ ساتھ ہوگا۔ وہ اوقات یہ ہیں:-

(۱) طلوع فجر (صبح صادق) سے نماز فجر ادا کرنے سے پہلے تک کا وقت۔ اس میں صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ کے سوا ہر قسم کی نفل نماز اور واجب لغیرہ قصد ادا کرنا مکروہ تخریمی ہے اگر اس وقت بلا ارادہ نفل پڑھے گئے تو مکروہ نہیں مثلاً کوئی شخص آخر رات میں نفل پڑھتا ہو اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد فجر طلوع ہو جائے تو اس کو پورا کر لینا افضل ہے اس لئے کہ طلوع فجر کے بعد نفل پڑھنا اس نے اپنے ارادہ سے نہیں کیا اور وہ نفل اصح قول کے بموجب فجر کی سنتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتے اور اگر چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور ایک رکعت کے بعد فجر طلوع ہو گئی تو جو دو رکعتیں طلوع فجر کے بعد پڑھی گئیں وہ فجر کی سنتوں کے قائم مقام ہو جائیں گی یہی مختار ہے

یہ تینوں قسمیں

اسی طرح اگر کسی نے اس خیال سے کہ ابھی رات باقی ہے اور فجر طلوع نہیں ہوئی دو رکعت نفل تہجد پڑھیں پھر معلوم ہوا کہ اس وقت فجر طلوع ہو چکی تھی اور وہ دو رکعتیں بعد طلوع فجر پڑھی گئی ہیں تو وہ فجر کی سنتیں ہو جائیں گی یہی صحیح ہے اس لئے کہ ان کے لئے نیت میں سنت فجر کا تعین ضروری نہیں ہے بلکہ نفل کی نیت یا مطلق نیت سے بھی صحیح ہیں۔ پس اب وہ دوبارہ سنتیں نہ پڑھے کیونکہ یہ اب نفل ہو جائیں گی اور اس وقت نفل مکروہ تحریمی ہے۔ (۲) فجر کے فرضوں کے بعد سے سورج نکلنے سے لحظہ بھر پہلے تک بھی نفل اور واجب لغیرہ مکروہ تحریمی ہے۔ (سورج نکلنے سے نیزہ بھر بلند ہونے تک کا وقت قسم اول میں بیان ہو چکا ہے)۔ اگرچہ صبح کی سنتیں ہوں پس اگر صبح کی سنتیں فاسد ہو گئیں یا خود فاسد کر دیں یا جماعت جاتے رہنے کے خوف سے سنتیں نہیں پڑھیں تو اب فرضوں کے بعد جب تک سورج اچھی طرح طلوع نہ کرے ان کی قضا مکروہ تحریمی ہے (بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ جب فجر کی جماعت کھڑی ہو گئی اور سنتیں ابھی نہیں پڑھیں تو پہلے سنتیں شروع کر کے پھر قطع کر دیتے ہیں تو اب یہ سنت اس پر واجب ہو گئی یا سنت توڑے بغیر اسی پر فرض کی بنا کر لیتے ہیں پھر ان سنتوں کو سورج نکلنے سے پہلے یعنی فرضوں کے بعد ہی قضا کرتے ہیں یہ حیلہ مردود اور غیر مقبول ہے کیونکہ کسی عبارت کا توڑنے کی نیت سے شروع کرنا شرعاً برا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ یہ واجب لغیرہ ہے یعنی جس نفل کو فاسد کیا ہو پس اس کی قضا بھی اس وقت مکروہ تحریمی ہے)۔

(۳) عصر کی فرض نماز کے بعد سے سورج کے متغیر (سُرخ) ہونے سے لحظہ بھر پہلے تک کا وقت۔ اس میں بھی نفل و واجب لغیرہ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کسی نے عصر کی فرض نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج متغیر ہو گیا۔ تو اب اس وقت کی عصر کے فرض کے علاوہ فرضوں سے پہلے بھی کوئی اور نماز نہ پڑھے جس کی تفصیل قسم اول میں تغیر سورج کے بعد کے وقت میں بیان ہوئی ہے۔ اگر کسی نے نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت یا قضا نماز عصر کے فرض کے بعد سورج کے تغیر سے پہلے شروع کی اور درمیان میں سورج متغیر ہو گیا تو وہ تینوں فاسد ہو گئے اس لئے کسی دوسرے کامل وقت میں پھر ادا کرے۔

(۴) سورج غروب ہونے کے بعد سے مغرب کی فرض نماز سے پہلے کا وقت۔ اس میں بھی نفل اور واجب لغیرہ مکروہ تحریمی ہے تاکہ مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو جائے تھوڑی یعنی دو رکعت سے کم تاخیر مکروہ نہیں اور بقدر دو رکعت سے ستارے چمکنے سے پہلے تک مکروہ تحریمی اور اس کے بعد مکروہ تحریمی ہے۔ جو شخص صاحب ترتیب نہ ہو اس کے لئے فوت شدہ نمازوں کی قضا بھی مکروہ تحریمی ہے اور صاحب ترتیب کے لئے فوت شدہ نمازوں کی قضا اس وقت بلا کراہت جائز بلکہ لازمی ہے اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بلا کراہت جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے مغرب کے فرض پڑھے پھر نماز جنازہ پھر مغرب کی سنتیں اور بعض کے نزدیک جس طرح نماز جمعہ کے بعد کی سنتوں کے بعد نماز جنازہ پڑھنے پر

فتویٰ ہے اسی طرح مغرب کی سنتوں کے بعد پڑھے کیونکہ یہ جمعہ کی سنتوں سے زیادہ مؤکد ہیں۔ اگر کسی نے عصر کی نماز کے بعد طواف کیا تو طواف کی دو کعتیں بھی نماز جوازہ کی طرح مغرب کی سنتوں کے قبل پڑھے۔

(۵) جب امام جمعہ کے روز جمعہ کے خطبہ کے واسطے حجرہ سے نکلے یا جہاں حجرہ نہ ہو وہ اپنی جگہ سے خطبہ کے لئے منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے فرض جمعہ ختم ہونے تک یعنی جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے بیکر عین خطبہ کے وقت خواہ پہلا خطبہ ہو یا دوسرا یا ان کا درمیانی وقفہ جس میں امام خاموش ہوتا ہے اور نماز جمعہ شروع ہونے سے ختم تک سب نوافل و واجب لغیرہ حتیٰ کہ جمعہ کی سنتیں پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہیں (بعض لوگ دونوں خطبوں کے درمیانی وقفہ میں جمعہ کی سنتیں شروع کر دیتے ہیں یہ مکروہ تحریمی اور منع ہے) البتہ جو سنتیں امام کے کھڑا ہونے سے پہلے شروع کی تھیں ان چاروں کو پورا کر لے یہی صحیح ہے۔ فرض و واجب کی قضا اور نماز جوازہ و سجدہ تلاوت بھی اس وقت مکروہ تحریمی ہے مگر صاحب ترتیب کے لئے خطبہ جمعہ کے وقت قضا نماز بلا کراہت جائز ہے۔ ہر خطبہ کا یہی حکم ہے خطبہ دس ہیں اور یہ ہیں خطبہ جمعہ، خطبہ عید الفطر، خطبہ عید الاضحیٰ، حج کے تین خطبے۔ خطبہ ختم قرآن، خطبہ نکاح، خطبہ استسقا، خطبہ کسوف۔

(۶) جب فرض نماز کی اقامت (تکبیر) ہو جائے تو نفل و سنت و فرض و واجب کی قضا وغیرہ شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے حدیث شریف میں آیا ہے: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ شَرَاهُ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهُ (جب نماز کی اقامت ہو جائے تو اس وقت کی فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز پڑھنا نہیں ہے) سوائے سنت فجر کے، جبکہ جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو اگرچہ قعدہ ہی میں شرکت ہو جائے تو سنت فجر پڑھنا جائز ہے لیکن جماعت کی صف سے دور پڑھے اور اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو ان سنتوں کو ترک کر کے نماز میں شامل ہو جائے۔ اور صاحب ترتیب کے لئے بھی اس وقت قضا نماز بلا کراہت جائز ہے۔

(۷) جب کسی نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو اس وقت کے فرض کے سوا اور سب نمازیں مکروہ تحریمی ہیں خواہ نفل ہوں یا سنت یا واجب یا فوت شدہ نمازیں ہوں اور اگرچہ وہ صاحب ترتیب بھی ہو اور ایسے وقت فجر اور ظہر کی سنتیں پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ وقت کی تنگی سے مراد مستحب وقت کی تنگی ہے۔ مستحب وقت کی تنگی کے باعث ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ نیز ہر نماز کو بلا غدر تنگ وقت میں پڑھنا مکروہ ہے۔

(۸) عیدین کی نماز سے پہلے گھر و مسجد و عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور عیدین کی نماز کے بعد مسجد و عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں ہی صحیح ہے۔

(۹) عرفات میں جو ظہر و عصر و نمازوں کو جمع کرتے ہیں ان کے درمیان میں نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بعد میں بھی اس لئے کہ نماز عصر کے بعد نفل مکروہ ہے اسی طرح مزدلفہ میں مغرب و عشاء و نمازوں کو جمع کرتے ہیں ان کے درمیان میں

بھی نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی، لیکن یہاں بعد میں مکروہ نہیں اس لئے مزدلفہ میں مغرب و عشا کی سنتیں و وتر عشا کی نماز کے بعد پڑھے (۱۰) پیشاب یا پاخانہ یا دونوں کی حاجت یا ریح کے غلبہ کو روک کر کوئی نماز پڑھنا خواہ فرض ہو یا نفل مکروہ تحریمی ہے اسی طرح جب کھانا حاضر ہو اور نفس اس کی طرف شائق ہو نہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اگر نفس شائق نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی اور سبب پایا جائے جس کی وجہ سے نماز کے افعال کی طرف سے دل بٹے گا اور خشوع میں خلل پڑے گا اور وہ اسے دفع کر سکتا ہے تو اس کو دور رکھے بغیر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وقت جاتا ہو تو پڑھ لے اور پھر دوسرے وقت لوٹا دے۔ اہل اللہ کے نزدیک حضور دل اور خشوع قلب فرض ہے حدیث شریف میں وارد ہے: **إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنٌ صَلُوتِيهِ إِلَّا يَفْقَدُهَا شَخْطَرَفِيهَا فَتَارَةً يَكُونُ لَهُ عَشْرُهَا أَوْ أَقَلُّ أَوْ أَكْثَرُ** بیشک انسان کو اس کی نماز سے اسی قدر فائدہ ہے جس قدر اس میں حضور دل رہا ہے پس کبھی اس کو دسواں حصہ ملتا ہے یا کم یا زیادہ۔

(۱۱) دو وقتوں میں صرف وقتی فرض کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے یعنی (۱) مغرب کے فرض میں بلا عذر ستارے چمکنے تک تاخیر کرنا اور عشا کے فرض بلا عذر آدھی رات کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (۲) جن مکانات میں نماز رکروہ ہے ان کا بیان نماز کی جگہ کی طہارت کے بیان میں آئے گا۔

دقائق: آج کل گھنٹے گھڑیاں عام ہیں اوقات بتانے والی جنزبیاں اور نقشے اکثر مسجدوں میں موجود ہیں ان کے مطابق نمازوں کے وقت کی پابندی کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے گھڑیاں صحیح رکھنی چاہئیں۔ ہمارے ملک میں طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ کا وقفہ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ بیس منٹ کا ہے اور غروب آفتاب سے غروب شفق ابیض (سیدی) تک بھی یہی وقفہ ہے اور دو مثل سایہ ہونے کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقفہ کم سے کم ایک گھنٹہ بیس منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے چھ منٹ ہے موسم کے لحاظ سے اس کے درمیان رہنا ہی اس سے باہر نہیں ہونا البتہ بعض مقامات پر محل وقوع کے فرق کی بنا پر قدرے کم و بیش ہوتا ہے۔ پس گرمیوں میں ایک گھنٹہ چالیس منٹ رہنے پر سردی چھوڑ دے اور سردیوں میں ڈیڑھ گھنٹہ باقی رہنے پر اور اذان میں اس میں بارہ منٹ کی دیر کیا کرے تاکہ دونوں چیزیں وقت کے اندر ہو جائیں۔ حرمین پاک میں فی زمانہ مغرب کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد عشا کی اذان ہوتی ہے ہمارے لئے بھی یہی مناسب ہے اس سے پہلے مناسب نہیں واللہ اعلم

نماز کے وقتوں کیلئے اصل تو آسمانی علامات ہی ہیں جو ادرہ بیان ہوئیں لیکن گھڑی اور نقشوں وغیرہ سے اس کے ساتھ مطابقت ہونا یقینی یا ظن غالب کے درجہ میں ہو تو گھڑی و گھنٹے و نقشوں جنزبوں پر عمل بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہے اور مساجد میں ان کے ذریعہ وقت کی پابندی کرنا نمازیوں کی سہولت کیلئے انتظامی مصلحت کے پیش نظر جائز و غیر ممنوع ہے۔ اب ذیل میں ایک ہفت روزہ نقشہ اوقات نماز پنجگانہ برائے شہر جہاں پور و کراچی (الگ الگ) درج کیا جاتا ہے جو دونوں شہروں کی صحیح جنزبوں سے مرتب کیا گیا ہے تاکہ مفید عوام ہوں۔ اپنی گھڑیوں کو ڈاکخانہ یا ریڈیو وغیرہ سے ملا کر صحیح رکھنا چاہئے۔ اہر کے روز چند منٹ کی احتیاط کر لی جائے۔

نقشہ اوقات نماز بمطابق ریلوے ٹائم برائے شہر جہاں پور افق طول ۷۱۔۳۳ عرض ۲۹۔۲۴

وقتوں کا نام	تاریخ	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
صبح صادق (طلوع فجر)	۱	۵-۳۳	۵-۳۳	۵-۳۱	۵-۳۲	۵-۳۱	۵-۳۰	۵-۲۹	۵-۲۸	۵-۲۷	۵-۲۶	۵-۲۵	۵-۲۴
	۷	۵-۳۵	۵-۳۶	۵-۳۷	۵-۳۸	۵-۳۹	۵-۴۰	۵-۴۱	۵-۴۲	۵-۴۳	۵-۴۴	۵-۴۵	۵-۴۶
	۱۵	۵-۳۶	۵-۳۷	۵-۳۸	۵-۳۹	۵-۴۰	۵-۴۱	۵-۴۲	۵-۴۳	۵-۴۴	۵-۴۵	۵-۴۶	۵-۴۷
	۲۲	۵-۳۵	۵-۳۶	۵-۳۷	۵-۳۸	۵-۳۹	۵-۴۰	۵-۴۱	۵-۴۲	۵-۴۳	۵-۴۴	۵-۴۵	۵-۴۶
شہری طلوع آفتاب	۱	۷-۱	۷-۳	۷-۲۰	۷-۲۱	۷-۳۱	۷-۱۲	۷-۱۴	۷-۳۲	۷-۲۹	۷-۵	۷-۲۶	۷-۵
	۷	۷-۱۰	۷-۵۹	۷-۳۲	۷-۵۵	۷-۲۶	۷-۱۲	۷-۲۰	۷-۳۲	۷-۲۹	۷-۹	۷-۳۱	۷-۵۶
	۱۵	۷-۹	۷-۵۴	۷-۳۱	۷-۲۷	۷-۲۱	۷-۱۲	۷-۲۲	۷-۲۰	۷-۲۹	۷-۱۲	۷-۳۶	۷-۱
	۲۲	۷-۸	۷-۳۷	۷-۱۶	۷-۲۰	۷-۱۸	۷-۱۱	۷-۲۶	۷-۲۲	۷-۲۱	۷-۱۸	۷-۲۳	۷-۲
زوال در ظہر	۱	۱۲-۱۷	۱۲-۲۸	۱۲-۲۶	۱۲-۱۷	۱۲-۱۰	۱۲-۱۱	۱۲-۱۷	۱۲-۱۹	۱۲-۱۲	۱۲-۲	۱۲-۵	۱۲-۳
	۷	۱۲-۲۰	۱۲-۲۸	۱۲-۲۲	۱۲-۱۵	۱۲-۹	۱۲-۱۲	۱۲-۱۷	۱۲-۱۸	۱۲-۱۱	۱۲-۱	۱۲-۵	۱۲-۶
	۱۵	۱۲-۲۲	۱۲-۲۸	۱۲-۲۲	۱۲-۱۴	۱۲-۹	۱۲-۱۳	۱۲-۱۳	۱۲-۱۷	۱۲-۱۷	۱۲-۸	۱۲-۵	۱۲-۹
	۲۲	۱۲-۲۵	۱۲-۳۷	۱۲-۲۰	۱۲-۱۲	۱۲-۱۰	۱۲-۱۵	۱۲-۱۵	۱۲-۱۶	۱۲-۱۶	۱۲-۵	۱۲-۱	۱۲-۱۳
دوش در عصر	۱	۳-۳۹	۳-۱۲	۳-۳۳	۳-۲۵	۳-۵۴	۳-۱	۳-۵	۳-۵	۳-۲۶	۳-۱۹	۳-۵۱	۳-۳۱
	۷	۳-۵۵	۳-۲۰	۳-۳۷	۳-۲۶	۳-۵۲	۳-۲	۳-۹	۳-۲	۳-۲۱	۳-۱۲	۳-۲۶	۳-۳۹
	۱۵	۳-۱	۳-۲۲	۳-۲۰	۳-۲۸	۳-۵۶	۳-۲	۳-۱	۳-۵۹	۳-۲۲	۳-۵	۳-۳۲	۳-۲۱
	۲۲	۳-۶	۳-۳۰	۳-۲۲	۳-۵	۳-۵۸	۳-۷	۳-۷	۳-۵۵	۳-۲۸	۳-۵۹	۳-۲۰	۳-۳۳
شہری غروب آفتاب (مغرب)	۱	۵-۲۶	۵-۵۱	۵-۱۲	۵-۳۱	۵-۲۹	۵-۷	۵-۱۶	۵-۵	۵-۳۶	۵-۱	۵-۲۹	۵-۱۵
	۷	۵-۳۱	۵-۵۶	۵-۱۶	۵-۳۳	۵-۵۲	۵-۱۱	۵-۱۵	۵-۵۹	۵-۲۷	۵-۵۲	۵-۲۲	۵-۱۵
	۱۵	۵-۳۸	۵-۲	۵-۲۱	۵-۳۸	۵-۵۷	۵-۱۲	۵-۱۲	۵-۵۲	۵-۱۸	۵-۲۵	۵-۱۹	۵-۱۷
	۲۲	۵-۳۳	۵-۷	۵-۲۲	۵-۳۳	۵-۱	۵-۱۲	۵-۱۲	۵-۳۷	۵-۱۰	۵-۳۷	۵-۱۶	۵-۲
عشا	۱	۷-۵۱	۷-۱۲	۷-۲۰	۷-۵۱	۷-۱۵	۷-۲۱	۷-۵۱	۷-۳۵	۷-۵	۷-۱۹	۷-۵	۷-۳۹
	۷	۷-۵۶	۷-۱۷	۷-۳۲	۷-۵۲	۷-۲۱	۷-۲۵	۷-۲۹	۷-۲۷	۷-۲۷	۷-۲۰	۷-۲۵	۷-۲۰
	۱۵	۷-۱	۷-۲۲	۷-۲۹	۷-۱	۷-۲۷	۷-۲۷	۷-۲۷	۷-۱۹	۷-۲۸	۷-۲	۷-۲۲	۷-۲۳
	۲۲	۷-۶	۷-۲۶	۷-۲۲	۷-۷	۷-۲۴	۷-۵۱	۷-۲۳	۷-۱۱	۷-۲۰	۷-۵	۷-۳۹	۷-۲۵

نقشہ اوقات نماز برائے شہر کراچی (پاکستان)

وقتوں کا نام	تاریخ	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
صبح صادق (طلوع فجر)	۱	۵-۵۲	۵-۵۲	۵-۳۸	۵-۲۶	۴-۳۳	۴-۱۵	۴-۱۵	۴-۳۳	۴-۵۱	۵-۲	۵-۱۹	۵-۳۶
	۷	۵-۵۲	۵-۵۲	۵-۳۱	۴-۵۸	۴-۲۸	۴-۱۲	۴-۲۰	۴-۳۹	۴-۵۵	۵-۹	۵-۲۳	۵-۳۳
	۱۵	۵-۵۲	۵-۳۶	۵-۲۵	۴-۵۰	۴-۲۴	۴-۱۱	۴-۲۳	۴-۳۴	۴-۵۹	۵-۱۱	۵-۲۸	۵-۳۵
	۲۲	۵-۵۲	۵-۳۴	۵-۲۴	۴-۳۳	۴-۱۹	۴-۱۱	۴-۲۸	۴-۳۲	۵-۲	۵-۱۷	۵-۳۲	۵-۳۹
شہری طور آفتاب	۱	۷-۱۰	۷-۱۰	۶-۵۶	۶-۲۵	۵-۵۵	۵-۳۴	۵-۲۵	۵-۵۹	۶-۱۲	۶-۲۳	۶-۳۹	۷-۱
	۷	۷-۱۹	۷-۱۲	۶-۳۹	۶-۱۸	۵-۵۲	۵-۳۱	۵-۲۹	۶-۲	۶-۱۵	۶-۲۷	۶-۳۳	۷-۵
	۱۵	۷-۱۹	۷-۱۲	۶-۳۳	۶-۱۱	۵-۳۸	۵-۲۱	۵-۵۱	۶-۴	۶-۱۸	۶-۲۹	۶-۳۹	۷-۹
	۲۲	۷-۱۶	۷-۱۲	۶-۳۵	۶-۵	۵-۳۵	۵-۲۲	۵-۵۲	۶-۹	۶-۲۱	۶-۳۲	۶-۳۹	۷-۱۳
زوال (ظہر)	۱	۱۲-۳۶	۱۲-۳۶	۱۲-۳۵	۱۲-۳۷	۱۲-۳۰	۱۲-۲۰	۱۲-۲۰	۱۲-۳۸	۱۲-۴۴	۱۲-۴۲	۱۲-۱۶	۱۲-۳۱
	۷	۱۲-۳۹	۱۲-۳۷	۱۲-۳۲	۱۲-۳۵	۱۲-۲۹	۱۲-۲۱	۱۲-۲۷	۱۲-۳۸	۱۲-۴۳	۱۲-۴۰	۱۲-۱۶	۱۲-۳۲
	۱۵	۱۲-۳۲	۱۲-۳۷	۱۲-۳۲	۱۲-۳۲	۱۲-۲۹	۱۲-۲۲	۱۲-۲۳	۱۲-۳۷	۱۲-۴۲	۱۲-۳۸	۱۲-۱۸	۱۲-۳۲
	۲۲	۱۲-۳۲	۱۲-۳۲	۱۲-۳۰	۱۲-۳۱	۱۲-۲۹	۱۲-۲۲	۱۲-۲۳	۱۲-۳۸	۱۲-۴۳	۱۲-۳۹	۱۲-۱۸	۱۲-۳۱
دوش (عصر)	۱	۴-۱۹	۴-۳۳	۴-۵۸	۵-۱	۵-۱۱	۵-۱۶	۵-۲۱	۵-۱۹	۵-۲	۴-۲۱	۴-۱۷	۴-۸
	۷	۴-۳۳	۴-۳۳	۴-۳۱	۴-۱	۴-۱۲	۴-۱۷	۴-۲۲	۴-۱۸	۴-۱	۴-۲۵	۴-۱۳	۴-۹
	۱۵	۴-۳۱	۴-۵۱	۴-۳۰	۴-۱	۴-۹	۴-۱۳	۴-۱۹	۴-۲۳	۴-۱۶	۴-۲۹	۴-۱۳	۴-۱۱
	۲۲	۴-۳۱	۴-۵۲	۴-۳۲	۴-۲	۴-۹	۴-۱۲	۴-۲۰	۴-۲۱	۴-۱۱	۴-۲۳	۴-۱۱	۴-۱۳
شہری غروب آفتاب (مغرب)	۱	۵-۵۲	۵-۱۷	۴-۳۳	۴-۳۳	۴-۲	۴-۱۷	۴-۲۴	۴-۱۷	۴-۵۲	۴-۲۰	۴-۵۲	۵-۲۲
	۷	۵-۵۱	۴-۳۱	۴-۳۸	۴-۳۸	۴-۵۱	۴-۲۰	۴-۵	۴-۲۵	۴-۱۳	۴-۲۲	۴-۳۸	۵-۲۳
	۱۵	۴-۲۶	۴-۲۶	۴-۳۱	۴-۳۱	۴-۵۲	۴-۲۳	۴-۹	۴-۲۳	۴-۱۷	۴-۲۷	۴-۳۵	۵-۲۵
	۲۲	۴-۹	۴-۳۰	۴-۳۳	۴-۳۳	۴-۵۷	۴-۲۵	۴-۱۳	۴-۲۱	۴-۱۰	۴-۲۰	۴-۳۳	۵-۲۸
عشا	۱	۷-۳۳	۷-۳۳	۷-۵۷	۸-۱۰	۸-۳	۸-۵	۸-۳	۸-۲۸	۸-۱۷	۸-۲۰	۸-۱۷	۸-۹
	۷	۷-۳۶	۷-۳۶	۷-۳۰	۷-۱۰	۷-۳	۷-۵	۷-۳	۷-۲۸	۷-۱۷	۷-۲۰	۷-۱۷	۷-۹
	۱۵	۷-۳۱	۷-۳۶	۷-۳۰	۷-۱۰	۷-۳	۷-۵	۷-۳	۷-۲۸	۷-۱۷	۷-۲۰	۷-۱۷	۷-۹
	۲۲	۷-۳۶	۷-۳۶	۷-۳۰	۷-۱۰	۷-۳	۷-۵	۷-۳	۷-۲۸	۷-۱۷	۷-۲۰	۷-۱۷	۷-۹

اقامت کا سنت طریقہ بھی وہی ہے جو اذان کا ہے لیکن چند باتوں میں فرق ہے۔ (۱) اذان مسجد کے باہر بلند جگہ پر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر عام سطح زمین پر اگرچہ اونچی جگہ پر بھی جائز ہے۔ (۲) اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے۔ (۳) اذان ٹھہر ٹھہر کر دی جاتی ہے اور اقامت جلدی جلدی۔ (۴) اقامت میں سَخَّ عَلَيَّ الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دو مرتبہ زائد ہوتے۔ (۵) اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ بند نہیں کئے جاتے۔ (۶) اقامت میں سَخَّ عَلَيَّ الصَّلَاةُ اور سَخَّ عَلَيَّ الْفَلَاحِ کہتے وقت دائیں بائیں جانب منہ نہیں پھیرا جاتا اگرچہ بعض کے نزدیک یہ بھی اذان کی طرح مستحب ہے۔ مزید تفصیل سنن و مستحبات میں درج ہے۔

اذان و اقامت کے شرائطِ صحت و کمال | (۱) اذان اور اقامت کا عربی زبان میں خاص انہی الفاظ سے ہونا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اگر کسی اور زبان

فارسی وغیرہ میں یا عربی زبان میں منقولہ الفاظ کے علاوہ کسی اور الفاظ سے اذان یا اقامت کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصد اس سے حاصل ہو جائے اس لئے دوبارہ منون طریقہ پر اذان دیں۔ (۲) اگر کسی فرض ادا نماز کی اذان دی جائے تو اس کے لئے اس نماز کا وقت ہونا۔ اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے تو صحیح نہ ہوگی وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے۔ (۳) مؤذن کا مسلمان ہونا پس کافر کی اذان صحیح نہ ہوگی اس لئے اعادہ کیا جائے۔ (۴) مؤذن کا مرد ہونا۔ عورت کی اذان درست نہیں۔ اگر عورت اذان دے تو اس کا اعادہ کرنا چاہئے اور اگر بغیر اعادہ کئے نماز پڑھ لی جائے گی تو گویا بے اذان کے پڑھی۔ (۵) مؤذن کا صاحب عقل ہونا۔ اگر ناسمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو نہ ہوگی دوبارہ دی جائے گی۔

سنن و مستحبات و مکروہات کیفیت اذان و اقامت | (۱) اذان اور اقامت دونوں کو جہر سے کہے مگر اقامت اذان سے پست کہے اگر صرف اپنی نماز

کے لئے اذان دے تو اختیار ہے پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز میں ہے۔ چاہئے کہ اذان مؤذن پر یعنی جو جگہ اذان دینے کے لئے مسجد کے ساتھ بنائی جاتی ہے یا مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دے۔ مسجد میں اذان نہ دے کیونکہ مکروہ تنزیہی ہے اور بہتر نہیں ہے لیکن ضرورتاً ایک کو نہ پر جائز ہے البتہ جمعہ کی دوسری اذان کا مسجد کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمام اسلامی شہروں میں معمول ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ بلند جگہ میں بلند آواز سے اذان دے تاکہ پڑوسی اچھی طرح سن لے اور مؤذن کو طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے اقامت زمین پر اور مسجد میں کہی جائے (یعنی عام سطح پر کہی جائے) بلند جگہ پر ہونا سنت نہیں اگرچہ جائز ہے اور اس کے لئے آواز زیادہ بلند کرنا نہیں ہے بلکہ اتنی بلند جس سے مسجد کے نمازیوں کو جماعت کھڑی ہونے کا علم ہو جائے مناسب ہے۔ اذان کا دائیں یا بائیں ہونا

ضروری نہیں کسی جانب بھی کہے کوئی کراہت نہیں لیکن مناسب یہ ہے کہ ایسی جگہ اذان دے جہاں سے پڑوسی اچھی طرح سن سکیں یعنی دائیں یا بائیں جس طرف پڑوسی زیادہ ہوں اُس طرف اذان دینا مناسب ہے۔ اقامت بھی دائیں یا بائیں جس طرف اتفاق ہو بلا کراہت درست ہے (لیکن دائیں طرف ہونا اولیٰ ہونا چاہئے۔ مؤلف) اگر مفرد اپنے لئے اذان دے یا جماعت کے لوگ حاضر ہوں تو بلند جگہ پر ہونا سنت نہیں کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) اذان میں ترجیح نہیں ہے اور ترجیح اس کو کہتے ہیں کہ پہلے آہستہ آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ دُوبَارَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ دُوبَارَ کہے پھر اس کے بعد ان چاروں کلمات کو بلند آواز سے کہے اس طرح کل کلمات اذان انیس ہو جائیں اور یہ ترجیح مبلح ہے نہ سنت ہے نہ مکروہ، اور ظاہر ہے کہ خلاف اولیٰ ہے اور جس نے مکروہ کہا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ (۳) اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کے کہے اور اقامت بلا رُکے ہوئے کہے یہ مستحب طریقہ ہے لیکن اگر دونوں کو رُک رُک کے کہے یا دونوں کو بلا رُکے کہے یا اقامت کو رُک کے کہے اور اذان کو بلا رُکے کہے تو جائز ہے بعضوں نے کہا کہ اذان میں بلا رُکے کہنا مکروہ ہے اور ایسی اذان کا اعادہ مستحب ہے اقامت کا اعادہ مستحب نہیں اور یہی حق ہے۔ رُک رُک کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو کلموں کے درمیان میں کچھ ٹھہرے اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اذان کا جواب دینے والا جواب دے لے۔ بلا رُک کے کا مطلب ہے بلانا اور جلدی کرنا۔ اللہ اکبر دو دفعہ کہنے کے بعد رُک کے، ہر دفعہ اللہ اکبر کہنے پر نہ رُک کے یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر ایک ساتھ کہے اور کچھ دیر ٹھہرے پھر دوسری بار اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اور ٹھہرے کیونکہ سکتہ کے لحاظ سے اللہ اکبر دو دفعہ مل کر ایک کلمہ ہیں۔ پھر ہر کلمہ کے اوپر توقف کرتا رہے۔ اذان اور اقامت میں ہر کلمہ پر وقف کا سکون کرے (یعنی دوسرے کلمہ سے حرکت کے ساتھ وصل نہ کرے) لیکن اذان میں حقیقتہً سکون (اصطلاحی وقف) کرے یعنی سانس کو توڑ دے اور اقامت میں سکون کی نیت کرے کیونکہ اس میں رُک رُک کے کہنا نہیں ہے اور اذان میں ہر دوسری دفعہ کے اللہ اکبر (یعنی دوسرے اور چوتھے اور چھٹے) کی رے کو بھی حقیقتہً وقف کا سکون (جزم) کرے اور حرکت نہ دے اور اس کو رفع (پیش) کرنا غلطی ہے اور ہر دو تکبیروں کے پہلے اللہ اکبر کی یعنی پہلے اور تیسرے اور پانچویں کی اور اقامت کے اندر ہر اللہ اکبر کی رے کو بھی سکون کرنا یا اگر وصل کرے تو وقف کی نیت کے ساتھ فتح (زہر) کے ساتھ وصل کرنا سنت ہے اگر قہمہ (پیش) سے وصل کیا تو خلاف سنت ہے۔ اللہ اکبر کے اللہ کے الف کو نہ کرنا کفر ہے جبکہ معافی فاسدہ کو جان کر قصداً کہے اور بلا قصد کہنا بھی شرعاً غلط ہے اور اس کے آخر میں اکبر کی تَب کو نہ کرنا خطائے فاحش ہے (اس کی مزید تفصیل تکبیر تحریر کے بیان میں ہے)۔ (۴) اذان اور اقامت کے کلمات میں طریقہ مشروع کے مطابق ترتیب کرے اگر دونوں میں بعض کلموں کو بعض پر مقدم کر دیا تو افضل یہ ہے کہ جس جگہ آگے پیچھے ہوا ہے اتنے کو صحیح کر لے یعنی جو اپنی جگہ سے پہلے کر دیا اس کا شمار نہیں پس اپنی جگہ صرف اس کا اعادہ کرے سرے سے

اعادہ کی ضرورت نہیں مثلاً اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ كُو اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے پہلے کہ جائے
یا سَحٰی عَلٰی الصَّلٰوۃ سے پہلے سَحٰی عَلٰی الْفَلَاح کہ جائے تو پہلی سورت میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بعد اَشْهَدُ اَنْ
مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کو پھر کہے تاکہ وہ اپنی جگہ پہنچ جائے۔ اور دوسری سورت میں سَحٰی عَلٰی الصَّلٰوۃ کے بعد سَحٰی عَلٰی الْفَلَاح
پھر کہے اور اگر اس کو صبح نہ کرے تو اذان ہو جائے گی۔ اسی طرح مثلاً اگر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا بھول گیا تو اب پھر اسی
کلمہ کو کہہ کر آگے شروع کر دے۔ (۵) اذان اور اقامت میں قبلہ کی طرف منہ کرے جبکہ سوار نہ ہو اگر قبلہ کی طرف منہ نہ کیا
تو ترک احسن اور مکروہ تنزیہی ہے اور اعادہ کر لینا مستحب ہے۔ سوار کے لئے سفر میں اپنے واسطے اذان و اقامت درست
ہے لیکن اقامت کے لئے اتنا چاہئے اگر نہ اترا تو جائز ہے۔ اور استقبال قبلہ ضروری نہیں اور جماعت کے لئے سوار ہو کر
اذان نہ کہے حضر میں سوار کی اذان ظاہر الروایۃ میں مکروہ ہے لیکن اس کا اعادہ نہ کیا جائے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
کوئی حرج نہیں۔ (۶) اذان میں جب سَحٰی عَلٰی الصَّلٰوۃ کہے تو اپنے منہ کو دائیں طرف پھیرے اور جب سَحٰی عَلٰی الْفَلَاح کہے
تو بائیں طرف کو منہ پھیرے منہ اس طرح پھیرے کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھیرے اسی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے خواہ
ایک لاکھ بار اپنے واسطے اذان دے اور خواہ اذان نماز کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے مثلاً نومولود بچے کے لئے
کان میں جو اذان دے تو اس میں بھی ان دونوں کلموں کے وقت منہ کو دائیں بائیں پھیرنا چاہئے۔ بعض کے نزدیک
اقامت میں التفات یعنی سَحٰی عَلٰی الصَّلٰوۃ، سَحٰی عَلٰی الْفَلَاح کے وقت دائیں و بائیں منہ نہ پھیرے اس لئے کہ اذان
میں بوجہ ضرورت ہے کہ غائبین کو اچھی طرح اعلان ہو جائے اور اقامت میں اس کی ضرورت نہیں ہے اس لئے
کہ نمازی موجود ہیں اور بعض کے نزدیک جماعت کی جگہ کشادہ ہو تو اقامت میں بھی ان دونوں کلمات کے
وقت دائیں بائیں منہ پھیرے اور بعض نے کہا کہ جگہ کشادہ ہو یا نہ ہو ہر حال میں منہ پھیرے۔ (۷) اگر اذان
دینے کا مینار وسیع ہو تو اس میں پھرے یہ بہتر ہے پس مؤذن مٹزنہ دینار میں سَحٰی عَلٰی الصَّلٰوۃ اور سَحٰی عَلٰی الْفَلَاح
کے وقت پھرے اور دائیں طرف کے طاق سے سر نکال کر سَحٰی عَلٰی الصَّلٰوۃ دو بار کہے پھر بائیں طرف کے
طاق سے سر نکال کر سَحٰی عَلٰی الْفَلَاح دو بار کہے یہ اس وقت ہے جبکہ مینار وسیع ہو اور ایک جگہ کھڑے ہو کر
اذان کہنے میں لوگوں کو پوری طرح علم نہ ہو اور اس حالت میں پاؤں جگہ سے ہٹنے کا مضائقہ نہیں منہ اور سینہ
قبلہ سے نہ پھیرے اگر پاؤں جگہ سے ہٹائے بغیر صرف دائیں بائیں منہ پھیرنے سے لوگوں میں پوری طرح اعلان
ہو جائے تو اسی پر اکتفا کرے اور پاؤں اپنی جگہ سے نہ ہٹائے اس صورت کے علاوہ اذان میں چلنا مکروہ ہے
اور اس اذان کا اعادہ کرنا چاہئے۔ (۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اذان کے لئے منارہ
نہ تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد میں جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے
حکم سے منارہ بنایا گیا۔ (۸) صبح کی اذان میں سَحٰی عَلٰی الْفَلَاح کے بعد دُفِعَ الصَّلٰوۃُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَوْمَرِ

کہنا مستحب ہے (۹) تلجین مکروہ ہے۔ تلجین ایسی راگنی کو کہتے ہیں جس سے کلمات میں تغیر آجائے یعنی حروف کی ادائیگی و حرکات و سکنات و مد و غیرہ میں کمی بیشی واقع ہو اور گانے والوں کی طرح ادا کرنا اور کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے کہنا بھی مکروہ، لیکن ایسی خوش آوازی سے اذان کہنا یا قرآن پڑھنا جس میں کھن (تغیر کلمات) نہ ہو بہتر اور حسن ہے اور حسن صوت کو تغیر لازمی نہیں ہے۔ (۱۰) اذان دیتے وقت اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں (یعنی انگوٹھے کے پاس والی) اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں رکھ لے یہ مستحب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو فرمایا کہ اپنے دونوں کانوں میں دونوں انگلیاں کر لو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی (لَا جَعَلَ اَصْبَعَيْكَ فِي اُذُنَيْكَ فَانَّهُ اَرْفَعُ لَصَوْتِكَ الحدیث) اگر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لے (یعنی چاروں انگلیوں کو ملا کر) تب بھی بہتر ہے اور پہلی صورت یعنی انگلیوں کا کانوں کے اندر رکھنا احسن زیادہ بہتر ہے امام صاحب سے اپنا ایک ہاتھ کان پر رکھنا بھی مروی ہے اور یہ انگلیاں یا ہاتھ کانوں میں رکھنا اذان میں معمول ہے تاکہ آواز بلند ہو اور بہر اور دور کا آدمی جو آواز نہیں سن سکتا وہ اس فعل کو دیکھ کر جان لیتا ہے کہ اذان پر اقامت میں معمول نہیں کیونکہ اقامت میں آواز کو زیادہ بلند کرنا نہیں ہے اس لئے اقامت میں دونوں ہاتھ چھوڑے رکھے۔ (۱۱) تثویب۔ متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں بہتر ہے مغرب میں تثویب نہیں اور تثویب اس کو کہتے ہیں کہ مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان میں پھر اعلان کرے اور یہ اس لئے ہے تاکہ اچھی طرح اعلان ہو جائے۔ ہر شہر کی تثویب وہاں کے رواج کے موافق ہوتی ہے جس سے لوگ سمجھتے ہوں کہ جماعت تیار ہے مثلاً کھنکارنا، یا الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنا، یا قامت قامت کا لفظ کہنا، یا الصلوٰۃ رَحِمَكُمُ اللّٰہُ کہنا اور تثویب ہر جگہ وہاں کی زبان میں جائز ہے مثلاً اردو میں کہے "جماعت تیار ہے" وغیرہ۔ عربی کی خصوصیت اذان اور اقامت کے لئے ہے تثویب کے لئے نہیں۔ نیز بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت کے کلمات تثویب میں استعمال نہ کئے جائیں، ان کے علاوہ کوئی اور کلمات ہوں۔ فجر کی اذان کے بعد اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر میں آیتیں پڑھ سکے پھر تثویب کہے پھر اسی قدر بیٹھے پھر اقامت کہے اسی طرح سوائے مغرب کے تمام نمازوں کے لئے کرے اگر مغرب کے لئے ضرورت ہو اذان کے فوراً بعد بلا فصل تثویب کرے تو ظاہر ہے کہ یہ منع نہیں ہے۔ مغرب کو اس لئے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ لوگ اس وقت حاضر ہوتے ہیں اور وقت تنگ ہوتا ہے اور نماز اذان کے بعد جلدی کھڑی ہو جاتی ہے فافہم۔ یہ تثویب متقدمین کے نزدیک صرف فجر کی نماز میں راجح تھی اور اس کے علاوہ مکروہ تھی۔ متاخرین نے لوگوں کی غفلت کی زیادتی اور لوگوں کے اذان سنتے ہی بہت کم اٹھنے کی سستی کی وجہ سے اختیار کیا ہے (بازاروں وغیرہ میں شور و کاروباری ازدحام کے باعث اذان کی آواز سنانی بھی نہیں دیتی اور لوگ کاروباری مشغولیت کی وجہ سے غافل ہو جاتے ہیں مؤلف) اور یہ بدعت حسنہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ فَاَمَّا اَهْلُ الْمُسْلِمِيْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ (یعنی جس بابت کو مسلمان (علمائے متقی) دین میں اچھا خیال کریں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے المشکوٰۃ)۔

(۱۲) اذان اور اقامت میں ایسی دو رکعتوں یا چار رکعتوں کی مقدار افضل کرنا مستحب ہے جن میں ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھ سکے اور ہمیشہ کے آنے والے نمازیوں کی مستحب وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے رعایت کرے تاکہ جو لوگ پاخانہ پیشاب یا کھانے پینے میں مشغول ہوں وہ سہولت سے فارغ ہو کر جماعت میں شریک ہو سکیں۔ اذان اور اقامت کو ملانا یعنی ان میں فصل نہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور مؤذن کے لئے یہ اولیٰ ہے کہ جس نماز سے پہلے سنتیں یا نفل پڑھے جاتے ہیں وہ اذان اور اقامت کے درمیان میں پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو اس درمیان میں بیٹھ جائے۔ اگر مغرب کا وقت ہو تب بھی فقہا کا اتفاق ہے کہ اذان اور اقامت میں فصل ضروری ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھ سکے اتنی دیر چپکا کھڑا رہے پھر اقامت کہے اور صاحبین کے نزدیک جتنی دیر دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے ہیں اتنی دیر بیٹھ جائے اور یہ اختلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ کھڑا رہنا افضل ہے یا بیٹھنا۔ پس امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھڑا رہنا افضل ہے اور بیٹھنا جائز اور صاحبین کے نزدیک بیٹھنا افضل ہے اور کھڑا رہنا جائز۔ (۱۳) اذان اور اقامت کے درمیان میں دعا مانگنا مستحب ہے۔ (۱۴) اذان کا مستحب وقت وہی ہے جس میں مناسب وقفہ کے بعد جماعت مستحب وقت میں ادا ہو جائے اور مناسب ہے کہ مستحب وقت کے شروع میں کہے اور اقامت اوسط (درمیانی) وقت میں کہے تاکہ وضو کرنے والا اپنے وضو سے اور نماز پڑھنے والا اپنی نماز سے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے۔ (۱۵) کھڑے ہو کر اذان کہنا سنت ہے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کرنا چاہئے اور اگر خاص اپنے واسطے بیٹھ کر اذان دے تو مضائقہ نہیں اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (۱۶) اذان اور اقامت کے لئے نیت شرط نہیں لیکن ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں۔ (۱۷) اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا خواہ سلام یا سلام کا جواب یا چھینک کا جواب وغیرہ ہی کیوں نہ ہو، نہ اس وقت جواب دے نہ فراغت کے بعد۔ پس اگر کلام کیا تو اگر بہت کلام کیا تو اذان کا اعادہ کرے اور قلیل کلام کیا ہو تو اعادہ نہ کرے۔ اقامت کا اعادہ کسی حال میں نہ کرے۔ کھنکارنا بھی کلام میں داخل ہے مگر آواز سنوارنے کے لئے جائز ہے۔ (۱۸) مؤذن کو حالت اذان میں چلنا مکروہ ہے اگر کوئی چلتا جائے اور اسی حالت میں اذان کہتا جائے تو اعادہ کریں۔ اگر مؤذن (یعنی مکبر) امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی اور امام مسجد کے اندر ہوں تو مؤذن جس وقت اقامت میں حی علی الفلاح کہے اسی وقت امام اور نمازی کھڑے ہو جائیں یہی صحیح ہے اور اگر امام مسجد کے باہر ہے تو اگر صفوں کی طرف سے یا پیچھے سے مسجد میں داخل ہو تو جس صف سے وہ بڑھے وہ صف کھڑی ہو جائے اور اگر امام مسجد میں سامنے سے آئے تو امام کو دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر اقامت کہنے والا خود امام ہی ہو تو اگر وہ مسجد کے اندر تکبیر کہے تو جب تک اقامت ہی

فارغ نہ ہونے تک نمازی کھڑے نہ ہوں اور اگر وہ امام مسجد سے باہر اقامت کہے تو جب تک وہ مسجد میں داخل نہ ہو تب تک نمازی کھڑے نہ ہوں اور جس صف تک امام پہنچے وہی کھڑی ہوتی جائے۔ اور افضل و مستحب یہ ہے کہ جب قدامت الصلوٰۃ کہا جائے تو امام نماز شروع کر دے اور تکبیر تحریمہ کہے۔ اور اگر تاخیر کرے یہاں تک کہ تکبیر اقامت کہنے والا اقامت پوری کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور یہ تاخیر کرنا ہی اعدل و اصح ہے کیونکہ اس سے تکبیر کہنے والے کی متابعت ہے یعنی جو اب اقامت دینے کی فضیلت کی حفاظت ہے اور تکبیر کو امام کے ساتھ نماز شروع کرنے پر امانت ہے یعنی موذن بھی امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے کی فضیلت حاصل کیسکے گا۔ اسی طرح صفیں سیدھی کرنے کے لئے تکبیر شروع ہونے سے پہلے سب مقتدیوں کا کھڑا ہونا جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ عوام الناس کی سستی اور اہتمام کی کمی کے باعث حی علی الفلاح پر کھڑا ہونے سے امام کی تحریمہ کے وقت تک صفیں سیدھی نہیں ہوتیں بلکہ پہلے کھڑا ہونے پر بھی دیر لگاتے ہیں اس طرح اقامت اور امام کے تحریمہ (نیت باندھنے) میں فاصلہ ہو جاتا ہے یا پھر امام نیت باندھ لیتا ہے اور لوگ صفیں سیدھی کرنے کے لئے کہتے رہتے ہیں جس سے لوگوں کو نیت باندھنے میں الجھن ہوتی ہے۔ پس اس ضرورت کی وجہ سے افضل و راجح یہ ہے کہ تکبیر اقامت شروع ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کر لی جائیں اگر لوگ پہلے سے صفیں سیدھی کر کے بیٹھنے کے عادی ہوں تو افضل یہ ہوگا کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ یہ اختلاف افضلیت میں ہے اور ضرورت کی وجہ سے ایک ادب کو ترک کر کے دوسرے ادب کو اختیار کرنا ہے۔ اور فقہانے لکھا ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تاخیر نہ کرے اس سے یہ مراد نہیں کہ اس سے تقدیم نہ کرے بلکہ لکھا ہے کہ اگر شروع اقامت میں کھڑا ہو جائے تو مضائقہ نہیں یعنی کوئی گناہ نہیں۔ فافہم۔ (۱۹) جب کوئی شخص اقامت کے وقت داخل ہو تو اس کو کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے یعنی خلاف ادب و خلاف اولیٰ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہو۔

سنن و مستحبات و مکروہات وغیرہ جو موذن سے متعلق ہیں

(۱) موذن عاقل ہو۔ مجنوں اور مست اور نا سمجھ بچہ کی اذان اور اقامت مکروہ ہے اور ان کی اذانوں کا اعادہ کر لینا چاہئے اقامت کا اعادہ نہ کریں کیونکہ تکرار اقامت مشروع نہیں ہے اور تکرار اذان مشروع ہے۔ اگر سمجھ دار لڑکا (اگرچہ قریب البلوغ نہ ہو) اذان دے تو بلا کراہت صحیح ہے لیکن بالغ کی اذان افضل ہے۔ اگر نشہ کی حالت میں اذان دے تو بھی مکروہ ہے اگرچہ مباح چیز مثلاً اجوائن خراسانی وغیرہ سے مست و نشہ والا ہو اور اس کا لوٹنا مستحب ہے۔ (۲) مرد ہو۔ عورت اور غنشی کی اذان مکروہ تحریمی ہے۔ پس اگر عورت اذان دے تو اعادہ کرنا چاہئے

اگر نہ لوٹائی تو وہ نماز بغیر اذان کے ہوگی اور ترک اذان کا گناہ ہوگا۔ (۳) صلح و متقی ہو، فاسق کی اذان مکروہ ہے اگرچہ عالم ہی ہو مگر پھر نہ لوٹاویں اور اگر اس فاسق عالم کے سوا دوسرا متقی عالم نہ ہو تو امامت و اذان کے حق میں فاسق عالم، جاہل پرستیزگار سے بہتر ہے۔ اگر مؤذن اذان دینے کے بعد مرتد ہو گیا تو اذان کا اعادہ ضروری نہیں اگر اعادہ کر لیں تو افضل ہے اور اگر اذان دینے کے دوران میں مرتد ہو گیا تو کوئی اور شخص اذان دے اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ دوسرا شخص شروع سے اذان کہے اور اگر اسی کو پورا کر لے تب بھی جائز ہے اور اگر مرتد ہی اس کو پورا کرے تو جائز نہیں اس لئے اعادہ کیا جائے۔ (۴) عالم سنت اوقات ہو یعنی اذان اور اقامت کے مسنون طریقے اور ضروری مسائل کو جانتا ہو اور قبلہ اور نماز کے وقتوں کو پہچانتا ہو تب ہی وہ مؤذنون کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ پس اگر جاہل آدمی یعنی جس کو اذان و اقامت کا مسنون طریقہ اور نماز کے اوقات وغیرہ کا علم نہ ہو، اذان دے تو اس ثواب کا مستحق نہیں جو مؤذنون کے لئے ہے۔ (۵) حدیث اکبر و اصغر سے پاک ہوتا۔ جنبی کی اذان و اقامت مکروہ تحریمی ہے اس لئے اذان کا اعادہ کریں لیکن اقامت کا اعادہ نہ کریں کیونکہ اس کا تکرار مشروع نہیں ہے اور یہ اذان کا اعادہ بعض کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک مستحب اور یہی صحیح ہے، بے وضو کی اذان مکروہ نہیں یہی صحیح ہے مگر اس کی عادت کر لینا برا ہے اور بے وضو کی اقامت مکروہ ہے لیکن اعادہ نہ کریں۔ (۶) مؤذن با رعب ہو، لوگوں کے حال پر خبردار رہتا ہو اور مہربانی کرتا ہو اور جو لوگ جماعت میں نہیں آتے ان کو تنبیہ کرتا ہو اور یہ اس وقت ہے کہ جب یہ خوف نہ ہو کہ وہ اس کو ستائیں گے۔ (۷) ہمیشہ اذان کہتا ہو۔ (۸) ثواب کے لئے اذان اور اقامت کہتا ہو یعنی اذان اور اقامت پر اجرت نہ لیتا ہو اگر لوگ بلا طلب اس کے ساتھ سلوک کر دیں تو جائز ہے یہی حکم امامت کا بھی ہے۔ متقدمین فقہاء کے نزدیک اذان اور امامت پر اجرت لینا حلال نہیں ہے لیکن متاخرین نے اس کو جائز رکھا ہے پس اگر اس خیال سے کہ معاش کی مشغولی یا بندی اوقات نماز میں رکاوٹ کا باعث نہ ہو اور اگر اس کے لئے کوئی اور ذریعہ معاش ہو تو وہ اذان و اقامت و امامت پر اجرت نہ لیتا تو اس خیال سے اجرت لینا جائز ہے بلکہ دوسرا ثواب ہے ایک اذان کا اور دوسرا عیال کے نفقہ کی کوشش کا، پس چاہئے کہ اس کو یا بندی اوقات کی اجرت سمجھے نہ کہ اذان و اقامت و امامت کی، اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ (۹) بہتر یہ ہے کہ وہی نماز کا امام ہو اور افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی اقامت بھی کہے۔ اگر ایک شخص نے اذان کہی اور دوسرے نے اقامت کہی پس اگر پہلا شخص غائب تھا تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر حاضر تھا اور اس کو دوسرے کے اقامت کہنے سے بلال ہوتا ہے تو مکروہ ہے اور جو اس پر راضی ہو یا اجازت دیرے تو مکروہ نہیں۔ (۱۰) بلند آواز ہو۔ (۱۱) غلام کی اذان اور گاؤں میں رہنے والے اور جنگل میں رہنے والے اور ولد الزنا اور اندھے کی اور اس شخص کی جو بعض نمازوں کی اذان دے اور بعض کی نہ دے مثلاً دن کو بازار میں ہو اور رات کو گھر پر ہو بلا کراہت اذان و اقامت جائز ہے لیکن اگر کوئی اور شخص اذان دے تو اولیٰ ہے (اس سے معلوم ہوا کہ مکروہ تمیزی ہے)

اور نفی کراہت تحریمی کی ہے) اگر اندھے کے ساتھ کوئی ایسا شخص ہے جو اس کے نماز کے وقتوں کی محافظت کرے تو اندھے اور آنکھوں والے کی اذان برابر ہے اور غلام کو اپنے مالک کی اجازت کے بغیر جماعت کی اذان حلال نہیں ہے البتہ صرف اپنے لئے اذان دینے میں مالک کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح خاص مزدور (اجیر خاص) کو بھی جس کی مزدوری کر رہا ہے اس کی اجازت کے بغیر جماعت کی اذان حلال نہیں ہے کہ نماز کے اوقات کی پابندی سے مالک اور مستاجر کا نقصان لازم آئے گا اور اسی وجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہیں۔ (۱۲) اگر اذان یا اقامت کے دوران میں مؤذن مرگیا یا اس کی زبان بند ہوگئی (یعنی گونگا ہو گیا) یا بھولنے کی وجہ سے رک گیا اور کوئی اور بتانے والا نہیں یا اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وہ وضو کرنے چلا گیا یا بیہوش ہو گیا تو ان پانچوں صورتوں میں نئے سرے سے اذان یا اقامت کہنا مستحب ہے خواہ وہی کہے یا کوئی دوسرا۔ لیکن جبکہ دورانِ اذان یا اقامت میں وضو ٹوٹ گیا تو اولیٰ یہ ہے کہ اذان یا اقامت کو پورا کر لے پھر وضو کے لئے جائے کیونکہ جب بے وضو آدمی ابتدا سے پوری اذان کہہ سکتا ہے تو ناقص کو بطریق اولیٰ پوری کر سکتا ہے۔ رکنے کی مقدار یہ ہے کہ وہ وقفہ فاصلہ میں شمار ہوتا ہو تو اس کا اعادہ کرے اور اگر تھوڑا وقفہ کیا جیسے کھنکارنا اور کھانا سنا تو اعادہ نہ کرے (اذان میں بے عذر کھنکارنا مکروہ ہے اگر عذر سے مثلاً آواز ستوارنے کے لئے کھنکارے تو مضائقہ نہیں)۔ (۱۳) مؤذن اقامت کے لئے آدمیوں کا انتظار کرے اور جو ضعیف ہمیشہ جلد آنے والا ہے اُس کے لئے رُک رہے اور محلہ کے رئیس اور بڑے آدمی کا انتظار نہ کرے (یعنی خصوصیت سے انتظار نہ کرے۔ مؤلف)۔ ہاں اگر رئیس شریعہ ہے اور اس سے اندیشہ ہے اور وقت میں گنجائش ہے تو اس کا انتظار جائز ہے اور اگر وقت تنگ ہے تو انتظار نہ کرنا چاہئے اگرچہ وہ شریعہ ہو۔ (۱۴) اذان اور اقامت کی ولایت بانی مسجد کو ہے وہ نہ ہو تو اس کی اولاد کو پھر اس کے کنبہ والوں کو اور اگر اہل محلہ نے کسی ایسے شخص کو مؤذن یا امام بنایا جو بانی کے مؤذن یا امام سے بہتر ہے تو وہی شخص بہتر ہے۔ (۱۵) ایک شخص کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے۔ (۱۶) اگر کسی مسجد کے کسی مؤذن ہوں تو جب وہ آگے پیچھے آئیں تو جو پہلے آئے اسی کا حق ہے۔ (۱۷) اذان کے بارے میں جہاں اعادہ واجب ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان کو سنت کے مطابق ادا کرنے کے لئے اس کا لوٹانا ضروری ہے۔

اذان اور اقامت کے احکام (۱) پانچوں وقت کی فرض میں نمازوں اور جمعہ کو جماعت سے ادا کرنے کے لئے اذان دینا مردوں پر سنت ہے بعض کے نزدیک واجب ہے اور

صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اور ترک پر گنہگار ہونے میں واجب کی مانند ہے۔ اور یہ ہر شہر و روستی کے لئے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ہر شہر و روستی میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے اور اگر کسی نے اذان نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گنہگار ہوں گے اور ظاہر یہ ہے کہ اگر شہر وسیع ہو تو اگر ایک محلہ والے دوسرے محلہ والوں کی اذان

سنتے ہیں تو ادائے سنت کے لئے کافی ہے اور اگر نہیں سنتے تو وہ ترک پر گنہگار ہوں گے۔ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کریں تو امام محمدؒ کے نزدیک ان کا قتال حلال ہے کیونکہ اذان شعاہ اسلام میں سے ہے اور اس کے ترک میں دین کا استخفاف ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں۔ اقامت بھی پانچوں فرض عین نمازوں اور جمعہ کے لئے سنت ہونے میں اذان کی مانند ہے اور اقامت کا سنت ہونا اذان کی بہ نسبت زیادہ مؤکد ہے۔ ان کے علاوہ جو نمازیں ہیں خواہ وہ فرض کفایہ ہوں یا واجب یا سنت و نوافل جیسے نماز جنازہ و ترویدین، نذر، فرض نماز کے ساتھ کی سنتیں و نوافل و تراویح، کسوف، خسوف، استسقاء، ہاشت، نماز جوادش وغیرہ ان سب کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے۔ (۲) عورتوں پر خواہ وہ تنہا نماز پڑھیں یا جماعت کے ساتھ پڑھیں اذان اور اقامت نہیں ہے (یعنی مننون نہیں ہے) اگر عورتیں جماعت سے نماز پڑھیں خواہ ادا نماز ہو یا قضا تو بغیر اذان و اقامت کے پڑھیں اگر وہ اذان و اقامت کہیں گی تو نماز جائز ہو جائے گی مگر گناہ ہوگا۔ (عورتوں کی جماعت جبکہ امام بھی عورت ہو کر وہ ہے)۔ (۳) لڑکوں اور غلاموں کی جماعت میں بھی اذان و اقامت مننون و مشروع نہیں ہے (۴) مسجد کے اندر اذان اور اقامت کے بغیر فرض نماز پڑھنا (جماعت کرنا) سخت مکروہ ہے۔ (۵) مقیم کے لئے جبکہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے خواہ تنہا یا جماعت سے پڑھے اذان و اقامت مستحب ہے سنت مؤکدہ نہیں بشرطیکہ محلہ یا گاؤں کی مسجد میں اذان اور اقامت ہو چکی ہو۔ اذان اور اقامت کا چھوڑنا اس شخص کے لئے جو شہر کے اندر گھر میں نماز پڑھے اور اس محلہ میں اذان اور اقامت ہو گئی ہو مکروہ نہیں اور اس میں فرق نہیں کہ اکیلا شخص نماز پڑھے یا جماعت ہو اور افضل و مستحب یہ ہے کہ اذان و اقامت سے نماز پڑھے اور اگر اس محلہ میں اذان نہ ہو تو اذان اور اقامت چھوڑنا مکروہ ہے اور صرف اذان چھوڑ دینا مکروہ نہیں اگر صرف اقامت چھوڑ دی تو مکروہ ہے۔ (۶) مسافر کو خواہ وہ اکیلا نماز پڑھتا ہو اذان اور اقامت چھوڑنا مکروہ ہے اگر اذان کہی اور اقامت چھوڑنا مکروہ ہے لیکن مکروہ ہے اور اگر اذان چھوڑ دی اور اقامت کہی تو بلا کراہت جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے۔ اسی طرح اگر مسافر کے تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان کا ترک بلا کراہت جائز ہے اور اقامت کا ترک مکروہ ہے اور اذان و اقامت دونوں کا کہنا مستحب ہے سنت مؤکدہ نہیں۔ اگر کوئی شخص گاؤں میں اپنے گھر میں نماز پڑھے اور اس گاؤں میں ایسی مسجد ہو جس میں اذان اور اقامت ہوتی ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو شہر کے اندر گھر میں پڑھنے والے کا ہوتا ہے اور اگر اس گاؤں میں ایسی مسجد نہیں تو وہ مسافر کے حکم میں ہے۔ (۷) اگر شہر یا گاؤں کے باہر یا غ یا کھیت وغیرہ میں ہے اور وہ جگہ قریب ہے تو گاؤں یا شہر کی اذان کافی ہے۔ پھر بھی اگر وہ اذان دے لیں تو اولیٰ ہے اور جو قریب نہ ہو تو کافی نہیں اور قریب کی حد یہ ہے کہ وہاں کی آواز آتی ہو۔ (۸) اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں اور اذان چھوڑ دیں تو مکروہ نہیں اور اقامت چھوڑ دیں تو مکروہ ہے۔ (۹) اگر مسجد والوں نے اذان اور اقامت کہہ کر جماعت کر لی تو پھر اس مسجد میں دوبارہ اذان اور

اقامت اور جا مکروہ تکرارِ جماعت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر پہلی ہیئت پر ہو تو مکروہ ہے اور اگر پہلی ہیئت پر نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہی صحیح ہے اور محراب بدلنے سے ہیئت بدل جاتی ہے محراب سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پہلے امام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی ہے پس اگر اس جگہ سے ہٹ کر امام کہیں اور کھڑا ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ اگر اس مسجد کے بعض نمازیوں نے اذان اور اقامت سے جماعت کر لی اس کے بعد مؤذن اور امام اور باقی جماعت کے لوگ آئے تو یہی جماعت مستحب اور پہلی ہے اور امام اپنی جگہ پر کھڑا ہوگا اور پہلی جماعت مکروہ ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر غیر محلے والوں نے کسی مسجد میں نماز پڑھ لی پھر اس مسجد کے نمازی آئے تو ان کو دوبارہ جماعت کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اسی طرح مسجد والوں میں سے ایک گروہ نے آہستہ اذان دی کہ ان کے سوا کسی اور نے نہ سنا اور جماعت کر لی پھر اس مسجد والوں کا دوسرا گروہ آیا اور اس کو پہلے فرق کی خبر نہ ہوئی پھر انھوں نے بلند آواز سے اذان دی اس کے بعد پہلی اذان و جماعت کا حال معلوم ہوا تو ان کو چاہئے کہ حسب دستور جماعت سے نماز پڑھیں اور ان سب صورتوں میں پہلی جماعت کا اعتبار نہیں یعنی پہلی جماعت اولیٰ نہیں بلکہ دوسری اولیٰ ہے اور امام اپنی جگہ پر کھڑا ہوگا اس میں کوئی کراہت نہیں، راستہ کی مسجد میں تکرارِ جماعت، اذان و اقامت کے ساتھ بلا کراہت درست بلکہ افضل ہے۔ راستہ کی مسجد وہ ہے جس میں کوئی مؤذن و امام مقرر نہیں جیسے بڑک، بازار، اسٹیشن، سرائے وغیرہ کی مسجد ہوتی ہے کہ اس میں چند شخص آئے اور پڑھ کر چلے گئے پھر کچھ اور آئے اور پڑھ کر چلے گئے اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے تو افضل یہ ہے کہ ہر فرق علیحدہ علیحدہ اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت کرے اور ہر امام اسی جگہ پر کھڑا ہو جہاں پہلا امام کھڑا ہوا تھا تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (۱۱)

قضا نمازوں کے لئے اذان اور اقامت کہے خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے جبکہ مسجد کے علاوہ یعنی جنگل وغیرہ میں ہو، اگر نماز کسی خاص سبب سے قضا ہوئی ہو تو اذان پوشیدہ طور پر آہستہ دی جائے تاکہ لوگوں کو اذان سن کر قضا ہونے کا علم نہ ہو اس لئے کہ نماز کا قضا ہو جانا غفلت اور سستی پر دلالت کرتا ہے اور دین کے کاموں میں غفلت اور سستی گناہ ہے اور گناہ کو ظاہر کرنا اچھا نہیں پس قضا نمازوں کو لوگوں پر اظہار کر کے پڑھنا مکروہ ہے خواہ جماعت سے پڑھے یا اکیلا اور مسجد میں ہو یا کہیں اور اور ایسے موقع پر وتر کی قضا میں دعائے قنوت میں رفع یدین نہ کرے۔ لہذا اگر مسجد میں یا ایسی جگہ جہاں لوگوں پر اظہار ہوتا ہو قضا نماز جماعت سے پڑھے تو اذان اور اقامت نہ کہے اور اگر منفرد ہو تو اس قدر آواز سے اذان دے لے کہ وہ خود ہی سن سکے اور اگر جماعت سے پڑھنے والے بھی اتنی آواز سے اذان دے لیں کہ دوسرے لوگوں کو اظہار نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر وہاں دوسرے لوگ نہ ہوں جیسے جنگل میں تو مکروہ نہیں سنت ہے۔ مسجد میں اس لئے بھی مکروہ ہے کہ اس سے لوگ وقت کی اذان سمجھ کر غلطی اور تشویش میں مبتلا ہوں گے۔ اور اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضا ہو گئی جس میں وہاں کے تمام مسلمان مبتلا ہو گئے ہوں تو مسجد میں پڑھنے کے لئے بھی اذان و اقامت اعلان سے کہیں۔ (۱۲) ایک گروہ نے جماعت سے کسی وقت کی نماز پڑھی پھر ابھی وقت باقی تھا کہ ان کو اس نماز کے فاسد ہونے کا حال معلوم ہوا اور اسی وقت اور اسی

مسجد میں اس کو جماعت سے اعادہ کیا تو اذان اور اقامت کا اعادہ نہ کریں اگر زیادہ دیر ہو جائے تو صرف اقامت کا اعادہ کر لیں اور اگر وقت گزرنے کے بعد پڑھیں تو اب وہ قضا کے حکم میں ہے اور اس کو اس مسجد کے سوا کہیں اور اذان اور اقامت سے قضا کریں۔ (۱۳) اگر بہت سی نمازیں فوت ہو گئیں پس اگر ان کو ایک ہی مجلس میں قضا کرے تو پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہے اور باقی میں اختیار ہے چاہے اذان اور اقامت دونوں کہے اور چاہے صرف اقامت کہے اور اگر ہر نماز کے لئے دونوں کہے تو بہتر و اولیٰ ہے تاکہ قضا ادا کے طریقہ کے موافق ہو جائے اور اگر بہت سی مجلسوں میں قضا کرے لیکن ہر مجلس میں ایک سے زیادہ نمازیں پڑھے تب بھی ہر مجلس میں پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت دونوں کہے اور باقی میں اختیار ہے اور یہ اختیار اذان کے ترک کرنے یا نہ کرنے کے لئے ہے اقامت ہر نماز کے لئے کہے اور اس کا ترک مکروہ ہے اور دونوں کا کہنا اولیٰ ہے۔ (۱۴) اگر کوئی شخص جمعہ کے روز ایسے شہر اور بڑے گاؤں میں جہاں نماز جمعہ کے واجب ہونے کے شرائط پائے جاتے ہوں اور جمعہ ہونا ہو ظہر کی نماز پڑھے تو اس کے لئے اذان اور اقامت کہنا سنت نہیں بلکہ مکروہ ہے خواہ وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر اور خواہ نماز جمعہ ختم ہونے سے پہلے پڑھے یا ختم ہونے کے بعد اس لئے کہ اس میں جمعہ کی مخالفت کا شبہ پڑتا ہے اور چھوٹے گاؤں میں جہاں جمعہ جائز نہیں جمعہ کے روز نماز ظہر کے لئے اذان و اقامت مکروہ نہیں ہے۔ (۱۵) صبح کے سوا اور نمازوں کی اذان وقت سے پہلے بالاتفاق جائز نہیں اور اسی طرح صبح کی اذان بھی وقت سے پہلے کہنا امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں۔ اگر وقت سے پہلے اذان کہیں یا اذان کے بعض کلمات وقت سے پہلے واقع ہوں یعنی اذان وقت سے پہلے شروع کی اور وقت کے اندر ختم کی تو پھر لوٹا دیں اسی پر فتویٰ ہے۔ اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ اقامت وقت سے پہلے جائز نہیں اس لئے اعادہ کیا جائے۔ (۱۶) مستحب ہے کہ اقامت اور نماز شروع ہونا متصل ہو اور زیادہ فصل نہ ہو اور کوئی ایسا عمل نہ ہو جو اقامت اور نماز کے درمیان قاطع اور فصل شمار ہوتا ہو جیسے کھانا۔ لیکن مؤذن نے اقامت کہنے کے بعد فجر کی سنتیں پڑھیں یا امام اس کے ایک سات کے بعد آیا یا امام نے اس کے بعد فجر کی سنتیں پڑھیں تو اقامت کا اعادہ نہ کریں اور اگر اقامت کے بعد کوئی ایسا کام شروع کر دیا جائے جو نماز کی قسم سے نہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ یا کوئی زیادہ کلام یا زیادہ عمل جس کی تفصیل سجدہ تلاوت میں مجلس کو توڑنے کے بیان میں ہے تو فاصل سمجھا جائے گا اور اس وقت اقامت کا اعادہ مستحب ہے۔ (۱۷) عرفات و مزدلفہ میں جو دو نمازوں کو جمع کرتے ہیں تو پہلی کے لئے اذان اور اقامت کہے اور دوسری کے لئے صرف اقامت کہے۔ (۱۸) کئی مؤذنین کا ایک ساتھ اذان کہنا جائز ہے اس کو عرف میں اذان جوق کہتے ہیں بڑی بڑی مساجد میں اس کا رواج ہے اور حرمین پاک میں بھی اس کا رواج ہے۔

نماز کے علاوہ اور جن موقعوں پر اذان دینا مستحب ہے، فرض عین نمازوں کے علاوہ اذان و اقامت سنت نہیں ہے لیکن کچھ مواقع ایسے ہیں جن میں اذان و

اقامت یا صرف اذان مستحب ہے اور وہ یہ ہیں :- (۱) جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہتا۔ (۲) اس آدمی کے کان میں جو کسی رنج و غم میں مبتلا ہو (یعنی غم زدہ آدمی کو چاہئے کہ وہ کسی دوسرے آدمی کو کہے کہ اس کے کان میں اذان دے پس اس سے اس کا غم زائل ہو جائے گا۔ (۳) مرگی کے مریض کے کان میں۔ (۴) جو شخص غصہ و غضب کی حالت میں ہو اس کے کان میں۔ (۵) بد مزاج یعنی جس کی عادتیں خراب ہو گئی ہوں خواہ انسان ہو یا جانور چوپایہ وغیرہ کے کان میں۔ (۶) زکفار کے ساتھ لڑائی کی شدت کے وقت۔ (۷) آتشزدگی کے وقت اور جلے ہوئے کے کان میں۔ (۸) جن کی سرکشی کے وقت یعنی جہاں کسی جن کا ظہور ہو اور وہ کسی کو تکلیف دیتا ہو۔ (۹) مسافر کے پیچھے۔ (۱۰) جب مسافر جنگل میں راستہ بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو۔ ان سب صورتوں میں اذان دینا مستحب ہے۔ میت کو دفن کرتے وقت یا دفن کے بعد قبر کے پاس اذان کہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ سلف سے منقول ہے اس لئے بدعت ہے۔

اذان کا جواب دینے کا بیان (۱) جو شخص مسنون اذان سُننے خواہ مرد ہو یا عورت پاک ہو یا جھنسی اور وہ اذان نماز کی ہو یا کوئی اور اذان ہو مثلاً نولود بچہ کے کان میں اذان دی ہو اس پر اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور بعض نے واجب بھی کہا ہے مگر معتد اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہی ہے اور علی جواب واجب ہے۔ پس جو شخص مسجد سے باہر ہے اس کو علی جواب یعنی مسجد میں آنا واجب ہے اور زبانی جواب مستحب ہے اگر کسی نے زبان سے اذان کا جواب دیا اور علی جواب نہ دیا یعنی جماعت میں شامل ہونے کے لئے بلا کسی غدر کے مسجد میں نہ آیا تو وہ شخص جواب دینے والا نہ کہلائے گا۔ اور اگر مسجد میں جماعتِ ثانیہ جو غیر مکروہ ہیئت پر مل سکتی ہو یا اپنے گھر پر اپنے گھر والوں کے ساتھ جماعت مل سکتی ہو تو اب اجابت بالقدم (عملی جواب) واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اول وقت اور مسجد میں جماعت کثیرہ کی تقویت اور تکرار جماعت کی رعایت حاصل ہو۔ اور جو شخص مسجد میں موجود ہو اس کو علی اجابت جو واجب تھی حاصل ہے اور صرف زبان سے جواب دینا مستحب ہے (۲) جو شخص اذان کی آواز نہ سُنے مثلاً دور ہو یا بہرہ ہو تو اس پر زبان سے اذان کا جواب دینا نہیں ہے اگر چہ اس کو علم ہو کہ اذان ہو رہی ہے۔ (۳) اگر اذان غلط کہی گئی یعنی سنت کے خلاف کہی گئی مثلاً حروف کو گٹھا بڑھا کر تلحین کے ساتھ کہا یا عربی کے سوا کسی اور زبان میں کہی یا غیر مسنون الفاظ کہے یا وقت سے پہلے اذان دی یا عورت نے یا جھنسی نے اذان دی خواہ وہ پوری اذان غیر مسنون ہو یا اس کے بعض کلمات ایسے ہوں یعنی غیر عربی یا کھن کے ساتھ ہوں وغیرہ تو ایسی اذان کا جواب نہ دے نہ کُل کا نہ جزو کا۔ بلکہ ایسی اذان کو سُننے بھی نہیں اور ایسی اذان یا اقامت کا اعادہ کریں۔ (۴) اگر ایک ہی مسجد کی کئی اذانیں سُننے جیسا کہ بڑی مسجدوں میں اذانِ جوق کا رواج ہے یا کئی مسجدوں کی اذانیں یکے بعد دیگرے ساتھ ساتھ سُننے تو اس پر پہلی ہی اذان کا جواب ہے خواہ وہ اس کی اپنی مسجد کی اذان ہو یا کسی دوسری کی اور

بہتر یہ ہے کہ سب کا جواب دے (۵) اگر کسی نے اذان سنی اور وہ چل رہا ہے تو افضل یہ ہے کہ اذان کے جواب کے لئے کھڑا ہو جائے۔ (۶) اذان اور اقامت سننے کی حالت میں کوئی بات نہ کرے اور سوائے ان کا جواب دینے کے کوئی اور کام نہ کرے یہاں تک کہ نہ سلام کرے اور نہ سلام کا جواب دے (یعنی مناسب نہیں ہے اور خلاف اولیٰ ہے ورنہ کلمات کے درمیانی وقفہ میں یہ امور یعنی سلام و جواب سلام کر لینا جواب دینے کے منافی نہیں ہے البتہ اذان و اقامت کے الفاظ کے نظم میں خلل انداز ہونے کی وجہ سے مشروع نہیں ہے نیز اس حالت میں سلام کرنا مشروع نہیں جیسے قرآن شریف پڑھنے والے کو سلام کرنا مشروع نہیں ہے اس لئے اس کا جواب اس پر واجب نہیں ہے) (۷) اذان اور اقامت کے وقت قرآن شریف بھی نہ پڑھے اور اگر پہلے سے پڑھتا ہو تو پڑھنا چھوڑ کر اذان یا اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہو یہ افضل ہے اور اگر پڑھتا رہے تب بھی جائز ہے۔ اگر اقامت کے وقت دعائیں مشغول ہو تو مضائقہ نہیں (۸) اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور اذان ختم ہونے کے بعد خیال آئے یا جواب دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ دیر نہ گزری ہو تو جواب دیدے ورنہ نہیں۔ (۹) اگر اذان ہونے کے بعد دوبارہ کوئی اذان دے تو حرمت پہلی اذان کے لئے ہے۔ (۱۰) جمعہ کی پہلی اذان خواہ وہ کسی مسجد کی ہو یعنی محلہ کی ہو یا دوسری جگہ کی سن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد یعنی جس مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہو جانا واجب اور خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا جو سعی میں نخل ہو حرام ہے کیونکہ وجوب سعی قرآن کی نص سے ثابت ہے لقولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا دُعِيَ لِلصَّلَاةِ مِنَ الْيَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ البتہ جن پر جمعہ واجب نہیں وہ مستثنیٰ ہیں ان کو خرید و فروخت جائز ہے۔ اور جمعہ کی دوسری اذان کا جواب (جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے) نہ دے کیونکہ مکروہ ہے (البتہ دل میں اذان کا جواب دے لے)۔

اذان و اقامت کے جواب کا طریقہ | اذان کا جواب اس طرح دے کہ جو لفظ مؤذن کی زبان سے سنے وہی کہے مگر

سعی علی الصلوة اور سعی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوة الا باللہ کے یادوں جگہ وہی کہے اور لا حول ولا قوة الا باللہ بھی کہے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے بعض کتابوں میں دونوں جگہ ماشاء اللہ کان وما لم يشاء لم يكن کہنا آیا ہے یا سعی علی الصلوة کی جگہ لا حول ولا قوة الا باللہ اور سعی علی الفلاح کی جگہ ماشاء اللہ انہ بھی آیا ہے لیکن ماشاء اللہ کان انہ کا کہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں البتہ بعض مشائخ ان سب کو جمع کر دیتے ہیں یعنی سعی علی اور لا حول اور ماشاء اللہ کہہ دیتے ہیں۔ نیز الصلوة خیر من التوم کے جواب میں صدقت و برزت کہے۔ اقامت کا جواب بالاجل مستحب ہے اور وہ بھی اذان ہی کی طرح ہے اور قد قامت الصلوة کے جواب میں کہے اقامتها اللہ وادامها۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ما دامت السموات والأرض واجعلنی من صالحی اہلہا اذان کے ختم پر مستحب ہے کہ مؤذن بھی اور اذان کا جواب دینے والا بھی درود شریف

پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ هٰذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلٰوةُ الْقَائِمَةُ اَتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا يَا اَوْسَيْبَةَ وَالْفَضِيْلَةَ
وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّقْمُوْدًا الَّذِي وَعَدْتَنِي اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

(ف) اس دعا میں اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ کا اضافہ بیہقی کی روایت میں ہے۔ اور بعض لوگ وَالْفَضِيْلَةَ سے
آگے یوں بڑھا کر پڑھتے ہیں وَالذَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ اور وَعَدْتَنِي کے بعد وَارْزُقْنَا شِفَاعَتَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بڑھانے
میں اور اس دعا کو یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ پر ختم کرتے ہیں۔ ان اضافوں کی حدیث شریف میں کہیں کوئی اصل نہیں ہے۔
دعا کے اذان کے وقت ہاتھ اٹھانا کسی حدیث سے ثابت نہیں اس لئے نہ اٹھانا ہی افضل ہے البتہ اٹھانا بھی بجا کراہت
جائز ہے کیونکہ مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانا قولی و فعلی بہت سی مشہور حدیثوں سے ثابت ہے۔

جن صورتوں میں اذان کا جواب نہ دے

آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ (۱) نماز کی حالت میں
اگرچہ نماز جازہ ہو۔ (۲) خطبہ سننے کی حالت میں خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو
یا کسی اور چیز کا (۳) جمع کی حالت میں۔ (۴) پیشاب یا پاخانہ کرنے کی حالت میں۔ لیکن اگر ان چیزوں سے فراغت
کے بعد زیادہ دیر نہ گزری ہو تو جواب دینا چاہئے ورنہ نہیں۔ (۵) حیض و نفاس کی حالت میں کیونکہ اس وقت
وہ قولی اور فعلی اجابت کی اہل نہیں ہے بخلاف جنبی کے کہ اس کا حدیث حیض و نفاس کی بہ نسبت ہلکا ہے کیونکہ اس
کے ازالہ کا جلدی امکان ہے۔ (۶) غلیم دین پڑھانے یا پڑھنے کی حالت میں بخلاف قرآن پاک کی تلاوت کے لیکن اگر
قرآن پاک بھی تعلیم دینے یا لینے کے لئے پڑھے تو یہی حکم ہے کہ پڑھنا ہے اور جواب کے لئے بند نہ کرے۔ (۷) کھانا کھانے کی
حالت میں۔

باب۔ نماز کی شرطوں کا بیان

شرع شریف کی اصطلاح میں شرط وہ ہے جس پر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس میں داخل نہ ہو یعنی اس کی
ماہیت سے خارج ہو اور اس کا جزو نہ ہو۔ بعض نے شرائط کی تعریف یوں کی ہے کہ اس کے نہ ہونے سے مشروط کا
نہ ہونا لازم آئے اور اس کے وجود سے مشروط کا وجود لازم نہ ہو۔ پس نماز کی شرط نماز کے وہ فرائض ہیں جو نماز سے باہر ہیں
اور ان کے بغیر نماز واجب یا صحیح نہیں ہوتی۔ نماز کی شرطیں دو قسم ہیں :-

(۱) نماز کے واجب ہونے کی شرطیں :- اور وہ پانچ ہیں (۱) اسلام یعنی مسلمان ہونا پس کافر پر نماز
فرض نہیں ہے۔ (۲) صحت عقل، پس بے عقل پر نماز فرض نہیں خواہ وہ بے عقلی جنون کے سبب ہو یا ہوشی کے
سبب سے جبکہ یہ چیزیں پانچ وقت تک یا اس سے زیادہ رہیں اگر اس سے کم ہو تو نماز واجب ہے اور اجد عذر

دُور ہونے کے قضا پڑھنی ہوگی۔ (۳) بلوغ، نابالغ پر نماز فرض نہیں ہے۔ (۴) نماز سے عاجز نہ ہونا جیسے عورتوں کے لئے حیض و نفاس سے پاک ہونا وغیرہ۔ (۵) وقت، یعنی اسلام لانے یا بلوغ یا جنون یا بیہوشی کے بعد یا حیض و نفاس کے بعد نماز کا وقت ملتا اگرچہ وہ اسی قدر ہو کہ اس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو۔ اگر کسی کو اس سے بھی کم وقت ملے تو اس پر اس وقت کی نماز فرض نہیں۔ (تفصیل اپنے اپنے مقام پر درج ہے)

(۲) نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں اور یہ بہت سی ہیں لیکن جو مشہور ہیں اور ہر نماز سے تعلق رکھتی ہیں وہ سات ہیں (۱) حدیث اکبر و اصغر سے طہارت یعنی جس پر غسل فرض ہے اس کو غسل کرنا اور جس کا وضو نہیں اس کو وضو کرنا۔ حدیث حکمی ناپاکی کو کہتے ہیں یعنی وہ ناپاکی جو شریعت کے حکم سے ثابت ہو مگر دیکھنے میں نہ آسکے اور وہ دو قسم پر ہے۔ حدیث اکبر یعنی غسل فرض ہونا اس کو جنابت بھی کہتے ہیں۔ حدیث اصغر بے وضو ہونا۔ (۲) نجاستِ حقیقی سے طہارت یعنی نمازی کے بدن اور کپڑوں اور نماز کی جگہ کا نجاستِ حقیقی سے پاک ہونا خواہ وہ غلیظ ہو یا خفیف۔ (۳) ستر عورت (۴) قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ (۵) وقت (۶) نیت (۷) تحریمہ۔

دقائق :- بعض کتابوں میں بدن کی پاکی، کپڑوں کی پاکی، جگہ کی پاکی، ستر عورت، نیت، استقبال قبلہ چھ شرائط شمار کی ہیں وقت کو سبب ہونے کی وجہ سے الگ کر دیا اور تحریمہ کو ارکان کے ساتھ ملا لیا ہے اور ان دونوں کو ملا کر شمار آٹھ ہو جاتا ہے اور صرف تحریمہ کو الگ کر کے سات ہو جاتا ہے۔ اور بعض میں شرائط کو کسی دوسرے انداز سے کم و بیش تعداد کے ساتھ لکھا ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے بات ایک ہی ہے۔

نجاستِ حکمی سے بدن کی طہارت یعنی وضو و غسل کا بیان اور نجاستِ حقیقی غلیظہ و خفیفہ سے طہارت اور وقت کا مفصل بیان پہلے کتاب الطہارت میں ہو چکا ہے ان کے متعلق بقیہ مسائل اور دیگر شرائط کا تفصیلی بیان الگ الگ فصلوں میں بیان کیا جاتا ہے البتہ تحریمہ کا بیان ارکان کے ساتھ ہوگا۔

بدن کی طہارت | نمازی کو اپنا بدن نجاستِ حکمی و حقیقی سے پاک کرنا فرض ہے ۴۴ جبکہ نجاست اتنی لگی ہو کہ نماز کی مانع ہو اور اس کے دور کرنے میں اس کی برائی سے زیادہ برائی نہ ہو پس اگر آدمیوں کے سامنے ستر کھولے بغیر نجاست دور نہیں کر سکتا تو اسی نجاست سے پڑھ لے اور اگر نجاست دور کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے ستر کھول دیا تو یہ فسق ہے۔ اگر نجاست غلیظہ درہم سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا فرض ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی اور اگر درہم کی مقدار ہے تو اس کا دھونا واجب ہے اور نماز اس کے ساتھ جائز ہے اور دیکر وہ تحریمی ہے اور اس کا لوٹانا واجب ہے اور قصداً اتنی نجاست لگی رکھنا بھی جائز نہیں اور اگر قدر درہم سے کم ہے تو اس کا دھونا سنت ہے۔ اگر نجاست غلیظہ جسم والی ہے جیسے پائخانہ تو درہم کے وزن کا اعتبار ہے اور وہ یہاں درہم کبیر یعنی ایک مثقال (بیس قیراط) یعنی ساڑھے چار ماشہ ۱۴ ہے۔ پس اگر جسم والی نجاست غلیظہ

بدن کو پاک کرنا اس وقت فرض ہے

وزن میں ۲۱ ماشہ سے کم ہو لیکن پھیلاؤ میں درہم (روپیہ) کی برابر ہو تو نماز کی مانع نہیں ہے اور اگر سبلی ہو تو ...

اگر نجاست خفیہ ہو تو جب تک وہ کپڑے یا بدن کی چوتھائی سے کم ہو نماز ہونے کو نہیں روکتی۔
نجاست میں ظاہری بدن کا اعتبار ہے یہاں تک کہ اگر نجس سرمہ آنکھوں میں لگایا تو آنکھوں کا دھونا واجب نہیں۔
(۱) جو کپڑے نماز پڑھنے والے کے بدن پر ہوں جیسے گرتہ، پانجامہ، ٹوپی، عمامہ، اچکن، موزہ وغیرہ ان سب کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی ان میں سے

کسی پر نجاست غلیظہ کا ایک درہم سے زیادہ نہ ہونا اور نجاست خفیہ کا چوتھائی کپڑے تک نہ ہونا نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے پس اگر نجاست غلیظہ ایک درہم یا اس سے کم اور نجاست خفیہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہو تو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ (۲) اگر کپڑا نماز کے بدن سے متصل ہو اور اس کا فالتو حصہ جو بدن سے الگ فرش وغیرہ پر ہے اور اس حصہ پر نجاست مانع نماز ہے تو اگر وہ نجس حصہ نماز کے حرکت کرنے سے حرکت کرتا ہے تو نماز نہ ہوگی اور اگر حرکت نہ کرے تو نماز ہو جائے گی۔ مثلاً اگر عمامہ کا ایک کنارہ ناپاک اور نماز کا مانع ہے اس کو الگ کر کے دوسرے پاک کنارے سے عمامہ باندھ لیا یا رومال کا ایک سر نماز کے کنارے پر ہے اور دوسرے سرے پر نجاست مانع نماز ہے تو چونکہ یہ نماز کی حرکت سے ہلے گا اس لئے نماز نہ ہوگی اور اگر کوئی چادر اس قدر بڑی ہو یا عمامہ کا معمولی حصہ سر پر ہے اور زیادہ حصہ زمین پر ہے اور وہ نجس حصہ نماز کے اٹھنے بیٹھنے وغیرہ سے حرکت نہیں کرتا تو نماز درست ہے اور اگر وہ کپڑا وغیرہ نماز کے بدن سے متصل نہیں جیسا کہ فرش تو اس کا حکم اس کے خلاف ہے جیسا کہ نماز کی جگہ کی طہارت کے بیان میں آئے گا۔ (۳) اسی طرح اس چیز کو بھی پاک ہونا چاہئے جس کو نماز اٹھائے ہوئے ہے بشرطیکہ وہ چیز اپنی قوت سے رُکی ہوئی نہ ہو مثلاً اگر نماز کی گود میں آدمی کا بچہ بیٹھ گیا یا اس سے چمٹ کر چڑھ گیا اور اس بچہ میں خود سنبلنے کی سکت نہیں یا نماز کسی بچہ کو خود اٹھا کر لئے ہوئے نماز پڑھے اور بچہ کے جسم یا کپڑوں پر نجاست ایسی ہو جس سے نماز جائز نہیں تو اگر وہ اس قدر نہیں ٹھہرا کہ جتنی دیر میں وہ ایک رکن ادا کر سکے (یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار) تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا تو وہ نماز نجاست کا اٹھانے والا ٹھہرے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ بچہ نماز کے تھامنے کا محتاج نہ ہو یعنی اس میں خود سنبلنے کی سکت ہو اور وہ خود نماز کو چمٹا ہو تو نماز اس نجاست کا اٹھانے والا نہیں ٹھہرے گا اور نجاست لڑکے کی طرف منسوب ہوگی نماز کی طرف نہیں۔ اور نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ بہت دیر تک ٹھہرا رہے اور یہی حکم نجس کبوتر کا ہے جبکہ وہ نماز پر بیٹھ جائے کیونکہ وہ اپنی قوت و سہارے سے بیٹھتا ہے پس نماز اس نجس کا اٹھانے والا نہیں ٹھہرے گا اور نماز جائز ہو جائے گی۔ اگر نماز پڑھنے والا کسی جنبی یا بے وضو کو اٹھالے یا وہ نماز کو پکڑ لے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز جائز ہو جائے گی مطلقاً خواہ کتنی ہی دیر نماز سے متصل رہے کیونکہ جنابت اور

جہ متیٰ کی پورائی یعنی انگلیوں کے جوڑوں کے اندر کے گراؤ کے برابر ہے۔ یعنی ایک روپیہ کے پھیلاؤ کی برابر ایک درہم کہلاتی ہے۔

بے وضو ہونا حکمی نجاست ہے حقیقی نہیں اس لئے وہ نمازی کی طرف منسوب نہیں ہوگی اور نمازی اس کا حامل نہیں ٹھہریگا اگر نجس کپڑا نمازی کے سر چھپتے میں اٹکا ہوا ہے اور جس وقت وہ کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سر یا کاندھے پر آجاتا ہے یا جب نمازی کھڑا ہوتا ہے تو اس کا سر ناپاک چھت یا نجس چھپر یا نجس خیمہ سے لگتا ہے تو اگر ایک رکن اسی طرح ادا کیا تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ نجس قبا اس کے اوپر ڈالیں۔ (۴) اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر ایسی چیز ہو جس کی نجاست اپنی جائے پیدائش (معدن) میں ہو اور خارج میں اس کا کچھ اثر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں اور نماز درست ہو جائے گی کیونکہ جب تک نجاست اپنے معدن میں ہے اس کو نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ مثلاً اگر نمازی کے پاس آستین یا جیب وغیرہ میں ایسا انڈہ ہے جس کی زردی خون ہوگی ہو یا انڈے میں مرا ہوا کچھ ہو تو نماز جائز ہوگی کیونکہ اس کی نجاست اپنے مقام پیدائش میں ہے اسی طرح نمازی کے جسم پر کوئی کتاب بیٹھ جائے اور اس کے منہ سے لعاب مانع نماز نہ ہوتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور نماز جائز ہو جائے گی کیونکہ کتے کا ظاہر جسم جبکہ اس پر کوئی نجاست نہ ہو پاک ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے اور اس کی اندرونی نجاست اپنے معدن میں ہے جیسا کہ خود نمازی کے پیٹ میں اس کی نجاست (فضلہ) رہتا ہے پس وہ نماز کا مانع نہیں ہے۔ (۵) اگر وہ نجاست اپنے معدن سے الگ ہو تو خواہ وہ کسی چیز میں بند ہو نماز کی مانع ہوگی پس اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین یا جیب میں ایک شیشی ہے جس میں شراب یا پیشاب ہے تو نماز جائز نہ ہوگی خواہ وہ بھری ہوئی ہو یا نہ ہو اور اگرچہ اس شیشی کا منہ بند ہو کیونکہ وہ شراب یا پیشاب اپنے معدن (جائے پیدائش) میں نہیں ہے (۶) اگر کسی نے نماز پڑھی اور شہید اس کے کاندھے پر ہے اور شہید کے بدن یا کپڑوں پر خون بہتا ہے تو نماز جائز ہوگی کیونکہ شہید کا خون جب تک اس کے بدن پر ہے یا کپڑوں پر ہے اور کپڑے اس کے جسم پر پہنے ہوئے ہیں پاک ہے اور جب بدن سے الگ ہو گیا یا کپڑے بدن سے الگ ہوں تو اب ناپاک ہے پس اگر نمازی کے جسم کو شہید کا خون لگ جائے اور وہ بقدر مانع نماز ہو یا شہید کے کپڑے جن پر دم سے زیادہ خون ہو نمازی کے کاندھے پر ہوں اور شہید نہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (۷) کوئی شخص نماز میں داخل ہوا اور اس کی آستین میں ایک بچہ رکھتا ہے وغیرہ (کا) زندہ تھا جب نماز سے فارغ ہوا تو اس کو مردہ پایا تو اگر گمان غالب یہ ہے کہ نماز کے اندر مرے تو نماز کا لوٹانا واجب ہوگا اور اگر یہ گمان غالب نہ ہو بلکہ صرف شک ہو تو لوٹانا واجب نہ ہوگا۔ (۸) اگر کھڑے ہوئے دانت کو پھر منہ میں رکھ لیا تو نماز جائز ہوگی اگرچہ قدر دم سے زیادہ ہو یہی صحیح ہے کیونکہ آدمی کے دانت پاک ہیں۔ (۹) اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کی گردن میں ایک پٹہ تھا جس میں کتے یا بھیرے کے دانت ہیں تو نماز جائز ہے کیونکہ خنزیر کے سوا سب جانوروں کے دانت و ہڈی وغیرہ پاک ہے جبکہ ان پر چکنائی نہ ہو خواہ وہ مردار کے ہوں یا زندہ جانور کے۔ (۱۰) اگر کسی نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کے پاس چوہا یا بلی یا سانپ ہے تو نماز جائز ہوگی اور گنہگار ہوگا اور یہی حکم ان سب جانوروں کا ہے جن کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے اور اگر اس کی آستین میں لہڑی یا کتے

یا کسی ایسے جانور کا بچہ ہے جس کے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہیں تو اگر اس کا منہ کھلا ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اس کا لعاب بہہ کر اس کی آستین کو ایک درہم سے زیادہ نجس کر دے گا اور اگر اس کا منہ بندھا ہوا ہو اس طرح کہ اس کا لعاب مانع نماز، نمازی کے بدن یا کپڑوں کو نہ پہنچے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے تو درست ہے بڑے جانور کا بھی یہی حکم ہے جیسا نمازی کے اوپر کتا بیٹھ جانے کا مسئلہ اوپر بیان ہوا۔ اور اگر خنزیر یا اس کا بچہ نمازی کے جسم پر ہو تو نماز کسی حال میں جائز نہیں کیونکہ وہ نجس العین ہے۔ (۱۱) اگر کوئی شخص ایک جُنبہ پہن کر نمازیں پڑھتا رہا اور اس جُنبہ کے اندر روئی وغیرہ کچھ بھرا ہوا تھا پھر کسی وقت اس کے اندر مرا ہوا خشک چوہا ملا تو اگر اس جُنبہ میں کوئی سوراخ تھا یا پھٹا ہوا تھا تو تین دن رات کی نمازیں لوٹا دے اور اگر تازہ مرا ہوا نکلا یعنی پھولا یا پھٹا نہ ہو، یا خشک نہ ہو تو ایک دن رات کی نمازیں لوٹا دے اگر کوئی سوراخ یا پھٹا ہوا نہ تھا تو جُنبہ نمازیں اس جُنبہ سے پڑھی ہیں وہ سب لوٹا دے۔ (۱۲) اگر نجاست خفین (موزے) پر لگی ہو اور کپڑے پر بھی ہو لیکن ان میں سے ہر ایک جُدا جُدا درہم کی مقدار سے کم ہے اور دونوں کو جمع کیا جائے تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے تو جمع کریں گے اور اس سے نماز جائز نہ ہوگی اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ ایک ہی کپڑے پر کئی جگہ نجاست لگی ہو۔ غرضیکہ جسم پر جو لباس وغیرہ ہے اس میں خواہ ایک چیز پر متعدد جگہ تھوڑی تھوڑی نجاست ہو یا متعدد کپڑوں و لباس وغیرہ پر تھوڑی تھوڑی نجاست ہو جمع کریں گے اور اگر قدر درہم سے زیادہ ہوگی تو نماز کی مانع ہوگی۔ (۱۳) اگر اکہرے کپڑے میں نماز پڑھی جیسے قمیص وغیرہ ہوتا ہے اور اس پر نجاست قدر درہم سے کم لگی ہے مگر دوسری طرف کو بھوٹ نکلی اور اس دونوں طرف کی نجاست کو جمع کیا جائے تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے گی تو یہ جمع نہیں کی جائے گی اور یہ نماز جائز ہونے کی مانع نہیں ہے اور ایک کپڑے میں جو نجاست جُدا جُدا لگی ہوتی ہے اس کا حکم اس پر جاری نہیں ہوگا۔

(۱۴) اگر دو تہہ کا کپڑا پہن کر نماز پڑھی اس کی ایک تہہ پر قدر درہم سے کم نجاست لگی اور دوسری تہہ تک بھوٹ گئی تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ ایک کپڑے کے حکم میں ہے اور نماز جائز ہونے کو نہیں روکتی اور امام محمد کے قول کے بموجب جمع کرینگے اور قدر درہم سے جو زیادہ ہوگی تو نماز جائز ہونے کی مانع ہے۔ امام ابو یوسف کے قول میں زیادہ آسانی ہے اور امام محمد کے قول میں احتیاط زیادہ ہے۔ (۱۵) اگر کسی کے پاس نماز کی حالت میں ایسا درہم تھا کہ جس کی دونوں طرفیں نجس تھیں تو مختار یہ ہے کہ وہ نماز جائز ہونے کا مانع نہیں اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ وہ کل ایک درہم ہے۔ (۱۶) نمازی اگر اپنے کپڑے پر قدر درہم سے کم نجاست مغلظہ پائے اور وقت میں گناہ ہو تو افضل یہ ہے کہ کپڑا دھوئے اور پھر نماز شروع کرے۔ اور اگر وہ جماعت اس سے فوت ہو جائے اور کہیں اور مل جائے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یہ خوف ہو کہ جماعت نہ ملے گی یا وقت جانا رہے گا تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ نماز میں ہو اور اگر نماز میں نہیں لیکن جماعت کے قریب پہنچ گیا ہے اور جماعت والے نماز میں ہیں اور اس کو خوف ہے کہ اگر اس کو دھوئے گا تو جماعت فوت ہو جائے گی تو بہتر یہ ہے کہ نماز میں شامل ہو جائے اور اس کو نہ دھوئے۔ (۱۷) اگر اپنے کپڑے میں نجاست مغلظہ قدر درہم سے

زیادہ لگی ہوئی دیکھے اور یہ معلوم نہیں کہ کب لگی تھی تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ کسی نماز کا اعادہ نہ کرے یہی اصح ہے۔ (۱۸) اگر امام کے کپڑے پر نجاست قدر درہم سے کم لگی دیکھی پس اگر مقتدی کا مذہب یہ ہے کہ قدر درہم سے کم نجاست نماز کی مانع نہیں (جیسا کہ حنفی مذہب میں ہے) اور امام کا مذہب یہ ہے کہ نماز کی مانع ہے (جیسا کہ شافعی مذہب میں ہے) اور امام نے بے خبری میں نماز پوری کر لی تو مقتدی کی نماز جائز ہوگی اور امام کی نماز جائز نہ ہوگی اور اگر ان دونوں کا مذہب صورت مذکورہ کے خلاف ہے یعنی امام حنفی اور مقتدی شافعی ہے تو حکم بھی دونوں کا برخلاف ہے یعنی امام کی نماز جائز ہوگی اور مقتدی کی جائز نہ ہوگی۔ (۱۹) اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے کپڑے میں نجاست قدر درہم سے زیادہ دیکھے تو اگر اس کو یہ گمان غالب ہے کہ اس کو خبر کرے گا تو وہ نجاست دھولے گا تو اس کو خبر کر دینا فرض ہے اور اس صورت میں چپ رہنا جائز نہیں اور اگر اس کو یہ گمان غالب نہ ہو یا یہ گمان ہو کہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرے گا تو اس کو اختیار ہے کہ خبر کر دے یا نہ کرے یعنی چپ رہنا بھی جائز ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا یہی حکم ہے کہ جب جانے کہ مان لے گا تو کہنا فرض ہے اور جب جانے کہ کوئی اثر نہیں لے گا تو کہنا فرض نہیں پس ترک جائز ہے اور وہ ترک پر گنہگار نہ ہوگا امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں یہ بھی شرط ہے کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہ ہو۔ اگر ضرر کا خوف ہو تو وہ شخص مختار ہے چاہے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے چاہے نہ کرے اور ترک پر گنہگار نہ ہوگا لیکن اس کو بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا افضل ہے اگرچہ اس کو گمان غالب ہو کہ وہ شخص اس کو مارے گا یا قتل کرے گا اس لئے کہ اس حالت میں وہ شہید ہوگا

قال اللہ تعالیٰ: اَقِمِ الصَّلَاةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَاَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ لَیِّنْ عَزْمٌ

الاموریرہ (۲۰) اگر نمازی کو پاک اور نجس کپڑے میں شبہ پڑ گیا تو ظن غالب پر عمل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ ظن غالب میں نجس ہی کے متعلق آگیا ہو کہ یہ پاک ہے۔ اگر اس کا گمان غالب ایک کپڑے کے پاک ہونے پر ہو اور اس سے ظہر کی نماز پڑھی پھر گمان غالب دوسرے کپڑے پر ہو گیا اور اس سے عصر کی نماز پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگی۔ اگر نمازی کے پاس دو کپڑے ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ نجاست کس میں ہے اور ایک کپڑے سے ظہر کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عصر کی پڑھی پھر اول کپڑے سے مغرب کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عشا کی پڑھی۔ اس کے بعد ایک کپڑے میں نجاست قدر درہم سے زیادہ لگی ہوئی معلوم ہوئی لیکن یہ نہیں جانتا کہ ان میں پہلا کون سا ہے اور دوسرا کونسا تو ظہر اور مغرب جائز ہوگی اور عصر اور عشا فاسد ہوگی اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ ظہر اول کپڑے میں تخری (گمان غالب) سے پڑھی اور عصر دوسرے میں اور مغرب اول کپڑے میں اور عشا دوسرے میں۔ اگر کسی نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی کہ وہ اس کے نزدیک نجس تھا پھر نماز سے فارغ ہو کر معلوم ہوا کہ وہ پاک تھا تو وہ نماز جائز ہو جائے گی۔

(۱) نماز کے صحیح ہونے کے لئے نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اس سے مراد قیام و سجود کی جگہیں ہیں یعنی دونوں قدموں، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور پیشانی کی جگہ کا

پاک ہونا ہے زمین یا فرش وغیرہ جس چیز پر نماز پڑھتا ہے اس کے سب حصہ کا پاک ہونا نماز کی صحت کی شرط نہیں۔ (۲۰)
 اگر ناک رکھنے کی جگہ نجس ہو اور پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہو تو بلا خلاف نماز جائز ہے اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے
 جبکہ ناک رکھنے کی جگہ پاک ہو اور پیشانی رکھنے کی جگہ نجس ہو اور ناک پر سجدہ کرے تو بلا خلاف اس کی نماز جائز ہوگی کیونکہ
 عذر کے ساتھ صرف ناک پر اکتفا کرنا سجدہ کے لئے کافی ہے۔ ایک روایت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف ناک پر
 سجدہ کرنا اور پیشانی نہ لگانا سجدہ ادا ہونے کے لئے کافی ہے اس بنا پر ان کے نزدیک سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں
 اس لئے کہ ناک ایک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے۔ پس اگر ناک اور پیشانی دونوں کی جگہ ناپاک ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے
 نزدیک ناک پر سجدہ کرے پیشانی پر نہ کرے اور نماز اس کی جائز ہوگی اگرچہ پیشانی میں کوئی عذر نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ
 اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگی لیکن اگر پیشانی میں کوئی عذر ہو تو ان کے نزدیک بھی جائز ہوگی۔ اگر ناک و پیشانی
 کی جگہ ناپاک ہو اور ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرے تو اصح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔ (۳۱) اگر نجاست
 غلیظہ نمازی کے ایک پاؤں کے نیچے قدر درہم سے زیادہ ہو اور دوسرے پاؤں کی جگہ پاک اور اس نے دونوں
 پاؤں رکھ کر نماز پڑھی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی اور اگر وہ پاؤں رکھا
 جس کی جگہ پاک ہے اور دوسرا پاؤں جس کی جگہ ناپاک ہے اٹھایا تو نماز جائز ہوگی بلا ضرورت ایک پاؤں پر کھڑے
 ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر نجاست دونوں پاؤں کے نیچے ہے اور ہر ایک پاؤں کے نیچے قدر درہم سے کم ہے
 اور جمع کیا جائے تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے گی تو جمع کرے گا اور اس سے نماز جائز نہ ہوگی۔ اسی طرح سجدہ کی
 جگہ اور پاؤں کی جگہ کی نجاست جمع کی جائے گی اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ دونوں پاؤں کی جگہ نجس ہو یا صرف
 انگلیوں کی جگہ نجس ہو۔ (موضع قدین کی طہارت امام اعظمؒ اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقل خلافت
 اور موضع سجود میں خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اس کی طہارت بھی شرط ہے)۔

(۳۲) اگر سجدہ میں ہاتھوں یا گھٹنوں کے نیچے قدر درہم سے زیادہ نجاست ہو تو صحیح یہ ہے کہ نماز درست نہ ہوگی اگرچہ
 ظاہر روایت میں یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی اس لئے کہ ظاہر الروایت میں دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کی جگہ کا
 پاک ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ ان کا زمین پر رکھنا نماز میں شرط نہیں ہے اور ان کا رکھنا ترک کرنے سے نماز فاسد
 نہیں ہوتی پس ان کا نجاست پر رکھنا بھی مفسد نہیں ہے لیکن یہ روایت شاذ ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ نماز
 جائز نہ ہوگی کیونکہ کسی عضو کا نجاست سے لگنا نجاست اٹھانے کے حکم میں ہے اگرچہ اس عضو کا رکھنا فرض نہ ہو۔
 البتہ اگر پیشانی پاک جگہ ہے اور ناک نجس جگہ تو نماز ہو جائے گی کیونکہ ناک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے لیکن بلا ضرورت
 مکروہ ہے۔ (۳۳) اگر پاک جگہ میں نماز پڑھی اور اسی جگہ سجدہ کیا لیکن سجدہ میں اس کا کپڑا (دامن وغیرہ) ایسی جگہ پر پڑتا ہے
 جو نجس ہے اور خشک ہے یا نجس کپڑے پر پڑتا ہے تو اس کی نماز جائز ہوگی۔ (۳۴) اگر نمازی کے کپڑے میں نجاست قدر

درہم سے کم ہو اور اس کے پاؤں کے نیچے بھی قدر درہم سے کم ہو لیکن دونوں کو جمع کریں تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے تو جمع نہ کریں گے اور نماز جائز ہوگی۔ (۷) اگر نمازی پاک جگہ میں کھڑا ہوا پھر نجس جگہ میں چلا گیا پھر پہلی جگہ آ گیا پس اگر نجس جگہ پر اتنی دیر نہیں ٹھہرا جتنی دیر میں چھوٹا رکن ادا کر سکیں (یعنی تین بار سبحان اللہ کہنا) تو اس کی نماز جائز ہوگی اور اگر رکن کی مقدار ٹھہرا تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔ (۸) اگر نجس جگہ میں کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر پاک جگہ میں چلا گیا تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی پس نئے سرے سے پاک جگہ پر نیت باندھے۔ (۹) اگر ایسے فرش پر نماز پڑھی کہ اس کے ایک طرف نجاست تھی اور اس کے دونوں پاؤں اور سجدہ (یعنی پیشانی) کی جگہ پاک ہے تو مطلقاً نماز جائز ہے خواہ وہ فرش بڑا ہو یا ایسا چھوٹا ہو کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف سے ہلتا ہو اور یہی حکم کپڑے اور بوریے کا جس پر نماز پڑھنا یا اصول یہ ہے کہ جو چیز نمازی کے بدن سے متصل ہے اس کے لئے صحت نماز کی یہ شرط ہے کہ اگر اس کا ایک سر اجس ہو اور اس کو چھوڑ کر پاک سرے سے نماز پڑھے تو ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف نہ ہلتی ہو اور اگر ہلتی ہو تو پاک سرا اوڑھ کر اور پاک سرا چھوڑ کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی اور جو چیز نمازی کے بدن سے متصل نہیں جیسا کہ فرش یا کپڑا وغیرہ کا جاننا نماز تو اس میں مطلقاً نماز جائز ہے جبکہ ان اعضا کی جگہ پاک ہو جو اس جاننا پر ٹکنتے ہیں۔ (۱۰) فرش پر اگر نجاست لگے اور یہ معلوم نہیں کہ کس جگہ لگی ہے تو اپنے دل میں غور کرے اور جس جگہ اس کے دل میں پائی کا اطمینان جینی گمان غالب ہو وہیں نماز پڑھے۔ (۱۱) اگر نجاست کی جگہ پر اپنے بدن کا کوئی حصہ مثلاً ہاتھ بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو نماز جائز نہیں اسی طرح وہ کپڑا جو نمازی کے بدن سے متصل ہے اس کا فالتو حصہ مثلاً آستین وغیرہ بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں اگرچہ وہ کپڑا موٹا ہو اس لئے کہ جو چیز نمازی کے بدن سے متصل ہے وہ بدن کے تابع ہے پس اس کا حائل ہونا معتبر نہیں ہے۔ (۱۲) اگر زمین یا فرش پر خشک نجاست ہو اور اس پر کوئی کپڑا بچھایا تو اگر وہ کپڑا اتنا باریک ہو کہ اس میں سے نجاست نظر آتی ہو یا اس کی بو آتی ہو تو اس پر نماز جائز نہیں کیونکہ یہ حائل شمار نہ ہوگا اور اگر وہ کپڑا گاڑھا ہے کہ اس میں سے نجاست نظر نہ آئے اور اگر اس کی بو ہو تو وہ بھی نہ آئے تو یہ حائل شمار ہوگا اور اس پر نماز جائز ہوگی۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نجاست اس کے قدموں، پیشانی، ہاتھوں اور گھٹنوں کے رکھنے کی جگہ پر ہو کیونکہ اس وقت اس کا قیام اور سجدہ نجاست پر ہوگا ورنہ قریب یا بعید سے بُو کا آنا نماز کا مانع نہیں ہے لیکن بلا ضرورت بکر وہ ہے۔ (۱۳) اگر جاننا کا کپڑا وغیرہ دوسرا ہو اور اس کی اوپر کی تہ پاک ہو اور نیچلی تہ ناپاک ہو اور وہ دونوں تہیں آپس میں سلی ہوئی یا ننگی ہوئی نہ ہوں اور اوپر کی تہ اتنی موٹی ہو کہ نیچے کی نجاست کا رنگ یا بومحسوس نہ ہوتا ہو تو اوپر کی تہ حائل سمجھی جائے گی اور نماز اس پر جائز ہوگی اور اگر سلا ہو یا ٹسکا ہو اور تو امام محمد کے قول پر اس پر نماز جائز ہے اس لئے کہ وہ سلتے کی وجہ سے ایک نہیں ہو جاتا اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور اس میں احتیاط ہے۔ اگر ایک ہی کپڑے کی دوہری تہ کر لے اور اوپر کی تہ پاک ہو اور نیچے کی تہ

ناپاک ہو تو اس پر نماز جائز ہے۔ اگر نجاست تر ہو اور اس پر کھڑا ڈال کر نماز پڑھی پس اگر کھڑا ایسا ہے کہ عرض میں دو کپڑے مثل نہالی (رضائی) یا گدلیہ کے بن سکیں تو امام محمدؒ کے نزدیک نماز جائز ہے اور اگر نہیں بن سکتے تو جائز نہیں۔ (۱۴۱) اگر نجس زمین پر کچھ خشک مٹی چھڑک دی تو اگر مٹی اتنی تھوڑی ہے کہ اس کو سونگھیں تو نجاست کی بوائے تو نماز جائز نہ ہوگی اور اگر اتنی بہت ہے کہ اس کو سونگھیں تو بوائے آتے تو نماز جائز ہے۔ اگر نجس زمین کو گلی مٹی (گارے) یا چونے سے لیب دیا اور خشک ہونے پر اسی پر نماز پڑھی تو جائز ہے۔ اگر نجس کپڑا بچھا دے اور اس پر مٹی بچھا کر نماز پڑھے تو جائز نہیں۔ (۱۵۱) اینٹیں اگر ایک طرف سے نجس ہوں اور ان کی دوسری جانب پر جو پاک ہے نماز پڑھے تو جائز ہے خواہ ان اینٹوں کا زمین پر فرش ہو (یعنی جڑی ہوئی ہوں) یا لونی رھی ہوں۔ (۱۶۱) اگر چکی کے پتھر یا دروازے کے تختے پر یا موٹے بچھونے پر یا کعبہ پر نماز پڑھی اور وہ اوپر سے پاک ہے اور نیچے سے نجس تو امام محمدؒ کے نزدیک نماز جائز ہوگی اسی پر فتویٰ اور اسی کو ترجیح ہے اور یہی حکم ہے نماز کے اور موٹے فرش کا جس کو موٹائی میں چیر کر دو کر سکیں اور اس لکڑی کا جو موٹائی میں چرسکے۔ (۱۷۱) اگر نجاست پر کھڑا ہو اور پاؤں میں جوتیاں یا جرابیں یا موزے پہنے ہوئے ہو تو نماز جائز نہ ہوگی (کیونکہ وہ نمازی کے بدن کے تابع ہیں اس لئے حائل نہیں ہوں گے۔ مولف) اور اگر جوتیاں نکال کر ان پر کھڑا ہو جائے اور جوتیوں کی اوپر کی جانب جہاں پاؤں رکھتا ہے پاک ہے تو نماز جائز ہے خواہ نیچے کی جانب جو زمین سے ملتی ہے پاک ہو یا ناپاک۔ (۱۸۱) اگر جانور کی پیٹھ پر نماز پڑھی اور اس کی زمین (کاٹھی) پر نجاست مثل خون یا چرکین کے قدر درہم سے زیادہ ہے تو بعض کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

مکانات کرامت کا جن جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے وہ یہ ہیں: (۱) راستہ میں۔ (۲) اونٹ گائے

(۳) جانوروں کے ذبح ہونے کی جگہ میں۔ (۴) پاخانہ میں اور اس کی چھت پر (۵) غسل خانہ میں اور اس کی چھت پر۔ (۶) حمام میں اور اس کی چھت پر۔ (۷) ان تینوں جگہوں کی چھت کا بعض لحاظ سے وہی حکم ہے جو نیچے کی جگہ کا ہے۔ (۸) کعبہ معظمہ کی چھت پر کیونکہ تعظیم و ادب کے خلاف ہے اور حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے اسی طرح مسجد کی چھت پر بھی مکروہ ہے۔ (۹) مقبرہ (قبرستان میں) لیکن اگر قبرستان میں الگ جگہ بنائی گئی ہو اور اس جگہ کوئی قبر نہ ہو اور نہ وہاں کوئی نجاست ہو اور نہ نمازی کے سامنے کوئی قبر ہو یعنی اس کا قبلہ قبر کی جانب نہ ہو تو ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ اگر قبر وائیں یا بائیں یا پیچھے ہو یا اگر سامنے ہو لیکن سترہ کی بقدر کوئی چیز نمازی اور قبر کے درمیان حائل ہو تو کچھ کرامت نہیں۔ (۱۰) نالہ بہنے کی جگہ اور نالے کی وادی میں اس لئے کہ وہاں سیلاب نجاست لاکر ڈالتا ہے۔ (۱۱) آٹا پیسنے کی چکی کے پاس یہ شاید اس لئے ہے کہ اس کی آواز خشوع قلب میں مانع ہوگی اور قلب اس کی طرف مشغول ہوگا۔ (۱۲) منزلہ رکوز ڈالنے کی جگہ میں۔ (۱۳) چھینی ہوئی زمین میں۔ (۱۴) بیگانی زمین میں مالک

کی اجازت کے بغیر بشرطیکہ وہ زمین بوئی یا جوتی ہوئی ہو۔ اگر ایک زمین کافر کی ہو اور دوسری مسلمان کی اور وہ مجبور ہے کہ ان میں سے کسی زمین پر نماز پڑھے تو مسلمان کی زمین پر جبکہ بوئی یا جوتی ہوئی نہ ہو نماز پڑھے اور اگر مسلمان کی زمین میں زراعت یا ہل چلا ہوا ہے تو نہ اس پر نماز پڑھے نہ کافر کی زمین پر بلکہ راستہ پر نماز پڑھے اس لئے کہ راستہ میں اس کو حق ہے۔ اگر زمین کا مالک زراعت والی زمین پر نماز پڑھنے سے برا نہ مانتا ہو تو اس میں نماز پڑھنے کا مضائقہ نہیں اور رضامندی یا نارضامندی میں عورت کا اعتبار ہے۔ (۱۵) جنگل میں بغیر سترہ کے جبکہ نمازی کے آگے چلنے والوں کے لئے کوئی چیز آڑ نہ ہو اور یہ خوف ہو کہ لوگ آگے سے گزریں گے۔ (سترہ کے مسائل مکروہات نماز کے بیان میں آئیں گے انشاء اللہ)۔ (گھاس، بوری، کپڑے وغیرہ کافرش و چٹائی پر نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے میں مضائقہ نہیں لیکن زمین پر اونی ہے کہ اس میں عجز و نیاز ظاہر ہوتا ہے)۔ فائدہ: بی زیاتنا احتیاطاً سفر میں اپنے ہمراہ جاننا (مصلیٰ) لئے رہنا بہتر ہے۔ (پانی کے لئے لوٹنا وغیرہ بھی ہمراہ ہونا بہتر ہے۔ مؤلف)۔

ستر عورت کا بیان

عورت کے معنی میں مرد و عورت کے جسم کا وہ حصہ جس کو چھپانا فرض ہے اور اس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے اور ستر کے معنی چھپانا ہے اور ستر عورت یعنی جو حصہ جسم چھپانا فرض ہے اس کو چھپانا جبکہ اس پر قادر ہو نماز صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے اگرچہ اس چیز سے چھپانا ہو جس کا پہننا جائز نہیں مثلاً مرد کے لئے ریشم لیکن بلا عذرا یا کرنے سے گنہگار ہوگا۔ ستر عورت فرض ہونے کا حکم عام ہے خواہ نماز میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اکیلا نماز پڑھے یا لوگوں کے سامنے۔ نماز کے علاوہ لوگوں کے سامنے بالاجماع اور تنہائی میں صحیح قول کی بنا پر ستر عورت فرض ہے لیکن بیح غرض مثلاً پیشاب پینا، واستنجا و ختنہ و علاج و جماع حلال وغیرہ کے لئے اعضائے ستر کا کھولنا جائز ہے۔ (نماز سے باہر تنہائی میں مرد یا عورت پر ستر واجب ہونے سے مراد یہ ہے کہ ناف سے لیکر گھٹنے تک چھپائے پس تنہائی میں (جبکہ بالکل اکیلی ہو) نماز کے علاوہ عورت کو بھی سارا بدن چھپانا فرض نہیں ہے۔ اور نماز کے باہر اپنے محرموں کے سامنے (مثلاً ماں باپ بھائی بہن وغیرہ کے سامنے) ناف سے لیکر گھٹنے تک اور پیٹ اور پیچھ اور ان کے متصل پہلو کا چھپانا بھی فرض ہے پس عورت کو اپنے گھر میں اکیلے یا اپنے محرم کے سامنے ننگے سر یا باریک کپڑا جس میں سے نیچے کا بدن نظر آئے سر یا وڑھ کر بیٹھنا جائز ہے اور غیر محرم کے سامنے تمام بدن چھپانا فرض ہے سوائے ان پانچ اعضا کے جن کا بیان آگے آتا ہے۔ عورت کا منہ (چہرہ) اگرچہ عورت نہیں لیکن بوجہ فتنہ غیر محرموں کے سامنے خصوصاً جوان عورتوں کو منہ کھولنا بھی منع ہے)۔ اگر کوئی شخص تنہا مکان یا کسی اندھیرے مقام میں نماز پڑھتا ہو اگرچہ وہاں کسی دوسرے شخص کے دیکھنے کا خوف نہیں اس پر بھی ستر عورت فرض ہے۔

مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ستر (عورت) ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں اس لئے اس کا چھپانا فرض نہیں اور گھٹنے ستر میں داخل ہیں اس کا چھپانا فرض ہے

اعضائے ستر عورت

آزاد عورت (یعنی جو باندی نہ ہو) کا چہرہ (منہ) اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے سوا تمام بدن ستر ہے۔ عورت کے بال جو سر پر ہیں وہ ستر ہیں اور جو ٹکے ہوئے ہیں اصح یہ ہے کہ وہ بھی ستر ہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ عورت کی کلائی بھی ستر ہے۔ ظاہر الروایت کے بموجب دونوں ہتھیلیوں کی پشت عورت ہے اور اس کا چھپانا بھی فرض ہے لیکن فتاویٰ و شروح میں ہے کہ یہ عورت نہیں ہیں اور یہی معتد ہے تاہم نماز کے لئے احتیاطاً چھپانا ہی چاہئے اور دوپٹے یا چادر وغیرہ کے اندر ہی بے غیر باہر نکلے ہوئے نماز کی نیت باندھے۔ اور دونوں پاؤں کے قدموں کے متعلق بھی اختلاف ہے اور اس میں تین اقوال ہیں اول یہ کہ مطلقاً عورت نہیں نہ نماز کے اندر نہ باہر یہی معتد ہے۔ دوم مطلقاً عورت ہے یعنی نماز کے اندر ہی اور باہر بھی۔ سوم نماز کے باہر عورت ہے اور نماز کے اندر عورت نہیں لیکن یہ آخری دونوں قول غیر معتد ہیں۔ حدیث شریف میں جو قدموں کا ڈھکنا مروی ہے اس سے افضلیت مراد ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ قیام بھی ڈھکے ہوں) راجح قول کی بنا پر عورت کی آواز ستر عورت نہیں ہے اور یہی معتد ہے لیکن فتنہ کے خوف سے اس کو آواز کا بلند کرنا حرام ہے۔ اور بعض کے نزدیک عورت کی آواز بھی ستر میں داخل ہے اور اس بنا پر ان کے نزدیک اگر عورت نماز کے اندر قرأت چہر (آواز) سے پڑھے گی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے عورتوں کو احتیاط کرنی چاہئے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو نماز کے اندر امام کے سہو پر آواز کے ساتھ سبحان اللہ کہنے سے منع فرمایا اور تصفیق یعنی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر مارنے کی اجازت دی ہے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام التبیہ للرجال والتصفیق للنساء۔ نیز عورتوں کے لئے حج میں آواز کے ساتھ تلبیہ (لبیک) پڑھنا اور اذان دینا اور ہر وہ امر جو مردوں کو اس کی طرف شہوت کا محرک ہو جیسے نغمہ وغیرہ منع ہے البتہ ضرورت شدیدہ پر مردوں سے کلام کرنا جائز ہے۔ باندی کا ستر وہی ہے جو مرد کا ہے نیز اس کا پیٹ اور پیٹھی بھی ستر ہے اور پہلو پیٹ اور پیٹھ کے تابع ہے یعنی جس قدر پہلو پیٹ سے بلا ہوا ہے وہ پیٹ کے حکم میں ہے اور جس قدر پیٹھ سے بلا ہوا ہے وہ پیٹھ کے حکم میں ہے اس کا سارا پیٹ اور پیٹھ کا وہ حصہ جو پیٹ کے مقابل ہے اور دونوں پہلو اور ناف سے گھٹنے تک عورت ہے اور سینے سے ناف تک پیٹ ہے اور باندی کا سینہ اور چھاتی اور سینے کے مقابل پیٹھ کا حصہ ستر نہیں ہے اور نماز میں اس حصے کے گھٹے رہنے سے نماز جائز ہے اور اس حکم میں سب طرح کی باندیاں شامل ہیں۔ ختنی مشکل اگر غلام ہے تو اس کا ستر وہی ہے جو باندی کا ہے اور اگر آزاد ہے تو اس کا ستر آزاد عورت کی مانند ہے اگر اس نے صرف ناف سے گھٹنوں تک ڈھکا تو بعض کا قول یہ ہے کہ نماز کا اعادہ لازم ہے اور بعضوں کے نزدیک اعادہ لازم نہیں۔ لڑکھالی لڑکی جب تک بہت چھوٹے ہیں یعنی چار برس کی عمر تک ان کا تمام بدن عورت نہیں ہے یعنی چھپانا ضروری نہیں ہے اور اس کا چھوٹا اور دیکھنا مباح ہے اس کے بعد دس برس کی عمر تک بول و براز کا مقام اور ان کے گرد نواح کا حصہ عورت غلیظہ اور چھپانے کے قابل ہو جاتا ہے دس برس کے بعد ستر چھپانے میں جوان کی مانند ہے اور پندرہ برس کا لڑکا عورتوں میں جانے سے منع کیا جائے اور اگر پندرہ برس سے پہلے علامات سے اس کا بالغ ہونا

ثابت ہو جائے تو اسی وقت سے عورتوں میں جانا منع ہوگا۔ مسئلہ جو عضو کہ بدن میں ملا ہوا ستر عورت ہے وہ بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی ستر ہے اور اس کا دیکھنا درست نہیں۔ مسئلہ امرود (بے ریش لڑکے) کے چہرے کی طرف دیکھنا جبکہ شہوت کا شک اور تردد ہو حرام اور منع ہے اور بغیر شہوت کے نظر کرنا باسح ہے اگرچہ وہ امرود خوبصورت ہو (ان مسائل کی مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی)۔

اعضائے ستر عورت کی وضاحت

مرد میں اعضائے ستر عورت آٹھ ہیں۔ (۱) ذکر مع اپنے ارد گرد کے یعنی اپنے سب اجزا حشفہ قصبہ قلف سمیت۔ (۲) اٹھین

(خبیثے) مع اپنے ارد گرد کے یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں۔ (۳ و ۴) ہر ایک سرین علیحدہ علیحدہ عضو ہے۔ (۵) دُبر مع اپنے ارد گرد کے یہ سرین سے الگ ایک عضو ہے یہی صحیح ہے۔ (۶ و ۷) ہر ایک ران (چڈھے کی جڑ سے) گھٹنے تک الگ الگ ایک ایک عضو ہے گھٹنا اس میں شامل ہے یہاں تک کہ اگر نماز پڑھی اور گھٹنے کھلے تھے اور ران ڈھکی ہوئی تو نماز جائز ہو جائے گی کیونکہ یہ دونوں مل کر بھی ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچتے۔ (۸) ناف کے نیچے سے عانہ کی اٹھی ہوئی ہڈی تک (یعنی عضو تناسل کی جڑ تک) بمعہ اس حصے کے جو اس کے مخاڑ میں پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلوؤں سے اس کے ساتھ ملا ہوا ہے یہ سب مل کر ایک عضو ہے اور اس کی چوتھائی کھل جائے گی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

باندی کے لئے اعضائے عورت (ستر) نو ہیں۔ (۱) دونوں رانیں (چڈھے کی جڑ سے) گھٹنے تک، گھٹنے بھی انہی میں شامل ہیں۔ (۲ و ۳) دونوں سرین۔ (۴) فرج (قبل) بمعہ اپنے ارد گرد کے۔ (۵) دُبر بمعہ اپنے ارد گرد کے۔ (۶) پیٹ یعنی سینے کے نیچے سے ناف کے نیچے کے کنارے تک یعنی ناف بھی پیٹ میں شامل ہے۔ (۷) پیٹھ کا وہ حصہ جو پیٹ کے مقابل ہے (۸) ناف کے نیچے سے پیٹ اور اس کے متصل جو جگہ عانہ کی اٹھی ہڈی تک ہے اور اس کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عضو ہے۔ ایک روایت کے مطابق باندی کا سینہ اور دونوں چھاتیاں الگ الگ عورت ہیں اور ایک قول کی بنا پر اس کے دونوں پہلو الگ الگ مستقل عورت ہیں اس طرح باندی کے کل اعضائے ستر چودہ ہو جاتے ہیں۔

آزاد عورتوں کے لئے پانچ عضو (منہ، چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں) کے علاوہ سارے بدن (ستر) ہے اور وہ تیس اعضا ہیں (۱) سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شردت گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی عادتہ چینی جگہ پر بال جھتے ہیں۔ (۲) بال کانوں سے نیچے جو لٹکے ہوئے ہوں یہی صحیح ہے اور یہ انگ عضو ہے (جو بال سر پر ہیں وہ تو بالاتفاق ستر ہیں ہی اور وہ سر کے ساتھ شامل ہیں)۔ (۳ و ۴) دونوں کان علیحدہ علیحدہ عضو ہیں۔ (۵) گردن۔ اس میں گلا بھی داخل ہے۔ (۶ و ۷) دونوں کندھے۔ (۸ و ۹) دونوں بازوؤں میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔ (۱۰) دونوں کلائیوں یعنی کہنی کے بعد سے گتوں (پہنچوں) کے نیچے تک۔ (۱۱) سینہ یعنی گلے کے جوڑے سے دونوں پستان کے نیچے کی حد تک (۱۲ و ۱۳) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں۔ اگر بالکل نہ اٹھی ہوں یا خفیف ابھری ہوں کہ سینے سے جدا

عضو کی ہیئت نہ پیدا ہوئی ہو تو سینہ کے تابع ہیں جدا عضو نہیں، دونوں چھاتیوں کے درمیان کی جگہ ہر صورت میں سینے میں داخل ہے جدا عضو نہیں ہے۔ (۱۵) پیٹ یعنی سینہ کی حد ندرت سے ناف کے نیچے کے کنارے تک پس ناف بھی پیٹ میں شمار ہے۔ (۱۶) پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینے کے مقابل سے کمر تک۔ (۱۷) دونوں شانوں (کنڈھوں) کے بیچ میں جو جگہ ہے بغل کے نیچے سے سینہ کے نیچے کی حد تک۔ دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینے میں اور کچھلا حصہ شانوں یا پیٹھ میں شامل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کمر تک جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ پیٹھ میں اور کچھلا حصہ پیٹھ میں شامل ہے۔ (۱۸) ناف کے نیچے پیٹھ اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عضو ہے۔ (۱۹) فرج (قبل) بعد اپنے ارد گرد کے۔ (۲۰) دُبر بعد اپنے ارد گرد کے (۲۱ و ۲۲) دونوں سرین (۲۳ و ۲۴) دونوں رانیں (چڈھے سے گھٹنے تک) گھٹنے بھی انہی میں شامل ہیں۔ (۲۵ و ۲۶) دونوں پنڈلیاں (شمنوں سمیت) (۲۷ و ۲۸) دونوں مٹھیلیوں کی پشت۔ (۲۹ و ۳۰) دونوں پاؤں کے تلوے (دونوں ہاتھوں کی پشت اور دونوں پاؤں کے تلووں کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ عورت (ستر) ہیں اور بعض کے نزدیک ستر نہیں عورت کا چہرہ اگرچہ ستر (عورت) نہیں ہے لیکن بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے اسی طرح نماز میں بھی عورت کو منہ چھپانا فرض نہیں لیکن غیر مردوں کے سامنے مثلاً سفر وغیرہ میں منہ ڈھانپ کر نماز پڑھے خصوصاً جوان عورتوں کو اس کی زیادہ پابندی ضروری ہے اور غیر محرم کو بھی اس کی طرف نظر کرنا جائز نہیں اور چھوٹا تو اور زیادہ منع ہے۔

متعلقہ مسائل (۱) اگر آزاد جوان عورت نے ایسا لباس پایا جو اس کے بدن کو چوتھائی سر کے ساتھ ڈھک سکتا ہے تو بدن اور چوتھائی سر دونوں کا ڈھکنا فرض ہے پس اگر وہ اپنے سر کو ڈھکنا چھوڑ دے گی تو وہ نماز کو لوٹائے اور اگر چوتھائی سر سے کم ڈھکتا ہو تو اس کو ڈھکنا واجب نہیں بلکہ افضل و مستحب ہے۔ اگر بلوغ کے قریب لڑکی نماز میں چوتھائی سر ڈھکنے کی سنت میں سر ڈھکنا چھوڑ دے گی تو اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ جو لڑکی بلوغ کے قریب ہے وہ اگر تنگی یا بغیر عضو کے نماز پڑھے تو اعادہ کا حکم کیا جائے اور بغیر اوڑھنی کے پڑھے تو استحساناً اس کی نماز پوری ہو جائے گی لیکن احسن یہ ہے کہ وہ اوڑھنی کے ساتھ پڑھے۔ (۲) نماز میں اپنا ستر دوسرے شخصوں سے چھپانا بالاجماع فرض ہے اور اپنے آپ سے چھپانا عامہ مشائخ کے نزدیک فرض نہیں۔ پس اگر قمیص پہن کر بغیر ازار (تہ بند یا پاجامہ) کے نماز پڑھے اور قمیص ایسی ہو کہ اگر اس کے گریبان میں سے دیکھے تو ستر نظر آئے تو عامہ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی یہی صحیح ہے (لیکن قصداً اس میں سے اپنے ستر کی طرف نظر کرنا مکروہ تخریمی ہے)۔ (۳) اگر اندھیرے گھر میں نہنگا ہو کر نماز پڑھے اور اس کے پاس کپڑا موجود ہے تو بالاجماع نماز جائز نہ ہوگی۔ (۴) باریک کپڑا جس میں سے بدن نظر آتا ہو ستر دھانپنے کے لئے کافی نہیں اور اسے پہن کر نماز جائز نہیں جبکہ وہ ان اعضاء پر پہنے جن کا چھپانا فرض ہے اور اگر ان اعضاء کے علاوہ باقی حصہ جسم پر ہو یا ستر والے اعضاء کو ایسے لباس سے ڈھانپ لے جس میں بدن نظر نہ آئے اور اوپر سے نہیائش کے لئے باریک کپڑا پہنے تو مضافاً نہیں

(فائدہ) اس زمانے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ تہبند یا پا جامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ ناف سے نیچے پٹرو کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے اگر وہ گرتے وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ جلد کی رنگت نظر نہ آئے تو مضائقہ نہیں اور اگر جلد کی رنگت نظر آئے جیسا کہ بعض لوگ باریک نعل وغیرہ کا کرتے پہنتے ہیں تو اس میں سے وہ حصہ نظر آتا ہے تو یہ حرام ہے اور نماز میں اگر وہ حصہ چوتھائی عضو کی مقدار کھلا رہا یا باریک کپڑے میں سے نظر آتا رہا تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر چادر یا دوپٹہ میں سے عورتوں کے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی۔ بعض عورتیں باریک ساڑھیاں اور آدمی باریک تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ اس میں سے رانیں نظر آتی ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی اور ایسا کپڑا جس سے ستر نہ ڈھک سکے نماز کے علاوہ بھی حرام ہے۔ بعض لوگ ایسے بیباک ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ رانیں تک کھولے رہتے ہیں یہ حرام ہے اور اگر اس کی عادت ہے تو وہ فاسق ہے۔ (۵) موٹا کپڑا جس سے بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو مگر بدن سے ایسا چمکا ہوا ہو کہ دیکھنے سے اعضائے بدن کی ہیئت معلوم ہوتی ہو ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر اس عضو کی ہیئت کی طرف جو ستر میں داخل ہے دوسروں کو نظر کرنا جائز نہیں اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا منع ہے خصوصاً عورتوں کے لئے بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ (۶) دوسرے لوگوں کے ستر ڈھکنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے چاروں طرف سے ڈھکنا ضروری ہے نہ کہ نیچے کی طرف سے پس اگر کوئی شخص صرف قمیص گھٹنے سے نیچے تک پہنے ہوئے ہو اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ پہنے اور کسی کو سجدہ میں اس کا ستر معلوم نہ ہوتا ہو لیکن اگر کوئی شخص اس کے نیچے سے دیکھے تو ستر نظر آئے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اسی طرح تہبند کا حال ہے کہ اس کے نیچے سے ستر کا نظر آنا نماز کا مانع نہیں ہے جبکہ چاروں طرف ستر صحیح ہو۔ (اور کسی کو اس طرح نیچے سے دوسرے کا ستر دیکھنا منع و حرام ہے) (۷) باندی نے بغیر اوڑھنی کے نماز شروع کی اور نماز کے اندر آزاد ہو گئی تو اگر قدرت کے باوجود اسی وقت اوڑھنی نہ اوڑھ لی یا اپنا اور بدن جو آزاد عورت کو ڈھانپنا چاہئے نہ ڈھانپا تو نماز فاسد ہوگی خواہ اس کو اپنے آزاد ہونے کا علم ہو یا نہ ہو اور اگر عمل قلیل سے ادائے رکن سے پہلے اوڑھ لی یا دیگر بدن ڈھانپ لیا تو نماز جائز ہوگی اور عمل قلیل یہ ہے کہ اس کو ایک ہاتھ سے اوڑھ لے اور اگر اس کے پاس ایسی چیز نہیں جس سے ستر چھپا سکے تو نماز باطل نہ ہوگی۔

(۱) نماز میں تھوڑا سا ستر کھل جانا معاف ہے اس لئے کہ اس میں جرح ہر نماز میں ستر کھل جانے کے مسائل اور بہت کھل جانا جرح میں شمار نہیں ہوتا اس لئے معاف نہیں ہیں وہ

نماز کا مفسد ہوگا۔ (۲) چوتھائی اور اس سے زیادہ بہت میں داخل ہے اور چوتھائی سے کم تھوڑے میں ہے یہی صحیح ہے اور چوتھائی یا زیادہ ستر کا کھلنا نماز کے اندر اس وقت مفسد ہے جبکہ ایک رکن یعنی تین بازو سجان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہا پس جن اعضا کا ڈھانپنا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو نماز کے اندر چوتھائی کھل گیا اور اس نے فوراً یعنی رکن کی مقدار سے پہلے پہلے ڈھانپ لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر ایک رکن کی مقدار کھلا رہا تو نماز فاسد ہوگی یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بلا ارادہ کھل گیا اور اگر اپنے ارادہ یا اپنے فعل سے کھولا تو اگرچہ فوراً رکن کی مقدار سے پہلے ڈھانپ لیا تب بھی

نماز جاتی رہی کیونکہ قصد کھولنے میں رکن کی مقدار کی رعایت نہیں بلکہ فوراً ہی نماز جاتی رہتی ہے۔ اور اگر نماز شروع کرتے وقت ستر کے عضو کی چوتھائی کھلی ہے یعنی اسی حالت پر تکبیر تحریمہ کہی تو نماز شروع ہی نہیں ہوتی اگرچہ رکن کی مقدار سے کم وقت گزرے چوتھائی سے کم کھلا ہوا ہو تو خواہ کتنی دیر گزر جائے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۳) اس سے یہ ہے کہ ستر خواہ غلیظ ہو یا خفیف اس کا حساب چوتھائی سے ہی کیا جاتا ہے غلیظ اور خفیف تو صرف حرمت نظر کے اعتبار سے ہے کہ غلیظ کی طرف دیکھنا بہ نسبت خفیف کے زیادہ سخت حرام ہے لیکن نماز کے حق میں دونوں کا حکم برابر ہے۔ مرد اور عورت میں پیشاب اور پاخانہ کا مقام اور جگہ ان دونوں کے آس پاس ہے ستر غلیظ ہے اور اس کے علاوہ سب ستر خفیف ہے۔ گھٹنا بہ نسبت ران کے خفیف ستر ہے پس اگر کسی کو گھٹنا کھلا ہو اونیسے نوزمی کے ساتھ منع کرے اگر باز نہ آئے تو اس سے جھگڑا نہ کرے لیکن اگر کوئی ران کھولے ہوئے ہو تو سختی سے منع کرے اور اگر باز نہ آئے تو اس کو بارے نہیں اور اگر عورت غلیظ کھولے ہوئے ہو تو جو بارے پر قادر ہو مثلاً باپ یا حاکم تو وہ اس کو بارے۔ (۴) چوتھائی سے مراد اعضائے ستر میں ستر عضو کی اپنی چوتھائی مراد ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ صرف ایک عضو میں کشادگی (کھلا ہونا) ہو پس اگر ایک عضو میں چوتھائی سے کم کھل جائے تو معاف ہے لیکن اگر ایک عضو میں کئی کئی جگہ تنہا تنہا کھلا ہو تو جمع کریں گے اگر وہ مل کر اسی عضو کی چوتھائی سے کم ہوگا تو معاف ہے اور نماز ہو جائے گی اور چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو گیا تو اب نماز نہ ہوگی۔ اگر دو یا زیادہ اعضا میں کھلے تو اس کو بھی جمع کریں گے لیکن اس کا حساب ان میں سے سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی سے کیا جائے گا پس اگر وہ سب مل کر ان کھلے اعضا میں سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی ہو جائے تو نماز جائز نہ ہوگی (۵) اگر ایک عضو میں کسی جگہ سے کھلا ہو تو اجزا یعنی کسری حصوں مثلاً پانچواں، چھٹا، آٹھواں حصہ وغیرہ کے حساب سے جمع کیا جائے گا مثلاً اگر ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی آٹھواں حصہ کھلی ہے تو دونوں کو جمع کرنے سے چوتھا حصہ ہوگی پس یہ نماز کی مانع ہوگی اور اگر جمع کرنے سے اس عضو کا چہارم نہ ہوگا تو نماز کا مانع نہ ہوگا۔ اگر کھلا ہو ستر عورت ایک عضو میں متفرق جگہ نہیں بلکہ چند اعضا میں ہے تو کسری حصوں کا حساب یعنی چھٹا حصہ یا آٹھواں یا نواں حصہ وغیرہ معتبر نہیں بلکہ پیمائش سے جمع کیا جائے گا پس اگر جمع کی ہوئی پیمائش کھلے اعضا میں سے چھوٹے عضو کی چوتھائی کو پہنچ جائے گی تو نماز کی مانع ہوگی ورنہ نہیں مثلاً کان کا نواں حصہ اور ران کا نواں حصہ کھل جائے تو نماز نہ ہوگی اس لئے کہ جو کچھ کھلا ہے وہ اگرچہ کسری حصوں کے حساب سے چوتھائی سے کم ہے لیکن پیمائش کے اعتبار سے کان کی چوتھائی کے برابر ہے۔ مثال: ہاں کھلے ہوئے اعضا میں سب سے چھوٹا ہے۔

اور کھلے اعضا میں سے چھوٹے عضو سے حساب کیا جائے گا۔

برہنہ نماز پڑھنے کے مسائل | ادا جس کو پاک یا پید کپڑا نہ ملے وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرے یہی افضل ہے۔ بیٹھنے کی ہیئت کے متعلق دو قول ہیں اول یہ کہ سنگا مرد ہو یا عورت جس طرح نماز میں التجیات میں بیٹھتا ہے اسی طرح بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے

اور قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے سے بھی بچے گا اس لئے بعض کے نزدیک اس کو ترجیح ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا کر بیٹھے اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں کے بیچ میں رکھے یعنی دونوں ہاتھ عورت غلیظہ پر رکھ لے بعض نے اس کو ترجیح دی ہے۔ اگر بہت سے ننگے لوگ ہوں تو درود اور علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں اور اگر جماعت سے پڑھیں تو امام بیچ میں ہو۔ اگر ننگا معذور آدمی کھڑا ہو کر رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھے یا بیٹھ کر رکوع یا سجود کے ساتھ یا کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھے تب بھی جائز ہے۔ رات ہو یا دن جنگل ہو یا گھر سب کا یہی حکم ہے یہی صحیح ہے۔ (۲) کپڑا ملنے سے مراد اس پر قادر ہونا ہے پس اگر کسی نے کپڑا اس کے لئے مباح کر دیا خواہ عاریتہ ہی ہو تو واضح یہ ہے کہ اس کا استعمال اس پر واجب ہے اور اس کی نماز ننگے کی جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی دوسرا شخص ایسا ہو جس کے پاس کپڑا ہے اور اس کو گمان غالب ہے کہ وہ مانگنے سے دیدے گا تو اس پر اس سے مانگنا واجب ہے پھر اگر وہ نہ دے تو ننگا نہ پڑھے۔ (۴) اگر کوئی شخص اس سے وعدہ کرے یا اسے کپڑا ملنے کی امید ہو تو نماز میں اس وقت تک تاخیر کرے جب تک کہ وقت جلتے رہنے کا خوف نہ ہو اور جب دیکھے کہ وقت جاتا رہے گا تو برہنہ ہی پڑھے جیسا کہ اگر غسل یا وضو کے لئے پانی نہ ملے مگر ملنے کی امید ہو یا پاک جگہ نہ ملے مگر ملنے کی امید ہو مثلاً نجس مکان میں قید ہو اور وہاں سے نکلنے کی امید قوی ہو تو ان صورتوں میں بھی اتنی تاخیر کرے کہ وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو لیکن یہ تاخیر مستحب ہے پس اگر بغیر انتظار کے اسی نجس کپڑے یا نجس جگہ میں نماز پڑھ لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں۔ (۵) اگر ننگا نماز پڑھنے والے کو نماز کے درمیان میں کپڑا مل جائے تو نئے سرے سے نماز پڑھے (۶) اگر کپڑا مول ملتا ہے اور اس کے پاس دام حاجتِ اہلیہ سے زائد ہوں تو اگر اسکی مثل قیمت (بازار بھاؤ) یعنی اتنے دام مانگتا ہو جو اندازہ کرنے والوں کے اندازے سے باہر نہ ہوں تو خریدنا واجب ہے اور اگر بازار بھاؤ سے بہت زیادہ قیمت مانگے تو اس کا خریدنا واجب نہیں اسی طرح اگر مالک ادھار دینے پر راضی ہو تب بھی خریدنا واجب ہونا چاہئے۔ (۷) اگر ننگے کو کوئی بوری یا بچھوٹا ملے تو اس سے ستر ڈھانک کے نماز پڑھے ننگا نہ پڑھے اور جب گھاس سے ستر ڈھک سکتا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ (۸) ننگا آدمی اگر کسی پاک کپڑے یا گیلی مٹی پر قادر ہو جو پوری نماز تک بدن پر قائم رہے تو اس کو اپنے ستر پر لگالے اگر جانتا ہو کہ وہ ٹھہری رہے گی تو اس کے بغیر نماز جائز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر پتے پٹینے پر یا گدلا پانی پر جس میں ستر نظر نہ آئے قادر ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ صاف پانی میں بیٹھ کر ننگا آدمی نماز نہ پڑھے جبکہ دوسری چیز ستر چھپانے والی مل سکتی ہو یا اس پانی کو مٹی ڈال کر گدلا کر سکتا ہو تو گدلا کر لے اگر ستر چھپانے کے لئے کوئی چیز نہ ملی اور پانی کو مٹی سے گدلا بھی نہیں کر سکتا تو اسی صاف پانی میں نماز پڑھنا بوجہ تھوڑا کھلنے کے واجب ہے۔ (۹) اگر مرد کو ریشمی کپڑے کے سوا اور کوئی چیز ستر چھپانے کو نہ ملے تو اس پر اسی کپڑے سے نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کو ننگا نماز پڑھنا جائز نہیں۔ بلا عذر ریشمی کپڑا اپنا مردوں کو حرام ہے اور بلا عذر ریشمی کپڑے میں نماز پڑھنا مردوں کو مکروہ تحریمی ہے۔ عورتوں کو ہر حال میں ریشمی کپڑا اپنا جائز ہے اور اس میں ان کی نماز بھی ہر حال میں جائز ہے (۱۰) اگر عورت کھڑی ہو کر نماز پڑھتی ہے تو اتنا عضو ستر کھلتا ہے جس سے نماز جائز نہیں اور بیٹھ کر پڑھتی ہے تو کچھ نہیں کھلتا تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر سجدہ کے وقت عورت کا چوتھائی عضو ستر

ننگے کی نماز جائز نہیں ہے۔

کھلتا ہے تو سجدہ چھوڑ دے۔ (۱۱) اگر کسی ننگے شخص کو صرف اس قدر کپڑے لے کہ جس سے تنہا ستر ڈھک سکے تو اس کا استعمال بالاتفاق واجب ہے پس وہ پیشاب و پاخانہ کا مقام ڈھک لے اور اگر صرف اس قدر مل سکتا ہے جس سے صرف ایک طرف ڈھک سکتا ہے تو بعضوں نے کہا ہے کہ دُبر کو ڈھکے اس لئے کہ حالت رکوع و سجد میں اس کے کھلنے میں زیادہ فحش ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ آگاہی اس لئے کہ وہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے اور کوئی عضو اس کی آڑ نہیں جیسے سرین مقعد کی آڑ ہے اور یہ اختلاف اولی ہونے میں ہے پہلے قول کی بنا پر یہ معلوم ہوا کہ اگر ننگا آدمی بیٹھ کر بغیر رکوع و سجد کے اشارہ سے نماز پڑھے تو آگے کا چھپانا متعین ہوگا اور یہ اس وقت ہے جبکہ چوڑی مار کر بیٹھے۔ لیکن اگر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر یا تشہد کی طرح بیٹھے تو اس قلیل کپڑے سے دُبر کا چھپانا متعین ہوگا اس لئے کہ وہ ذکر و نسیوں کو دونوں رانوں کے نیچے کر سکتا ہے لیکن دُبر اشارہ کے وقت کھل جائے گی۔ اگر کپڑا زیادہ ہو تو قبل دُبر کے بعد ران کو پھرنانو کو چھپا دے اور عورت ران کے بعد اپنے پیٹ اور بیٹھ کو پھرنانو کو چھپائے پھر باقی بدن برابر ہے۔ البتہ (دونوں سرین) اور عانہ پیشاب و پخا نہ کے مقام کے ساتھ ہیں اس لئے ران سے پہلے ان کا چھپانا ہے۔ اگر ننگے کو صرف اس قدر کپڑے لے کہ جس سے اعضائے ستر میں سے جو سب سے چھوٹا عضو ہے اس کو ڈھک سکے تو اسی کا ڈھکنا فرض ہے اگر اس کو نہ ڈھکا تو نماز فاسد ہوگی۔

ساتر نجس کے متعلق مسائل | (۱۱) اگر ننگے نے ستر چھپانے کے لئے ایسی چیز پائی جو اصلًا ناپاک ہے جیسے مردار کی کھال جس کی دباغت نہیں ہوئی اور اس کے سوا کوئی چیز ستر ڈھکنے والی نہیں ہوتی تو یہ شخص بالاتفاق

نماز میں اس اصلی ناپاک سے ستر عورت نہ کرے بلکہ ننگا نماز پڑھے اور نماز کے علاوہ اس کھال سے ستر کو چھپائے اور اگر وہ چیز امسلی ناپاک نہیں بلکہ خارجی نجاست لگنے سے ناپاک ہوئی ہے جیسے کپڑے پر پیشاب یا پاخانہ یا خون وغیرہ لگ جائے تو اگر وہ کل ناپاک ہے یا اس میں چوتھائی سے کم پاک ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس کپڑے سے کھڑے ہو کر رکوع و سجد سے نماز پڑھے اور اور یہی مستحب و افضل ہے یا ننگا نماز پڑھے اور ننگا نماز چاروں طریقوں میں سے کسی طریقہ پر پڑھے جو بیان ہو چکے ہیں یہ جائز ہے لیکن افضل نہیں۔ اور اگر اس کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اسی میں نماز پڑھنا ضروری و واجب ہے۔ اس لئے کہ یہاں چوتھائی حصہ کل کی برابر ہے جیسا کہ چوتھائی عضو کا کھلنا کل کی برابر ہو کر نماز کا نافع ہوتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایسی چیز نہ پائے جو نجاست کو دور کر دے یا اس کو کم کر دے۔ پس اگر نجاست دور کرنے والی یا کم کرنے والی چیز پائے تو اس سے نجاست دور کرنا یا کم کرنا واجب ہے۔ یہ پابندی اس وقت ہے جبکہ نجاست کسی طرح درہم سے کم ہو سکتی ہو یا چوتھائی سے کم ہو سکتی ہو اور اگر وہ نجاست درہم سے زیادہ اور چوتھائی سے کم ہو اور صرف اتنی کم کر سکتا ہے کہ پھر بھی وہ درہم سے زیادہ باقی رہ جائے گی تو اب اس کو کم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ درہم سے زیادہ اور چوتھائی سے کم نجس ہو تو حکم میں برابر ہے خواہ کتنا ہی ہو اور یہی حکم مکلف مسافر کے لئے ہے جبکہ نجاست دور کرنے یا کم کرنے والی چیز نہ پائے خواہ ایک میل دور ہونے کی وجہ سے یا پیاس کے خوف کی وجہ سے خواہ وہ خوف اپنی جان پر ہو یا جس کی ذمہ داری اس پر ہے اور خواہ خوف پیاس اسی وقت ہو

یا آگے کے لئے ہو اسی طرح خوف دشمن یا قیمت کا موجود نہ ہونا وغیرہ عذرات ہیں جن کا بیان تم میں ہو چکا ہے پس ایسی حالت میں مسافر کے لئے بھی اگر کپڑا چوتھائی سے کم پاک ہے تو اختیار ہے خواہ اس کپڑے میں کپڑے ہو کر رکوع و سجدے سے نماز پڑھے اور یہ افضل ہے اور خواہ ننگا پڑھے یہ جائز ہے مگر افضل نہیں اور اگر چوتھائی حصہ پاک ہے تو اس میں نماز پڑھنا واجب ہے ان صورتوں میں اگر نماز پڑھنے کے بعد اسے نجاست کو زائل یا کم کرنے والی چیز ملے اور وقت بھی باقی ہو تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے (۲) اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں اور ان میں سے ہر ایک قدر درہم سے زیادہ نجاست غلیظہ سے نجس ہے تو اگر ان میں کوئی کپڑا چوتھائی کی مقدار نجس نہیں تو اختیار ہے جس سے چاہے نماز پڑھے کیونکہ نماز کے مانع ہونے میں دونوں برابر ہیں اور قدر درہم سے زیادہ اور چوتھائی سے کم کے درمیان کا ایک ہی حکم ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ جس میں کم نجاست ہو اس سے نماز پڑھے اور اگر ایک میں بقدر چوتھائی کپڑے کے نجاست لگی ہو اور دوسرے میں چوتھائی سے کم ہو تو جس میں نجاست کم ہو اس سے نماز پڑھے اور اس کے برخلاف جائز نہیں۔ اور اگر ہر ایک میں نجاست بقدر چوتھائی کے ہو یا ایک میں زیادہ ہو لیکن بقدر تین چوتھائی (۳) کے نہ ہو اور دوسرے میں بقدر چوتھائی کے ہو تو جس میں چاہے نماز پڑھے کیونکہ فقہاء کے نزدیک پل سے پل تک کا ایک ہی حکم ہے اور افضل یہ ہے کہ جس میں نجاست کم ہو اس میں نماز پڑھے۔ اور اگر ایک کا چوتھائی پاک ہو اور دوسرا چوتھائی سے کم پاک ہو یا کل ناپاک ہو تو جس کا چوتھائی پاک ہے اس میں نماز پڑھے اس کے برخلاف جائز نہیں۔ (۴) اگر ایک کپڑے کے ایک جاہ خون وغیرہ کوئی نجاست لگی ہو اور وہ اس قدر پاک ہو کہ اس سے تہ بند باندھ سکتے ہیں تو اگر نہ باندھے گا تو نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ وہ پاک کپڑے سے اپنا ستر ڈھانکنے پر قادر ہے اور اس میں فرق نہیں کیا گیا کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف ہلتی ہو یا نہ ہلتی ہو۔ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو اور وہ دونوں برابر ہوں تو جسے چاہے اختیار کر لے اور اگر مختلف ہوں تو ان میں سے آسان کو اختیار کرے (اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر زخمی آدمی سجدہ کرتا ہے تو زخم سے خون وغیرہ بہتا ہے اور اگر سجدہ نہیں کرتا تو نہیں بہتا تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اس واسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہے بے وضو ہو کر نماز پڑھنے سے اور جبکہ ترک سجدہ حالت اختیار میں بھی کر سکتا ہے جیسے سواری پر نفل نماز اشاروں سے درست ہے تو حالت عذر میں ترک سجدہ کا مضائقہ نہیں) (۵) اگر ننگے آدمی کے پاس ریشمی کپڑا ہو جو پاک ہے اور ٹاٹ کا کپڑا بھی ہو جس میں نجاست قدر درہم سے زیادہ لگی ہو تو ریشمی کپڑے میں نماز پڑھے۔ (۶) اگر کسی کے سب کپڑے نجس ہوں اور پاک پانی بھی موجود ہے تو دھو کر گیلے کپڑوں سے نماز پڑھے اور نماز قصا نہ کرے کیونکہ گیلے کپڑے سے نماز جائز ہے۔ (۷) اگر ستر کا کپڑا یا اس کے پاک کرنے والی چیز سے عاجز ہونا بندوں کے فعل سے ہو تو برہنہ یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھے اور پھر عذر جاتے رہنے اور پاک کپڑا ملنے یا پاک کرنے والی چیز ملنے پر اعادہ کرنا لازمی ہے مثلاً کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازموں نے اس کے کپڑے اتار لئے ہوں یا کسی دشمن نے اس کے کپڑے اتار لئے ہوں یا دشمن کہتا ہو کہ اگر تو کپڑے پہنے گا تو تجھے مار ڈالوں گا وغیرہ ان صورتوں میں جب معذوری جاتی رہے تو نماز کا اعادہ کرنا لازمی ہے اور اگر معذوری بندوں کے فعل سے لاحق نہ ہو بلکہ قدرتی ہو

تو اس عذر کے ساتھ نماز پڑھے اور اس نماز کا اعادہ لازمی نہیں جیسے عاقل بالغ مسافر اس چیز کو نہ پائے جس سے نجاست کو دور کر دے یا کم کر والے خواہ پانی وغیرہ کے ایک میل دور ہونے کی وجہ سے ہو یا پیاس کے خوف کی وجہ سے، تو نجاست کے ساتھ یا ننگا نماز پڑھے اور اس پر نماز کا اعادہ لازمی نہیں ہے۔

نماز کے لئے مستحب لباس وغیرہ | مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑے پہن کر نماز پڑھے (۱) ازار (تہمد یا پاجامہ وغیرہ) (۲) قمیص (کرتا)۔ (۳) عمامہ۔ اگر ایک کپڑے میں بدت ڈھک کر نماز پڑھے تو بلا کراہت

جائز ہے۔ عورت کے واسطے بھی مستحب یہ ہے کہ تین کپڑے پہن کر نماز پڑھے (۱) ازار (تہمد یا پاجامہ وغیرہ) (۲) قمیص (۳) اور ہنی (دوپٹہ)۔ اگر عورت دو کپڑوں یعنی تہمد یا پاجامہ اور اور ہنی میں نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی اور ایک کپڑے میں بھی جبکہ اس سے اس کا تمام ستر ڈھک جائے گا نماز جائز ہوگی۔ اگر دو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھیں اور ہر شخص اس کے ایک کنارے سے ستر ڈھک لے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص کپڑے کے ایک کنارے سے اپنا ستر ڈھک لے اور دوسرا کنارہ کسی سوتے ہوئے پردال دے تو جائز ہے۔ اگر کسی کے پاس ایک کپڑا ہو کہ چاہے اس سے جسم کو چھپالے یا اس کو بچھا کر نماز پڑھے اور نماز کے لئے اس کو پاک جگہ میسر نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کپڑے سے اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی نجس جگہ میں پڑھے۔

قبلہ کی طرف مُتھ کرنے کا بیان

(۱) قبلہ کی طرف مُتھ کرنے کو استقبالِ قبلہ کہتے ہیں۔ نماز کی صحت کے لئے شرط ہے کہ نماز پڑھنے والے کا مُتھ قبلہ کی طرف ہو جبکہ وہ اس پر قیاد ہو۔ مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہے یہ ایک مکان ہے جو ملکِ عرب کے شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ خانہ کعبہ کو کعبۃ اللہ بیت اللہ اور بیت الاحرام بھی کہتے ہیں۔ نماز فرض اور نفل اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ یعنی ہر نماز کے لئے قبلہ کی طرف مُتھ کرنا ضروری ہے اور قبلہ کی طرف مُتھ کئے بغیر کوئی نماز جائز نہیں خواہ قبلہ کی طرف مُتھ کرنا حقیقت میں ہو یا حکماً ہو جیسے عاجز آدمی یعنی وہ شخص جو بیماری یا دشمن کے خوف سے یا قبلہ کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے قبلہ کی طرف مُتھ نہیں کر سکتا تو وہ بیمار یا خوف والا جس طرف کو اپنا مُتھ کر سکتا ہو یا قبلہ نہ جاننے والا اکل سے کسی طرف کو اپنا قبلہ ٹھہراتا ہے وہ اس کا قبلہ حکمی ہے اور یہ ایک شرطِ لازم ہے اس لئے کہ بغیر عجز کے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ شہر سے باہر گھوڑے پر نماز پڑھنے والے کے لئے استقبالِ قبلہ ضروری نہیں ہے بلکہ ترک بھی جائز ہے۔ نیز اس لئے کہ یہ جہتِ مسجد الیہ (جس کی طرف سجدہ کیا جائے) ہے مسجد لہ (جس کے لئے سجدہ کیا جائے) نہیں ہے بلکہ مقصود اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے پس نفسِ کعبہ کو سجدہ کرنا یعنی اس کو مسجد لہ سمجھنا کفر و شرک ہے اور یہ جہتِ کعبہ آبرائش کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ اسی طرح آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کے لئے قبلہ مقرر کر کے فرشتوں کی آبرائش کی گئی۔

(۲) فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص بلکہ مکرمہ میں ہے اس کو عینِ کعبہ کی طرف مُتھ کرنا لازمی ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان میں کوئی دیوار یا پہاڑ وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ اگر لیکہ کا رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس طرح پڑھے

یعنی مقصود وہیں ہے بلکہ مقصود اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے۔

کہ اگر دیواری درمیان سے دور ہو جائیں تو کعبہ کا کوئی جزو اس کے سامنے ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ عین کعبہ کی تحقیق ممکن ہو مثلاً چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتا ہو، اور اگر یہ تحقیق ناممکن ہے تو مکہ والوں کو بھی جہت کی طرف منہ کرنا کافی ہے اور ان کا حال مثل غائب کے ہے یہی صحیح ہے۔ اگر حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اگر کعبہ معظمہ اس کے محاذات میں نہ آئے تو نماز جائز نہیں (۳) جو شخص مکہ معظمہ سے باہر ہو (یعنی جو شخص خانہ کعبہ کو نہ دیکھتا ہو) اس کا قبلہ کعبہ معظمہ کی جہت ہے یہی صحیح ہے۔ جہت کعبہ کو منہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ چہرے کی کچھ سطح کعبہ یا فضائے کعبہ کے مقابل تحقیقاً یا تقریباً واقع ہو۔ تحقیقی مقابلہ سے یہ مراد ہے کہ اگر بالفرض اس کے چہرے کی سیدھ سے افق پر زاویہ قائمہ بتایا ہو اخطا کھینچا جائے تو وہ کعبہ یا اس کی ہوا (فضا) پر گزرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہے کہ خط اندک کعبہ یا اس کی فضا سے ہٹا ہوا ہو مگر اس قدر نہیں کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسی قدر چہرے کی سطح کعبہ یا اس کی فضا کے مقابل رہے۔ پاکستان، ہندوستان، بنگال، برما اور بہت سے ملکوں میں قبلہ مغرب (پچھم) کی طرف ہے کیونکہ یہ تمام ملک مکہ معظمہ سے مشرق کی طرف واقع ہیں۔ کعبہ کی جہت دلیل (علامت) سے معلوم کی جاتی ہے۔ اور دلیل (علامت) شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں وہ محرابیں ہیں جو صحابہ اور تابعین نے بنائی ہیں پس ہم پر ان کا اتباع واجب ہے اور اگر وہ محرابیں نہ ہوں تو اس بستی کے لوگوں سے پوچھے اور اس بارے میں ایک آدمی سے پوچھنا کافی ہے اور وہ آدمی ایسا ہو جو قبلہ کا جاننے والا ہو، مقبول الشہادۃ ہو اور نمازی کی آواز کو سن لے۔ اور دریاؤں (سمندروں) اور جنگلوں میں قبلہ کی دلیل سورج چاند اور ستارے ہیں جیسا کہ قطب ستارہ ہندوستان و پاکستان کے اکثر شہروں میں نمازی کے دائیں کندھے پر رہتا ہے پس دائیں کندھے کی طرف قطب ستارہ کر لینے سے قبلہ اس کے سامنے ہوگا (اسی طرح قبلہ کی طرف منہ کرنے سے کوفہ، بغداد اور بہمان والوں کے دائیں کان کے پیچھے قطب ستارہ ہوگا اور مصر والوں کے بائیں کندھے پر، عراق والوں کے دائیں کندھے پر وغیرہ غرضیکہ جگہوں کے اختلاف کے مطابق قبلہ کا رخ اور ستاروں کا وقوع مختلف ہوگا) رات کو جبکہ مطلع صاف ہو ان مقامات میں قطب ستارہ سے سمت معلوم ہو سکتی ہے۔

(۴) خانہ کعبہ کی اس جگہ کی طرف منہ کرنے کا اعتبار ہے جو اس کی عمارت سے گھری ہوئی ہے اس کی عمارت کا اعتبار نہیں اور وہ قبلہ کی جگہ (کشادگی) ساتویں زمین (تحت الثری) سے لیکر کعبہ کے مقابل و محاذ میں عرشِ معلیٰ تک ہے پس اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوئیں میں یا اونچے پہاڑوں یا ہوائی جہازوں وغیرہ میں نماز پڑھے گا تو اس کی نماز درست ہوگی۔ اگر خانہ کعبہ کے اندر یا کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو جہر کو مستحکم کر لے جائز ہے اور اگر کعبہ کی دیوار پر نماز پڑھے تو اگر اس کا منہ قبلہ کی چھت کی جانب کو ہے تو نماز جائز ہوگی اور اگر نہیں ہے تو نماز جائز نہ ہوگی۔ اگر خانہ کعبہ کی عمارت کسی وجہ سے وہاں موجود نہ رہے تب بھی اس جگہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے نماز درست ہو جائے گی کیونکہ قبلہ وہ عمارت نہیں ہے بلکہ وہ جگہ ہے جو کعبہ کی عمارت سے گھری ہوئی ہے اور اگر وہ عمارت وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کر دی جائے تو اب اس عمارت کی طرف نماز جائز نہ ہوگی بلکہ اس جگہ ہی کی طرف منہ کرنا لازمی ہوگا جو کعبہ کی اس عمارت سے گھری ہوئی ہے۔

(۵) قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مراد قبلہ کی طرف سینہ کرنا ہے متھ کرنا شرط نہیں البتہ سنت ہے پس اگر نمازی نے بلا عذر قصداً قبلہ سے سینہ پھیر دیا اگرچہ فوراً ہی قبلہ کی طرف ہو گیا ہو تو نماز اس کی فاسد ہوگی اور اگر بلا قصد پھیر گیا اور ایک رکن یعنی تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار وقفہ ہو تو نماز درست ہوگی اور اگر اس قدر وقفہ ہو گیا تو نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر منہ تھوڑا سا قبلہ سے پھرا اور سینہ نہیں پھرا تو اس پر واجب ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف کر لے اور نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر بلا عذر ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے (یہ مسئلہ مفردات و مکروہات نمازیں بھی آئے گا انشاء اللہ)

(۱) اگر کوئی مریض کسی مرض کے سبب سے قبلہ کی طرف منہ نہیں کر سکتا اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو اس کا منہ قبلہ کی طرف

استقبال قبلہ سے عاجز ہونے کے مسائل

پھیر دے یا پھیرنے والا تو موجود ہے لیکن منہ پھیرنا بیمار کو نقصان دے گا تو وہ جدھر کو چاہے نماز پڑھے۔ (اور اگر بیمار کا منہ قبلہ کی طرف کرنے کے لئے کوئی شخص موجود ہے اور منہ پھیرنا اس کو نقصان بھی نہیں کرتا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ بھی معذور ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک ہر شخص اپنی قدرت کے ساتھ مکلف ہے نہ کہ دوسرے کی قدرت کے ساتھ پس غیر کی قدرت کے ساتھ قادر ہونا بھی عذر و عجز ہے لیکن صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہو سکتا ہو اور دوسرا اس کے پاس موجود ہو تو وہ معذور و عاجز نہیں ہے اور معذور کی طرح جس جہت پر قادر ہو اس طرف نماز پڑھنے سے نماز درست نہ ہوگی بلکہ قبلہ رخ ہونا ضروری ہوگا۔ اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔)

(۲) جس شخص کو قبلہ کی طرف منہ کرنے میں کچھ خوف ہو تو جس جہت پر قادر ہے اسی طرف نماز پڑھے۔ خوف خواہ دشمن کا ہو یا درندہ کا یا چور کا۔ خواہ اس کے پاس اپنا مال ہو یا امانت کا اور خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ سب کا یہی حکم ہے (مفردات نمازیں آئیگا کہ جب مال کی قیمت کم از کم ایک درہم ہو تو اس کے لئے نماز کا توڑنا جائز ہے پس اس صورت میں استقبال قبلہ ساقط ہونا چاہئے مؤلف) اگر کوئی ایسا شخص بل جائے جو اجرت مثل لیکر حفاظت کرے اور وہ اجرت کی رقم حاجتِ اصلیہ سے زائد اس کے پاس ہو یا وہ حفاظت کرنے والا آئندہ لینے پر راضی ہو تو استقبال قبلہ فرض ہے ورنہ اجرت پر محافظ مقرر کرنا ضروری نہیں بلکہ یونہی جہت قدرت کی طرف نماز پڑھے۔ اسی طرح اگر دریا میں لکڑی پر چڑھ کر کشتی کے تختہ پر بٹھا جا رہا ہو اور اس کو خوف ہو کہ قبلہ کی طرف کو پھرے گا تو ڈوب جائے گا تب بھی یہی حکم ہے یا شہر پر جانور پر سوار ہے کہ اترنے نہیں دیتا یا اتر تو جائے گا مگر پھر وہ بغیر بدگار کے سوار نہ ہونے دیکھا یا یہ بوڑھا ہے کہ پھر بغیر بدگار کے خود سوار نہ ہو سکے گا اور وہاں ایسا کوئی نہیں جو اس کو سوار کر دے ان سب صورتوں میں استقبال قبلہ اس سے ساقط ہے پس جس رخ پر نماز پڑھے سکے پڑھے اور اگر سواری کے روکنے پر قادر ہو تو روک کر نماز پڑھے اگر روکنے پر قادر نہ ہو مثلاً سواری (گھوڑے وغیرہ) کو روکنے میں قافلہ نگاہ سے دور ہو جائے گا اور وہ قافلہ سے ٹوٹ جائے گا تو اس کے لئے سواری کو پھرانے اور قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں ہے یونہی چلتے چلتے جس رخ پر نماز پڑھے سکے پڑھے اور ان سب صورتوں میں نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے یہ سب عذر کی صورتیں ہیں

اور اصول ان کا یہ ہے کہ جس شخص سے نماز کے ارکان ساقط ہو گئے ہوں اس کو قبلہ رخ ہونا جبکہ وہ اس پر قادر نہ ہو لازمی نہیں بلکہ
جدھر کو متھ کر کے نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لے جیسے بوڑھا آدمی جو بڑھاپے کی کمزوری سے قیام و قعود نہیں کر سکتا تو اس سے
قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہے یا کسی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لے گا خواہ وہ دشمن آدمی ہو یا درندہ یا
چور تو اس کو لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھنا درست ہے تو ایسے شخص سے ایسی صورت بس قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہے اسی
طرح دشمن کے خوف سے سوار ہو کر بھاگتا ہوا اپنی سواری کے جانور پر جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے اس سے قبلہ رخ
ہونا ساقط ہے ایسے عذر والوں کو اس نماز کا اعادہ بھی لازمی نہیں ہے کیونکہ یہ عذر آسمانی ہی کسی مخلوق کی طرف سے نہیں
ہیں یعنی بیماری اور بڑھاپا اور خوف دشمن کسی کے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اور اگر عذر مخلوق کی طرف سے لاحق ہو مثلاً کوئی شخص
قید میں ہے اور وہاں کے لوگ اس کو قبلہ کی طرف منہ کرنے سے روکتے ہیں تو جس طرف ہو سکے نماز پڑھ لے اور پھر جب
موقع ملے وقت کے اندر یا بعد میں اس نماز کو لوٹائے۔ نفل نماز بغیر عذر سواری پر پڑھے تب بھی اسے جائز ہے کہ سواری کا
منہ جدھر کو ہو نماز پڑھ لے لیکن فرض نماز کے لئے استقبال قبلہ ساقط ہونے کے لئے عذر ہونا لازمی ہے جس کی صورتیں
اوپر مذکور ہوئیں۔

۳) جو شخص کشتی میں فرض یا نفل نماز پڑھے تو اس پر واجب ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور اس کو یہ جائز نہیں کہ جدھر کو
رخ ہو اُدھر کو پڑھ لے یہاں تک کہ اگر کشتی گھومے اور وہ نماز پڑھتا ہو تو جیسے جیسے کشتی گھومے وہ بھی گھوم کر قبلہ کی طرف منہ
پھیرنا جائے اگر نہیں گھومے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح ریل میں بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے اور جب
نماز پڑھنے میں ریل گھوم جائے اور قبلہ دوسری طرف ہو جائے تو یہ بھی نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف منہ کر لے یہ
ضروری ہے ورنہ نماز جائز نہ ہوگی۔ البتہ اگر ریل میں قبلہ کی سمت پر قادر نہ ہو مثلاً جگہ کی تنگی یا تختوں وغیرہ کے دوسرے رخ
ہونے کی وجہ سے اور خالی جگہ میں سامان بھرا ہونے یا گیلیا ہونے کی وجہ سے تو جس طرف قادر ہو اسی طرف منہ کر کے نماز
پڑھ لے اور کھڑا ہونے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور بیٹھنے کی جو بھی ہیئت حاصل ہو سکے اسی طرح بیٹھ کر
پڑھ لے نماز نہ چھوڑے اگر بیٹھ کر قبلہ کی سمت پر قادر ہو اور کھڑے ہو کر دوسری سمت پر قادر ہے تو بیٹھ کر قبلہ کی سمت پر نماز پڑھے
اور اگر بیٹھ کر بغیر سجدہ کے نماز پڑھ سکتا ہے اور سجدہ کرنے کی جگہ نہیں ہے تو اشارہ سے سجدہ کرے اور ان سب صورتوں میں
عذر دور ہونے پر ان نمازوں کا اعادہ بھی نہیں ہے۔ لیکن بلا وجہ قیام اور استقبال قبلہ کو ترک نہ کرے اور ترک نماز کے لئے بہانہ
تراشی نہ کرے اور جس قدر قادر ہو سکے اپنی کوشش ضرور کرے آج کل بہت لوگ اس بات سے غافل ہیں مولف

تحریری مسائل سے قبلہ معلوم کرنے کے مسائل | ۱) تحریر کے معنی مقصود حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا ہے اور یہاں
تحریر سے مراد اسکل کرنا اور قیاس دوٹانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ علامت
سے قبلہ کا پتہ معلوم نہ ہو اور کوئی شخص بتلنے والا موجود نہ ہو تو نمازی اسکل سے کوئی سمت جس کی طرف گمان غالب ہو قبلہ ٹھہر لے

(۲) آبادی میں پرائی محرابوں اور مسجدوں کے ذریعہ قبا معلوم کرنا مقدم ہے اگر یہ میسر نہ ہو تو ایسے شخص سے پوچھو جو وہاں کا رہنے والا اور قبلہ کا جاننے والا اور مقبول الشہادۃ ہو اور وہ اس پوچھنے والے کی آواز کو سنتا ہو اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اب تحری سے نماز پڑھنا لازمی ہے۔ پرائی محرابوں اور مسجدوں کے ہوتے ہوئے کسی سے پوچھ کر ان کے خلاف رخ پر نماز پڑھنا جائز نہیں اسی طرح محرابوں و مسجدوں کے نہ ہونے کی صورت میں ایسے شخص کے موجود ہوتے ہوئے جو قبلہ کو جانتا ہو اور آواز سنتا ہو اور مقبول الشہادۃ ہو اس سے پوچھو بغیر تحری سے قبلہ مقرر کرنا جائز نہیں اسی طرح جنگل میں ستاروں وغیرہ سے سمت معلوم کرنا مقدم ہے اگر ابو وغیرہ کی وجہ سے یہ میسر نہ ہو تو جاننے والے سے پوچھنا چاہئے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اب تحری جائز ہے اور مقدم کی موجودگی میں موخر کا اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ پس اگر کسی کو قبلہ میں شبہ ہو جائے اور ذرائع مذکورہ سے قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہو جیتی نہ وہاں کوئی مسجد ہو اور نہ ستارے وغیرہ سے معلوم کر سکتا ہے اور نہ کوئی جاننے والا شخص اس کے سامنے ہے جس سے پوچھو تو تحری (اٹکل) سے قبلہ کی طرف مقرر کر کے نماز پڑھنا فرض ہے۔

(۳) اگر تحری سے قبلہ مقرر کر کے نماز پڑھی پھر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا گمان غلط تھا تو نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر نماز میں ہی معلوم ہو گیا یا رائے بدل گئی اور گمان غالب یہ ہوا کہ قبلہ دوسری طرف ہے، اگرچہ مہو کے مسجدوں میں معلوم ہوا ہو تو قبلہ کی طرف کو پھر جائے اور باقی نماز کو اسی طرح پورا کر لے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر نماز میں قبلہ کا صحیح رخ معلوم ہونے یا رائے بدلنے پر فوراً اس طرف کو نہ پھرا اور ایک رکن کی مقدار تو وقت کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۴) قبلہ معلوم کرنے کے جو ذرائع اوپر بیان ہوئے ان پر قدرت ہوتی ہے تحری جائز نہیں پس اگر اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہے کہ جس سے پوچھ سکتا ہے اور وہ وہیں کا رہنے والا اور قبلہ کی سمت کو جانتا ہے اور مقبول الشہادۃ ہے تو اٹکل سے نماز پڑھنا جائز نہیں (عورتوں کے لئے بھی پوچھنا ضروری ہے اگر پردہ اور شرم کی وجہ سے نہیں پوچھا اور اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی ایسے وقت میں شرم نہ کرنی چاہئے بلکہ پوچھ کر نماز پڑھنا چاہئے) پس اگر ایسے جانتے والے شخص کے پاس ہوتے ہوئے اس سے نہ پوچھا اور اٹکل سے نماز پڑھ لی تو اگر ٹھیک قبلہ کی جانب کو نماز پڑھی تو پوجہ مقصود حاصل ہو جانے کے نماز جائز ہو جائے گی اور اگر ٹھیک سمت کو نہیں پڑھی تو جائز نہ ہوگی۔ کسی شخص کے پاس ہونے کی حد یہ ہے کہ اگر اس کو بلند آواز سے پکارے تو وہ سن لے۔ (۵) اگر کسی کو جنگل میں قبلہ کا شبہ پڑ جائے اور وہ اٹکل سے کسی سمت کو قبلہ سمجھے اور دو معتبر آدمی اس کو یہ خبر دیں کہ قبلہ اور طرف ہے تو اگر وہ دونوں بھی مسافر ہیں تو ان کے کہنے پر توجہ نہ کرے اور اگر اسی جگہ کے رہنے والے ہوں اور وہ ان کا قول نہ مانے گا تو نماز جائز نہ ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان دونوں کو مسافر ہونے کے باوجود اس جگہ میں قبلہ کی معرفت حاصل ہے خواہ بکثرت آمد و رفت کی وجہ سے یا علم کے کسی دوسرے طریقہ سے جو تحری پر فوقیت رکھتا ہے تو ان کے قول پر عمل کرنا لازمی ہے ورنہ نماز جائز نہ ہوگی اور اگر ان کو معرفت قبلہ حاصل نہیں ہے تو اپنی تحری پر عمل کرے اور ان کا قول نہ لے اور اگر وہ دونوں وہیں کے رہنے والے ہونے کے باوجود قبلہ کی سمت کو نہیں جانتے تو ان کے قول پر بھی التفات نہ کرے بلکہ اپنی

تخری پر عمل کرے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کہیں گے وہ بھی تخری سے ہوگا اور ہر شخص کے لئے اپنی تخری پر عمل کرنا لازمی ہے دوسرے کی تخری پر نہیں۔ (۶۱) اگر کسی شہر میں داخل ہوا اور وہاں محراب میں یا مسجد میں بنی ہوئی دیکھیں تو انہیں کی طرف کو نماز پڑھے اپنی اٹکل سے نماز نہ پڑھے اور اگر جنگل میں ہے اور آسمان صاف ہے اور وہ ستاروں سے قبلہ کی سمت پہچان سکتا ہے تب بھی اٹکل سے نماز نہ پڑھے ان دونوں صورتوں میں اگر اٹکل سے نماز پڑھے گا اور جہت کے خلاف پڑھی گئی تو نماز نہ ہوگی اس لئے نئے سرے سے پڑھے اگر ٹھیک قبلہ کی جانب کو پڑھی تو ہوگی۔ (۶۲) اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس میں محراب نہیں اور اس کو قبلہ معلوم نہیں اس نے اٹکل سے نماز پڑھی لی پھر ظاہر ہوا کہ اٹکل میں غلطی ہوئی تو اس نماز کا لوٹانا واجب ہے اس لئے کہ وہ وہاں کے رہنے والوں سے پوچھنے پر قادر ہے اور اگر ظاہر ہو گیا کہ اس نے ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھی ہے تو جائز ہے اس لئے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ اگر اس نے وہاں کے رہنے والے (جاننے والے) سے پوچھا اور اس نے نہ بتایا پس اس نے تخری کر کے نماز پڑھی لی تو نماز جائز ہے اگرچہ بعد میں ظاہر ہو کہ قبلہ کی سمت میں غلطی ہوئی ہے پس اگر وہ آدمی نماز کے بعد بتا دے تو اب نماز کو نہ لوٹائے۔ کسی شخص نے مسجد میں اندھیری رات میں اٹکل سے نماز پڑھی لی پھر ظاہر ہوا کہ اٹکل میں غلطی ہوئی اور نماز قبلہ کی طرف کو نہیں پڑھی گئی تو وہ نماز جائز ہوگی اس لئے کہ نمازی کو یہ واجب نہیں ہے کہ اندھیری رات میں قبلہ پوچھنے کے لئے لوگوں کے دروازے کھٹکھٹائے یعنی جبکہ اندھیرے یا بارش کی وجہ سے لوگوں کو بلانے میں حرج لازم آتا ہو تو بلانا اور کھٹکھٹانا لازمی نہیں اور اگر بلانے میں حرج نہ ہو تو تخری سے قبل پوچھنا واجب ہے۔ اور محراب قبلہ معلوم کرنے کے لئے دیواروں کو ٹٹولتے پھرنا بھی واجب نہیں ہے۔ یہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے ورنہ اکثر مسجدوں میں محراب قبلہ اندھیری رات میں بھی بلا تکلیف معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں اٹکل کرنا جائز نہیں ہے۔ (۶۳) اگر کسی کو قبلہ کی سمت میں شک ہو اور دلائل مذکورہ سے قبلہ پہچاننے سے عاجز ہو اور اٹکل سے کسی سمت کو مقرر نہ کیا اور بغیر اٹکل کے نماز پڑھی لی پھر اگر نماز میں ہی شک زائل ہو گیا کہ وہ ٹھیک قبلہ کی جانب ہے یا قبلہ کی جانب نہیں ہے یا کچھ نہ معلوم ہوا تو نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد غلطی معلوم ہوئی یا کچھ معلوم نہ ہو یا گمان غالب ہوا کہ اس نے صحیح قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو ان صورتوں میں بھی نماز جائز نہ ہوگی اس لئے نئے سرے سے پڑھے اس لئے کہ شبہ کی صورت میں اس پر تخری فرض تھی جس کو اس نے چھوڑ دیا اور نماز میں یقینی معلوم ہونے پر کہ وہ صحیح قبلہ کی جانب ہے اس لئے نماز نہ ہوئی کہ اب اس کا حال قوی ہے اور قوی کی بناضعیف پر جائز نہیں اور اگر نماز سے فارغ ہونے پر یقینی طور پر معلوم ہوا کہ اس نے ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھی ہے تو بالاتفاق نماز جائز ہو جائیگی پس اعادہ نہ کرے۔ (۶۴) اگر اٹکل سے ایک سمت کو قبلہ تجویز کیا لیکن نماز اس کی بجائے کسی دوسری سمت کو پڑھی تو فتویٰ اس پر ہے کہ ہر حال میں دوبارہ نماز پڑھے خواہ نماز کے اندر یا نماز کے بعد معلوم ہو جائے کہ ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھی ہے یا غلط جانب کو پڑھی ہے یا کچھ بھی معلوم نہ ہو۔ اور امام اعظم سے مروی ہے کہ اس شخص پر کفر کا خوف ہے کیونکہ جان بوجھ کر قبلہ کے خلاف نماز پڑھایا جان بوجھ کر تخری و کوشش کے بغیر یا تخری کے خلاف نماز پڑھنا کفر ہے اس لئے کہ

اس سے اس کا قبلہ کو منہ کرنے کا انکار لازم آتا ہے (۹) اگر کسی نمازی نے کسی طرف کو نماز شروع کی اور اس کو قبلہ میں شک نہ تھا پھر نماز میں اس کو شک ہو گیا تو اسکو جائز ہے کہ اسی طرح نماز پڑھتا رہے لیکن جیسا کہ یقیناً معلوم ہو جائے کہ وہ سمت غلط تھی تو اس پر عاودہ واجب ہے اور اگر نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ وہ غلطی پر ہے تب بھی اسکو نئے سرے سے نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھ رہا ہے تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ کسی کو پورا کر لے اور نئے سرے سے نہ پڑھے۔ مسائل تحریری مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عقلی طور پر اس کی پس قسمیں ہیں جو اس نقشہ میں مبعہ حکم کے درج ہیں۔

شک ہے اور تخری کی	شک ہے اور تخری نہیں کی	شک ہے نہ تخری کی	شک نہیں ہے اور تخری کی
نماز میں درست ہونا ظاہر ہوا	نماز جائز ہوگی	نماز فاسد ہو جائے گی	صحیح یہ ہے کہ وہی پوری کر لے جائز ہے
نماز میں غلط ہونا ظاہر ہوا	"	"	نماز فاسد ہو جائے گی
نماز کے بعد یقیناً درست ہونا ظاہر ہوگا	"	نماز جائز ہو جائے گی	نماز جائز ہو جائے گی
نماز کے بعد غلط ہونا ظاہر ہوگا	"	نماز فاسد ہو جائے گی	نماز فاسد ہو جائے گی
کچھ ظاہر ہو یا گمان غالب ہے کہ درست ہے	"	"	نماز جائز ہو جائے گی

(۱۰) اگر اٹکل سے کسی طرف کو گمان غالب نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک سب طرفیں قبلہ ہونے میں برابر ہوں تو اس میں تین قول ہیں بعض نے کہا ہے کہ نماز میں تاخیر کرے (یعنی اس وقت تک نہ پڑھے) جب تک کہ اس کے گمان میں ایک طرف قبلہ ظاہر نہ ہو جائے اور بعضوں نے کہا کہ چاروں طرف کو ایک ایک دفعہ نماز پڑھ لے اور یہی زیادہ صحیح و احوط ہے بعضوں نے کہا کہ اس کو اختیار ہے چاہے تاخیر کرے اور چاہے چاروں طرف ایک ایک دفعہ نماز پڑھ لے اور بعضوں نے اختیار کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب تخری کسی سمت پر واقع و مقرر نہیں ہوتی تو چاروں طرفیں اس کے حق میں برابر ہیں ان میں سے کسی ایک طرف کو اختیار کر لے اور اس طرف کو نماز پڑھ لے پس اگر اس نے کسی طرف کو نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ اس نے ٹھیک قبلہ کی طرف کو پڑھی ہے یا یہ ظاہر ہوا کہ اس نے غلط سمت کو پڑھی ہے یا کچھ ظاہر نہ ہوا تو ان سب صورتوں میں نماز جائز ہے۔

علامہ شامی نے اسی کو ترجیح دی ہے واللہ اعلم بالصواب

(۱۱) اگر اٹکل سے قبلہ مقرر کر کے نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھی پھر اس کی رائے دوسری طرف کو بدل گئی اور دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھی پھر تیسری یا چوتھی رکعت میں اس کی رائے اس کی طرف کو بدل گئی جس طرف کو پہلی رکعت پڑھی تھی تو اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ پہلی رکعت والی طرف کو اپنی نماز پوری کر لے ہی اوجہ قدم ہے۔ اگرچہ بعضوں نے کہا ہے کہ نئے سرے سے پڑھے۔ اگر کسی کو قبلہ میں شبہ پڑ گیا اور اس نے اٹکل سے ایک طرف کو ایک رکعت پڑھی پھر رائے دوسری طرف کو بدل گئی اور اس نے دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھی اسی طرح چاروں رکعتیں چاروں طرف کو پڑھیں تو امام محمد سے روایت ہے کہ جائز ہے۔ اگر کسی نے ایک رکعت اٹکل سے ایک طرف کو پڑھی پھر

اس کی رائے بدل گئی اور دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھی پھر اس کو یاد آیا کہ پہلی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ گیا ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے نئے سرے سے پڑھے (اس لئے کہ یہ سجدہ پہلی رکعت کا جزو ہے اور پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اس لئے یہ سجدہ قبلہ کی طرف نہ ہوگا اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کی طرف کو سجدہ کرتا ہے تو جو طرف اب اس کے نزدیک قبلہ ہے اس سے پھر بالازم آتا ہے پس نئے سرے سے پڑھے) (۱۲) کسی شخص کو مکہ مکرمہ میں قبلہ کے متعلق شبہ پڑا مثلاً یہ مکہ میں قید ہوا اور ایسا کوئی شخص اس کے پاس نہیں تھا جس سے قبلہ دریافت کرے اس نے اٹکل سے نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ اس سے اٹکل میں غلطی ہوئی تو امام مجتہد سے روایت ہے کہ اس پر اعادہ واجب نہیں اور یہی روایت قیاس کے زیادہ موافق ہے اور اگر وہ مدینہ منورہ میں ہوتا بھی یہی حکم ہے یعنی مکہ و مدینہ میں بھی عاجز کے لئے تخری واجب ہے۔

(۱۳) اٹکل سے قبلہ کو تجویز کرنا جیسا نماز کے لئے ضروری ہے وہی سجدہ تلاوت کے لئے بھی ضروری ہے۔

تخری والے کے پیچھے نماز پڑھنے کے مسائل

(۱۴) کسی شخص نے اٹکل (تخری) سے نماز پڑھی اور ایک شخص نے اس کے پیچھے بغیر تخری کے اقتدا کیا پس اگر امام نے ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھی تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز ہو گئی اور اگر امام کی رائے غلط تھی تو امام کی نماز ہو گئی کیونکہ اس نے تخری کے بعد پڑھی ہے اور مقتدی کی نہیں ہوئی کیونکہ اس نے تخری ترک کی ہے اور ہر ایک کیلئے اپنی تخری پر عمل کرنا واجب ہے نہ کہ غیر کی تخری پر اور امام کی تخری سے جب فائدہ دیتی ہے جبکہ اس کا دست پر ہونا ظاہر ہو۔ (۱۵) ایک شخص نے اٹکل سے کسی طرف کو نماز شروع کی اور اس کی رائے غلط تھی مگر اس کو معلوم نہ تھا پھر نماز میں معلوم ہوا تو وہ قبلہ کی طرف کو پھیر گیا پھر ایک ایسا شخص آیا جس کو اس کی پہلی حالت معلوم تھی اور اس نے نماز میں اسی طرف کو منہ کر کے اس کی اقتدا کی تو پہلے شخص کی نماز جائز ہوگی اور داخل ہونے والے یعنی اقتدا کرنے والے شخص کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ اس کو امام کی غلطی شروع نماز میں معلوم تھی اور اگر اس شخص کو پہلے شخص کی پہلی حالت کا علم نہ ہو تو پہلے شخص کی اقتدا کرنے سے اس کی نماز بھی درست ہو جائے گی یا اگر پہلا حال معلوم ہونے کی صورت میں اس نے بھی پہلے تخری کی تھی اور اس کا ظن غالب اسی طرف تھا جس طرف امام کا تھا اور اب رائے بدلنے پر اس نے بھی تخری کی اور امام کی رائے کے مطابق ظن غالب ہوا تو اس مقتدی کی نماز اس امام کے پیچھے جائز ہو جائے گی۔

(۱۶) کسی اندھے نے قبلہ کے سوا کسی اور سمت کو ایک رکعت پڑھنی (یعنی نماز قبلہ کے سوا اور سمت کو شروع کی) پھر ایک شخص نے آکر اسے قبلہ کی طرف کو پھیر دیا اور اس کی اقتدا کر لی تو اگر اندھے کو نماز شروع کرنے کے وقت کوئی ایسا شخص ملا تھا جس سے وہ قبلہ کی سمت پوچھ سکتا تھا مگر اس نے نہ پوچھا تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہے اور اگر ایسا شخص نہیں ملا تھا تو اس نابینا (امام) کی نماز جائز ہے اور مقتدی کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ اس مقتدی کو نابینا امام کی خطا شروع میں معلوم تھی۔ اگر نابینا کو کوئی ایسا شخص نہ ملے جس سے پوچھ سکے تو اس کو محراب کا ٹیٹا واجب نہیں ہے اور اگر ایسا شخص ملے جس سے پوچھ سکتا ہے اور بغیر پوچھے نماز پڑھ لے تو اگر صحیح قبلہ کی طرف پڑھی تو نماز ہوگی ورنہ نہیں۔ (۱۷) اگر کسی گروہ کو قبلہ کا شبہ پڑ گیا اور رات اندھیری تھی اور وہ ایک

مکان میں تھے اور ان کے سامنے کوئی ایسا معتبر شخص نہیں جس سے پوچھیں اور نہ وہاں کوئی علامت ہے جس سے معلوم ہو یا وہ جنگل میں تھے پھر سب نے اپنی اپنی اٹکل سے قبلہ کی سمت مقرر کر کے نماز پڑھی تو اگر سب نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی تو جائز ہے خواہ ٹھیک قبلہ کی طرف کوٹھی ہو یا ٹھیک قبلہ کو نہ پڑھی ہو اور اگر جماعت سے پڑھی تو بھی جائز ہے مگر اس شخص کی جائز نہیں جس کو نماز کے اندر معلوم ہو گیا یا گمان غالب ہو گیا کہ امام کی سمت اس سے مخالف ہے کیونکہ دوران نماز میں معلوم ہونے پر اب وہ اپنے امام کو خطا پر سمجھتا ہے اس لئے اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی یا اس کو نماز کے اندر یا نماز کے بعد یہ معلوم ہو یا گمان غالب ہو کہ وہ امام سے آگے ہے تو چونکہ امام کے آگے ہونے سے اس سے امام کے پیچھے کھڑا ہونے کا فرض ترک ہو اس لئے اس کی نماز درست نہ ہوگی خواہ اس کو نماز کے اندر معلوم ہو یا بعد میں۔ اور جس شخص کو سمت میں امام کی مخالفت کا حال معلوم نہ ہو یا نماز باجماعت ادا کر لینے کے بعد معلوم ہو یا اس کو امام سے آگے بڑھنے کا حال معلوم نہ ہو تو اس کی نماز درست ہے۔

(۵) ایک گروہ نے جنگل میں نماز پڑھی اور امام اور مقتدی ایک ہی جہت کو تخری کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور جماعت میں کوئی مسبق اور لاحق بھی تھا۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا اور یہ دونوں کھڑے ہو کر اپنی باقی نماز قضا کرنے لگے اس وقت ظاہر ہوا کہ امام نے جس طرف کو نماز پڑھی اس طرف کو قبلہ نہ تھا تو مسبق اگر قبلہ کی طرف پھر گیا تو اس کی نماز جائز ہوگی کیونکہ اب وہ اپنی بقایا نماز میں منفرد کی طرح ہے اور منفرد کو نماز کے اندر رائے بدل جانے سے اس طرف پھرنا واجب ہے اس لئے مسبق کو بھی پھرنا واجب ہوگا۔ (مسبق وہ ہے جو شروع سے امام کے ساتھ نہیں تھا بلکہ ایک یا زیادہ رکعت کے بعد آکر شامل ہوا) لاحق کی نماز اس صورت میں جائز نہیں بلکہ نئے سرے سے پڑھے کیونکہ لاحق باقی نماز میں حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی کو امام کے پیچھے نماز میں یہ معلوم ہو جائے کہ امام کا رخ قبلہ کی طرف نہیں دوسری طرف کو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کر سکتا اس لئے کہ اگر دوسری طرف کو منہ پھیرتا ہے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے جو نماز کو توڑتی ہے اور اگر نہیں پھرتا تو جان بوجہ کر قبلہ کی مخالفت ہوتی ہے یہ بھی نماز کو توڑتی ہے یہی حال لاحق کا ہے اس لئے وہ نئے سرے سے پڑھے۔ (لاحق وہ ہے جو شروع نماز میں امام کا شریک تھا بیچ میں وضو جاتے رہتے یا سو جانے وغیرہ کے قدر شرعی سے بیچ میں کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر میں پھر شریک ہو گیا اور اخیر تک شریک رہا)

خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے مسائل

(۱) خانہ کعبہ کے اندر اور باہر یعنی مسجد الحرام میں فرض و نفل ہر قسم کی نماز پڑھنا بلا کراہت صحیح ہے خواہ اکیلا نماز پڑھے یا جماعت کے خواہ بغیر شترہ کے ہو اور وہاں نمازی کے آگے سے گزرنا ممانعت ہے۔ خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور تعظیم کے خلاف ہے۔ اگر خانہ کعبہ کے اندر جماعت سے نماز پڑھیں اور امام کے گرد ہو جائیں اگرچہ کعبہ کی طرف منہ کرنے میں جماعت والوں کے منہ جدا جدا طرف کو ہوں تو جس مقتدی کی پیٹھ امام کے منہ کی طرف ہو اس کی نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ دونوں کا منہ ایک ہی طرف کو ہے اور مقتدی کعبہ سے قریب ہے پس وہ اپنے امام سے آگے

بڑھ گیا ہے اور امام سے آگے بڑھ جانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور جس مقتدی کا منہ امام کے منہ کی طرف کو ہوگا اور امام اور اس کے درمیان میں کوئی آڑ نہ ہوگی تو اس کی نماز جائز ہوگی مگر مکر وہ ہوگی اس لئے کہ یہ صورت پرستی کے مشابہ ہے اور اگر درمیان میں آڑ ہوگی مثلاً کپڑا وغیرہ لٹکایا ہوگا تو مکر وہ نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ اور جتنی بھی صورتیں بنتی ہوں مثلاً خواہ مقتدی کی پیٹھ امام کی دائیں یا بائیں کروٹ کی طرف کو ہو یا مقتدی کا منہ امام کے دائیں یا بائیں پہلو کی طرف ہو یا مقتدی کا منہ امام کی پیٹھ کی طرف کو ہو وغیرہ ان سب صورتوں میں نماز بلا کراہت جائز ہے (امام اور مقتدی کے مختلف سمتوں میں کھڑا ہونے کی بہت سی صورتیں بنتی ہیں ان سب میں صرف وہی صورت نماز کی مفسد ہے جس میں مقتدی کا امام سے آگے ہونا پایا جائے اور صرف ایک صورت کراہت کی ہے یعنی مقتدی کا منہ امام کے منہ کی طرف ہونا اور درمیان میں کوئی آڑ نہ ہونا باقی سب صورتیں بلا کراہت نماز جائز ہونے کی ہیں۔ مؤلف)

(۳) اگر امام نے خانہ کعبہ سے باہر مسجد الحرام میں نماز پڑھی اور جماعت کے لوگ کعبہ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہوئے اور امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے تو سب کی نماز درست ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک اسی طرح نماز ہوتی آئی ہے۔ صرف اس شخص کی نماز درست نہیں ہوگی جو امام کی بہ نسبت کعبہ سے قریب ہو اور وہ اسی سمت میں کھڑا ہو جس سمت میں امام ہے یعنی اس کی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کو ہوگی یا اس صف کے جو امام کے ساتھ ہو دائیں یا بائیں طرف کے مقتدیوں کے منہ کی طرف کو ہوگی اور اس کا منہ کعبہ کی طرف کو ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اور اس کا تابع نہ کہلائیگا اور اگر وہ شخص جو امام کی بہ نسبت خانہ کعبہ سے زیادہ قریب ہے امام کی جانب میں نہیں ہے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہے اس لئے کہ امام سے آگے بڑھنا اس وقت ہوتا ہے جبکہ دونوں کی جہت ایک ہی ہو۔ اور اگر مقتدی اس رکن (کونے) کی سیدھ میں کھڑا ہو جو امام کی جانب میں ہے اور امام کی بہ نسبت کعبہ سے زیادہ قریب ہے تو احتیاطاً اس مقتدی کی نماز فاسد ہوگی اس لئے کہ امام کی جہت غالب ٹھہرائی جائے گی اگرچہ دوسری جہت بھی اس کی جہت ہے۔ (۴) اگر امام خانہ کعبہ کے اندر کھڑا ہو اور کوئی مقتدی امام کے ساتھ اندر بھی ہو اور باقی مقتدی کعبہ کے باہر اس کے گرد حلقہ میں کھڑے ہوئے ہوں تو اگر دروازہ کھلا ہوا ہے تاکہ مقتدی امام کے رکوع و سجود کا حال دیکھ کر معلوم کر سکیں تو نماز بلا کراہت جائز ہے اس لئے کہ امام کا کعبہ کے اندر کھڑا ہونا ایسا ہے جیسا محراب میں کھڑا ہونا اور اگر دروازہ بند ہو لیکن کوئی تکبیر کہنے والا آواز پہنچاتا جائے تو بھی اقتدا جائز ہے اور اگر امام خانہ کعبہ کے اندر اکیلا ہو تو بوجہ قداوم اونچا کھڑا ہونے کے مکر وہ ہے۔ (۵) اگر مقتدی خانہ کعبہ کے اندر ہو اور امام باہر ہو تب بھی نماز صحیح ہے بشرطیکہ مقتدی کی پیٹھ امام کے منہ کی طرف نہ ہو کیونکہ اس طرح وہ امام سے آگے بڑھ جائے گا۔

(۵) اگر کوئی عورت امام کے مقابل ہو اور امام نے اس کی امامت کی نیت کرنی تو اگر اس عورت نے بھی اسی طرف منہ کر لیا جس طرف امام کا منہ ہے تو امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر دوسری طرف کو منہ کیا تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی

(۶) اگر کسی شخص نے کعبہ کے اندر ایک رکعت ایک طرف کو پڑھی اور دوسری دوسری طرف کو پڑھی تو جائز نہیں اس لئے

کہ قبلہ کی جو سمت یقینی تھی وہ اس سے بلا ضرورت پھر گیا کیونکہ نمازی پر یہ واجب ہے کہ خانہ کعبہ کے کسی غیر معین جزو کی طرف منہ کیا جائے اور جب کسی بھی جزو کی طرف منہ کر کے نماز شروع کرے گا اس وقت وہی جزو اس کے لئے قبلہ متعین و مقرر ہو جائے گا اور اس تعین قبلہ کے بعد دوسرے جزو کی طرف پیٹھ ہو جانے سے نماز فاسد نہ ہوگی پس اس یقینی قبلہ کی طرف سے بلا ضرورت پھرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی بخلاف تخری کرنے والے کے کہ اگر دوسری رکعت میں اس کی رائے بدل جائے تو اس طرف کو بدل جائے اور نماز پوری کر لے گا۔
 نہ پڑھے۔ اس لئے کہ اس کا قبلہ جو تخری سے متعین ہوا ہے وہ یقینی نہیں ہے بلکہ اجتہادی اور ظنی ہے اس لئے نماز کا جو حصہ پہلے اجتہاد سے ادا کیا ہے وہ اسی جیسے دوسرے اجتہاد و ظن سے باطل نہیں ہوتا۔

نیت کا بیان

نماز کی نیت خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز پڑھنے کے ارادہ کو کہتے ہیں اور شرط اس کی یہ ہے کہ دل جانتا ہو کہ کونسی نماز پڑھتا ہے اور کم از کم اتنا ہو کہ اگر اس سے پوچھیں کہ کونسی نماز پڑھتا ہے تو بغیر سوچے فوراً جواب دیدے اور اگر بغیر تامل کے جواب نہیں دیکتا تو نماز جائز نہ ہوگی اور یہ دل کا حاضر رہنا فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نمازیں شرط نہیں اس لئے نماز کے دوران میں اگر دل کا استحضار نہ ہوگا تو بلا خلاف نماز کے صحیح ہونے میں کوئی حرج نہیں محض جانتا نیت نہیں جب تک کہ ارادہ نہ ہو اس لئے کہ نیت ارادہ کا نام ہے اور جاننے کو ارادہ لا تعنی نہیں البتہ ارادہ کو علم (جانتا) لازمی ہے اور چونکہ نیت میں دل کا عمل معتبر ہے اس لئے زبان سے کہنا کچھ ضروری نہیں ہاں اگر زبان سے بھی اس لئے کہہ لیا کہ دل کے ارادہ کے ساتھ جمع ہو جائے تو بہتر و مستحب ہے یہی قول مختار ہے (بعض کے نزدیک زبان سے نیت کرنا سنت مؤکدہ دائم العمل ہے یہاں سنت سے مراد علمائے متاخرین کا پسندیدہ اور جاری کردہ طریقہ ہے سنت شرعی مراد نہیں ہے اس لئے کہ زبان سے نیت کرنا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم بلکہ ائمہ اربعہ سے بھی منقول نہیں ہے بلکہ بعض عالموں نے اس کو بدعت کہا ہے لیکن بدعت حسنہ ہے اور مستحسن ہے کیونکہ انسان اکثر پریشان خاطر رہتا ہے اور زبان سے کہنے سے دل کے ارادہ کو جمعیت اور زبان کے ساتھ موافقت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے زبان سے کہنا مستحسن ہوا۔ حضرت محبوب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ العزیز اور بعض اکابر نے جو زبان سے نیت کرنے کو بدعت کہا ہے اور اس کے حسنہ ہونے پر تکیہ فرمائی ہے ان لوگوں کے حق میں ہے جو زبانی نیت پر کفایت کر کے قلب سے بالکل ارادہ ہی نہیں کرتے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعت رافع سنت کی بجائے سرے سے فرض کی رافع ہے کیونکہ اس کو ہاتھ نہ رکھنے کی وجہ سے اکثر لوگ زبانی نیت پر اکتفا کرتے ہیں اور غفلت قلبی سے پاک نہیں رکھتے پس اس ضمن میں فرائض نمازیں سے ایک فرض کہ نیت قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ فساد نماز ہے۔
 راجد اول مکتوب ۱۸۶ اور فقہائے کرام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ نیت قلبی کے بغیر نیت لسانی کا کچھ اعتبار نہیں اور نیت قلبی صحیح ہوتے ہوئے زبان سے غلطی ہو جائے تو زبان کا کچھ اعتبار نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے پس ان دونوں میں کوئی تعارض نہ رہا اور متاخرین نے زبان

کی نیت کو دل کی نیت کے حاضر ہونے کے لئے موافقت کا ذریعہ بنانے ہوئے مستحسن قرار دیا ہے اور دل کی غفلت کے ساتھ اس کا اعتبار نہیں کیا مگر عاجز و معذور کے لئے۔ فافہم واللہ اعلم

زبان سے کہنے میں کچھ عربی کی تخصیص نہیں ہے فارسی اردو وغیرہ کسی زبان میں بھی نیت ہو سکتی ہے اور زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ ہو (یعنی جو گزرے ہوئے زمانہ پر دلالت کرے مثلاً نَوَيْتُ یا میں نے نیت کی (فارسی میں نیت کروم) اور زمانہ حال کے لفظ کے ساتھ بھی نیت کرنا صحیح ہے اور عربی میں مضارع کے صیغہ کے ساتھ جبکہ نیت میں فقط حال یعنی موجودہ زمانہ مقصود ہو صحیح ہے مثلاً اُرَيْدُ اَنْ اُصَلِّيَ الْفَجْرَ (اردو میں) میں نماز فجر کی نیت کرتا ہوں (فارسی میں) نماز فجر را نیت میکنم۔ زمانہ مستقبل سے نیت صحیح نہیں کیونکہ یہ وعدہ ہو گا نہ کہ وقوع۔ اور جو شخص تفکرات و تشویشات وغیرہ کی وجہ سے حضور قلب سے اس درجہ عاجز ہو کہ اس کو دل سے کسی کام کا ارادہ کرنا ممکن نہ ہو اور اس کو نماز کی معرفت ممکن نہ ہو تو اس کو زبان سے نیت کر لینا کافی ہے لیکن بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ ضرر زبان سے کہنا کسی وقت کافی نہیں بلکہ ایسے شخص کو مجنوں کے حکم میں داخل کر کے نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔ مستحب و افضل یہ ہے کہ نیت نماز شروع کرنے کے ساتھ ہو اور نیت کا تکبیر تحریمہ پر مقدم کرنا بھی جائز ہے اگرچہ یہ مقدم کرنا نماز کے وقت سے پہلے ہو مثلاً ایک شخص اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے نکلا پھر جب امام تک پہنچا تو اس نے تکبیر تحریمہ کہی اور اس کو اس وقت نیت حاضر نہ ہوئی تو نماز جائز ہے صحیح قول کی بنا پر تمام عبادتوں میں نیت کا مقدم کرنا جائز ہے اور نیت کا مقدم کرنا اس وقت جائز ہے جب تک نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کوئی عمل نیت کا توڑنے والا نہ پایا جائے اور وہ عمل جو نماز کے لائق نہیں اور بنائے نماز کا مانع ہے جیسے کھانا پینا اور کلام کرنا یا کوئی چیز خریدنا بیچنا وغیرہ وہ نیت کا بھی توڑنے والا ہے۔ نماز میں بے وضو ہو جانا اور وضو کے لئے چپ چاپ جانا نماز کے منافی نہیں ہے اس لئے نیت کو بھی نہیں توڑتا۔ پس جو نیت تکبیر تحریمہ سے پہلے ہو اگر اس کے بعد کوئی ایسا عمل نہ پایا جائے جو اس نیت کو توڑ دے تو ایسی نیت بھی اس نیت کی مانند ہے جو تکبیر کے ساتھ ہوتی ہے پس اگر کسی نے نماز کی نیت کی پھر وضو کیا اور مسجد کی طرف چلا پھر تکبیر کہی اور اس وقت دل میں نیت حاضر نہیں تھی تو وہی پہلی نیت جائز اور کافی ہے اور نئی نیت اس پر واجب نہیں کیونکہ یہ فعل یعنی چلنا اور وضو کرنا نماز کے اندر نیت کا توڑنے والا نہیں اور ان پر بنا جائز ہے (بنا کے مسائل اپنے مقام پر آئیں گے انشاء اللہ) تو نماز کے باہر بطریق اولیٰ نیت کے توڑنے والے نہ ہوں گے۔ جو نیت تکبیر تحریمہ کے بعد ہو صحیح یہ ہے کہ اس کا اعتبار نہیں یہاں تک کہ اگر تکبیر تحریمہ میں اللہ کہنے کے بعد اور اکبر کہنے سے پہلے نیت کی تو نماز نہ ہوگی اس لئے کہ نماز لفظاً اللہ سے شروع کرنا صحیح ہو جاتا ہے پس گویا نیت شروع نماز کے بعد واقع ہوئی ہے۔

فرض نماز واجبہ غیرہ کی نیت کا بیان | فرض نماز میں فقط نماز کی نیت سے بالا جماع جائز نہیں ہوتی دل میں اس فرض کا تعین کرنا بھی ضروری ہے پس یوں کہے کہ میں آج کے دن کی ظہر

(یا عصر وغیرہ) کی یا اس وقت کے فرض کی یا اس وقت کے ظہر (یا عصر وغیرہ) کی نیت کرتا ہوں صرف فرض نماز کی نیت کرنا کافی نہیں۔ صحیح قول کی بنا پر اتنا کہنا کافی ہے ظہر کی (یا عصر وغیرہ) کی نماز پڑھتا ہوں ظہر اور عصر وغیرہ کے ساتھ دن یا وقت کو ملائے

یا نہ ملے یعنی یہ کہنا ضروری نہیں کہ اس وقت کی ظہر و عصر وغیرہ یا اس دن کی ظہر و عصر وغیرہ اس لئے کہ وہ وقت اس کے لئے معین ہو گیا ہے مگر قضا میں دن کی تخصیص ضروری ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ پس فرض نماز کی نیت کی یہ چند صورتیں ہیں (۱) مطلق فرض کی نیت کرے یعنی یوں کہے "میں فرض نماز پڑھتا ہوں" (۲) مطلق وقت کا نام لیکر کہے مثلاً ظہر یا عصر کی نماز پڑھتا ہوں۔ (۳) ظہر الیوم (آج کی ظہر) کہے (۴) فرض الیوم (آج کی فرض) کہے۔ (۵) ظہر الوقت (اس وقت کی ظہر) کہے (۶) فرض الوقت (اس وقت کی فرض نماز) کہے۔ اب ان چھ صورتوں میں سے ہر ایک یا وقت کے اندر ہوگی یا وقت کے بعد ہوگی اور اس کو وقت یا وقت نکلنے کا علم ہوگا یا شک ہوگا اس طرح چھ کو چار میں ضرب دینے سے چوبیس صورتیں بن جائیں گی۔ ان سب صورتوں کے احکام درج ذیل ہیں:- (۱) اگر کسی نے مطلق فرض کی نیت کی تو خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد اس کو وقت نکلنے کا علم ہو یا نہ ہو، یا شک ہو، ان چاروں صورتوں میں اس کی نماز صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ وقت کا تعین ضروری ہے کیونکہ فرض نماز میں پانچ ہیں جو اپنے اپنے وقت پر فرض ہیں۔ (۲) اگر کسی نے مطلق وقت کا نام لیکر نیت کی مثلاً یوں کہا کہ ظہر کی نماز پڑھتا ہوں اور آج یا اس وقت نہیں بلایا تو اگر وہ نماز وقت کے اندر پڑھی تو معتبر یہ ہے کہ اگر اس کے دل میں اس کا علم ہے کہ وہ اسی وقت کی ظہر پڑھتا ہے تو نماز صحیح ہے ورنہ نہیں۔ اور اگر وقت نکلنے کے بعد اس نیت سے نماز پڑھی تو بعض کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہے اور بعض کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور یہی اظہر ہے۔ اور اگر وقت نکلنے کا علم نہیں ہے تو انازع یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے۔ (۳) اگر کسی نے یوں نیت کی کہ ظہر الیوم (آج کی ظہر) پڑھتا ہوں تو خواہ وہ نماز وقت کے اندر پڑھتا ہو یا وقت نکلنے کے بعد پڑھتا ہو اور اس کو اس کا علم ہو یا وقت نکلنے کا علم نہ ہو یا شک ہو، ان چاروں صورتوں میں نماز جائز ہو جائے گی۔ (۴) اگر یوں نیت کی کہ فرض الیوم (آج کی فرض نماز) پڑھتا ہوں تو چاروں مذکورہ صورتوں میں نماز صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ فرض الیوم پانچ ہیں یعنی فجر و ظہر و عصر وغیرہ اور ہر فرض کا تعین ضروری ہے۔ (۵) اگر یوں نیت کی کہ ظہر الوقت (اس وقت کی ظہر) پڑھتا ہوں تو اگر وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد ہو مگر اس کو وقت نکلنے کا علم ہو تو صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی اور اگر وقت کے بعد ہو اور وقت نکلنے کا علم نہ ہو یا شک ہو تو صحیح یہ ہے کہ نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (۶) اگر یوں نیت کی کہ فرض الوقت (اس وقت کی فرض نماز) پڑھتا ہوں تو اگر وقت کے اندر ہے تو جائز ہے اگر وقت نکلنے کے بعد ہے اور اس کو اس کا علم ہے تو اس کی نماز جائز نہیں اور اگر وقت کے خارج ہونے کا علم نہیں ہے یا شک ہے تب بھی اس کی نماز جائز نہیں ہے یہی صحیح ہے۔ اگر جمعہ کی نماز کے لئے فرض الوقت کی نیت کی تو باوجود وقت کے اندر ہونے کے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت کا فرض ظہر ہے اور جمعہ اس کا بدل ہے لیکن جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ جمعہ فرض الوقت ہے بدل نہیں ہے جیسا کہ بعض فقہاء کی رائے ہے تو اس کی نماز جمعہ بھی فرض الوقت کی نیت سے صحیح ہو جائے گی لیکن یہ قول کہ "جمعہ اصل فرض الوقت ہے بدل نہیں ہے" ضعیف ہے اور صحیح اور قوی قول یہ ہے کہ جمعہ ظہر کا بدل ہے۔ اسی طرح اگر جمعہ کے روز ظہر الوقت کی نیت کی تو نماز جمعہ جائز نہیں ہوگی البتہ جمعہ کے روز جو معذور جمعہ میں شامل نہیں ہونا اور ظہر کی نماز پڑھتا ہے تو وہ اگر وقت کے اندر ظہر الوقت یا فرض الوقت کی نیت کرے تو اس کی نماز صحیح و جائز ہے۔ پس ظہر الیوم یا عصر الیوم وغیرہ (آج کی ظہر

یا عصر وغیرہ) کی نیت کرنا بہتر ہے کیونکہ یہ ہر صورت میں نماز صحیح ہونے کے لئے کافی ہے خواہ عین وقت میں پڑھے یا وقت نکلنے کے بعد پڑھے اور اس کو علم ہو یا نہ ہو یا شک ہو۔ اور یہ اس شخص کے لئے تدبیر ہے جس کو وقت کے نکلنے میں شک ہو۔

نماز جنازہ کی نیت | فرض کفایہ یعنی جنازہ کی نماز میں میت کے لئے دعا کی نیت بھی ملائے اور یوں نیت کرے کہ نماز

اللہ کے واسطے ہے اور دعائیت کے واسطے، نماز جنازہ کی نیت یوں ہے: **نَوَيْتُ اَدَاءَ**
هَذِهِ الْفَرِيضَةِ عِبَادَةً لِلَّهِ تَعَالَى مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ الْمُقَدَّسَةِ يَا اَيُّهَا الْمَاهِمُ یعنی میں اس فریضہ کے ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر اس امام کے پیچھے اور اگر امام دل میں یہ نیت کر لے کہ میں اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں تب بھی صحیح ہے اور مقتدی دل میں یوں نیت کر لے کہ میں اس امام کی اقتدا کرتا ہوں تو جائز ہے پس میت کا ذکر یا مؤنث متعین کرنا ضروری نہیں ہے اور میت کے لئے دعا کی نیت کا ملانا لازمی نہیں البتہ بہتر ہے۔ اگر نماز

پر میت مشتبہ ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ امام کے ساتھ نماز پڑھوں جس پر کہ امام نماز پڑھتا ہے یا یوں کہے "میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے میں بھی اس کی نماز پڑھتا ہوں۔ اگر نماز جنازہ میں مرد کی نیت کی پھر معلوم ہو کہ وہ عورت ہے یا اس کے برعکس کیا پھر معلوم ہو کہ وہ مرد ہے تو اگر جنازہ حاضرہ کی طرف اشارہ نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی کیونکہ اگرچہ نیت میں مذکر و مؤنث کا متعین کرنا لازمی نہیں ہے لیکن جب متعین کر دیا تو اس تعین کا صحیح ہونا لازمی ہو

اور اس میں غلطی ہو جانا ایسا ہے جیسا کہ امام کے تعین میں غلطی ہو جانا اگر جنازہ حاضرہ کی طرف اشارہ بھی کیا اور مذکر و مؤنث کے تعین میں غلطی ہوئی مثلاً یوں نیت کی کہ اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں جو کہ مرد ہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ عورت ہے یا بالعکس یا یوں نیت کی کہ اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں اور اس کے گمان میں وہ مرد ہے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اس کا بالعکس تو اشارہ سے متعین ہونے کی وجہ سے اس کی نماز جائز ہو جائے گی۔ اگر میت کے نام کے تعین میں غلطی ہوئی

تب بھی حکم ہے کہ اگرچہ نام کا متعین کرنا لازمی نہیں ہے لیکن جب تعین کیا تو اس تعین کا صحیح ہونا لازمی ہے پس اگر اشارہ سے متعین کر دیا ہو تو کافی ہے اور نماز جائز ہو جائے گی اور اگر اشارہ سے متعین نہیں کیا تو نماز جائز نہ ہوگی مثلاً اگر یوں نیت کی کہ زید کے جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں بعد میں اس کا عمر و ہونا معلوم ہوا تو نماز درست نہ ہوگی کیونکہ نام کے تعین میں غلطی ہوئی اور اشارہ سے بھی متعین نہیں کیا اور اگر یوں نیت کی کہ اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں جو فلاں ہے اور وہ اس کا غیر ہے یا یوں

نیت کی کہ اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں اور اس کے علم و گمان میں وہ زید ہے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو اس کی نماز جائز ہے اس لئے کہ وہ اشارہ سے متعین ہو گیا اور اس کا نام لینا لغو ہو گیا مقتدی کو چاہئے کہ جنازہ کی نماز میں میت کو متعین نہ کرے یعنی یہ نیت نہ کرے کہ فلاں میت کی نماز جنازہ پڑھتا ہوں۔ اگر میت سے جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھے تو ان کی تعداد کا معلوم ہونا ضروری نہیں اور ان کی تعداد کا معین کرنا مضر نہیں مگر جبکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ان کا شمار اس تعداد سے زیادہ ہے جو نماز نے معین کی ہے مثلاً اگر نماز نے دس جنازوں کی نیت کی اور درحقیقت دس ہی ہیں یا دس سے کم ہیں تو نماز

درست ہوگی اور اگر گیارہ یا زیادہ ہوں گے تو کسی جوازہ کی نماز درست نہ ہوگی اس لئے کہ جس قدر زیادہ ہیں ان کی نیت نہیں پائی گئی اور دس کی بھی غیر معین کی نیت کی ہے پس ہر جوازہ زائد ہو سکتا ہے اس لئے سب کی نماز باطل ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نیت میں اشارہ نہ ہو صرف اتنا ہو کہ دس نیتوں پر نماز پڑھتا ہوں اور اگر نیت میں یہ اشارہ تھا مثلاً یوں کہا کہ ان دس نیتوں پر نماز پڑھتا ہوں اور وہ دس سے زیادہ ہوں تو نماز سب پر درست ہوگی یہ احکام نماز جوازہ کے امام کے ہیں اور اگر مقتدی ہو اور اس نے یہ نیت کی ہو کہ جن پر امام نماز پڑھتا ہے میں بھی ان پر نماز پڑھتا ہوں اور وہ دس ہیں پھر ظاہر ہوا کہ وہ دس سے زیادہ ہیں تو اس کو کوئی ضرر نہیں ہے یعنی اس کی نماز جائز ہو جائے گی۔

نماز واجب کی نیت | نماز واجب میں واجب کی نیت کرے اور اسے متعین بھی کرے اس طرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا عید الفطر یا عید الاضحیٰ یا طواف کی دو رکعت، نفل جن کی قضا کو شروع کر کے ٹوڑ دیا ہو، سجدہ تلاوت سجدہ سہو۔ وتر میں یہ نیت کرنا لازمی نہیں ہے کہ وہ واجب ہے یا سنت ہے اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے بلکہ فقط وتر کی نیت کافی ہے پس یوں کہے کہ میں اس رات کے وتر پڑھتا ہوں واجب ہونے کی بھی نیت کرے تو منع نہیں ہے بلکہ اولیٰ ہے اور واجب نہ ہونے کی نیت کرے تو کافی نہیں ہے۔ نذر کی نماز میں یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو شفا کے واسطے یا فلانی حاجت کے واسطے میں نے نذر پائی تھی کیونکہ نذر کے اسباب مختلف ہوتے ہیں اور نذر کی تعیین اس کے سبب کے ذکر کے بغیر نہیں ہوتی۔ سجدہ تلاوت اگر نماز میں ہو اور فوراً کر لیا جائے تو نیت میں تعیین ضروری نہیں اور اگر فاصلہ ہو جائے یا نماز سے باہر ہو تو سجدہ تلاوت کا تعیین ضروری ہے سجدہ تلاوت میں یہ متعین کرنا کہ کس آیت کی تلاوت کا سجدہ ہے کچھ ضروری نہیں مزید تفصیل سجدہ تلاوت کے بیان میں آئے گی (ان شاء اللہ) سجدہ سہو میں نیت کا تعیین ضروری ہے اس لئے کہ سجدہ سہو واجب ہے اور سجدہ شکر میں نیت کا تعیین ضروری نہیں اس لئے کہ سجدہ شکر نفل ہے لیکن اس میں بھی تعیین کا ہونا زیادہ ظاہر ہے تاکہ سجدہ تلاوت و سجدہ سہو اور سجدہ شکر میں امتیاز ہو جائے نیز عوام الناس جو نماز کے بعد سجدہ کرتے ہیں یہ مکروہ ہے اور سجدہ شکر میں تعیین کرنا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ اس مکروہ سجدہ سے ممتاز ہو جائے۔ والہ اعلم۔ سجدہ صلیبہ (یعنی نماز کا سجدہ) جو اپنی جگہ سے سہو چھوٹ گیا اور نماز میں کسی دوسری جگہ اس کو قضا کرے تو اگر اس کے اور اس کے مقام کے درمیان ایک رکعت یا زیادہ کا فاصلہ ہے تو اس کی نیت واجب ہے اور اگر اس سے کم فاصلہ ہے تو نیت کا تعیین واجب نہیں ہے۔

فرض و واجب میں رکعتوں کی تعداد کی نیت شرط نہیں ہے کیونکہ ان میں تعیین رکعات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکی ہے اور اس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں ہے البتہ عدد رکعات کا تعیین افضل ہے پس عدد رکعات میں جو کئے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کہ اگر پانچ رکعتوں کی نیت کی اور چوتھی رکعت میں بیٹھ گیا تو جائز ہے اور پانچویں رکعت کی نیت لغو ہو جائے گی اسی طرح اگر ظہر میں مثلاً تین رکعت کی نیت کی یا فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے۔

سنت نفل کی نیت

نفل اور سنت اور تراویح کے لئے فقط نماز کی نیت کر لینا کافی ہے یعنی نفل یا سنت یا تعداد رکعات کہنا ضروری نہیں یہی صحیح ہے۔ تراویح کی نیت میں احتیاط یہ ہے کہ تراویح یا سنت وقت یا قیام لیل کی نیت کرے اور سنتوں میں احتیاط یہ ہے کہ یہ نیت کرے کہ بتا بہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتا ہوں۔ کعبہ کی طرف منہ کرنے کی نیت کسی نماز میں شرط نہیں خواہ فرض ہو یا واجب سنت ہو یا نفل و مستحب شرط نہیں (البتہ کعبہ کی طرف منہ یعنی سینہ کا ہونا شرط ہے جو بلا نیت حاصل ہو جاتا ہے) خواہ نماز کعبہ کے قریب ہو یا دور مسجد میں ہو یا جنگل و میدان میں یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ قبلہ سے پھرنے کی نیت نہ ہو ورنہ نماز نہ ہوگی۔ اگر کسی نے کعبہ کی عمارت کی طرف منہ کرنے کی نیت کی یا مقام ابراہیم یا اپنی مسجد کی محراب کی طرف منہ کرنے کی نیت کی تو صحیح قول کی بنا پر جبکہ منہ قبلہ کی طرف ہے تو نماز درست ہو جائے گی اس لئے کہ جب نیت کعبہ شرط نہیں تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

قضا نماز کی نیت کے مسائل

(۱) قضا کی نماز میں تعین شرط ہے پس اگر بیت سی نماز میں فوت ہو گئیں اور ان کی قضا پڑھتے لگے تو ضروری ہے کہ وقت یعنی ظہر اور عصر وغیرہ کا تعین کرے اور یہ بھی تعین کرے کہ فلاں

روز کی ظہر یا فلاں روز کی عصر وغیرہ پڑھتا ہوں اگرچہ فوت شدہ نمازوں کی کثرت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگی یہی معتد ہے۔

(۲) اگر کسی کے ذمہ صرف ایک ہی وقت (ظہر و عصر وغیرہ) کی نماز قضا ہو تو اس کو دن متعین کرنے کی ضرورت نہیں اور اس کو یہ نیت کافی ہے کہ میرے ذمہ جو فلاں نماز ہے اس کی نیت کرتا ہوں۔ (۳) اگر تاریخ کے ساتھ تعین کرے تو مہینہ اور سال کا تعین بھی ضروری ہے۔

(۴) اگر کسی کے ذمہ بہت سی قضا نمازیں ہوں اور دن یا تاریخ یا سال یا مہینہ یا دن ہو تو اس کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ یوں نیت کرے "سب سے پہلی ظہر (یا عصر وغیرہ) جو مجھ پر واجب ہے (یا یوں کہے جو میرے ذمے ہے) پڑھتا ہوں" اس طرح سب سے پہلے دن کی وہ نماز اس کے ذمہ سے ادا ہو جائے گی اور دوسرے روز کی نماز ادا ہو جائے گی کیونکہ اب باقی ماندہ میں وہ اول ہے۔ علی ہذا القیاس اس طرح ہر نیت میں باقی ماندہ نمازوں کی اول نماز متعین ہوتی جائے گی یہاں تک کہ سب ادا ہو جائیں گی۔ یا یوں نیت کرے کہ سب سے پچھلی (آخری) ظہر (یا عصر وغیرہ) جو مجھ پر واجب ہے (یا جو میرے ذمہ ہے) پڑھتا ہوں اس طرح ہر نماز جو آخری (پچھلی) ہوتی جائے گی ادا ہوتی جائے گی یہاں تک کہ سب ادا ہو جائیں گی۔ (۵) اگر نفل نماز شروع کر کے توڑ دی تو اس کی قضا کا بھی تعین کرے۔ (۶) اگر قضا میں ہفتہ کے روز کی نیت کی تھی پھر معلوم ہوا کہ قضا اتوار کے روز کی تھی یا اس کے برعکس تھا تو اس میں مثلث کا اختلاف ہے اور ادا کی نماز میں ایسی صورت ہو تو جائز نہیں اگر کسی ادا نماز میں اس دن کو دوسرا دن گمان کر لیا مثلاً وہ پیر کا دن تھا اور اس نے اسے منگل سمجھ کر منگل کی ظہر کی نیت کی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پیر کا دن تھا تو نماز ہو جائے گی اور یہ اس وقت ہے جبکہ نیت میں آج کا دن ہو یعنی یوں کہے کہ آج کے دن کی جو منگل ہے ظہر پڑھتا ہوں اس لئے کہ آج کے دن کی تعین کے بعد پیر یا منگل کی تخصیص بیکار ہے اور اس میں غلطی مضر نہیں اور اگر صرف دن کے نام سے ہی نیت کی اور آج کے دن کا قصد نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ منگل کی ظہر پڑھتا ہوں تو نماز نہ ہوگی اگرچہ وہ منگل ہی کا دن ہو کیونکہ منگل بہت سے ہیں۔

دے، اگر اسی دن کی قضا نماز ادا کی نیت سے پڑھی یا ادا نماز قضا کی نیت سے پڑھی تو نماز ادا ہو جائے گی جبکہ دل میں اس دن کا تعین کیا ہو پس اس کو ادا یا قضا میں غلطی ہونا مضر نہیں ہے۔ مثلاً ظہر کا وقت باقی ہے اور اس نے گمان کیا کہ جانا رہا اور اس دن کی ظہر کی قضا کی نیت سے پڑھی یا وقت جانا رہا اور اس نے گمان کیا کہ باقی ہے اور اس دن کی ادا کی نیت سے نماز پڑھی تو نماز ہو گئی اور اگر وقت باقی ہے اور اس نے ظہر کی قضا پڑھی مگر اس دن کے ظہر کی نیت نہ کی تو وہ وقتی نماز نہ ہوئی کیونکہ ظہر بہت سی ہیں اور وہ قضا کی نیت سے جبکہ اس دن کے ساتھ متعین نہیں کیا دوسرے دنوں کی طرف پھیری جائے گی۔ اسی طرح اگر اس کے ذمہ کسی دن کی نماز ظہر قضا تھی اور ادا کی نیت سے پڑھی تو وہ قضا صحیح نہ ہوگی۔

نیت بدلنے کے مسائل (۱) کسی نے دل میں ظہر کی نیت کی اور اس کی زبان سے عصر نکل گیا تو اس کی نماز جائز ہے اس لئے کہ نیت میں دل کا عمل معتبر ہے نہ کہ زبان کا پس اگر زبان نے غلطی کی تو کچھ ضرر نہیں جبکہ دل میں صحیح نیت ہے۔ (۲) کسی نے فرض نماز شروع کی پھر اس کو یہ گمان ہوا کہ نفل پڑھتا ہوں اور نفل کی نیت پر نماز پوری کر لی تو وہ نماز فرض ادا ہوئی اور اگر اس کے برعکس ہوا تو جواب بھی برعکس ہوگا کیونکہ شروع کرتے وقت کی نیت کا اعتبار ہے بعد کا نہیں جب تک کہ پہلی نیت کو توڑ کر اور اللہ اکبر کہہ کر دوسری نیت نہ باندھے (۳) اگر ظہر کی نماز شروع کی پھر نفل نماز کی یا عصر کی نماز یا جنازہ کی نماز کی نیت کر لی اور تکبیر کی تو پہلی نماز سے نکل گیا اور دوسری نماز شروع ہو گئی اور اگر تکبیر نہ کہے صرف دل میں نیت کر لے تو پہلی نماز سے نہیں نکلتا اس میں اصول یہ ہے کہ نماز توڑنے یا بدلنے کی نیت سے وہ نماز باطل نہیں ہوتی جب تک دوسری نماز کی نیت سے تکبیر نہ کہے یا کوئی اور نماز کو توڑنے والا عمل نہ کرے (۴) اگر شروع کی ہوئی نماز میں پھر اسی نماز کی نیت سے تکبیر کی تو پہلی ہی نیت برقرار رہے گی۔ مثلاً اگر ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر ظہر ہی کی نماز کی نیت سے تکبیر کی تو وہ نماز اسی طرح رہے گی اور وہ پڑھی ہوئی رکعت جائز ہو جائے گی اور شمار کی جائے گی اور یہ فعل لغو ہو جائے گا۔ پس اگر اس رکعت کو شمار نہ کرے اور اس کے علاوہ چار رکعت اور پڑھ کر قعدہ اخیرہ کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ قعدہ اخیرہ چوتھی رکعت کے بعد ادا نہیں ہوا بلکہ پانچویں کے بعد ادا ہوا ہے اور اگر پہلی رکعت کو شمار کر کے چوتھی پر قعدہ اخیرہ کیا تو نماز ہو گئی۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نیت صرف دل سے کرے لیکن اگر اس نے زبان سے بھی کہا کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں یا ظہر کی نماز کی نیت کرتا ہوں تو وہ پہلی نماز ٹوٹ جائے گی اور وہ رکعت جائز نہ ہوگی اور شمار میں نہ آئے گی بلکہ نئے سرے سے نماز شروع ہو جائے گی اور یہ حکم سب صورتوں کے لئے برابر ہے خواہ وہ دونوں نیتیں فرض نماز کی ہوں یا پہلی فرض کی نیت کی ہو اور پھر نفل کی نیت کی ہو یا پہلی نیت نفل کی ہو اور دوسری فرض کی ہو۔ پس اگر نفل نماز کی نیت سے تکبیر کی پھر نئی تکبیر کے ساتھ فرض نماز کی نیت کی تو فرض نماز شروع ہو جائے گی اور نفل فاسد ہو جائے گا اس لئے ان کی قضا کرے۔ (۵) اگر کسی مسبوق نے نئے سرے سے نیت کر لی تو اب اس کی نماز نئے سرے سے منفرد کی طرح شروع ہوگی اور نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ پڑھا ہے وہ فاسد ہو جائے گا۔ (۶) اگر کسی شخص نے ایک رکعت لیکر پڑھ کر پھر امام کے ساتھ نیت باندھی تو اب اس کی نماز امام کے ساتھ شروع ہو گئی اور پہلی پڑھی ہوئی فاسد ہو گئی۔

دو نمازوں کی ایک ساتھ نیت کی تو اس میں چند صورتیں ہیں (۱) اگر دو فرض نمازوں کی نیت کی لیکن ان میں ایک فرض عین ہے اور دوسری فرض کفایہ یعنی نماز جنازہ تو فرض عین کی نیت ہوئی کیونکہ فرض عین قوی ہے اور حقیقت میں نماز یہی ہے جمع کرنے کی صورتیں -

اس میں رکوع و سجد سب ارکان ہیں بخلاف نماز جنازہ کے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک قوی ہوگی تو اسی کی نیت ہو جائے گی اور اگر برابر ہوں گی تو نیت لغو ہو جائے گی اور کسی میں شروع کرنے والا نہ ہوگا۔ (۲) دونوں فرض عین ہیں مگر ایک وقتی ہے اور دوسری کا وقت نہیں آیا تو وقتی ہوئی مثلاً ظہر کے وقت میں اس دن کے ظہر اور عصر کی ایک ساتھ نیت کی تو ظہر کی نماز ہوئی اس لئے کہ وقت سے پہلے کوئی نماز صحیح نہیں ہوگی خواہ وہ نمازی عرفات میں ہو جہاں اس کو ظہر کے وقت میں ظہر و عصر کو جمع کرنا ہے کیونکہ وہاں ترتیب کے سبب سے ظہر کا عصر پر مقدم کرنا واجب ہے (۳) اگر ایک وقتی اور دوسری قضا کی ایک ساتھ نیت کی اور وقت میں وسعت نہیں تو نیت وقتی ہی کے لئے ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہ ہو کیونکہ وقت کی تنگی سے ترتیب ماقط ہو جاتی ہے۔ (۴) اگر وقتی اور قضا کی اکٹھی نیت کی اور وقت میں وسعت ہے (یعنی اتنا وقت ہے کہ قضا پڑھنے کے بعد وقتی پڑھ سکتا ہے) اور وہ صاحب ترتیب ہے تو نیت قضا کی ہوگی کیونکہ اب اس کے لئے قضا قوی ہے اور اگر وہ صاحب ترتیب نہ ہوگا تو دونوں میں سے کوئی نماز صحیح نہ ہوگی اور نیت لغو ہو جائے گی کیونکہ بلا وجہ تزیج نہیں دے سکتے اور ایک دم دونوں کو ادا کرنا ممکن نہیں۔ (۵) اگر دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے اور وہ صاحب ترتیب ہو تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اس لئے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہیں ہوتی جب تک پہلی کو ادا نہ کر لے (۶) اگر دو قضا نمازوں کی اکٹھی نیت کرنے والا صاحب ترتیب نہیں ہے تو دونوں میں سے کوئی نماز صحیح نہیں ہے اس لئے کہ دونوں کا ایک ساتھ ادا کرنا ممکن نہیں اور صاحب ترتیب نہ ہونے سے ترتیب کی اولیت قائم نہ رہی پس بلا وجہ کسی کو تزیج نہیں دے سکتے اس لئے نیت لغو ہو جائے گی اور بعض کے نزدیک پہلی ہو جائے گی کیونکہ ان دونوں میں جو پہلی ہے اس کو سبقت حاصل ہے اگرچہ وہ صاحب ترتیب نہ ہو۔ (۷) اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کرے تو فرض کی نیت ہوگی کیونکہ فرض نفل سے قوی ہے۔ (۸) اگر دو نفل (سنت) نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے جیسے سنت فجر اور تحبۃ المسجد کی تو دونوں کی طرف سے یہ نیت کافی ہو جائے گی اور دونوں کا ثواب پائے گا۔ (۹) اگر نفل اور نماز جنازہ کی اکٹھی نیت کرے گا تو نفل ہوگی اس لئے کہ نفل حقیقت میں نماز ہے اور نماز جنازہ دعا ہے۔ (۱۰) اگر اپنی نماز میں (یعنی نماز پڑھتے ہوئے) روزه کی نیت کی یا اعتکاف کی نیت کی تو درست و جائز ہے اور اس سے نماز فاسد نہ ہوگی جبکہ دل سے نیت کرے اور زبان سے نہ کہے کیونکہ ایک عبادت میں دوسری عبادت کی نیت کرنا درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جس عبادت میں مشغول ہو اس کے اندر دوسری چیز میں مشغول نہ ہو۔

منفرد و امام و مقتدی کی نیت کے مسائل منفرد یعنی جو شخص اکیلا نماز پڑھتا ہے اس کو تین چیزوں کی نیت ضروری ہے تاکہ باتفاق علماء نماز جائز ہو جائے۔ (۱) یہ کہ اللہ کے واسطے نماز پڑھتا ہے

(۲) وقتی فرض ظہر عصر وغیرہ کی نیت کرنا۔ (۳) قبلہ کی سمت کی نیت کرنا اور یہ اس لئے ہے تاکہ سب کے نزدیک نماز جائز ہو جائے کیونکہ دوسرے ائمہ و فقہاء کے نزدیک استقبال قبلہ کی نیت بھی شرط ہے۔ (فائدہ) نیت میں لمبے چوڑے الفاظ مثلاً نیت کرنا ہوں میں اس نماز کی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز فرض فجر فرض اللہ تعالیٰ کے، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر کہنا ضروری نہیں بلکہ نامناسب ہے کیونکہ لوگ اپنی ان عبارتوں سے فارغ نہیں ہوتے اور امام قرائت شروع کر دیتا ہے پس وہ نہ تو امام کے ساتھ تکبیر تحریمیہ کہنے کی فضیلت حاصل کرتے ہیں اور نہ ثنا پڑھتے ہیں بلکہ امام سورہ فاتحہ کا بیشتر حصہ پڑھ لیتا ہے تو یہ لوگ مشکل سے اپنی نیت سے فارغ ہوتے ہیں اور اگر امام رکوع میں ہو تو نیت کی ان عبارتوں کے چکر میں رکعت بھی کھودیتے ہیں پس نیت مختصر اور ضرورت کو پورا کرنے والی ہو اور چونکہ اصل نیت تو دل کا ارادہ ہے پس دل میں ان ضروریات کا ارادہ ہونا چاہئے اور زبان سے بھی کہے تو مختصر الفاظ ہوں مثلاً آج کی ظہر یا عصر وغیرہ کے فرضوں کی نیت کرنا ہوں اللہ اکبر۔

امام بھی وہی نیت کرے جو تنہا نماز پڑھے والا کرتا ہے اور اقتدار کی درستی کے لئے مردوں کی امامت کی نیت کی کچھ ضرورت نہیں یہاں تک کہ اگر اس نے یہ نیت کی کہ میں فلاں شخص کی امامت نہیں کرتا اور اس شخص نے آکر اس کے پیچھے اقتدار کر لی تو جائز ہے۔ اور اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں کسی شخص کی یا فلاں شخص کی امامت نہیں کروں گا پھر جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا اور امامت کی نیت نہیں کی اور لوگ اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنے لگے یا کسی معین شخص کی امامت کرنے کی نیت نہیں کی اور وہ شخص اس کے پیچھے اگر نماز پڑھنے لگا تو اس صورت میں اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور کفارہ لازم نہ ہوگا اس لئے کہ قسم ٹوٹنے کے لئے امامت کی نیت کرنا شرط تھا اور اس نے بغیر نیت امامت کے نماز شروع کی پس قسم نہ ٹوٹی۔ (عند اللہ یعنی دیانۃ نہیں ٹوٹی اور قضا ٹوٹ جائیگی یعنی قاضی ٹوٹنے کا حکم کرنے کا لیکن اگر شروع نماز کے وقت گواہ کیا تو قضا بھی نہیں ٹوٹے گی اور اگر نماز حجازہ اور سجدہ تلاوت میں امام ہوگا تو سرگز قسم نہیں ٹوٹے گی اور اگر قسم کھائی کہ فلاں شخص کی امامت نہیں کروں گا اور یہ ارادہ کرے کہ اس شخص کا امام نہیں ہوں گا اور لوگوں کی امامت کی پھر اس شخص نے اس کی اقتدار کی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اگرچہ اس کو علم نہ ہو۔ اس لئے کہ لوگوں کی امامت کی نیت کرنے سے اس کی امامت کی نیت بھی ہوگی) البتہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے امامت کی نیت کرنی چاہئے کیونکہ امامت کی نیت کے بغیر اس کو جماعت کا ثواب نہیں ملے گا اور ثواب جماعت حاصل کرنے کے لئے امامت کی نیت کا پہلے سے ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس وقت ہونا شرط و ضروری ہے جب کوئی اس امام کا اقتدار کرے تاہم پہلے سے نیت کر لینا بھی جائز ہے۔ پس اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھتا تھا اور کوئی مرد آکر اس کے پیچھے نماز میں شامل ہوا اور اس پہلے شخص نے ثواب جماعت حاصل کرنے کے لئے مردوں کی امامت کی نیت سے نئے سرے سے نماز شروع کی تو وہی پہلی نماز باقی رہے گی اور جو کچھ اس کے شامل ہونے سے پہلے پڑھا ہے شمار کیا جائے گا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دل سے نیت کرے اور منہ سے کچھ نہ کہے اور اگر منہ سے بھی کہے تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی اور دوسری نئے سرے سے شروع ہو جائے گی جو شخص کسی امام کے خلیفہ بنانے کے طور پر امام بنا ہو اس کو بالاتفاق امامت کی نیت شرط ہے ورنہ وہ امام نہیں ہوگا اور اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہوگی

دخلیفہ بنانے کے مسائل آگے آئیں گے انشاء اللہ۔

عورتوں کا امام بغیر عورتوں کی امامت کی نیت کے نہیں ہو سکتا اور یہ نیت شروع نماز میں ہونی چاہئے البتہ جمعہ و عیدین میں صحیح قول کی بنا پر اور نمازِ جنازہ میں بالاجماع اگر امام عورتوں کی امامت کی نیت نہ کرے تو بھی عورتوں کی نماز جائز ہے۔ نمازِ جنازہ و جمعہ و عیدین کے سوا اور نمازوں میں امام کے لئے عورتوں کی نماز درست ہونے کے لئے ان کی امامت کی نیت کا ضروری ہونا اس وقت ہے جبکہ کسی عورت نے کسی مرد کے برابر کھڑے ہو کر کسی نماز میں اس کا اقتدا کیا ہو (عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہونے کے شرائط و مسائل باب الامامت میں مذکور ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز) اور اگر عورت نے مرد کے برابر کھڑا ہو کر اقتدا نہ کیا تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس وقت بھی صحت اقتدا کے لئے عورتوں کی امامت کی نیت شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں جیسا کہ نمازِ جنازہ و جمعہ و عیدین میں شرط نہیں ہے اور اس دوسرے قول (نیت امامت شرط نہ ہوئے) کی بنا پر اگر عورت کسی مرد یعنی امام یا مقتدی کے برابر یا آگے بڑھی ہوئی نہ ہوگی تب اس کی اقتدا درست ہو جائے گی اور نماز پوری ہو جائے گی اور اگر آگے بڑھ جائے گی یا برابر ہوگی تو اس کا اقتدا باقی نہ رہے گا اور نماز پوری نہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھتا تھا کوئی عورت آئی اور اس شخص نے عورتوں کی امامت کی نیت کر کے نئے سرے سے نماز شروع کی تو اس کی نماز نئے سرے سے شروع ہو جائے گی اور پہلا پڑھا ہوا حصہ فاسد ہو جائے گا بخلاف مردوں کے یعنی اگر اکیلے شخص کے پیچھے کوئی مرد اگر نیت باندھے اور وہ پہلا شخص اب اس کی امامت کی نیت کرے تو وہی پہلی نماز باقی رہے گی۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دل میں نیت کرے اور اگر زبان سے بھی کہے گا تو بہر صورت پہلی پڑھی ہوئی نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

مقتدی کی نیت کے مسائل | (۱) مقتدی یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا بھی تنہا نماز پڑھنے والے کی طرح سے نیت کرے اور اس کے ساتھ ہی اقتدار کی نیت بھی کرے اس لئے کہ بغیر اس نیت کے اقتدار جائز نہیں ہے

مگر جمعہ و عیدین اور نمازِ جنازہ میں مذہب مختار پر نیت اقتدا ضروری نہیں اس لئے کہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں اور تنہا نہیں پڑھی جاتیں تو جب ان کی نیت کرے گا تو اقتدار کی نیت ضمناً ثابت ہوگی۔ اگر صرف یہ نیت کی کہ امام کی نماز میں شروع کرتا ہوں (تو گویا کہ اس نے فرض نماز میں اس کی اقتدا کی نیت کی ہے لیکن اس میں بھی اور امام کی اقتدا کرتا ہوں) بڑھانا بہتر ہے) یا امام کی نماز میں اس کا اقتدا کرتا ہوں تو جائز ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس نے امام کے اقتدا کی نیت کی ہو اور کچھ نیت نہ کی ہو یہی اصح ہے اگرچہ مقتدی امام کی نماز کو نہیں جانتا کیونکہ اس نے اپنے آپ کو امام کے تابع کر دیا ہے اس لئے اس کو نماز کے معین کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر امام کی نماز یا امام کے فرض کی نیت کی تو کافی نہیں کیونکہ اقتدار کی نیت نہ ہونے کی وجہ سے ناکمل ہے اگرچہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر ہے اس لئے کہ کبھی انتظار اقتدار کے لئے ہوتا ہے اور کبھی عادت کی وجہ سے پس شک واقع ہو گیا تو شک کی وجہ سے مقتدی نہ ہوگا بعض نے کہا کہ اگر انتظار کیا پھر تکبیر کہی تو نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ یہ انتظار میں کھڑا ہونا نیت کے قائم مقام ہے اور یہ اختلاف اس وقت ہر

جیکہ اس کے دل میں اقتدار کا خیال واردہ نہ ہو اور اگر یہ خیال اور واردہ ہو تو نیت اقتدا حقیقتہً موجود ہے پس نماز درست ہے۔ (۲) افضل یہ ہے کہ جب امام اللہ اکبر کہے چکے تو اس وقت اقتدار کی نیت کرے تاکہ نماز میں امام کا اقتدار ہو۔ اگر اس وقت اقتدار کی نیت کی جب امام امامت کی جگہ کھڑا ہو تو جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اگرچہ بوقت تکبیر نیت حاضر نہ ہو بشرطیکہ اس درمیان میں کوئی عمل نماز کے منافی نہ پایا گیا ہو۔ (۳) اگر مقتدی نے امام کی نماز میں شروع کرنے کی نیت کی اور امام نے ابھی تک نماز شروع نہیں کی تو اگر مقتدی اس بات کو جانتا ہے کہ امام نے نماز شروع نہیں کی تو جب امام نماز شروع کرے گا تب اس مقتدی کی نماز اسی پہلی نیت سے شروع ہو جائے گی، اس لئے کہ مقتدی کی مراد یہ تھی کہ جب امام نماز شروع کرے گا میں بھی اس کی اقتدا کروں گا اور اگر مقتدی نے امام کی نماز میں شروع کرنے کی نیت کی اور اس کو یہ گمان ہے کہ امام نماز شروع کر چکا ہے حالانکہ امام نے ابھی نماز شروع نہیں کی تھی تو وہ نیت کافی نہیں اور مقتدی کی نماز جائز نہ ہوگی بلکہ پھر نئے سرے سے نیت کرے اور تکبیر کہے۔ (۴) اگر امام کا اقتدا کیا اور امام کی نماز کی نیت کر لی (یعنی اقتدا کی نیت کے ساتھ) اور یہ نہیں جانتا کہ امام کس نماز میں ہے ظہر میں ہے یا جمعہ میں تو کوئی کسی نماز ہو جائز ہو جائے گی۔ اور اگر صرف امام کی اقتدا کی نیت کی اور امام کی نماز کی نیت نہ کی بلکہ اُس نے ظہر کی نیت کی اور امام جمعہ پڑھتا تھا تو اس مقتدی کی نماز جائز نہ ہوگی یعنی نہ اس کی ظہر کی نماز جائز ہوگی نہ جمعہ کی۔ (۵) اگر جمعہ کی نماز میں امام کی اقتدا کی نیت کی اور ظہر و جمعہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کر لی تو جنہوں نے اس کو جائز رکھ کر نیت جمعہ کو اقتدا کے سبب سے ترجیح دی ہے۔ (۶) اگر مقتدی اپنے واسطے آسانی چاہے تو یہ نیت کرے کہ امام کے پیچھے امام کی نماز پڑھتا ہوں یا یہ نیت کرے کہ امام کے ساتھ وہی نماز پڑھتا ہوں جو امام پڑھتا ہے۔ (۷) اقتدا کی نیت میں یہ علم ضروری نہیں کہ امام کون ہے زید ہے یا عمرو۔ پس اگر مقتدی نے امام کے اقتدار کی نیت کی اور اس کو یہ علم و خیال نہیں کہ وہ زید ہے یا عمرو یا اس کو یہ گمان ہے کہ وہ زید ہے اور وہ عمر و تھا تو اقتدار صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے موجودہ امام کے اقتدا کی نیت کی تھی اور امام متعین کرنا کہ فلاں امام کی اقتدا کرتا ہوں اقتدا کی درستی کے لئے شرط نہیں ہے تو اگر اس کا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کوئی ہرج نہیں ہے اسی طرح اگر مقتدی کو امام نظر آتا تھا اور اس نے کہا کہ میں اس امام کا اقتدا کرتا ہوں اور وہ عبد اللہ ہے اور تھا وہ جعفر، یا امام نظر نہ آتا تھا اور اس نے کہا کہ میں اس امام کی اقتدا کی نیت کرتا ہوں جو محراب میں کھڑا ہے اور وہ عبد اللہ ہے اور امام جعفر تھا تو ان صورتوں میں نماز جائز ہوگی اس لئے کہ اس نے ان صورتوں میں امام موجود کی اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اس کا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کچھ نقصان نہیں، اشارہ کر دینے سے نام کا اعتبار جاتا رہا۔ (۸) اور اگر امام کو فقط اس کے نام کے ساتھ متعین کیا اور امام موجود کی نیت نہ کی اور نہ اشارہ سے متعین کیا اور نہ جگہ سے متعین کیا یعنی اس امام کی جو محراب میں کھڑا ہے نہ کہا تو اقتدا کی درستی کے لئے اس کے نام کا درست ہونا ضروری ہے ورنہ نماز درست نہ ہوگی، خواہ زبان سے متعین کیا ہو یا دل میں مثلاً اگر کسی نے یہ نیت کی کہ میں زید کی اقتدا کرتا ہوں اور

اور امام عمر و تھا تو نماز جائز نہیں اس لئے کہ اس صورت میں موجودہ امام کی اقتدا کی نیت نہیں کی بلکہ امام کو اس کے نام کے ساتھ بغیر اشارہ یا جگہ کے معین کیا اور وہ اس کا غیر نکلا پس امام موجود کے بغیر کی اقتدا کرنے کی وجہ سے نماز درست نہیں ہے خواہ اس نے زبیدی کی اقتدا کی نیت دل میں کی ہو اور زبان سے کہا ہو یا نہ کہا ہو یہی حکم ہے۔۔۔ (۹) اسی طرح اگر کسی صفت سے اشارہ کرے گا اور وہ صفت امام میں نہ پائی جائے گی تو اقتدا صحیح نہ ہوگا۔ مثلاً یوں کہا کہ اس جوان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں اور وہ بڑھا ہے تو اقتدا صحیح نہیں اور اس کے برعکس اگر یوں کہا کہ اس شیخ (بڑھے) کے پیچھے اور وہ شاب (جوان) نکلا تو اقتدا صحیح ہے اس لئے کہ جوان کو اس کے علم کی جہت سے بھی شیخ (بڑھا) کہا کرتے ہیں۔ (یہ حکم عربی کے لفظ شیخ اور شاب کے متعلق ہے اردو کا لفظ بڑھا علم کی جہت سے جوان بولا جاتا ہے یا نہیں اس کا حکم معلوم نہیں ہوا۔ مؤلف)۔۔۔ (۱۰) اگر مقتدی نے یہ نیت کی کہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں جو میرے طریق پر ہے اور امام اس طریق کا نہ نکلا یعنی غیر مذہب کا نکلا تو گویا امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی اس لئے اقتدا درست نہ ہوگی۔۔۔ (۱۱) جب جماعت بڑی ہو تو مقتدی کو چاہئے کہ کسی امام کو معین نہ کرے۔۔۔ (۱۲) کوئی شخص مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے گیا اور امام کو قعدہ میں پایا اور یہ نہیں معلوم کہ پہلا قعدہ ہے یا اخیر قعدہ اور اس نے یوں نیت کی کہ اگر پہلا قعدہ ہے تو میں اقتدا کرتا ہوں اور اگر اخیر قعدہ ہے تو اقتدا نہیں کرتا تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی اور اگر اس نے یہ نیت کی کہ اگر پہلا قعدہ ہے تو میں نے فرض میں اقتدا کی اور اگر اخیر قعدہ ہے تو نفل میں پس فرض میں اقتدا صحیح نہ ہوگی۔۔۔ (۱۳) اگر امام کو نماز میں پایا اور یہ نہیں جانتا کہ وہ فرض پڑھتا ہے یا تراویح اور اس نے یوں کہا کہ اگر عشا ہے تو میں اقتدا کرتا ہوں اور تراویح ہے تو اقتدا نہیں کرتا تو وہ اقتدا صحیح نہ ہوگی خواہ امام عشا پڑھتا ہو یا تراویح اس لئے کہ اس مقتدی کو اصل نیت میں تردد ہے، اگر یوں کہا کہ عشا ہے تب بھی اقتدا کرتا ہوں اور تراویح ہے تب بھی اقتدا کرتا ہوں پھر معلوم ہوا کہ تراویح تھی یا عشا تھی تو اقتدا صحیح ہوگی اس لئے کہ اس کو اصل نیت میں تردد نہیں بلکہ وصف میں تردد ہے جس کا کوئی حرج نہیں اور اگر وہ تراویح تھی تو اس کے نفل ہو جائیں گے جبکہ اس نے ابھی تک فرض نہیں پڑھے اس لئے کہ تراویح عشا کے فرضوں کے بعد ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر یہ چاہئے کہ فرض کی نیت سے اس کا شریک ہو جائے۔ اگر وہ فرض ہوں گے تو اس کا بھی فرض پڑھنا درست ہوگا ورنہ اس کی نماز نفل ہو جائے گی اور تراویح نہ ہوگی اس لئے کہ تراویح عشا کے فرض کے بعد ہوتی ہے۔

نمازی کے اقسام مع احکام | نمازی چھ طرح کے ہوتے ہیں۔۔۔ (۱) جو شخص فرضوں اور سنتوں کو جانتا ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ فرض وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب ہے

اور سنتا وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں عذاب نہیں اس نے صرف ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہے اور ظہر یا فجر کی نیت بجائے فرض کی نیت کے ہوگی۔۔۔ (۲) وہ شخص جو فرض اور نفل و سنت کو جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس وقت میں کتنے فرض ہیں اور کتنی سنتیں، اس نے فرض نماز کی نیت فرض کا ارادہ کر کے باندھی تو اس کی نماز بھی درست ہے

(۳) وہ نمازی جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہیں جانتا تو اس کی نماز جائز نہیں ہے۔ (۴) وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ یہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں اس میں کچھ فرض اور کچھ سنتیں ہیں اور جس طرح اور لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتا ہے اور وہ فرض اور نفل میں امتیاز نہیں کرتا تو اس کی نماز جائز نہیں اس لئے کہ فرض میں نیت کا معین کرنا شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس نے جو نماز جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہے۔ (۵) وہ شخص جس کا یہ اعتقاد ہے کہ سب نمازیں فرض ہیں تو اس کی نماز جائز ہے۔ (۶) وہ شخص جو یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نماز فرض کی ہے لیکن وہ پانچوں وقت نماز پڑھتا ہے اس کی نماز جائز نہیں ہے پس جن صورتوں میں نماز جائز نہیں ان کو قصداً کرنا واجب ہے جو شخص فرض و نفل میں فرق نہیں جانتا اور ہر نماز میں فرض کی نیت کر لیتا ہے تو اس کی نماز جائز ہے اور بقدر فرض فرض ہو جائے گی اور باقی نفل ہوگی اور ایسے شخص کے پیچھے ان نمازوں میں اقتدار جائز ہے جن سے پہلے مؤکدہ سنتیں نہیں ہیں یعنی عصر، مغرب اور عشاء۔ ان وقتوں میں امام اور مقتدی دونوں کی نماز صحیح ہو جائے گی اور ان نمازوں میں اقتدار جائز نہیں جن سے پہلے سنت مؤکدہ ہیں یعنی فجر اور ظہر۔ بالاجماع۔

نیت میں ریا و سمعہ کے مسائل (۱) معتد اور صحیح یہ ہے کہ جس عبادت میں بہت سے افعال ہوں اس کے ہر فعل و رکن کے لئے جدا جدا نیت ضروری نہیں بلکہ ایک نیت شروع میں کافی ہے جیسے اس عبادت میں جس میں ایک ہی فعل ہو پس نماز و روزہ کے اول میں نیت کر لینا کافی ہے۔ (۲) جس عمل کو اخلاص کے ساتھ شروع کیا پھر اس عمل میں ریا داخل ہو گئی تو شروع کا اعتبار ہوگا اور وہ عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہے گا۔ پس اگر نماز خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے شروع کی پھر اس کے دل میں ریا کا دخل ہوا تو اس کی نماز اسی طرح ہوگی جس طرح شروع کی تھی۔ (۳) ریا کا بل یہ ہے کہ اکیلا ہو تو نماز نہ پڑھے اور لوگوں کے سامنے ہو تو دکھانے کے لئے نماز پڑھتا ہے، ایسی نماز جائز نہیں بلکہ اس کا لوٹانا واجب ہے۔ لیکن جو شخص لوگوں کے سامنے اچھی طرح نماز پڑھتا ہے اور اکیلا ہو تو اچھی طرح نہیں پڑھتا تو اس کو اصل نماز کا ثواب مل جاتا ہے اور وہ فرض اس سے ادا ہو جاتا ہے مگر اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے۔ (۴) ریا فرضوں میں داخل نہیں ہوتی یعنی فرضوں کے ذمہ سے ادا ہونے کو نہیں روکتی بلکہ ثواب کی زیادتی کو ضائع کرتی ہے پس اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ نماز پڑھے گا تو اس کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا اس لئے کہ نماز کے ارکان اور شرائط اس میں پائے گئے ہیں۔ اور چونکہ ریا اصل ثواب کو ضائع نہیں کرتی بلکہ نفل ثواب کو (خوبی کے ثواب کو) ضائع کرتی ہے۔ پس ہر حال میں نماز پڑھتا رہے اور ترک نہ کرے اور استغفار بھی کرتا رہے۔ (۵) ایک شخص نے کسی کو کہا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھ کو ایک دینار ملے گا اس نے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو اس کی یہ نماز کافی ہونی چاہئے اور وہ دینار کا مستحق نہ ہوگا۔ دشمن کو راضی کرنے کے لئے نماز پڑھنا کچھ مفید و درست نہیں بلکہ نماز اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھے یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کے واسطے پڑھنا ہوں تاکہ وہ حق داروں کو مجھ سے

راہنی کر دے تو نماز درست نہ ہوگی اس لئے کہ بدعت ہے اور اگر نماز اللہ کے واسطے پڑھے اور اس کا ثواب اس کو بخش دے تو جائز و درست ہے۔ روزوں میں ریا کا دخل نہیں ہوتا کیونکہ اسے تو لوگ ضرور رکھ لیتے ہیں اور سمعہ اسے کہتے ہیں کہ آدمی اس لئے کام کرے کہ لوگ سُنیں اور لوگوں میں اس کی تعریف کریں اگرچہ عمل کے وقت لوگ موجود نہ ہوں اور یہ بھی ریا کے حکم میں ہے بعض کے نزدیک ریا و سمعہ جب عمل میں داخل ہو جائے تو اس کا ثواب باطل ہو جاتا ہے اور موجب عذاب ہوتی ہے۔

باب۔ نماز کی صفت کا بیان

(صفت عرف میں نماز کی وہ کیفیت ہے جو فرض، واجب، سنت و مستحب کو شامل ہے یعنی نماز میں بعض اجزاء فرض ہیں اور بعض واجب اور بعض مستنون اور بعض مستحب ہیں۔)

فصل اول۔ فرائض نماز

نماز کے وہ فرائض جو نماز سے باہر ہیں اور ان کے بغیر نماز واجب یا صحیح نہیں ہوتی جن کو نماز کی شرطیں کہتے ہیں ان کا بیان ہو چکا ہے اب نماز کے ان فرائض کا بیان ہوتا ہے جو نماز کے اندر ہیں یعنی نماز کی ماہیت میں داخل ہیں ان کو ارکان نماز بھی کہتے ہیں۔ ارکان رکن کی جمع ہے، رکن کے معنی ستون اور مضبوط پہلو کے ہیں اور یہاں اس کے معنی فرض اور ارکان کے معنی فرائض ہیں۔ نماز ان ارکان سے مرکب ہے اور وہ نماز کے اجزائے داخلی ہیں اگر ان میں سے ایک جزو بھی نہ پایا گیا تو نماز نہ ہوگی۔ نماز کے اندر فرائض (ارکان) تحریمہ سمیت چھ ہیں اور وہ یہ ہیں — (۱) تحریمہ۔ یہ شرط ہے لیکن اس کا تفصیلی بیان یہاں ہوگا اس لئے ارکان میں شمار کر دیا ہے — (۲) قیام — (۳) قرأت — (۴) رکوع — (۵) دونوں سجدے — (۶) قعدۂ اخیرہ — (۷) خروج بسمتہ یعنی اپنے اختیار سے نماز سے باہر نکلنا اختلاقی ہے بعض نے اس کو رکن اور فرض شمار کیا ہے اور اس طرح تعداد سات ہو جاتی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ فرض و رکن نہیں ہے اور محققین اسی پر ہیں۔ اب ہر رکن کا تفصیلی بیان ہوتا ہے :-

(۱) چونکہ اس تکبیر کے بعد نماز کی حالت شروع ہو جاتی ہے اور کھانا پینا چلنا پھرنا بات چیت کرنا اور اکثر وہ چیزیں جو نماز سے باہر جائز تھیں اب حرام ہو جاتی ہیں اس لئے اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں — (۲) تکبیر تحریمہ ہمارے فقہار کے نزدیک شرط ہے رکن نہیں ہے چونکہ افعال نماز سے اس کو بہت زیادہ اتصال ہے یعنی تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہوئی ہے جیسے دروازہ گھر کے ساتھ اور قیام سے جو نماز کا پہلا رکن ہے بالکل متصل ہے اس وجہ سے اس کا شمار فرائض نماز میں ہوا۔ لیکن نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ شرط نہیں ہے بلکہ رکن ہے جیسا کہ باقی تکبیریں رکن ہیں — (۳) چونکہ تکبیر تحریمہ

شرط ہے اور رکن نہیں ہے اس لئے ایک نفل کی بنا دوسرے پر اور نفل کی بنا فرض پر درست ہے پس اگر کسی شخص نے فرض نماز کے واسطے تحریمہ باندھا تو اس کو اختیار ہے کہ اس سے نفل بھی ادا کر لے یعنی فرض ختم کر کے سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو کر نئی تحریمہ کہے بغیر اسی تحریمہ پر نفلوں کی بنا کر لے اس لئے کہ قوی پر ضعیف کی بنا ہو سکتی ہے اور اس کا عکس صحیح نہیں لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ فرض سے نکلنے کا جو طریقہ مشروع تھا یعنی سلام پھیرنا وہ اس نے چھوڑ دیا، یا سلام میں تاخیر ہوئی۔ اور اگر سہواً ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ مثلاً بھولے سے چار رکعت والی فرض نماز میں قعدہ اخیرہ کے بعد سہواً کھڑا ہو گیا تو ایک رکعت اور بلا کر چھ کر لے اور سجدہ سہو کر لے تو یہ دو رکعت بلا کر است نفل ہو جائیں گی۔ ایک فرض کے تحریمہ پر دوسرے فرض کو بنا کر یا بالاجملع جائز نہیں اس لئے کہ فرضوں میں معین اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ علیحدہ عبادت ہو، اسی طرح نفل کے تحریمہ پر فرض کو بنا کر یا جائز نہیں اس لئے کہ ضعیف پر قوی کی بنا نہیں ہو سکتی۔ ایک نفل پر دوسرے نفل کی بنا کر سکتا ہے اور یہ بھی قصداً کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ دوسرے نفل کی بنا تحریمہ سے نہیں ہوتی سہواً ہو تو مکروہ نہیں۔ اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی اور اور شرط نہ ہوتی تو نفل کی بنا فرض پر یا نفل پر رکن کے فوت ہونے کے سبب سے جائز نہ ہوتی۔

تحریمہ صحیح ہونے کی شرطیں | وہ تمام شرطیں جو نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں یعنی نجاستِ حلی سے بدن کی پاکی اور نجاستِ حقیقی سے بدن و لباس و جائے نماز کی پاکی اور ستر عورت، استقبالِ قبلہ،

وقت، تکبیر تحریمہ کے لئے بھی شرط ہیں جس طرح باقی ارکان میں شرط ہیں اس لئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کے رکن اول قیام کے ساتھ متصل ہے اس لئے تحریمہ میں ان شرائط کی رعایت ضروری ہوتی یعنی تکبیر کے ختم سے پہلے پہلے ان شرطوں کا موجود ہونا ضروری ہوا۔ پس اگر کسی پر تکبیر تحریمہ کے وقت نجاست تھی اور تکبیر تحریمہ سے فارغ ہونے تک (یعنی فارغ ہونے سے پہلے پہلے) اس نے اس کو پھینک دیا، یا ستر کھلا ہوا تھا اور تکبیر تحریمہ سے فارغ ہونے تک عملِ قلیل (تھوڑے عمل) سے ڈھک لیا۔ یا زوال کے ظاہر ہونے سے پہلے تکبیر کہی اور تکبیر سے فارغ ہوتے ہی زوال ظاہر ہو گیا، یا تکبیر کہتے وقت قبلہ سے پھرا ہوا تھا اور تکبیر سے فارغ ہوتے ہی قبلہ کی طرف متوجہ ہو گیا تو نماز جائز ہو جائے گی اسی طرح (معاذ اللہ) بے وضو شخص دریا میں گر پڑا اور اعضاء وضو پر پانی پہنچنے سے پہلے تکبیر تحریمہ شروع کی اور ساتھ ہی غوطہ لگایا اور اوپر اٹھا اس طرح تکبیر کے ختم سے پہلے ہی اعضاء وضو دھل گئے اور (اس نے عذر کی حالت ہونے کی وجہ سے پانی ہی میں) اشارہ سے نماز پڑھی تو نماز جائز ہوگی۔ اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ دراصل یہ شروط نماز کی صحت کے لئے ہیں لیکن چونکہ تکبیر تحریمہ ارکان نماز سے متصل ہے اس لئے ان شرطوں کو تحریمہ کے ساتھ بھی منسوب کیا گیا ہے پس ان شرطوں کا پورا ہونا تکبیر تحریمہ کے ختم (یعنی آخری جزو) اور قیام کے اول جزو کے وقت جو تکبیر تحریمہ کے آخری جزو سے متصل ہے ضروری ہے۔ اگر کوئی اللہ اکبر کہہ چکا اور اب بھی کوئی شرط مفقود ہے تو نماز نہ ہوگی (فانہم۔ واللہ اعلم)

ان شروط کے علاوہ کچھ اور شرطیں بھی ہیں جو تکبیر تحریمہ کے لفظ سے متعلق ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے : —

(۱) تخریمہ کے لئے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا اولیٰ بلکہ واجب ہے لیکن اگر اللہ اکبر کی بجائے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ وغیرہ ایسے لفظوں سے جن سے خدا کی تعظیم اور بزرگی ثابت ہو اور کیا تو صحیح ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے جو نام تعظیم کے واسطے ہیں اور ان میں دعا و حاجت شامل نہیں ان سے نماز شروع کرنا جائز ہے خواہ وہ اسما اللہ کے لئے مختص ہوں جیسے اللہ اور اللہ اور خواہ مشترک ہوں جیسے رحیم اور کریم وغیرہ۔ یہی اصح اور اظہر ہے اور اسی طرح سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ، الحمد للہ، تبارک اللہ، اللہ اجل، اللہ اعظم یا الرحمن اکبر کہا تو طرفین (امام ابو حنیفہ و امام محمد) کے نزدیک جائز ہے یہی صحیح ہے (اور امام ابو یوسف کے نزدیک سوائے ان چھ لفظوں کے تکبیر تخریمہ جائز نہیں اور وہ یہ ہیں: اللہ اکبر، اللہ الاکبر، اللہ کبیر، اللہ الکبیر، اللہ کبار، اللہ الکبار، کبار کی ب کو تخفیف و تشدید دونوں جائز ہیں) — (۲) تکبیر تخریمہ کے لئے پورا جملہ کہنا، اگر صرف اجل یا اعظم یا اکبر کہا اور اللہ کا نام ان صفات کے ساتھ نہ ملا یا تو بالاجملہ نماز شروع کرنے والا نہ ہوگا اسی طرح اگر اللہ کہا اور اس کے ساتھ کوئی صفت نہ ملائی تب بھی نماز شروع نہ ہوگی اس لئے کہ نماز شروع ہونے کے لئے پورا جملہ کہنا شرط ہے صرف بتدایا صرف خبر سے شرط نہ پائی گئی اس لئے نماز شروع نہ ہوگی یہی مختار ہے۔ اگر یا اللہ کہا، یا فقط اللہ کہا تو نماز شروع ہو جائیگی یہی اصح ہے اور اللہم یعنی یا اللہ ہے — (۳) اس جملہ میں خالص اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونا اور بندہ کی حاجت وغیرہ شامل نہ ہونا پس اگر اللہم اغفر لی یا استغفر اللہ یا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم یا انا لله وانا الیہ راجعون یا الاحول ولا قوۃ الا باللہ یا ماشاء اللہ کان کہا تو نماز شروع نہ ہوگی اس لئے کہ ان جملوں میں خالص تعظیم نہیں بلکہ بندہ کی حاجت بھی ملی ہوئی ہے۔ اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے تعجب کا قصد کیا اور اس سے تعظیم کا ارادہ نہ کیا یا مؤذن کے جواب کا ارادہ کیا تو جائز نہیں اور نماز شروع نہ ہوگی اگرچہ نماز کی نیت کی ہو کیونکہ تعجب کرنا اور اذان کا جواب دینا اجنبی باتیں ہیں اور نماز کو توڑتی ہیں اس لئے ان سے نماز شروع کرنا درست نہیں ہے۔ اللہ اکبر کے بغیر کسی اور جملہ سے نماز شروع کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے یہی اصح ہے، اس لئے کہ صحیح قول کے مطابق اللہ اکبر کے لفظ سے تکبیر تخریمہ کہنا واجب ہے (خاص اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے جملوں سے نماز شروع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شرط اور فرض ادا ہونے کے لئے کافی ہے لیکن چونکہ اللہ اکبر سے شروع کرنا واجب ہے اس لئے ایسی نماز جو اللہ اکبر کے علاوہ کسی اور تعظیم خاص کے کلمہ سے شروع ہوگی جائز ہو جائے گی لیکن مکروہ تحریمی ہوگی اس لئے اس کا لوٹانا واجب ہے اور یہی مطلب ہر فرض (یعنی شروط و ارکان) کے ادا ہوجانے کی صورت میں نماز درست ہوجانے کا ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا لیکن اگر کوئی واجب ترک ہوا ہوگا تو اس نماز کا لوٹانا واجب ہوگا اس لئے کہ وہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور اگر کوئی سنت ترک ہوگی تو وہ نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اور اس کا لوٹانا سنت ہوگا (واجب اور سنتوں کا بیان آگے آتا ہے) — (۴) نماز کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کرنا پس اگر تخریمہ کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا

تو نماز شروع نہ ہوگی کیونکہ یہ بھی برکت کے واسطے ہے تو گویا اس نے اپنے لئے برکت مانگی، پس نمازی کی حاجت شامل ہونے کی وجہ سے خالص تعظیم نہ رہی اس لئے نماز شروع نہ ہوگی۔ یہی صحیح ہے اور اسی کو تزییح ہے۔ (۵) اللہ اکبر کے اندر جو دو جگہ ہمزہ استعمال ہوتا ہے اس کو مد نہ کرنا۔ پس اگر اللہ اکبر میں اللہ کے ہمزہ کو مد کر کے اللہ کہا یا اکبر کے ہمزہ کو مد کر کے اکبر کہا تو استفہام کے معنی کی وجہ سے بالائتفاق نماز شروع نہ ہوگی خواہ نادانستگی میں ایسا ہو یا قصداً۔ اگر معانی فاسدہ یعنی الوہیت میں شک کے معنی کو سمجھ کر قصداً ایسا کہا تو کفر ہے۔ (۶) اکبر کی ب کو مد نہ کرنا۔ اگر اللہ اکبر میں اکبر کی ب کو بڑھا کر اکبر کہا تب بھی صحیح یہ ہے کہ نماز شروع نہ ہوگی کیونکہ اس سے معنی بگڑتے ہیں۔ اگر اللہ اکبر کاف فارسی یعنی (گ) سے کہا تو نماز شروع ہو جائے گی۔ (۷) اللہ اکبر میں لفظ اللہ کی ہ کو حذف نہ کرنا۔ (۸) لفظ اللہ کے لام کا مد (الف مقصورہ) حذف نہ کرنا پس ان دونوں صورتوں میں اللہ کے لام کا مد اور اللہ کی ہ کو حذف کرنے کی صورت میں نماز شروع ہونے میں اختلاف ہے اس لئے احتیاطاً ترک نہ کرے۔ (۹) اللہ کی ؤ اور اکبر کی س کو اشباع (دراں) نہ کرنا۔ اگر اللہ کی ؤ کو یا اکبر کی س کو کھینچ کر پڑھا تو غلط ہے اور اس سے نماز نہیں ہوتی۔ اللہ کی ہ کو پیش پڑھے بلا خلاف اور جزم پڑھنا غلطی ہے اور اکبر کی س کو جزم کرے یعنی ساکن پڑھے خواہ شروع نماز میں ہو یا اثنائے نماز میں یعنی تکبیرات انتقال میں ہو۔ اللہ اکبر کی ادائیگی میں جن غلطیوں کی بنا پر نماز شروع نہیں ہوتی تکبیرات انتقال میں ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے خوب احتیاط رکھیں۔ (۱۰) اس شخص کے لئے جو عربی پر قادر ہو الفاظ تکبیر کا عربی میں ہونا، صاحبین کے نزدیک جبکہ عربی میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو تو غیر عربی میں جائز نہیں اور عربی سے عاجز ہونے کی صورت میں جائز ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان مثلاً فارسی، اردو، ترکی وغیرہ میں تکبیر تحریمہ کہی تو نماز جائز ہو جائے گی اور جبکہ عربی پر قادر نہ ہو تو مکروہ بھی نہیں لیکن اگر عربی میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو تو مکروہ ہے۔ اور سوائے قرأت کے نماز کے سارے ذکروں میں جیسے تشهد، قنوت، دعا، ثنا، رکوع اور سجود کی تسبیح اور خطبہ میں بھی یہی خلاف جاری ہے صرف قرأت کے بارے میں امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے، اور فقط قرأت کے حق میں تینوں کے نزدیک عربی سے عاجز ہونا شرط ہے اور جو عربی پر قادر ہو اس کے لئے نماز میں قرأت غیر عربی میں بالاجماع جائز نہیں۔ اور جو نماز کے ذکر میں داخل نہیں مثلاً ایمان لانا، لبیک کہنا، سلام کہنا، سلام کا جواب دینا، ذبح کے وقت خدا تعالیٰ کا نام لینا، کسی حاکم کے سامنے گواہی دینا، چھینک کا جواب دینا وغیرہ بالاجماع غیر عربی زبان میں جائز ہیں خواہ عربی پر قادر ہو یا نہ ہو۔ (۱۱) تکبیر تحریمہ کو اتنی آواز سے کہنا کہ خود سن لے بشرطیکہ بہرانہ ہو اور وہاں پر شور و غل وغیرہ ہو تو سننے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شور و غل وغیرہ ہٹ جاتا تو وہ سن لیتا۔ صرف دل میں اجرا کرنا یا ہنس یعنی اس طرح کہنا کہ خود بھی نہ سن سکے کافی نہیں۔ جو شخص بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا اور ایسا بے پڑھا کہ اچھی طرح کچھ پڑھ نہیں سکتا اور تکبیر کہنا نہیں چاہتا اس کی نماز صرف نیت سے شروع ہو جاتی ہے اس کو

زبان کا ہلانا واجب نہیں۔ (۱۲) تحریمہ کا نیت کے ساتھ ملا ہونا خواہ حقیقتہً ملی ہوئی ہو یعنی ایک ہی وقت میں نیت اور تحریمہ دونوں ہوں یا حکماً ملی ہوئی ہو یعنی نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی ایسی چیز واقع نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثلاً کھانا پینا بات چیت کرنا وغیرہ اور نیت کرنے کے بعد نماز کے لئے چلنا وضو کرنا منافی نہ سمجھا جائے گا جیسا کہ نیت کے بیان میں گذرا۔ اسی طرح اگر کسی نے نیت کے بعد تحریمہ سے قبل اپنے کپڑے یا بدن سے کھیل کیا اور وہ کثیر تھا یا اپنے دانتوں کے درمیان سے کوئی چیز کھائی جو چنے کی مقدار یا اس سے زیادہ تھی یا باہر سے کوئی چیز کھائی اگرچہ وہ چنے سے بھی قلیل ہو یا کوئی چیز پی یا کلام کیا اگرچہ وہ سمجھ میں نہ آئے یا بلا عذر کھنکارا پھر تکبیر تحریمہ کہی اور اس وقت اس کے دل میں نیت حاضر نہ تھی تو اس کی نماز شروع نہ ہوگی کیونکہ یہ افعال نماز کے اندر نماز کے توڑنے والے ہیں۔ افضل یہ ہے کہ تحریمہ کو نیت کے ساتھ حقیقتہً ملاوے۔ (۱۳) تکبیر تحریمہ کا نیت سے پہلے نہ ہونا۔ اگر تکبیر تحریمہ پہلے کہی جائے اور نیت بعد میں کی جائے تو نماز درست نہ ہوگی۔ (۱۴) مقتدی کی تحریمہ کا امام کی تحریمہ سے پہلے نہ ہونا۔ اگر امام کی تحریمہ سے پہلے مقتدی کی تحریمہ کہی جائے تو نماز درست نہ ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مقتدی امام کی تحریمہ کے ساتھ تحریمہ باندھے اور صاحبین کے نزدیک امام کے تحریمہ کے بعد تحریمہ باندھے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ خلاف جائز ہونے میں نہیں بلکہ اس بات میں ہے کہ اولیٰ کونسی صورت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مقتدی کا تحریمہ امام کے تحریمہ کے ساتھ اس طرح ہونا چاہئے جیسے انگلی کی حرکت کے ساتھ اس انگلی میں پہنی ہوئی انگلی کی حرکت کرتی ہے اور صاحبین کے نزدیک جب امام اللہ اکبر کی رے کہے اسی وقت مقتدی کی اللہ اکبر کا الف ادا ہو، لیکن یہ شرط ہے کہ لفظ اللہ یا لفظ اکبر امام کی فراغت سے پہلے ادا نہ ہو۔ پس اگر مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور اللہ کا لفظ تو امام کے اللہ کہنے کے ساتھ واقع ہوا اور اکبر کا لفظ امام کے اکبر کہنے سے پہلے کہہ چکا تھا تو صحیح یہ ہے کہ نماز شروع نہ ہوگی اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر مقتدی اللہ کے لفظ سے امام سے پہلے فارغ ہو گیا تو اس کی نماز شروع نہ ہوگی۔ اگر امام سے پہلے تکبیر کہی تو صحیح یہ ہے کہ اگر امام کی اقتدا کی نیت کی ہے تو نماز شروع نہ ہوگی اور اگر اقتدا کی نیت نہیں کی تو اس کی جدا نماز شروع ہو جائے گی۔ اگر امام کی تکبیر کا حال معلوم نہیں کہ کب کہی تو اگر گمان غالب ہے کہ اس نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہے تو اقتدا درست نہ ہوگی۔ اور اگر گمان غالب ہے کہ امام سے پہلے تکبیر نہیں کہی بلکہ اس کے ساتھ یا اس کے بعد کہی ہے تو اقتدا درست و جائز ہوگی۔ اور اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو تب بھی اقتدا درست ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ قطع کرے اور پھر سے تحریمہ باندھے تاکہ شک دور ہو جائے۔

تکبیر اولیٰ کی فضیلت ملنے کے وقت میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جس کو پہلی رکعت ملی اس کو تکبیر اولیٰ کی فضیلت مل گئی۔ اس میں وسعت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض کے نزدیک سورہ فاتحہ کے ختم تک ہے اور بعض کے نزدیک قرأت تک اور بعض کے نزدیک شمار تک اور افضل یہ ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر کہے تاکہ کامل اجر پائے تکبیر اولیٰ کی

حدیثوں میں بہت فضیلت آئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے: **التَّكْبِيرَةُ الْاُولَى خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا عِشَى** تکبیر اولیٰ (تخریمہ) کا ثواب دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بڑھ کر ہے اس کی بہت کوشش کرنی چاہئے) — (۱۵) تخریمہ کو قیام کی حالت میں کہنا خواہ قیام حقیقی ہو یا حکمی۔ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر بھی جائز ہے اس لئے نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے والا اور فرض نماز عذر کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنے والا حکماً قیام کرنے والا ہے یعنی ان کا بیٹھنا قیام کا حکم رکھتا ہے۔ پس جن نمازوں میں قیام فرض ہے ان میں تکبیر تخریمہ بھی کھڑے ہو کر کہنا فرض ہے یا ایسی حالت میں کہے جو بہ نسبت رکوع کے قیام سے قریب ہو یعنی اتنا جھکا ہو کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا۔ اگر امام کو رکوع میں پایا اور اللہ کا لفظ اس مقتدی نے قیام میں کہا اور اکبر کا لفظ رکوع میں جا کر کہا تو صحیح یہ ہے کہ نماز شروع نہ ہوگی۔ اگر امام کو رکوع میں پایا اور اس نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی مگر رکوع کی تکبیر کی نیت کی تو نماز اس کی جائز ہوگی اور رکوع کی نیت لغو ہو جائے گی یعنی تکبیر تخریمہ کی نیت کی جگہ شمار ہو جائے گی۔ قیام کی حد اس کے بیان میں آئے گی کہ اگر اتنا جھکا ہوا ہو کہ دونوں ہاتھ لٹکائے اور وہ گھٹنوں تک نہ پہنچیں تو وہ قیام کی حالت میں ہے اگر اس حالت میں تکبیر پوری کہہ چکا ہے تب نماز شروع ہو جائے گی اور اگر گھٹنوں تک ہاتھ پہنچنے کی حد کو پہنچ گیا اور اب تکبیر ختم کی تو چونکہ یہ رکوع کی حالت ہے اس لئے نماز شروع نہ ہوگی کیونکہ تکبیر کا پورا جملہ قیام کی حالت میں ادا ہونا چاہئے (یہ اندازہ کرنا اس وقت گھبراہٹ میں مشکل ہوتا ہے اس لئے اطمینان سے کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے اور پھر رکوع کے لئے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اگر رکوع مل جائے تو رکعت کو شمار کر لے ورنہ نہیں جلدی میں اپنی نماز کو ضائع نہ کرے۔ بعض ناواقف لوگ مسجد میں آ کر جب امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تخریمہ کہتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی اس لئے کہ تکبیر تخریمہ نماز کی صحت کی شرط ہے اور تکبیر تخریمہ کا پورا جملہ قیام کی حالت میں ادا ہونا شرط ہے جب پورا جملہ قیام میں نہ ہوا تو تخریمہ صحیح نہ ہوتی پس نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے)۔ اگر بیٹھ کر تکبیر کہی اور پھر کھڑا ہوا تو نماز شروع نہ ہوگی۔ اگر نفل کے لئے تخریمہ رکوع میں کہی تو نماز نہ ہوگی — (۱۶) تکبیر تخریمہ کو قبلہ رو ہو کر کہنا جبکہ کوئی عذر نہ ہو، یا شہر سے باہر سواری پر نفل پڑھنے والا نہ ہو کہ اس کے لئے قبلہ رو ہونا شرط نہیں ہے۔

(۱۷) نماز کی شرطوں یعنی حدث اصغر و اکبر سے بدن کی طہارت اور نجاست حقیقی سے بدن اور لباس اور جگہ کی طہارت، ستر عورت، نیت، استقبال قبلہ کے حصول اور وقتی نماز کے لئے وقت کے دخول کا اعتقاد یا غلبہ ظن ہونا پس اگر ان میں سے کسی شرط کے موجود ہونے میں شک ہو اور نماز کا تخریمہ کہے تو نماز شروع نہ ہوگی، اگرچہ بعد میں یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ شرط موجود تھی جیسا کہ تخری کے بیان میں گذرا۔ (نیت میں مطلق نماز کی نیت اور فرض و واجب کا تعین اور مقتدی کے لئے اپنی نماز کی نیت کے ساتھ امام کی نیت کی نیت کرنا، ان کو بھی شرط تخریمہ میں شمار کرتے ہیں، دراصل یہ نیت کی شرطیں ہیں لیکن چونکہ نیت کی صحت تخریمہ کے لئے ضروری ہے اس لئے ان کو یہاں پر بھی شمار کر لیتے ہیں)۔

قیام

(۱) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض نمازوں میں فرض ہے اور جو نمازیں ملحق بہ فرض ہیں یعنی واجب جیسے نماز وتر، نماز نذرہ و نماز عیدین اور اصح قول کی بنا پر فجر کی سنتیں ان سب میں بھی بالاتفاق قیام فرض ہے بشرطیکہ کھڑے ہونے کی طاقت ہو اور اگر کھڑا ہونے کی طاقت نہ ہو مثلاً بیماری یا بڑھا پاپا یا برہنگی کے قوی عذر کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو یہ فرض و واجب نمازیں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ (عذر کی مزید تفصیل مریض کے بیان میں آئے گی، انشاء اللہ) باقی نمازوں یعنی سنت فجر کے علاوہ باقی سنتوں اور نفلوں میں قیام فرض نہیں ان کا بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن بلا عذر بیٹھ کر نفل و سنت پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے (ملحق بہ نفل یعنی واجب وغیرہ وہ نفل نماز جو کسی ایسے عارض سے جو بندہ کی طرف سے ہو واجب ہو گئی ہو جیسے وہ نفل جن کو شروع کر کے توڑ دیا ہو ان کی قضا و نماز نذرہ و طواف کی دو رکعتیں وغیرہ ان میں بوجہ وجوب کے قیام فرض ہے یا بوجہ اصل یعنی نفل ہونے کے قیام فرض نہیں ہے اس بارے میں کوئی واضح حکم نہیں مل سکا۔ علامہ شامی نے اس میں فقہاء کا توقف نقل کیا ہے۔ مؤلف) — (۲) قیام یعنی سیدھا کھڑا ہونے کی کم سے کم حد یہ ہے کہ اگر کھڑا ہوا آدمی بالکل سیدھا نہ کھڑا ہو بلکہ کسی قدر جھکا ہو، اس طرح پر کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ لٹکائے تو اس کے دونوں گھٹنوں تک نہ پہنچیں، یہ قیام کی حالت میں ہے اور اس سے قیام کا فرض ادا ہو جائے گا لیکن اگر اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں تو اب رکوع کی حد شروع ہو گئی اس حالت میں تکبیر تحریمیہ یا قرأت ادا کرے گا تو فرض ادا نہ ہوگا اور نماز جائز نہ ہوگی — (۳) قیام میں قرأت فرض کی مقدار قیام فرض ہے اور قرأت واجب کی مقدار قیام واجب اور بقدر سنت قرأت قیام سنت ہے۔ یہ حکم پہلی رکعت کے سوا اور رکعتوں کا ہے۔ اور پہلی رکعت میں قیام فرض میں تکبیر تحریمیہ بھی شامل ہوگی اور قیام مسنون میں مقدار ثنا و تعوذ و تسمیہ بھی شامل ہوگی۔ قیام کا قرأت کی مقدار واجب و سنت ہونا اس معنی کر کے ہے کہ اس کے ترک پر ترک واجب و سنت کا حکم دیا جائے گا یعنی قدر سنت کے ترک پر کوئی عذاب نہیں ہوگا مگر عادت کر لینے پر ترک سنت کا عتاب ہوگا اور ترک واجب پر واجب کے ترک کا عذاب ہوگا فرض کے ترک کا نہیں اور یہ سب حکم قرأت کے ادا ہونے سے پہلے ہے ورنہ بجالانے میں جتنی دیر قیام کیا اور جو کچھ قرأت کی سب فرض ہی ہے اور فرض کا ثواب ملے گا پس اگر کوئی تمام قرآن پاک ہی نماز میں پڑھے تو تمام ہی فرض واقع ہو کر فرض کا ثواب ملے گا اسی طرح نماز کے رکوع و سجود کو مقدار سنت و مستحب تک کتنا ہی طویل کرے وہ بھی فرض واقع ہو کر فرض کا ثواب ملے گا۔ قیام کی یہ مقدار اس شخص کے حق میں ہے جس پر قرأت فرض ہو۔ اور جس شخص پر قرأت نہ ہو جیسے امی (ان پڑھے) یا وہ مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے یا وہ جو کہ ادنیٰ قرأت فرض پر اکتفا کرے مثلاً ثَمَّ نَظَرَ کہہ لے تو ایسے شخص کے حق میں تصوراً ساٹھہرنے سے جس کو قیام کہہ سکتے ہیں فرض ادا ہو جاتا ہے پس اگر کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہا اور پھر رکوع کیا اور اللہ اکبر کہنے اور رکوع میں جانے کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام صحیح ہوگا اس لئے کہ جتنا قیام اس نے تکبیر کہنے اور رکوع میں پہنچنے تک کیا اسی قدر کافی ہے۔ اسی طرح جس نے تکبیر تحریمیہ کے بعد ادنیٰ قرأت فرض کو جھکتے ہوئے کہہ لیا تب بھی قیام کا فرض ادا ہونے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح جس نے قرأت کو مؤخر کیا یعنی فرض نماز میں بجائے پہلی رکعتوں کے

آخری دو رکعتوں میں قنوت کی اس کے لئے بھی یہی حکم ہے (لیکن ترک واجب کی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوگا ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ مؤلف)۔ (۴) بغیر عذرا ایک پاؤں پر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور نماز جائز ہو جاتی ہے اور اگر عذر ہو تو مکروہ نہیں اور اگر اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں پر یا دونوں ایڑیوں پر بلا عذر کھڑا ہوا تو بعض کے نزدیک نماز جائز اور بعض کے نزدیک جائز نہیں (اس لئے اس سے بچنا چاہئے)۔ نماز میں ایک پاؤں پر زور دیکر کھڑا ہونا اس طرح پر کہ دوسرے کو ڈھیلا بھی نہ چھوڑے جس سے وہ مڑ جائے یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دینا کبھی دوسرے پر طویل قیام والی نماز میں افضل و مستحب ہے تاکہ آسانی و سہولت ہو۔ اور اگر قیام طویل نہ ہو بلکہ تھوڑا ہو تو خواہ دونوں پاؤں پر برابر زور دے خواہ کبھی ایک پاؤں پر زور دے کبھی دوسرے پر دونوں صورتیں برابر ہیں اور جائز ہیں اور کسی صورت کو فضیلت نہیں۔ ایک پاؤں پر زور دینا اور دوسرے کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دینا کہ وہ کسی قدر مڑ جائے جیسا کہ گھوڑا ایک پیر کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے ہر حال میں مکروہ ہے خواہ قیام طویل ہو یا مختصر۔

قنوت (۱) قنوت فرضِ عملی ہے اور اس شخص کے لئے ہے جو اس پر قادر ہو۔ (۲) فرض قنوت کا مقام فرض نماز کی دو رکعتیں ہیں خواہ وہ فرض نماز دو رکعتوں والی ہو یا تین کی یا چار کی اور خواہ پہلی دو رکعتیں ہوں یا آخر کی دو رکعتیں ہوں اور خواہ ایک رکعت پہلے دو گانہ میں کی ہو اور ایک رکعت آخر کے دو گانہ میں کی ہو (لیکن پہلی دو رکعت میں قنوت کرنا واجب ہے اس لئے اس کے خلاف صورتوں میں ترک واجب پر سجدہ سہو لازم آئے گا)۔ اگر فرضوں کی ایک رکعت میں بھی قنوت نہ کی یا صرف ایک رکعت میں قنوت کی تو ترک فرض کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ وتر اور نفل کی سب رکعتوں میں قنوت فرض ہے۔ (۳) امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک آیت کے پڑھنے سے اگرچہ چھوٹی ہو قنوت کا فرض ادا ہو جاتا ہے یہی اصح ہے لیکن جو شخص صرف اسی قدر پر اکتفا کرے گا وہ گنہگار ہوگا (یعنی بلا عذرا یا کرنے پر ترک واجب کا مرتکب ہوگا) امام صاحب کے نزدیک ایک چھوٹی آیت سے مراد یہ ہے کہ جس میں دو یا دو سے زیادہ کلمے ہوں جیسے **لَمْ يَكُنْ لَكُمْ قُدْرَةٌ عَلَيْهِمْ قَاتِلٌ كَيْفَ قَاتِلٌ قَدَّارٌ** اور **لَمْ يَكُنْ لَكُمْ قُدْرَةٌ عَلَيْهِمْ قَاتِلٌ** یا **لَمْ يَكُنْ لَكُمْ قُدْرَةٌ عَلَيْهِمْ قَاتِلٌ** جیسے **عُدَّ هَامَّتَانِ** یا ایسی آیت پڑھی جو ایک ہی حرف ہے جیسے **ص، ن، ق** یا کئی حروف مقطعات ہوں جیسے **آلَم، حَمَّسَقَ** وغیرہ تو اس میں مثل **خ** کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ نماز جائز نہ ہوگی اگرچہ اس کو چند بار کہے۔ اگر بڑی آیت دو رکعتوں میں پڑھی جیسے آیتہ الکرسی یا آیتہ المدیہ تھوڑی سی ایک رکعت میں پڑھی تھوڑی سی دوسری رکعت میں تو جائز ہے یہی اصح ہے۔ صاحبین کے نزدیک تین چھوٹی آیتیں یا ان کے برابر بڑی آیت پڑھنا فرض ہے اور بڑی آیت دو رکعتوں میں پڑھنے کی صورت میں اگر ہر رکعت میں تین آیتوں کی مقدار یا زائد ہوگی تو صاحبین کے نزدیک بھی نماز درست ہو جائے گی۔ (۴) **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** قرآن کی ایک آیت ہے یہ سورتوں میں فصل کے واسطے اتنی ہے لیکن صرف **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کے پڑھنے سے فرض قنوت ادا نہیں ہوتا احتیاطاً۔ اس لئے کہ اس کے قرآن ہونے میں اختلاف ہے۔ امام مالک کے نزدیک یہ قرآن کا جزو نہیں ہے اس لئے شک واقع ہو گیا اور شبہ کی وجہ سے

بسم اللہ قرآنِ قطعی نہ رہا اور اس کا منکر کا فرہیں ہوگا پس قرات کا فرض ہونا جو یقینی امر ہے شک والی آیت سے ادا نہیں ہو سکتا البتہ جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کو احتیاطاً اس کا تلاوت کے قصد سے پڑھنا حرام ہے — (۵) قرات کا مطلب یہ ہے کہ تمام حروفِ مخارج سے ادا کئے جائیں اس طرح کہ ہر حرف دوسرے سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے اور آہستہ پڑھنے کے مقام میں اتنا ہونا ضروری ہے کہ خود سنے، پس قرات میں حروف کی تصحیح ضروری ہے اگر قدرت ہوتے ہوئے صحیح حروف ادا نہیں کرے گا تو قرات جائز نہیں معذور مثلاً تو تلاوت ہکلا سے اگر غیر صحیح حروف بھی نکلیں تو عذر کے سبب معاف ہو سکتا حروف کے ساتھ سری نمازیں یہ بھی ضروری ہے کہ خود سنے پس اگر حروف زبان سے صحیح کہے اور خود ان کو نہ سنا تو جائز نہیں جبکہ کوئی عذر شور و غل و نقل سماعت وغیرہ نہ ہو یہی صحیح ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ ایسا پڑھنا ہو کہ اگر وہ مزاحم یعنی شور و غل وغیرہ دور ہو جائے تو وہ خود سن سکے اور اسی طرح جس جگہ کچھ پڑھنا یا کہنا شرع نے مقرر کیا ہے یہی حکم ہے کہ خود سن سکے مثلاً ذبح میں بسم اللہ پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے اور قسم میں استثنا کا اور طلاق اور عتاق اور ایلا اور بیع کا بھی یہی حکم ہے کہ خود سن سکے) — (۶) اگر نیند کی حالت میں قرات کی تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگی جاگنے پر پھر پڑھے اور یہی اور ارکان کا بھی ہے یعنی اگر سوتے ہوئے قیام کیا یا رکوع کیا یا سجدہ کیا یا قعدہ کیا تو اس رکن کا اعادہ کرے۔ اور اگر رکوع یا سجدہ وغیرہ کے اندر جا کر سو گیا تو اعادہ نہیں ہے کیونکہ ان میں جانا اور اٹھنا اختیار سے ہوا ہے اس لئے وہ صحیح ہو گئے اور اگر پوری رکعت سوتے ہوئے ادا کرے تو پوری رکعت کا اعادہ نہیں بنکے نئے سرے سے نماز پڑھے — (۷) اصل عربی قرآن پاک کی قرات کی بجائے قرآن پاک کا ترجمہ اردو، فارسی، ترکی وغیرہ کسی زبان میں نماز کے اندر قرات کرے تو امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا عذر جائز نہیں اسی فتویٰ ہے اور امام ابو حنیفہ سے بھی صاحبین کے قول کی طرف رجوع ثابت ہے اسی پر اعتماد ہے اور یہی مختار واضح ہے اور یہی حکم اُس وقت ہے جبکہ قرآن کی جگہ تورات یا انجیل پڑھی (اگر غیر عربی زبان میں قرات کی اور عربی اس کے ساتھ نہ بلائی خواہ قصص اور امر و نہی کی جگہ سے پڑھے یا صرف ذکر و تنزیہ کے مقام سے پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ نماز قرات سے خالی ہو جائے گی اور اگر حجاز نماز کی مقدار قرآن عربی میں پڑھے کہ اس کے ساتھ فارسی یا اردو میں بھی کچھ قرآن پڑھا تو اگر وہ غیر عربی میں قصص یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھا تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ذکر یا تنزیہ کے مقام سے پڑھا تو بلا خلاف نماز فاسد نہ ہوگی) — (۸) قرات شاذہ سے فرض قرات ادا نہ ہوگا اور قرات شاذہ سے نماز فاسد بھی نہیں ہوتی۔ قرآنِ مجید کی متواتر روایتیں دس تک ہیں جو روایت ان دسوں روایتوں سے خالی ہوگی وہ شاذہ ہے۔ اسی طرح اگر سچے کر کے قرات کی تو نماز نہ ہوگی مثلاً الح م دل ل اہ الایۃ اس طرح پڑھنا قرات فرض کو کفایت نہیں کرتا لیکن مفسد نماز بھی نہیں ہے — (۹) مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرات نہ کرے نہ سورہ فاتحہ پڑھے نہ دوسری سورت نہ آہستہ کی نماز میں نہ جہر کی نماز میں اس لئے کہ امام کی قرات مقتدی کے لئے کافی ہے۔ امام اور صاحبین کا اس پر اتفاق ہے اور اسی صحابہ سے جن میں حضرت علی مرتضیٰؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، قرارت کا منع ہونا مروی ہے۔ پس اگر مقتدی قرارت پڑھے گا تو صحیح قتل میں مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی۔

رکوع

(۱) رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں، رکوع میں مقدار فرض اس قدر ہے کہ رکوع کی حد کو پہنچنے کے بعد اس کو رکوع کہہ سکیں۔
 (۲) رکوع کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ اتنا جھکا ہوا ہو کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے تو دونوں گھٹنوں تک پہنچ جائیں (اگر گھٹنوں تک نہ پہنچیں تو قیام کی حالت ہے) صرف سر کو جھکا دینا رکوع کے لئے کافی نہیں۔ پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھاوے یعنی سر اور پیٹھ اور سرین ایک سیدھ میں ہو جائیں۔ (۳) اگر پیٹھ ہوئے رکوع کرے تو اس کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ سر مچھ کر کے کسی قدر جھک جائے، اور پورا رکوع اس طرح ہے کہ پیشانی اس کے دونوں زانو کے مقابل آجائے۔
 (۴) اگر رکوع نہ کیا اور قیام ہی سے سجدہ میں چلا گیا اور طریقہ مسنونہ کے خلاف اونٹ کی طرح گر پڑا تو ایسا جھکنا رکوع کے لئے کافی ہے (لیکن ترک واجب ہے کیونکہ تعدیل رکن یعنی اطمینان ترک ہوا اس لئے سجدہ سہو واجب ہوگا اور دانستہ ایسا کرنا سخت مکروہ ہے)۔ (۵) اگر کسی کبڑے یا بوڑھے کی پیٹھ رکوع کی حد تک جھکی ہوئی ہو تو وہ رکوع کے لئے اپنے سر سے اشارہ کرے یعنی سر کو ذرا جھکا دینے سے اس کا رکوع ادا ہو جائے گا۔ (۶) رکوع کا وقت قرارت سے فارغ ہونے کے بعد ہے ہی صحیح ہے۔ (۷) ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے۔

سجود

(۱) زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ ہر رکعت میں دو مرتبہ سجدہ فرض ہے۔ دوسرا سجدہ بھی پہلے سجدہ کی مانند ہی اور یہ دوسرا سجدہ حدیث اور اجماع امت سے فرض ہے (یعنی آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار (دو دفعہ ہونا) نہیں معلوم ہوتا اسی طرح رکعتوں کا شمار بھی حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے)۔ (۲) سنت کا پورا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں سجدے میں لگاوے۔ پیشانی کا کچھ حصہ لگانا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو اور اکثر پیشانی کا لگانا واجب ہے ہی صحیح ہے۔ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہیں۔ اور اگر عذر کے ساتھ ایک پر اکتفا کرے تو مکروہ نہیں اور اگر بغیر عذر ہے تو اگر پیشانی لگائی اور ناک نہ لگائی تو بالاجماع نماز جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر ناک لگائی اور پیشانی نہ لگائی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۳) اگر صرف رخسارہ یا ٹھوڑی لگائی تو نہ حالت عذر میں جائز ہے نہ بغیر عذر۔ (۴) اگر پیشانی اور ناک دونوں میں عذر مثلاً زخم ہے تو سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کر لینا کافی ہے سجدہ نہ کرے۔ (۵) عذر کی وجہ سے صرف ناک پر اکتفا کرنا اس وقت جائز ہے جب اس قدر ناک لگاوے جہاں تک کہ سوجت ہے اور اگر صرف وہ جگہ لگائی جو نرم ہے اور وہ ناک کا سرا ہے تو جائز نہیں۔ (۶) کسی نرم چیز جس میں سردھنس جائے اور ناک اور پیشانی قرار نہ پکڑے مثلاً گھاس یا ٹھوس یا روئی یا چھوٹے یا قالین یا صوف یا برف وغیرہ پر سجدہ کیا تو سجدہ جائز نہیں اور اگر اس کی پیشانی اور ناک قرار پکڑے اور اس جگہ کی سختی معلوم ہو یعنی اب اگر بالغم کیا جائے تو نہ دہے اور سر نیچے نہ جائے تو سجدہ جائز و درست ہے۔ بعض جگہ جاڑوں میں مسجدیں پیال (گھاس وغیرہ) بچھاتے ہیں ان لوگوں کو

سجدہ کرنے میں اس کا لحاظ ضروری ہے۔ اسی طرح کمافی دارگدے جیسے گاڑی کے بعض درجوں میں ہوتے ہیں یا کوچ وغیرہ پر نماز پڑھنے میں اس کا لحاظ رکھیں اور اگر اتنے ملامت ہوں کہ پیشانی خوب نہیں جمتی تو گدے سے اتر کر نماز پڑھنی چاہئے نیز اوپر اوپر ذرا اشارہ سے سر رکھ دیا دیا نہیں تو بھی سجدہ نہ ہوا۔ (۷) اگر بیل گاڑی یا بیکہ وغیرہ پر سجدہ کیا تو اگر گاڑی بیل یا گھوڑے وغیرہ جاندار پر ہے تو سجدہ جائز نہیں اور اگر زمین پر ہے تو جائز ہے جیسے تخت و چوکی پر جائز ہے۔ چارپائی اگر تخت کی طرح سخت ہے (یعنی اچھی طرح کسی ہوئی ہے کہ اس میں سر نہ دھنسنے اور اپنی اصلی حالت پر قائم رہ سکے) تو اس پر سجدہ و نماز درست ہے (جہاں میں مشہور ہے کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے بندر بن جاتا ہے یہ بے اصل اور وہیات ہے)۔

(۸) مچان (ٹانڈیا ڈانچا) پر (جوکان لوگ زراعت کی حفاظت کے لئے بیٹھنے کو باندھتے ہیں یا شکاری لوگ شکار کے وقت بیٹھنے کے لئے باندھتے ہیں) سجدہ کیا تو اگر سجدہ کی جگہ سخت ہے تو جائز ہے جیسے تخت پر جائز ہے ورنہ گھاس اور پیال کے حکم میں ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ (۹) اگر گہوں یا جو پر سجدہ کیا تو جائز ہے اور اگر لکٹی یا جوار یا چنا یا چاولوں پر سجدہ کیا تو جائز نہیں (کیونکہ یہ پھسل کر پیشانی کو جھننے نہیں دیتے) اور اگر یہ مذکورہ اناج یا ڈھنکی ہوئی روئی تھیلوں میں خوب کس کر بھردی گئی ہو کہ پیشانی کے جھننے میں مانع نہ ہو تو جائز ہے۔ (۱۰) اگر بھیر وغیرہ عذر کی وجہ سے کسی دوسرے آدمی کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو اگر وہ بھی اسی نماز میں ہے جس کو یہ ادا کر رہا ہے تو جائز ہے اور اگر وہ نماز میں نہیں یا نماز میں ہے مگر اس کے سوا دوسری نماز پڑھتا ہو یا نمازی کے سامنے سجدہ کے لئے جگہ کشادہ ہے تو جائز نہیں۔ عذر سے مراد جگہ کی تنگی ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اور حج کے موقع پر مسجد اکرام میں جب اس کثرت سے آدمی جمع ہوں کہ عید گاہ اور جامع مسجد اور مسجد اکرام میں گنجائش نہ ہو تو اس وقت دوسرے نمازی کی پشت پر سجدہ جائز ہو جائیگا (پس دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ جائز ہونے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ (۱) بہت بھیر ہونا کہ سجدہ کی جگہ نہ ہو۔ (۲) سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا۔ (۳) سجدہ کرنے والے اور جس کی پشت پر سجدہ کرے دونوں کا ایک نماز میں شریک ہونا۔ (۴) سجدہ کرنے والے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا۔ (۵) جس کی پشت پر سجدہ کرے اس کا سجدہ زمین پر ہو۔ مستحب یہ ہے کہ بھیر کم ہونے تک نماز میں تاخیر کرے جبکہ وہ نماز جماعت نہ ہو۔) (۱۱) اگر اپنی ران پر بلا عذر سجدہ کیا تو مختار یہ ہے کہ جائز نہیں اگر عذر سے یعنی بھیر وغیرہ کی وجہ سے کیا تو مختار یہ ہے کہ جائز ہے۔ یہ مسئلہ اس کے امکان کو فرض کرتے ہوئے ہے ورنہ ران پر سجدہ عادتاً غیر ممکن ہے اور اگر اپنے دونوں گھٹنوں پر سجدہ کیا تو بعض کے نزدیک عذر و تعبیر عذر دونوں صورتوں میں جائز نہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم بھی ران کی مانند ہے یعنی عذر کے ساتھ جائز ہے اور بلا عذر جائز نہیں۔ اور اختلاف اس بنا پر ہے کہ گھٹنوں پر اکثر پیشانی بوجہ ناہمواری ہونے کے نہیں لگتی۔ واللہ اعلم۔ اگر پاک تنھیلی زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کیا تو اصح قول کے بموجب جائز ہے اسی طرح اپنی آستین پر یا بچے ہونے (فالتو) کپڑے پر جبکہ آستین یا فالتو کپڑا پھیلا ہوا ہے اور وہ پاک ہے اور وہ جگہ بھی پاک ہے تو سجدہ درست ہو جائے گا اور اگر وہ جگہ پاک نہ ہوگی تو سجدہ درست نہ ہوگا۔ اور اسی طرح ہر اس چیز پر سجدہ کا یہی حکم ہے جو نمازی کے بدن سے ملی ہوئی ہو جبکہ اس کے نیچے کی جگہ پاک ہو تو سجدہ جائز و درست ہے اگرچہ

لے اگر بہت بھیر ہونا اور سجدہ کے لئے جگہ نہ ہونا الگ الگ دو شرطیں شمار کی جائیں تو شرطیں چھ ہو جاتی ہیں (ط)

وہ ملی ہوئی چیز نمازی کا جزو ہو لیکن آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لئے بلا عذر بچھانا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ تکبر کا فعل ہے اگر تکبر کے فعل سے ایسا کرے تو مکروہ تحریمی ہے اور تکبر کا قصد نہ ہو اور بلا ضرورت و عذر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اگر عذر یعنی مٹی یا کنکر یا سردی و گرمی وغیرہ کی ایذا کا خوف ہو تو مباح ہے۔ (۱۲) اگر مردہ کی پیٹھ پر سجدہ کیا اور اس پر نہ پڑا ہو اور تو اگر مردہ کی سختی محسوس ہوتی ہے تو جائز نہیں اور اگر سختی معلوم نہیں ہوتی تو جائز ہے۔ (۱۳) صافہ (پگڑی) کے پیچ پر بغیر کسی عذر کے سجدہ کرنا درست اور مکروہ تنزیہی ہے جبکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو یا پیشانی کے کچھ حصہ پر ہو جیسا کہ بعض وقت پیچ ڈھلک کر پیشانی پر آجاتا ہے اور پیچ پر سجدہ جائز ہونے میں یہ شرط ہے کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو اس طرح محسوس ہوتی ہو کہ اگر اب سر کو اوردبائے تو نہ دے پس اگر ہاتھ نہ جھانکنا جہاں کہہ لیا گیا کہ اگر دبائے تو دب جائے گا تو سجدہ نہ ہو بہت لوگ اس بات سے غافل ہیں۔ اگر پیچ تھوڑے حصہ پر ہے پیشانی کا باقی حصہ زمین پر لگ گیا تو بھی سجدہ جائز ہے اور اگر پیچ نمازی کے صرف سر پر ہو اور صرف پیچ پر سجدہ کرے اور زمین پر اس کی پیشانی نہ لگے تو سجدہ جائز نہیں۔ اکثر لوگ اس مسئلہ سے بھی غافل ہیں۔ (۱۴) سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے آدھ گز شرعی (ایک بالشت یعنی متوسط ہاتھ سے بارہ انگلی) تک اونچی ہو تو سجدہ جائز ہے۔ اگر اس سے زیادہ اونچی ہو تو بلا عذر جائز نہیں مگر عذر کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ لوگ زیادہ ہوں اور پیٹھ پر سجدہ کرنا پڑے تو عذر کی وجہ سے جائز ہے۔ (۱۵) کسی چھوٹے پتھر پر سجدہ کیا اگر پیشانی کا زیادہ حصہ لگ گیا تو سجدہ ہو گیا ورنہ نہیں۔ (۱۶) کسی شخص نے سجدہ کے لئے ناک اور پیشانی رکھی اور سجدہ کی جگہ پر بہت سے کانٹے یا کنکریاں یا شیشے کے ٹکڑے ہوں اگر ان سے تکلیف پہنچنے کی وجہ سے وہاں سے سر اٹھا کر دوسری جگہ رکھ لے تو جائز ہے اور یہ دوسرا سجدہ نہ ہو گا بلکہ ایک ہی سجدہ ہو گا اور اس پر سجدہ سہو بھی واجب نہیں۔ اسی طرح اگر مقتدی اپنے امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں سے سر اٹھا لیوے اور پھر جھکا دیوے تب بھی ایک ہی رکوع یا سجدہ ہو گا اور نماز درست ہوگی۔ (۱۷) اگر دونوں ہاتھ یا دونوں گھٹنے زمین پر نہ رکھے تو بالاجملہ نماز جائز ہے۔ (۱۸) اگر سجدہ کیا اور دونوں پاؤں زمین پر نہ رکھے تو جائز نہیں اور اگر ایک پاؤں رکھا تو اگر عذر کے ساتھ ہو تو بلا کراہت جائز ہے اور بغیر عذر ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ پاؤں کا رکھنا انگلیوں کے رکھنے سے ہوتا ہے اگر چہ ایک ہی انگلی ہو۔ اگر دونوں پاؤں کی انگلیوں کی پیٹھ رکھی اور انگلیاں نہ رکھیں تب بھی سجدہ جائز ہے یہی قول صحیح ہے۔ (جاننا چاہئے کہ پیشانی کا زمین پر چھنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا لگنا شرط ہے)۔ (۱۹) اگر سوتے میں سجدہ کیا تو سجدہ کا اعادہ کرے اسی طرح بیہوشی میں رکوع یا سجدہ کرنے کا اعتبار نہیں لیکن اگر رکوع یا سجدہ کے وقت جاگ رہا تھا اور پھر رکوع یا سجدہ کی حالت میں سو گیا تو مضائقہ نہیں وہی رکوع و سجدہ جائز ہے۔

قعدۃ اخیرہ | قعدۃ اخیرہ یعنی نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد بیٹھنا صحیح ہے کہ قرض اور کن ہے اور وہ بقدر تشہد ہے اور تشہد التَّحِيَّاتُ سے عِبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ تک ہے یہی صحیح ہے یہاں تک کہ اگر مقتدی امام کے فارغ ہونے سے

پہلے فارغ ہو گیا اور کلام کیا تو نماز اس کی پوری ہو گئی (لیکن ترک واجب یعنی سلام کا ترک ہو اس لئے واجب الاعادہ ہے) —
 — قعدہ اخیرہ فرض اور نفل سب نمازوں میں فرض ہے اسی طرح نماز کے اور ارکان بھی فرض و نفل سب نمازوں میں فرض
 ہیں سوائے قیام کے کہ وہ نفلوں میں فرض نہیں ہے۔ اگر کسی نے دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے اخیر میں تہ بیٹھا اور اٹھ کھڑا ہوا
 اور چلا تو نماز فاسد ہو گئی۔ اگر کوئی شخص چار رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھا پھر یہ گمان کر کے کہ تین ہی ہوئی ہیں کھڑا ہو گیا پھر
 یاد کر کے کہ چار ہو چکیں بیٹھ گیا پھر سلام پھیر دیا تو اگر دونوں دفعہ کا بیٹھنا ملا کر بقدر تشہد ہو گیا تو فرض ادا ہو گیا ورنہ نہیں
 کیونکہ بقدر تشہد بیٹھنے میں متواتر ہونا اور فاصلہ نہ کرنا شرط نہیں ہے اور بقدر تشہد بیٹھنے سے مراد پورے تشہد کا صحیح الفاظ
 کے ساتھ جلدی جلدی پڑھنے کی مقدار ہے۔

ان ارکان نماز کے علاوہ کچھ اور بھی نماز کے فرائض ہیں اور وہ یہ ہیں — (۱) نماز کے ارکان میں ترتیب کا ہونا
 یعنی جو ارکان ہر رکعت میں مکرر نہیں جیسے قیام اور رکوع یا تمام نماز میں مکرر نہیں جیسے قعدہ اخیرہ، ان میں ترتیب فرض
 ہے پس قیام کو رکوع سے پہلے اور رکوع کو سجدہ سے پہلے اور سجدہ کو اخیر قعدہ سے پہلے کرنا فرض ہے۔ اگر اس کے خلاف
 کیا مثلاً قیام سے پہلے رکوع کر لیا تو اس رکوع کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس رکوع کے بعد قیام کی طرف لوٹے اور قیام کے
 بعد رکوع کا اعادہ کرے تاکہ ان میں ترتیب جو فرض تھی ادا ہو کر نماز صحیح ہو جائے اور اس پر سجدہ سہو واجب ہو گا اور اگر
 رکوع کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر پہلے سجدہ کیا پھر رکوع کیا تو دوبارہ سجدہ کرے اور سجدہ سہو کرے
 نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر سجدہ کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ قعدہ اخیرہ تمام ارکان کے اخیر میں واقع ہونا چاہئے
 پس اگر کسی نماز کا سجدہ رہ گیا اور وہ اس کو قعدہ اخیرہ کے بعد آیا تو اس سجدہ کو ادا کرے اور قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرے اور
 سجدہ سہو بھی کرے نماز صحیح ہو جائے گی یا قعدہ اخیرہ کے بعد یاد آیا کہ رکوع رہ گیا ہے تو رکوع اور اس کے بعد کے ارکان یعنی
 سجدہ و قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرے اور سجدہ سہو کرے اور قیام یا قرأت کا رہ جانا یاد آیا تو پوری رکعت کا اعادہ کر کے قعدہ اخیرہ
 کرے اور سجدہ سہو کرے ان سب صورتوں میں اگر ارکان یا بعد اور قعدہ اخیرہ کا اعادہ نہ کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر تخریمہ سے پہلے کوئی رکن ادا کرے وہ حساب میں نہیں آئے گا بلکہ پھر کرنا پڑے گا اگر پھر ادا نہ کرے گا تو نماز فاسد
 ہو جائے گی۔ جو فعل ہر رکعت میں مکرر ہوتا ہے یعنی سجدہ یا تمام میں مکرر ہوتا ہے جیسا کہ عدد رکعات اس میں ترتیب فرض نہیں بلکہ
 واجب ہے جیسا کہ واجبات میں بیان ہو گا — (۲) نماز میں جو چیزیں فرض ہیں ان میں مقتدی کو امام کی متابعت
 فرض ہے یعنی ہر رکن میں مقتدی امام کے ساتھ یا اس کے بعد شریک ہو اس سے پہلے ادا نہ کرے اگر امام سے پہلے ادا کیا تو
 نماز نہ ہوگی مثلاً امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کر لیا اور امام ابھی رکوع یا سجدہ میں آیا بھی نہیں تھا کہ اس نے سر اٹھا لیا تو
 اگر پھر امام کے ساتھ بھی شامل ہو گیا یا اس کے بعد ادا کر لیا تو نماز ہو گئی ورنہ نہیں۔ اور واجبات و سنن میں امام کی متابعت
 ترک کرنے پر نماز فاسد نہیں ہوتی — (۳) مقتدی کے لئے یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے خیال میں اپنے امام کی نماز کو

صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی پیشاب گاہ کو چھو لیا اور اس کے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اس کے نزدیک یہ دونوں باتیں وضو کو نہیں توڑتیں اور امام کی نماز اس کے نزدیک صحیح ہے۔ اور اگر اپنے نزدیک امام کی نماز کو باطل سمجھتا ہے تو اس کی نماز نہ ہوئی اگرچہ امام کی نماز صحیح ہو۔ (۴) مقتدی کا اپنے امام سے آگے نہ بڑھنا یعنی اڑیاں قبلہ کی جانب امام سے آگے نہ بڑھیں۔ (۵) جہت میں امام کا مخالف نہ ہونا۔ (۶) صاحب ترتیب کو جبکہ وقت میں گنجائش ہو قضا نماز کا یاد نہ ہونا۔ (۷) شرائط کے مطابق عورت کا مرد کے برابر نہ ہونا ان مسائل کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ۔

فصل دوم۔ واجبات نماز

نماز کے کچھ واجبات ہیں کہ جن کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن اس کا لوٹانا واجب ہوتا ہے جبکہ واجب کو دانستہ ترک کیا ہو یا سہواً ترک ہو گیا ہو اور سجدہ سہو نہ کیا ہو پس اگر اس نماز کو نہ دہرائیگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اس لئے کہ ترک واجب مکروہ تحریمی ہے۔ اگر بھول کر ترک ہو اور نماز میں یاد آگیا اور سجدہ سہو کر لیا تو نماز درست ہوگی اب اس کا لوٹانا واجب نہیں ہے۔ جو فرض نماز ترک واجب وغیرہ کی وجہ سے واجب الاعداد ہوتی ہے اگر وہ لوٹانی جائے تو فرض کے نقصان کو زائل کرنے والی ہوتی ہے جیسا کہ سجدہ سہو سے نقصان دور ہو جاتا ہے اس لئے وہ بھی فرض ہی واقع ہوگی نیز واجب و سنت و مستحب ادا کرنے سے پہلے یہ حکم رکھتے ہیں اور ادا کرنے کے بعد فرض واقع ہو کر فرض ہی کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس اگر امام ترک واجب کی وجہ سے نماز کو دہرائے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری دفعہ کی جماعت میں شریک ہوگا تو اس کی نماز درست ہوگی جیسا کہ سجدہ سہو میں یا اس کے بعد سلام سے پہلے شامل ہونے والے مقتدی کی نماز درست ہے یہی صحیح ہے بعض نے کہا کہ اس کی نماز درست نہ ہوگی کیونکہ دوسری بار کی نماز فرض نہیں بلکہ واجب ادا ہوگی تو جب امام کی نماز فرض نہیں ہے تو فرض والے کا اقتدا اس کے پیچھے درست نہیں لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ ہذا استفاد من الشاہی واللہ اعلم بالصواب۔

واجبات نماز متدرجہ ذیل ہیں: (۱) تکبیر تحریمیہ کا خاص اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا۔ اگر اس کے ہم معنی کسی لفظ مثلاً اللہ اعظم یا اللہ اجل وغیرہ سے ادا کیا تو واجب ترک ہو جائے گا جو مکروہ تحریمی ہے۔ (۲) قرأت واجبہ کی مقدار قیام کرنا یعنی جس میں سورہ فاتحہ اور کوئی چھوٹی سورت یا چھوٹی تین آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھی جاسکے اور جس پر قرأت نہ ہو جیسے گونگا یا اُمّی یا وہ مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے وغیرہ ان پر قیام کی کوئی مقدار واجب نہیں ہے۔ (۳) فرض نماز میں قرأت فرض کے ادا کرنے کے لئے پہلی دو رکعتوں کا معین کرنا واجب ہے خواہ نماز تین رکعت والی ہو یا چار رکعت والی۔ یہاں تک کہ اگر چار رکعت والی نماز کی اول دو رکعتوں میں بھول کر قرأت نہ پڑھی بلکہ اخیر کی دو رکعت میں پڑھی یا پہلے دو گانہ میں سے ایک رکعت میں اور دوسرے دو گانہ میں سے ایک رکعت میں بھول کر قرأت پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۴) الحمد کا پڑھنا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی سب رکعتوں میں واجب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پوری الحمد کا پڑھنا واجب ہے اس کی ایک آیت بلکہ ایک لفظ کا ترک بھی ترک واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زیادہ واجب ہے اس لئے ان کے نزدیک نصف سے کم چھوڑنے پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ (۵) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور واجب (وتر) و سنت و نفل کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی بہت چھوٹی سورہ مثل سورہ کوثر کے یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں جیسے سورہ مدثر کی یہ تین آیتیں **ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ** یا ایک بڑی آیت یا دو آیتیں پڑھنا جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہوں۔ چھوٹی تین آیتوں کی مقدار سے کم بلانا مکروہ تحریمی ہے۔ (۶) سورہ فاتحہ کو سورہ سے پہلے پڑھنا واجب ہے پس اگر پہلی یا دوسری رکعت میں الحمد بھول گیا اور سورہ بڑھ لی پھر اس کو یاد آ گیا خواہ رکوع سے پہلے یاد آیا یا بعد میں تو پھر الحمد پڑھے اور پھر سورہ واجب ہونے کے طور پر دوبارہ پڑھے اس لئے کہ فاتحہ اور سورہ میں ترتیب واجب ہے پھر رکوع کرے۔ اس صورت میں اگر الحمد سے پہلے سورہ کا اتنا حصہ پڑھ گیا جو ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ہو تو سجدہ سہو بھی کرے اور اگر ادا کے رکن سے کم پڑھا ہو تو سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔ جس شخص نے عشا کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ پڑھی اور الحمد نہ پڑھی تو اخیر کی دو رکعتوں میں اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کر لے اور اگر الحمد پڑھی اور سورہ نہ ملانی تو اخیر کی دو رکعتوں میں الحمد اور سورہ پڑھے اور دونوں کا جہر کرے اور فاتحہ کو سورہ پر مقدم کرے اور سجدہ سہو بھی کرے۔ اور اگر اسی رکعت کے رکوع میں یاد آیا کہ سورہ نہیں پڑھی تو کھڑا ہو کر سورہ پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے اگر رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر پہلے دو گانہ میں کچھ نہ پڑھا تو دوسرے دو گانہ میں الحمد اور سورہ پڑھے اور دونوں کا جہر کرے اور سجدہ سہو کرے۔ (۷) واجب ہے کہ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ سے پہلے پوری سورہ الحمد ایک ہی دفعہ پڑھے اس سے زیادہ نہ پڑھے اگر پڑھے گا تو سورہ ملانے میں تاخیر ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوگا اور اگر سورہ کے بعد دوبارہ الحمد پڑھے تو سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔ کچھلی دو رکعتوں میں الحمد کر پڑھنے سے بھی سجدہ سہو لازم نہ ہوگا لیکن ایسا کرنا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح کچھلی دو رکعتوں میں سورہ کا بلانا مکروہ تحریمی نہیں اور اس سے سجدہ سہو بھی لازم نہیں آتا بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے۔ (۸) جو فعل کہ ہر رکعت میں مکرر (دو دفعہ) ہوتا ہے یعنی سجدہ یا تمام نماز میں مکرر ہوتا ہے جیسا کہ عدد رکعات تو اس میں ترتیب یعنی کوئی قائل نہ ہونا واجب ہے فرض نہیں ہے پس اگر پہلی یا کسی بھی رکعت میں سے ایک سجدہ بھول گیا اور اس کو اخیر رکعت میں قضا کیا اگرچہ سلام پھیرنے کے بعد کلام وغیرہ نماز کے منافی کوئی فعل ہونے سے پہلے پہلے ادا کر لے تو جائز ہے اور سجدہ سہو بھی کرے لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد صرف التجات پڑھے اور پھر سجدہ سہو کرے پھر التجات و درود دعا پڑھے کہ سلام پھیرے یہی صحیح ہے۔ فقہہ اخیرہ جو اس نے پہلے ادا کیا تھا نماز کا سجدہ اس کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے وہ فقہہ باطل ہو گیا کیونکہ فقہہ اخیرہ کا تمام ارکان کے بعد

اور دونوں کا جہر کرنا واجب ہے اور سجدہ سہو بھی کرے۔ اگر غرب کی پہلی دو رکعتوں میں سے کسی رکعت میں الحمد پڑھی اور سورہ نہ پڑھی تب بھی حکم یہی ہے یعنی آخری (تیسری) رکعت میں الحمد اور سورہ پڑھے۔

واقع ہونا فرض ہے اس لئے اب اس کا اعادہ فرض ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ ترتیب رکعات کی صورت مسبق میں ظاہر ہوتی ہے پس مسبق امام کے فارغ ہونے کے بعد جو نماز پڑھتا ہے وہ اس کی پہلی رکعت ہے اگر ترتیب فرض ہوتی تو وہ اخیر نماز ہوتی مثلاً چار رکعتوں میں اگر اس کو ایک رکعت ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قرارت والے دو گانہ کو ادا کرے گا پھر بلا قرارت والی رکعت کو پڑھے گا۔ (۹) قومہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا واجب ہے یہی صحیح ہے۔

(۱۰) سجدہ میں اکثر پیشانی کا لگانا واجب ہے اور کچھ پیشانی کا لگانا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو، یہی صحیح ہے پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہیں ہے۔ پیشانی کی حد طول میں ایک کنپٹی سے دوسری کنپٹی تک اور عرض میں دونوں بھوؤں سے لیکر کھوپڑی تک ہے اور بعض نے پیشانی کی حد یہ لکھی ہے کہ بھوؤں کے اوپر سے سر کے بال جتنے تک ہے اور یہ حد واضح تر ہے اور مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ (۱۱) جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان میں سیدھا بیٹھ جانا صحیح یہ ہے کہ یہ بھی واجب ہے۔

(۱۲) تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجدہ و قومہ و جلسہ کو اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا واجب ہے یہی صحیح ہے۔ تعدیل ارکان، اعضا کے ایسے سکون کو کہتے ہیں کہ ان کے سب جوڑ کم سے کم ایک تسبیح (سبحان اللہ) کی مقدار ٹھہرائیں۔

(۱۳) قعدہ اولیٰ (پہلا قعدہ) یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد جبکہ دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تشہد کی مقدار بیٹھنا واجب ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل یہ استحسان ہے، یہی صحیح ہے لیکن اگر چار رکعت سے زیادہ مثلاً چھ یا آٹھ یا زیادہ نفل رکعتوں کو ایک ہی تحریمہ سے پڑھے گا تو قعدہ اخیرہ کے سوا اس سے پہلے کے سب قعدوں کا حکم قیاس کی طرف رجوع کرے گا اور ہر قعدہ فرض ہوگا پس اس کے ترک کی وجہ سے وہ تمام نماز فاسد ہو جائے گی اور کوئی دو گانہ بھی درست نہیں ہوگا کیونکہ چار رکعت سے زیادہ فرض نماز نہیں ہے اس لئے چار سے زیادہ رکعت نفل کو مشابہ بالفرض نہیں کہہ سکتے اور اس میں استحسان کا حکم جاری نہیں ہوگا بلکہ قیاس کی طرف حکم رجوع کرے گا البتہ تراویح میں وہ تمام نماز بمنزلہ ایک دو گانہ کے ہو جائے گی اس کی تفصیل نماز نوافل و تراویح میں مذکور ہے۔ وہ قعدے جو سجدہ سہو یا سجدہ تلاوت وغیرہ کے بعد کرنے پڑیں گے واجب ہوں گے۔ (۱۴) ہر قعدہ میں تشہد پڑھنا (اور جو تشہد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا اختیار کرنا تشہد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اولیٰ ہے لیکن تشہد ابن عباس کے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں) اور ضروری ہے کہ تشہد کے لفظوں کے معنی کا اپنی طرف سے ارادہ کرے یعنی یوں ارادہ کرے کہ وہ اللہ پر توجہ بھیجتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے نفس پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیجتا ہے۔ واقعہ معراج کی حکایت مد نظر نہ ہو تشہد پورا پڑھنا واجب ہے اور جتنے قعدے کرنے پڑیں سب میں پورا تشہد واجب ہے اگر ایک لفظ بھی چھوڑے گا ترک واجب ہوگا۔

(۱۵) فرض و تراویح میں مؤکدہ میں قعدہ اولیٰ میں تشہد پر کچھ نہ پڑھنا واجب ہے اگر التیحات پورا کر کے اللہم صل علی محمد یا اس کی مقدار کوئی چیز پڑھے گا تو واجب فوت ہو جائے گا اور سجدہ سہو لازم آئے گا لیکن نوافل میں کچھ مضائقہ نہیں۔ تشہد ایک مرتبہ سے زیادہ پڑھنا یہ بھی ترک واجب ہے۔ (۱۶) سلام کے لفظ کے ساتھ

نماز سے غلجہ ہونا یعنی دو بار اِسْلَام کا لفظ واجب ہے اور لفظ عَلَیْکُمْ واجب نہیں۔ پہلے سلام کے لفظ اِسْلَام کہنے پر نماز ختم ہو جاتی ہے۔ پس نماز سے فارغ ہو کر امام نے جیسے ہی پہلا لفظ اِسْلَام کہا اس کی امامت ختم ہو گئی۔ چنانچہ اِسْلَام کی ہم کہہ لینے کے بعد اگر کسی شخص نے اس کی اقتدا کی تو اقتدا درست نہ ہوگی اس سے پہلے اقتدار درست ہے۔ (۱۷)

نماز وتر میں قنوت کے لئے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا۔ (۱۸) نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔ (۱۹) نماز عیدین میں زائد چھ تکبیریں کہنا اور وہ ہر رکعت میں تین بار اللہ اکبر کہنا ہے اسی طرح ان میں سے ہر تکبیر جدا گانہ واجب ہے یہ نہیں کہ چھینوں مل کر واجب ہوں پس اگر ایک بھی چھوڑ دے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (۲۰) نماز عیدین کی دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب ہے اور یہ اللہ اکبر کے لفظ سے کہنا واجب ہے جیسا کہ ہر نماز کے شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا واجب ہے پس اگر کسی اور لفظ سے شروع کرے گا تو ترک واجب اور مکروہ تحریمی ہوگا۔ (۲۱) امام کے لئے نماز میں جہر (آواز سے پڑھنا) کے مقام پر جہر اور اخفا (آہستہ پڑھنا) کے مقام پر اخفا واجب ہے اور نماز میں مقامات جہر یہ ہیں: نماز فجر، مغرب و عشا کی پہلی دو رکعتیں، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز تراویح، رمضان المبارک کے وتروں کی تینوں رکعتیں، پس ان میں اگر امام ہو تو جہر کرنا واجب ہے اور ترک پر سجدہ سہو واجب ہے اور اگر منفرد ہے تو ان نمازوں میں اس کو اختیار ہے خواہ جہر کرے یا آہستہ پڑھے اور جہر افضل ہے لیکن امام کی طرح بہت جہر نہ کرے اس لئے کہ یہ دوسرے کو نہیں سنانا۔ امام جہر میں بہت کوشش نہ کرے یعنی حسب استطاعت جس قدر جماعت ہو اسی قدر آواز بلند کرے اگر امام جماعت سے زیادہ جہر کرے گا تو برا کرے گا۔ اس لئے کہ امام لوگوں کو سنانے کے لئے جہر کرتا ہے تاکہ اس کی قرأت میں فکر کریں اور ان کو حضور قلب ہو۔ وہ مقامات جن میں امام پر بالاتفاق اور منفرد پر صحیح قول کی بنا پر اخفا یعنی آہستہ پڑھنا واجب ہے اور اس کے ترک پر سجدہ سہو لازم ہے یہ ہیں: نماز ظہر و عصر کی کل رکعتیں اگرچہ عرفات میں ہو، نماز مغرب کی تیسری رکعت، نماز عشا کی آخری دو رکعتیں۔ دن کے نوافل مثلاً کسوف (سورج گہن) کی نماز و استسقاء (طلب بارش) کی نماز۔ اگر نمازی مقتدی ہو تو جب امام قرأت کرے یعنی الحمد و سورت پڑھے خواہ جہر (بلند آواز) سے پڑھے یا خفی (آہستہ) مقتدی کو چپ رہنا واجب ہے اگر پڑھے گا تو یہ فعل مکروہ تحریمی ہوگا مگر اصح قول کے مطابق اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر بھول کر پڑھے گا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا کیونکہ مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ جو ذکر نماز کے لئے واجب ہے اس میں جہر کرے جیسے نماز کے شروع کرنے کی تکبیر اور جو فرض نہیں ہے بلکہ علامت کے واسطے مقرر ہے اس میں بھی جہر کرے جیسے تکبیرات انتقال یعنی رکوع و سجدہ میں جلتے اور اٹھنے وقت کی تکبیر یہ حکم امام کے واسطے ہے، اکیلا نماز پڑھنے والا اور مقتدی ان میں جہر نہ کریں۔ اور اگر ذکر بعض نماز سے مختص ہے جیسے عیدین کی تکبیریں اس میں بھی امام جہر کرے قنوت کی تکبیر اور سلام میں بھی امام جہر کرے۔ دعائے قنوت میں بعض کے نزدیک جہر کرے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ آہستہ پڑھے۔ اس کے سوا جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے جیسے شمار و اعود و بسم اللہ و آئین و تسبیح و شہد و درود و دعائیں میں امام بھی جہر نہ کرے۔ اگر رات کی (یعنی جہری) نمازوں میں سے کوئی نماز (یعنی مغرب یا عشا یا فجر) بھول کر قضا ہو گئی اور اس کو دن میں جماعت سے قضا کیا تو بھی ان میں جہر واجب ہے۔ پس اگر امام نے جہر نہ کیا تو اس پر

سجدہ سہولازم ہوگا اور اگر دن کی نماز (یعنی سری نماز ظہر یا عصر) رات میں جماعت سے قضا کرے تو امام کو واجب ہے کہ اخفا کرنے
 چہرہ کرے اگر بھول کر چہرہ کیا تو سجدہ سہولازم ہوگا۔ تنہا شخص اگر چہری نماز کو چہرہ کے وقت میں قضا کرے تو صحیح یہ ہے کہ اس کو اختیار
 ہے خواہ چہرہ کرے یا آہستہ پڑھے لیکن چہرہ افضل ہے۔ اگر دن میں (یعنی آہستہ کے وقت میں) ان کی قضا کرے مثلاً عشا کی نماز
 سورج نکلنے کے بعد پڑھے تو آہستہ آواز سے قرأت کرنا واجب ہے یہی صحیح ہے۔ کوئی شخص چہری نماز آہستہ قرأت سے تنہا پڑھتا تھا اور
 دوسرے شخص نے آکر اس وقت اقتدا کی جب وہ پوری یا تھوڑی اکھڑ آہستہ پڑھ چکا تھا تو اب چہرہ کے ساتھ دوبارہ اکھڑ شروع کرے
 اسی طرح اگر اکھڑ کے ساتھ سورہ بھی کچھ یا کل پڑھ چکا تھا تو اکھڑ اور سورہ دونوں کا اعادہ کرے۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، ترجیح
 اس کو معلوم ہوتی ہے کہ آہستہ پڑھی ہوئی اکھڑ کا اعادہ نہ کرے بلکہ جس قدر باقی ہے اس کو چہرہ سے پڑھے اسی طرح اگر سورہ پڑھنے
 میں اقتدا کیا تو جس قدر قرأت اور پڑھنا چاہئے وہ چہرہ سے پڑھے اور اگر قرأت ختم کرنے کے بعد کسی نے اقتدا کیا تو اس قرأت
 کے کسی حصہ کا چہرہ واجب نہیں اور یہ سب اس وقت ہے کہ یہ شخص امام ہونے کی نیت بھی کرے ورنہ اگر اب بھی اپنے آپ کو
 منفرد سمجھتا ہے تو امام کے احکام کہ جن میں چہرہ بالقراءۃ بھی ہے اس پر واجب نہ ہوں گے اور مقتدی کی نماز بھی صحیح ہو جائے گی،
 کیونکہ مرد مقتدی کی نماز کی صحت کے لئے امامت کی نیت شرط نہیں ہے۔ دن کی نفلوں میں یقیناً اخفا کرے رات کی نفلوں
 میں اختیار ہے جبکہ تنہا پڑھے اور اگر امام ہو تو چہرہ کرے کیونکہ چہرہ میں نفل فرضوں کے تابع ہیں۔ چہرہ اور اخفا کی حد میں
 اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ کم سے کم چہرہ ہے کہ دوسرے کو سناوے یعنی آس پاس کے لوگوں کو سناوے اور کم سے کم اخفا یہ ہے
 کہ اپنے آپ کو سناوے یا اس کے قریب کا ایک دو آدمی سُن لے۔ اسی کو عامہ مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اور اگر ایسا پڑھے کہ اس
 کے ہونٹوں سے حرف تصحیح کے ساتھ نکلیں اگرچہ وہ اپنے آپ بھی نہ سُنے تو امام کرنی کے نزدیک اخفا کے لئے کلام کا یہ ادنیٰ درجہ
 کافی ہے بعض نے اس کی تصحیح کی ہے اس لئے جو اس قول پر عمل کرے اس کی نماز بھی ہو جائے گی لیکن پہلا قول احوط ہے۔
 — (۲۲) ہر فرض یا واجب کا اس کے محل میں ادا ہونا یعنی فرض یا واجب میں تاخیر نہ ہونا اور تاخیر یہ ہے کہ دو فرض یا دو واجب
 یا فرض و واجب کے درمیان میں ایک رکن یعنی تین تسبیح (تین بار سبحان اللہ کہنا) کی مقدار وقفہ ہونا پس اگر نمازی قرأت پوری
 کر کے بھولے سے ایک رکن کی مقدار سوچتا رہ گیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یہ مثال فرض کی تاخیر کی ہے یعنی قرأت کے بعد
 فوراً رکوع کرنا فرض تھا تو اس نے رکوع میں تاخیر کر دی۔ تاخیر واجب کی مثال یہ ہے کہ اکھڑ کے بعد سورہ تلانا بھول گیا اور
 رکوع کرنے میں اس کو یاد آیا تو اس نے قیام کی طرف لوٹ کر سورت کو تلا یا اب رکوع کو دوبارہ کرے۔ یا اکھڑ کے بعد سوچتا رہ گیا
 اور سورت تلا نے میں ایک رکن کی مقدار پیر ہو گئی تب بھی سجدہ سہو کرے۔ اسی طرح قعدہ اولیٰ کے تشهد کے بعد اللہم صل علی محمد
 یا اس کی مقدار کچھ پڑھا یا اس قدر چپ رہا تو تیسری رکعت کے لئے قیام جو فرض تھا اس میں تاخیر ہو گئی، یا دوسری رکعت کے
 دوسرے سجدہ کے بعد بلا تاخیر تشهد پڑھنا واجب تھا لیکن چپ بیٹھا رہا تو ان صورتوں میں تاخیر فرض یا تاخیر واجب ہونے کی
 وجہ سے سجدہ سہولازم ہوگا۔ — (۲۳) پہلی یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد قعدہ نہ کرنا یعنی اتنی دیر نہ بیٹھنا

اور عورتیں اور خنثی سینے پر داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو یا بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھیں اور حلقہ نہ بنائیں۔ پیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے کی حالت میں بھی اسی طرح ہاتھ باندھے رکھے۔ جس قیام میں ذکر مسنون یعنی مشروع ہے خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس میں ہاتھ باندھنا سنت ہے جیسے ثنا و قنوت و نمازِ جازہ اور جس قیام میں ذکر مشروع نہیں جیسے عیدین کی تکبیریں وہاں ہاتھ چھوڑنا سنت ہے یہی صحیح ہے رکوع کے بعد قومہ میں بالاتفاق ہاتھ چھوڑے اس لئے کہ اس میں ذکر مشروع تبدیل رکن کے لئے نہ کہ قومہ کے لئے۔ (۸) پھر پہلی رکعت میں ثنا سبحانک اللہم (۹) پھر پہلی رکعت میں قرأت کے لئے اعوذ باللہ عنہ پڑھنا۔ (۱۰) پھر ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔ (۱۱) فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔ (۱۲) ہر رکعت میں الحمد کے بعد آمین کہنا۔ (۱۳) ثنا اور تعوذ اور بسم اللہ اور آمین ان سب کو آہستہ کہنا۔ (۱۴) سنت کے موافق قرأت کرنا یعنی جس نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا سنت ہے اس کے موافق پڑھنا۔ (۱۵) صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قرأت دوسری سے لمبی کرنا (قرأت مسنون کا بیان الگ فصل میں درج ہے)۔ (۱۶) رکوع میں تین بار تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ) پڑھنا۔ (۱۷) رکوع میں پیٹھ کو سیدھا بچھا دینا اس طرح کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو پھر جائے۔ (۱۸) رکوع میں سر کو نہ اونچا کرے نہ جھکائے بلکہ سر اور پیٹھ اور سرین کو ایک سیدھے میں برابر رکھنا۔ (۱۹) دونوں ہاتھوں کی کھلی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔ (۲۰) پتھلیوں کو سیدھا کھڑا رکھنا اور گھٹنوں میں خم نہ دینا۔ (۲۱) دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر سہارا دینا۔ (۲۲) بازوؤں کا پہلوؤں سے جبار ہٹا (عورتوں کو رکوع کی ان سب سیتوں میں مردوں کے برخلاف سنت یہ ہے کہ صرف اس قدر جھکیں کہ لہن کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں مگر سیدھی نہ کریں اور ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور گھٹنوں پر صرف ہاتھ رکھیں زور نہ دیں گھٹنوں میں خم رکھیں مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کریں اور بازو پہلو سے ملے رہیں۔ (۲۳) قومہ میں امام کو سَمِعَ اللهُ مِنْ سَمْعٍ كَا اور نَقَدِي كَوْرَيْتَا لَكَ الْحَمْدُ اور منفرد کو یہ دونوں کہنا۔ تجمید کے الفاظ چار طرح ہیں (۱) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ یہ سب سے افضل ہے (۲) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (۳) رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ (۴) رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ان کی فضیلت بھی اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب سے بیان ہوئے۔ (۲۴) رکن تبدیل کرنے کی تکبیریں یعنی رکوع میں جاتے اور سجد میں جاتے اور ان سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ (۲۵) امام کا تکبیر تحریمہ اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تمام تکبیریں بقدر حاجت بلند آواز سے کہنا تاکہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانے کی خبر ہو جائے اور اسی طرح امام کے لئے سَمِعَ اللهُ مِنْ سَمْعٍ كَا اور سلام کا لفظ پکار کر کہے گا تو نکر وہ ہوگا مثلاً اس کے پیچھے ایک صف ہے اور وہ اتنا چھتا ہے کہ دس صفوں میں آواز جائے تو نکر وہ ہے یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ جب امام تکبیر تحریمہ کے لئے اللہ اکبر کہے تو اگر اس کی نیت صرف لوگوں کو خبردار کرنے کی ہو تو اس کی نماز نہ ہوگی اور نہ کسی مقتدی کی ہوگی بلکہ تکبیر تحریمہ اور خبردار کرنے کی یعنی دونوں کی نیت کرے اسی طرح امام کے پیچھے تکبیر کہنے والا (تکبیر)

خواہ تنہا نماز پڑھنے والا ہو یا امام ہو یا مقتدی جبکہ قرأت سنتا ہو یعنی چہری قرأت ہو (مولف عن ابن عمر وغیرہ)

مطلوبہ خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا مفرد ہو یا جمع ہو یا قرأت بالجمہر شروع کر دینے پر نہ پڑھے اور اگر پڑھے تو باقی کو چھوڑ دے اور سری قرأت والی نماز میں پڑھے (مولف عن ابن عمر وغیرہ)۔ صر کہنا سنت ہے اگر امام ضرورت زیادہ پکارے

جو امام کی آواز لوگوں کو پہنچانا ہے اگر وہ تکبیر کے وقت فقط لوگوں کو خبردار کرنے کی نیت سے تکبیر کہے گا تو نہ اس کی نماز ہوگی اور نہ اس شخص کی جو اس کی آواز پر اقتدار کرے گا بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ تکبیر تحریمیہ کا قصد کرے گا تو نماز ہوگی لیکن اگر تکبیرات انتقال اور ربنا لک الحمد بلند آواز سے کہتے وقت صرف خبردار کرنے کی نیت ہوگی تو نماز فاسدہ ہوگی اور ضرورت کے بغیر مکتبہ کو اللہ اکبر بپا کر کہنا مکروہ ہے اگر امام کی آواز قوم کو پہنچتی ہے تو اس وقت بلا ضرورت ہے اور مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت مستحب ہے۔ مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والا اللہ اکبر اور سبح و تحمید و سلام اتنی آواز سے کہے کہ خود شن لے۔ (۲۶) سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر پیشانی رکھنا۔ (۲۷) سجدے سے اٹھتے تک اس کا برعکس کرنا یعنی پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا۔ (۲۸) سات اعضاء دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کے پنجے اور پیشانی) پر سجدہ کرنا۔ (۲۹) سجدہ میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا ہوا رکھنا۔ (۳۰) اور قبلہ رخ رکھنا۔ (۳۱) سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرنا۔ (۳۲) سجدہ میں دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کا قبلہ رخ رکھنا اور سب انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا۔ (۳۳) اپنی ہتھیلیوں پر سہارا دینا۔ (۳۴) اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھنا لیکن جماعت کے اندر پہلو سے ملا رکھنا۔ (۳۵) کہنیوں کو زمین پر نہ بچھانا بلکہ اٹھا ہوا رکھنا۔ (۳۶) پیٹ کو راتوں سے جدا رکھنا۔ عورت سجدے میں مردوں کے خلاف کرے یعنی بازو پہلوؤں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں اور کہنیاں زمین سے ملاوے پاؤں کے پنجے کھڑے نہ کرے اور ہاتھوں پر زور نہ دے بلکہ جس طرح التجیات میں بیٹھتی ہے اسی طرح بیٹھ کر اور سمٹ کر سجدہ کے لئے پیشانی زمین پر لگاوے۔ (۳۷) سجدہ میں دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھنا اگر کسی عذر کی وجہ سے ایک ساتھ نہ رکھ سکے تو پہلے دایاں رکھے پھر بائیں۔ (۳۸) ہر سجدہ میں تین بار تسبیح سبحان ربی اکا علیٰ) کہنا۔ (۳۹) دوسرے سجدہ کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پنجوں کے بل اٹھے۔ (۴۰) اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے۔ اگر عذر ہو تو زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے میں حرج نہیں۔ (۴۱) ہر جلسہ و قعدہ میں بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا۔ (۴۲) اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف رہیں۔ (۴۳) اور دونوں ہاتھ راتوں پر رکھنا۔ (۴۴) اور ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا۔ (۴۵) انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہونا گھٹنوں کو پکڑنا نہ چاہئے۔ عورتیں بائیں سرین پر بیٹھ کر اپنے دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دیں۔ (۴۶) تشهد میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا (اس کا طریقہ ترکیب نماز میں درج ہے)۔ (۴۷) قعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھنا بلکہ گھٹنوں پر ہاتھوں کا زور دیکر اٹھنا، اگر عذر ہے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے میں حرج نہیں۔ ہر رکعت و ہر قعدہ کے بعد اٹھنے کے لئے ہی سنت ہے۔ (۴۸) قعدہ اخیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا، درود ابراہیمی پڑھنا افضل ہے۔ (۴۹) قعدہ اخیرہ میں درود کے بعد سلام سے پہلے دعا پڑھنا۔ (۵۰) دعا عربی زبان میں ہو غیر عربی میں مکروہ ہے۔ دعا ایسی ہو جس کا بندوں سے مانگنا محال ہو۔

(سنون دعا ترکیب نمازیں درج ہے) — (۵۱) پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا — (۵۲) سلام پھیرتے وقت منہ کو دائیں اور بائیں طرف پھیرنا اس طرح کہ دائیں طرف میں دایاں رخسارہ اور بائیں طرف میں بایاں رخسارہ دکھائی دے — (۵۳) امام کو دونوں سلام بلند آواز سے کہنا — (۵۴) مگر دوسرے سلام کا پہلے کی بہ نسبت پست آواز سے کہنا — (۵۵) امام کو دل میں صرف مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرنا یعنی دائیں طرف کے سلام میں دائیں طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کی اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرے مقتدی ہر طرف کے سلام میں اس طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرے اور جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرے اور اگر وہ بالکل امام کے پیچھے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے اور منفر صرف دائیں بائیں طرف کے فرشتوں کی نیت کرے — (۵۶) سلام ان لفظوں سے ہونا اَللّٰهُمَّ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ — (۵۷) سلام کے بعد امام کو دائیں یا بائیں طرف یا مقتدیوں کی طرف پھر کر بیٹھنا جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے بلا حائل نمازیں نہ ہو — (۵۸) مقتدی کے تمام ارکان امام کے ساتھ ادا ہونا، اسی طرح مقتدیوں کی تکبیر تحریمہ کا امام کے ساتھ ہونا صاحبین کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ جب امام اللہ اکبر کی رے کہے اسی وقت مقتدی کی اللہ اکبر کا الف ادا ہو اسی پر فتویٰ ہے۔

مستحبات نماز | مستحبات یعنی آداب نماز کا ترک کراہیت و عتاب کا موجب نہیں ہے لیکن کرنا افضل اور باعثِ ثواب ہے۔ مستحبات نمازیہ ہیں: — (۱) دونوں قدموں کے درمیان چار انگلی کی مقدار یا اس کے قریب قریب فاصلہ چھوڑنا (بعض کتابوں میں اس کو سنتوں میں لکھا ہے) — (۲) تکبیر تحریمہ کے وقت جبکہ کوئی عذر نہ ہو دونوں ہاتھ چادر یا آستین وغیرہ سے باہر نکال کر اٹھانا۔ کسی عذر مثلاً سردی وغیرہ کی وجہ سے نہ نکالے تو کوئی حرج نہیں اور ایسی حالت میں نکالنا مستحب نہیں رہتا۔ عورتیں کسی حالت میں بھی چادر یا دوپٹہ وغیرہ سے ہاتھ باہر نہ نکالیں بلکہ چھپائے ہوئے اٹھائیں — (۳) منفر کو رکوع و سجد میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح کہنا لیکن طاق مرتبہ کہے مثلاً پانچ یا سات یا نو مرتبہ — (۴) قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر اور رکوع میں دونوں پاؤں کی پیٹھ پر اور سجدے میں ناک کے سرے (نوک) پر اور جلسہ و قعدہ میں اپنی گود پر اور پہلا سلام پھیرنے میں اپنے داہنے مونڈھے پر اور دوسرے سلام میں بائیں مونڈھے پر نظر رکھنا — (۵) جمائی لینے کے وقت اپنا منہ بند رکھنا یعنی جہانک ہو سکے جمائی کو روکنا اگرچہ نیچے کے ہونٹ کو دانتوں سے پکڑنے کے ساتھ ہو اور اگر منہ بند نہ ہو سکے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ کی پشت اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو چھپا لینا (یعنی منہ پر رکھ لے) یا اپنی آستین سے منہ کو چھپا دے لیکن اگر دانت سے دبا کر جمائی روک سکتا تھا مگر اس طرح نہ روکا اور ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپایا تو مکروہ ہے اس لئے کہ نماز میں بلا ضرورت منہ کو چھپانا مکروہ ہے۔ نماز کے علاوہ ہر وقت جمائی کو بائیں ہاتھ سے ہی روکے۔

جائی دور کرنے کی یہ بہت عمدہ ترکیب ہے کہ اپنے دل میں سوچے کہ انبیاء علیہم السلام نے جمائی نہیں لی بزرگوں نے اس کا بارہا امتحان کیا فوراً جائی دور ہو گئی۔ (۶) چنانچہ ہو سکے کھانسی کو روکنا اس لئے کہ نماز میں بلا عذر کھانسا جبکہ اس سے حروف پیدا ہوں نماز کو توڑتا ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ (۷) امام اور مقتدیوں کا نماز کے لئے اس وقت کھڑا ہونا جبکہ تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے۔ (۸) اور امام کا نماز اس وقت شروع کرنا یعنی تکبیر تحریمہ کہنا جبکہ تکبیر میں قیامت الصلوٰۃ کہا جائے۔ اگر امام نے شروع کرنے میں تاخیر کی یہاں تک کہ موذن نے اقامت پوری کر لی تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں بالاتفاق۔ اور امام ابو یوسفؒ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقامت پوری ہونے تک نماز شروع کرنے میں تاخیر کرنا ہی افضل ہے اور یہی معتدل مذہب ہے اور صحیح تر ہے اس لئے کہ اس سے نمازیوں پر اشتباہ نہیں رہے گا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کر سکے گا۔ اسی طرح صفیں سیدھی کرنے کے لئے پہلے سے کھڑا ہو جانا زیادہ مناسب ہے اور صحابہ سے بھی اسی طرح منقول ہے اس مسئلہ کی تفصیل اذان و اقامت کے بیان میں بھی گذر چکی ہے۔ (۱۱) دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں دعائے مغفرت پڑھنا اور وہ یہ ہے **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي يَا مَرْفُوعُ** اور آج کل یہ واجب بہت کم لوگ ادا کرتے ہیں جس سے نمازیں خراب ہوتی ہیں اس مستحب پر عمل کرنے کی بدولت ادا ہوتا رہے گا۔ (۱۱) ہر قعدہ میں شہد خاص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا پڑھنا۔ (۱۲) قنوت میں خاص اس دعا کا پڑھنا **اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَجِينَكَ**۔ اور اس کے ساتھ **اللَّهُمَّ اهْدِنِي** کا پڑھ لینا بھی اولیٰ ہے۔

(ف) بعض چیزیں ان میں ایسی ہیں جن کو بعض نے سنتوں میں شمار کیا ہے اور اسی طرح سنتوں میں بعض ایسی چیزیں ہیں جن کو بعض نے مستحبات میں شمار کیا ہے اس کا زیادہ وہم نہیں کرنا چاہئے نیز تعداد سنن و واجبات وغیرہ میں جو کتابوں میں کمی بیشی درج ہے اس کی ایک وجہ ہے کہ بعض کئی چیزیں بعض کتابوں میں ایک ہی نمبر شمار کے تحت درج ہوتی ہیں جبکہ وہ الگ الگ سنت یا واجب وغیرہ ہونے کی وجہ سے بعض کتب میں الگ الگ درج ہوتی ہیں اس طرح تعداد کم و بیش ہو جاتی یا پھر بعض کتب میں اختصار کی وجہ سے بعض چیزیں درج ہونے سے رہ جاتی ہیں اس لئے اس بات کا بھی کوئی خیال نہیں کرنا چاہئے۔ اگر نمازی یہ نہیں جانتا کہ جو فرض وہ پڑھ رہا ہے اس میں کیا کیا افعال فرض ہیں اور کیا کیا واجب و سنت تو یہ نماز اس کو کافی ہوگی۔

نماز کی پوری ترکیب جو سلف سے منقول چلی آرہی ہے اور جس میں فرض، واجب، سنت اور مستحب سب اپنی اپنی جگہ پر ادا ہوں اس طرح پڑھے کہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو تمام شرائط کے ساتھ یعنی پہلے اپنا بدن حدیث اکبر و اصغر اور ظاہری ناپاکی سے پاک کر کے پاک کپڑے پہن کر پاک جگہ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑا ہو کہ دونوں قدموں کے درمیان چار انگلی یا اس کے قریب قریب فاصلہ رہے

پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی نیت دل سے کرے مثلاً یہ کہ آج کی فجر کی نماز فرض خدا کے واسطے پڑھتا ہوں اور زبان سے بھی کہہ لے تو اچھا ہے۔ پھر دونوں ہاتھ کانوں کی ٹونگ اٹھائے ہاتھوں کی پھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی ٹونگ کے مقابل ہوں انگلیوں کے سرے کانوں کے کناروں کے مقابل ہوں انگلیاں اعتدال کے ساتھ جدا جدا رہیں یعنی عادت کے مطابق درمیانی حالت میں ہوں اور بالکل ملی ہوئی یا زیادہ کھلی ہوئی نہ ہوں اور جب کانوں کی ٹونگ انگوٹھے پہنچ جائیں تو تکبیر یعنی اَشْرُکْتِہِے اور ہاتھ تکبیر کے پہلے اٹھاوے ہی اصح ہے، تکبیر تحریمہ کے وقت سر نہ جھکائے بلکہ اعتدال کے ساتھ کھڑا رہے اور تمام نماز میں اسی طرح اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو۔ تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے۔ بعض ناواقف لوگ تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکا دیتے ہیں پھر ان کو ناف کے نیچے باندھتے ہیں یہ لٹکانا ٹھیک نہیں ہے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ ناف کے نیچے ہاتھ اس طرح باندھے کہ دائیں ہاتھ کی پھینکی بائیں ہاتھ کی پشت پر یعنی کلانی کے جوڑ پر رہے اور انگوٹھے اور چنگلیاں سے حلقہ کے طور پر بائیں ہاتھ کی کلانی (کے گٹے) کو پکڑ لے باقی تین انگلیاں کلانی کی پشت پر رہیں اور نظر سجدہ کی جگہ پر رہے پھر آہستہ آہستہ ٹاپڑھے اور وہ یہ ہے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ امام ہو یا مقتدی یا تنہا نماز پڑھتا ہو سب کو یہی حکم ہے اور ثنا میں جَلَّ شَأْنُكَ سوائے نماز جازہ کے اور کسی نماز میں نہ پڑھے۔ اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ قَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَوٰتِیْ وَشُكْرِیْ وَحَیٰاِیْ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُھْرِثُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ تحریمہ کے بعد نہ پڑھے اور نہ ثنا کے بعد پڑھے البتہ نفل نماز میں ثنا کے ساتھ ملانا جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ تکبیر سے پہلے بھی اس سے نیت ملانے کے لئے نہ پڑھے ہی صحیح ہے اور متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے کہ تحریمہ سے پہلے اس کو کہہ لے اور صحیح قول یہ ہے کہ انا اول المسلمین اس میں کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ نمازی اس کو تلاوت کے قصد سے کہتا ہے نہ کہ اپنے حال کی خبر دیتا ہے نیز احادیث صحیحہ سے اس کا پڑھا جانا ثابت ہے اس لئے مفسد نماز نہیں ہو سکتا البتہ اس کا پڑھنا نفلوں پر جمبول کیا گیا ہے پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے اور سنت یہ ہے کہ اسے آہستہ پڑھے طرفین کے نزدیک تعوذ قرات کا تابع ہے ثنا کا تابع نہیں۔ اس لئے مسبوق جب اپنی باقی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو تعوذ پڑھے اس لئے کہ اس کو باقی نماز میں قرات پڑھنی ہوگی مقتدی جو شروع سے امام کا شریک ہو تو تعوذ نہ پڑھے کیونکہ اس کو قرات نہیں پڑھنی ہے اور عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں عید کی تکبیروں کے بعد تعوذ پڑھے اس لئے کہ تکبیروں کے بعد قرات پڑھے گا۔ (امام ابو یوسف کے نزدیک تعوذ ثنا کے تابع ہے لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہے) اور تعوذ نماز شروع کرتے وقت یعنی پہلی رکعت میں ہے پھر نہیں پس اگر نماز شروع کر دی اور تعوذ کو بھول گیا یہاں تک کہ اکھڑ پڑھی پھر اس کے بعد یاد آیا تو تعوذ نہ پڑھے۔ اسی طرح اگر ثنا پڑھنا بھول گیا اور نماز شروع کر دی درمیان میں یاد آیا تو اب اس کو نہ پڑھے اس لئے کہ ان کے پڑھنے کا

پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی نیت دل سے کرے مثلاً یہ کہ آج کی فجر کی نماز فرض خدا کے واسطے پڑھتا ہوں اور زبان سے بھی کہہ لے تو اچھا ہے۔ پھر دونوں ہاتھ کانوں کی ٹونگ اٹھائے ہاتھوں کی پھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی ٹونگ کے مقابل ہوں انگلیوں کے سرے کانوں کے کناروں کے مقابل ہوں انگلیاں اعتدال کے ساتھ جدا جدا رہیں یعنی عادت کے مطابق درمیانی حالت میں ہوں اور بالکل ملی ہوئی یا زیادہ کھلی ہوئی نہ ہوں اور جب کانوں کی ٹونگ انگوٹھے پہنچ جائیں تو تکبیر یعنی اَشْرُکْتِہِے اور ہاتھ تکبیر کے پہلے اٹھاوے ہی اصح ہے، تکبیر تحریمہ کے وقت سر نہ جھکائے بلکہ اعتدال کے ساتھ کھڑا رہے اور تمام نماز میں اسی طرح اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو۔ تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکا دیتے ہیں پھر ان کو ناف کے نیچے باندھ لے۔ بعض ناواقف لوگ تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکا دیتے ہیں پھر ان کو ناف کے نیچے باندھتے ہیں یہ لٹکانا ٹھیک نہیں ہے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ ناف کے نیچے ہاتھ اس طرح باندھے کہ دائیں ہاتھ کی پھینکی بائیں ہاتھ کی پشت پر یعنی کلانی کے جوڑ پر رہے اور انگوٹھے اور چنگلیاں سے حلقہ کے طور پر بائیں ہاتھ کی کلانی (کے گٹے) کو پکڑ لے باقی تین انگلیاں کلانی کی پشت پر رہیں اور نظر سجدہ کی جگہ پر رہے پھر آہستہ آہستہ ٹاپڑھے اور وہ یہ ہے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ امام ہو یا مقتدی یا تنہا نماز پڑھتا ہو سب کو یہی حکم ہے اور ثنا میں جَلَّ شَأْنُكَ سوائے نماز جازہ کے اور کسی نماز میں نہ پڑھے۔ اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ قَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَوٰتِیْ وَشُكْرِیْ وَحَیٰاِیْ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُھْرِثُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ تحریمہ کے بعد نہ پڑھے اور نہ ثنا کے بعد پڑھے البتہ نفل نماز میں ثنا کے ساتھ ملانا جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ تکبیر سے پہلے بھی اس سے نیت ملانے کے لئے نہ پڑھے ہی صحیح ہے اور متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے کہ تحریمہ سے پہلے اس کو کہہ لے اور صحیح قول یہ ہے کہ انا اول المسلمین اس میں کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ نمازی اس کو تلاوت کے قصد سے کہتا ہے نہ کہ اپنے حال کی خبر دیتا ہے نیز احادیث صحیحہ سے اس کا پڑھا جانا ثابت ہے اس لئے مفسد نماز نہیں ہو سکتا البتہ اس کا پڑھنا نفلوں پر جمبول کیا گیا ہے پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے اور سنت یہ ہے کہ اسے آہستہ پڑھے طرفین کے نزدیک تعوذ قرات کا تابع ہے ثنا کا تابع نہیں۔ اس لئے مسبوق جب اپنی باقی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو تعوذ پڑھے اس لئے کہ اس کو باقی نماز میں قرات پڑھنی ہوگی مقتدی جو شروع سے امام کا شریک ہو تو تعوذ نہ پڑھے کیونکہ اس کو قرات نہیں پڑھنی ہے اور عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں عید کی تکبیروں کے بعد تعوذ پڑھے اس لئے کہ تکبیروں کے بعد قرات پڑھے گا۔ (امام ابو یوسف کے نزدیک تعوذ ثنا کے تابع ہے لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہے) اور تعوذ نماز شروع کرتے وقت یعنی پہلی رکعت میں ہے پھر نہیں پس اگر نماز شروع کر دی اور تعوذ کو بھول گیا یہاں تک کہ اکھڑ پڑھی پھر اس کے بعد یاد آیا تو تعوذ نہ پڑھے۔ اسی طرح اگر ثنا پڑھنا بھول گیا اور نماز شروع کر دی درمیان میں یاد آیا تو اب اس کو نہ پڑھے اس لئے کہ ان کے پڑھنے کا

لہ اور مقتدی اس وقت تک پڑھے جب تک امام نے قرات شروع نہیں کی، امام کے قرات شروع کرنے کے بعد جس قدر ثنا باقی رہ گئی یا بالکل

موقع جانا رہا۔ تعوذ کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھے خواہ وہ نماز چہری ہو یا ستری خواہ امام ہو یا منفرد۔
بسم اللہ ہر رکعت کے اول میں یعنی الحمد سے پہلے پڑھے۔ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ فاتحہ اور سورت کے
درمیان میں بسم اللہ پڑھنا سنت نہیں ہے خواہ نماز ستری ہو یہی صحیح ہے لیکن مکروہ بالاتفاق نہیں بلکہ سورۃ سے پہلے آہستہ
پڑھنا حسن ہے۔ اگرچہ چہری نماز ہو۔ البتہ اگر سورت کی جگہ آیات پڑھے تو ان کے شروع میں بسم اللہ سنت نہ ہوگی بالاتفاق
بسم اللہ کے بعد الحمد (سورۃ فاتحہ) پڑھے جبکہ منفرد ہو یا امام ہو اور مقتدی نہ پڑھے اور جب سورۃ فاتحہ ختم کر لے تو
آہستہ سے آمین کہے خواہ تنہا نماز پڑھنے والا ہو یا امام ہو یا مقتدی جبکہ قرأت سنتا ہو اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ قرآن کا
جزو نہیں ہے۔ اس میں دونوں لغت میں مد بھی اور قصر بھی یعنی بغیر مد کے بھی اور اس کے معنی ہیں "اے اللہ تو ہماری دعائیں
قبول کر" میم پر تشدید کرنا کھلی ہوئی خطا ہے البتہ آئین مد و تشدید کے ساتھ کہا تو نماز فاسد نہ ہوگی اسی پر فتویٰ ہے
اس لئے کہ یہ لفظ قرآن میں موجود ہے (آئین کے تلفظ کی تصویریں ہیں ان میں یہ پانچ صورتیں ایسی ہیں جن سے نماز
فاسد نہیں ہوتی۔ (۱) آئین الف کے مد کے ساتھ بروزن یا سین اس طرح کہنا سنت اور افضل ہے۔ (۲) قصر کے ساتھ آئین
بروزن قرین۔ (۳) انا لہ کے ساتھ ایمین بروزن بے کین۔ (ان دونوں طرح سے بھی جائز ہے اور سنت ادا ہو جاتی ہے لیکن
افضل نہیں ہے)۔ (۴) الف کو مد کے ساتھ اور میم کو مشدّد پڑھا آئین بروزن ضالین۔ (۵) الف کو مد کے ساتھ پڑھنا اور
حی کو دور کرنا جیسے آمین بروزن ضامن۔ (ان دو صورتوں سے سنت ادا نہیں ہوتی لیکن نماز فاسد بھی نہیں ہوتی اسلئے
کہ یہ الفاظ قرآن میں موجود ہیں) باقی یہ چار صورتیں ایسی ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (۱) الف مقصورہ مع تشدید
میم آمین (۲) الف مقصورہ مع حذف حی یعنی آمین (۳) تشدید میم و حذف حی دونوں کے ساتھ یعنی آمین (۴) الف
مقصورہ و میم مشدّد مع حذف حی یعنی آمین۔ یہ چاروں الفاظ قرآن میں نہیں ہیں اس لئے مفید نماز ہیں)۔ اگر مقتدی آہستہ
پڑھنے کی نماز یعنی ظہر و عصر میں امام سے وَلَا الضّٰلٰتِ لَیْنُ شُنْ لے تو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ آمین نہ کہے اس لئے کہ اس جہر کا
کوئی اعتبار نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آمین کہے۔ جمعہ اور عیدین کی نماز میں یا جس نماز میں جماعت کثیر ہو اگر مقتدی
بلا واسطہ امام کی آمین نہ سنے بلکہ بالواسطہ سن لے یعنی دوسرے مقتدیوں کی (جو امام کے قریب ہیں) آمین سن لے تو بعض کے
نزدیک آمین کہے۔ پھر کوئی سورت یا بڑی آیت یا چھوٹی تین آئینیں پڑھے تاکہ واجب ادا ہو جائے بلکہ قرأت مسنونہ
کے مطابق پڑھے تاکہ کراہت تنزیہی دور ہو۔ قرأت مسنونہ کا بیان الگ فصل میں درج ہے۔ قرأت صاف صاف اور
صحیح صحیح پڑھے جلدی نہ کرے لیکن اگر امام کے پیچھے نماز پڑھے یعنی مقتدی ہو تو صرف ثنا پڑھ کر خاموش کھڑا رہے تعوذ و
تسمیہ و فاتحہ و سورت نہ پڑھے۔ قرأت سے فارغ ہو کر رکوع کرے اس طرح پر کہ کھڑا ہو اللہ اکبر شروع کرے اور کہتے
ہوئے جھکتا جائے۔ پس تکبیر کی ابتدا جھکنے کی ابتدا کے ساتھ ہو اور فراغت اس وقت ہو جب پورا رکوع میں چلا جائے
اور اس مسافت کو پورا کرنے کے لئے اللہ کے لام کو پڑھائے اکبر کی ب و غیرہ کسی حرف کو نہ پڑھائے۔ معتد قول یہ ہے کہ

سب قرأت پوری کر کے رکوع میں جائے کوئی حرف یا کلمہ جھکنے کی حالت میں پورا کرنے میں بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں لیکن یہ قول ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ اگر سورت (قرأت) کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی ثنا ہو تو افضل یہ ہے کہ رکوع کی تکبیر سے وصل کرے مثلاً یُکَبِّرُ اللَّهُ أَكْبَرًا وَأَمَّا بِتَعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثِ اللَّهُ أَكْبَرًا۔ (فحادث کو بلائے میں ت میں کسرہ پڑھے بوجہ التقایہ ساکنین کے) فصل یعنی جدا کرنا بھی جائز و درست ہے۔ اور اگر آخر میں کوئی ایسا لفظ ہو جس کا اللہ کے نام کے ساتھ ملانا پسندیدہ نہ ہو تو فصل بہتر ہے یعنی وقف کرے اور ٹھہرے پھر اللہ اکبر کہے جیسے إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔ میں وقف و فصل کرے پھر رکوع کے لئے اللہ اکبر کہے اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو فصل و وصل دونوں یکساں ہیں۔ امام رکوع و سجود کی تکبیروں میں جہر کرے اور ہر تکبیر میں اللہ اکبر کی رے کو جزم کرے یعنی ساکن کرے۔ رکوع میں انگلیوں کو کھلا کر کے اُن سے گھٹنوں کو پکڑے اور دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو سہارا دے انگلیوں کا کھلا رکھنا سوائے اس وقت کے اور انگلیوں کا ملا ہوا رکھنا سوائے حالتِ سجدہ کے اور کسی وقت سنت نہیں ہے یعنی ان دو موقعوں کے سوا نماز کے اندر اور سب موقعوں میں انگلیوں کو اپنی حالت پر رکھے یعنی نہ زیادہ کھلی ہوں اور نہ بالکل ملی ہوئی ہوں۔ پیٹھ کو ایسا سیدھا بچھا دے کہ اگر اس پر پانی کا پیالہ رکھ دیا جائے تو ٹھیک رکھا رہے سر کو نہ اونچا کرے نہ جھکاوے بلکہ سر اور پیٹھ اور سرین ایک سیدھ میں رہیں۔ بازو پہلوؤں سے جدا رہیں پنڈلیاں سیدھی کھڑی رہیں اپنے گھٹنوں کو کمان کی طرح جھکانا جیسا کہ اکثر عوام کرتے ہیں مگر وہ ہے (بازوؤں میں بھی خم نہیں ہونا چاہئے یہ بھی اکثر عوام کرتے ہیں۔ مؤلف) اور نظر دونوں پاؤں کی پیٹھ پر رہے۔ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ تین بار پڑھے اور یہ کم سے کم ہے اگر تسبیح بالکل نہ پڑھے یا ایک بار پڑھے تو جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ تنزیہی سے زیادہ اور تحریمی سے کم ہے (لیکن اس میں اختلاف ہے امام مالک اور بعض احناف کے نزدیک ایک بار تسبیح کہنا واجب ہے اس لئے ضرور کہنا چاہئے تاکہ اختلاف سے بچا رہے)۔ جب رکوع طمانینت سے ہو جائے تب سراٹھارے اگر طمانینت نہ ہوئی تو صحیح یہ ہے کہ ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہولاً لازم ہوگا۔ رکوع سے سراٹھانے ہوئے اگر امام ہے تو صرف سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پڑھے اور اگر مقتدی ہے تو صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پڑھے اور سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ نہ پڑھے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو صحیح یہ ہے کہ دونوں کو پڑھے اور سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رکوع سے اٹھتے ہوئے کہے یعنی سراٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے اور کھڑا ہونے تک پورا کرے جھکے جھکے یا سیدھا ہو کر نہ کہے اور جب سیدھا ہو جائے تو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے یہی سنت ہے کسی شخص نے رکوع سے اٹھتے وقت سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ نہ کہا اور سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ نہ کہے اور اسی طرح ہر اس ذکر کا حال ہے جو حالت انتقال یعنی رکن بدلنے کے لئے ہے کہ جب اس کو اس کے مقام پر ادا نہ کرے جیسے تکبیر کہ قیام سے رکوع کی طرف جھکتے وقت یا رکوع سے سجدہ کی طرف جھکتے وقت یا سجدہ سے اٹھتے وقت کہتے ہیں۔ اسی طرح سجدہ میں جو تسبیح باقی رہ جائے وہ سراٹھانے کے بعد نہ کہے بلکہ ضروری ہے کہ ہر چیز میں اس کی جگہ کی رعایت کرے۔ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ

سجدہ کی ۱۰ کو جزم کرے اور حرکت (یعنی پیش) ظاہر نہ کرے یعنی ٹھونڈے کہے (ایک قول کے مطابق ضمنہ اشباع کے ساتھ یعنی سجدہ ٹھونڈے کہے) پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے۔ تکبیر (الله اکبر) جھکتے میں کہے اور سجدہ میں پہنچے تک ختم کرے سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى تین بار پڑھے اور یہ کم سے کم ہے۔ اگر تسبیح بالکل ترک کرے گا یا تین بار سے کم کہے گا تو مکروہ تنزیہی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ تنزیہی سے زیادہ اور تخریمی سے کم ہے اور اختلاف سے بچنے کے لئے کہہ لینا چاہئے جیسا کہ رکوع میں بیان ہوا۔ اور رکوع و سجدہ کی تسبیح کو تین بار سے زیادہ کہنا مستحب ہے جبکہ امام تہو لیکن طاق عذر پر ختم کرے یعنی کم سے کم تسبیح تین بار پڑھے اور اوسط پانچ بار اور اکمل سات بار اور اس سے بھی زیادہ کرے تو زیادہ ثواب ہے اگر امام ہو تو تین بار سے زیادہ نہ کرے تاکہ مقتدیوں پر تنگی نہ ہو۔ سجدہ میں جانے وقت پہلے زمین پر وہ اعضا رکھے جو زمین سے قریب ہیں۔ پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور پیشانی کا اکثر حصہ لگا دے کیونکہ یہ واجب ہے۔ اور اس طرح رکھے کہ اچھی طرح قرار پکڑے اور جب سجدہ سے اٹھے تو اس کے برخلاف کرے یعنی پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھاوے یہ اس وقت ہے جبکہ ننگے پاؤں ہو یا اور کوئی عذر نہ ہو لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً موزہ پہنے ہوئے ہو یا عمر زیادہ ہو کہ پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکے گا تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھ لے اگر عذر کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ زمین پر نہیں رہ سکتا تو دائیں ہاتھ دو گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرے۔ سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل میں رکھے یعنی چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کانوں کی ٹوکے مقابل رہیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں ملی رہیں تاکہ سب کے سر قبلہ کی طرف رہیں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے سرے بھی قبلہ رخ رہیں۔ ہتھیلیوں پر سہارا دے اپنے بازوؤں کو پہلوؤں (پسلیوں) سے جدا رکھے لیکن جماعت کے اندر بازوؤں کو پہلوؤں سے ملانے رکھے جدا نہ رکھے کہنیوں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اٹھا ہوا رکھے اور پیٹ کو راتوں سے جدا رکھے اور نگاہ ناک کی نوک (سرے) پر رہے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اپنے سر کو اٹھائے اور اطمینان سیدھا بیٹھ جائے اسکو جلسہ کہتے ہیں جلسہ میں طمانیت یعنی ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار آرام کرے یہ واجب ہے اور اس کے ترک پر سجدہ سہولاً لازم ہے۔ اس جلسہ میں کوئی ذکر سنون نہیں ہے اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد (تسبیح و تحمید کے علاوہ) کوئی دعا سنون نہیں اور ایسا ہی رکوع و سجدہ میں تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے اور جو ذکر یا دعائیں ان موقعوں کے لئے حدیثوں میں آئی ہیں وہ نوافل پر معمول ہیں۔ لیکن مستحب ہے کہ فرضوں کے جلسہ میں بھی مسنون دعا پڑھے اور وہ یہ ہے: **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَ عَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي** (ابوداؤد ترمذی)۔ (مشکوٰۃ شریف میں واہدنی پہلے اور عافنی بعد میں ہے) بعض کتابوں میں یوں ہے **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَارْفَعْنِي وَاجْبُرْنِي** یا صرف **رَبِّ اغْفِرْ لِي** کہہ لے (رواہ النسائی والدارمی) ابن ماجہ میں اس کلمہ کو تین بار کہنا آیا ہے۔ امام احمد کے نزدیک مغفرت کی دعا یعنی رب اغفر لی کہنا فرض ہے اس لئے اختلاف سے بچنے کے لئے احاف میں بھی جلسہ میں دعائے مغفرت کا پڑھنا مستحب ہے اس لئے کم از کم رب اغفر لی ہی پڑھ لیا کرے نیز اس مستحب کی عادت سے جلسہ میں طمانیت کا واجب بھی ادا ہو جائے گا ورنہ اکثر لوگ

لیکن اس قدر اطمینان سے کہے کہ مغفرتی بھی تین بار کہیں (مولف) ✽ پھر اس کے بعد والے علی الترتیب رکھے

طمانیت کے تارک ہیں اور اس کی ضرورت سے غافل ہیں۔ پھر تکبیر کہتا ہوا دوسرے سجدہ کے لئے جھکے اور دوسرے سجدہ میں بھی پہلے سجدہ کی طرح تسبیح پڑھے پھر جب سجدہ سے فارغ ہو تو پانچوں کے بل اٹھے بلا عذر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھڑا نہ ہو بلکہ دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر سہارا دیکر کھڑا ہو۔ دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنا یعنی جلسہ استراحت حنفی مذہب میں بلا عذر نہیں ہو لیکن اگر کسی کو عذر ہو تو اس کو زمین پر سہارا دے کر کھڑا ہونا یا قلیل جلسہ استراحت کرنا مستحب ہے۔ اور اگر بلا عذر دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھا (یعنی جلسہ استراحت کیا) یا دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھڑا ہوا تو مضائقہ نہیں لیکن خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے۔ دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کرے جس طرح پہلی رکعت ادا کی ہے مگر ثنا اور تَعُوذِہ پڑھے یعنی ہاتھ باندھ کر بسم اللہ الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور دوسرا سجدہ کرے اور جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاوے تو قعدہ کرے اس طرح کہ بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے (یعنی اس کو اپنی دونوں سرین کے نیچے رکھے) اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور اپنے کھڑے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرے کچھ ہوئے پاؤں کی انگلیوں کو بھی جس قدر ہو سکے قبلہ رخ رکھے اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھ کر قدرتی حالت میں انگلیاں پھیلا دے۔ ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے قریب ہوں اور قبلہ کی طرف رہیں انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑے نہیں یہی اصح ہے اگرچہ پکڑنا بھی جائز ہے مگر نہ پکڑنا افضل ہے اس لئے کہ پکڑنے سے انگلیوں کے سرے قبلہ رخ نہیں رہیں گے بلکہ زمین کی طرف ہو جائیں گے جلسہ اور قعدہ میں نظر اپنی گود پر رہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا تشہد پڑھے اور وہ یہ ہے: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ وَ اَشْهَدُ**
اَلسَّلَامَ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُہُ السَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ وَ اَشْهَدُ
اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَ رَسُوْلُہُ۔ اور جب اشہد ان کا الہ الا اللہ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھپکھپکایا اور اس کے پاس کی انگلی کو (مٹھی کی طرح) بند کرے اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** پر انگلی اٹھائے اور **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ** اور پھر اخیر قعدہ تک اسی طرح حلقہ باندھے رکھے۔ تشہد کے بعد درود شریف پڑھے اور وہ درود شریف یہ ہے: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰى اِبْرٰہِیْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ حَمِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰى اِبْرٰہِیْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ حَمِیْدٌ** نماز میں بھی درود شریف میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک کے ساتھ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام مبارک کے ساتھ لفظ سیدنا کہنا افضل و بہتر ہے اور تشہد میں اشہد ان محمد اکے ساتھ سیدنا کا لفظ نہ ملاوے بعض کے نزدیک نماز کے درود شریف میں بھی لفظ سیدنا نہ ملانا بہتر ہے۔ جب درود سے فارغ ہو تو اپنے واسطے اور اپنے ماں باپ اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے واسطے مغفرت کی دعائے مانگے اور دعائیں صرف اپنی تخصیص نہ کرے یہی صحیح ہے۔ ماں باپ اور اساتذہ کے لئے جبکہ وہ کافر ہوں اور مر گئے ہوں دعائے مغفرت حرام ہے اور بعض فقہانے کفر تک لکھا ہے ہاں اگر زندہ ہوں تو

ان کیلئے ہدایت و توفیق کی دعا کرے۔ گنہگار مومنوں کے لئے دعائے مغفرت مانگنا جائز ہے کیونکہ اس میں اپنے مومن بھائیوں پر
 فرط شفقت کا اظہار ہے اور اس میں نص کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ ارشاد ہے کہ **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ
 مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ** یعنی مشرک کے علاوہ جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ اور اس طرح دعا نہ مانگے جس طرح
 آدمیوں سے باتیں کرتا ہے یا جس کا بندوں سے مانگنا ممکن ہے۔ مثلاً **اللَّهُمَّ زَوِّجْنِي** نہ کہے محالات عاریہ و محالات شرعیہ
 کی دعا مانگنا حرام ہے۔ ماثورہ دعاؤں میں سے یعنی جو قرآن یا حدیثوں میں آئی ہیں پڑھے مثلاً **رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ
 فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** — دیگر — **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَ
 الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ** — دیگر — **رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَ
 مِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَنَا رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ** — دیگر —
**اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي
 إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ** (یہ دعا نماز میں پڑھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کو تعلیم فرمائی ہے)
 یا کوئی اور دعا جو قرآن یا حدیث میں آئی ہو پڑھے۔ قرآن کی دعا کو اگر پڑھے تو قرأت قرآن کی نیت ذکرے اس لئے کہ قرأت
 قیام کے سوا دوسرے ارکان یعنی رکوع و سجدہ و قعدہ میں مکروہ ہے بلکہ دعا کی نیت سے پڑھے۔ دعا عربی زبان میں پڑھے۔
 غیر عربی میں نماز کے اندر دعا پڑھنا مکروہ ہے پھر دونوں طرف یعنی دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرے پہلے سلام میں اس قدر
 داہنی طرف کو پھیرے کہ اس کے داہنے رخسارے کی سفیدی اس طرف کے پیچھے والے نمازی کو نظر آجاوے اور اسی قدر دوسرے
 طرف کو پھیرے یہی اصح ہے اور لفظ **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ** کہے۔ اگر صرف **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ** یا **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ** یا
 صرف **السَّلَامُ** یا **عَلَيْكُمْ السَّلَامُ** کہے گا تو کافی ہوگا مگر تارک سنت ہوگا اس لئے مکروہ ہوگا اور دائیں اور بائیں کو منہ پھیرنا
 بھی سنت ہے۔ اور نظر دائیں اور بائیں کندھے پر ہے یہ مستحب ہے۔ مختار یہ ہے کہ سلام الف لام کے ساتھ کہے اور اسی طرح
 تشہد میں ال کے ساتھ سلام کہے اور ختم نماز کے سلام میں **«وَبَرَكَاتُهُ»** نہ کہے بلکہ تشہد کے سلام میں کہے اور سنت یہ ہے کہ
 امام دوسرا سلام پہلے سلام کی بہ نسبت نیچی آواز سے کہے اور یہی بہتر ہے۔ اگر صرف دائیں طرف کو سلام پھیر کر کھڑا ہو گیا اور
 بائیں طرف سلام پھیرنا بھول گیا تو صحیح یہ ہے کہ اگر ابھی تک بائیں نہیں کہیں اور قبلہ کی طرف پیٹھ نہیں کی تو پیٹھ کر دوسرا سلام
 پھیر دے اور اگر قبلہ کی طرف کو پیٹھ پھیر چکا یا کلام کیا تو دوسرا سلام نہ پھیرے اور اگر اس کا الٹ کیا یعنی پہلے بائیں طرف کو سلام
 پھیر دیا تو جب تک کلام نہیں کیا اور قبلہ سے نہیں پھرا تب تک دائیں طرف کا سلام پھیر دے اور بائیں طرف کے سلام کا اعادہ
 نہ کرے اور اگر منہ کے سامنے کو (قبلہ کی طرف) سلام پھیرا ہے تو دوسرا سلام بائیں طرف کو پھیر دے یعنی سامنے کا سلام دائیں
 طرف کے قائم مقام ہو جائیگا مقتدی کے سلام پھیرنے کے وقت میں اختلاف مختار یہ ہے کہ مقتدی منتظر رہے اور جب امام داہنی طرف
 کو سلام پھیر چکے تب مقتدی داہنی طرف کو سلام پھیرے اور جب امام بائیں طرف کے سلام سے فارغ ہو تب مقتدی

پائیں طرف کو سلام پھیرے اور جو محافظ فرشتے اور انسان اور صالح جن امام کے دونوں طرف ہیں سلام میں ان کی نیت
 دل میں کرے اور ہمارے زمانے میں عورتوں کی اور ان لوگوں کی جو نماز میں شریک نہیں نیت نہ کرے ہی صحیح ہے۔ اور مقتدی دائیں
 بائیں طرف کے مقتدی لوگوں اور جنوں اور فرشتوں کے ساتھ امام کی بھی نیت کرے پس اگر امام داہنی طرف ہو تو اس طرف
 کے لوگوں میں اور بائیں طرف ہو تو اس طرف کے لوگوں میں امام کی بھی نیت کرے اور امام سامنے ہو تو امام ابو یوسف کے
 نزدیک دائیں جانب کے لوگوں میں اس کی نیت کرے اور امام محمد کے نزدیک دونوں طرف امام کی بھی نیت کرے امام ابو حنیفہ
 سے بھی روایت ہے اور یہی صحیح ہے اور نہایت نماز پڑھتا ہو تو صرف فرشتوں کی نیت کرے اور کسی کی نیت نہ کرے۔ فرشتوں کی
 نیت میں کوئی تعداد معین نہ کرے ہی صحیح ہے (سلام میں اس نیت سے اکثر لوگ غافل ہیں) — یہ دو رکعت والی نماز کی
 ترکیب ہے اگر تین یا چار رکعت پڑھنا ہوں تو پہلے قعدہ میں جب تشهد سے فارغ ہو اس سے زیادہ کچھ نہ پڑھے بلکہ *نور اللہ اکبر*
 کہہ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو قعدہ سے بھی اسی طرح گھٹنوں پر سہارا دیکر پنجوں کے بل کھڑا ہو جس طرح پہلی رکعت
 میں دوسرے سجدہ کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا تھا پھر دوسرا دوگانہ اسی طرح ادا کرے جس طرح پہلے دوگانہ میں قیام
 رکوع و سجود کر چکا ہو اور قرضوں کے دو سر دوگانہ کی ہر رکعت کے قیام میں صرف *بسم اللہ* اور *الحمد شریف* پڑھے اور اس پر زیادتی کرنے یعنی
 سورۃ ملائے کا کچھ مضائقہ نہیں لیکن مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے اور اس سے سجدہ سہولاً زہم نہیں آتا۔ اور اگر ان میں
 الحمد پڑھنا بھول جائے تب بھی سجدہ سہولاً زہم نہیں آتا کیونکہ فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے چاہے
 الحمد پڑھے یا تین بار تسبیح (سبحان اللہ) کہے یا بقدر تین بار تسبیح کہنے کے چپ رہے لیکن الحمد پڑھنا تسبیح پڑھنے سے افضل ہے
 یہی اصح ہے اور چپ رہنا مکروہ ہے اور موجب اسارت ہے بوجہ ترک سنت کے کیونکہ ان میں قرأت سنت ہے اور سکوت اس کے
 خلاف ہے۔ اگر نماز نفل یا سنت یا واجب ہو تو ہر رکعت میں کوئی چھوٹی سورت یا کم از کم تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت
 پڑھے کہ یہ واجب ہے۔ اور تین رکعت والی نماز میں تیسری رکعت کے بعد اور چار والی میں چوتھی رکعت پر قعدہ اخیرہ کرے
 اور اس قعدہ میں تشهد و درود دعا اسی طرح پڑھے جس طرح دو رکعت والی نماز کے قعدہ میں پڑھنا اور پندرہ رکوع کیونکہ اس کا
 یہی آخری قعدہ ہے۔ اور اسی طرح سلام پھیرے۔ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں یعنی ظہر و مغرب و عشاء جب امام ان کا
 سلام پھیر چکے تو پھر وہاں بیٹھ کر توقف کرنا مکروہ ہے مختصر دعا مثل *اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ*
يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ پڑھے۔ یہ دعا بھی مننون ہے: *اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ*
 اور یہ بھی *لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ*
اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُكَ الْجِدُّ مِنْكَ الْجِدُّ بڑی بڑی دعاؤں میں
 مشغول نہ ہو تھوڑی تاخیر جائز بلکہ مستحب ہے۔ زیادہ دیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اس سے سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا۔ مختصر
 دعا کے بعد امام فوراً سنتوں کے واسطے کھڑا ہو جائے اور جہاں فرض پڑھے ہوں وہاں سنتیں نہ پڑھے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

دائیں یا بائیں یا پیچھے کو ہٹ جائے اور اگر چاہے تو اپنے گھر جا کر سنتیں پڑھے ہی بہتر ہے جبکہ کسی مانع کا خوف نہ ہو اور اگر مقتدی یا اکیلا نماز پڑھتا ہو اور وہ اپنی نماز کی جگہ بیٹھ کر دعا مانگتا رہے تو جائز ہے اور اسی طرح سنتوں کے لئے اسی جگہ کھڑا ہو گیا یا پیچھے یا ادھر ادھر کو ہٹ گیا تو اس کے لئے یہ سب صورتیں برابر ہیں یعنی اس کے لئے کوئی کراہت نہیں۔ ایک قول میں مستحب ہے کہ مقتدی صفیں توڑ کر آگے پیچھے ہو جائیں۔ اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں یعنی فجر اور عصر، ان میں امام کو اسی جگہ قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھ کر توقف کرنا مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام بدعت رکھا ہے لیکن یہ کراہت تشریحی ہے پس امام کو اختیار ہے چاہے گھر چلا جاوے اور چاہے اپنی محراب میں بیٹھا رہے اور یہی افضل ہے اور جماعت کی طرف منہ کر لے جبکہ اس کے سامنے کوئی صیوق نماز نہ پڑھتا ہو اور اگر ہو تو دائیں یا بائیں طرف کو پھر جائے اور اگر امام اور اس نماز کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جس کی پیٹھ نماز کی طرف ہو تو امام کے اس طرف منہ کرنے میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ تیسرا شخص بجائے سترہ کے ہو جائے گا۔ سردی اور گرمی کے موسم کا ایک ہی سا حکم ہے یہی صحیح ہے۔ صبح کی نماز کے بعد امام کو طلوع آفتاب تک اپنی محراب میں بیٹھے رہنا افضل ہے۔ فرض نمازوں کے بعد جبکہ ان کے بعد سنتیں نہ ہوں یعنی فجر و عصر میں ورنہ سنتوں کے بعد یعنی ظہر و مغرب و عشاء میں سنتوں کے بعد مستحب ہے کہ **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ تِسْرَةً**۔ آیت الکرسی، سورہ قل هو اللہ احد، سورہ قل اعوذ برب الفلق۔ سورہ قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر سبٹھان اللہ تینتیس بار، الحمد لله تینتیس بار، اور اللہ اکبر تینتیس بار یہ تینوں مل کر نواوے بار ہوئے اور سو پورا کرنے کو ایک بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدير پڑھے۔ بعض روایتوں میں اللہ اکبر چونتیس بار آیا ہے۔ ان چاروں کلمات کا حسب مذکور ملا کر سو بار پڑھنا شیخ فاطمی کہلاتا ہے۔ اس کے بعد دعائے مانگے۔ دعا کے وقت دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے دعائے مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لئے بھی اور مقتدی خواہ اپنی اپنی دعائے مانگیں یا امام کی دعائے مانگیں دے تو سب آمین کہتے رہیں اور دعائے مانگ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔ نماز کے بعد کی دعا غیر عربی زبان میں مانگنا بلا کراہت جائز ہے۔

(ف) احادیث میں کسی دعا و ذکر کی نسبت جو تعداد وارد ہے اس سے کم زیادہ نہ کرے کہ جو فضائل ان اذکار کیلئے وارد ہیں وہ اسی عدد کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں کم زیادہ کرنے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی قفل کسی خاص قسم کی کنجی سے کھلتا ہے اب اگر اس کنجی میں دندلے اس سے کم زیادہ کر دیں تو اس سے نہ کھلے گا البتہ اگر شمار میں شک واقع ہو تو زیادہ کر سکتا ہے اور یہ زیادتی نہیں بلکہ اتمام ہے۔

نماز کے اندر عورتوں کے مخصوص مسائل | عورتیں بھی مردوں کی طرح نماز پڑھیں صرف چند مقامات میں ان کو مردوں کے خلاف کرنا چاہئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) عورتوں کو قیام میں دونوں پاؤں ملے ہوئے رکھنے چاہئیں یعنی ان میں فاصلہ نہ رکھے اسی طرح رکوع و سجدہ میں بھی ٹخنے ملائے۔ (۲) عورتوں کو خواہ سردی وغیرہ کا عذر ہو یا نہ ہو ہر حال میں چادر یا دوپٹہ وغیرہ کے اندر ہی سے ہاتھ اٹھانے

چاہئیں باہر نہیں نکالنے چاہئیں — (۳) عورتوں کو صرف اپنے کندھوں کی برابر ہاتھ اٹھانے چاہئیں — (۴) تکبیر تحریمہ کے بعد سینہ پرستان کے نیچے ہاتھ رکھنے چاہئیں — (۵) عورتوں کو دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہئے حلقہ بنانا اور بائیں کلانی کو پکڑنا چاہئے — (۶) رکوع میں زیادہ جھکتا نہیں چاہئے بلکہ صرف اس قدر جھکیں جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں — (۷) رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بغیر کشادہ کئے ہوئے بلکہ ملا کر رکھنی چاہئیں — (۸) رکوع میں اپنے ہاتھوں پر سہارا نہ دے — (۹) رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لے ان کو پکڑے نہیں — (۱۰) رکوع میں اپنے گھٹنوں کو جھکائے رکھے — (۱۱) رکوع میں اپنی کہنیاں اپنے پہلوؤں سے ٹلی ہوئی رکھنی چاہئیں یعنی سمٹی ہوئی رہیں — (۱۲) سجدہ میں کہنیاں زمین پر کبھی ہوئی رکھنی چاہئیں — (۱۳) سجدہ میں دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے نہیں رکھنے چاہئیں بلکہ دونوں پیراہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے اور خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کرے (یعنی سرین نہ اٹھائے۔ مؤلف) — (۱۴) سجدہ میں پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہونا چاہئے یعنی پیٹ کو رانوں پر بچھا دے — (۱۵) بازو پہلو سے ملے ہوئے ہوں۔ غرضیکہ سجدہ میں بھی سمٹے ہوئے رہیں — (۱۶) التیحات میں بیٹھے وقت مردوں کے برخلاف دونوں پیراہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھنا چاہئے یعنی سرین زمین پر رہے پیر پر نہ رکھے — (۱۷) التیحات میں ہاتھوں کی انگلیاں ٹلی ہوئی رکھے — (۱۸) جب کوئی امر نماز میں پیش آوے مثلاً عورت کی نماز کے آگے سے کوئی گزیرے تو تالی بجائے اور مردوں کی طرح سبحان اللہ نہ کہے — (۱۹) مردوں کی امامت نہ کرے — (۲۰) نماز میں صرف عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے (مردوں کے لئے جماعت واجب ہے) — (۲۱) عورتیں اگر جماعت کریں تو جو عورت امام ہو وہ بیچ میں کھڑی ہو آگے بڑھ کر کھڑی نہ ہو — (۲۲) عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے — (۲۳) مردوں کی جماعت میں عورت مردوں سے پیچھے کھڑی ہو — (۲۴) عورتوں پر جمعہ فرض نہیں لیکن اگر پڑھ لے تو صحیح ہو جائے گا اور ظہر اس سے ساقط ہو جائے گی — (۲۵) عورت پر عیدین کی نماز واجب نہیں — (۲۶) عورت پر ایام تشریف میں فرض نمازوں کے بعد تکبیر واجب نہیں — (۲۷) عورت کو مستحب نہیں کہ نماز فجر مردوں کی طرح خوب اُجالا ہونے کے بعد پڑھے بلکہ جلدی اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے — (۲۸) عورتوں کو نماز میں کسی وقت بلند آواز سے قرائت کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ہر وقت یعنی چہری نماز میں بھی آہستہ قرائت کرنی چاہئے بلکہ جن فقہاء کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے ان کے نزدیک چہرے کے ساتھ قرائت کرنے سے عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی — (۲۹) عورت اذان نہ دے — (۳۰) عورت مسجد میں اعتکاف نہ کرے۔ باندی اور غنمی کا حکم نماز کے افعال مثل قیام و رکوع و سجود و قعدہ وغیرہ میں مثل آزاد عورت کے ہے لیکن باندی تحریمہ کے وقت ہاتھ مردوں کی طرح اٹھائے عورتوں کے مردوں سے یہ اختلافات صرف نماز میں ہیں ورنہ عورت بہت سے مسائل میں مردوں سے علیحدہ ہے۔

۱۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے (مؤلف)

چوتھی فصل - قرأت کا بیان

(۱) حضر میں یعنی جبکہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو کسی قسم کا اضطراب نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساتھ سے سو تک پڑھے۔ ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل یا اس سے کم پڑھے۔ عصر اور عشا کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ یا بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورہ پڑھے اور مستحسن و مستحب ہے کہ حضر میں فجر و ظہر کی نماز میں طویل مفصل پڑھے اور وہ سورہ ہجرات سے سورہ بروج تک کی سورتیں ہیں (سورہ بروج اس میں شامل ہے) عصر اور عشا میں اوساط مفصل پڑھے اور وہ سورہ الطارق سے لحدیگ تک ہیں اور مغرب میں قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے اور وہ اذا زلزلت سے آخر قرآن یعنی والناس تک ہیں۔ مفصلات کا پڑھنا الگ سنت ہے اور مقدار معین یعنی آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئی پڑھنا الگ سنت ہے۔ حسب موقع جس پر چاہے عمل کرے لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے۔ (۲) اگر حضر میں اضطراب ہو اور وہ یہ ہو کہ وقت تنگ ہو یا اپنی جان و مال کا خوف ہو تو سنت یہ ہے کہ اس قدر پڑھے جس سے وقت اور امن قوت نہ ہو جائے۔ (۳) اگر سفر میں اضطراب ہو مثلاً کوئی خوف ہو یعنی دشمن یا چور وغیرہ کا یا چلتے کی جلدی ہو تو سنت یہ ہے کہ الحمد کے ساتھ حسب حال و ضرورت جو نسی سورت چاہے پڑھے یا قرآن میں سے کم از کم جو تین چھوٹی آیتوں کے قائم مقام ہو پڑھے۔ (۴) اگر سفر میں حالت قرار و اطمینان ہو مثلاً وقت میں وسعت اور امن و قرار ہے تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز میں سورہ بروج یا الشقاق یا مثل اس کے کوئی اور سورت طویل مفصل میں سے پڑھے یعنی دونوں رکعتوں میں ایسی ایک سورہ کی برابر پڑھے تاکہ سنت قرأت کی رعایت اور خصیت سفر کی تخفیف دونوں جمع ہو جائیں اور ظہر میں بھی اسی قدر پڑھے اور عصر و عشا میں اس سے کم اور مغرب میں بہت چھوٹی سورتیں پڑھے۔ (۵) نماز فجر کے سوا وقت کی تنگی کے باعث مسنون قرأت ترک نہ کرے اگرچہ وقت نکل جائے اور چاہے وقت نہ ہو ہی ہو پس اگر نہ کرے وقت میں عصر پڑھتا ہو تو بھی ٹھیک ہی ہے کہ قرأت مسنون پوری پڑھے۔ (۶) فرض نمازوں میں قرأت مسنونہ کی مقدار کا حکم منفرد کے لئے بھی وہی ہے جو امام کے لئے ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ (۷) وتر کی نماز میں الحمد کے سوا کوئی سورہ مقرر نہیں ہے پس جو کچھ چاہے پڑھے یہی بہتر ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے سبح اسم ربك الاعلیٰ اور قل یا ایہا الکافرون اور قل هو اللہ احد پڑھی ہے۔ پس مستحب ہے کہ کبھی تبرکاً یہ سورتیں پڑھے اور کبھی ان کے سوا اور سورتیں پڑھے تاکہ باقی قرآن کے چھوٹ جانے سے بچ جائے۔ (۸) قرأت مسنونہ و مستحبہ پر زیادتی نہ کرے اور نماز کو جماعت پر بھاری نہ کرے لیکن پوری سنت اور مستحب قرأت ادا کرنے کے بعد تخفیف کا لحاظ رکھے یعنی فجر میں رغبت کرنے والے مقتدیوں کے ساتھ دونوں رکعتوں میں سو آیت تک پڑھے اور کسل والوں کے ساتھ چالیس پڑھے اور اوسط درجے والوں کے ساتھ پچاس سے

ساتھ تک پڑھے اور راتوں کی صلائی وکی کو دیکھے اور امام اپنے مقتدیوں کے اشغال کی زیادتی وکی پر لحاظ رکھے۔ اگر مقتدیوں پر بھاری نہ ہو تو قرأت مستحبہ پر تھوڑی زیادتی کا حرج نہیں ہے۔ (قرأت کا حال وقت اور قوم اور امام کے باعث مختلف ہوتا ہے پس اگر وقت میں گنجائش ہو تو زیادہ پڑھے ورنہ کم، اسی طرح اگر مقتدی بول نہ ہوں تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام اگر خوش آواز ہو اور لوگوں کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہیں ہوتا تو زیادہ پڑھے ورنہ کم پڑھے)۔ (۹) صرف فجر کی نماز میں امام کے لئے پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے لمبی قرأت کرنا مستحب ہے تاکہ لوگوں کو پہلی رکعت پانے میں مدد ملے، کیونکہ یہ نیند اور غفلت کا وقت ہے۔ اس کی بیشی کی مقدار میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ پہلی رکعت میں دو ثلث اور دوسری میں ایک ثلث پڑھے یعنی پہلی رکعت میں اتنی قرأت پڑھے کہ اس کی دوسری رکعت کی قرأت سے زیادتی دونوں قرأتوں کی تہائی کے بقدر ہو جائے مثلاً پہلی رکعت میں چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری میں بیس تو دونوں میں ساٹھ ہوں اور پہلی رکعت میں دوسری سے بیس زیادہ ہیں جو کل یعنی ساٹھ کی تہائی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ بقدر نصف کے زیادتی کرے مثلاً پہلی رکعت میں تیس آیتیں پڑھے تو دوسری میں دس آیتیں پڑھے اس طرح کل چالیس آیتیں ہوں اور پہلی کی دوسری سے زیادتی بیس آیتیں ہیں جو کل یعنی چالیس کا نصف ہے۔ فجر کے علاوہ باقی سب نمازوں میں شیخین کے نزدیک دونوں رکعتوں میں برابر قرأت کرنا اولیٰ ہے بعض کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے امام محمد کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ سب نمازوں میں پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری رکعت کے دراز کرے اور بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے لیکن جمعہ اور عیدین میں بالاتفاق دونوں رکعتیں برابر پڑھنا مستحب (ش) (عالمگیری وغیرہ میں جمعہ اور عیدین میں بھی اختلاف نقل کیا ہے) سنتوں اور نقلوں میں بھی دونوں رکعتوں میں برابر پڑھنا مستحب ہے۔ یہ بیان اولیٰ ہونے کا تھا ورنہ اگر فرق بہت ہو مثلاً پہلی رکعت میں بڑی ایک یا دو سورۃ پڑھے یا مثلاً چالیس آیتیں پڑھے اور دوسری رکعت میں تین آیتیں پڑھے تو مضائقہ نہیں یعنی البتہ خلاف اولیٰ ہے۔ (۱۰) دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر بقدر تین آیتوں کے یا اس سے زیادہ طویل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر اس سے کم طویل کرے تو مکروہ نہیں۔ البتہ جو سورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا مروی ہیں وہ پہلی پر دوسری کے کافی طویل ہونے کے باوجود بلا کراہت جائز ہیں جیسا کہ جمعہ و عیدین کی نمازوں میں پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں ہل انتک حدیث الغاشیہ پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حالانکہ پہلی میں انیس آیتیں ہیں دوسری میں چھبیس (چونکہ کلمات کے اعتبار سے ان دونوں سورتوں میں زیادہ فرق نہیں ہے اس لئے اس استثناء کی ضرورت بھی نہیں رہتی)۔ (۱۱) رکعتوں کی چھوٹائی بڑائی کا حساب آیتوں سے اس وقت ہوتا ہے جبکہ آیتیں برابر ہوں اور اگر آیتیں چھوٹی بڑی ہوں تو چھوٹائی بڑائی کا حساب کلمات اور حروف سے کیا جائے گا مثلاً الحمد شرح پہلی رکعت میں پڑھی اور دوسری میں الحمد لیکن تو مکروہ ہے کیونکہ کلمات و حروف کے اعتبار سے بہت فرق ہے اگرچہ دونوں میں آٹھ آٹھ آیتیں ہیں۔ (۱۲) نماز کے لئے قرآن شریف میں سے کوئی چیز فرضیت کے طور پر متعین نہ کرے اس لئے کہ فَاقرءُوا مَا تيسر من القرآن کا حکم ہے پس جہاں سے آسانی ہو پڑھ لیا کرے اور سورۃ فاتحہ کو فرض کی

پہلی دو رکعتوں میں اور نوافل و وتر کی سب رکعتوں میں بطور وجوب کے متعین کرے پس اس کے علاوہ کسی نماز کے لئے کوئی سورۃ مقرر کر لینا مکروہ ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نماز میں اس سورۃ کو اس طرح یقینی واجب سمجھ لے کہ اس کے سوا اور سورت کو ناجائز یا مکروہ سمجھے نیز معین کر لینے سے باقی قرآن کا چھوڑنا اور معینہ سورۃ کے افضل ہونے کا وہم لازم آتا ہے اس لئے بھی مکروہ ہے لیکن اگر آسانی کے واسطے کوئی سورۃ مقرر کر لے یا جو سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہے اس کو تبرکاً پڑھا کرے مثلاً جمعہ کے روز کی نماز فجر میں پہلی رکعت میں الحمد سجداہ اور دوسری میں سورۃ دھر پڑھا کرے تو اس میں کراہت نہیں لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اس کے سوا کبھی کبھی اور سورۃ بھی پڑھا کرے تاکہ کوئی ناواقف یہ نہ سمجھ لے کہ اس کے سوا اور کوئی سورۃ جائز نہیں جس کو معین سورتوں کے سوا دوسری یاد نہ ہوں تو اس کے لئے بھی مکروہ نہیں۔ نماز پڑھنے سے قبل یہ متعین کر لینا کہ اب میں اس نماز میں فلاں فلاں سورۃ پڑھوں گا خواہ منفرد ہو یا امام اس سے اس کی نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی اور اگر پھر اس قرارداد کے موافق نہ پڑھے بلکہ کچھ اور پڑھے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں — (۱۳) افضل یہ ہے کہ فرض کی ہر رکعت میں الحمد کے سوا ایک پوری سورۃ پڑھے اور اگر عاجز ہو تو ایک سورۃ دو رکعتوں میں تمام کر لے۔ پوری سورۃ اور چھوٹی سورۃ پڑھنے میں اعتبار اکثر کا ہے آیات کے اعتبار سے یعنی اگر اکثر آیتیں پڑھی ہوں گی تو سورۃ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص — (۱۴) اگر دو رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کے اخیر سے پڑھے تو مکروہ نہیں اور اگر دو سورتوں کا آخر حصہ پڑھے تو یہ اکثر کے نزدیک مکروہ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے اور کراہت کی نفی سے کراہت تحریمہ کی نفی مراد لینا مناسب ہے تاکہ اختلاف نہ رہے — (۱۵) اگر پہلی رکعت میں سورۃ کے شروع یا بیچ میں سے یا اخیر میں سے پڑھے اور دوسری رکعت میں دوسری سورۃ کے شروع یا درمیان یا اخیر میں سے پڑھے یا دوسری رکعت میں کوئی چھوٹی سورت پڑھے مثلاً ایک رکعت میں اَمِنَ الرَّسُوْلُ کا شروع پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ قل ہو اللہ احد پڑھے تو مکروہ نہیں ہی صحیح ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کرے — (۱۶) دونوں رکعتوں میں آخر سورۃ پڑھنا ایسی چھوٹی سورۃ پڑھنے سے افضل ہے جس کی بہ نسبت آخر سورۃ کا ٹکڑا آیتوں میں زیادہ ہو اور اگر چھوٹی پوری سورۃ اس آخر سورۃ کی آیتوں سے زیادہ ہو تو اس چھوٹی پوری سورۃ کا پڑھنا افضل ہے اور ایک طویل آیت جیسے آیت المدینہ یا آیت الکرسی یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا چاہے تو اس میں بھی اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کونسی اولیٰ ہے صحیح یہ ہے کہ اگر تین آیتیں ایک چھوٹی سورۃ کے برابر ہو جائیں تو انہی کا پڑھنا ایک بڑی آیت پڑھنے سے افضل ہے — (۱۷) فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے — (۱۸) اگر ایک رکعت میں ایسی دو سورتیں پڑھے کہ ان دونوں کے درمیان ایک یا کئی سورتوں کا فصل ہے تو مکروہ ہے اور اگر ان کے درمیان میں کوئی فاصلہ نہ ہو تو مضائقہ نہیں لیکن فرضوں میں ایسا نہ کرنا اولیٰ ہے — (۱۹) اگر دونوں رکعتوں میں دو سورتیں پڑھے اور ان دونوں سورتوں میں ایک بڑی سورۃ (چھ آیت سے زیادہ والی) کا یا دو چھوٹی سورتوں کا فاصلہ ہے تو مکروہ نہیں جیسے والتین کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنٰهَا لِیَا لَیْلًا فِی الْبَعْدِ اِنَّا اَعْطٰنَاکَ پڑھے یا قل یا ایھا الکفر ون کے بعد قل هو اللہ احد پڑھے تو مکروہ نہیں اور اگر ایک چھوٹی سورۃ کا فصل ہے تو مکروہ ہے مثلاً پہلی میں

☆ اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کا ہمیشہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

سورۃ الکافرون پڑھی اور دوسری میں تبت پڑھی اور درمیان میں سورۃ النصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہے — (۲۰) اگر پہلی رکعت میں ایک سورۃ میں سے ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری رکعت میں اسی سورۃ میں سے دوسری جگہ سے پڑھے تو اگر دونوں جگہوں میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو مکروہ نہیں ہے اس لئے کچھ مضائقہ نہیں ہے یہی صحیح ہے لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اس میں اعراض اور بلا وجہ تزییح کا وہم ہوتا ہے اور اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہے اور اگر ایک ہی رکعت میں ایسا کیا تو خواہ فاصلہ ایک سے زیادہ آیتوں کا ہو بہر حال مکروہ ہے پس اگر سہواً ایسا ہو جائے تو قراءت کی حالت میں یاد آنے پر ترتیب صحیح کرنے کیلئے لوٹے یعنی چھٹی ہوئی آیتوں کو پڑھ کر ترتیب صحیح کر لے — (۲۱) قرآن مجید کو الٹا پڑھنا یعنی ایک رکعت میں ایک سورۃ مثلاً سورۃ الاخلاص پڑھی اور دوسری رکعت میں یا اسی رکعت میں اس سے اوپر کی سورۃ یعنی تبت پڑھا تو مکروہ ہے خواہ نماز کے اندر یا باہر، اس لئے کہ سورتوں کی ترتیب تلاوت کے واجبات میں سے ہے لیکن اگر بھولے سے ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر ایک رکعت میں ایک آیت پڑھی اور دوسری رکعت میں یا اسی رکعت میں اس سے اوپر کی آیت پڑھی تب بھی مکروہ ہے جان بوجھ کر ایسا نہ کرے کہ سخت وعید آئی ہے بھول کر ہو جائے تو سہو کا سجدہ نہیں ہے۔ (بچوں کو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے سہولت کے پیش نظر ترتیب بدل کر پڑھانا یعنی الناس کے بعد الفلق پھر اخلاص پھر تبت پڑھنا اعلیٰ ہذا القیاس) جائز رکھا ہے — (۲۲) اگر پہلی رکعت میں ایک سورۃ پڑھی اور دوسری میں اسی سورۃ پڑھنے لگا کہ ان دونوں میں ایک چھوٹی سورۃ کا فصل ہے مثلاً پہلی رکعت میں الکافرون پڑھی اور دوسری میں تبت پڑھنی شروع کی یا اس سے اوپر کی سورۃ (یعنی خلاف ترتیب) پڑھنے لگا مثلاً پہلی میں الکافرون پڑھی اور دوسری میں الفیل پڑھنی شروع کی پھر یاد آیا کہ چھوٹی سورۃ کا فاصلہ رہ گیا ہے یا ترتیب بدل گئی ہے تو مختار یہ ہے کہ اسی طرح پڑھتا رہے چھوڑ دے اور انہی سورتوں کو پورا کر لے کیونکہ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اگر سہواً ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں پس جب سہو کی حالت میں مکروہ بھی نہیں تو اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھنا بھی مناسب نہیں ہے۔ (۲۳) اگر ایک سورۃ شروع کی اور دل میں ارادہ دوسری سورۃ شروع کرنے کا تھا۔ ایک یا دو آیتیں پڑھنے کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ اس سورۃ کو چھوڑ دے اور اس کو شروع کرے جس کا ارادہ کیا تھا تو یہ مکروہ ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ ایک آیت سے کم پڑھ چکا ہے اگرچہ ایک ہی حرف پڑھا ہو لہذا اسی کو پڑھتا رہے — (۲۴) ایک سورۃ کا ایک رکعت میں بار بار پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے اور نفلوں میں اس کا کچھ مضائقہ نہیں اسی طرح اگر ایک آیت کو ایک رکعت میں بار بار پڑھے تو اگر ایسی نفلوں میں ہے جن کو وہ اکیلا پڑھتا ہے تو مکروہ نہیں اور اگر فرض نماز میں ہے تو حالت اختیار میں مکروہ ہے اور حالت عذر و نسیان میں مضائقہ نہیں تو اقل باجماعت کا حکم اس بارے میں مثل فرائض کے ہے — (۲۵) جو سورۃ پہلی رکعت میں پڑھی ہے وہی سورۃ دوسری رکعت میں پھر پڑھ لی تو کچھ حرج نہیں لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں یعنی ترک اولیٰ و مکروہ تنزیہی ہے اور اضطرار کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ الناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری رکعت میں پھر اسی کو پڑھ لے ورنہ الٹا پڑھنا لازم آئے گا — (۲۶) کراہت کا یہ سارا بیان فرض نمازوں کا تھا اور ان مذکورہ کراہتوں میں سے نفلوں اور سنتوں میں کوئی چیز مکروہ نہیں — (۲۷) اگر رکوع کے واسطے تکبیر کہہ لی پھر اسی قراءت میں

اور زیادہ کرنا چاہے تو اگر رکوع نہیں کر لیا ہے (یعنی رکوع کے لئے اس کی ادنیٰ حد تک جھک نہیں گیا ہے) تو مضائقہ نہیں یعنی اور پڑھنا جائز ہے۔ (۲۸) اگر نماز میں صرف اکھڑ پڑھی یا اکھڑ کے ساتھ ایک یا دو آیتیں پڑھیں تو اگر وہ تین آیتوں کو نہ پہنچیں تو مکروہ تحریمی ہے اور سجدہ سہولاً تم آئیں اور اگر تین آیتوں کی مقدار کی ہوں تو ﴿﴾ جیسا کہ نماز کے واجبات میں بیان ہوا۔ (۲۹)

جو شخص نماز میں سارا قرآن ختم کرے وہ جب معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک رکعت میں پڑھے چکے تو دوسری رکعت میں اکھڑ کے بعد سورہ بقرہ کا کچھ ابتدائی حصہ پڑھے یعنی آلہ سے شروع کر کے اولئك هم المفلحون تک پڑھے اس لئے کہ حدیث شریف میں اس طرح کے ختم کی خوبی وارد ہے اور نماز کے اندر ہو یا باہر ہی طریقہ ہے۔ (۳۰)

جب کوئی شخص قرآن پاک ختم کرے تو اس کو دعائے ختم القرآن پڑھنا جائز ہے۔ (۳۱) ختم قرآن وقت تین مرتبہ سورہ اخلاص (قل هو اللہ احد) پڑھنا اکثر مشائخ نزدیک مستحسن ہے اور بعض کے نزدیک مستحسن نہیں اور یہ حکم نوافل کے لئے ہے لیکن اگر فرضوں میں ختم کرنے تو سورہ اخلاص سب کے نزدیک ایک سے زیادہ مرتبہ نہ پڑھے اس لئے کہ تکرار سورہ مکروہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا نوافل جو کیلئے پڑھے جائیں ان میں گنجائش ہے۔ تراویح جو فرائض کی طرح جماعت سے ادا کی جاتی ہیں اس حکم میں مثل فرائض کے ہیں اس لئے اس میں بھی تکرار سورہ مکروہ ہے اگرچہ بعض نے مستحسن رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور صحابہ کرام سے بھی تراویح میں بغیر تکرار سورہ اخلاص ہی ختم قرآن مروی ہے آجکل لوگوں نے اس پر اس قدر اصرار و التزام کیا ہے جس سے ان کے اس عمل کو سنت بلکہ واجب تک سمجھنے کا شبہ ہوتا ہے اس بنا پر یہ فعل مکروہ تحریمی ہو جائے گا اور اس کا ترک ضروری ہوگا۔ نماز کے باہر ختم قرآن کرنے وقت تکرار سورہ اخلاص میں مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (۳۲) فرض نمازوں میں اگر امام آیت ترغیب (جس میں رحمت اور حنت اور ثواب کا بیان ہو) یا آیت ترہیب جس میں دوزخ اور عذاب کا بیان ہو) پڑھے تو مقتدی اور امام نہ ثواب ملتے کیلئے دعا کریں اور نہ عذاب سے بچنے کے لئے بلکہ مقتدی چپ رہے اور امام سوائے تلاوت کے کسی دوسری دعا میں مشغول نہ ہو۔ پس بعض آیات قرآنیہ کا جواب یہ انشأ واللہ کی آخری آیت کا جواب بلی وانا علی ذالک من الشاہدین اور سورہ الاعلیٰ کا جواب بلی سے دینا جو احادیث میں مروی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر تراویح و دیگر نوافل باجماعت پڑھے یا تنہا فرض پڑھے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس سے مقتدیوں پر بلا و جہ بوجھ ہوگا اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ایسا کرنا ثابت نہیں ہے اور آپ کے بعد سے آج تک کسی امام نے بھی ایسا نہیں کیا اس لئے یہ بدعت ہے۔ اور اگر تمہا نفل پڑھتا ہو تو رحمت کے لئے سوال اور عذاب سے بچنے کی دعا کر سکتا ہے یا دیگر ماثور دعائیں کر سکتا ہے، خارج نماز جب ان آیات کو پڑھے تو یا تو وہ دعائیں پڑھنا مستحب ہے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی طرح مروی ہے۔ (۳۳) فرضوں میں ٹھہر ٹھہر کر قراوت کرے اور ہر حرف کو جدا جدا پڑھے اور تراویح میں متوسط انداز پر اور رات کے نوافل میں (تہجد میں) جلد پڑھنے کی اجازت ہے اس لئے کہ رات کی نوافل یعنی تہجد پڑھنے والوں کی عادت زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے ان کا ورد پورا ہو سکتا ہے مگر جلدی کے یہ معنی ہیں کہ مزید زیادہ نہ کھینچے بلکہ ہر کلمہ سے کم درجہ جو قاریوں نے رکھا ہے اس کو ادا کرے اور ایسی جلدی نہ کرے کہ سمجھ میں بھی نہ آوے ورنہ ترک تزییل کی وجہ سے حرام ہے کیونکہ قرآن کو تزییل سے پڑھنے کا حکم ہے۔

کرابت نہیں ہے اور سجدہ سہولاً تم آئیں۔

اس لئے کہ اس میں اس نقصان کی تلاقی ہو جاتی ہے جو کہ قراوت قرآن میں بعض جگہ ہو گیا ہو۔

(۳۴) جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نیا نیا مسلمان ہو یا ہو وہ سب جگہ سبحان اللہ سبحان اللہ وغیرہ پڑھتا رہے تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن نماز برابر سیکھتا رہے۔ اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گا تو بہت گنہگار ہوگا۔

بیرون نماز تلاوت قرآن مجید کے مسائل

(۱) قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا بھی اور اس کا ہاتھ سے چھونا بھی اور یہ سب عبادت ہے۔

(۲) مستحب یہ ہے کہ با وضو قبلہ رو ہو کر اور اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے اور شروع تلاوت میں تعوذ (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) پڑھنا واجب ہے اور ابتدائے سورت و ابتدائے تلاوت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا سنت ہے ورنہ مستحب اور اگر ایسی آیت پڑھنا چاہتا ہے جس کے ابتداء میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے جیسے ھُوَ اللہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ تو اس صورت میں اعوذ پڑھنے کے بعد بسم اللہ پڑھنے کا استحباب نوکدر ہے۔ درمیان میں کوئی دنیاوی کام کرے تو اعوذ باللہ و بسم اللہ پھر پڑھے اور اگر کوئی دینی کام مثلاً سلام یا اذان کا جواب دیا یا سبحان اللہ یا کلمہ تطبیہ وغیرہ اذکار پڑھے تو اعوذ باللہ کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں۔ (۳) اگر سورہ برآءہ سے تلاوت شروع کرے تو اعوذ باللہ و بسم اللہ کہہ لے اور اگر اس کے پہلے سے تلاوت شروع کی ہوئی ہو اور پڑھتے پڑھتے سورہ برآءہ آگئی تو اس کے شروع میں بسم اللہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ سورہ توبہ اگر ابتدا سے پڑھنا شروع کرے تب بھی بسم اللہ پڑھے محض غلط ہے اور اس کے شروع میں نیا تعوذ جو آجکل کے حافظوں نے نکالا ہے بے اصل ہے۔ (۴) گرمیوں میں صبح کو قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے اور جاڑوں میں اول شب کو کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے شروع دن میں ختم قرآن کیا شام تک فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور جس نے ابتدائے شب میں ختم کیا صبح تک فرشتے اس کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ اس حدیث کو دارمی نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ تو چونکہ گرمیوں میں دن بڑا ہوتا ہے تو صبح کے ختم کرنے میں استغفار بلا نکتہ زیادہ حاصل ہوگی اور جاڑوں کی راتیں بڑی ہوتی ہیں تو شروع رات میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی (جہاں دن رات اس کے برخلاف بڑے چھوٹے ہوتے ہیں وہاں حکم بھی اس کے برخلاف ہوگا مولف)

(۵) تین دن سے کم میں قرآن پاک کا ختم خلاف اولیٰ ہے اور یہ حکم جمہور امت کے اعتبار سے ہے ورنہ صحابہ و تابعین و دیگر بزرگوں سے ایک رات میں ختم کرنا منقول ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ بزرگ با وجود صحت و غور کے اس پر قادر ہوتے ہیں چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے حضرت تیم الداری ایک رات میں ختم کرتے تھے اسی طرح امام ابو حنیفہؒ ایک رات میں ختم کرتے تھے اور بعض سلف سے ایک دن رات میں پانچ مرتبہ اور بعض سے سات مرتبہ ختم کرنا منقول ہے اور یہ سب منقولات قوی ہیں۔ (۶) لیٹ کر قرآن پڑھنے میں حرج نہیں جبکہ پاؤں سمٹے ہوئے ہوں اور منہ کھلا ہو۔ اگر کوئی چلتا ہو یا کسی کام کے دوران میں قرآن شریف پڑھنا جائے تو اگر اس کا دھیان قرآن شریف کی طرف ہے تو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ (۷) غسل خانہ اور نجاست کے مقامات

میں قرآن مجید پڑھنا ناجائز ہے — (۸) جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے جبکہ وہ مجمع سننے کی غرض سے حاضر ہو رہے ہیں ایک کا سننا کافی ہے اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں — (۹) قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے جبکہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے ہوئے کو ایذا نہ پہنچے — (۱۰) مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں تو یہ مکروہ تحریمی ہوا سنے کے اس میں ان سے قرآن کا سننا اور چپ رہنا ترک ہوگا * — (۱۱) بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوتے ہوں بلند آواز سے پڑھنا ناجائز ہے۔ ایسی جگہ اگرچہ لوگوں کے کام میں مشغول ہونے سے پہلے اس نے شروع کر دیا ہو، اگر لوگ نہ سنیں گے تو گناہ پڑھنے والے پر ہے اور اگر وہ جگہ کام کرنے کے لئے مقرر ہو تو اگر ان کے کام شروع کرنے سے پہلے اس نے پڑھنا شروع کر دیا ہو اور لوگ نہیں سنتے تو لوگوں پر گناہ ہے اور اگر ان کے کام شروع کرنے کے بعد اس نے پڑھنا شروع کیا تو اس پر گناہ ہے — (۱۲) جہاں کوئی شخص علم دین پڑھا رہا ہے یا طالب علم دین کے علم کی تکرار کرتے یا مطالعہ دیکھتے ہوں وہاں بھی بلند آواز سے پڑھنا منع ہے۔ — (۱۳) قرآن مجید سننا تلاوت کرنے اور نقل پڑھنے سے افضل ہے — (۱۴) تلاوت کرنے کے دوران اگر کوئی دین میں بزرگی والا شخص یا بادشاہ اسلام یا عالم دین یا پیر یا استاد یا ماں باپ آجائے تو تلاوت کرنے والا اس کی تعظیم کو کھڑا ہو سکتا ہے — (۱۵) عورت کو عورت سے قرآن مجید پڑھنا غیر محرم تابینا آدمی سے پڑھنے سے بہتر ہے کہ اگرچہ وہ اُسے دیکھتا نہیں مگر آواز تو سنتا ہے اور عورت کی آواز بھی عورت ہے یعنی غیر محرم کو بلا ضرورت سننے کی اجازت نہیں — (۱۶) جو شخص غلط پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ اس کو تدارک بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ و حسد پیدا نہ ہو اسی طرح اگر کسی کا قرآن شریف اپنے پاس عاریت (مانگا ہوا) ہے اگر اس میں کتابت کی غلطی دیکھے صحیح بنا دینا واجب ہے — (۱۷) قرآن مجید نہایت باریک قلم سے لکھ کر چھوٹا کر دینا جیسا کہ آجکل تعویذی قرآن مجید چھپتے ہیں مکروہ ہے کہ اس میں تخفیر کی صورت ہے بلکہ بالکل چھوٹی حائل بھی نہ چاہئے — (۱۸) دیواروں اور محرابوں پر قرآن مجید لکھنا اچھا نہیں اور قرآن مجید کو مٹا کرنے میں حرج نہیں بلکہ بہ نیت تعظیم مستحب ہے — (۱۹) ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف (یعنی عاقل بالغ) پر فرض عین ہے اور پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانوں کے یاد کرنے سے اوروں کے ذمہ یاد کرنا فرض نہ رہے گا۔ سورہ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف پر واجب العین ہے اور مقدار واجب سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اسی طرح سنت میں سے کسی چیز کا کم کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ نیز پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف کے لئے سنت عین ہے اور نقل پڑھنے سے افضل ہے (سنت کی بھی دو قسمیں ہیں سنت عین و سنت کفایہ جیسے نماز تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اس کی جماعت ہر محلہ میں ہونا سنت کفایہ ہے)۔ بقدر ضرورت مسائل فقہ کا جاننا فرض عین ہے اور حاجت سے زائد مسائل فقہ کا سیکھنا فرض یا واجب کی مقدار کے علاوہ تمام قرآن حفظ کرنے اور نقل پڑھنے سے افضل ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ کچھ لوگ سارے قرآن کو یاد کرتے ہوں اور اگر کوئی یاد نہ کرنا ہوگا توفیق کے سیکھنے سے قرآن کا حفظ کرنا افضل ہوگا — (۲۰) قرآن مجید

قول کو ترجیح دی جائے گی اور مذکورہ طریق پر قرأت کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ (التحاوی واحدی مختصراً - مؤلف)

سات قرارت پر پڑھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جائز ہے اور ان سات قاریوں کے نام یہ ہیں: امام نافع - امام ابن کثیر
 امام ابو عمر - امام کسائی - امام حمزہ - امام عاصم - امام ابن عامر - اور ہمارے ملک میں امام عاصم کی قرارت بروایت امام حفص مشہور
 مروج ہے اور ان ساتوں قاریوں کے چودہ راوی ہیں بلکہ دس قرانتیں اور ان کے بیس راویوں کی روایت متواتر و مشہور ہے اور
 جائز ہے یعنی ہر امام قرارت کے دو دو راوی ہیں (اس کی تفصیل فن قرارت کی کتابوں میں دیکھیں) اگرچہ یہ سب روایتیں صحیح
 اور فصیح ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ عجیب قرانتیں امانوں کے ساتھ اور جو غریب روایتوں سے ثابت ہوئی ہیں عوام کے سامنے نہ پڑھے
 جیسے امام ابو جعفر اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی روایتیں کہ ان کو سن کر عوام ہنستے ہیں اور قرآن مجید پر ہنسنا بے دینی ہے
 اس لئے عوام کے سامنے ان کے دین کو بچانے کے لئے روایت غریب نہ پڑھے۔ (۲۱) قرآن کو پڑھ کر بھلا دینا سخت
 گناہ ہے احادیث میں اس کی بابت سخت وعید آئی ہے لیکن بھول جانے سے مراد ایسا بھول جانا ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھا
 جائے ورنہ حفظ یاد کو بھول جانا حرام نہیں ہے (البتہ یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت سے محرومی ہے جو لائق صد افسوس ہے۔ مؤلف)

پانچویں فصل: زلۃ القاری یعنی قاری کی لغزشوں کا بیان

امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر قرارت میں ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی میں تغیر فاحش ہو جائے
 تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں خواہ وہ لفظ قرآن میں موجود ہو یا نہ ہو اس میں احتیاط زیادہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر
 وہ تبدیل شدہ (غلط پڑھا ہوا) لفظ قرآن میں کسی جگہ ہے تو مطلقاً نماز جائز ہے خواہ معنی میں تغیر فاحش ہو یا نہ ہو اور اگر وہ لفظ
 قرآن میں نہیں ہے تو خواہ معنی بدلے یا نہ بدلے امام ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی بوجہ عموم بلوی۔ اور اس میں
 وسعت زیادہ ہے۔ اور اعراب کی غلطی کا امام ابو یوسف کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں یعنی اس سے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی
 اور یہ اختلاف خطا اور بھول میں ہے البتہ اگر دانستہ ایسی غلطی کرے جس سے تغیر فاحش ہوتا ہو تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جاتی ہے
 سوائے اس کے کہ وہ تبدیل شدہ لفظ ذکر یا ثنا ہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ دانستہ پڑھے۔ متاخرین فقہانے بعض
 فروعات اعراب وغیرہ میں اختلاف کیا ہے لیکن متاخرین کے قواعد منصبط نہیں ہیں اور متقدمین کے قواعد چونکہ منصبط ہیں اور ان
 میں احتیاط زیادہ ہے اس لئے ان کو اختیار کیا جاتا ہے زیادہ ضرورت کے لئے بڑی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔ اب قاری
 کی لغزشوں کا چند اقسام میں بیان کیا جاتا ہے:-

(۱) ایک کلمہ کے ایک حرف کو دوسرے کلمہ کے حرف سے ملا دینا۔ پس اگر ایک کلمہ کا حرف دوسرے کلمہ کے حرف سے ملا دیا
 مثلاً ایتاً نَعْبُدُ اس طرح پڑھا کہ کاف نون سے مل گیا یعنی ایتاً کو الگ پڑھا اور پھر پڑھا کہ نَعْبُدُ پڑھا یا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ
 علیہم اس طرح پڑھا کہ ب ع سے مل گیا یا سَمِعَ اللّٰهُ مِن حَمْدِ اس طرح پڑھا کہ اللہ کی کا لام سے مل گئی تو صحیح یہ ہے
 کہ اگرچہ عمداً پڑھے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۲) ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا۔ پس اگر معنی متغیر نہ ہوں مثلاً

(۷) کوئی کلمہ زیادہ کرنا اور وہ کسی کلمہ کے عوض میں بھی نہ ہو۔ پس اگر اس۔ زیادہ کئے ہوئے کلمہ سے معنی بدل جائیں تو مطلقاً نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ کلمہ قرآن میں دوسری جگہ موجود ہو مثلاً الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ كِي بجائے الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ پڑھے یا وہ کلمہ قرآن میں کسی جگہ موجود نہ ہو مثلاً اِمَّا تُمَلِّئُهُمْ لِيزِدَادًا وَاثِمًا وَاثِمًا پڑھا تو ان دونوں صورتوں میں بلا خلاف نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر معنی نہ بدلے تو اگر وہ کلمہ قرآن میں اور جگہ ہے مثلاً اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيْرًا كَوَانِ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيْرًا بَصِيْرًا پڑھا، یا مثلاً وَالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَاِحْسَانًا وَاِحْسَانًا پڑھا تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وہ کلمہ قرآن میں موجود نہ ہو اور معنی بھی نہ بدلیں مثلاً فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ كُوْفِيْهَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ پڑھے یا مثلاً مِنْ ثَمَرِهِ اِذَا اَثَرَ كُوَاِذَا اَثَرَ وَاسْتَحْصَدَ پڑھا تو عامہ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کلمہ کے قرآن میں نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہو جائے گی۔

(۸) حرف یا کلمہ کی تکرار۔ اگر ایک حرف کو دوبارہ پڑھا پس اگر اس میں کسی ضعیف حرف کا اظہار ہو گیا مثلاً مَنْ يُّرْتَدَّ كُو مَنْ يُّرْتَدَّ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر حرف کی زیادتی ہوئی مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُو تین لاموں سے بَدَل پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر کلمہ کو تکرار کیا یعنی دوبارہ پڑھا اور معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے مثلاً رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پڑھا، یا مَالِكٍ مَّا لِكِ يَوْمَ الدِّيْنِ پڑھا، یا غَيْرِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد ہوگی اور یہ اس صورت میں مفسد ہے کہ پڑھے وَالْمَصَافِ الْمَصَافِ اَلِيْهِ كُو جانتا ہو اور قَصْدًا اَلِيْسا كَرِيْهِ پس اگر مضاف مضاف الیہ کو نہ جانتا ہو یا اضافت کا قصد نہ کیا ہو بلکہ بے ساختہ زبان سے نکل گیا ہو یا مخرج صحیح کرنے کے لئے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا کوئی بھی ارادہ نہ کیا ہو تو چاہئے کہ نماز نہ ٹوٹے اور اگر ان میں ہر ایک کلمہ کی اپنے متصل کلمہ کے ساتھ اضافت کا قصد کرے تو نماز کے فاسد ہونے میں کوئی شک نہیں بلکہ کفر بھی لازم آتا ہے۔ اگر پوری آیت کو تکرار (دوبارہ) پڑھے تو اس سے معنی میں تغیر نہیں آتا اس لئے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۹) کلمہ یا حرف کی تقدیم و تاخیر یعنی آگے کے کلمہ یا حرف کو پیچھے اور پیچھے کے کلمہ یا حرف کو آگے کر دینا۔ اگر ایک کلمہ کو دوسرے سے آگے کر دیا یا پیچھے کر دیا تو اگر معنی نہ بدلے مثلاً لَهْمُ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَشَهِيْقٌ كِي بجائے لَهْمُ فِيْهَا شَهِيْقٌ وَزَفِيْرٌ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے مثلاً اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفٰجِرَ لَفِيْ جَحِيْمٍ كُو اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ وَاِنَّ الْفٰجِرَ لَفِيْ نَعِيْمٍ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہی صحیح ہے اور اگر دو کلموں پر مقدم کر دیا پس اگر معنی بدل جائیں مثلاً اِمَّا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهُ فَاَوْفُوْهُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معنی نہ بدلیں مثلاً يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌُ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌُ كُو يَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌُ وَتَبْيَضُّ وُجُوْهٌُ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف پر مقدم کر دیا تو اگر معنی بدل گئے مثلاً عَصْفٍ كِي بجائے عَفْصٍ پڑھا، یا قَسُوْرَةٌ كُو قُوْسَرَةٌ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معنی نہ بدلیں مثلاً

غُثَاءٌ آخُوٰی كُوْغُثَاءً اَوْ حٰی پڑھ دیا، یَا نَفْرَجَتْ کُو نَفْرَجَتْ پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مختار ہے (امام ابو یوسف کے نزدیک تغیر معنی کی ہر صورت میں نماز اس وقت فاسد ہوتی ہے جبکہ وہ پڑھا ہو لفظ قرآن میں نہ ہو اگر قرآن میں ہو تو فاسد نہ ہوگی) (۱۰) ایک آیت کو دوسری کی جگہ پڑھ دینا۔ اگر آیت پر پورا وقف کر کے دوسری آیت پوری یا تھوڑی سی پڑھی تو نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً وَالْحَصْرَانِ الْاِنْسَانَ پڑھ کر وقف کر کے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيْمٍ پڑھ دیا، یا سورہ والتین هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ تک پڑھی پھر وقف کیا پھر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ پڑھا یا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پڑھا پھر وقف کیا پھر اَوْلٰئِكَ هُمُ شَرُّ الْبَرِيَّةِ پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وقف نہ کیا اور بلا دیا پس اگر معنی بدلے مثلاً اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ الْفِرْدَوْسِ كِي جگہ ان الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَزَاؤُ الْاَحْسَنِ پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر معنی بدل گئے مثلاً ان الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَوْلٰئِكَ هُمُ شَرُّ الْبَرِيَّةِ پڑھا، یا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ كُو خَالِدِيْنَ فِيْهَا تَك پڑھ کر اَوْلٰئِكَ هُمُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ پڑھ دیا تو تمام علماء کے نزدیک نماز فاسد ہوگی یہی صحیح ہے۔ (۱۱) بے موقع وقف اور وصل اور ابتدا کرنا۔ اگر ایسی جگہ وقف کیا جہاں وقف کا موقع نہیں یا ایسی جگہ سے ابتدا کی جہاں ابتدا کا مقام نہیں تو اگر معنی میں بہت کھلا ہوا تغیر نہیں ہو مثلاً اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پڑھ کر وقف کیا پھر اَوْلٰئِكَ هُمُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ سے ابتدا کی تو بالاجمل نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایسی جگہ وصل کیا جہاں وصل کا موقع نہ تھا مثلاً اَصْحٰبِ النَّارِ پڑھ کر وقف نہ کیا اور اس کو الَّذِيْنَ يَجْمَعُوْنَ الْعَرْشِ سے ملا دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن یہ بہت مکروہ اور اگر معنی میں بہت تغیر ہو گیا مثلاً شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ پڑھا پھر وقف کیا پھر اِلَّا هُوَ پڑھا تو اکثر علماء کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور فتویٰ اس پر ہے کہ کسی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ وقف لازم ہو کیونکہ عوام اس کی تمیز نہیں کر سکتے۔ (جب نماز میں قرأت سے فارغ ہو اور رکوع کا ارادہ کرے تو اگر قرأت کا ختم اللہ کی تعریف پر ہو تو رکوع کی تکبیر یعنی اللہ اکبر کا اس کے ساتھ وصل کرنا اولیٰ ہے اور اگر ایسے لفظ پر ختم ہو جس کا لفظ اللہ کے ساتھ ملانا قبیح ہے تو وہاں اللہ اکبر کو اس سے جدا کرنا اولیٰ ہے جیسا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے اس کی تفصیل پہلے قرأت کے بیان میں آچکی ہے کہا گیا ہے کہ اسی طرح ادب یہ ہے کہ جب اَلْبِيْرُ پڑھا پارہ ۲۵ شروع سے پڑھے اور اَعُوْذُ پڑھے اور سَمِ اللّٰهُ پڑھے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کو اَلْبِيْرُ سے وصل نہ کرے کیونکہ اَلْبِيْرُ کی ضمیر میں شیطان کی طرف ہونے کا وہم ہوتا ہے۔

(۱۲) اعراب و حرکات میں غلطی کرنا۔ اگر اعراب میں ایسی غلطی کی جس سے معنی نہیں بدل گئے مثلاً لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ مِّنْ اَصْوَاتِكُمْ كِي کو پیش سے پڑھا تو بالاجمل نماز فاسد نہ ہوگی اسی طرح قَوَّامًا كِي کو کسرہ (زبر کی بجائے زیر) سے پڑھا، یا نَعْبُدُ كِي کو پیش کی بجائے زیر سے پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی میں بہت تغیر ہو مثلاً وَعَصٰى اَدْمُ رَبِّهٖ پڑھا اور اَدْمُ كِي کو پیش کی بجائے زیر سے اور رَبِّهٖ كِي کو زیر کی بجائے پیش سے پڑھا، یا اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهٖ الْعُلَمَاءُ پڑھا اور اللہ كِي کو زیر کی بجائے پیش سے اور الْعُلَمَاءُ كِي کو پیش کی بجائے زیر سے پڑھا یا اسی قسم کی اور غلطی کی کہ جس کے قصد کرنے میں کفر

(۱۶۷) شاذ قرأت یعنی وہ قرأت پڑھا جو اس قرآن میں نہیں ہے جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا اور یہ ہے جو قرأت کے دس امہ سے مروی ہے وہ تمام متواتر ہے اور اس پر اجماع ہے پس جو روایت ان دس روایتوں سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے یہی صحیح ہے پس بعض مشائخ کے نزدیک اگر نماز میں ایسی قرأت پڑھی جو اس مشہور قرآن میں نہیں ہے اور اس سے اس کے معنی بھی ادا نہیں ہوتے تو اگر وہ دعایا ثنا نہیں ہے تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اس سے وہی معنی ادا ہوئے ہیں تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول کے موافق نماز فاسد نہ ہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور اس مسئلہ میں ٹھیک جواب یہ ہے کہ اگر مصحف ابن مسعود وغیرہ کی قرأت پڑھی تو وہ نماز کی قرأت میں شمار نہ ہوگی لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر اس کے ساتھ مشہور قرآن میں بھی اس قدر پڑھ لیا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو اس سے نماز جائز ہو جائے گی۔

(۱۷) کلمہ کو پورا نہ پڑھا۔ اگر ایک کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا اور پورا نہ کیا خواہ اس سبب سے کہ سانس ٹوٹ گیا یا اس سبب سے کہ باقی کلمہ بھول گیا اور پھر یاد آیا تو پڑھ دیا مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنے کا ارادہ کیا اور اَل کہہ کر سانس ٹوٹ گیا، یا باقی کلمہ بھول گیا پھر یاد آیا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا یا باقی یاد نہ آیا مثلاً یہ قصد کیا تھا کہ الحمد اور سورۃ پڑھے پھر اس کا پڑھنا بھول گیا اور پھر پڑھنے کا ارادہ کیا اور جب اَل کہا تو اس کو یاد آیا کہ میں پڑھ چکا ہوں پس چھوڑ دیا اور شروع کر دیا، یا تھوڑا سا کلمہ پڑھا پھر اس کو چھوڑ کر دوسرا کلمہ پڑھا ان سبب اور ایسی ہی اور صورتوں میں بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور بعض کے نزدیک اگر ایسے کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا جس کے کل پڑھنے میں نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس تھوڑا پڑھنے میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایسے کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا جس کے کل پڑھنے میں نماز فاسد نہیں ہوتی ہو تو تھوڑا سا پڑھنے میں بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ جزو کلمہ کو کل کلمہ کا حکم ہے یہی صحیح ہے اور بعض مشائخ کا یہ قول ہے کہ اگر اس جزو کلمہ کے بھی از روئے لغت کچھ معنی ہو سکتے ہوں اور وہ فضول نہیں ہو جاتا اور اس سے قرآن کے معنی بھی نہیں بدلتے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اس جزو کلمہ کے کچھ معنی نہیں اور فضول ہے یا فضول نہیں ہے مگر اس سے قرآن میں معنی بدل جاتے ہیں تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اکثر مشائخ کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن سے بچنا ممکن نہیں پس ان کا حکم اسی طرح ہوگا جیسے نماز میں کھنکارنے کا ہوتا ہے۔ اگر کلمہ میں بعض حروف کو پست پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ ایسی صورت اکثر واقع ہو جاتی ہے۔

(۱۸) اگر قرآن کو نماز میں تلحین (راگنی) سے پڑھا یعنی زبر زیر پیش وغیرہ کو نغموں کی رعایت سے گھٹا پڑھا کر پڑھا تو اگر کلمہ بدل جاتا ہے مثلاً رَبِّ الْعَالَمِينَ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھا، یا اَبْنٰ اَلْکَافِرِ پڑھا وغیرہ تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معنی نہ بدلیں تو مفید نہیں مگر حرف بدولین میں اگر حد سے زیادہ بڑھائے گا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ان کو حد سے زیادہ نہیں کھینچے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی، حروف مدہ آوی ہیں یعنی حروف علت جبکہ ان سے پہلے کے حرف پر موافق حرکت ہو یعنی الف سے پہلے حرف پزیر اور واؤ سے پہلے حرف پریش اور ی سے پہلے زبر ہو، الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور بغیر جھکے کے پڑھا جاتا ہے۔ اور حروف لین وی ہیں جبکہ ان سے پہلے حرف پزیر ہو۔ اور اگر نماز کے علاوہ قرآن کو راگنی سے پڑھا تو اس میں

مشائخ کا اختلاف ہے اور اکثر مشائخ نے اس کو مکروہ بتایا ہے یہی صحیح ہے اور اس کا سننا بھی مکروہ ہے۔ جانتا چاہئے کہ اگر قرآن شریف خوش الحانی کے ساتھ اس طرح پڑھا کہ حروف کی وضع میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی اور حروف میں کوئی کمی بیشی نہ ہوئی کہ ایک حرف کے دو بن جائیں یا کوئی حرف کم ہو جائے بلکہ صرف آواز کی خوبصورتی اور قرارت میں زینت کے ساتھ پڑھا تو کوئی نقصان نہیں بلکہ یہ نماز میں اور نماز سے باہر بھی مطلوب و مستحب ہے۔ مسائل قرارت کی مزید تفصیل تجوید کے بیان میں جو آگے آتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ اگر نماز اس طرح ادا کی ہو کہ اس میں بعض وجہ جواز کی ہو اور بعض وجہ فساد کی ہو تو احتیاطاً فساد کا حکم کریں گے لیکن قرارت کے مسئلہ میں جواز کا حکم کریں گے اس لئے کہ اس کی غلطیوں میں اکثر و بیشتر لوگ مبتلا ہیں۔

(۱۹) اللہ کے ناموں میں تانیث داخل کرنا مثلاً اگر کسی نے نماز میں **هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ** (البقرہ ۲۵) میں **يَأْتِيَهُمُ** کو تانیث ہد تاسے پڑھا تو بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اللہ کے ناموں میں تانیث کے صیغے یا ضمیر داخل کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ** اور **لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ** وغیرہ اور اسی طرح اور صفات الہی میں تانیث کے صیغے یا ضمیر داخل کرنا جائز نہیں۔ اور بعض کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ یہ فعل غیر اللہ کا ہے۔ بعض مشائخ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اگر کسی نے قرارت نماز میں کھلی ہوئی غلطی کی پھر لوٹا کر صحیح پڑھا تو اس کی نماز جائز و درست ہے۔

علم تجوید و قرارت کا بیان

تجوید کے معنی لغت میں تحسین یعنی کسی کام کو عمدہ کرنا ہے اور اصطلاح میں اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے حروف کی مخارج و صفات کے ساتھ ادائیگی معلوم ہو، پس اس علم کا موضوع حروف ہجاء یعنی الف با تا ہجاء ہیں اور اس کی غرض و غایت قرآن مجید کا صحیح پڑھنا ہے یعنی جس طریق سے حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس کا کابل اتباع کرنا تاکہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو کر سعادت دارین نصیب ہو جائے۔ اور خوش آوازی سے پڑھنا ایک نرا انداز ہے جو مستحسن ہے جبکہ قواعد تجوید کے خلاف نہ ہو۔ علم تجوید کا حکم یہ ہے کہ ہر قرآن شریف پڑھنے والے پر اس کا سیکھنا فرض عین ہے۔ اس علم کے چار ارکان ہیں۔ (۱) مخارج حروف کو جاننا۔ (۲) صفات حروف کو پہچاننا۔ (۳) ان احکام کی شناخت جو حروف کو ترکیب کے اعتبار سے پیش آتے ہیں۔ (۴) ماہر اساتذہ سے ان قواعد کا اجراء اور مشق حاصل کرنا۔ اگر ان چار ارکان پر توجہ نہ دی جائے تو کھن واقع ہو جاتا ہے۔

کھن کے معنی و اقسام | کھن کے معنی غلطی کے ہیں یعنی قرآن کو تجوید کے خلاف یا بے قاعدہ و غلط پڑھنا۔ کھن کی دو قسمیں ہیں خفی و جلی۔ اگر ایسی غلطی کی کہ جس سے ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا جیسے الحمد کو الہمد پڑھ دیا، یا ث کی جگہ س، ذ کی جگہ ن، ع کی جگہ و پڑھ دیا وغیرہ یا زیر پیش میں سے ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھا، یا ساکن

متحرک، یا متحرک کو ساکن، یا مشدد کو مخفف، یا مخفف کو مشدد کیا، یا حروف کو کہیں گھٹا دیا، یا کہیں بڑھا دیا وغیرہ ان کی مثالیں یہ ہیں اِيَاكَ سے اِيَاكَ، اِهْدِنَا سے اِهْدِنَا، اَنْعَمْتَ سے اَنْعَمْتَ وَجَعَلْنَا سے وَجَعَلْنَا. فَعَلَ رَبُّكَ سے فَعَلَ رَبُّكَ اَنْ يُّوْصَلَ سے اَنْ يُّوْصَلَ، اِيَاكَ كُو اِيَاكَ، اِيَاكَ كُو اِيَاكَ وغیرہ پڑھنا تو یہ سخن جلی کہلاتا ہے۔ اس طرح قرآن پڑھنا حرام اور سخت گناہ ہے اور بعض جگہ اس طرح پڑھنے سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی بلکہ حرف مع حرکت و سکون وغیرہ کے اصلیت پر تو قائم رہا لیکن حروف کے حسین و خوبصورت ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا مثلاً پُرْحُف کو باریک پڑھا یا باریک کو پُرْحُف، یا اخفا کی جگہ اظہار اور اظہار کی جگہ اخفا کر دیا وغیرہ تو ایسی غلطیوں کو سخن خفی کہتے ہیں۔ یہ غلطی اگرچہ پہلی قسم کی غلطی سے کم درجہ کی ہے مگر اس سے بچنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ مکروہ ہے اور اس میں عقاب و تہدید کا خوف ہے۔ ان دونوں قسم کی غلطیوں کے پڑھنے اور سننے دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (واللہ اعلم)

فارسی کو چار علموں کا جاننا ضروری ہے۔ (۱) تجوید یعنی حروف کے مخارج اور ان کی صفات کا جاننا۔ (۲) علم اوقاف یعنی یہ جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہئے اور کس طرح نہ کرنا چاہئے اور کہاں معنی کے اعتبار سے حسن یا قبح ہے اور کہاں لازم یا غیر لازم ہے۔ (۳) رسم عثمانی یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہئے کیونکہ کہیں تو لفظ تلفظ کے مطابق لکھا جاتا ہے اور کہیں تلفظ کے غیر مطابق ہے چونکہ یہ رسم الخط توفیقی و سماعی ہے اور اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں اس لئے اس علم کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے۔ (۴) علم قرأت اس علم سے اختلاف الفاظ و وحی معلوم ہوتا ہے۔ اور قرأت کی دو قسمیں ہیں ایک متواتر جو قرآن کے عشرہ سے تواتر اور شہرت کے ساتھ ثابت ہے اس کا پڑھنا صحیح اور اس کے قرآن ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری و لازمی یعنی فرض ہے اور اس کا انکار و استہزاء گناہ و کفر ہے۔ دوسری شاذہ یعنی جو تواتر و شہرت سے ثابت نہیں ہے یہ قرآن کے عشرہ کے علاوہ اوروں سے مروی ہے اس کے قرآن ہونے کا اعتقاد رکھنا اور اس اعتقاد سے پڑھنا حرام اور منع ہے۔ اب ان علوم کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔ (انتہاء) جانتا چاہئے کہ محض تجوید کی کتابیں خود یا استاد کے سامنے بیٹھ کر پڑھ لینے اور سمجھ لینے سے حروف کا مخارج سے ان کی صفات لازمہ اور عارضہ یعنی اظہار و ادغام و اخفا و بدلی و صلی و فرعی اور وقف سکون و روم و شمام وغیرہ جملہ کیفیات کے ساتھ کما حقہ ادا کرنا ممکن نہیں ہے جب تک کسی مجتہد و مشاقق باہر استاد سے سن کر اور اس کو سنا کر نہ سیکھے ایک مدت تک مشق نہ کرے کیونکہ یہ فن جس کا حال اور لب و لہجہ کانوں سے سننے اور آنکھوں سے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے محض تخریر سے کما حقہ سمجھ اور ادائیگی میں نہیں آسکتا۔ البتہ کتابوں کے پڑھنے سے فن کے حاصل کرنے اور سمجھنے اور یاد رکھنے میں مدد ضرور ملتی ہے اس لئے یہ مسائل تجوید لکھے جاتے ہیں اور قدیم سے اہل فن میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

مخرج کے لغوی معنی ہیں نکلنے کی جگہ اور اصطلاح میں منہ کے جس حصہ سے کوئی حرف نکلتا ہے
حروف کے مخارج کا بیان
یعنی حروف کے ادا کرنے میں جس جگہ آواز ٹھہرتی ہے اس کو مخرج کہتے ہیں۔ مخرج کے معلوم

میں انفتاح ہے اور با اور میم میں انطباق ہے۔ لہذا ہواں مخرج جوف، یعنی حلق منہ اور ہونٹ کے درمیان کی خالی جگہ۔ اس مخرج سے حروف علت جبکہ مدہ ہوں ادا ہوتے ہیں اور وہ حروف مدہ تین ہیں الف ماقبل مفتوح، واو ساکن ماقبل مضموم، یاے ساکن ماقبل مکسور۔ پس جوف تین ہیں جوف حلق یعنی حلق کے جوف سے الف مدہ اور جوف دہن یعنی تالو و زبان کے درمیانی جوف سے یاے مدہ اور جوف لب یعنی ہونٹوں کے جوف سے واو مدہ ادا ہوتے ہیں۔ لہذا ہواں مخرج خیشوم رناک کا بانہ جو آواز خیشوم سے نکلتی ہے اس کو غنہ کہتے ہیں اس سے حروف غنہ نکلتے ہیں۔ اور وہ حروف غنہ یہ ہیں میم اور نون مشددا اور نون ساکن و نون تنوین و میم ساکن جبکہ ان میں اخفایا ادغام ناقص یعنی بالغنہ کیا جائے جیسا کہ آگے بیان آتا ہے۔ (یہ سترہ مخرج امام خلیل کے نزدیک ہیں امام سیبویہ وغیرہ کے نزدیک مخرج سولہ ہیں کیونکہ ان کے نزدیک حروف مدہ کا مخرج یعنی جوف دہن الگ مخرج نہیں ہے بلکہ دوسرے حروف کے مخرج کے تابع ہے امام فراء وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ مخرج کل چودہ ہیں، ان کے نزدیک ایک جوف دہن کم ہو گیا اور وہ ل ن س کا ایک ہی مخرج شمار کرتے ہیں اس لئے دو مخرج یہاں کم ہو گئے۔)

القاب حروف کا بیان منہ کے مختلف حصوں سے ادا ہونے کی وجہ سے حروف کے القاب مقرر کئے گئے ہیں اور وہ اس طرح ہیں۔ (۱) وہ حروف جو حلق سے ادا ہوتے ہیں ان کو حروف حلقیہ

کہتے ہیں اور وہ چیم ہیں حمزہ، ہا، عین، حاء، غین، خا۔ (۲) جو حروف لہاۃ یعنی حلق کے سامنے جو گوشت کا ٹکڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے جس کو کوا کہتے ہیں سے نکلتے ہیں ان کو حروف لہویہ یا لہائیہ کہتے ہیں اور وہ دو ہیں قاف کاف۔ (۳) جو حروف شجر خم (منہ کے درمیان) سے نکلتے ہیں ان کو حروف شجر یہ کہتے ہیں اور وہ تین ہیں جیم، شین، یاے غیر مدہ۔ (۴) جو حروف ذلق یعنی طرف لسان اور ہونٹوں سے نکلتے ہیں ان کو حروف ذلقیہ یا طرفیہ کہتے ہیں اور وہ چھ ہیں با، را، فا، لام، میم، نون۔ (۵) جو حروف نطع (حنک اعلیٰ یعنی اوپر کاتالو) کی کھال سے نکلتے ہیں ان کو حروف نطعیہ کہتے ہیں اور وہ تین ہیں تا، دال، طا۔ (۶) جن حروف کے ادا کرتے وقت خیف سی سیٹی کی آواز ہوتی ہے ان کو حروف صغیرہ کہتے ہیں کیونکہ صغیر کے معنی سیٹی کی آواز کے ہیں، اور وہ تین ہیں، زا، سین، صاد۔ (۷) جو حروف لث یعنی سورتھے کے قریب سے نکلتے ہیں ان کو حروف لثویہ کہتے ہیں اور وہ تین ہیں، تا، ذال، ظا۔ (۸) جو حروف شفت یعنی لب سے نکلتے ہیں ان کو حروف شفویہ کہتے ہیں اور وہ چار ہیں با، فا، میم، واو۔ (۹) جو حروف منہ کے خلا سے نکلتے ہیں ان کو حروف ہوائیہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ حروف ہوا یعنی ہونٹوں سے حلق تک کے خلا پر پورے ہوتے ہیں اور حروف مدہ یعنی الف مدہ، واو مدہ، یاے مدہ ہیں۔

صفات حروف کا بیان صفت حروف اصطلاح قرار میں اس کیفیت کو کہتے ہیں جو حروف کو مخرج سے ادا کرتے وقت پیش آتی ہے جیسے جہر جس وغیرہ پس صفت حرف کی اس حالت کو کہتے ہیں جس سے

ایک مخرج سے ادا ہونے والے کئی حروف آپس میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا معلوم ہوتے ہیں قول مختار کی بنا پر کل صفات سترہ ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں ایک لازمہ جو حروف سے کبھی جدا نہیں ہوتی اور اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی ادا نہ ہو اس کو

ذاتیہ و مقومہ و میزہ بھی کہتے ہیں۔ دوسری عارضہ یہ صفت اگر ادا نہ ہو تو حروف ادا ہو جائیں گے مگر حروف میں خوبصورتی اور زینت نہ رہے گی اس کو محسنہ مزینہ محلیہ بھی کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں (۱) جو کسی صفت لازمہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جیسے کسی حرف کا کبھی بوجہ استقلال کے باریک ہونا اور کبھی بوجہ استعلاء کے پُر ہونا۔ (۲) کسی دوسرے حرف کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے جیسے نفخیم تزئین ادغام اخفا اظہار وغیرہ۔ صفات عارضہ کی تفصیل انشا اللہ آگے آئیگی پہلے صفات لازمہ کا بیان ہوتا ہے:-

صفات لازمہ کی دو قسمیں ہیں (۱) صفات متضادہ، یعنی جس کی ضد کوئی دوسری صفت ہو، ان کو صفات لازمہ مشترکہ بھی کہتے ہیں، یہ دس ہیں یعنی پانچ کی ضد پانچ دیگر۔ ان میں پانچ قویہ ہیں وہ ہیں جہر، شدۃ، استعلاء، اطلاق، اذلاق۔ اور پانچ ان کی ضد یعنی ضعیف ہیں ہمیش، رھاوت، استقلال، انفتاح، اصمات۔ شدۃ اور رھاوت کے درمیان ایک صفت توسط بھی ہے لیکن اس کو مستقل شمار نہیں کیا گیا ہے۔ (۲) صفات غیر متضادہ۔ ان کو صفات لازمہ منفردہ بھی کہتے ہیں اور وہ سات ہیں۔ صغیر، قلقلہ، لین، انحراف، تکرار، تفتی، استطالہ، یہ سب قویہ ہیں سوائے لین کے۔ پس صفات قویہ گیارہ ہیں جہر، شدت، استعلاء، اطلاق، اصمات، صغیر، قلقلہ، انحراف، تکرار، تفتی، استطالہ۔ اور ضعیفہ سات ہیں: ہمیش، رھاوت، توسط، استقلال، انفتاح، اذلاق، لین۔ جانا چاہئے کہ اگرچہ صفات غیر متضادہ کے لئے بھی اضداد ہیں مثلاً اگر کسی صفت میں تفتی یا استطالہ وغیرہ پائی جاتی ہے تو دوسرے حرف میں اس کی ضد یعنی تفتی یا استطالت نہ ہونا پائی جائے گی لیکن ان کی ضد کا اعتبار نہیں کیا جا اور ان کے اضداد کے الگ نام نہیں ہیں اس لئے ان کو غیر متضادہ کہتے ہیں۔ پس ہر حرف میں صفات متضادہ میں سے پانچ صفیں لازمی پائی جائیں گی یعنی ضدین میں سے ایک ایک صفت ضرور ہوگی اور غیر متضادہ میں سے بعض صفات کسی حرف میں اور بعض کسی حرف میں پائی جائیں گی ہر حرف میں ہر صفت غیر متضادہ کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ ہر حرف میں جتنی صفات قوت کی ہوں گی اتنا ہی وہ حرف قوی ہوگا اور جتنی صفیں ضعف کی ہوں گی اتنا ہی ضعیف ہوگا پس قوت و ضعف کے اعتبار سے حروف کی پانچ قسمیں ہیں۔ قوی، اقوی، متوسط، ضعیف، اصعف۔ (ج، د، ص، غ، ر، ب) قوی ہیں۔ (ط، ظ، ص، ق) اقوی ہیں۔ (ع، ا، ز، ت، ی، خ، ذ، ع، ک) متوسط ہیں۔ (س، ش، ل، و، ی) ضعیف ہیں۔ (ث، ح، ن، م، ف، ہ) اصعف ہیں۔

(۱) جہر لغوی معنی اعلان اور شدت و زور سے پڑھنے کے ہیں، اصطلاح میں اس کے صفات متضادہ کی تفصیل

معنی یہ ہیں کہ ان حروف کے ادا کرنے وقت ان کے مخرج میں آواز ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری ہونا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو جیسے باء، یاء، ہاء، کول کا ہمزہ، تبتی کی ی و ہمزہ۔ اس کے حروف کو مہورہ کہتے ہیں جو انیس ہیں اور ان کا مجموعہ ظلّ فوڑ یض اذ عن اجند مطیع ہے۔ اس صفت کی ضد ہمیش ہے ہمیش کے لغوی معنی خفا یعنی پوشیدہ ہونا اور اصطلاح میں حروف کے ادا کرنے وقت نرمی سے پڑھنا اس طرح کہ آوازن کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آوازن میں ایک قسم کی پستی ہو

جیسے یَلْفَتْ کی تا اس کے حروف کو مجموعہ کہتے ہیں جو دس ہیں اور جن کا مجموعہ یہ ہے (فَحْتًا، شَخْصًا، سَكَّتًا)۔

ان کے علاوہ سب مجہورہ ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ — (۲) شدۃ۔ لغوی معنی سختی اور اصطلاحی معنی وہی ہیں جو جہر کے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ان کے ادا کرنے میں آواز سکون کے وقت ان کے مخرج میں اتنی قوت سے رکتی چاہئے کہ فوراً بند ہو جائے اور سخت جیسے اَحَدُ کی دال، پس جہر میں سانس خود حروف کی وجہ سے بند ہوتا ہے اور شدت میں آواز کی قوت کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے اگرچہ بند ہو کر پھر جاری ہو جائے۔ اس کے حروف کو شدیدہ کہتے ہیں جو آٹھ ہیں اور جن کا مجموعہ (اَجِدُ قَطِ بَكَّت) ہے اس کی ضد رخاوت ہے۔ رخاوت کے لغوی معنی نرمی کے ہیں اور اصطلاح میں جو معنی ہمیں کے تھے وہی اس کے بھی ہیں اور جو فرق جہر و شدت میں تھا اس میں بھی ہے یعنی آواز اتنے ضعف سے رُکے کہ جاری رہ سکے اور نرم ہو جیسے معایش کاش، اس کے حروف کو رخوہ کہتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان میں ایک صفت تو سب سے اس کے حروف کو متوسطہ اور بینیہ کہتے ہیں جن کا مجموعہ (لِنْ عُمَسْ) ہے، تو سب کے لغوی معنی بیچ میں ہونا اور اصطلاح میں یہ کہ نہ آواز بالکل بند ہو اور نہ دیر تک جاری رہ سکے جیسے قُلُ کالام، ان کی قوت میں کچھ کمی ہے اس لئے متوسطہ کہلاتے ہیں۔ حروف شدیدہ و متوسطہ کے علاوہ باقی سب یعنی سولہ حروف رخوہ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے (شَخْصٌ سَاحِفٌ هَوَزٌ نَحْدٌ صَنْظَمٌ)۔ — (۳) استعلاء اس کے لغوی معنی بلندی طلب کرنا اور اصطلاح میں ان کے ادا کرنے وقت زبان کا اکثر حصہ تالو کی طرف بلند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے حروف پُر ہو جاتے ہیں اس کے حروف کو مستعلیہ کہتے ہیں جو سات ہیں جن کا مجموعہ (خَصَّ صَغُطٌ قِطْ) ہے۔ اس کی ضد استفال ہے جس کے لغوی معنی پستی طلب کرنا اور اصطلاح میں ان کے ادا کرنے وقت زبان کا تالو کی طرف بلند نہ ہونا جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہیں گے اس کے حروف کو مستفلہ کہتے ہیں حروف مستعلیہ کے علاوہ باقی سب یعنی بائیس حروف مستفلہ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں۔

ثَبَّتَ عَزٌّ مِّنْ يُجْوَدُ حَرْفًا إِذْ سَلَّ شَدَا

(۴) اطباق، اس کے لغوی معنی لپٹنا اور لپٹنا مطلقاً اور اصطلاح میں ان کے ادا کرنے وقت زبان کے اکثر حصہ کا تالو سے مل جانا جیسے مَطْلَعُ کی طاء اس کے حروف کو مطبقہ کہتے ہیں جو چار ہیں اور وہ یہ ہیں (ص ض ط ظ) اس کی ضد انفتاح جس کے لغوی معنی کشادہ ہونا اور جھلا ہونا، اصطلاح میں ان حروف کے ادا کرنے وقت زبان کا تالو سے اتنا جدار ہٹا کہ حروف ادا کرنے وقت درمیانی خلا میں سے ہوا نکل جائے اور زبان کی جڑ تالو سے خواہ ملے یا نہ ملے مطلب یہ کہ ان کے ادا کرنے وقت زبان کا اکثر حصہ تالو سے نہیں ملتا جیسے کَمَرٌ کَا کَا ف اس کے حروف کو منفقہ کہتے ہیں جو مطبقہ کے علاوہ باقی سب یعنی پچیس ہیں۔ —

(۵) ادلاق، اس کے لغوی معنی تیز کرنا اور پھسلنا اور ذوق ہر شے کے کنارے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس کے حروف کو ہونٹ یا زبان کے کنارے سے اس طرح ادا کرنا کہ بہت سہولت سے ادا ہوں جیسے پھسلتی جگہ سے کوئی چیز آسانی سے پھسل جاتی ہے اسی لئے اس کے حروف سریع النطق ہیں جیسے مَالِكٌ کَا مِم۔ اس کے حروف کو نذلقہ کہتے ہیں جو چھ ہیں اور جن کا مجموعہ

(قَرَّ مِنْ لِبِّ) ہے، ان میں سے تین حروف (ب، ف، م) ہونٹوں کے کنارے سے نکلنے ہیں اور تین حروف (ل، ر، ن) زبان اور نالو کے کنارے سے نکلنے ہیں۔ اس کی ضد اصمات ہے اس کے لغوی معنی روکنا ہیں اور اصطلاح میں ان حروف کو زبان اور ہونٹ کے کنارے سے ادا نہ کرنا بلکہ ان کے مخرج سے جاؤ کے ساتھ مضبوطی سے ادا کرنا اور نہ صاف ادا نہ ہوں گے اس کے حروف کو مصمتہ کہتے ہیں جو نذر لقمہ کے علاوہ باقی سب یعنی تیس حروف ہیں۔ — د ف۔ اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ ان صفات متضادہ میں سے ہر حرف میں ضدین میں سے پانچ صفات لازمی طور پر پائی جائیں گی۔

صفات غیر متضادہ کی تفصیل (۱) قلقلہ، اس کے لغوی معنی اضطراب اور حرکت کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے حروف کو ان کے مخرج میں بحالت سکون سختی کے ساتھ جنبش دینا لیکن ایسا

نہ ہو کہ وہ حرکت ہو جائے یعنی ان کے ادا کرنے میں جب کہ یہ حروف ساکن ہوں خواہ وقف کی وجہ سے سکون ہو تو ایک آواز نہ لڑتی ہوئی نکلی چاہئے جو نہ تشدید کے مثل ہو اور نہ کوئی حرکت ہو جیسا کہ فلق کاق۔ اس کے حروف کو مقلقل کہتے ہیں جو پانچ ہیں اور جن کا مجموعہ (قَطْبُ جِدِّ) ہے مگر ق میں قلقلہ واجب ہے اور باقی چار میں جائز ہے۔ (ان حروف میں قلقلہ ضرور مخرج کی جنبش ہی سے ادا ہوتا ہے حرف کی جنبش سے نہیں کیونکہ ان حروف میں ایک قوت ہے جس کے سبب سے ان کے سکون کے تلفظ میں سننے والے کو ان کی جنبش کا وہم ہوتا ہے حقیقت میں جنبش نہیں ہوتی، اگر حرف میں جنبش ہوگی تو یہ معیوب ہے جس سے حرکت یا تشدید ہو جائے گی اس سے پرہیز ضروری ہے) — (۲) تکریر (تکرار) لغوی معنی کسی چیز یا بات کو ایک مرتبہ یا اس سے

زیادہ لوٹانا ہے اور اصطلاح میں اس کے حروف کے ادا کرنے میں زبان کو پوری طرح قرار اور جاؤ نہ ہونا بلکہ اس طرح کا پنا کہ تکرار کے مشابہ ہو جائے یہاں تک کہ اگر جاؤ کو بالکل ہی چھوڑ دیا جائے تو بجائے ایک حرف کے کئی حرف ادا ہو جائیں اور یہ صفت صرف سراً کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی حرف میں نہیں پائی جاتی۔ اسی وجہ سے ر میں ایک قسم کی قوت ہوتی ہے جیسے ر ب کی را۔ اگر سراً کی صفت تکریر یا لکل ادا نہ کی جائے تو سراً مثل واؤ کے ہو جائے گا اور ایسا کرنا غلط ہے لیکن حد سے زیادہ صفت تکریر ادا نہ کرنا چاہئے کہ جس سے بجائے ایک را کے کئی را ادا ہو جائیں اس سے پرہیز لازم ہے اگرچہ وہ را مشدد ہی ہو یعنی مشدد کی حالت میں دوسرا سے زیادہ نہ ادا کی جائیں۔ — (۳) تفتیشی۔ لغوی معنی انشاز یعنی پھیلنا اور اصطلاحاً حروف کے ادا کرنے میں آواز کا منہ میں پھیلنا۔ یہ صفت صرف شین معجمہ میں ہی پائی جاتی ہے۔ اس کے ادا کرنے میں آواز پھیلی ہوئی ہونی چاہئے لیکن آواز اوپر نہ چڑھنی چاہئے ورنہ شین پُر ہو جائے گی جیسے شئی کی شین۔ — (۴) استظالم (لمبائی میں ادا ہونا) لغوی

معنی درازی چاہنا اور اصطلاحاً اس کے ادا کرنے میں شروع مخرج سے اخیر مخرج تک (یعنی حافظہ زبان کے شروع سے حافظہ زبان کے اخیر تک) بتدریج آواز نکلتی چاہئے یعنی آواز یکایک فوراً ایک دفعہ نہ نکلے بلکہ درازی تدریجی کیفیت ظاہر ہو جیسے وَاَلِ الضَّالِّينَ کا ضاد۔ یہ صفت ضاد کے ساتھ مخصوص ہے (اس میں قصداً دراز آواز کو چکر دینا یا اس کو دال پُر یا ظا پُر یا ٹھیک نہیں بلکہ اس کے اصلی مخرج سے صفات کی رعایت کے ساتھ ادا کیا جائے اور کسی ماہر قاری سے اس کی صحت ضرور کرنی چاہئے)۔

(۵) متغیر (سیٹی کی سی آواز) لغوی معنی چڑیا کی آواز یا دوسرے جانوروں کیلئے سیٹی بجانا، اور اصطلاح میں اس کے حروف کو ادا کرتے وقت آواز کا مثل سیٹی کے نکلنا، اس کے تین حروف ہیں ز، سین، صداد۔ ان کو حروفِ صغیرہ کہتے ہیں، ان کے ادا کرنے میں حیف سی سیٹی کی آواز ہوتی ہے اور یہ ایسی ممیز و قوی ہے کہ اگر اس کو ادا نہ کیا جائے تو بجائے ز کے زال اور بجائے سین کے تا ہو جائے گی (لیکن بہت زیادہ میالغہ نہیں کرنا چاہیے)۔ (۶) الحرف، اس کے لغوی معنی لوٹنا اور ٹیڑھا ہونا اور اصطلاح میں اس کے حروف کے ادا کرتے وقت زبان کے کنارے کا پشت زبان کی طرف لوٹنا اس کے حروف کو متحرک کہتے ہیں اور وہ دو ہیں لام، را۔ لام کی ادائیگی میں آواز زبان کے سرے کی طرف اور را کی ادائیگی میں زبان کی پیٹھ کی طرف پھرے لیکن اس طرح کہ بجائے لام کے را اور بجائے را کے لام نہ ہونے پائے جیسا کہ بعض بچوں سے ہو جاتا ہے۔ (۷) لین، لغت میں اس کے معنی نرم کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے حروف کو ان کے مخارج سے ایسی نرمی سے ادا کرنا کہ بالکل تکلف نہ ہو، اور اگر ان میں سر کرنا چاہیں تو بد ہو سکے جیسے ضعیف کی سی اور خوف کی واؤ۔ اس کے دو ہی حرف ہیں واؤ اور یا جبکہ یہ دونوں ساکن ہوں اور ان کا ماقبل مفتوح ہو یعنی پہلے حرف پرزبر ہو۔ (جاننا چاہئے کہ حروفِ علت تین ہیں الف، واؤ، یا جبکہ ساکن ہوں۔ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور بغیر جھٹکے کے پڑھا جاتا ہے واؤ اور یا متحرک بھی ہوتے ہیں اور اس وقت وہ حروفِ علت نہیں ہوتے بلکہ حروفِ صحیح ہوتے ہیں۔ پس اگر حروفِ علت کے ماقبل کی حرکت موافق ہو یعنی الف کے پہلے حرف پرزبر ہو اور واؤ کے پہلے حرف پریش ہو اور یا کے پہلے حرف پرزبر ہو تو تینوں حروفِ مدہ کہلاتے ہیں اور اگر واؤ اور یا کا پہلا حرف مفتوح یعنی زبر والا ہو تو یہ دونوں لین کہلاتے ہیں۔)

صفاتِ ممیزہ

حروف اگر صفاتِ لازمہ میں مشترک ہوں تو مخارج کے ذریعہ ممتاز ہوتے ہیں اور اگر مخارج میں متحد ہوں تو صفتِ لازمہ منفردہ سے ممتاز ہوتے ہیں جن حروف میں مخارج کے ذریعہ سے امتیاز کیا جاتا ہے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ جن حروف کا مخارج ایک ہی ہو ان کے بیان کرنے کی ضرورت ہے وھوھذا:۔ (۱) (آء، اے، الف میں رفاوت اور بدیت ہے، اور ع میں شدت اور غیر بدیت ہے۔ ہمزہ اور ہ میں یہ امتیاز ہے کہ ہمزہ میں جہر اور شدت ہے اور ہ میں ہمس اور رفاوت ہے اور الف اور ہ میں جہر و بدیت کے مقابل ہمس اور غیر بدیت کا امتیاز ہے باقی صفات میں یہ تینوں مشترک ہیں۔ (۲) (ع ح)۔ ح میں ہمس اور رفاوت ہے اور ع میں جہر و توسط باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں۔ (۳) (ع خ)۔ ع میں جہر ہے اور خ میں ہمس اور باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں۔ (۴) (ج ش ی) (غیر مدہ)۔ ج میں جہر اور شدت ہے اور ش میں ہمس اور رفاوت و تفتشی ہے اور ی میں جہر و رفاوت ہے پس جہر میں ج ی مشترک ہیں اور رفاوت میں ش ی مشترک ہیں اور استفال و انفتاح و اصناف میں یہ تینوں مشترک ہیں۔ (۵) (ت ط)۔ ت میں ہمس ہے اور ط میں جہر اور ت میں استفال و انفتاح ہے اور ط میں استفال و اطباق اور ط میں قلقہ ہے لیکن ت میں نہیں ہے شدت اور اصناف میں تینوں میں اشتراک ہے۔ (۶) (ث ذ ظ)۔ ذ میں جہر میں اشتراک ہے اور ث میں ان کے برخلاف

ہمیں ہے، ثذ استفال وانفتاح میں مشترک ہیں ان کے برعکس ظ میں استعلاء واطباق ہے رخاوت واصمات میں ان تینوں کا اشتراک ہے۔ (۷) (زس ص) س ص میں مشترک ہیں بخلاف ز کے کہ اس میں جہر ہے۔ زس استفال وانفتاح میں مشترک ہیں ان کے برعکس ص میں استعلاء واطباق ہے باقی صفات یعنی رخاوت واصمات اور صغیر میں تینوں کا اشتراک ہے۔ (۸) (ل ن ر) امام سیبویہ و خلیل وغیرہما کے نزدیک ان تینوں حروف کا مخرج الگ الگ ہے اس لئے یہ مخرج سے ممتاز ہو جائیں گے لیکن امام فرار نے قرب کا خیال کر کے ایک ہی مخرج بیان کیا ہے اس لئے ان کی امتیازی صورت یہ ہے کہ ل ر میں انحراف ہے جو ن میں نہیں اور س میں تکریر ہے جو ل ن میں نہیں سب صفات متضادہ یعنی جہر توسط استفال انفتاح اذلاق میں یہ تینوں مشترک ہیں۔ (۹) (ب م و) ب میں شدت او قلقلہ ہے اور م میں توسط اور و میں خاد اور لیں ہے، ب م میں اذلاق ہے جبکہ و میں اصمات ہے اور و کے ادا کرتے وقت دونوں ہونٹوں میں کسی قدر انفتاح رہتا ہے اس وجہ سے اپنے مجانسوں سے ممتاز ہو جاتا ہے گویا اس میں بھی مخرج سے امتیاز ہوتا ہے جہر استفال اور انفتاح میں یہ تینوں مشترک ہیں۔ (۱۰) (ض ظ) ض میں استطالہ ہے جو ظ میں نہیں ہے باقی سب صفات میں یہ دونوں مشترک ہیں اور دراصل یہ مخرج سے ہی ممیز ہیں اور اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے۔

فائدہ ۱: ہمزہ میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے مگر اس قدر نہیں کہ ناف ہل جائے۔ ناف سے کسی حرف کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ۲: (ف آ) یہ دونوں حرف اضعف الحروف میں نہایت ہی نرمی سے ادا ہونے چاہئیں۔ ۳: حروف ع ح کو ادا کرتے وقت گلانہ گھونٹا جائے بلکہ وسط حلق سے نہایت لطافت کے ساتھ بلا تکلف نکالنا چاہئے۔ ۴: ک ت میں اگرچہ بوجہ شدت کے آواز فوراً بند ہو جاتی ہے مگر بوجہ ضعف و ہمیں کے کچھ سانس جاری رہ سکتا ہے اس وجہ سے یہ دونوں حروف مہوسہ شدیدہ ہیں۔ حروف شدیدہ جب متحرک ہوتے ہیں تو جس قدر آواز جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی آواز ہوتی ہے۔ اب ذیل میں ایک نقشہ درج کیا جاتا ہے جو حروف کے مخرج و صفات متضادہ و غیر متضادہ و صفات ممیزہ کو ظاہر کرتا ہے اور اب تک کے بیان کا خلاصہ ہے۔

نقشہ مخرج و صفات لازمہ حروف

صفات ممیزہ	صفات غیر متضادہ	صفات متضادہ خمسہ					حروف	مخرج	ہل اول حلق۔ اس میں تین مخرج ہیں اور جہر حروف سخت میں جن کو صغیر کہتے ہیں۔
		۱	۲	۳	۴	۵			
۱	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اصمات	۶	ع	{ (۱) اقصائے حلق۔ (۲) حلق کا آخری سرا سینے کی طرف }	
۲	ہمیں	رخاوت	توسط	رخاوت	ہمیں	۷	ع	{ (۱) وسط حلق (۲) حلق کا بیچ }	
۳	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اصمات	۸	ح		
۴	ہمیں	رخاوت	توسط	رخاوت	ہمیں	۹	ح		

بندی	لین ہونا	لین یا درہ	اصمات	انفتاح	استفال	رغوات	جہر	و م	(۱۶) جو ف یعنی منھ اور ہونٹ کے درمیان کی
پتی	لین ہونا	لین یا درہ	"	"	"	"	"	و ی	خالی جگہ اور یہ تین ہیں جو ف حلق،
پھیلاؤ	"	"	"	"	"	"	"	و	جو ف دہن، جو ف لب۔
یہ صفت کسی اور حرف میں نہیں پائی جاتی اور اسی صفت سے یہ دوسرے حروف سے ممتاز ہیں۔ ان کا تفصیلی بیان آگے آتا ہے۔								ن غنہ	(۱۷) خیشوم (ناک کا بانسہ)
								م غنہ	

یہ دونوں حروف مقرر کہلاتے ہیں۔

احتیاط | ہمزہ کو سخت اور باریک ادا کرے اگر نرم پڑھے گا تو الف کے مشابہ ہو جائے گا۔ ب کو سخت اور باریک ادا کرے اگر ب کو زیادہ نرم کرے گا تو واؤ کے مشابہ ہو جائے گا۔ ت کو بھی سخت اور باریک ادا کرے اور اطلاق یعنی پُر کر کے ط کے ساتھ نہ ملائے۔ ث کو اس طرح باریک اور نرم ادا کرے کہ س کے مشابہ نہ ہو جائے۔ ج سخت اور باریک ہے اس کو نرم نہیں ادا کرنا چاہتے۔ ح کو باریک اور نرم کرے لیکن اس میں اور کا (ہائے ہونہ) میں فرق کرے۔ خ کو نرم اور پُر کرنا چاہتے۔ د کو سخت اور باریک ادا کرے تاکہ ذ کے مشابہ نہ ہو جائے۔ ذ کو خوب نرم اور باریک ادا کرے تاکہ نر نہ بن جائے۔ س کو سختی اور نرمی میں بین بین ادا کرنا چاہئے مگر بعض جگہ باریک اور بعض جگہ پُر پڑھی جاتی ہے جس کا بیان آگے آتا ہے انشاء اللہ۔ ز کو نرم اور باریک ادا کرے اور س کے ساتھ نہ ملائے۔ س اور ش نرم اور باریک ہیں۔ ص اور ض نرم اور پُر ہیں۔ ط سخت اور پُر ہے۔ ظ نرم اور پُر ہے اور یہ چاروں حروف مطبقہ ہر حال میں پُر رہتے ہیں۔ ع باریک ہے اور سختی نرمی میں متوسط یعنی بین بین ہے۔ غ سخت اور پُر ہے۔ ف کو نرم اور باریک ادا کرے اس طرح کہ واؤ کی بُو پیدا نہ ہو۔ ق کو سخت اور پُر پڑھے۔ ل کو سخت اور باریک ادا کرے مگر کاف فارسی (گ) نہ ہو جائے۔ ل باریک ہے اور سختی نرمی میں بین بین ہے۔ م اور ن بھی باریک اور سختی نرمی میں بین بین ہیں۔ و اور ء نرم اور باریک ہیں۔ یاء (ی) نرم اور باریک ہے۔

صفات لازمہ کا بیان ختم ہوا اب صفات عارضہ کا بیان ہوتا ہے۔

صفات عارضہ | جو صفت عارضہ کسی صفت ذاتیہ لازمہ کی وجہ سے پیدا ہو اس کو عارض بالصفات کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں تفریق اور جو کسی حرف کے ملنے سے پیدا ہو وہ عارض بالحرف کہلاتی ہے۔ اور عارض بالحرف صفات عارضہ تمام حروف میں نہیں آتیں آٹھ حروف میں مختلف شکلوں سے آتی ہیں اور وہ حروف یہ ہیں:۔ لَام۔ رَا۔ مِیم۔ نون ساکن و تنوین و مشد۔ الف۔ واؤ درہ، واؤ لین۔ یائے درہ۔ یائے لین اور ہمزہ۔ ان آٹھوں کا مجموعہ یہ ہے (اَوْ یَرْمَلَانِ)۔ اور صفت عارضہ کی مختلف صورتیں یہ ہیں: تفریق۔ قلب ادغام، اظہار۔ اختفار، درو قصر وغیرہ۔

اب ان عنوانات کی تفصیل آتی ہے:-

باریک پڑھی جائے گی جیسے رِجَالٌ، رِقَابٌ، رِزْقٌ وغیرہ۔ (۲) اگر آساکن ہو تو قاعدہ ۱۱ اس کے ماقبل حرف پر جاری ہوگا پس اگر اس کے پہلے کا حرف متحرک ہے اور وہ حرکت زبر یا پیش ہے تو سہا پڑھوگی جیسے بَرَقٌ، یَزْنُ قُوَّةً وغیرہ، اور اگر پہلے حرف پر کسرہ (ذیر) آئی ہے اور اس کے بعد اسی کلمہ میں حرف مستعلیہ نہ ہو تو سہا باریک پڑھی جائے گی جیسے شَرَعَتْ فِرْعَوْنَ وغیرہ۔ (۳) اگر آساکن سے پہلے حرف پر کسرہ اسی کلمہ میں نہ ہو بلکہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وہ آساکن بھی ماقبل کسرہ ہونے کے باوجود پڑھی جائے گی۔ جیسے رَبِّ اَرْجَعُوْنَ میں رب ایک کلمہ ہے اور اَرْجَعُوْنَ دوسرا کلمہ ہے۔ (۴) اسی طرح اگر آساکن سے پہلے کسرہ اصلی نہ ہو بلکہ عارضی ہو یعنی کسی وجہ سے عارض ہو اتب بھی وہ سہا پڑھی جائے گی جیسے اِنْ اَرْتَبْتُمْ، اَمْ اَرْتَابُوا، ان دونوں میں اِنْ کے ن کو اور اَمْ کے میم کو اصل میں سکون تھا دوسرے کلمہ کے ساتھ ملنے کی وجہ سے کسرہ عارض ہوا ہے ان کا اصلی نہیں ہے۔ (۵) اگر آساکن ماقبل مکسور کے بعد حرف مستعلیہ اسی کلمہ میں ہو جس کلمہ میں آ ہے تب بھی وہ سہا پڑھی جائے گی جیسے قِرْطَاسٌ، فِرْقَةٌ، مِرْصَادٌ، مگر لفظ فِرْقٌ میں دونوں وجہیں (یعنی نفخیم و ترقیق دونوں) جائز ہیں اسی طرح جو آ وقف کی حالت میں ہو اور اس سے پہلے حرف مستعلیہ ہو تو اس میں حالت وقف میں دونوں وجہیں جائز ہیں مثلاً عَيْنَ الْقِطْرِ اور اَدْخُلُوا مِصْرًا وغیرہ، مگر مِصْرٌ میں سہا پڑھنے کی وجہ سے نفخیم اولیٰ ہے اور القطر میں سہا پڑھنے کی وجہ سے ترقیق اولیٰ ہے۔ (۶) اگر آساکن ماقبل مکسور کے بعد حرف مستعلیہ اسی کلمہ میں نہ ہو بلکہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وہ سہا باریک ہوگی مثلاً اَصْبِرْ صَبْرًا۔ (۷) اگر آ متحرک سے پہلے یائے ساکن ہو تو وقف کی حالت میں ہر حال میں باریک ہوگی خواہ اس یائے ساکن سے پہلے حرف پر فتح ہو یا کسرہ مثلاً خَيْرٌ، ضَيْرٌ، خَيْرٌ، قَدِيرٌ۔ (۸) اگر سہا پر وقف سکون یا وقف اشمام ہو اور اس کے ماقبل سوائے ی کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس ساکن کا ماقبل دیکھا جائے گا پس اگر وہ ماقبل مفتوح یا مضموم ہے تو سہا پڑھوگی مثلاً فِجْرٌ، قَدَارٌ، نَارٌ، اُمُورٌ، نُورٌ، حُسْرٌ، وغیرہ۔ اور اگر ماقبل مکسور ہے تو سہا باریک ہوگی مثلاً حَجْرٌ، السَّحْرٌ۔ مگر اِذَا تَسِيرُ اس سے مستثنیٰ ہے اس کو بعض قراء نے باریک پڑھا ہے اور بعض نے سہا پڑھا ہے۔ اور اگر سہا متحرک سے پہلے یائے ساکن ہو تو وقف مذکور کی حالت میں ہر حال باریک پڑھی جائے گی جیسا کہ نمبر ۱۱ میں بیان ہوا۔ (۹) راء مرآۃ یعنی جس راء پر وقف بالروم کیا گیا ہو وہ اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی یعنی اگر کسرہ ہے تو باریک جیسے وَالْفَجْرِ اور اگر ضمہ ہے تو سہا جیسے مُنْتَصِرٌ۔ (روم و اشمام کے معنی و تشریح وقف کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)۔ (۱۰) راء عمالہ یعنی جس راء پر انا لہ ہو وہ باریک پڑھی جائے گی۔ انا لہ کے معنی لغت میں جھکانا اور اصطلاح میں الف کو یا کی طرف اور اس کے ذیر کو کسرہ کی طرف مائل کر کے پڑھنا انا م حفص کی روایت میں تمام قرآن شریف کے اندر صرف ایک ہی جگہ انا لہ ہے یعنی کَحْرٌ کھائیں جو کہ سورہ ہود میں ہے کہ اصل میں کَحْرٌ کھانقا۔ راء کے اوپر جو الف کھڑا ہے اس کو یاء کی طرف مائل کیا اور سہا کے ذیر کو ذیر کی طرف کر کے آگے یائے مچھول پڑھی جائے گی یعنی رے اور یہ راء باریک پڑھی جائے گی [خلاصہ یہ ہوا کہ اگر

را متحرک مضموم یا مفتوح ہو یا ر ساکن کا ماقبل مضموم یا مفتوح ہو، یا ر ساکن سے پہلے کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو، یا ر ساکن سے پہلے کسرہ عارضی ہو، یا ر ساکن کے بعد اسی کلمہ میں حرف مستعلیہ ہو تو ان سب صورتوں میں ر مفتوح (پُر) پڑھی جائے گی اور اگر ر متحرک مکسور ہوگی، یا ر ساکن کے ماقبل کسرہ اصلی ہوگا یا ر ساکن کے بعد حرف مستعلیہ اسی کلمہ میں نہ ہو یا ر متحرک سے ماقبل یا ر ساکن ہو اور اس لفظ پر وقف کیا جائے تو ان سب صورتوں میں ر مرقق (باریک) پڑھی جائے گی اور لفظ فرقی میں تفخیم و ترقیق دونوں جائز ہیں اسی طرح جو ر حالت وقف میں ہو اور اس سے پہلے حرف مستعلیہ ہو تو دونوں جائز ہیں، زبر و پیش کی صورت میں تفخیم اولیٰ اور زیر کی صورت میں ترقیق اولیٰ ہے۔

قائدہ: عا۔ ر مشدد میں پہلی ر دوسری کے تابع ہو کر ایک ر کے حکم میں ہوتی ہے اور جیسی حرکت دوسری ر پر ہوگی اسی کے مطابق پڑھی جائے گی یعنی زبر یا پیش ہوگی تو پُر پڑھی جائے گی جیسے لَيْسَ الْبِرُّ الْبِرُّ اور زیر کی صورت میں باریک جیسے بِالْبِرِّ۔
 ع۔ تفخیم والے حروف میں پُر کرتے وقت اتنی زیادتی نہ کی جائے کہ وہ حرف مشدد سنائی دے یا کسرہ مشابہ فتح کے یا فتح مشابہ ضمہ کے ہو جائے، یا اگر مفتوح حرف کے بعد الف ہے تو وہ واو کی طرح ہو جائے۔ کیونکہ مفتوح حرف کے فتح کو ضمہ کی مانند اور اس کے مابعد کے الف کو واو کی مانند پڑھنا بالکل خلاف اصل اور غلط ہے۔ اسی طرح حرف مرقق (باریک) پڑھا جانے والا حرف کے فتح کو اس قدر مرقق کرنا کہ امانہ صغریٰ کی مانند ہو جائے یہ خلاف قاعدہ ہے۔

نون ساکن جزم والے نون کو کہتے ہیں جو کلمے کے درمیان یا آخر میں ہوتا ہے جیسے

نون ساکن و تنوین و مشدد کا بیان

انزِلْ، تُوْمِنْ۔ اور کلمہ کے آخر حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ادا کرتے وقت جو نون کی آواز نکلتی ہے اس کو تنوین کہتے ہیں اور یہ نون ساکن کی طرح پڑھی جاتی ہے جیسے نَّ (تَنْ) تِ (تِن) تْ (تُن) پس نون ساکن و تنوین کے احکام یکساں ہیں۔ نون ساکن یا تنوین کے بعد الف کے سوا باقی اٹھائیس حروف بھی ہیں سے کوئی ایک حرف ضرور آئے گا۔ الف اس لئے نہیں آتا کہ یہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور زبر (فتح) والے حرف کے بعد آتا ہے اس لئے نون ساکن و تنوین کے بعد آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نون ساکن و تنوین کے بعد آنے والے اٹھائیس حروف بھی کے چار احکام ہیں یعنی اظہار، ادغام، قلب یا انقلاب، اخفاء۔ جو تجوید کے اندر وجوب کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) اظہار:- اظہار کے لغوی معنی ظاہر کرنا اور اصطلاح میں ہر حرف کو اس کے مخرج سے بغیر غنہ کے نکالنا۔ اظہار کے چھ حروف ہیں جو حروف حلقی کہلاتے ہیں یعنی عَ هَ عَ حَ خَ۔ پس اگر ان میں کوئی حرف نون ساکن یا تنوین کے بعد خواہ اسی کلمہ میں جس میں نون ساکن یا تنوین ہے آئے یا اس سے آگے کے کلمہ کے شروع میں ہو، جس کلمہ کے آخر میں نون ساکن یا تنوین ہے تو اظہار ہوگا۔ یعنی اس کی آواز ناک کے بانسہ میں بالکل نہ جائے بلکہ صاف اور واضح پڑھے۔ اس کو اظہار حلقی کہتے ہیں اور حروف حلقی کو حروف اظہار بھی کہتے ہیں۔ مثالیں:- (ء) مَنْ أَسْلَمَ، قَيْنِ الْبَيْتِ۔ (هَ) إِنْ هُوَ، أَكْبَرُ هَذَا۔ (ع) أَنْجَمَتْ، فَجَّرَ عَمِيْقٍ۔ (ح) إِنْ حَكَمْتُمْ، عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ۔ (خ) مِنْ غَيْرِكُمْ، تَوْمِنٌ، تَارًا خِلْدًا۔

میں ایسے ب پر اشارہ کے لئے چھوٹا سا میم بتا ہوتا ہے۔ (مؤلف)

(۴۷) اخفا: اس کے لغوی معنی چھپانا ہیں اور اصطلاح میں نون ساکن اور تنوین کو حرف کے مخرج میں ایسی طرح چھپانا کہ زبان تک نہ پہنچے بلکہ ناک کے بانسہ میں لیجا کر اور ایک الف کی مقدار ٹھہرا کر اس طرح ادا کریں کہ یہ نہ ادغام کی آواز ہو اور نہ اظہار کی بلکہ ان دونوں کے درمیان کی آواز ہو۔ حروف اظہار و ادغام و قلب جو اوپر بیان ہو چکے ہیں ان کے علاوہ باقی سب حروف اخفا کے ہیں اور وہ پندرہ ہیں یعنی ت، ث، ج، د، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ف، ق، ک، سْتَجْرًا صَدًّا لَكَ فَيْتُحُّ صَنْطَظًا شَدِّدًا۔ مثالیں: أَنْتُمْ، مَسْجُورَةٌ، مِنْ جُوعٍ، تُنذِرُ إِسْكَانًا، تُنْفِقُونَ، آذَنًا أَوْغَيْرَ۔ پس ان پندرہ حروف میں سے کوئی حرف نون ساکن یا تنوین کے بعد خواہ ایک ہی کلمہ میں یا اس سے آگے والے کلمہ میں آئے تو تمام قاریوں کے نزدیک اخفا کیا جاتا ہے جس کو اخفائے حقیقی کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ اخفا اور ادغام ناقص کی آواز سننے میں بظاہر یکساں معلوم ہوتی ہے لیکن صحیح قاعدہ سے ادا ہونے پر فرق واضح ہو جاتا ہے پس اس آواز کو پوشیدہ کرنے میں زبان کا سرا اظہار کی طرح تالو سے نہ لگے اور نہ ادغام ناقص کی طرح بہت دور رہ کر بعد والے حروف سے مل کر اس کے مخرج سے نکلے بلکہ ثنایا، علیا کی جڑ کے قریب قریب رہے، اور زبان کے دخل کے بغیر اور تشدید کے بغیر صرف ناک کے بانسہ سے غنہ کی صفت کو ایک الف کی مقدار باقی رکھ کر ادا کیا جائے۔ اس کو ماہر قاری سے مشق کر کے صحیح ادا کرنا چاہئے، اور جب تک مشق صحیح پیسر نہ ہو صرف غنہ ہی کے ساتھ پڑھتا رہے کہ سننے میں دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ اگر تنوین کے بعد ہمزہ وصلی واقع ہو اور ہمزہ وصلی سے آگے کے حروف پر تشدید ہو یا جزم ہو تو تنوین کے نون کو جو ساکن ہوتا ہے ہمزہ وصلی سے آگے کے جزم یا تشدید والے حرف سے ملانے کے لئے زیر پڑھتے ہیں اور ہمزہ وصل حذف ہو جاتا ہے اس کو نون قطعی کہتے ہیں اور تنوین والا حرف صرف ایک حرکت سے پڑھا جاتا ہے جس کی وہ تنوین ہے یعنی روزبر کی بجائے ایک زبر اور روزبر کی بجائے ایک زیر اور دو پیش کی بجائے ایک پیش۔ اور وہ دوسری زبر، زیر یا پیش ہی نہ متحرک بالکسر ہو کر آگے والے حرف سے ملتا ہے اور قرآن شریف میں متاخرین نے احتیاطاً ناواقف لوگوں کے لئے حرف تنوین سے آگے ہمزہ وصل کے نیچے ایک چھوٹا سا ن لکھنا اختیار کیا ہے پس خواہ یہ نون لکھا ہو یا نہ ہو جہاں یہ قاعدہ لگتا ہو اس طرح پڑھنا چاہئے مثلاً قَدْ يُرِي الَّذِي، هُوَ عَادِنُ الْأُولَى، قَوْمٌ لُوطٍ فِي الْمَرْسَلِينَ وَغَيْرِهِ۔

نون مشدد۔ اس میں صفت عارضہ غنہ پائی جاتی ہے یہ بھی ادغام تام بالغنہ ہی کی صورت ہے (اس میں غنہ مدغم فیہ کا ہے اس لئے ادغام ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) لہذا اس میں ایک الف کے برابر غنہ کرنا ضروری ہے جیسے لَتُرُونَ الْجَحِيمَ، لَتَسْأَلُنَّ وَغَيْرِهِ۔

میم ساکن اصلی کے تین احکام ہیں ادغام، اخفا، اظہار۔ یہ میم نون ساکن یا تنوین سے بدلی ہوئی نہیں ہوتی جیسا کہ اقلاب کی صورت میں بیان ہو چکی ہے۔ ان تینوں احکام کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) ادغام میم ساکن: اگر میم ساکن کے بعد دوسری میم آجائے تو ادغام ہوگا یعنی دونوں میم مل کر مشدد ہو جائے گی جیسے **أَمْرٌ مِّنْهُمْ مُّشْتَدُّونَ** وغیرہ اس کو ادغام صغیر مثلین کہتے ہیں کیونکہ اس ادغام میں دونوں حرف ہم مخرج یعنی ہم مثل وہم صفات ہیں۔ اور اس میم مشدد کو غنہ کے ساتھ ایک الف کے برابر ادا کرے۔

(۲) اخفا: اگر میم ساکن کے بعد با آجائے تو اخفا مع الغنة بمقدار ایک الف کیا جائے گا۔ اور اس کا نام اخفائے شفوی ہے جیسے **وَقَالَهُمْ مُّؤْمِنِينَ، تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ، رَجُمُوهُمْ** وغیرہ اور بعض کے نزدیک اظہار بھی جائز ہے بشرطیکہ میم نون ساکن یا تنوین سے منقلب نہ ہو۔ لیکن پہلا قول مختار ہے۔ میم اصلی و میم منقلب کے اخفا کا طریقہ و مطلب ایک ہی ہے البتہ حکم جدا جدا ہے یعنی میم مقلوبہ میں اخفا واجب ہے اور میم اصلی میں جائز ہے۔

(۳) اظہار: میم ساکن کے بعد میم اور با مذکورہ ادغام و اخفا کے علاوہ باقی حروف میں سے کوئی حرف آجائے تو میم کا اظہار ہوگا اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں جیسے **هُم فِيهَا، عَلَيْهِمْ وَالضَّالِّينَ هَ يَنْفَعُهُمْ أَيُّهَا هُمُ، أَلَمْ تَرَ** وغیرہ۔ خصوصاً جبکہ میم ساکن کے بعد فا اور وا آجائے تو اظہار کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

فائدة: بوف کا قاعدہ جو مشہور ہے یعنی اگر میم ساکن کے بعد ب آوے تو اخفا ہوگا اور و، ف آوے تو اس میں اظہار اس طرح کیا جائے کہ میم کے سکون میں حرکت کی بوجہ آجائے تو اس طرح کا اظہار بالکل بے اصل اور غلط ہے بلکہ میم کا سکون اس طرح پورا ادا کرنا چاہئے کہ حرکت کی بوجہ نہ آئے۔ بعضے ان تینوں حروف میں اخفا کرتے ہیں یہ بھی بالکل غلط ہے اور بعضے تینوں میں اظہار کرتے ہیں البتہ یہ قول ضعیف ہے۔ میم مشدد میں غنہ ایک الف کے برابر کرنا ضروری ہے جیسے **عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ه ثُمَّ مَا أَذْرَبُكَ** وغیرہ۔ اس حالت میں اس کو حرف غنہ کہتے ہیں۔

ادغام کا بیان: جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے پہلے حرف ساکن کو دوسرے حرف متحرک میں اس کا مثل بنا کر تشریح کے ساتھ اس طرح داخل کرنا کہ دونوں کا ایک مشدد حرف بن جائے اور زبان دونوں کو ایک ہی مرتبہ ادا کرے اصطلاح میں ادغام کہلاتا ہے۔ پہلا حرف یعنی جو داخل کیا جاتا ہے اس کو مدغم کہتے ہیں اور دوسرا حرف یعنی جس میں داخل کیا جاتا ہے مدغم فیہ کہلاتا ہے۔ ادغام کی دو قسمیں ہیں، کبیر، صغیر۔ ادغام کبیر وہ ہے جس میں مدغم پہلے سے متحرک ہوتا ہے اور ادغام کے وقت ساکن کر لیا جاتا ہے جیسے **تَدَّ** کہ اصل میں **تَدَدَتْهَا**۔ اور ادغام صغیر وہ ہے جس میں مدغم پہلے ہی ساکن ہوتا ہے۔ پھر ادغام کبیر کو یا صغیر ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں تام یا ناقص۔ اس بیان میں ادغام صغیر کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔ چونکہ ہر قسم کا ادغام تلفظ کی آسانی کے لئے ہوتا ہے اور اس کا سبب قرب و اتحاد مخرج ہے یعنی بلحاظ محل اس کا سبب تماثل یا

لوگ جیم، ذال، زاء، س، ش، صاد، ضاد اور ظا میں کر دیتے ہیں جیسے قَدْ جَمَعُوا، وَقَدْ ذَرَأْنَا، وَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ، قَدْ سَأَلَهَا، قَدْ شَخَفَهَا، وَقَدْ صَدَقْتُمْ، قَدْ ضَلُّوا، وَقَدْ ظَلَمُوا۔ اور اذ کی ذال کا ادغام سوائے ذال اور ظا کے کسی اور حرف میں نہیں آتا، جیسے اِذْ ذَهَبَ، اِذْ ظَلَمُوا۔ مگر بعض لوگ تا، جیم، دال، زاء، سین اور صاد میں ادغام کر دیتے ہیں جیسے اِذْ تَبَرَّ الَّذِينَ، وَاِذْ جَعَلْنَا، اِذْ دَخَلُوا، وَاِذْ زَيْنَ، لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوهُ، وَاِذْ صَرَفْنَا، پس ایسی غلطیوں سے بچنا اور پرہیز لازمی ہے۔

(۳) ادغام متقاربین: اگر وہ دو حروف ایسے ہوں کہ مخارج و صفات دونوں میں قریب قریب ہوں اور پہلا حرف ساکن ہو تو اس ادغام کو ادغام متقاربین کہتے ہیں اس کی بھی دو قسمیں ہیں کامل، ناقص اور اس کے بھی مخصوص حروف ہیں یعنی نون ساکن اور تنوین کا ادغام حروف یرملوں میں ہے جس کا مستقل بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اسی طرح لام ساکن کا لام اور راء میں جیسے قُلْ لَكُمْ اور قُلْ رَبِّ اور لام تعریف کا حروف شمی میں جیسے هُوَ الرَّحْمٰن یہ سب ادغام تام ہے اور قاف کا ادغام کاف میں ناقص رکھنے میں قراء کا اختلاف ہے۔ کلمہ اَلَمْ تَخْلُقَكُمْ سورہ مرسلات میں آیا ہے بعض اس میں صفت استعلاء باقی رکھتے ہیں مگر جمہور و محققین قراء کے نزدیک صفت استعلاء کا نہ رکھنا مختار و اولیٰ ہے پس تام اولیٰ ہے اور ناقص بھی جائز ہے۔

(تنبیہ) جب دو حرف مثیلین غیر مدغم یعنی متحرک ہوں تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہئے جیسے وَاَسِعْ عَلَيْنَا، بِأَعْيُنِنَا، شَرِكِكُمْ، وَجْهَهُ، حَيْثُ نَقَفْتُمُوهُمْ، وَيَطْبَعُ عَلَيَّ وَغَيْرِهِ۔ اسی طرح جب دو حرف متقاربین میں ادغام نہ کیا جانا ہو جیسے قَدْ جَاءَكُمْ، قَدْ ضَلُّوا، اِذْ زَيْنَ وَغَيْرِهِ میں صاف اور جدا کر کے پڑھنا چاہئے لیکن سکتے بھی نہ ہو جائے۔ اسی طرح جب دو ضعیف حروف ایک جگہ جمع ہوں جیسے لَا وَآءَ حَلِيمٌ، جَبَاهُمُ باقوی حرف کے قریب ضعیف ہو جیسے اِهْدِ يَادُ مَنَّمْ حَرْفِ قَرِيبٍ آجَائِيں جیسے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ، يَعْصُ الظَّالِمُ مُضْطَرَّ يَادُ حَرْفِ مَشْدُ قَرِيبٍ قَرِيبٍ ہوں جیسے عَدُوٌّ لِلَّهِ، ذَرِيَّتَهُ، اُمِّمِ مِّنْ مَّعَكَ يَادُ حَرْفِ مَثَبَةِ الصَّوْتِ ایک جگہ جمع ہوں مثل اَهْوَذُ، تَطْلِعُ، يَدْرَأُ السَّمَوَاتِ، مُوسَى صَدِيقًا، فَسَبَّحَهُ عَزَّ وَجَلَّ وَانْتَقَامُ، وَغَيْرِهِ تو ان سب صورتوں میں ہر ایک کو ممتاز کر کے ادا کرنا چاہئے اور جو صفت اس حرف میں ہو اس کی پوری رعایت کرنی چاہئے۔

الف لام تعریف کا بیان | الف لام تعریف۔ اس کو لام تعریف بھی کہتے ہیں اور یہ وہ لام ساکن ہے کہ جس کے پہلے ہمزہ وصلیٰ زیادہ کر کے بعض اسماء کے اول میں بغرض خصوصیت لکھا کرتے ہیں اور اسی ہمزہ وصلیٰ کو الف کہہ کر لام کے ساتھ ملا کر الف لام تعریف کہہ دیتے ہیں۔ جب یہ ہمزہ دو کلموں کے درمیان آجاتا ہے تو گر جانا جیسے نَجْمِ الثَّاقِبِ مِّنَ الثَّاقِبِ کا ہمزہ گر گیا اور اس سے ابتدا کرنے میں قائم رہتا ہے جیسے وَالسَّمَوَاتِ الثَّعْلِيَّہِ پر وقت کیا اور الرَّحْمٰنِ سے ابتدا کی تو ہمزہ قائم رہا۔ لام تعریف کی دو حالتیں ہیں (۱) اظہار (۲) ادغام۔ اظہار کے چودہ

حروف ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے اَبْعَجَّكَ وَخِفَ عَقِيمَةً۔ ان حروف کو حروف قمری یا قمریہ کہتے ہیں کیونکہ لفظ قمر پر جب یہ الف لام داخل ہوتا ہے تو اس میں لام کا اظہار ہوتا ہے جیسے الْقَمَرُ۔ باقی چودہ حروف میں ادغام ہوتا ہے جن کا مجموعہ سَتَزِدُّ صِلًا نَظْرًا صَدِّقًا شَدِيدًا۔ ان حروف کو حروف شمسی یا شمسیہ کہتے ہیں اس لئے کہ جب لفظ شمس پر یہ الف لام داخل ہوتا ہے تو لام کا اس میں ادغام ہو جاتا ہے یعنی لام پڑھنے میں نہیں آتا بلکہ الف گوش پر تشدید دے کر اس سے ملائیں گے جیسے الشَّمْسُ۔ نیز جس طرح ستارے قمر کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں لام تعریف حروف قمری کے ساتھ تلفظ میں آجاتا ہے اور سورج کے ساتھ ستارے نمودار نہیں ہوتے۔ اسی طرح لام تعریف حروف شمسی کے ساتھ تلفظ میں نہیں آتا بلکہ چھپ جاتا ہے گویا لام تعریف ستاروں کے مشابہ ہے اس مناسبت کے باعث بھی ان حروف کا نام شمسی اور قمری ہو سکتا ہے۔

حروف قمری کی مثالیں :- الْاَن، الْبَخْلُ، بِالْجَمُودِ، الْحَسَنُ، الْخَائِبِينَ، الْعَلَى، الْعُرُودُ، الْفَائِزُونَ، الْقَانِتِينَ، الْكُوْتُرُ، الْيَوْمَ، الْمُحْصَنَاتُ، الْوَاقِعَةُ، الْهَدَى۔

حروف شمسی کی مثالیں :- التَّائِبُونَ، الثَّاقِبُ، الدَّاعِي، وَالذَّارِبَاتِ، الرَّحْمَنُ، الزَّانِي، السَّالِكِينَ، الشَّمْسُ، الصَّائِمُونَ، وَلَا الضَّالِّينَ، الطَّارِقُ، الظَّالِمِينَ، اللَّهُ، النُّجْمُ۔

احکام غنة غنة اس آواز کو کہتے ہیں جو ناک کے بانسہ میں جا کر ظاہر ہوتی ہے اس کے دو حرف ہیں میم و نون۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) صفت غنة (۲) حرف غنة۔

صفت غنة: یہ حرف نون و میم کی صفت ذاتی ہے جو ان دونوں کے ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہے اور یہ ان کے لئے لازمی طور سے ہے اس لئے اس کو غنة لازمة الوجود بھی کہتے ہیں۔ یہ نہایت قلیل اور لطیف ہوتی ہے جو میم و نون متحرک و ساکن کے ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہے جس کو تلفظ کے وقت وہی لوگ معلوم کر سکتے ہیں کہ جنھوں نے ماہرین فن تجوید سے خوب مشق کی اور سیکھا ہو۔ اگرچہ اور حرفوں میں بھی غنة ادا کرنا ممکن ہے لیکن ان میں غنة کرنے سے وہ غلط ہو جاتے ہیں اس لئے میم و نون کے سوا دوسرے حرفوں میں غنة ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

حرف غنة: جب میم و نون دونوں حرف ادغام ناقص یا اخفا کی حالت میں اپنے اصلی مخرج سے ہٹ کر مخرج خیشوم سے ادا ہوتے ہیں اس وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس آواز کو حرف غنة کہتے ہیں۔ غنة کی اس آواز کی مقدار ایک الف کے برابر ہوتی ہے اور الف کی مقدار دو حرکت کے برابر ہوتی ہے۔ ایک حرکت کا اندازہ ایک بند انگلی کا کھولنا یا کھلی انگلی کا بند کرنا ہے۔ صحیح اندازہ کا دار و مدار ماہر و مشاق استاد سے سننے پر ہے۔ یہ حرف غنة حرف فرعی کہلاتا ہے (حرف کی دو قسمیں ہیں اصلی، فرعی)۔ الف سے یا تک انیس حروف جن کا مخرج میں بیان ہوا اور جو اپنے اپنے مخرج محقق سے ادا ہوتے ہیں ان کو بالاجمل حروف اصلیہ کہتے ہیں اور جو حرف مخرج مقدر سے لاہوتے ہیں ان کو بروایت امام حفص حرف فرعی کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں ہمزہ مسہلمہ، الف حمال، الف مفتوح، لام مفتوح، حروف صدادیہ ششمہ ان کے مخرج بھی حروف اصلیہ

سے وہ ہمزہ جس میں الف یا یا یا واو کے مانند تشبیل ہو رہی ہو۔

ہی کے مخارج ہیں یہ حروف ان مخارج سے متفرع ہو کر متکلیف ہوتے ہیں۔ حروفِ اصلیہ میں سے الف کا مخرج باتفاق اور واؤ مدہ ویا مدہ کا مخرج باختلاف مقدر ہے یعنی واؤ مدہ ویا مدہ باختلاف حرفِ فرعی ہیں۔ مخارج کے بیان میں جو سترہ مخرج بیان ہوئے ہیں ان میں پندرہ مخرج محقق کہلاتے ہیں اور دو یعنی جوف و ہیشوم مخرج مقدر کہلاتے ہیں۔ مخرج مقدر سے ادا ہونے والے حروف حرفِ فرعی کہلاتے ہیں۔

حرفِ غنہ: اخفا اور ادغام ناقص کی حالت میں ادا ہوتا ہے جس کی چار صورتیں ہیں — (۱) جب میم مشدد ہو جیسے لَمَّا عَمَّ وَغَیْرَہ — (۲) جب نون مشدد ہو جیسے اِنَّ، جَنَّتِ وَغَیْرَہ — (۳) نون ساکن و تنوین کے آگے سوائے حروفِ حلقی اور لام، را کے جو حرف آئے گا غنہ ہوگا جیسے مِنْ وَ لَدَا، رَحْمَةٌ وَ اَسْعَدُ وَغَیْرَہ — (۴) میم ساکن کے بعد ب آئے تو اخفا کی حالت میں غنہ ہوگا۔ جیسے وَ قَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ وَغَیْرَہ۔ اسی طرح اگر میم ساکن کے بعد دوسری میم آجائے تو اس میں ادغام بالغنہ ہوگا یعنی میم مشدد بالغنہ ادا کرے، ان سب اقسام کے حرفِ غنہ کی تفصیل بمعہ امثلہ نون مشدد و ساکن و تنوین اور میم مشدد و ساکن کے بیان میں ملاحظہ کریں۔

تبدیہ: اگر میم یا نون کے بعد حرف مدہ آجائے تو اس کے بعد غنہ نہیں کرنا چاہئے۔ اکثر ناواقفیت کی بنا پر ایسا ہو جاتا ہے مثلاً لَمَّا كَلَّمَا، اَعْلَمُوا كَو اَعْلَمُوا، تَوَدَّيْ كَو تَوَدَّيْ وَغَیْرَہ ادا کرنا غلط ہے۔ اسی طرح بعض لوگ میم یا نون پر وقف کرتے وقت اخفا کرتے ہیں اور بعض لوگ میم و نون مشدد اور ساکن کے ماقبل کی حرکت کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ جس میں حرف مدہ پیدا ہو جاتا ہے جیسے عَمَّ كَو عَمَّ، ثُمَّ كَو ثُمَّ، اِمَّا كَو اِمَّا، اَمَّا كَو اَمَّا، قُلُوْهُمْ كَو قُلُوْهُمْ، عَلَيَّهِمْ كَو عَلَيَّهِمْ پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی تنوین کے ساتھ حرف مدہ کی زیادتی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کی زیادتیاں ہوتی ہیں جیسے وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ كَو حَا كَو اور تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ كَو صَاد ثَانِي كَو الف کی میلان کر کے پڑھتے ہیں ان سب صورتوں میں سخنِ حلی لازم آتا ہے لہذا ایسی غلطیوں سے پرہیز واجب ہے۔

ہائے ضمیر نہ کرنا غائب کو ہائے کنا یہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس ضمیر سے اسمِ غائب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اس کے قاعدے مندرجہ ذیل ہیں — (اول) اگر ہائے ضمیر کے پہلے

کسرہ یا یائے ساکنہ ہو تو ضمیر کی کسور ہوگی جیسے بِہ، اِلَیْہِ، عَلَیْہِ وَغَیْرَہ۔ مگر دو جگہ مضموم ہوگی۔ (۱) وَقَالَ نَسِيْبُهُ (الکہف ۹۴) (۲) عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (الف ۲۴) اور دو لفظوں میں تین جگہ ساکن ہوگی (۱) اَرْحٰہِ (الاعراف ۹۴) (۲) اَرْحٰہِ (الشعراء ۲۳) فَالْقَدْرَ النَّمْلِ (۲۴) — (دوم) جب ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ ہو اور نہ یائے ساکنہ تو مضموم ہوگی، مثلاً لَدَا، اَخَاہُ، مِنْہُ، عِنْدَہُ، رَاٰیْمُوْہُ وَغَیْرَہ، مگر ایک جگہ و لَیْتَقَدِّرُ (النور ۴) میں کسور پڑھی جائے گی — (سوم) جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور یا بعد دونوں متحرک ہوں ہائے ضمیر صلہ کے ساتھ پڑھی جائے گی اور صلہ ضمیر کی حرکت کو اشباع کے ساتھ یعنی کھینچ کر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے ایک حرف واؤ یا یائے تختانی کی زیادتی ہو جائے گی۔ اس کو بد صلہ یا بد مقروہ کہتے ہیں

عہ واؤ مدہ کو فرعی حرف میں سے کسی نے بھی نہیں لگنا۔ (غایاتِ رحمانی ۱۵۰) نیز تفصیل غایاتِ رحمانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

لہ حروفِ فرعی وہ ہیں جو اپنے مخارج سے دوسرے مخارج کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور اس انتقال سے ایک ایسا حرف وجود میں آتا جس کا مخرج دوسرے حروف کے درمیان ہوتا ہے (غایاتِ رحمانی ۱۵۰)

پس اگر ضمیر کا ماقبل مفتوح یا مضموم ہو تو ضمیر پر ضمہ ہوگی اور اس کے بعد واو ساکن زائد پڑھی جائے گی جیسے وَلَدٌ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ، مَا لَهُ وَمَا كَسَبَ۔ اور اگر ضمیر کا ماقبل بسور ہو تو ضمیر پر کسره ہوگی اور اس کے بعد یائے ساکنہ زائد پڑھی جائے گی مثلاً مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ۔ وَاشْتَرَوْا بِهَا ثَمَنًا قَلِيلًا۔ رصلہ کے لئے ضمیر کے اوپر الٹا پیش صلہ ضمہ کے لئے لکھا جاتا ہے جس کو ضمہ معکوس کہتے ہیں اور صلہ کسره کے لئے کھڑی زیر لکھی جاتی ہے جس کو کسره خنجری کہتے ہیں اور جہاں زیر میں اشباع یعنی کھینچنے کی ضرورت پڑے وہاں کھڑا الف لکھتے ہیں اس کو فتحہ دراز کہتے ہیں)۔ (چہارم) اگر صائے ضمیر کا ماقبل ساکن ہو اور ماقبل چاہے ساکن ہو یا متحرک تو اس صا پر صلہ نہیں ہوگا یعنی کھینچ کر نہیں پڑھیں گے۔ جیسے عَلِيٌّ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ، أَخَذَهُ اللَّهُ اور اگر ماقبل ساکن ہو یا متحرک تب بھی صلہ نہ ہوگا مثلاً وَاسْتَغْفِرُ لَهُ إِنَّهُ، اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ لَمْ يَكُ جَكَ فِيهِ هَهُنَا نَا میں اشباع رصلہ ہوگا یہ سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں ہے۔

(تنبیہ) (۱) تَفَقَّهُهُمَا تَقُولُ (ہود ع ۸)، تَشْتَرُكَ لَرَجْمَتِكَ (مریم ع ۳) تَشْتَرِي يَنْوُحُ (الشعراء ع ۶) تَشْتَرِي يَلُوطُ (الشعراء ع ۹)، لَمْ يَشْتَرِ لَنْسُقَعَارِ الْعَلَقِ۔ ان سب مقامات میں صلہ نہیں ہوگا اس لئے کہ ان میں صا ضمیر کی نہیں بلکہ ان کلموں کا جزو ہے۔ (۲) قرآن شریف میں سات کلموں میں صا حرکت ماقبل کے اظہار کے لئے ہوتی ہے یہ صا ضمیر نہیں ہے پس ہمیشہ وصل ووقف میں ساکن پڑھی جائے گی وہ سات جگہ یہ ہیں (۱) لَمْ يَشْتَرِ (۲) فَبِهَذَا هُمُ اقْتَدَاهُ (۳) كِتَابِيَّةٌ (۴) حِسَابِيَّةٌ (۵) مَالِيَّةٌ (۶) سُلْطَانِيَّةٌ (۷) وَمَا آذَرَ لِكَ مَا هَيْبَةٌ

مد کے لغوی معنی کھینچنا اور اصطلاح میں آواز کو کھینچنا اور قصر کے لغوی معنی جس اور منع کے ہیں اور مد و قصر کا بیان اصطلاح میں مد کے ترک کرنے کو قصر کہتے ہیں۔ حرف مدہ تین ہیں الف، واو، یا۔ جبکہ ان کے ماقبل کی حرکت موافق ہو۔ الف ہمیشہ مدہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے ماقبل ہمیشہ زیر ہی آتا ہے اور کوئی حرکت نہیں آتی۔ واو اور یا کے پہلے زیر بھی آتا ہے اس وقت یہ دونوں حرف لین کہلاتے ہیں اور جب واو سے ماقبل پیش اور یا سے ماقبل زیر آئے گا تو یہ دونوں حرف مدہ ہوں گے۔ صفت مدان تین ہی حرفوں میں آتی ہے۔

مد کی دو قسمیں ہیں (۱) اصلی یہ بلا سبب کے ہوتا ہے اس کی مقدار ایک الف کی برابر ہے یعنی فتحہ یا ضمہ یا کسره سے دوگنی اس سے کم کرنا شرعاً حرام ہے، کیونکہ یہ مقدار ایسی ضروری اور لازمی ہے کہ اگر اس کو ادا نہ کیا جائے تو حروف مدہ کی ذات باقی نہیں رہتی بلکہ ایک حرف کم رہ کر لفظ اہل اور بے معنی ہو جاتا ہے جو محن جلی اور حرام ہے مثلاً كَاهِنٌ كَوَاهِنٌ يَارَحْمٰنُ كَوْرَحْمٰنُ، يَابُوقِيْتُونَ كَوَلِيْقِيْتُونَ، يَاالَّذِينَ كَوَالَّذِينَ پڑھنا بے معنی اور حرام ہے۔ دراصل حروف مدہ میں دو حرکت یعنی ایک الف کی مقدار اس لئے ہے کہ ایک حرکت تو ماقبل کی ہے اور دوسری حرکت کی مقدار حرف مدہ کی ہے جیسے ق ق ق سے اشباع و تدکیر کے بعد قاقی قو ہو جائے گا۔ اس لئے اس مد کو اصلی کہتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی خارجی سبب یعنی ہمزہ یا سکون لاحق نہیں ہوا۔ پس معلوم ہو گیا کہ مد اصلی میں حرف مدہ کے بعد حرف ساکن یا ہمزہ نہیں پڑتا

اس کو بذاتی، بدطبعی اور قصر بھی کہتے ہیں۔ اس کی مقدار معلوم کرنے کا کوئی صحیح معیار نہیں بلکہ مشاق استاد سے سیکھ کر ہی صحیح مشق ہو سکتی ہے، تاہم استادوں نے اس کا تقریبی اور اندازاً معیار یہ بتایا ہے کہ جتنی دیر بندانگی کو کھولنے اور کھلی ہوئی کو بند کرنے میں لگتی ہے ویسی اس کی مقدار ہے اسی طرح جو بند اس سے زیادہ دراز کئے جاتے ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے ان کی مقدار بھی اسی انداز سے معلوم کی جاسکتی ہے یعنی دو الفی مد کے لئے دو انگلیاں یکے بعد دیگرے کھولنے یا بند کرنے کی مقدار اور تین الفی کے لئے تین اور چار الفی کے لئے چار انگلیاں یکے بعد دیگرے بند کرنا یا کھولنا۔ یہی اندازہ الف کی بجائے واو یا یا سے بھی ہو سکتا ہے لیکن غیر مانوس ہے۔

(۲) بدفرعی۔ بداصلی پر کسی سبب کی وجہ سے درازی میں زیادتی کرنے کو بدفرعی کہتے ہیں اس کو بدزائد بھی کہتے ہیں بدفرعی یا زائد کے دو سبب ہیں ہمزہ اور سکون: اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) لازم، اس میں مد کا سبب سکون ہے اور اس میں سکون لازمی ہے خواہ وقت کریں یا نہ کریں اور خواہ محض سکون ہو یا تشدید کی شکل میں واقع ہو۔ (۲) متصل، اس کو بدواً جب بھی کہتے ہیں۔ اس مد کا سبب ہمزہ ہے پس اس میں حرفِ مدہ کے بعد ہمزہ ہونا لازمی ہے۔ (۳) جائز۔ اس میں دونوں میں سے کوئی ایک سبب پایا جائے گا۔ پھر بدلازم کی چار قسمیں ہیں۔ لازم کلمی مشقل، لازم کلمی مخفف، لازم حرفی مشقل، لازم حرفی مخفف، پھر لازم کلمی مشقل کی دو قسمیں ہیں غیر وقفی، وقفی۔ بدجائز کی بھی چار قسمیں ہیں۔ بدمنفصل، بدصلہ، بدسکون عارضی، بدحرف لین۔ پھر بدحرف لین کی بھی دو قسمیں ہیں۔ بدلین وقفی غیر لازم، بدلین لازم غیر وقفی۔ ان سب کی تفصیل الگ الگ درج ذیل ہے۔

(۱) بدلازم اور اس کی اقسام | بدلازم کو بدمدغم بھی کہتے ہیں اس میں حروفِ مدہ کے بعد سکون لازمی یعنی دائمی ہے خواہ اس پر وقت کریں یا نہ کریں اور خواہ محض سکون ہو یا تشدید کی شکل میں ہو

اسی لئے اس کو بدلازم کہتے ہیں، اس کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) کلمی مشقل۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (الف) کلمی مشقل غیر وقفی۔ اگر حرفِ مدہ کے بعد حرفِ مشدہ ہو اور یہ دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں اور حرفِ مشدہ پر وقت نہ ہو تو اس کو بدلازم کلمی مشقل غیر وقفی کہتے ہیں جیسے وَلَا الضَّالِّينَ، تَأْمُرُونِي، الدَّكْرَيْنِ، اَلْحَاكِمِيْنَ وغيرہ۔ (ب) کلمی مشقل وقفی۔ اگر حرفِ مدہ کے بعد حرفِ مشدہ پر وقت ہو تو اس کو بدلازم کلمی مشقل وقفی کہتے ہیں جیسے صَوَاتٍ، مَضَارِبٍ، اِسْتِوَاكًا، وغيرہ۔ چونکہ ان دونوں قسموں میں حرفِ مدہ کے بعد حرفِ مدغم ہے اس لئے تقالوت دور کرنے اور آسانی کے لئے یہاں مذکور کیا جاتا ہے اسی لئے یہ بدلازم مشقل کہلاتا ہے اس کو بدمدغم، یا بدمدغمی یا بدواجب بھی کہتے ہیں اور اس میں قصر کسی قاری کے نزدیک جائز نہیں بلکہ کھن جلی ہے۔

(ف) اگر حرفِ مدہ پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور مشدہ یا ساکن دوسرے کلمہ کے اول میں ہو تو حرفِ مدہ سے پہلے حرفِ مدہ سے بعد والے حرفِ مشدہ یا ساکن میں اس طرح ملا کر پڑھیں گے کہ ان دونوں حرفوں کے درمیان

واضح ہے اور اگر واو و یاء کو معیار بنائے تو اس طرح کہتے ہیں ایک یاء مدہ کے دو یا مدہ کے تین یا مدہ کے چار پر مدہ ہے اسی طرح واو میں کہتے ہیں یہ اصطلاح مستعمل نہیں۔

لہذا واو و یاء کو معیار بنانا صحیح ہے لیکن الف چونکہ ہمیشہ مدہ ہی رہتا ہے اور واو و یاء مدہ بھی ہوتے ہیں اور لین بھی اور مشدہ بھی اس لئے الف کو معیار اور پیمانہ بنانا

حرفِ مدہ کا ہونا ثابت نہیں ہوگا یعنی حرفِ مدہ کو حذف کر کے پڑھیں گے جیسے فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ، وَاسْتَبَقَا الْبَابَ، وَقَالَ الْحَمْدُ، مِنْ تَحْتِهَا الْأَخْضَرُ وَغَيْرِهِ۔

(۲) بدلازم کلمی مخفف، اگر حرفِ مدہ کے بعد اسی کلمہ میں حرفِ ساکن ہو تو اس کو بدلازم کلمی مخفف کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں حرفِ مدہ کے بعد حرفِ مشدّد نہیں بلکہ سکون ہے جیسے اللَّثْنُ، یہ مدقرآن مجید میں دو جگہ اسی لفظ سے آتا ہے (یہ اصل میں ءَ اللَّثْنِ تھا اس کے اول کے دونوں ہمزہ کو بلا کر ایک الف سے بدل لیا گیا ہے اس لئے اس کو مدبدل یا مبدل یا منقلب کہتے ہیں اور اس الف کو ہمزہ مبدلہ بالف کہتے ہیں۔ اگر ہمزہ مبدلہ بالف کے بعد حرفِ ساکن کی بجائے حرفِ مشدّد آجائے تو وہ بدلازم کلمی مشقل یا مدغم یا واجب کہلائے گا جیسا اوپر اس کی مثالوں میں الذِّكْرَيْنِ بیان ہوا ہے، یہ اصل میں ءَ الذِّكْرَيْنِ تھا، اسی طرح اللّٰهُ ہے کہ اصل میں ءَ اللّٰهُ تھا۔ اس کو بدفرق بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ استفہام اور خبر میں فرق کرتا ہے۔ یہ مذکورہ تینوں لفظ قرآن مجید میں دو دو جگہ یعنی چھ جگہ آئے ہیں۔

(۳) بدلازم حرفی مشقل، اور وہ یہ ہے کہ حرفِ مدہ کے بعد حرفِ ہجائیں سے کوئی حرفِ مشدّد ہو، اور صرف حرفِ مقطعاتِ ثلاثی میں الف کے سوا ہوتا ہے۔ حروفِ مقطعات وہ ہیں جو بعض سورتوں کے شروع میں آتے ہیں اور وہ تمام قرآن مجید میں سات حرف یعنی سین، صاد، قاف، کاف، لام، میم، نون آتے ہیں۔ ان حرفوں پر چونکہ کیا جاتا ہے درحقیقت ان پر مد نہیں بلکہ ان کے ناموں میں جو حروفِ مد داخل ہیں ان پر ہے، چونکہ حروفِ مقطعات میں ان کے ناموں کا تلفظ کیا جاتا ہے نہ کہ ان کی آواز کا، اس لئے ان پر مد کرنا ضروری ہوا۔ مثلاً لفظ لام ہے اس میں دوسرا حرف الف مدہ ہے، اسی طرح لفظ میم کا دوسرا حرف یا مدہ ہے، اسی طرح ان ساتوں حرفوں میں سے ہر ایک کے ناموں میں تین تین حرف ہیں اور ہر ایک کے درمیان میں حرفِ مدہ ہے اسی لئے یہ مقطعاتِ ثلاثی کہلاتے ہیں۔ پس ان حروف کے ناموں کے درمیان میں جو حروفِ مدہ ہیں ان کے بعد حرفِ مشدّد آجانے کی وجہ سے یہ بدلازم حرفی مشقل کہلاتا ہے جیسے اللّٰم مشقل ہے کیونکہ لام کا م اگلے میم کے ساتھ مدغم و مشدّد ہو جاتا ہے لیکن حرفِ میم مخفف ہے کیونکہ اس میم کے بعد حرفِ مشدّد نہیں ہے اس لئے یہ حرفی مخفف کہلائے گا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اسی طرح ظسّم میں سین حرفِ مشقل ہے کیونکہ سین کے حرفِ مدہ ی کے بعد کس ساکن کا آگے والے میم میں ادغام ہو کر وہ میم مشدّد ہو جاتا ہے اور حرفِ میم مخفف ہے کیونکہ اس کے بعد تشدید نہیں ہے۔

(۴) بدلازم حرفی مخفف۔ جب حرفِ مدہ کے بعد حرفِ ہجائیں سکون ہو تو اس کو بدلازم حرفی مخفف کہتے ہیں جیسے ن، ص، ی، یس کیونکہ ان میں مقطعاتِ ثلاثی کے بعد کوئی تشدید والا حرف نہیں ہے بلکہ سکون ہے۔

(فأشدا) (د) جن حروف کے ناموں میں حرفِ مدہ نہیں آتا ان پر مد نہیں پڑھا جاتا بلکہ قصری پڑھا جائے گا مثلاً الف کہ اس کے بیچ کا حرف ل ہے جو حرفِ اصلی ہے حرفِ مدہ نہیں ہے اور جن حروف کے ناموں میں حرفِ مدہ ہے لیکن اس کے بعد حرفِ ساکن یا مشدّد نہیں ہوتا ان میں مد نہیں کیا جاتا بلکہ قصری پڑھا جائے گا اور یہ ایسے حروف

دو حرفی ناموں والے حروف ہیں جیسے حَا، رَا، طَا، صَا وغیرہ پس حَمْدُ جس جس جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اس کو یوں پڑھینگے حَامِیْمٌ یعنی حَا الگ تہم الگ اور حَا میں نہ نہیں کیا جائے گا اور میم میں نہ ہوگا۔ بعض آدمی اس طرح پڑھتے ہیں حَامِیْمٌ یعنی حَا کو میم کے ساتھ تشدید دیکر بلا تے ہیں یہ غلط ہے۔ اسی طرح ظَسْمٌ میں طَا کو الگ پڑھیں سین کے ساتھ تشدید دے کر بلا نا غلط ہے اور سین کے ن کا ادغام کر کے میم کے م پر تشدید دیکر یوں پڑھیں طَا سِیْنٌ مِیْمٌ (یعنی تہم مولف) — (۲) جو حروف مقطعات اخیر میں ہیں ان پر بد اس وقت ہوتا ہے جب ان پر وقت کریں اور وصل کریں یعنی مابعد سے ملا کر پڑھیں تو پھر بد کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں اور یہ قرآن کریم میں ایک جگہ یعنی سورۃ آل عمران کے مقطعات اَللّٰهُ اَنْتَہِیْنِ قِرَاتِیْ سَبْعَہُ کے نزدیک ہے پس اگر یہاں اَللّٰہُ پر وقت کریں تو لام اور میم دونوں پر نہ کریں گے مگر وصلی کی حالت میں لام کا نہ تو بد سنو پڑھا جائے گا لیکن میم میں نہ اور قصر دونوں جائز ہیں لیکن توسط جائز نہیں۔ بد کا جواز بوجہ سبب اصلی سکون کے ہے کیونکہ اصل میں میم ساکن ہے اور حرکت عارضی ہے جو وصل کی وجہ سے لاحق ہوئی ہے اور قصر اس لئے جائز ہے کہ وصل کی وجہ سے میم متحرک ہو گیا ہے اگرچہ یہ حرکت عارضی ہے اور توسط اس لئے جائز نہیں کہ میم میں نہ لازم ہے — (لیکن یہ قاعدہ جو بیان ہوا ہے اس وقت ہے جبکہ سکون لازم کے بعد پھر کوئی ساکن حرف آئے ہو پہلا ساکن حرف متحرک ہو جائے اور حرف مد کے بعد سکون لازم والے حرف کے بعد والے حرف پر حرکت ہونے کی حالت میں وصل میں بھی مد کرنا ضروری ہے) — بعض لوگ ناواقفیت کی وجہ سے وصل کی حالت میں اَللّٰہُ کو اس طرح پڑھتے ہیں اَلِفٌ لَامِیْمٌ اَللّٰہُ یعنی دوسرے میم کو مشدّد کر کے پڑھتے ہیں یہ غلط ہے اس طرح ایک حرف زائد ہو جاتا ہے جس سے لحن علی لازم آتا ہے بلکہ یوں پڑھنا چاہئے اَلِفٌ لَامِیْمٌ اَللّٰہُ۔ یعنی دوسرے م کو بغیر تشدید کے صرف فتح دے کر لفظ اللہ کے لام میں ملا کر پڑھے اور لفظ اللہ کا ہمزہ وصل کی وجہ سے گر جائے گا — (۳) مقطعات میں ہیں حرف لیں کے بعد اگر سکون لازمی ہو جیسے سورۃ مریم میں کھيَعَصْ کا عین اور شوریٰ میں جمعسق کا عین کہ اس سے حرفی کے بیچ کا حرف سی مدہ نہیں ہے بلکہ لیں ہے تو اس کو مد لیں لازم یا لازمی لیں کہتے ہیں اور اس میں طول توسط قصر تینوں جائز ہیں لیکن طول اولیٰ ہے پھر توسط پھر قصر۔ اس بد کا بیان الگ مستقل عنوان سے بھی آتا ہے — (۴) مد لازم کی مذکورہ بالا چاروں قسموں میں طول ہے جس کی مقدار تین الف یا پانچ الف ہے اور اس میں قصر کسی قاری کے نزدیک جائز نہیں بلکہ قصر پڑھنا اس میں لحن جلی ہے۔

(۲) مد متصل اس کو نہ واجب بھی کہتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حرف مد کے بعد ہمزہ ایک ہی کلمہ میں آئے پس ہمزہ اس مد کی شرط ہے اور اس کا اسی کلمہ میں ہونا ضروری ہے خواہ وقت کی صورت میں ہو جیسے اَمِّنَ السَّفَرَاءَ، قُرُوْا، اور خواہ بغیر وقت کے ہو جیسے اِذَا جَاءَ، يٰرَاؤُنَّ۔ ان دونوں صورتوں میں اس کی مقدار مع تداعلی چار الف کی برابر ہے اور اس میں بھی مد لازم کی طرح قصر یعنی ایک الف کا نہ کرنا کسی قاری کے نزدیک

ص درست نہیں بلکہ لحن جلی ہے۔ اس مد کی علامت رسم الخط میں اس طرح لکھی جاتی ہے (س)۔

(۳) درجائز اور اس کی اقسام | (۱) مد منفصل، اگر حرف مدہ پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو ایسے مد کو مد منفصل کہتے ہیں جیسے **فِي أَنْفُسِكُمْ**، **قَالُوا آمَنَّا**، **قَرُّوْا أَيْدِيَكُمْ**، **فِي أَفْوَاهِهِمْ**، **مَا أَنْزَلَ** وغیرہ، اس کی مقدار بھی مع اصلی مد کے چار الف ہے تین الف بھی جائز ہے۔ یہ مقدار تو وسط کی ہے متصل و منفصل میں نہ طول ہے نہ قصر یہ مد منفصل اس وقت ہوگا جبکہ ان دونوں کلموں میں وصل کیا جائے یہ اس کی شرط ہے اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کریں تو یہ مد قطعاً ساقط ہو جائے گا جیسے **خَلِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ**۔ میں فیہا پر وقف کیا تو اس کا مد ساقط ہو جائیگا۔ اسی طرح **لَيَطَّغِيهِنَّ** **أَنَّ رَأَاهُنَّ** میں لبطغی پر وقف کی حالت میں اس کا مد ساقط ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اس کو مد جائز بھی کہتے ہیں۔ اگر لفظ **أَنَا** ضمیر واحد متکلم کے الف کے بعد مد کا کوئی سبب موجود ہو تو وہاں مد نہیں ہوگا کیونکہ **أَنَا** کا الف مدہ نہیں ہے بلکہ وہ رسم الخط کا الف ہے مثلاً **أَنَا أَنْبِئُكُمْ**، **إِنَّا أَنْزَلْنَا** **الْقُرْآنَ بِالْحَقِّ**، **أَنَا** **أَدْعُوكُمْ** وغیرہ۔ مد منفصل کی علامت رسم الخط میں اس طرح لکھی جاتی ہے (ر)۔ مد منفصل کی پہچان قرآن مجید میں یہ ہے کہ حرف مدہ کے بعد ہمزہ ہر جگہ الف کی صورت میں لکھا جائے گا سوائے **هَوَآءَ** کے۔

(۲) مد وصلہ یا مد متروک، جس کلمہ کے آخر میں ہا ضمیر ہو جس کے اوپر الٹا پیش یا اس کے نیچے کھڑی زیر ہو اور دوسرے کلمہ کے اول میں ہمزہ قطعی ہو تو وہاں مد کیا جاتا ہے کیونکہ الٹا پیش واؤ کی بجائے ہے اور کھڑی زیر یار کا قائم مقام ہے اور ان دونوں کو وصلہ کہتے ہیں اس لئے اس مد کو مد وصلہ کہتے ہیں اور مد متروک بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی مد منفصل ہی ہے جیسے **قَالَ أَخْلِدْكَ**، **رَبِّهِ أَحَدًا** پس اگر وصلہ کے بعد ہمزہ قطعی ہے تو اس کو وصلہ طویلہ کہیں گے جیسا کہ اوپر کی مثالوں میں بیان ہوا، اس کی مقدار دو الف ہے اور ایک الف بھی جائز ہے۔ اور اگر وصلہ کے بعد ہمزہ قطعی نہ ہو تو اس کو وصلہ قصیرہ کہیں گے جیسے مقام **رَبِّهِ وَنَفْسِ النَّفْسِ**۔ وصلہ قصیرہ کی مقدار دو حرکت (ایک الف) کی برابر ہے۔ مگر وصلہ کی شرط یہ ہے کہ ہا ضمیر کا اقبل و یا بعد متحرک ہو، مگر فیہ **فُھَا** **نَا** اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ ہا ضمیر کے بیان میں مع دیگر قواعد کے مفصل بیان ہو چکا ہے۔

(۳) مد سکون عارضی یا وقفی۔ اگر حرف مدہ کے بعد کوئی ایسا حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو بلکہ عارضی ہو یعنی وقف کرنے سے ساکن ہو تو اس کو مد سکون عارضی یا عارضی سکون یا مد عارض اور مد جائز وقفی یا مد وقفی بھی کہتے ہیں مثلاً **رَبِّ الْعَالَمِينَ** **هُنَّ سَتَّعِينَ** **هُنَّ رَجِيمَةٌ** **تُكذِّبَانِ** وغیرہ، اس کی مقدار تین الف مع مد اصلی ہے اس میں مد کی علامت لکھی نہیں جاتی۔ اس مد کا کرنا یا نہ کرنا دونوں درست و جائز ہیں لیکن کرنا بہتر ہے پس اس میں طول یعنی بقدر تین الف مع مد اصلی کرنا افضل ہے اور پھر تو وسط یعنی دو الف کی برابر اور پھر قصر یعنی ایک الف کی برابر کرنے کا درجہ ہے لیکن جو طریقہ اختیار کریں ختم تلاوت تک اسی کے موافق کرتے جائیں ایسا نہ کریں کہ کہیں طول ہو اور کہیں تو وسط

یا قصر کہ یہ بد نما ہے، جہاں خود حرف مدہ پر وقف ہو تو وہاں یہ تد نہیں ہوتا۔ جیسے غُفُورًا شُكُورًا بعض لوگ ان پر وقف کر کے مد کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔

(۳) تدلین۔ تد عارض جس طرح حرف مدہ پر جائز ہے اسی طرح حرف لین پر بھی جائز ہے حرف لین واو ساکن یا قبل مفتوح اور یا ساکن یا قبل مفتوح کو کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ (الف) تدلین وقفی غیر لازم: یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حرف لین کے بعد ایسا ساکن ہو جو وقف کرنے سے ساکن ہو اور یعنی ساکن عارضی ہو جیسے وَالصَّيْفِ، خَوْفًا، اس کو تد عارض لین یا لین عارض بھی کہتے ہیں، اس میں بھی طول بقدر تین الف اور توسط بقدر دو الف اور قصر بقدر ایک الف کرنا جائز ہے لیکن اس میں قصر افضل ہے پھر توسط پھر طول کا درجہ ہے۔ (ب) تدلین لازم غیر وقفی: یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حرف لین کے بعد سکون لازمی ہو جیسے سورہ مریم اور سورہ شوریٰ کے حروف مقطعات کہ ہیعص اور حم عسق میں حرف لین ہے کیونکہ عین سے حرفی کے بیچ کا حرف مدہ نہیں بلکہ لین ہے اس میں بھی طول بقدر تین الف اور توسط بقدر دو الف اور قصر بقدر ایک الف کرنا جائز ہے لیکن اس میں افضل طول ہے اور پھر توسط پھر قصر کا درجہ ہے۔

قائدہ (۱) جب دو یا ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلی مشدد ہو اور دوسری ساکن تو یہاں بھی مد کیا جاتا ہے جس کو تد تمکین کہتے ہیں جیسے جِيْتُمْ، النَّبِيِّنَ، ان دونوں کو اچھی طرح ادا کرنا چاہئے۔ (۲) بعض قاریوں کے نزدیک اسم جلالہ لفظ اللہ، رَحْمٰن اور قَهَّار، وغیرہ میں تعظیم و جلالت کے لئے تھوڑا سا کھینچا جاتا ہے اور وہ اس کو تد مبالغہ یا تد تعظیم یا تد جلالہ کہتے ہیں مگر جمہور قرار کے نزدیک یہ نختار و صحیح نہیں ہے۔

(۱) تد لازم میں صرف طول ہے جس کی مقدار چار یا پانچ الف مع مد اصلی ہے

مد کی مقدار اور وجہوں کا بیان

اور اس میں قصر کسی قاری کے نزدیک جائز نہیں بلکہ کحن جلی ہے اس کی چاروں قسموں میں طول برابر ہوگا یہ جمہور کا مذہب ہے اگرچہ بعض کے نزدیک مشغل میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مخففت میں زیادہ مد ہے۔ (۲) مد متصل اور منفصل میں بروایت حفص توسط ہے جس کی مقدار دو یا اڑھائی یا چار الف مد اصلی کے علاوہ ہے۔ ان دونوں کی الگ الگ پہچان نہ ہو تو مضائقہ نہیں کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں ان دونوں مدوں میں طول و قصر نہیں ہے۔ مد متصل میں جب ہمزہ بوجہ وقف ساکن ہو تو طول بھی جائز ہے جس کی مقدار تین یا پانچ الف ہے مگر اس میں قصر کسی قاری کے نزدیک کسی وقت جائز نہیں بلکہ کحن جلی ہے تاکہ مد متصل میں مد کا ترک لازم نہ آئے لیکن مد متصل میں طول و قصر دونوں جائز ہیں اور تد متصل میں تد والے کلمہ پر وقف کیا جائے تو صرف قصر ہوگا۔ بعض کے نزدیک قوت و ضعف میں فرق کرنے کے لئے تد متصل کی مقدار مد متصل سے مذکورہ اقوال کے مطابق کم کر سکتے ہیں۔ (۳) جب مد متصل و تد متصل جمع ہوں اور منفصل پہلے ہو متصل اس کے بعد ہو مثلاً اَللّٰهُمَّ اَللّٰهُمَّ تو جائز ہے کہ منفصل میں قصر کرے یا دو الف پڑھے اور متصل میں دو الف، اڑھائی الف، چار الف پڑھے اور جب منفصل میں اڑھائی الف مد کیا جائے

سہ البتہ نماز کی تکبیروں میں اللہ کو کھینچ کر ادا کرنا جائز ہے۔

تو متصل میں اڑھائی الف، چار الف مد جائز ہے اور دو الف غیر جائز ہے اس لئے کہ متصل منفصل سے اقویٰ ہے اور ضعیف کو قوی پر ترجیح دینا غیر جائز ہے اسی طرح جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متصل میں چار الف مد جائز ہوگا اور اڑھائی دو الف اس صورت میں غیر جائز ہوگا۔ اور جب ان دونوں مدوں کے جمع ہونے کی صورت میں مد متصل مد منفصل پر مقدم ہو مثلاً جَاوَدًا أَبَاهُمْ تو اگر متصل میں چار الف مد کیا ہے تو منفصل میں چار الف، اڑھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے اور اگر متصل میں اڑھائی الف مد کیا ہے تو منفصل میں اڑھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے اور چار الف غیر جائز ہے ایسے اگر متصل میں دو الف مد کیا ہے تو منفصل میں صرف دو الف اور قصر جائز ہے، اڑھائی اور چار الف مد کرنا اس میں غیر جائز ہوگا۔ اور جب متصل و منفصل کی مد جمع ہوں مثلاً يَا سَمَاءُ هُوَ لِأَيِّ تَوَاهِنِي تَوَاعِدٍ قِيَّاسِ كَرَكِ صَحِيحٌ وَغَيْرِ صَحِيحٍ وَجِهِي نَكَالِيں (یعنی منفصل کو جو کہ ضعیف ہے متصل سے جو کہ قوی ہے کم درجہ میں یا اس کے برابر رکھ سکتے ہیں، اس سے زیادہ کرنا غیر جائز ہوگا۔ نولف)

فائدہ: غیر جائز و غیر صحیح و جہوں سے مراد غلط و ممنوع نہیں بلکہ غیر اولیٰ ہے یعنی باہر قاری کے واسطے معیوب ہے۔
 (۴) مد عارض، مدین عارض و مدین لازم غیر وقفی، ان تینوں میں تینوں و جہیں طول، توسط، قصر جائز ہیں۔
 فرق اتنا ہے کہ مد عارض اور مدین لازم غیر وقفی میں طول اولیٰ و افضل ہے اس کے بعد توسط پھر قصر کا مرتبہ ہے بخلاف مدین عارض کے کہ اس میں قصر اولیٰ و افضل ہے پھر توسط پھر طول کا مرتبہ ہے۔ ان تینوں مدوں میں طول کی مقدار تین الف اور ایک قول میں پانچ الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف اور ایک قول میں تین الف ہے اور قصر کی مقدار دونوں قولوں میں ایک ہی الف ہے۔ جب مد عارض یا مدین عارض کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی (برابری) اور توافق کا خیال رکھنا چاہئے یعنی اگر مد عارض یا مدین میں ایک جگہ طول کیا ہے تو سب جگہ طول کیا جائے اور اگر ایک جگہ توسط کیا ہے تو سب جگہ توسط کرنا چاہئے اور اگر قصر کیا ہے تو سب جگہ قصر کرنا چاہئے اور اسی طرح مقدار طول و توسط میں بھی توافق ہونا چاہئے یعنی اگر ایک میں تین الف کی مقدار اختیار کر کے دوسری جگہ بھی وہی اختیار کی تو وجہ جائز ہے اور اگر ایک میں تین کی مقدار اختیار کر کے دوسرے میں پانچ یا ایک میں اڑھائی اختیار کر کے دوسرے میں چار یا دو الف کی مقدار اختیار کی تو یہ سب و جہیں ناجائز ہیں پس تمام قسم کے مدوں میں اس بات کا خیال رکھے تمام تلاوت کے اندر ایک ہی قول کی پابندی کرے اقوال کو بدل نہ کرتا رہے کہ یہ معیوب ہے۔ نیز جاننا چاہئے کہ مدین عارض، مد عارض سے ضعیف ہے اس لئے مدین عارض کی مقدار مد عارض سے نہ بڑھے۔ (مدوں کی و جہوں کی مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں)۔

ہمزہ کا بیان

(۱) ہمزہ وصل کی ابتدا اور وصل کا بیان | ہمزہ کی دو قسمیں ہیں اصلی، وصلی، ہمزہ اصلی کو ہمزہ قطعی اور ہمزہ وصلی کو

ہمزہ عارضی بھی کہتے ہیں۔ ہمزہ اصلی کبھی کلمہ سے جدا نہیں ہوتی خواہ اس ہمزہ اصلی سے ابتدا کرے یا اس کو پہلے لفظ کے ساتھ وصل کرے لیکن ہمزہ وصلی وصل کی حالت میں گر جاتی ہے اور وہاں سے ابتدا کرنے میں قائم رہتی ہے مثلاً الَّذِي اَوْثَمِنَ وَصَل کی حالت میں اور الَّذِي اَوْثَمِنَ، الَّذِي اَوْثَمِنَ کے ہمزہ وصل سے ابتدا کی حالت میں پڑھا جائے گا۔ اسی طرح وصل کی حالت میں فِي السَّمَوَاتِ اُتُوْنِي اور فِي السَّمَوَاتِ اُتُوْنِي پڑھا جائے گا اور ہمزہ وصل سے ابتدا کی حالت میں فِي السَّمَوَاتِ اُتُوْنِي اور فِي السَّمَوَاتِ اُتُوْنِي پڑھا جائے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمزہ وصل کے ماقبل جب کوئی حرف پڑھا یا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کر کے اس سے پہلے والے حرف کو اس کے آگے والے حرف سے وصل کیا جائے گا اور اس کا قائم رکھنا درست نہیں لیکن اگر اس سے پہلے حرف پر وقف کر کے ہمزہ وصل سے شروع کیا جائے گا تو اب ہمزہ وصل ثابت قائم رہے گا۔ اب یہی بات کہ ہمزہ وصل سے شروع کرنے کی صورت میں اس ہمزہ وصل پر کوئی حرکت پڑھی جائے گی تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ ہمزہ وصل لام تعریف کے ساتھ کا ہے تو مفتوح ہوگا جیسے الرَّحْمٰنُ، الرَّحِيْمُ، الشَّمْسُ، الْجِبَالُ وغیرہ اور اگر تنوین کے بعد لام تعریفی کا ہمزہ ہو تب بھی بحالت ابتدا اس ہمزہ کا فتح پڑھا جائے گا جیسے فَخُوْرَاهُ الَّذِي وَغِيْرہ اور وصل کی صورت میں ن قطنی کے ذریعہ سے ملائیں گے جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے یعنی یوں پڑھیں گے فَخُوْرَاهُ الَّذِي اور اگر اسی اسم کا ہمزہ ہے تو ہمزہ وصل سے شروع کرتے وقت وہ مکسور ہو جائے گا جیسے اِثْنَيْنِ، اِثْرَاةٌ اور اگر ہمزہ وصل نہ لام تعریف کا ہے اور نہ اسی اسم کا ہے بلکہ فعل کا ہے تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اس ہمزہ وصل سے تیسرے حرف (یعنی عین کلمہ) پر کیا حرکت ہے اگر فتح یا کسر ہے تو ہمزہ وصل سے ابتدا کی حالت میں ہمزہ وصل کو کسر پڑھی جائے گی جیسے رَبَّنَا افْتَحْ رَبَّنَا افْتَحْ رَبَّنَا افْتَحْ اور رَبِّ اغْفِرْ لِي رَبِّ اغْفِرْ۔ اور اگر اس تیسرے حرف کو ضمہ ہو تو ہمزہ وصل کو بھی ضمہ پڑھیں گے جیسے وَلٰكِن اَنْظُرْ كُوْذٰلِكَ اَنْظُرْ پڑھیں گے۔ جانتا چاہئے کہ اِمْتُوْا، اِتَّقُوْا، اِسْتُوْا وغیرہ میں تیسرے حرف کا ضمہ عارضی ہے اس لئے ان میں ہمزہ وصل مضموم نہیں ہوگا بلکہ مکسور ہوگا یہ مسائل عربی کے صرفی قواعد میں تفصیل سے آتے ہیں جو شخص حالات ہمزہ وصل سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہو وہ ایسے مقامات پر وقت یا وصل دونوں کر سکتا ہے لیکن جو شخص اس کے قواعد پر پوری طرح حاوی نہ ہو تو چونکہ اس کو ہمزہ وصل کی حرکت کے بارے میں تردد ہوگا کہ کیا حرکت پڑھوں اس لئے ایسے لوگوں کو اس غلطی سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ ان اوقاف کی پابندی کرے جو قرآن مجید میں بتے ہوئے موجود ہیں یعنی شبوالی جگہ وقف نہ کرے بلکہ وصل کرے۔

(فائدہ) (۱) اگر ہمزہ عین کے ساتھ یاء کے ساتھ یا حرف بدہ ع یاء کے ساتھ جمع ہوں یاء ع دونوں یا یاء ع تینوں ایک ساتھ آئیں یاء ع نہ کرے یا تینوں یا مشدہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہئے۔
 مثالیں: اَعُوْذُ، عَلٰی اَعْقَابِكُمْ، اَحْسَنَ الْقَصَصِ، فَاَعْلَيْنِ، عَلٰی عَقْبَيْهِ، يَدْعُوْنَ، مَبْعُوْتُوْنَ، لَا يَبْتَاعُ عَلَيْكُمْ، سَاجِدٍ، سَبْحًا، يَبْسُوْا، عَهْدًا، عَاهِدًا، فَمَنْ رُحِرْ عَنِ النَّارِ سَبْحًا، جِبَا هُمْ

دَعَا، يُدْعُونَ، وَمَا قَدَّرَ اللَّهُ حَقِّ قَدْرِهِ وَغَيْرِهِ — (۲) ہمزه متحرک یا ساکن جہاں کہیں بھی ہو اس کو صاف طور سے پڑھنا چاہئے ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزه الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے یا صاف طور سے نہیں نکلتا جیسے تَأْكُلُونَ الثَّرَاتِ، يُؤْمِنُونَ، سَأَلَ سَائِلٌ وَغَيْرِهِ۔ خصوصاً جبکہ دو ہمزه ایک جگہ جمع ہوں وہاں بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے کہ دونوں ہمزه خوب صاف ادا ہوں جیسے ءَأَنْذَرْتَهُمْ ءَإِذَا ءَأَنْزَلَ وَغَيْرِهِ — (۳) جب حرف ساکن کے بعد ہمزه آئے تو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ساکن کا سکون پورا ادا ہو اور ہمزه بھی خوب صاف ادا ہو، ایسا نہ ہو کہ ہمزه حذف ہو جائے اور اس کی حرکت سے اس سے باقبل کا حرف جو ساکن ہے متحرک ہو جائے جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے بلکہ وہ ساکن کبھی مشد بھی ہو جاتا ہے جیسے هَلْ أَتَاكَ، قَدْ أَفْلَحَ، مَنْ أَنْفَقَ، مِنْ أَثْنَى، إِنَّ الْإِنْسَانَ سَاءَ أَفْلَحَ، مَنْ أَنْفَقَ، مِنْ أَثْنَى، إِنَّ الْإِنْسَانَ، ہو جاتا ہے جو بالکل غلط ہے پس خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی حرف ضائع نہ ہو جائے ورنہ سخن جلی ہو جائے گا۔ (اسی وجہ سے امام حفصؒ کے بعض طرق میں ساکن پر سکتہ کیا جاتا ہے تاکہ ہمزه صاف ادا ہو خواہ وہ ساکن اور ہمزه ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں۔

(۲) ہمزه کی تسہیل و تحقیق و تبدیل کا بیان

تسہیل لغت میں سہل اور آسان کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں جہاں دو ہمزه ایک جگہ جمع ہوں تو دوسری ہمزه کو اس کی حرکت کے مناسب حرفِ مدہ اور ہمزه کے درمیان ادا کرنے کو تسہیل کہتے ہیں جیسے ءَأَعْجَبِي، ءَأَلَلْتُ وَغَيْرِهِ۔ تحقیق، تسہیل کی ضد ہے تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کو کھول دینا اور اصطلاح میں ہمزه کو اس کے مخرج سے صفات کے ساتھ پوری سختی سے اچھی طرح ادا کرنا تحقیق کہلاتا ہے۔ تبدیل کے معنی بدل کرنا اور اصطلاح میں جہاں دو ہمزه ایک جگہ جمع ہوں وہاں ہمزه ثانیہ کو الف سے بدلنے کا نام ابدال یا تبدیل ہے جیسے اَلثَّنَّ میں ہمزه ثانیہ کو الف سے بدل رکھا ہے کہ اصل میں ءَأَلثَّنَّ تھا ان تینوں کے احکام مندرجہ ذیل ہیں: — (۱) تحقیق یعنی جب دو ہمزه متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی ہوں یعنی ان میں کوئی وصلی نہ ہو تو تحقیق سے یعنی مخرج سے اس کی صفات کے ساتھ پوری سختی سے صاف طور پر پڑھنا چاہئے جیسے ءَأَمِنْتُمْ، ءَأَنْتُمْ، كَلَّمَا جَاءَ أُمَّتٌ وَغَيْرِهِ سوائے ءَأَعْجَبِي کے جس کا حکم آگے آتا ہے — (۲) تسہیل اس کے دو حکم ہیں واجب، جائز۔ امام حفصؒ کی روایت کے مطابق امام عاصمؒ کے نزدیک تمام قرآن مجید میں ہمزه کی تسہیل کا واجب ہونا صرف ایک جگہ ہے یعنی ءَأَعْجَبِي (حم السجدہ ع ۵) میں۔ یہاں دوسرے ہمزه کی تحقیق نہ پڑھیں۔ اس کے علاوہ تین لفظوں میں جو قرآن مجید میں دو دو جگہ یعنی کل چھ جگہ آئے ہیں تسہیل جائز ہے لیکن ابدال اولیٰ ہے (۱) اَلذَّكَرَيْنِ (الانعام ع ۱۷ میں دو جگہ) یہ اصل میں ءَأَلذَّكَرَيْنِ تھا۔ (۲) اَللَّهُ (سورہ یونس ع ۵۵ والتمل ع ۴۷) یہ اصل میں ءَأَللَّهُ تھا۔ (۳) اَلثَّنَّ (یونس ع ۵) یہ اصل میں ءَأَلثَّنَّ تھا۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر پہلا ہمزه استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزه وصلی مفتوح ہو تو دوسرے ہمزه میں تسہیل اور ابدال دونوں جائز ہیں لیکن ابدال اولیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تینوں کلموں میں قرآن مجید میں

ہمزہ ثانیہ کو الف سے بدل کر لکھا ہوا ہے پس اگر تسہیل کے ساتھ پڑھیں تو دونوں ہمزہ الگ الگ پڑھیں اور دوسرے ہمزہ میں تسہیل یعنی مدہ اور ہمزہ کے درمیان ادا کریں۔ اگرچہ تسہیل کی ضد تحقیق ہے مگر ان تین کلموں میں تسہیل کی ضد ابدال ہے اس لئے ان میں تحقیق جائز نہیں۔ (۳) جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا مثلاً اَفْتَرَى عَلَى اللّٰهِ الْكِبٰبَ، اَصْطَفَى الْبَنَاتِ، اَسْتَكْبَرَتْ، اور فتح کی حالت میں جو دوسرا ہمزہ حذف نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں انشاء کا خبر کے ساتھ التباس ہو جائے گا۔ (یہ قاعدہ قواعد عربیہ سے تعلق رکھتا ہے تاکہ لفظ کی حقیقت سمجھ کر معنی سمجھ سکے۔ چونکہ قرآن کریم میں تلفظ کے مطابق لکھا ہوا ہے اس لئے اس میں پڑھنے والے کو یہ..... اسی طرح جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو تو ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق بدلنا واجب ہے مثلاً اِمْتُوا، اِيْمَانًا، اُوْتِمِنَ، اِيْتِ وغیرہ (یہ بھی قواعد عربیہ سے متعلق ہے ورنہ رسم الخط میں تلفظ کے مطابق ہی لکھا جاتا ہے۔ مؤلف)۔

حركات کا بیان (۱) حرکت کی تعریف اہل ادائے الفاظ کے نزدیک یہ ہے کہ جو آواز کسی حرف پر ارادۂ زیادہ کی جاتی ہے اس کو حرکت کہتے ہیں۔ حرکت کی دو قسمیں ہیں اصلی، فرعی۔ حرکات اصلیہ تین ہیں فتح، کسرہ، ضمہ، حرکات فرعیہ دو ہیں فتح عمالا، کسرہ مشتمہ، مگر کسرہ مشتمہ امام حفصؒ کی روایت میں کہیں نہیں آیا۔ ادا کے لحاظ سے حرکت اصلیہ کی تین قسمیں ہیں: اکمال، روم، اختلاس۔ پوری حرکت ادا کرنے کا نام اکمال ہے ایک تہائی حرکت ادا کرنے کا نام روم اور دو تہائی حرکت ادا کرنے کا نام اختلاس ہے۔ اختلاس بھی حفصؒ کی روایت میں کہیں جائز نہیں۔

(۲) حرکات اصلیہ یعنی فتح، کسرہ، ضمہ کو حرکات ثلاثہ بھی کہتے ہیں۔ فتح منہ کے کھولنے اور آواز کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے اور کسرہ منہ کے جھکانے اور آواز کے ساتھ اور ضمہ دونوں ہونٹوں کے ملانے اور آواز کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔ اگر فتح میں کچھ جھکاؤ (انخفاض) ہو تو فتح کسرہ کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر کچھ ملانا (انضمام) ہو گیا تو فتح ضمہ کے مشابہ ہو جائیگا، ایسا ہی اگر کسرہ میں انضمام پایا گیا تو ضمہ کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر ضمہ میں انضمام کامل نہ ہو تو ضمہ مشابہ کسرہ ہو جائیگا جبکہ کسی قدر انخفاض ہو گیا ہو اور اگر کسی قدر انفتاح (کھلاؤ) ہو گیا تو فتح کے مشابہ ہو جائے گا۔

(۳) حرکات مفردہ دو طرح پڑھی جاتی ہیں۔ معروف، مجہول۔ معروف حرکات کو حرکات نامہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ پوری طرح ظاہر کر کے پڑھی جاتی ہیں اور ان کی آواز لطیف اور سبک ہوتی ہے اور مجہول کو حرکات ناقصہ کہتے ہیں، معروف کے برخلاف پوری طرح ظاہر کر کے نہیں پڑھی جاتی اور آواز موٹی اور بھٹی ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں حرکات کو معروف ادا کرنا چاہئے یعنی الف کا نصف فتح اور عاؤ معروف کا نصف ضمہ اور یائے معروف کا نصف کسرہ، بعض لوگ ضمہ کو واؤ مجہول کا نصف اور کسرہ کو یاؤ مجہول کا نصف پڑھتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ عربی میں واؤ مجہول اور یائے مجہول نہیں آتی بلکہ یہ دونوں معروف آتی ہیں۔ امام حفصؒ کی روایت میں صرف ایک جگہ انا لہ کی وجہ سے یائے مجہول پڑھی جاتی ہے

۴۰ قاعدہ جانے کی ضرورت نہیں۔ مؤلف

اس سے آگے والے حرف کے ساتھ ملا کر پڑھا جاتا ہے اور وقت کی حالت میں بالاجماع پڑھا جائے گا یعنی اس حرف مدہ الف یا و یا یا پر وقت کیا جائے گا اور پھر اس سے آگے والے ہمزہ وصل سے شروع کیا جائے گا۔

(۲) اگر پہلا حرف ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اس کو حرکت کسرہ دیجائے گی مثلاً اِنْ اَرْتَبْتُمْ، وَاَنْذِرِ النَّاسَ، مَا لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ، بِشَيْءٍ اِلَّا سَمُّ الْفُسُوْقِ (یہ بِشْ اِلَّا سَمُّ الْفُسُوْقِ سورہ حجرات میں آیا ہے) اس میں بِشْ کے بعد لام ساکن سے ماقبل اور مابعد جو دو ہمزہ وصلی ہیں وصل کے وقت ان کو حذف کیا جائے گا اور ان کے حذف کے بعد اس کے بعد س دو ساکنوں کا اجتماع ہو جاتا ہے جو علی غیر مدہ ہے اس لئے لام کو کسرہ دیکر س کے ساتھ ملائیں گے اور ل سے پہلے س کو زبر پڑھیں گے جیسا کہ اس کے اوپر زبر پہلے سے ہے۔ یہ مثال صورت نقل کی بھی ہے اس میں نقل حقیقہ اس لئے نہیں ہے کہ ہمزہ وصلی ہے۔ اگر اس جملہ میں اِلَّا سَمُّ سے ابتدا کی جائے تو لَّا سَمُّ الْفُسُوْقِ اور اِلَّا سَمُّ الْفُسُوْقِ دونوں جائز ہیں۔

(۳) اگر پہلا حرف ساکن جمع کی ضمیر کا میم ہو تو ضمہ دیا جائے گا مثلاً عَلَيْكُمْ الصِّيَامُ، عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ۔

(۴) مَنْ جو حرف جر ہے اس کے بعد جب کوئی حرف ساکن آئیگا تو مَنْ کا نون مفتوح پڑھا جائے گا جیسے مَنْ اللّٰہِ ایسے ہی اَللّٰہِ کا میم وصل کی حالت میں مفتوح پڑھا جائیگا۔

(۵) جس کلمہ کے آخر میں تنوین ہو اور اس کے بعد کوئی حرف ساکن ہو تو چونکہ تنوین نون ساکن کا حکم رکھتی ہے تو وصل کی حالت میں یہ اجتماع ساکنین علی غیر مدہ ہے اس لئے کسرہ دیا جائے گا لہذا ایسی جگہ چھوٹا ن لکھ دیتے ہیں جس کو نون قطنی کہتے ہیں جیسا کہ نون ساکن و تنوین کے بیان میں گذر چکا ہے مثلاً بِنْتِ بْنِ الْكُوَيْلِبِ وغیرہ۔

فائدہ: اثبات کسی حرف کے بڑھانے کو اور حذف گھٹانے کو کہتے ہیں۔

صفات عارضہ اور ان کے متعلقات کا بیان ختم ہوا اب ان کو ایک نقشہ کی شکل میں درج کیا جاتا ہے۔

نقشہ صفاتِ عارضہ

۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
س	ل	م	ن	ی	و	ا	ع
تفخیم وصل	ترقیق وصل	غنة وصل	غنة وصل	مدایہ	مدایہ	مدایہ	ترقیق
ترقیق عارضی	تفخیم عارضی	اظہار شفوی	اظہار حلقی	لینیہ	لینیہ	تفخیم	تحقیق
...	...	ادغام مع الغنة	ادغام مع الغنة	غیر مدہ	تفخیم	ترقیق	تسہیل
...	...	اخفاء شفوی	ادغام بلا غنة	غیر لیں	ترقیق	انالہ کبریٰ صغریٰ	ابدال
...	اقلاب	اثبات	غیر لیں	اثبات	اثبات
...	اخفاء حقیقی	حذف	اثبات	حذف	حذف

باب: وقف اور وصل کے احکام

دوسرا علم جس کا قاری کو جانتا ضروری ہے علم اوقاف ہے یعنی اس بات کا جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہئے اور کس طرح نہ کرنا چاہئے اور کہاں معنی کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے اور کہاں لازم و غیر لازم ہے اور وصل کس طرح کرنا چاہئے وغیرہ اب ان کا مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

وقف کے لغوی معنی ٹھہرنا اور رکنہ ہے اور قاریوں کی اصطلاح میں کلمہ مقطوعہ (یعنی جو دوسرے کلمہ سے بلا ہوا نہ ہو، جس کو غیر موصولہ بھی کہتے ہیں) کے آخر حروف پر کیفیت وقف یعنی اسکان یا روم یا اشمام کے ساتھ اتنی دیر ٹھہرنا کہ سانس قرار پکڑ لے اور اگر وہ آخری حرف متحرک ہے تو اس کو ساکن کرنا۔ اور آواز اور سانس دونوں کو توڑنا وقف کہلاتا ہے پس اگر ان تینوں باتوں یعنی (۱) کلمہ کے آخر حروف پر وقف کرنا۔ (۲) آخر حروف متحرک کا ساکن کرنا۔ (۳) آواز اور سانس دونوں کا توڑنا) میں سے ایک بھی ادا نہ ہوئی تو وقف ثابت نہیں ہوگا اور اس کو وقف سمجھنا سخت غلطی ہے۔ (حفاظ کرام عموماً اس بے قاعدگی سے پڑھتے ہیں کہ وقف کے متحرک حرف کو ساکن تو کرتے ہیں مگر آواز اور سانس کو نہیں توڑتے اور پڑھتے چلے جاتے ہیں جو نہ وقف میں شمار ہے نہ وصل میں اس سے بچنا لازمی ہے۔)

اقسام وقف | وقف کی چار قسمیں ہیں (۱) وقف تام، یعنی ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کا ماقبل سے نہ لفظی تعلق ہو اور نہ معنوی جیسے **هَذَا الْمَقْلُوحُونَ**۔ (۲) وقف کافی۔ یعنی ایسے کلمہ پر وقف کرنا

جس کا ماقبل اور مابعد سے معنوی تعلق ہو اور لفظی تعلق نہ ہو جیسے **لَا يُؤْمِنُونَ** پر وقف کرنا جو شروع سورہ بقرہ میں ہے کہ اس کے مابعد یعنی ختم اللہ سے تعلق معنوی تو ہے کیونکہ دونوں کفار کے متعلق ہیں اور تعلق لفظی نہیں ہے۔ (۳) وقف حسن یعنی ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کو مابعد سے لفظی تعلق ہو اور کلام مفید ہو مثلاً **الْحَمْدُ لِلَّهِ** پر کہ اس پر وقف تو حسن ہے مگر مابعد سے ابتدا حسن نہیں کیونکہ **رَبِّ الْعَالَمِينَ** صفت ہے اور صفت موصوف سے جدا نہیں ہوتی اس لئے اگر شہد سے اعادہ کر کے پڑھے لیکن اگر آیت کے سر پر ہو تو پھر مابعد سے ابتدا بھی جائز ہے۔ (۴) وقف قبیح یعنی ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کو مابعد سے تعلق لفظی و معنوی دونوں ہوں اور کلام غیر مفید ہو جیسے **بِسْمِ اللّٰهِ** کے **بِسْمِ** پر یا **الْحَمْدُ لِلّٰهِ** کے الحمد پر جو ایسے کلمہ پر اصطراراً وقف کرنا تو جائز ہے لیکن پھر ماقبل سے اعادہ ضروری ہے اور بلا اصطرار وقف کرنا ناجائز ہے۔

کیفیات وقف | کیفیت کے لحاظ سے وقف کی تین قسمیں ہیں — (۱) اسکان یا سکون محض۔ اس کے معنی ٹھہرنے اور آرام کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں وقف والے حرف کی حرکت کو اس طرح سلب کرنا اور پورا ساکن پڑھنا کہ حرکت کی بواقی نہ رہے یہ وقف بالاسکان یا وقف بالسکون کہلاتا ہے، وقف والے حرف کی حرکت خواہ زہر ہو یا زہر یا پیش اور تینوں حرکتوں میں سے کسی کی تنوین ہو، یہ وقف سب صورتوں میں جائز ہے اور یہی اصل وقف ہے۔

ہیں جیسے یَعْلَمُونَ سے یَعْلَمُونَ ہ سوؤ سے سوؤ ہ، اگر لمبی تارت ہے تو وہ تا بھی پڑھی جائے گی جیسے مَعْدُودَاتٍ سے مَعْدُودَاتُ

(تنبیہ) اس قاعدے کے مطابق موقوف علیہ سے پہلا حرف جو ساکن ہے اس کو متحرک پڑھنا سخت غلطی اور کھن جلی ہے اس سے پرہیز کریں۔ مثلاً قَبْلُ کو قَبْلٌ، وَاسْتَعْفِرْ لَكَ کو وَاسْتَعْفِرْ لَكَ، بَرَقَ کو بَرَقٌ، شَهْرٌ کو شَهْرٌ وغیرہ پڑھنا سخت غلطی ہے۔

(۳) ہمزہ پر اگر فتح کی تنوین آئے تو وہ تنوین بحالت وقف الف سے بدل جائے گی اور ہمزہ الف سے بلا کر پڑھی جائے گی جیسے نِدَاءٌ سے نِدَاءٌ، جُفَاءً سے جُفَاءً، مَاءٌ سے مَاءٌ وغیرہ۔ ان سب میں وقف کے وقت ء یا ہ کا اضافہ نہ ہونے پائے مثلاً نِدَاءٌ یا بَصِيرَةٌ نہ پڑھے۔ (۴) فتح کی تنوین ہمیشہ الف کے ساتھ لکھی جاتی ہے اور کبھی سی کی شکل میں بھی ہوتی ہے۔ ان پر حیب وقف کیا جائے گا تو تنوین گر جائے گی اور الف جو رسم الخط میں ہے پڑھا جائے گا مثلاً ظَهْرًا سے ظَهْرًا، بَصِيرًا سے بَصِيرًا، هُدًى سے هُدًى وغیرہ لیکن یاد رہے کہ جب حرف مد پر وقف کیا جائے تو ایک الف سے زیادہ نہ لکھی جائے جیسے مَا لَا، فَنَسِي، إِلَّا هُوَ وغیرہ۔ اسی طرح جب تنوین کی جگہ الف پڑھا جائے تب بھی مد نہ کیا جائے یہ غلطی ہے اور یہاں مد کا کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ (۵) جب الف، واو یا ہ ساکنہ پر یا کسی اور حرف ساکن پر وقف کیا جائے تو اس کی حالت بدستور رہے گی جیسے مَا عَلَّمْتَنَاهُ، أَلَّا تَعْلُواهُ، يَسِّرْ لِي أَمْرِي هُمَلًا، حَسَابِيَّةً، عَطَّلْتُ الْبَنَةَ ان میں وقف ظاہر کرنے کے لئے آواز اور سانس دونوں قطع کرنے پڑیں گے ورنہ اہل ادا کے نزدیک وقف ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ سب وقفوں میں سانس اور آواز کا قطع کرنا ضروری ہے ورنہ وقف ثابت نہ ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

اگر ایسی جگہ وقف کرنا ہے جہاں کوئی آیت یا معتبر اوقاف کسی کلمہ کو دوسرے کلمہ سے وصل کرنے کے قاعدے میں سے کوئی وقف ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتدا کرے اس کو فصل کرنا

کہتے ہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ آیت کے درمیان میں مجبوری وقف کرنا پڑ جائے جیسے سانس ٹوٹ جائے یا چھینک یا کھانسی آنے کو ہے تو ایسے وقف کو وقف اضطراری کہتے ہیں اس کلمہ کے آخر حرف کو ساکن کر کے ٹھہر جائے اور دم لے کر پھر جس کلمہ پر وقف کیا ہے اس سے ایک دو کلمہ پہلے سے شروع کرے اور پھر علامت وقف یا آیت پر جا کر ٹھہرے مثلاً اَلَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کی تا پر سانس ٹوٹنے کو ہے، اس تا کو ساکن کر کے سانس ٹوڑ دے اور دوسرے سانس میں اَلَّذِينَ آمَنُوا سے لوٹا کر پڑھنا شروع کرے اور پھر وقف پر جا کر سانس لے تاکہ کلام کا سلسلہ مسلسل جاری رہے، اس بلا کر پڑھنے کو وصل و اعادہ کہتے ہیں پس اگر ایک دو کلمہ پہلے سے لوٹا کر وصل نہ کیا جائے بلکہ آگے سے پڑھنا شروع کر دیا جائے تو کلام کا سلسلہ ٹوٹ کر بے ترتیب ہو جاتا ہے اس وجہ سے اس کو وقف قبیح کہتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آیتوں کے وصل یعنی ایک کلمہ کو

دوسرے کلمہ سے ملانے کی چار شکلیں ہیں۔ (۱) حرکت کا وصل حرکت کے ساتھ یعنی پہلے کلمہ کا آخر حرف اور دوسرے کلمہ کا شروع حرف دونوں متحرک ہوں تو وصل میں دونوں حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہئے۔ مثلاً اَنَا اَعْطَيْتُكَ الْكُوْثُرَ کی ترقی کی حالت میں ساکن ہوتی ہے لیکن جب اگلی آیت سے وصل کر کے پڑھے تو یہ ترقی متحرک پڑھی جائے گی اس طرح اَنَا اَعْطَيْتُكَ الْكُوْثُرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاصْبِرْ — (۲) سکون کا وصل سکون کے ساتھ یعنی پہلے کلمہ کے آخر کا حرف اور دوسرے کلمہ کے اول کا حرف دونوں ساکن ہوں تو اگر اس صورت میں پہلا حرف ساکن رہے تو حرفِ مدہ گر جائے گا جیسے وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَىٰ الرَّسْمٰنُ سے وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى الرَّسْمٰنُ، تَعْدُوْا اَعْدٰوِا سے تَعْدُوْا اَعْدٰوِا اور اگر پہلا ساکن میں کا نون یا اللہ کا میم ہے تو ان دونوں کے وصل میں نون اور میم کو فتح دیکر پڑھیں گے جیسے مِنْ اَللّٰهِ اور اگر پہلا ساکن میم جمع ہو تو میم کو ضمہ دیکر پڑھیں گے جیسے بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ يَجْمَعُ اور اگر میم جمع کے سوا کوئی اور حرف ساکن ہو تو کسرہ دیں گے چاہے پہلا ساکن تنوین ہو جیسے ذٰلِكَمُفْسِقٌ اَلْيَوْمَ سے ذٰلِكَمُفْسِقٌ اَلْيَوْمَ، قُلْ هُوَ اَللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ سے قُلْ هُوَ اَللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور قُرَيْبٌ اَلَّذِيْ مِنْ قُرْبِ اَلَّذِيْ چونکہ تنوین ساکن کا حکم رکھتی ہے اس لئے ایسی جگہ چھوٹا ن لکھ دیتے ہیں جسکو نون قطعی کہتے ہیں (یہ سب قاعدے اجتماع ساکنین کے بیان میں بھی آچکے ہیں) — (۳) حرکت کا وصل سکون کے ساتھ یعنی پہلے کلمہ کے آخر حرف کو حرکت ہو اور دوسرے کلمہ کے اول کو سکون ہو تو پہلے کلمہ کے آخر حرف کی حرکت کو دوسرے کلمہ کے اول حرف کے سکون سے وصل کریں گے جیسے تَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ سے تَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ اس صورت میں چونکہ وصل کے وقت ہمزہ وصل ہمیشہ گر جاتی ہے اس لئے اس کے بعد کے حرف ساکن سے وصل کیا جائے گا —

(۴) سکون کا وصل حرکت کے ساتھ یعنی پہلے کلمہ کے آخر کا حرف ساکن ہو اور دوسرے کلمہ کے اول کا حرف متحرک ہو تو پہلے کلمہ کے آخر حرف کا سکون اور دوسرے کلمہ کے اول حرف کی حرکت دونوں کو خوب ظاہر کر کے پڑھے جیسے وَاِذَا الْمَوْءِدَةُ سَأَلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ۔ پس انہی چار شکلوں سے پڑھنے کو قراء وصل بہ نیت وصل کہتے ہیں۔ قراء کے نزدیک وقف اور وصل کے متعلق دو اصطلاحیں اور مستعمل ہیں۔ (۱) وصل بہ نیت وقف یعنی وقف کی نیت سے آواز کو توڑنا اور سانس کو نہ توڑنا بلکہ قدرے رک کر آگے بڑھ جانا اس قسم کا وصل سات کلمات میں آیا ہے۔ لَمَّا يَتَسَمَّعُ (سورہ بقرہ رکوع ۲۱) فَيَهْدُوهُمْ اِقْتِدَارًا (الانعام ۱۰۷)، كِتَابِيَّةٌ (دو جگہ)، حِسَابِيَّةٌ (دو جگہ)، مَالِيَّةٌ (ایک جگہ) سُلْطَانِيَّةٌ (ایک جگہ) (یہ سب سورہ الحاقہ اول میں ہیں) وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَّةٌ (القارعہ میں ایک جگہ)۔ (ان تمام کلموں میں جو

ہے یہ ہائے ضمیر نہیں ہے بلکہ ہا، سکتے ہیں جو اقبل کی حرکت ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہے خواہ وقف کریں یا وصل یہ ہمیشہ ساکن ہی رہتی ہے جو قرآن شریف میں تقریباً نو جگہ مذکورہ بالا سات کلموں میں آئی ہے)۔ (۲) وقف بہ نیت وصل یعنی قاری وصل کی نیت سے حرف متحرک پر سکون کے ساتھ آواز قطع کر کے بغیر سانس توڑے آگے بڑھے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝ یہ امر خصوصاً قرأتِ حدیث میں مستعمل ہے یہ دونوں قسمیں بھی ایک قسم کا سکتے ہی ہے۔

سکتے کے معنی ہیں سانس توڑے بغیر آواز کو توڑ دینا یعنی قدرے رک کر آگے بڑھتے ہوئے چلے جانا
فائدہ: سکتے کا بیان اس کا زمانہ وقف سے کم ہوتا ہے یعنی سامع کو آواز کے رکنے کا احساس تو ہو جائے لیکن وقف کا

گمان نہ ہو۔ امام حفصؒ کی روایت میں بطریقِ شاطبیہ تمام قرآن مجید میں چار مقام پر سکتے واجب ہے دو بجائے وقف کے ہیں، اول سورہ کہف میں عَوْجًا سکتے قِيمًا میں عَوْجًا کے الف پر جو وقف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے تنوین کی بجائے مبدل ہوا ہے دوسرا سورہ یٰس میں مِنْ مَّرْقَدٍ نامہ نامہ امام حفصؒ کے نزدیک ان کلمات پر وقف بھی جائز ہے لیکن وقف کی حالت میں سکتے نہیں ہوگا کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور وقف کی صورت میں عوجا کی تنوین میں امام حفصؒ کے نزدیک اخفا ہوگا اور دو جگہ کلمات کے درمیان میں سکتے ہے اول سورہ قیمہ میں مِنْ رَاقٍ کے ت پر اور دوسرا سورہ تطفیف میں بَلْ سَكْرَانِ کے لام پر سکتے ہے اگرچہ ان دونوں جگہ امام حفصؒ کے نزدیک ترک سکتے بھی جائز ہے اور ترک کی صورت میں ان دونوں جگہ میں ان کے نزدیک ادغام ہوگا لیکن سکتے کرنا ہی اولیٰ ہے۔ باقی قرار نے ان دونوں مقام پر سکتے کی بجائے ادغام ہی اختیار کیا ہے کیونکہ اصل قاعدہ کا اقتضا ادغام ہی ہے۔ سکتے کرتے وقت احتیاط رکھنی چاہئے کہ سانس رکتے وقت جھٹکانہ لگے ورنہ ہمزہ پیدا ہو جائے گی جو حنِ جلی ہے۔ قرآن مجید میں چار سکتے اور میں جو روایت سے ثابت نہیں بلکہ علمائے اوقاف نے مقرر کئے ہیں قرآن سے ان کا جواز مروی نہیں ہے اس لئے اگر بلا اعتقاد روایت ان پر سکتے کر لیا جائے تو جائز ہے لیکن اس اعتقاد کے ساتھ جائز نہیں۔ اور وہ یہ ہیں: ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا سَكْتًا۔ اَوْلَمْ يَتَفَكَّرُوْا سَكْتًا۔ یہ دونوں سورہ اعراف میں ہیں۔ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سَكْتًا۔ سورہ یوسف میں يُصَدِّرُ الرِّعَاءَ سَكْتًا۔ سورہ قصص میں۔ اسی طرح رؤس آیات پر بھی بعض سکتے جائز رکھتے ہیں۔

(تنبیہ) سورہ فاتحہ میں ایک بھی سکتے نہیں ہے۔ غوام میں جو یہ مشہور ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات جگہ سکتے ہے اگر نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جاتا ہے مثلاً اِيَّاكَ سَكْتًا نَسْتَعِيْنُ وَغَيْرِهِ بِالْكَوْنِ غَلَطٌ اَوْ رُبَّ اَصْلِ هِيَ اس کی بابت ملا علی قاری نے مقدمہ شرح جزری میں ان سکتوں کی تردید کی ہے پس جملہ کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

وقف اور وصل کے یہ قاعدے اہل علم کے لئے ہیں جو معنی سمجھ سکتے ہیں جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہئے کہ انہی موقعوں پر وقف کرے جہاں قرآن پاک میں نشان بنا ہوا ہے بلا ضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے اور اگر مجبوری سے ٹھہرنا پڑ جائے تو جس کلمہ پر ٹھہر گیا اس سے یا اس سے کچھ پہلے سے لوٹا کر اور یا بعد سے بلا کر پڑھے اور یہ سمجھنا کہ اسی کلمہ سے پڑھوں یا اور پہلے سے بلا کر پڑھوں بغیر معنی سمجھنے کے مشکل ہے اس لئے کسی عالم سے پوچھ کر مشق رکھے لیکن ایسی مجبوری کے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے اور جس حرف پر سانس توڑے اگر وہ متحرک ہو تو اس کو ساکن کر کے حرکت کے ساتھ وقف کرنا غلط ہے۔ اب وقف کی علامتوں کا جو قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہیں اور ان کے احکام کا بیان ہوتا ہے۔

علامات وقف اور ان احکام

آیات پر وقف کرنا زیادہ احب احسن و مستحب ہے اور اس کے لئے قرآن عظیم میں گول حلقہ (۵) کا نشان بنا ہوا ہے (یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بصورت ۵ لکھی جاتی ہے اور یہ وقف نام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہئے اب ۵ کی بجائے چھوٹا سا حلقہ بنا دیتے ہیں اس کو آیت کہتے ہیں) اسی کے موافق قرآن مجید کی آیتوں کا شمار ہوتا ہے جو مشہور قول کی بنا پر اور بروایت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) ہیں۔ گول آیت کے علاوہ بھی علمائے آسانی کے لئے رموز مقرر کر کے قرآن مجید پر لکھ دیئے ہیں۔ آیت حلقہ کے بعد ان میں سب سے اول مرتبہ وقف النبی کا ہے جس کے لئے حاشیہ قرآن مجید پر وقف النبی لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے بعد وقف لازم جس کی علامت (م) لکھی ہوتی ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے ورنہ مطلب بدل جانے کا احتمال ہے۔ یہ قرآن میں بیاسی جگہ ہے اور ایک قول میں پچاسی جگہ ہے اس کے بعد وقف مطلق ہے جس کی علامت (ط) ہے اس پر بھی ٹھہرنا چاہئے یہ تین ہزار پانچ سو دس جگہ ہے۔ اس کے بعد وقف جائز ہے جس کی علامت (ج) ہے اس پر ٹھہرنا یا نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں لیکن وقف (ٹھہرنا) بہتر ہے، یہ ایک ہزار پانچ سو اٹھتر جگہ ہے اس کے بعد وقف مجوز ہے اس کی علامت (ن) ہے اس میں بھی وقف کرنا یا نہ کرنا جائز ہے لیکن نہ کرنا بہتر ہے یہ ایک سو اکانوے جگہ آیا ہے اس کے بعد وقف مخصص ہے جس کی علامت (ص) ہے سانس تنگ ہو جانے کے وقت ضرورتاً وقف کر سکتے ہیں لیکن وصل (ملانا) بہتر ہے اور نہ کی نسبت ص پر بلا کر پڑھنا زیادہ ترجیح رکھتا ہے یہ تراسی جگہ ہے اس کے بعد وقف قبیح ہے جس کی علامت (لا) ہے یہاں وقف نہ کرنا چاہئے اور اگر سانس ٹوٹ جائے تو جلدی اعادہ کرے یہ اعادہ واجب ہے خواہ نماز میں ہو یا باہر، یہ ایک ہزار ایک سو پچیس جگہ آیا ہے۔ یہ علامت کہیں آیت یعنی گول حلقہ پر ہوتی ہے (۵) تو اس جگہ سانس کی تنگی کی وجہ سے وقف جائز ہے اور اعادہ جائز نہیں اور بلا ضرورت ایسی جگہ وقف نہ کرے بلکہ وصل کرے۔ اور کہیں یہ لا کی علامت عبارت کے اندر ہوتی تو وہاں ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے وقف کی نفی سے مراد عبارت کے اندر کی نفی ہے۔ اگر آیت کے حلقہ کے اوپر لا کی بجائے کوئی اور علامت ہو مثلاً م، ط، ج، وغیرہ تو اسی علامت کا حکم ہوگا جو حلقہ پر لکھی ہوئی ہے، م، ط، ج قوی ہیں نہ، ص ضعیف اور لا اصعف ہے۔ اس کے علاوہ متاخرین کی مقرر کردہ رموز یہ ہیں ق، قلا، صل، صلے، لک، ف، ہ، وغیرہ — (۱) ق، اس پر بعض قاریوں کے نزدیک وقف ہے بعض کے نزدیک نہیں بلکہ وصل اولیٰ ہے پس وصل کرنا چاہئے (یہ قبل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے) — (۲) قلا (قبل کا) اس پر بعضوں نے کہا کہ وقف نہیں ہے — (۳) صل (الوصل اولیٰ) ضرورت کے وقت وقف جائز ہے ورنہ وصل کرنا بہتر ہے — (۴) صلے (قد یوصل) یہاں پر کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے لیکن وقف نہ کرنا اور وصل اولیٰ ہے — (۵) لک (کذا لک) یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں ہے۔ یہ باقبل کے وقف کے مطابق ہوتا ہے جیسے سورہ بقرہ میں وَهَفُّ عَنَّا وَهَفُّ عَنَّا وَهَفُّ عَنَّا (یعنی ان دونوں جگہ بھی وَهَفُّ عَنَّا کی طرح وقف ہے) — (۶) فف اس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ یہ علامت وہاں استعمال ہوتی ہے جہاں بلا کر پڑھنے کا احتمال ہوتا ہو پس یہاں وقف اولیٰ ہے۔

(۷) - یہ مختلف فیہ کی علامت ہے۔ (۸) - یہ معانقہ کی علامت ہے جیسے **لَا رَيْبَ فِيهَا** اور حاشیہ پر مع یا معانقہ لکھ دیتے ہیں اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ خواہ پہلی جگہ وقف کرے اور دوسری جگہ وصل یا پہلی جگہ وصل کرے اور دوسری جگہ وقف تاکہ معنی سمجھنے میں وقت نہ ہو، اگرچہ دونوں جگہ وصل بھی جائز ہے، یہ قرآن مجید میں چونیس جگہ آیا ہے سولہ جگہ متقدمین کے نزدیک اور اٹھارہ جگہ متاخرین کے نزدیک (کسی جگہ پر دو دو علامتیں اوپر نیچے لکھی ہوتی ہیں تو وہاں دونوں پر عمل کرنا درست ہے لیکن اکثر کے نزدیک اوپر والی علامت کو نیچے والی پر ترجیح ہے)۔ (۹) وقف منزل اس کو وقف جبرئیل بھی کہتے ہیں ایسی جگہ وقف کرنا مستحسن ہے۔ (۱۰) وقف غفران، اس جگہ وقف کرنے سے امید بخشش ہے لیکن احادیث میں اس کی کوئی سند نہیں ہے، ان دونوں وقفوں کا نام حاشیہ پر لکھا ہوتا ہے۔ (۱۱) یا سکتہ۔ سکتہ کی علامت ہے یہاں سکتہ ٹھہرنا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹے پائے۔ وقفہ لمبے سکتہ کی علامت ہے یہاں سکتہ کی بہ نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ ٹوٹے۔ سکتہ اور وقف میں صرف یہی فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقف میں زیادہ۔

اگرچہ قرآن مجید میں کوئی وقف واجب نہیں ہے کہ جس کے نہ کرنے سے گناہ ہو اور کسی جگہ حرام بھی نہیں کہ اس جگہ ٹھہرنے سے گناہ ہو بلکہ قواعد عرفیہ کے خلاف ہے اس لئے پابندی ضروری ہے البتہ بعض ایسی جگہ ہیں کہ اگر وہاں وقف کیا جائے یا بعض جگہ اگر وصل کیا جائے تو معنی میں خرابی اور فساد لازم آتا ہے ایسی جگہ جان بوجھ کر وقف کرنا یا وصل کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ قاری کی مثال مسافر کی سی ہے اور اوقاف کی مثال منزلوں کی سی ہے تو جب ہر منزل پر مسافر کو بلا ضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے تو ایسا ہی قاری کو ہر جگہ وقف کرنا عبت فعل ہے جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیریں اور ایک دو کلمہ ادا ہو جائیں گے البتہ لازم اور مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے لفظی تعلق نہ ہو اس پر وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے اسی طرح وقف اولیٰ کو بلا ضرورت چھوڑ کر غیر اولیٰ پر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے یعنی آیت حلقہ کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا یا م کی جگہ وصل کر کے ط وغیرہ کی جگہ وقف کرنا غیر اولیٰ ہے پس ایسا اندازہ رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت حلقہ پر توڑے یا ضعیف کے مقابلہ میں دیگر قوی وقف پر سانس توڑے۔ بعض جگہ آیت سے پہلے بالکل قریب ہی وقف کی کوئی علامت ہوتی ہے جیسے **إِلَّا ابْلِيَسِ ابْنِ هٰكِلْ شَيْءٍ حَسْبِيَ** **أَفَلَا يَوْمِنُونَ** **إِلَّا هُوَ** **فَأَن تَوَكَّلُونَ** وغیرہ۔ اسی طرح کہیں کوئی رمز وقف آیت کے بعد بالکل قریب ہوتی ہے جیسے **مُتَقَابِلِينَ** **كَذٰلِكَ قَف** **دَارَ الْبَوَارِ** **جَهَنَّمَ** وغیرہ تو ایسی جگہ آیت پر ہی وقف کرنا مستحسن ہے ہاں اگر آیت دور ہو تو پھر جو وقف اولیٰ ہو اس پر وقف کرے۔ آیت اور علامت وقف پر وقف کرنے سے اعادہ کرنا یعنی ماقبل سے ایک دو کلمہ لوٹانا نہیں چاہئے اگرچہ وہ آیت لا کی ہو یا وقف ضعیف ہو۔ البتہ اگر سانس ٹوٹنے کی وجہ سے درمیان میں یا علامت وصل پر یا بغیر آیت کے یعنی درمیان میں لا کی علامت پر وقف کر لیا جائے تو اعادہ ضروری ہے۔ جس طرح وقف کہیں حسن ہوتا ہے اور کہیں حسن اور کہیں قبیح اور کہیں اقیح، اسی طرح اعادہ کی بھی چار صورتیں ہیں پس جہاں پر اعادہ حسن اور احسن ہو کرنا چاہئے ورنہ اعادہ

قیح واقع کی بجائے ابتدا اولیٰ و بہتر ہے۔ مثلاً قَالَ وَاللّٰهُ فَعِيْرٌ سے اعادہ حسن ہے اور اِنَّ اللّٰهَ سے قیح ہے۔
وقوف کو مہل سمجھنا اور ان کی پابندی نہ کرنا اور جس جگہ چلے سانس توڑ دینا اور جا بے جا وقف کرنا محض عظیم ہے جس سے
پرہیز لازمی ہے۔

تیسرا علم جس کا قاری کو سیکھنا ضروری ہے وہ رسم عثمانی یعنی رسم الخط کا علم ہے۔
رسم عثمانی یعنی رسم الخط کا بیان

قرآن مجید کے کلمات کے لکھنے کا خاص طریقہ ہے پس جو لفظ ملا کر لکھا جاتا ہے وہ
ملا کر لکھا جائے اور جو علیحدہ لکھا جاتا ہے وہ علیحدہ لکھا جائے اسی طرح بعض کلمات لکھے جاتے ہیں پڑھے نہیں جاتے ان کو
اسی طرح لکھنا چاہئے غرضیکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو قرآن شریف لکھوائے تھے ان میں جو لفظ جس طرح لکھا گیا ہے
اسی طرح لکھنا ضروری ہے اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں ہے اور جہاں رسم الخط تلفظ کے غیر مطابق ہے وہاں رسم الخط
کے مطابق پڑھنا بھاری غلطی ہے کیونکہ قرآن کریم کا رسم الخط توقیفی اور سماعی ہے اور اس کا حکم حروف مقطعات اور آیات
تشابہات کے مطابق ہے کہ اس کے اسرار کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتا ہے۔ (واللہ اعلم ورسولہ)

اب وہ مقامات درج کئے جاتے ہیں جن میں لفظ تلفظ کے مطابق نہیں لکھا جاتا تاکہ ایسی جگہ پڑھتے وقت احتیاط
کریں اور ان جگہوں میں لفظ کو رسم الخط کے مطابق نہ پڑھیں بلکہ تلفظ مرویہ کے مطابق پڑھیں۔ (۱) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
تَحْتَرُوْنَ (آل عمران ۱۷) وَكَذٰلِكَ اَوْضَعُوْا (التوبة ۷) اَوَّلًا اَذْبَحْنٰ (النمل ۲) لَا اِلٰهَ اِلَّا الْحَمِيْمُ (الصف ۲۷)،
لَا اَنْتُمْ اَشْدُّ (الحشر ۲) مَلَايْئِهٖ (جس جگہ ہو) ان سب مقامات میں لام الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے مگر بغیر الف کے
صرف ل پڑھا جاتا ہے اور الف کے ہوتے ہوئے قاعدہ کی رو سے ان الفاظ میں مد منفصل ہونا چاہئے تھا مگر جب الف
پڑھا نہیں جاتا تو مد کا بھی قاعدہ نہیں رہا اس لئے ان جگہوں میں مد لکھا بھی نہیں جاتا۔ اسی لئے اس الف کے اوپر اکثر گول حلقہ
بنادیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ الف پڑھا نہیں جائے گا۔ (۲) اَفَاَنْتُمْ مَّاتَ (آل عمران ۱۵) اَفَاَنْتُمْ مَّاتَ
(الانبیاء ۳) میں فاء کے بعد اور مِنْ تَبَايٰئِ (الانعام ۴) میں باء کے بعد جو الف ہے وہ نہیں پڑھا جاتا۔ مَا اَنْتُمْ جَسَّجٌ
مَّا اَنْتُمْ (الانفال ۹) میں ميم کے بعد اور لِيَسْأَلَنَّ (الكهف ۴) میں ش کے بعد جو الف ہے وہ بھی پڑھا نہیں جاتا۔
(۳) سورہ کہف کے پانچویں رکوع میں لِكِنَّا هُوَ اللّٰهُ لِكِنَّا کے آخر میں الف لکھا ہوتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا البتہ اگر
کوئی اس الف پر وقت کرے تو اس وقت پڑھا جائے گا اسی طرح سورہ الاحزاب کے دوسرے رکوع میں اَلظُّنُوْنَ اَوْ اَلْمُحْصِيْنَ
رکوع الرَّسُوْلَ اور السَّبِيْلَ اور سورہ الدھر میں سَلَا سِلًا ان چاروں کلموں میں بھی آخر میں الف لکھا جاتا ہے اور وصل
کی حالت میں یہ الف پڑھا نہیں جاتا البتہ وقف کی حالت میں پڑھا جاتا ہے اور لفظ سَلَا سِلًا کو وقف کی حالت میں الف
کے بغیر لام کے سکون کے ساتھ یعنی سَلَا سِلٌ پڑھنا بھی جائز ہے (اس کے پہلے لام کے بعد جو الف ہے وہ ہر حال میں پڑھا جائیگا)
پس یہ پانچوں کلمے وصل کے وقت اس طرح پڑھے جائیں گے لِكِنَّا، اَلظُّنُوْنَ، الرَّسُوْلَ، السَّبِيْلَ، سَلَا سِلٌ۔

پڑھ سکتے ہیں، مَصِيْبِيْر (الغاشیہ) میں صرف صاد کے ساتھ پڑھا جائے۔ (قرآن پاک میں ان چاروں جگہ صاد پر چھوٹا سا س لکھ دیتے ہیں) — (۱۱) اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۗ یہ آیت سورہ روم کے آخری رکوع کی ہے اس میں لفظ ضَعْفٍ تین جگہ آیا ہے اس میں ص کا ضمہ امام حفص کا اختیار کیا ہوا ہے جو فضیل ابن مرزوق سے مروی ہے اور امام عاصم سے امام حفص کی روایت میں ضاد کا فتح منقول ہے اس لئے عمدہ اور فتح دونوں طرح پڑھنا درست ہے — (۱۲) رَحْمٰنٌ بِغَيْرِ الْفِ كے لکھا جانا ہے اسی لئے میم پر کھڑا الف بنا تے ہیں تاکہ میم اور نون کے درمیان الف پڑھیں اور بِاَيِّدِ الْاَزْيَاتِ میں دُوِي سے لکھا جانا ہے لیکن پڑھنے میں ایک ی آتی ہے — (۱۳) نون خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ آیا ہے اَوَّلٌ وَلِيَكُوْنَا مِنَ الصّٰخِرِيْنَ (سورہ یوسف) روم لَسْفَعًا بِالنّٰصِيَةِ (اقراء) ان دونوں جگہ یہ نون وقف کی حالت میں الف کے ساتھ پڑھا جائے گا یعنی نون الف سے بدل جائے گی اس لئے کہ اس کا رسم الخط الف کے ساتھ ہے اور وقف میں اکثر رسم الخط کے مطابق تلفظ کہا جاتا ہے۔

علمِ قرأت | چونکہ علم جس کا قاری کو چاہنا ضروری ہے علمِ قرأت ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے الفاظ وحی کے اختلافات معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کے بعض الفاظ مختلف طریق سے پڑھے جاتے ہیں اور وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ قرأت کی دو قسمیں ہیں: متواترہ اور شاذہ — (۱) متواترہ وہ قرأت ہے جو قرآن عشرہ سے بطریق تواتر و شہرت ثابت ہوئی ہے اس کا پڑھنا صحیح اور اس کے قرآن ہونے کا اعتقاد کرنا ضروری و لازمی و فرض ہے اولاً اس کا انکار اور استہزا گناہ اور کفر ہے — (۲) شاذہ اور جو قرأتیں قرآن عشرہ سے بطریق تواتر و شہرت ثابت نہیں ہوئیں یا ان کے ما سوا سے مروی ہیں وہ سب شاذہ ہیں ان کے قرآن ہونے کا اعتقاد رکھنا اور قرآن کے اعتقاد سے اس کا پڑھنا یا سننا سنا حرام ہے۔ نماز درست ہونے کے لئے قرأت متواترہ کا پڑھنا ضروری ہے اور صرف قرأت شاذہ نماز میں پڑھنے سے نماز درست نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کی تفصیل قاری کی لغزشوں کے بیان میں ۱۶ پر آچکی ہے۔

قرأت متواترہ دس ہیں مگر عام طور پر لوگ قرأت سبعمہ (سات) زیادہ پڑھتے ہیں اس لئے ان کے نام لکھے جاتے ہیں: ہر ایک امام کے دوراوی مشہور ہیں ہمارے امام عاصم ہیں اور ان کے دو شاگرد ہیں: شعبہ اور حفص، ہم حفص کی روایت پڑھتے ہیں اور اکثر مالک ہیں یہی روایت پڑھی جاتی ہے اور اس کتاب میں اسی روایت کے مطابق تجوید کے قواعد بیان کئے گئے ہیں اگرچہ اکثر قاعدے وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں ہے لیکن جہاں اختلاف ہے وہاں امام حفص کی روایت کو لیا گیا ہے۔ امام حفص کی سند اس طرح پر ہے کہ انھوں نے قرآن مجید امام عاصم تابعی سے حاصل کیا ہے اور انھوں نے نیرس بن جبیش اسدی اور عبداللہ بن حبیب سلمی سے انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ و حضرت علیؓ و حضرت زید بن ثابتؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور ان سب حضرات نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔ ان قرآن سبعمہ کے نام والقاب و کنیت اور ان کے راویوں کے نام درج ذیل ہیں: —

۱) امام نافع مدنی بن ابی نعیم امام دارالہجرتہ کینیت ابو ردیم یا ابواکحسب یا عبد الرحمن۔ نام کے ساتھ مشہور ہیں ان کے ایک راوی عیسیٰ ابن یسنادنی ہیں جن کی کینیت ابو موسیٰ لقب قالون ہے جو لقب سے مشہور ہیں اور دوسرے راوی عثمان بن سعید کینیت ابو سعید مصری لقب ورش ہے اور لقب سے مشہور ہیں۔ (۲) امام عبد اللہ بن کثیر کی۔ کینیت ابو سعید ابن کثیر سے مشہور ہیں ان کے ایک راوی احمد بن محمد کی کینیت ابواکحسب لقب بڑی سے مشہور ہیں، دوسرے راوی محمد بن علی کینیت ابو عمر لقب قبیل سے مشہور ہیں۔ (۳) امام زبیاں یا یحییٰ یا ابو عمر و بصری کینیت ابو عمر سے مشہور ہیں اول راوی حفص بن عمر کینیت ابو عمر لقب دوری سے مشہور ہیں، دوسرے راوی صالح بن زیاد کینیت ابو شعیب لقب سوسی سے مشہور ہیں۔ (۴) امام عبد اللہ بن عامر دمشقی کینیت ابو عمر، ابن عامر سے مشہور ہیں۔ ایک راوی ہشام بن عمار کینیت ابو الولید ہے نام سے مشہور ہیں دوسرے راوی عبد اللہ بن احمد بن کثیر بن ذکوان دمشقی کینیت ابو عمر، ابن ذکوان کے ساتھ مشہور ہیں۔ (۵) ابو عاصم ابن ابی الجود تابعی کوفی کینیت ابو بکر نام سے مشہور ہیں ایک راوی شعبہ بن عیاش کوفی کینیت ابو بکر، نام سے مشہور ہیں دوسرے راوی حفص بن سلیمان کینیت ابو عمر نام سے مشہور ہیں۔ (۶) امام حمزہ بن حبیب کوفی کینیت ابو عمارہ نام سے مشہور ہیں۔ اول راوی خلف بن ہشام کینیت ابو محمد نام سے مشہور دوسرے خالد بن خالد کینیت ابو عیسیٰ نام سے مشہور ہیں۔ (۷) امام علی بن حمزہ کینیت ابواکحسب لقب کسائی سے مشہور ہیں۔ ایک راوی لیث بن خالد کینیت ابواکحسب سے مشہور ہیں دوسرے حفص بن عمر کینیت ابو عمر لقب دوری سے مشہور ہیں۔ (اختلافِ قرأت اور اس کے متعلق ضروری علم حاصل کرنے کے لئے کتب فن کی طرف رجوع کریں۔)

امور متفرقہ کا بیان

قاری کے لئے جن چار علموں کا جاننا ضروری ہے ان کا کسی قدر بیان ہو چکا ہے اب اس فن کے متعلق دیگر بعض ضروری امور کا بیان کیا جاتا ہے۔

مراتب تجوید | قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھنے کے تین مرتبے ہیں۔ (۱) ترتیل، اس کو تحقیق بھی کہتے ہیں یعنی نہایت اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور حروف کی صفات و مخارج اور وقف کا پورا پورا حق ادا کرنا۔ (۲) حدر یعنی جلدی جلدی پڑھنا لیکن اس طرح پر کہ حروف کے مخارج و صفات میں فرق نہ آئے اور ایک دوسرے میں مخلوط نہ ہو جائیں ورنہ ناجائز و معیوب ہو جائے گا اور ہر آیت اور علامت پر نہ ٹھہرنا بھی حدر میں ہے تاکہ قرأت زیادہ ہو سکے۔ (۳) تندویر۔ یہ ان دونوں کے تین تین یعنی درمیانی حالت کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اس میں ضعیف اوقات پر وصل کرنا اور قوی اوقات پر فصل کرنا بہتر ہے۔ دائرہ قرأت میں سے ورش اور حمزہ کے تدبیر میں تحقیق، عاصم، ابن عامر اور کسائی کے نزدیک تندویر اور ابن کثیر، ابو عمر اور قالون کے یہاں حدر مختار ہے۔

محاسن تلاوت | محاسن تلاوت سات ہیں (۱) ترتیل یعنی قرآن مجید کو مخارج و صفات حروف کی رعایت اور وقوف کی حفاظت کے ساتھ پڑھنا۔ (۲) تجوید۔ ہر حرف کو کما حقہ بلا زیادتی و نقصان کے پڑھنا۔ (۳) تمکین، حروف کو اپنے مخارج و صفات میں جگہ دینا اور قواعد کو ان کے مواقع میں ادا کرنا۔ (۴) تبیین۔ حروف کو واضح اور صاف پڑھنا۔ (۵) تحسین۔ قرآن شریف کو خوبصورتی اور الحان عرب کے ساتھ پڑھنا۔ (۶) ترسیل۔ قرآن شریف کے حروف کو ہموازی کے ساتھ یعنی پورا پورا پڑھنا نہایت لطافت سے ادا کرنا چاہا کر نہ پڑھنا۔ (۷) تقیر۔ قرآن مجید کو نہایت خشوع و خضوع سے وقار کے ساتھ با وضو پڑھنا۔

معائب قرأت | معائب قرأت سولہ ہیں ان میں بعض حرام ہیں اور بعض مکروہ۔ ان عیوب سے بچنے کی بیدگوشی کرنی چاہئے ورنہ موجب عذاب الہی ہوگا۔ (۱) ہمیز۔ ہر حرف میں ہمزہ کی آواز نکالنا۔ (۲) تعجیل۔ اس قدر جلدی جلدی پڑھنا کہ ایک حرف دوسرے حرف سے جدا ہو کر سمجھ میں نہ آئے۔ (۳) تطویل۔ آواز کو مد کی مقدار سے زیادہ کھینچنا۔ (۴) تطین۔ بے موقع غٹہ کرنا اس کو صرصرہ یعنی گنگتی آواز کرنا بھی کہتے ہیں۔ (۵) تزجیع۔ آواز کو حلق میں پھرانا کہ حرف بکر ہو جائیں۔ (۶) تعویق۔ حروف کی ادائیگی میں حد سے زیادہ دیر کرنا اور وسط کلمہ میں سانس توڑ دینا اور باقی ماندہ کلمہ سے شروع کرنا۔ (۷) ترعید۔ مدات و حرکات میں آواز کو ہلانا۔ (۸) تمطیط۔ آواز کو بجا طور پر کھینچنا کہ جس سے ایک حرف دوسرے حرف سے اور حرکت دوسری حرکت سے مخلط ہو جائے۔ (۹) تمیضغ۔ حروف کو چبا کر پڑھنا۔ (۱۰) تنفیش حرکات کو پورا پورا ادا نہ کرنا۔ (۱۱) وثبہ اول حرف کو نامتتام چھوڑ کر دوسرا حرف شروع کر دینا۔ (۱۲) رکزہ۔ بے محل ادغام کرنا۔ (۱۳) ہہمہ۔ حروف مخفف کو مشد پڑھنا۔ (۱۴) زمزمہ۔ گلنے کے طرز پر پڑھنا اور اس کی ایک قسم ترقیص ہے یعنی آواز کو نچا نا جیسے گویے کبھی نیچی کرتے ہیں کبھی اوپر۔ (۱۵) عنقنہ۔ ہمزہ کو عین کی طرح پڑھنا۔ (۱۶) تحزین، ایسی آواز بنا کر پڑھنا جیسے کوئی روتا ہے۔ (اللہم احفظنا من ہذا المعائب۔)

لغز و لغم | اگر لہجہ اور خوش آوازی سے قرآن مجید اس طرح پڑھا جائے کہ حروف اپنے مخارج سے صفات کے ساتھ صحیح طریق پر ادا ہوں اور قواعد تجوید کے موافق پڑھے تو جائز و مستحسن ہے اور اگر اس کے خلاف ہو یا قواعد موسیقہ کی پابندی کی گئی ہو جو لغم کہلاتا ہے تو یہ مکروہ و حرام ہے جیسا کہ معائب قرأت میں بیان ہوا۔

آداب تلاوت و معلم متعلم | قرآن شریف کے آداب تو بہت ہیں لیکن امور ذیل کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ (۱) قرآن شریف چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اس کو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے سیکھے اور کوئی دنیوی نیت، شہرت یا وجاہت یا مال حاصل کرنا دل میں نہ رکھے۔ (۲) جہانتک ہو سکے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ با وضو و زانو یا چار زانو (چو کڑی مار کر) بیٹھ کر پڑھے اور پڑھتے وقت

ادھر ادھر نہ دیکھے، پڑھتے وقت چہرہ کو تہ بنائے اور کان یا رخسار پر ہاتھ رکھ کر بھی نہ پڑھے کہ یہ گانے والوں کا طریقہ ہے۔
 (۳) لباس وغیرہ درست رکھے ممنوع لباس نہ پہنے۔ (۴) تکبر کی ہیئت سے نہ بیٹھے۔ (۵) خوشبو لگائے۔ (۶) حد کینہ، دوسروں کی تحقیر اور عجب سے بچے وغیرہ۔

معلم یعنی استاد، ان آداب کا خیال رکھے (۱) خوش خلق ہو۔ (۲) دنیا کی طمع نہ ہو۔ (۳) اجرت کا قصد نہ ہو، اگر کوئی امداد کی نیت سے خدمت کرے تو لے لے۔ (۴) حلیم اور کشادہ رو ہو۔ (۵) جب شاگرد کہیں بھول جائے تو اس کو نرمی اور آہستگی سے ٹوکے اگر وہ خود نکال لے تو بہتر ورنہ بنلادے۔ (۶) شاگردوں کی علی قدر مراتب خاطر داشت کرے۔ وغیرہ۔

متعلم یعنی شاگرد سے تعلق رکھنے والے آداب یہ ہیں:۔ (۱) جو چیزیں پڑھنے میں رکاوٹ ڈالتی ہوں ان کو حتی الامکان کم کر دے۔ (۲) وقت کو غنیمت جانے دوسرے وقت پر نہ ٹالے۔ (۳) سیکھنے میں شرم نہ کرے۔ (۴) استاد کامل کو تلاش کرے۔ (۵) جب استاد کے پاس جائے تو کپڑے صاف ہوں۔ (۶) عزت کی نگاہ سے اس کو دیکھے اور ادب سے اس کے سامنے آئے اور جو کچھ استاد بتائے یا جس وقت استاد پڑھے اس کو خوب غور سے سنے اور دیکھے کہ حروف و صفات و دیگر قواعد کس طرح سے ادا کئے جلتے ہیں اور یاد رکھے اور کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنا قصور سمجھے۔ (۷) استاد کے سامنے باتیں نہ کرے۔ (۸) ہم مکتب لڑکوں سے ادب کے ساتھ ملے اور سب حاضرین کو سلام کرے اور سب کے ساتھ تہذیب سے پیش آئے۔ (۹) اگر استاد سختی کرے تو اس سے ناخوش نہیں ہونا چاہئے۔ (۱۰) لوگوں کو کو دتا پھاندنا نہ جائے جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جائے یا جس جگہ استاد اجازت دے وہاں بیٹھ جائے غل نہ مچائے بے ضرورت نہ ہنسنے نہ باتیں بنائے نہ ادھر ادھر دیکھے۔ بلکہ استاد کی طرف متوجہ رہے۔ (۱۱) جب استاد کسی کام میں مشغول ہو یا کوئی عذر ہو تو ایسے وقت نہ پڑھے۔ اگر پڑھنے میں استاد یا کوئی اور بزرگ آجائے تو قرأت قطع کر دے اور تعظیم کے لئے کھڑا ہو جائے۔ (۱۲) جب پڑھنے کا ارادہ ہو تو اول مسواک اور وضو کر لے۔ غرضیکہ جس قدر ہو سکے آداب کا پورا پورا خیال رکھے کیونکہ بے ادب علم سے محروم رہتا ہے۔

اعوذ یا اللہ اور بسم اللہ کا بیان | جب قرآن شریف کسی سورۃ کے شروع سے یا درمیان سورۃ سے پڑھنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے استعاذہ یعنی اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھنا ضروری ہے (یعنی سنت ہے جمہور کے نزدیک) استعاذہ انہی الفاظ سے پڑھنا بہتر و اولیٰ ہے جو بیان ہوئے ہیں کیونکہ یہ الفاظ آیت قرآنی کے موافق اور باہرین قرار کے نزدیک مختار و معمول بہا و پسندیدہ ہیں۔ ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے استعاذہ کرنا بھی جائز ہے خواہ وہ الفاظ مرویہ حدیث ہوں مثلاً اَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور اَعُوذُ بِاللّٰهِ الْمُعِينِ مِنَ الشَّيْطَانِ اللَّعِينِ إِلَى

یَوْمَ الدِّیْنِ ۖ اَوْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْقَوِیِّ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اِبْلِیْسِ وَجُنُوْدِهٖ ۙ
 وغیرہ۔ یا الفاظ غیر مرویہ ہوں جیسے اللّٰهُمَّ اَعِصْمْنِیْ مِنْ اِبْلِیْسِ وَجُنُوْدِهٖ لیکن استعاذہ مرویہ الفاظ سے اولیٰ ہے،
 مسئلہ اگر قاری کسی غیر متعلق کلام کے لئے قرأت قطع کر دے اگرچہ سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو تو تعوذ کا اعادہ کرنا چاہئے لیکن
 اگر وہ کام قرأت کے متعلق ہو مثلاً شاگرد کا استاد سے پوچھنا یا استاد کا بتانا یا دعائے ماثورہ یا تکبیر پڑھنا وغیرہ تو دوبارہ تعوذ
 پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ مسئلہ اگر قرأت بلند آواز سے پڑھے تو تعوذ بھی بلند آواز سے پڑھے، قرأت سہری میں
 تعوذ بھی سہری پڑھے۔ مسئلہ تعوذ کا محل سب کے نزدیک قرأت شروع کرنے سے قبل ہے بعد ختم قرأت ثابت
 نہیں ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سوائے سورۃ توبہ کے ہر سورۃ کے شروع میں لکھی ہوتی ہے اس وجہ سے ہر سورۃ
 کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھنا چاہئے۔ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورۃ بیچ میں شروع کی جائے تب بھی بسم اللہ
 پڑھنا ضروری ہے۔ پس اگر شروع سورۃ سے تلاوت شروع کرے تو صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ ضرور پڑھے اور اگر پڑھتے پڑھتے درمیان
 میں سورۃ برارۃ (سورۃ توبہ) شروع کرے تو بسم اللہ نہ پڑھے اور اگر کسی سورۃ کے بیچ میں سے کہیں سے پڑھنا شروع کیا تو اگرچہ
 سورۃ توبہ (برارۃ) ہی کیوں نہ ہو برکت کے واسطے بسم اللہ پڑھنا جائز ہے اور نہ پڑھنا بھی جائز ہے لیکن پڑھنا اولیٰ اور
 بہتر ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شروع اور وسط قرأت کے لحاظ سے تین صورتیں ہیں (۱) شروع قرأت
 شروع سورت — (۲) شروع سورۃ درمیان قرأت — (۳) شروع

تعوذ بسم اللہ و سورۃ کے وصل و وصل کے احکام

قرأت درمیان سورت — ان تینوں کے احکام الگ الگ اس طرح ہیں — (الف) جب کسی سورت کی شروع سے
 قرأت شروع کرے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ اور سورت تینوں کو ملا کر اور جدا کر کے پڑھنے کی چار صورتیں بنتی ہیں اور چاروں جائز ہیں
 — (۱) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بسم اللہ اور سورۃ تینوں کو ملا کر ایک سانس میں پڑھنا اس کو وصل کلی کہتے ہیں — (۲) تینوں میں سے
 ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک سانس میں پڑھنا اس کو فصل کلی کہتے ہیں — (۳) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بسم اللہ کو ملا کر ایک سانس
 میں پڑھنا اور دوسرے سانس میں سورۃ شروع کرنا اس کو وصل اول فصل ثانی کہتے ہیں — (۴) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ کو علیحدہ ایک
 سانس میں اور بسم اللہ کو سورۃ کے ساتھ ملا کر دوسرے سانس میں پڑھنا اس کو فصل اول وصل ثانی کہتے ہیں —

(ب) اور جب قرأت کرتے ہوئے کسی سورۃ کو ختم کر کے وہی سورۃ یا کوئی اور سورۃ شروع کی جائے تو اس صورت میں بھی پہلی سورۃ
 کی آخری آیت اور بسم اللہ اور دوسری سورۃ یا کسی سورۃ کے ملانے یا نہ ملانے کی چار صورتیں نکلتی ہیں، ان میں سے تین صورتیں
 وصل کلی، فصل اول، فصل اول وصل ثانی جائز ہے اور ایک صورت وصل اول فصل ثانی جائز نہیں ہے کیونکہ بسم اللہ کا
 تعلق بعد والی سورۃ سے ہے جو کہ پڑھی جائے گی نہ کہ اول سورۃ سے جو کہ پڑھی جا چکی ہے اور اگر کسی سورۃ کے ختم کرنے کے
 بعد سورۃ توبہ شروع کریں تو خواہ وصل کے ساتھ یا وقف یا سکتہ کر کے جس طرح چاہیں پڑھیں جائز ہے یعنی تینوں

(ح) اور اگر کسی سورہ کے درمیان سے قرأت شروع کرے تو اَعُوذِ بِاللّٰهِ تَوَضُّعًا وَرُحْمًا اور بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے اختیار ہے پس اگر بسم اللہ بھی پڑھے تو صرف دو وجہیں جائز ہیں (۱) فصلِ کُل (۲) وصلِ اولِ فصلِ ثانی اور بسم اللہ نہ پڑھنے کی صورت میں اَعُوذِ بِاللّٰهِ کو شروع قرأت سے فصل کر کے پڑھنا چاہئے اس میں وصل بھی جائز ہے بشرطیکہ شروع میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نام نہ ہو۔ اَعُوذِ بِاللّٰهِ کی طرح بسم اللہ بھی آہستہ اور بلند آواز سے پڑھنے میں قرأت کے تابع ہے اس کے خلاف کرنا بھی درست ہے اور تراویح و نوافل وغیرہ میں ہر سورہ کے ساتھ بسم اللہ کے چہرے کے ساتھ پڑھنے میں قرأت میں اور اسی طرح فقہاء میں اختلاف ہے۔ امام عاصم، قالون کسائی اور ابن کثیر کے نزدیک بسم اللہ چہرے کے ساتھ پڑھنا چاہئے ورنہ قرآن کا ختم پورا نہیں ہوگا اور آہستہ پڑھنے میں مقتدیوں کا قرآن پورا نہیں ہوگا۔ باقی قرآن کے نزدیک آہستہ پڑھے نہ پکار کر۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وہ کلمات جن کی حرکات بدل جانے سے کفر لازم آتا ہے | جاننا چاہئے کہ قرآن مجید میں بعض جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں حرکات بدل جانے سے معنی اس طرح بدل جاتے ہیں کہ باعث کفر ہو جاتا ہے

اور نامذہبنا بطل ہو جاتی ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے تاکہ یاد کر لیں اور تلاوت کے وقت خاص طور سے کا نظر رکھیں۔ (۱) اَنْعَمْتَ عَلَيْنَا يَا رَبُّ الْعَالَمِينَ (سورۃ الفاتحہ) نعمت کی ت کو پیش پڑھنے سے معنی بدل کر کفر کا باعث ہوتا ہے۔ (۲) وَاِذْ ابْتَلٰٓ اِبْرٰهٖمَ رَبُّہٗ (البقرہ ۱۲۵) میں اِبْرٰهٖمَ کے میم کی پیش اور رَبُّہٗ کے با کی زیر نہ پڑھے۔ (۳) قَتَلَ دَاوُدَ جَالُوٓتَ (البقرہ ۲۳) میں دَاوُد کی دوسری دال کو زیر اور جالوت کی ت پریش نہ پڑھے۔ (۴) يٰضَاعِفُ (البقرہ ۲۶) میں ع کے زیر کی بجائے زیر نہ پڑھے۔ (۵) اِنَّ اللّٰهَ بَرِيٌّ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهُ (سورہ براءۃ ع اول) میں رَسُوْلُهُ کے پیش سے ل کے زیر سے نہ پڑھے۔ (۶) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ (سورہ نبی اسرا نیل ۲۷) کے ذال میں زیر ہے زیر سے نہ پڑھے ورنہ معنی اُلٹے ہو جائیں گے اسی طرح اللہ جہاں کہیں یہ لفظ زیر کے ساتھ ہو زیر سے نہ پڑھے۔ (۷) وَقَا نَزَّلْنَا اِلَّا مَبَشِّرٰتٍ وَمُنذِرٰتٍ (الکہف ۸۷) میں مُنذِرٰتٍ بکسرہ ذال ہے اگر اس کی ذال کو زیر سے پڑھے گا تو معنی غلط اور اُلٹے ہو جائیں گے اس سے بچے۔ اسی طرح جہاں کہیں مُنذِرٰتٍ کی ذال کے نیچے زیر (کسرہ) ہو تو فتح (زبر) سے نہ پڑھے مثلاً (۲) وَالصَّفٰتِ ۲۷) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْہِم مِّنذِرٰتٍ۔ اور جہاں کہیں مُنذِرٰتٍ ذال کے زیر کے ساتھ ہے وہاں زیر سے نہ پڑھے جیسا کہ ہیں وَالصَّفٰتِ ۲۷ میں فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذِرٰتِ ہے۔ (۸) وَعَصٰٓ اٰدَمُ رَبَّہٗ (طہ ۷۷) میں اٰدَمُ کی میم کو زیر سے اور رَبَّہٗ کی ب کو پیش (ضم) سے نہ پڑھا جائے ورنہ معنی اُلٹے ہو کر کفر کا باعث ہوگا۔ (۹) لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء ۲۱) میں كُنْتُ کی ت کو پیش کی بجائے زیر سے نہ پڑھے۔ (۱۰) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (المشرع ۳) میں الْمُصَوِّرُ کے واو کو زیر کی بجائے زیر سے نہ پڑھے۔ (۱۱) فَعَصٰٓ فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (المنزل ۱۷) میں فِرْعَوْنُ کی ت کو پیش کی بجائے زیر اور الرَّسُوْلَ کی ت کی زیر کو پیش نہ پڑھے۔ اسی طرح اور بھی اکثر مقام ہیں جہاں حرکات کے تغیر اور حروف کے کم و بیش کرنے سے کلمات کے معنی بدل جاتے ہیں جو کفر یا کفر کے قریب ہو جاتے ہیں ان کا خیال کر کے بچا جائے۔

اللهم احفظ لساننا عن تغيير اعراب القرآن وتبديل ما كتب به من نبينا سيدنا محمد وآله واصحابه
واذواجه واتباعا جمعين۔

ختم قرآن مجید کا طریقہ تراویح کے بیان میں درج ہے سلف صالحین میں بعض کا معمول دو ماہ میں ختم قرآن کا معمول تھا
بعض کا دس روز میں اور بعض کا سات روز میں جس کے مطابق قرآن مجید کی سات منزلیں مقرر کی گئی ہیں اور یہ منازل حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت عبداللہ بن عمر مروی ہیں اور اکثر صحابہ کا معمول رہی ہیں ان کو منازل فی بشوق کہتے ہیں۔ ہر منزل کے
شروع کی سورت کے پہلے حرف کو جمع کرنے سے یہ لفظ حاصل ہوتا ہے بعض کا معمول تین دن میں ختم کرنے کا ہمیشہ رہا ہے اس سے
کم کا نہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے کچھ نہ سمجھا۔ (مزید مسائل
تجوید اور قرأت سبعہ و عشرہ وغیرہ کے لئے دیگر بڑی کتب تجوید ملاحظہ فرمائیں۔ اس بیان میں جملہ مسائل تجوید اردو کی مشہور و موجودہ کتب
سے اخذ کر کے لکھے گئے ہیں۔ جہاں کہیں غلطی ہو گئی ہو اصلاح فرمائیں اور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اصلاح کر دی جائے۔ مؤلف)

امامت کا بیان

(۱) امامت دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول امامت کبریٰ، اس کو خلافت بھی کہتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے کاموں کا دالی ہونا ہے یعنی
امامت کبریٰ (خلافت) ریاست عامہ ہے جو لوگوں کی دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف سے نیابت کے طور پر ہوتی ہے۔ امام کا قائم کرنا مسلمانوں پر نہایت اہم واجبات میں سے ہے اس لئے کہ بہت سے واجبات
شرعی اس امامت پر موقوف ہیں اس کے شرائط وغیرہ کی تفصیل علم کلام کی کتب میں مذکور ہے وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔
دوم امامت صغریٰ یعنی امامت نماز اور وہ مقتدی کی نماز کا امام کی نماز سے چند شرطوں کے ساتھ وابستہ ہونا ہے پس امام اپنے
مقتدی کی نماز کا ضامن ہوتا ہے (وہ شرطیں آگے الگ درج ہیں)۔ اب اس امامت نماز کا تفصیلی بیان آتا ہے۔

(۲) امامت اذان سے افضل ہے یعنی امامت میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین
سے اس پر ہمیشگی ثابت ہے۔ (امام شافعیؒ کے نزدیک اذان کہنے میں زیادہ ثواب ہے اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کے
ز نزدیک بھی امامت افضل ہے اور بعض علماء دونوں کو برابر کہتے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ اگر میرے ذمہ خلافت نہ ہوتی تو
میں اذان کہا کرتا اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے امامت کے ساتھ اس کو جمع کرنا کیونکہ امامت اور
اذان کا جمع کرنا افضل ہے لیکن کاروبار خلافت کی مشغولیت کی وجہ سے نماز کے انتظار کی پابندی مشکل ہے اس لئے صرف
امامت پر اکتفا کیا اور یہ مطلب نہیں کہ اذان امامت سے افضل ہے کیونکہ امامت تو وہ کرتے ہی تھے لہذا اذان کو امامت
کے ساتھ جمع کرنے کی فضیلت بیان کرنا مقصود تھا۔ واللہ اعلم) نیز امامت اقتدا سے بھی افضل ہے۔

جماعت کا بیان

جماعت کی تعریف اہل نماز پڑھنے کو جماعت کہتے ہیں جس میں ایک امام ہوتا ہے اور سب مقتدی ہوتے ہیں جمعہ و عیدین کے علاوہ ہر نماز کی جماعت کے لئے کم از کم دو آدمی ہوں جن میں سے ایک امام ہو اور دوسرا مقتدی، اگرچہ وہ مقتدی ایک سمجھ دار لڑکا ہی ہو یعنی وہ ایک مقتدی خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، بالغ ہو یا نابالغ سمجھ دان بچہ ہو اور خواہ فرشتہ ہو یا جن ہو اور خواہ نماز مسجد میں ہو یا مسجد کے علاوہ کہیں اور ہو تو جماعت کہلائے گی اور جماعت کا ثواب ملے گا اور اگر اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو زیادہ ثواب ہے پس جس قدر جماعت زیادہ ہو اللہ تعالیٰ کو اس قدر زیادہ پسند ہے اور زیادہ ثواب دیتا ہے جس کی کوئی حد نہیں فرشتے قلبیں چھوڑ دیتے ہیں، جمعہ اور عیدین میں اخیر نماز تک امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی ہوں جو امامت کے اہل ہوں تب جماعت درست ہوگی۔ اگر ایسے تین آدمی اخیر نماز تک امام کے پیچھے نہ ہوں گے تو جمعہ و عیدین کی نماز صحیح نہ ہوگی، کسی جن کا امام ہونا صحیح ہے اس لئے کہ جن بھی مکلف ہے لیکن حکم اس وقت ہے جبکہ وہ انسانی شکل میں نمودار ہو، اور فرشتہ کی امامت درست نہیں اگرچہ آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا سوائے کہ فرشتہ مکلف نہ ہونے کی وجہ سے نفل پڑھے گا اور فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امامت کی وہ اوقات کی تعلیم کے لئے مخصوص تھی اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو۔

جماعت کی حکمتیں اور فائدے نماز باجماعت کی بہت فضیلت اور تاکید احادیث میں آئی ہے اور جماعت کے تارک پر بہت سی احادیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز

پڑھنے میں بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں جن میں سے کچھ یہاں درج ہیں — (۱) ایک نماز پر سائیس نماز کا ثواب ملنا — (۲) پانچوں وقت مسلمانوں کا آپس میں ملنا جس کی وجہ سے آپس میں محبت و اتفاق پیدا ہوگا۔ دوسروں کو دیکھ کر عبادت کا شوق اور رغبت پیدا ہوگی، نیک اور کامل لوگوں کے قلبی انوار سے دوسروں کے قلوب و لطائف متور ہوئے گے — (۳) جماعت میں بزرگ اور نیک لوگوں کی برکت سے گنہگاروں کی نماز کا بھی قبول ہو جانا — (۴) ناواقفوں کو واقف لوگوں سے مسائل پوچھنے میں آسانی ہونا اور وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی غلطیوں کی اصلاح اور دوسرے کی اچھائی و عمدگی کو حاصل کریں گے پس یہ نماز کی تکمیل و صحت کا بہترین ذریعہ ہے — (۵) نماز میں خوب دل لگنا — (۶) ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتے رہتا اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکتا جس سے دینی اخوت و ایمانی محبت کا پورا پورا اظہار و استحکام ہوگا۔ حاجتمندوں و غریبوں کی حالت معلوم ہو کر ان کی امداد کا جذبہ اور عمل کی توفیق حاصل ہوگی — (۷) جو لوگ بے نمازی ہوں گے اس سے ان کا حال ظاہر ہو جائے گا اور ان کو تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا موقع ملے گا —

(۸) چند مسلمانوں کا مل کر اللہ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا نزول رحمت و قبولیت کے لئے ایک خاص اثر رکھتا ہے۔
 (۹) اس سے ایک خاص عبادت یعنی نماز کی شان ظاہر ہوتی ہے جو اسلام کی شان و شوکت اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند اور کفر کے کلمہ کو پست کرنے کا ذریعہ ہے اور یہ شریعت مقدسہ کا بہت بڑا مقصد ہے اس لئے اس کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے اور اس کے چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ (۱۰) تورات میں لکھا ہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں جتنے آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر ثواب ہر شخص کو ملے گا مثلاً ہزار شخص ہوں گے تو ہر شخص کو ہزار نماز کا ثواب ملے گا (بحر الرائق بحوالہ علم الفقہ)۔
 (۱۱) نماز باجماعت ادا کرنے والوں پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (۱۲) جتنا وقت نماز کے انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

جماعت کا حکم (۱) پنج وقتی فرض نمازوں کو خواہ گھر میں پڑھی جائیں یا مسجد میں جبکہ کوئی عذر نہ ہو جماعت سے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے بعض علماء نے اس کو واجب کہا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ سنت اس لئے ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور اکثر کے نزدیک یہی قول صحیح تر و قوی تر ہے اور اس سے دونوں قولوں میں توفیق ہو جاتی ہے اختلاف نہیں رہتا۔ اسی لئے کہا ہے کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اس کی گواہی مقبول نہیں۔ بلا عذر ایک بار بھی چھوڑ دے تو گنہگار اور سزا کا مستحق ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق مردود الشہادت ہے اور اس کو سخت سزا دی جائیگی اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی امر معروف ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوئے۔ اگر عذر شرعی کے ساتھ جماعت ترک ہو جائے تو گنہگار نہیں ہوگا (عذرات کا بیان عنقریب آئے گا)۔ بعض نے کہا کہ کبھی کبھی پڑھنا واجب ہے اور اس پر مداومت (مہیشگی) سنت مؤکدہ ہے بعض کے نزدیک فرض عین اور بعض کے نزدیک فرض کفایہ ہے۔ (۲) جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے جن کے نزدیک عیدین کی نماز سنت ہے ان کے نزدیک بھی صحت نماز کے لئے جماعت شرط ہے۔
 (۳) نماز تراویح کے لئے جماعت کل اہل محلہ پر سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے خواہ تراویح میں ختم قرآن مجید کیا جائے یا مختلف سورتوں کے ساتھ پڑھی جائیں اور خواہ ایک قرآن مجید جماعت کے ساتھ ختم ہو چکا ہو ہر حال میں سنت کفایہ ہے پس اگر کل اہل محلہ تراویح کی جماعت کو ترک کریں گے تو سب سنت کے تارک ہوں گے اور اس میں گنہگار ہوں گے اور اگر بعض اہل محلہ نے تراویح جماعت سے ادا کی تو تمام اہل محلہ کے ذمہ سے یہ سنت ادا ہو گئی۔ پس اگر بعض نے اپنے گھر میں اکیلے پڑھی تو وہ سنت کے ترک کے گنہگار نہ ہوں گے البتہ اس کی فضیلت سے محروم ہوں گے۔ (۴) رمضان المبارک کے وتروں میں صحیح و راجح قول کی بنا پر جماعت مستحب ہے۔ رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور زمانے کے وتروں میں جماعت مکروہ تنزیہی ہے جبکہ اس پر ہمیشگی کی جائے اور اگر ہمیشگی نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھی اتفاقاً دو تین آدمی جماعت کے ساتھ پڑھ لیں تو مکروہ نہیں تین سے زیادہ کی جماعت ہر حال میں مکروہ ہے جیسا کہ نفلوں میں مکروہ ہے۔ (۵) نماز خسوف (چاندگین کی نماز)

میں تلاعی (بلاوا) کے ساتھ جماعت مکروہ تحریمی ہے اسی طرح تمام نوافل میں جبکہ فرضوں کی طرح سے اہتمام کیا جائے اور اذان و اقامت یا کسی اور طریقے سے لوگوں کو بلا یا جائے تو جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے اگر بغیر اذان یا اقامت یا تلاعی (بلائے) کے امام کے علاوہ ایک یا دو آدمی جمع ہو کر مسجد کے کسی گوشہ میں نفل نماز جماعت سے پڑھ لیں تو مہنا تہہ نہیں یعنی مکروہ نہیں۔ اگر امام کے سوا تین آدمی ہوں تو اس میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے اور چار یا اس سے زیادہ کی جماعت بالاتفاق ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے خواہ بلا یا جائے یا نہ بلا یا جائے۔ اسی طرح محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت مکروہ تحریمی ہے یعنی اگر محلہ کی مسجد میں امام اور جماعت کے وہ لوگ جو ہمیشہ آنے والے اور مقرر ہیں بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نماز پڑھ چکے ہوں تو اب وہاں اذان و اقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر بغیر اذان و اقامت کے ہو اور ہیئت بدل دی جائے تو مکروہ نہیں اور حجاب کے بدلنے سے یعنی جس جگہ پہلے امام نے نماز پڑھی ہے دوسرے امام کے اس جگہ سے ہٹ کر کھڑا ہو جانے سے ہیئت بدل جاتی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے پس اگر کبھی کبھی ایسا موقع پیش آئے تو اس پر عمل کر لیا جائے اور التزام کے ساتھ دوسری جماعت نہ کی جائے تاکہ پہلی جماعت میں کمی و سستی واقع نہ ہو جائے ورنہ ہیئت بدلنے پر بھی مکروہ تحریمی ہی ہونی چاہئے۔ پہلی جماعت کا ثواب ہر حال میں زیادہ ہے اور دوسری جماعت میں اختلاف بھی ہے اس لئے اس کا اہتمام نہایت ضروری ہے اور ہیئت بدل کر دوسری جماعت کر لینے کی اجازت ضرورہ کبھی کبھار کے لئے ہے واللہ اعلم۔ مؤلف۔ اگر محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت بغیر اذان کے ہوئی یا آہستہ اذان ہوئی یا اس مسجد کے مقررہ امام اور نمازیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جماعت کی تو ان صورتوں میں دوبارہ جماعت کی جائے اور یہ جماعت پہلی جماعت کہلائے گی جماعتِ ثانیہ نہیں کہلائے گی۔ جس مسجد کا امام اور مؤذن اور جماعت مقرر نہیں ہے جیسے عام راستے کی مسجد یا اسٹیشن یا سرائے کی مسجد میں اس میں اذان اور جماعت کا تکرار بلا کر ہیئت جانتے ہیں بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جدا گانہ اذان و اقامت سے نماز پڑھے (اس مسئلہ کی تفصیل اذان کے بیان میں بھی درج ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں)۔

— (۶) اگر کسی شخص کو جماعت کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں نہ ملی تو اس کو دوسری مسجد میں جماعت کی طلب واجب نہیں، لیکن اگر دوسری مسجد میں جماعت کے واسطے چلا جاوے تو بہتر ہے اور اگر اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھ لے تب بھی بہتر ہے، اولیٰ و مستحب یہ ہے کہ اگر اپنے محلہ کی مسجد میں داخل نہ ہو تو دوسری مسجد میں تلاش کرے اور اگر اپنی مسجد میں داخل ہو گیا تو وہیں اکیلا پڑھ لے۔ اگر مسجد اکرام یا مسجد نبویؐ یا مسجد اقصیٰ میں کسی کی جماعت فوت ہوگئی تو اس پر دوسری جگہ جماعت کی تلاش مستحب نہیں ہے بلکہ وہیں اکیلا پڑھ لے کیونکہ ان مساجد ثلاثہ میں نماز کا ثواب دوسری مسجدوں سے بہت ہی زیادہ ہے۔ جب کسی مسجد میں داخل ہوا اور اس میں جماعت ہو رہی ہے تو جب تک اس میں جماعت کا کچھ بھی حصہ مل سکے اس میں شامل ہونا چاہئے اور اس کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں پوری جماعت ملنے کے خیال سے جانا گناہ ہے اور بیگویا نماز سے اعراض کرنا ہے۔

نماز کی ہیئت جماعت ثانیہ

(۷) جماعت میں مشغول ہونا کہ اس کی کوئی رکعت فوت نہ ہو ورنہ تین تین بار اعضاء دھونے سے بہتر ہے اور تین تین بار اعضاء کا دھونا تکبیر اولیٰ پانے سے بہتر ہے یعنی اگر وضو میں تین تین بار اعضاء دھوتا ہے تو رکعت ٹوٹ جائے گی مگر تکبیر اولیٰ نہ ملے گی تو تین تین بار دھوئے۔ اور اگر تین تین بار دھونے میں رکعت جاتی رہے گی تو افضل یہ ہے کہ تین تین بار نہ دھوئے اور رکعت نہ جانے دے (لیکن یہ احتیاط ہے کہ جلدی میں کوئی جگہ خشک بھی نہ رہ جائے۔ مؤلف)

ترکِ جماعت کے عذرات جن عذروں سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے وہ یہ ہیں: — (۱) بیماری یعنی کوئی ایسی بیماری ہونا جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے اور مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔

(۲) آپاہج ہونا یعنی لنگڑا لولا یا لنگڑا یعنی دونوں ہاتھ کٹے ہوئے یا شل ہونا پس جس شخص کے دونوں پاؤں یا صرف ایک پاؤں یا دونوں ہاتھ کٹے ہوئے یا شل ہوں یا کوئی سا ایک ہاتھ اور اس کے مخالف جانب کا پاؤں کٹا ہوا ہو یا شل ہو وہ ترکِ جماعت کے لئے معذور ہے اور ایک ہی جانب کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا ہونا بدرجہ اولیٰ عذر ہے صرف ایک ہاتھ کا کٹا ہوا یا شل ہونا عذر نہیں ہی صحیح ہے۔ (۳) مفلوج یعنی جو فاج کی بیماری کی وجہ سے چل نہ سکے۔ فاج ایک بیماری ہے جو بدن کی ایک جانب طول میں لاحق ہوتی ہے جس سے اس حصہ بدن کا احساس باطل ہو جاتا ہے اور وہ حرکت نہیں کر سکتا۔ (۴) جو شخص مدت کا بیمار ہو یا کوئی اور ایسی بیماری ہو جس سے وہ بغیر مشقت کے نہ چل سکے۔

(۵) بہت بوڑھا ہونا کہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور اس کو مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔ (۶) اندھا ہونا۔ اگر اس کو

کوئی ہاتھ پکڑ کر لے جانے والا ہو تب بھی وہ بالاتفاق معذور ہے اور یہی حکم اس عاجز کا بھی ہے جس کے پاس سواری اور خادم موجود ہو تو اس پر بھی بالاتفاق جماعت واجب نہیں اور ایسے شخص پر امام ابو حنیفہ کے نزدیک جمعہ بھی واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک جمعہ کی نماز اس پر واجب ہے۔ (۷) بہت بارش ہونا یعنی جبکہ مینہ زور سے برس رہا ہو لیکن بہتر یہی ہے کہ

مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھے۔ (۸) مسجد کے راستے میں بہت کچھ ہونا لیکن جہاں تک ہو سکے جماعت میں شامل

ہونا بہتر ہے۔ (۹) سخت سردی ہونا کہ باہر نکلنے اور مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

(۱۰) بہت شدید تاریکی (اندھیرا) ہونا اس طرح کہ مسجد کی طرف راستہ نہ سوچھے پس وہ اندھے کے حکم میں ہو گیا ایسی حالت

میں اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ لالٹین وغیرہ ساتھ لے کر جائے۔ (۱۱) آندھی اور تیز ہوا، یہ رات کے وقت میں عذر

دن کے وقت میں آندھی اور تیز ہوا عذر نہیں۔ (۱۲) جبکہ کسی مریض کی خدمت و تیمارداری کرتا ہو اور یہ خوف ہو کہ

اس کے جماعت میں چلے جانے سے مریض کو تکلیف یا وحشت ہوگی۔ (۱۳) مسجد میں جانے سے کسی دشمن یا ظالم کے

مل جانے کا خوف ہو اور وہ خوف خواہ اپنی جان پر ہو یا مال پر۔ (۱۴) مسجد میں جانے سے مال و اسباب کے چوری ہو جانے

وغیرہ کا خوف ہو مثلاً اس کو دکان یا مکان کے قفل لگانا ممکن نہ ہو یا ہینڈ یا س کھانا یا تنور میں روٹی ضائع ہو جانے کا خوف ہو

اسی طرح اگر کسی دوسرے کا مال اس کے پاس امانت یا رعایت یا رہن وغیرہ کا ہو جس کی حفاظت اس پر واجب ہے اور

اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔ (۱۵) مسجد میں جانے سے کسی قرضخواہ کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچنے یا اس کو روک لینے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کا قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر قادر ہو اور ادا نہ کرے تو وہ ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو ترک جماعت کی اجازت نہیں ہوگی۔ (۱۶) سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی اور قافلہ نکل جائے گا۔ سفر فی نفسہ کوئی عذر نہیں، تنہا سفر کرنے میں خوف ہونا عذر ہے۔ ریل کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ وہاں ایک قافلہ کے بعد دوسرا قافلہ بہت دنوں میں ملتا ہے اور یہاں ریل ایک دن میں کئی بار جاتی ہے اگر ایک وقت کی ریل نہ ملی تو دوسرے وقت جاسکتا ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسا ہی سخت حرج ہوتا ہو تو مضائقہ نہیں کیونکہ شریعت مقدسہ میں حرج اٹھا دیا گیا ہے۔ (۱۷) فقہ وغیرہ علم دین سیکھنے یا سکھانے یا تصنیف کرنے میں ایسا مشغول رہتا ہو کہ بالکل فرصت نہ ملتی ہو تو اگر کبھی کبھی بلا قصد جماعت ترک ہو جائے تو گنہگار نہ ہوگا اور معذور ہوگا لیکن اگر وہ ترک جماعت پر ہمیشگی کرے گا تو معذور نہ ہوگا اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ (۱۸) پیشاب یا پاخانہ یا ریح کی غالب حاجت کے وقت۔ (۱۹) جب کھانا حاضر ہو یا تیاری کے قریب ہو اور بھوک لگی ہو اور نفس اس کی طرف اس طرح سے راغب ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو اور جماعت کھڑی ہو تو وہ شخص جماعت کو ترک کرنے کے لئے معذور ہے اور وہ کھانا خواہ کسی وقت کا ہو اور یہی حکم پینے کا ہے۔ (۲۰) نماز کے صحیح ہونے کی کسی شرط کا نہ پایا جانا مثل طہارت یا ستر عورت وغیرہ۔ (۲۱) امام کا مقتدی کے مذہب کی اس چیز میں رعایت نہ کرنا جس کی وجہ سے مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہو۔ (اس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی)۔

فائدہ کا :- اگر ان مذکورہ بالا عذرات میں سے کسی عذر کی وجہ سے جماعت میں شامل نہ ہو سکا اور اس کی یہ نیت تھی کہ اگر عذر نہ ہوتا تو ضرور شامل ہوتا تو اس کو جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے گا لیکن اس سے مراد وہ عذر ہے جو مانع ہیں جیسا کہ بیماری یا زیادہ بڑھا پاپا فاج وغیرہ نہ کہ بارش و کچھڑ و ہردی و اندھا ہونا وغیرہ کہ ان صورتوں میں اگرچہ ترک جماعت جائز ہے لیکن شامل ہونا بہتر ہے ورنہ ترک پر جماعت کی فضیلت سے محروم رہے گا۔ فاقہم۔

جماعت کے جب ہونے کی شرطیں

(۱) اسلام، کافر پر جماعت واجب نہیں۔ (۲) مرد ہونا، عورتوں پر جماعت واجب نہیں۔ (۳) بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں۔ (۴) عاقل

ہونا، مست و بیہوش اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔ (۵) آزاد ہونا، غلام پر جماعت واجب نہیں۔ (۶) تمام عذروں سے خالی ہونا۔ (عذرات کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے)۔

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک وہ جو امام کے ساتھ قائم ہیں، ان کو شرائط امامت کہتے ہیں اور دوسری وہ جو مقتدی کے ساتھ قائم ہیں ان کو شرائط اقتدا کہتے ہیں لیکن چونکہ امامت اقتدا کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اقتدا امامت پر موقوف ہے اس لئے جو

شرائط امامت ہیں وہ اقتدا کی شرطیں بھی ہو سکتی ہیں اور جو اقتدا کی شرطیں ہیں وہ امامت کے لئے بھی شرطیں ہو سکتی ہیں یہ دونوں قسم کی شرطیں امام اور مقتدی دونوں کے لئے لازمی ہیں اور یہ دونوں بل کر جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں کہلائیں گی اب ان دونوں قسم کی شرطوں کو الگ الگ عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔

قسم اول شرائط امامت شرائط امامت اور ان کی تفصیل یعنی کون امامت کے لائق ہے اور کس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ تندرست غیر معذور بالغ مردوں کی امامت کے لئے مندرجہ ذیل چھ شرطیں ہیں۔

(۱) اسلام یعنی مسلمان ہونا پس کافر و مشرک اور ایسے بدعتی یعنی بد مذہب کے پیچھے جس کی بدعت کفر تک پہنچ جائے کسی شخص کی نماز درست نہیں ہے اور بدعت سے مراد یہ ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی ہو خواہ وہ علم ہو یا عمل ہو یا حال ہو وہ حق ہے اس کے خلاف اس کے بالمقابل کوئی نئی چیز پیدا کر کے اس کو دین متین یا صراط مستقیم ٹھہرا لیتا بدعت ہے پس ہر وہ بدعت جو سنت کی رافع ہو بدعتِ سنیہ شنیعہ ہے اگر یہ بدعت کسی دلیل کے شبہ و تاویل اور استحسان کی وجہ سے ہو اور سوادِ عظیم یعنی اہل سنت و الجماعت کے معتقدات و مسلمات کے برخلاف ہو تو یہ فسق ہے ایسے بدعتی کو قاسق کہیں گے لیکن کافر نہیں کہیں گے اور اگر وہ بدعت یعنی دین میں نئی بات عناد یعنی دشمنی اسلام کی بنا پر ہو اور صریحاً قطعی دلائل کا جن میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو انکار ہو تو یہ بدعت کفر ہے اور ایسا شخص قطعی کافر ہے۔ (یہ جو علمائے اہل سنت و الجماعت نے لکھا ہے کہ جتنے لوگ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں وہ بدعت سے کافر نہیں ہوتے، اس سے مراد وہی بدعت ہے جو دلیل کے شبہ اور تاویل کی بنا پر ہو اور جن قطعی امور میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے ان کے خلاف کرنے والا بالاتفاق قطعاً کافر ہے خواہ وہ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو)

جاننا چاہئے کہ بدعت پانچ قسم کی ہے اول محرّمہ یعنی وہ جو حرام و ممنوع ہے جس کا اوپر بیان ہوا۔ دوم واجبہ یعنی وہ چیزیں جو صدیوں کے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی تھیں اور بعد میں دین کی ضروریات میں معاون ہونے کی وجہ سے اختیار کر لی گئی ہیں جیسے صرف و نحو کا علم تاکہ قرآن و حدیث کو سمجھ سکیں اور دلائل کا قائم کرنا تاکہ گمراہ فرقوں کا رد کیا جاسکے وغیرہ۔ یہ دین میں معاون ہونے کی وجہ سے وجوب کا درجہ رکھتا ہے۔ سوم مندوبہ یعنی نئے نئے نیک کام رائج کرنا، جیسے مسافر خانوں، بہان خانوں اور خانقاہوں وغیرہ کا بنانا اور ہر وہ نیک کام جو صدیوں میں رائج نہیں تھا یہ سب مندوب کا درجہ رکھتے ہیں۔ چھارم مباحہ اور وہ کھانے پینے پینے وغیر استعمالی اشیاء وغیرہ میں وسعت اختیار کرنا ہے جیسے عمدہ اور لازمی کھانے پینے اور پینے وغیرہ کی چیزیں یہ سب مباحات میں سے ہیں۔ پنجم مکروہہ جیسے مساجد کو سہری یا دیگر قسم سے منقش و آراستہ کرنا وغیرہ یہ مکروہات میں سے ہے (مسجد کے منقش کرنے کے احکام کی تفصیل احکام مساجد میں درج ہے) اگرچہ لغت کے اعتبار سے یہ پانچوں قسمیں بدعت کہلاتی ہیں لیکن ان میں قسم اول وہ بدعت ہے جو حرام و ممنوع ہے اور قسم پنجم بھی مکروہ ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے اور انہی دو قسموں پر فقہاء کی اصطلاح میں بدعت کا

بدعت کی تعریف و تشریح و اقسام

اطلاق ہوتا ہے اور حدیث شریف میں کُلُّ شَيْءٍ بِدُونِ عَيْضٍ لَمْ يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ یہی بدعتِ محرمہ مراد ہے اور قسم دوم و سوم و چہارم پر اصطلاحاً حاد
بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا یا پھر ان کو بدعتِ حسنہ بھی کہہ دیتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

مسلمانوں کے جو فرقے اہل حق یعنی اہل سنت و الجماعت کے معتقدات کے خلاف ہیں مثلاً رافضی یعنی شیعہ و خارجی و غیرہ
جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت یا ان کے صحابی ہونے کا منکر ہے یا شیخین کو سب (گالی) یا تبرکرتا ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو خدا جانتا ہو اور حضرت جبریل علیہ السلام کو غلطی پر جانتا ہو یا اور کسی ضروریات دین کا منکر ہو یا جہمی یا قدری (جو اپنے آپ کو
قادر کہتے ہیں) یا مشبہہ (جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ مخلوق کے مشابہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اور اجسام کی طرح
جسم ہے یا جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے یا کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال سے دکھائی نہیں دے گا یعنی آخرت
میں جنت کے اندر دیدار الہی کا منکر ہے یا کسی اور صفت الہی کا منکر ہے یا کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانے والا ہے یا جزئیات کو
اللہ تعالیٰ کے علم سے خارج کرنے والا ہو یا عالم کو قدیم جاننے والا ہو یا قیامت کا منکر یا حشر اجساد کا منکر ہو یا کراہا کا تبین کا
یا عذاب قبر یا شفاعت کا منکر ہے تو چونکہ یہ سب امور شرع شریف میں صدرا سلام سے متواتر چلے آ رہے ہیں اور ان پر اجماع
ثابت ہے اور بعض دلیل قطعی سے ثابت ہیں پس ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے معراج کا منکر اگر مکہ مکرمہ سے
بیت المقدس تک جمانے کا منکر ہے تو کافر ہے کیونکہ یہ نص قطعی یعنی قرآن پاک کی آیت سبحان الذی اسرى بعبدہ الایۃ
(سورہ بنی اسرائیل) کا انکار ہے اور اگر بیت المقدس سے آگے معراج کا منکر ہے تو یہ شخص کافر نہیں ہے لیکن بدعتی و فاسق ہے۔
(مسائل کفر و شرک و بدعت کی تفصیل کتب عقائد سے معلوم کی جائے۔ مؤلف) بدعتی و فاسق یعنی غیر کافر کے پیچھے نماز پڑھنے سے
جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن اس قدر ثواب نہیں جو منتقی کے پیچھے پڑھنے میں ہوتا۔ پس مجبوری کی حالت میں اکیلا پڑھنے سے
اس کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے مزید تفصیل آگے "جن لوگوں کے پیچھے نماز نہ کرو وہ ہے" کے بیان میں ہے۔

(۲) عاقل ہونا، پس ہر وقت مست و مجنون رہنے والے کے پیچھے نماز درست نہیں ہے کیونکہ وہ خود مکلف نہیں ہے
اور عدم تحقق نیت و عدم طہارت کی وجہ سے خود اس کی نماز درست نہیں ہوگی اور اگر ایسا جنون ہو کہ کبھی ہوش ہوتا ہو اور کبھی جنون
تو ہوش اور افاقہ کے زمانے میں اس کے پیچھے اقتدا صحیح ہے خواہ افاقہ کا وقت معلوم ہو یا نہ ہو اور بیہوشی اور جنون کے وقت
میں اس کی اقتدا صحیح نہیں۔ پس جب معلوم ہو جائے کہ نماز کے وقت افاقہ ہو گیا ہے تو وہ افاقہ کے وقت مثل صحیح کے
ہے اور اس کی امامت درست ہے اور جنون کے لوٹنے کے احتمال کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ اصل صحت ہے اور جنون
عارضی بیماری ہے۔ اور اگر یہ تو معلوم ہے کہ اس کے جنون کو افاقہ ہو جانا ہے لیکن نماز کے وقت اس کا حال معلوم نہیں ہو کہ اب
اب افاقہ ہے یا نہیں تو اس کی امامت درست نہیں ہے۔ نشہ والے اور ناقص العقل دیوانہ (یا بدہوش بلا جنون) کے پیچھے بھی نماز
درست نہیں ہے اس لئے کہ ان میں نیت اور طہارت کا ثبوت نہیں ہے اور ناقص العقل کو نابالغ کے حکم میں رکھتے ہیں پس وہ
اپنے مثل کا امام ہو سکتا ہے اور ول کا نہیں۔

(۳) بالغ ہونا، پس بالغ کو نابالغ لڑکے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز و درست نہیں ہے۔ خواہ نماز فرض ہو یا نفل یعنی فرضوں کے علاوہ کوئی اور نماز ہو حتیٰ کہ نماز تراویح اور نمازِ جنازہ بھی درست نہیں ہے یہی صحیح و مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ ائمہ بلخ کے نزدیک تراویح اور مطلق سنتوں (یعنی نماز کے ساتھ کی سنتوں و کسوف و خسوف و استسقا وغیرہ) و دیگر نوافل کا نابالغ کے پیچھے پڑھنا جائز ہے لیکن یہ مختار اور صحیح نہیں ہے اور اس پر فتویٰ نہیں ہے۔ اگر لڑکا پندرہ سال کا ہو جائے تو اگرچہ اور کوئی بلوغ کی علامت ظاہر نہ ہو اس کے پیچھے نماز فرض و واجب و تراویح و نوافل وغیرہ درست ہے۔ نابالغوں کے امام کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ نابالغ بھی نابالغوں کی امامت کر سکتا ہے جبکہ وہ سمجھ دار ہو۔ قریب البلوغ کو بھی نابالغوں کا امام بنا درست نہیں ہے البتہ نابالغوں کا امام ہو سکتا ہے۔

(۴) مذکر (مرد) ہونا۔ مرد کی اقتدا عورت یا خنثی مشکل کے پیچھے درست نہیں ہے خواہ کوئی نماز ہو یعنی نمازِ جنازہ و نوافل وغیرہ سب کا یہی حکم ہے اور بالغ مرد سب کا امام ہو سکتا ہے لیکن اس امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے ورنہ عورتوں کی اقتدا درست نہیں ہوگی لیکن جمعہ و عیدین میں عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں عورتوں کی نیت کے بغیر بھی ان میں عورتوں کو مرد کی اقتدا درست ہے یہی اصح ہے جیسا کہ شرائطِ اقتدا میں آتا ہے۔ مرد اگر صرف عورتوں کا امام ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ خلوت کے مکان میں نہ ہو اور اگر خلوت میں جماعت ہو تو کسی دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضروری ہے پس اگر امام بالغ مرد ہو اور مقتدی سب عورتیں ہوں تو اگر امام ان سب عورتوں کا یا بعض کا محرم ہے تو جائز ہے پس اگر ان عورتوں میں سے کوئی عورت اس امام کی محرم یعنی زوجہ یا باندی یا ماں یا سگی بہن (یعنی جو رحم کے رشتے سے بہن ہو نہ کہ رضاعی یا سسرالی رشتہ کی بہن یعنی سالی ہو کیونکہ ان کے ساتھ خلوت میں ہونا مکروہ ہے) یا کوئی دوسرا آدمی ہو تو ان کی امامت اس کیلئے درست ہے ورنہ مکروہ تخریبی ہے کیونکہ اجنبی عورتوں کے امام کے ساتھ خلوت میں ہونے سے خلوت کی نفی نہیں ہوتی لیکن اگر ان میں کوئی اس امام کی محرم ہو یعنی ماں یا بہن یا بیوی وغیرہ یا کوئی دوسرا آدمی ہو تو خلوت جاتی رہے گی اور نماز درست ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر جماعت مسجد کے اندر ہو اور مسجد کا دروازہ کھلا ہوا ہو اور گوشہ مسجد میں نہ ہو تب بھی مرد بالغ کو صرف عورتوں کا امام بنا درست ہے خواہ ان میں کوئی محرم عورت یا کوئی دوسرا آدمی نہ بھی ہو کیونکہ مسجد میں خلوت متحقق نہیں ہے جبکہ دروازہ کھلا ہوا ہو اور گوشہ مسجد میں نہ ہو۔ عورت کو عورتوں کا امام بننا اکل نمازوں میں خواہ وہ فرض ہوں یا نفل جائز ہے لیکن مکروہ تخریبی ہے مگر نمازِ جنازہ میں مکروہ نہیں ہے پس اگر عورتیں کراہت کے باوجود جماعت سے نماز پڑھیں تو جو عورت امام ہو وہ درمیان میں کھڑی ہو لیکن اس کے درمیان میں کھڑا ہونے سے بھی کراہت دور نہیں ہوتی اور عورت امام اگر مقتدی عورتوں کے آگے کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن وہ گنہگار ہوگی پس بیچ میں کھڑا ہونا واجب ہوا اور اس میں آگے کھڑا ہونے سے کم کراہت ہے۔ عورتوں کو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا ہی افضل ہے اور اس زمانے میں مردوں کی جماعت میں حاضر ہونا بھی مکروہ ہے۔ خنثی مشکل کو عورتوں اور خنثی کی امامت اس وقت جائز ہے جبکہ وہ ان

آگے بڑھ کر کھڑا ہو اگرچہ وہ مقتدی عورت یا خنثی ایک ہی ہو، اور اگر وہ عورتوں کے درمیان میں کھڑا ہو تو اس کے مذکر ہونے کے احتمال کی وجہ سے اس کی اور عورتوں و خنثی کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ خنثی امام کی بوجہ ان کی محاذات کے (اگر وہ مذکر ہو) اور ان کی بوجہ امام کی نماز فاسد ہو جانے کے فاسد ہو جائے گی۔

فائدہ ۵: ۳۳ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام یا مقتدی میں سے یا مذکر ہوں گے یا مؤنث یا خنثی اور پھر ان تینوں میں یا بالغ ہوں گے یا نابالغ، یہ چھ صورتیں مرتب ہوئیں۔ پس مذکر بالغ کی امامت... سب کے لئے صحیح ہے اور اس کا اپنے جیسے یعنی مذکر بالغ کا مقتدی ہونا درست ہے اس کے سوا اور کسی کا مقتدی ہونا درست نہیں ہے خواہ کوئی نماز ہو یعنی فرض و واجب ہو یا سنت و نوافل و نماز جازہ وغیرہ ہو۔ مؤنث بالغ کی امامت صرف مؤنث کے لئے مطلقاً درست ہے لیکن کراہت تحریمہ کے ساتھ ہے خواہ مؤنث مقتدی بالغ ہو یا نابالغ اور اس کا مقتدی ہونا مذکر بالغ یا مؤنث بالغ یا خنثی بالغ کے پیچھے درست ہے لیکن مؤنث کے پیچھے تو مکروہ تحریمی ہے ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا، خنثی کے پیچھے بھی اس کے مؤنث ہونے کے احتمال سے مکروہ تحریمی ہے اور خنثی کا آگے بڑھ کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اگر درمیان صاف کھڑا ہو تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خنثی بالغ کی امامت صرف مؤنث کے لئے مطلقاً درست ہے اور مذکر کے لئے مطلقاً درست نہیں ہے اور خنثی کے لئے بھی مطلقاً درست نہیں ہے کیونکہ اس امام کے مؤنث ہونے کا اور مقتدی کے مذکر ہونے کا احتمال ہے اور اس کی اقتدا مرد کے پیچھے درست ہے اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں کیونکہ اس امام کے مؤنث اور مقتدی کے مذکر ہونے کا احتمال ہے اور مؤنث کے پیچھے بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس کے مذکر ہونے کا احتمال ہے۔ نابالغ لڑکے کی امامت اپنے مثل یعنی نابالغ مذکر و مؤنث و خنثی کے لئے درست ہے بالغ کے لئے مطلقاً درست نہیں ہے، اور اس کا اقتدا مذکر کے پیچھے مطلقاً درست ہے اوروں کے پیچھے درست نہیں ہے۔ نابالغ مؤنث (لڑکی) کی امامت صرف اپنے مثل مؤنث یعنی نابالغ لڑکیوں کے لئے درست ہے اور نابالغ مذکر یعنی لڑکے کے لئے اس کا امام ہونا محتمل ہے اور اس کا مقتدی ہونا ہر ایک کے پیچھے درست ہے۔ نابالغ خنثی کی امامت نابالغ مؤنث کے لئے درست ہے اور بالغ مؤنث کے لئے درست نہیں اور مذکر و خنثی کے لئے مطلقاً درست نہیں ہے اس کا مقتدی ہونا صرف مذکر کے پیچھے مطلقاً درست ہے۔

(۵) قرأت۔ بقدر جواز نماز یعنی قرأت فرض کی مقدار قرآن یاد ہونا اور وہ کم از کم ایک آیت یاد ہونا ہے۔ ایسے شخص کو جسے ایک آیت یا اس سے زیادہ یاد ہو، خنثی فقہا کی اصطلاح میں قاری کہتے ہیں (امام شافعی کے نزدیک سورہ فاتحہ یاد ہونے سے قاری کہلاتا ہے) اور جس شخص کو ایک آیت بھی یاد نہ ہو اس کو امی کہتے ہیں۔ پس قاری کی اقتدائی کے پیچھے درست نہیں ہے اسی طرح قاری کی اقتدا گونگے کے پیچھے بھی درست نہیں ہے جس کو کچھ آیتیں یاد ہیں مگر حروف صحیح ادا نہیں کرتا بلکہ اس طرح پڑھتا ہے کہ معنی فاسد ہو جاتے ہیں وہ بھی امی کے حکم میں ہے۔ ایسے امی کی اقتدا جو تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہو گونگے کے پیچھے درست نہیں ہے البتہ گونگے کی نماز اس کے پیچھے درست ہے اور اگر امی تکبیر تحریمہ پر قادر نہ ہو تو دونوں کی نماز ایک دوسرے کے پیچھے

یعنی نماز درست ہونا یا نہ ہونا دونوں کا احتمال ہے۔

درست ہے۔ گوئگے کی نماز گوئگے کے پیچھے اور امی کی نماز امی کے پیچھے درست ہے۔ اگر ایک امی کسی امی اور قاری کا امام بنا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان سب کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ امام کو قاری کا علم ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے قاری کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، یہی قوی مذہب ہے کیونکہ فرائض کا حال علم اور بہالت سے نہیں بدلتا تو جب علم شرط نہ ہو تو نیت بطریق اولیٰ شرط نہ ہوگی۔ قاری کی وجہ تو ظاہر ہی ہے کہ وہ قدرت کے ہونے ہوئے فرض قرائت کا تارک ہے اور امی امام اور مقتدی دونوں کی اس لئے فاسد ہو جائے گی کہ امی کے لئے قاری کے پیچھے نماز پڑھ کر اپنی نماز کو فرض قرائت کے ساتھ ادا کرنا ممکن تھا اس لئے کہ امام کی قرائت مقتدی کے لئے کافی ہوتی ہے پس وہ بھی باوجود قدرت کے فرض قرائت کے تارک ہوئے کیونکہ جب نماز پڑھنے میں اکٹھے ہو گئے اور جماعت پر رغبت پائی گئی تو وہ قاری کو آگے کرنے پر قادر ہوتے اور صاحبین کے نزدیک صرف قاری کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ وہ قرائت کے فرض کا تارک ہے۔ اگر کوئی امی کسی امی کا امام بنا اور اس نے نماز شروع کر دی پھر کوئی قاری آیا تو بعض کے نزدیک ان کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ ان میں جماعت کی رغبت پائی گئی اور بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی جب تک کہ قاری ان کے ساتھ شامل نہ ہو جائے بلکہ الگ اپنی نماز میں شروع نہ ہو جائے کیونکہ قاری کی طرف سے بھی رغبت جماعت کا پایا جانا ضروری ہے۔ ایک قاری نماز پڑھتا تھا کہ ایک امی آیا اور اس کے پیچھے اقتدا نہ کی بلکہ علیحدہ نماز پڑھی تو اس میں اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ قاری مسجد کے دروازے پر یا مسجد کے پڑوس میں ہو اور امی مسجد میں اکیلا نماز پڑھے تو بلا خلاف امی کی نماز جائز ہے اور اس کو قاری کا بلانا یا انتظار لازمی نہیں ہے اور اسی طرح جبکہ قاری امی کی نماز کے سوا کوئی اور نماز پڑھ رہا ہو تب بھی امی کی نماز الگ جائز ہے اور اس کو قاری کی فراغت کا انتظار ضروری نہیں بالاتفاق لیکن اگر امی و قاری نے الگ الگ نماز پڑھی مثلاً ان دونوں میں سے ہر ایک مسجد کے کسی گوشہ میں ہو اور دونوں کی نماز ایک ہی ہو تو بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ امی قاری کی اقتدا سے قرائت پر قادر تھا اور بعض کے نزدیک جائز و صحیح ہے کیونکہ قاری سے جماعت سے نماز پڑھنے کی رغبت نہیں ظاہر ہوئی اور ان کے نزدیک دونوں طرف سے جماعت کی رغبت کا پایا جانا ضروری ہے۔ ایک طرف کی رغبت کافی نہیں ہے اور یہی صحیح قول ہے پس جب امی جماعت میں راعب ہو اور قاری راعب نہ ہو تو امی کو اس قاری کا طلب کرنا لازمی نہیں ہے بلکہ اکیلا نماز پڑھے یا کسی دوسرے امی کی اقتدا کر لے جس کو رغبت ہو۔ اگر امام کسی امی کو خلیفہ کر دے اگرچہ کچھلی دور کعتوں میں خلیفہ کرے کہ جن میں قرائت فرض نہیں ہے یا شہد میں خلیفہ بنائے کہ یہ بھی محل قرائت نہیں ہے ہر حال میں امام و مقتدی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر شہد کے بعد خلیفہ کیا تو سب کی نماز درست ہو جائے گی۔ اگر امی و قاری دو گونگا ہر ایک علیحدہ علیحدہ نماز پڑھے تو صحیح یہ ہے کہ سب کی نماز درست ہو جائے گی۔ کیونکہ گوئگے کو قاری کے پیچھے جماعت پر قادر ہونے ہونے اکیلے نماز پڑھنا درست ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہی حکم امی کا بھی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امی پر واجب ہے کہ دن رات اس بات کی کوشش کرتا رہے کہ بقدر فرض قرائت یعنی اس قدر

قرآن سیکھے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے اگر وہ کمی و کوتاہی کرے گا تو عند اللہ معذور نہ ہوگا۔

(۶) صحیح ہونا یعنی عذرات سے سلامت ہونا پس غیر معذور (صحیح) کی اقتدا معذور کے پیچھے درست نہیں۔ عذرات یہ ہیں: — اول ہر وقت پیشاب جاری رہنا جس کو سلس البول کہتے ہیں یا تکبیر جاری رہنا یا زخم سے خون جاری رہنا یا ریح جاری رہنا یا عورت کو استحاضہ کا مرض ہونا وغیرہ امراض پس ایسے عذروالے شخص کے پیچھے تندرست آدمی کی نماز درست نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ وضو کرنے میں یا وضو کے بعد وقت کے اندر یہ عذر لاحق ہو جائے اگرچہ نماز کے بعد ہو اور اگر وضو کے بعد وقت کے ختم ہونے تک اس مرض نے خود نہیں کیا تو یہ نماز جو اس نے پڑھی انقطاع عذر کے وقت پڑھی ہے اور اس میں تندرست اس کا مقتدی ہو سکتا ہے اس کی مزید تفصیل معذور کے احکام میں درج ہے — دوم تو تلا یا ہکلا ہونا۔ تو تلا آدمی یعنی وہ شخص جو بعض حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے مثلاً س کی جگہ غ یا ل بولے اور س کی جگہ ث ادا کرے اور ہکلا یعنی وہ شخص جو حروف ہیچ میں سے کوئی یا بعض حروف نہ بول سکے یا کسی یا بعض حروف کو تکرار کرنے کی عادت ہو مثلاً کسی کو تمتمہ یعنی ت اور م کو لوٹا کر کہنے کی عادت ہو یا قافاہ یعنی ف کو تکرار کرنے یا کثرت سے استعمال کرنے کی عادت ہو یعنی کوئی کلمہ ادا کرتے وقت مشقت کی وجہ سے پہلے ف کی سی آواز نکال کر پھر اصل کلمہ ادا کرتا ہو یا کسی اور حرف کو کئی بار کہے بغیر ادا نہ کر سکتا ہو پس ایسے شخص کے پیچھے اس عذر سے سالم آدمی کی نماز درست نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص نماز میں بہت کھنکارتا ہو اس کو امام نہیں بنانا چاہئے۔ اگر معمولی سی تتلاہٹ یا ہکلاہٹ کہ جس سے حروف صاف ادا نہیں ہوتے یا کوئی شخص بغیر مشقت کے حروف کو ادا نہیں کر سکتا لیکن تمتمہ یا قافاہ وغیرہ تتلاہٹ یا ہکلاہٹ نہیں کرتا اور جب حروف کو نکالتا ہے تو صحیح نکالتا ہے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایک ہی قسم کی غلطی کرتے ہوں اور اگر وہ مختلف قسم کی غلطی کرنے والے ہوں تو ان میں سے کسی کی امامت جائز نہیں ہے مثلاً اگر ایک شخص سے ت ادا نہیں ہوتا اور دوسرے سے کاف ادا نہیں ہوتا تو ان کو ایک دوسرے کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ غلط پڑھنے والے آپس میں امامت کریں تو اگر ایک ہی طرح کی غلطی کریں تو سب کی نماز درست ہے اور اگر ایک دوسرے سے مختلف غلطی کرتے ہوں تو کسی کی امامت درست نہیں ہے اور ان کی نماز درست ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مقتدیوں میں ان حروف کو صحیح ادا کرنے والا شخص موجود نہ ہو اور اگر موجود ہو تو اس تو تلے امام اور سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اور تو تلے آدمی پر اور اس پر جس سے صحیح حروف ادا نہیں ہوتے واجب ہے کہ ہمیشہ دن رات حروف کی صحت میں کوشش کرتا رہے اور جہانک ہو سکے صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے یا وہ آئیں پڑھے جن کے حروف صحیح ادا کر سکتا ہو لیکن سورہ فاتحہ ہر حال میں پڑھے اس کو ترک نہ کرے۔ اگر یہ دونوں صورتیں ناممکن ہوں تو زیادہ کوشش میں اس کی نماز ہو جائے گی اور اپنے مثل دوسرے کی امامت بھی کر سکتا ہے اور اگر کوشش ترک کر دیگا تو اس زمانے میں اس کی نماز درست نہیں ہوگی جبکہ وہ اکیلا پڑھے اور اس کا امام ہوتا بھی درست نہیں لیکن صحیح پڑھنے والے کا مقتدی ہو جائے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر

م توسط اور سب آدمی کو اپنے جیسے ہی امامت جائز ہے

قرابت فرض کی مقدار ایسی آیتیں پڑھ سکے جن میں نہ تلو اوے تو اب اس کو کوشش کرنا فرض نہیں ہے اور نہ ہی اس کو کسی دوسرے صحیح پڑھنے والے کا اقتدا لازمی ہے۔ (آج کل یہ بات عام ہے کہ لوگ غلط پڑھتے ہیں اور کوشش نہیں کرتے حتیٰ کہ ایسے لوگ امامت بھی کرتے ہیں جس سے اپنی نماز کے ساتھ دوسرے لوگوں کی نمازیں بھی خراب کرتے ہیں، لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دینا اور احتیاط کرنا لازمی ہے۔ (مؤلف) — سوم۔ نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا نہ پایا جانا۔ پس ایسے شخص کے پیچھے جس میں نماز کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے ایسے شخص کی نماز درست نہیں ہے جس میں نماز کی سب شرطیں موجود ہوں مثلاً طہارت (وضو و غسل) والے کی نماز غیر طاہر (معذور) کے پیچھے یا کپڑا پہننے والے کی نماز ننگے کے پیچھے درست نہیں ہے ننگا یعنی جس کے پاس ستر کے لائق کپڑا نہ ہونگوں کا امام ہو سکتا ہے لیکن ان کا تہادور دور بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا افضل ہے اور جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے پھر بھی اگر وہ جماعت سے پڑھیں تو امام بیچ میں ہوا گئے نہ ہو۔ اس قسم کے مسائل کی تفصیل نماز کی شرطوں میں بیان ہو چکی ہے اور مزید معذور کے بیان میں آئے گی۔ امام نے اگر بلا طہارت نماز پڑھائی یا کوئی اور شرط یا کتب نہ پایا گیا جس کی وجہ سے اس کی امامت صحیح نہیں ہوئی تو امام کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس امر کی اطلاع مقتدیوں کو کر دے خواہ خود کہے یا کہلا بھیجے یا خط کے ذریعے سے ہو اور مقتدی اپنی اپنی نماز کا اعادہ کریں۔

معذور اپنے جیسے یا اپنے سے زائد معذور والے کی امامت کر سکتا ہے کم معذور والے کی امامت نہیں کر سکتا کیونکہ امام کا حال مقتدی سے قوی یا اس کے مساوی ہونا شرط ہے اور معذور امام اور مقتدی دونوں کا عذر میں متحد ہونا ضروری ہے مثلاً دونوں کو سلسلہ البول ہو یا دونوں کو ریح کا مرض ہو وغیرہ پس اگر دونوں کو الگ الگ قسم کے عذروں مثلاً ایک کو ریح کا مرض ہے اور دوسرے کو سلسلہ البول یعنی قطرہ آنے کا مرض ہے یا خون جاری ہے تو وہ ایک دوسرے کی امامت نہیں کر سکتے بلکہ الگ الگ پڑھیں اسی طرح اگر تندرست آدمی عذر کی وجہ سے بخش کپڑے کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کی نماز ایسے حدیث والے کے پیچھے جس کو ہر وقت حدیث رہتا ہو صحیح نہیں ہے۔ ایک عذر والا شخص دو عذر والے شخص کا امام اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس کا عذر مقتدی کے دونوں عذروں میں سے ایک ہو ورنہ نہیں، اور ایک عذر والے کو دو عذر والے کی اقتدا کسی طرح درست نہیں ہے۔ معذور نے اپنے مثل معذور اور صحیح کی امامت کی تو صحیح کی نماز درست نہیں ہوگی معذور کی درست ہو جائے گی پس اگر ننگا آدمی ننگوں اور کپڑا پہنے ہوئے لوگوں کا امام ہو تو اس امام کی اور ننگے مقتدیوں کی نماز درست ہے اور کپڑا پہننے والوں کی درست نہیں بالاتفاق۔ اسی طرح اگر زخم والے کے پیچھے دوسرے زخم والے اور تندرست نے نماز پڑھی تو زخمی امام اور زخمی مقتدی کی نماز درست ہے تندرست کی درست نہیں ہے۔ اسی کا مسئلہ جو ہمیں بیان ہوا اس سے مختلف ہے کیونکہ امی کو قاری کے پیچھے نماز پڑھ کر قرابت پر قدرت حاصل تھی اور ستر عورت و طہارت کا یہ حال نہیں ہے کہ امام کا ستر یا طہارت مقتدی کیلئے کافی ہو، فافہم۔ امام معذور کے پیچھے مقتدی طاہر کی نماز درست نہیں ہے جبکہ حالت وضو میں حدیث پایا گیا ہو یا بعد وضو وقت کے اندر طاری ہو، اگرچہ نماز کے بعد ہو۔ اور اگر نہ وضو کے وقت حدیث تھا نہ ختم وقت تک

۴۴ اس نے عذر کیا تو جو نماز اس نے اس حالت میں پڑھی اس میں تندرست اس کی اقتدا کر سکتا ہے۔

قسم دوم شرائط اقتدا شرائط اقتدا یعنی جماعت کے صحیح ہونے کی وہ شرطیں جو مقتدی کے ساتھ قائم ہیں مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) نیت اقتدا یعنی مقتدی کو امام کی متابعت (اس کے پیچھے نماز پڑھنے) کی نیت کرنا اور اس نیت اقتدا کا تحریم کے ساتھ ہونا یا تحریم پر اس طرح مقدم ہونا کہ نیت اور تحریم کے درمیان کوئی اجنبی یعنی نیت توڑنے والا فعل واقع نہ ہو اور جو نیت کی تفصیل کے بیان میں شروط نماز میں آچکی ہے۔ اور یہ شرط جمعہ و عیدین کی نماز میں نہیں ہے کیونکہ وہ جماعت سے مخصوص ہیں اس لئے ان میں نیت اقتدا کی ضرورت نہیں رہی۔

(۲) مرد امام عورتوں کی امامت کی نیت کرنا عورتوں کی اقتدا صحیح ہونے کے لئے شرط ہے ورنہ عورتوں کی اقتدا درست نہ ہوگی لیکن جمعہ و عیدین کی نماز میں شرط نہیں ہے پس اگر امام نے ان میں عورتوں کی امامت کی نیت نہ کی ہو تب بھی ان کی نماز جمعہ و عیدین درست ہو جائے گی یہی اصح ہے۔ مرد امام کو مردوں کی امامت کی نیت کرنا یا عورت امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہے البتہ بغیر نیت کے ثواب نہیں ملے گا اس لئے نیت کر لینا افضل ہے جیسا کہ نیت کے بیان میں گذر چکا ہے۔

(۳) مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا۔ پس مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو اور اس کے لئے ٹخنہ یعنی ایڑیوں کا اعتبار ہے یعنی مقتدی کے پاؤں کا ٹخنہ (ایڑیاں) امام کے پاؤں کے ٹخنہ سے آگے نہ ہو تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے اس کے پاؤں کی انگلیاں امام کے پاؤں کی انگلیوں سے آگے بڑھی ہوئی ہوں کیونکہ اس میں کچھ حرج نہیں جبکہ ٹخنہ آگے نہ ہو یا اکثر پاؤں آگے نہ ہو۔ اسی طرح اگر مقتدی امام سے لمبے قدم کا ہو اور سجدہ کے وقت اس کا سر امام کے سر سے آگے نکل جائے تب بھی مضائقہ نہیں جبکہ ٹخنہ آگے نہ ہو، کیونکہ سر کے آگے پیچھے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں لیکن اشارہ سے نماز پڑھنے والے میں سر کا اعتبار ہے پس اگر اس کا سر امام کے سر کے برابر یا اس سے پیچھے ہے اگرچہ اس کے قدم امام کے قدم سے آگے ہوں تو اقتدا صحیح ہو جائے گی اور اگر اس کے برعکس اس کا سر امام کے سر سے آگے اور پاؤں امام کے پاؤں سے پیچھے ہیں تو اس کی اقتدا درست نہیں ہوگی۔ یہ حکم اس اشارے سے نماز پڑھنے والے کا ہے جو کسی صحیح کا یا اپنے مثل اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا مقتدی ہو اور وہ امام و مقتدی دونوں میں سے ہر ایک یعنی جو معذور ہیں بیٹھے ہوئے ہوں یا چپٹے لیٹے ہوئے ہوں اور اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں لیکن اگر کروٹ پر لیٹا ہو یا ہو تو مقتدی کو اپنے امام کی پیٹھ کے پیچھے کر دیا سے لیٹا ہونا شرط ہے اور اس کے لئے ہرگز سر کا اعتبار نہیں ہوگا۔ امام کے پاؤں کا مقتدی کے پاؤں سے آگے ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر دونوں برابر ہیں تو تب بھی اقتدا درست ہے۔ اگر کوئی شخص صرف ایک قدم پر کھڑا ہو تو اسی ایک قدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں قدموں پر کھڑا ہے اور ان میں سے ایک قدم امام کے قدم کے محاذی ہے اور دوسرا پیچھے ہے تب بھی اس کی اقتدا بلاشبہ درست ہے اور اگر ایک قدم محاذی اور دوسرا قدم امام کے قدم سے آگے ہے تو اس میں دونوں احتمال ہیں محاذی قدم کا اعتبار کرتے ہوئے اقتدا

درست ہونا چاہئے اور آگے بڑھے ہوئے قدم کا اعتبار کرتے ہوئے اقتدار درست نہیں ہونا چاہئے بظاہر اسی کو ترجیح ہے۔

(۴) اتحاد نماز یعنی امام اور مقتدی دونوں کی نماز میں اتحاد ہونا اس طرح کہ ایک ہی نماز ہونا یا امام کی نماز کا مقتدی کی نماز کو متضمن ہونا پس مقتدی امام کے فرض کے سوا کوئی اور فرض نہ پڑھتا ہو یا امام کی نماز مقتدی کی نماز سے کم درجہ کی نہ ہو، فرض پڑھنے والے کا اقتدار نفل پڑھنے والے کے پیچھے یا دوسری فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں ہے۔ کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہئے تاکہ اگر مقتدی یہ نیت کرے کہ میں امام کی نماز پڑھتا ہوں تو وہ اس نیت سے اس کا شریک ہو سکے۔ نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے ہو جائے گی اگرچہ امام آخر کی دو رکعتوں میں قرائت نہ پڑھتا ہو کیونکہ فرض نفل کو بھی متضمن ہیں اور اس حالت میں امام کی نیت کر لینے سے اگر مقتدی کے ذمہ فرض نہیں ہیں تو وہ نماز نفل ہو جائے گی اسی طرح اگر ایک نفل پڑھنے والے نے ایک فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا کی پھر نماز توڑ دی پھر اسی فرض میں اس کے پیچھے اقتدا کی اور اس نفل کو توڑنے کی وجہ سے جو قضا لازم آتی تھی اس کی نیت کی تو وہ نماز جائز ہو جائے گی رہا یہ سوال کہ نفل کی ہر رکعت میں قرائت فرض ہے اور فرض کے آخری دو گانہ میں قرائت سنت ہے تو فرض قرائت والے کی اقتدار سنت قرائت والے کے پیچھے لازم آئے گی جو مقتدی سے کم درجہ کا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کی وجہ سے امام کا تابع ہے اس لئے اس کی نفل نماز نے متابعت امام کی وجہ سے فرض کا حکم اختیار کر لیا اس لئے اب اس کے حق میں بھی ان دونوں رکعتوں میں قرائت سنت ہوگی یہی وجہ ہے کہ اگر اقتدا کے بعد ان کو فاسد کر دے گا تو چار رکعت کی قضا لازم ہوگی۔ تراویح و سنن مؤکدہ پڑھنے والے کا اقتدار فرض پڑھنے والے کے پیچھے یا تراویح کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں ہے اس لئے کہ تراویح و سنن مؤکدہ سنت مخصوصہ ہیں اور ان کے لئے نیت میں تراویح و سنن مؤکدہ کا تعین یا متابعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ضروری ہے لیکن جن کے نزدیک مطلق نفل کی نیت تراویح و سنن مؤکدہ کے لئے کافی ہے ان کے نزدیک فرض پڑھنے والے یا دوسری نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے تراویح و سنن مؤکدہ پڑھنا درست ہے م..... ظہر کی دو سنتیں پڑھنے والے کی اقتدا اس شخص کے پیچھے جو ظہر کی پہلی چار سنتیں پڑھتا ہو جائز ہے۔ نماز وتر کی جماعت میں ایسے شخص کے پیچھے جو اس کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اس شخص کی نماز جو وتر کے واجب ہونے کا معتقد ہے اقتدا جائز ہے کیونکہ صفت نماز میں اتحاد موجود ہے اگرچہ اعتقاد میں اختلاف ہو لیکن شرط یہ ہے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے۔ نفل نماز پڑھنے والے کی اقتدار نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے بوجہ اتحاد نماز درست ہے۔ نذر کی نماز پڑھنے والے کا اقتدار نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اس لئے کہ نذر واجب ہے پس قوی کی بنا صعیف پر درست نہیں ہے اور نذر نماز والے کی اقتدار فرض نماز والے کے پیچھے یا دوسرے نذر نماز والے کے پیچھے درست نہیں ہے کیونکہ ان نمازوں میں امام اور مقتدی میں سے ہر ایک ایسا ہے جیسا کہ دوسری فرض نماز پڑھتا ہو لیکن اگر دونوں نذر نماز والوں میں ایک ہی نذر کی نیت کی ہو تو اقتدار درست ہے مثلاً زید نے کسی نماز کی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ

م لیکن اقتدار درست نہ ہونا راجح ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ تراویح میں شمار نہیں ہوگی یہ مراد نہیں کہ اقتدا باطل ہے۔ (مؤلف)

جو زید نے نذر کی ہے وہی میں بھی کرتا ہوں تو جب دونوں کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز معین کی نذر کی اسلئے
 اتنا نماز پایا گیا اور اقتدا درست ہو گئی۔ نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا حلف (قسم) کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے
 درست نہیں کیونکہ نذر قسم سے اقوی ہے اور اس کا عکس یعنی قسم والے کی نماز نذر والے کے پیچھے درست ہے۔ قسم والے
 کی نماز قسم والے اور نفل والے کے پیچھے درست ہے کیونکہ قسم کا دوگانہ بھی نفل ہی ہوتا ہے اس لئے کہ اس کو اختیار ہے خواہ
 دوگانہ پڑھ کر اپنی قسم سچی کر لے یا ترک کر کے کفارہ ادا کر دے۔ دو شخصوں کے دوگانہ طواف پڑھنے کا حکم دو مختلف
 نذر کے دوگانہ پڑھنے والوں کے مطابق ہے یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز نہیں ہے کیونکہ ان کا سبب یعنی
 طواف الگ الگ ہے اور جن فقہاء کے نزدیک دوگانہ طواف سنت ہے ان کے نزدیک اقتدا درست ہو جائے گی۔
 ظہر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے اور آج کی ظہر پڑھنے والے کی اقتدا کل کی ظہر پڑھنے والے کے
 پیچھے یا ظہر پڑھنے والے کی اقتدا نماز جمعہ پڑھنے والے کے پیچھے اور جمعہ پڑھنے والے کی اقتدا ظہر پڑھنے والے کے پیچھے درست
 نہیں ہے۔ دوسری فرض نمازوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیں۔ اگر دو شخص نفل نماز کی جماعت میں شریک ہوئے پھر دونوں نے
 اس کو فاسد کر دیا اور پھر سے اس کو پڑھا تو اس دوگانہ کو ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں مثلاً دونوں کسی امام کے پیچھے یا
 ایک دوسرے کے پیچھے دوگانہ تراویح پڑھتے تھے پھر اس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو اس دوگانہ کو ایک دوسرے کے پیچھے جماعت سے
 پڑھ سکتے ہیں کیونکہ دونوں کی نماز متحدہ اسلئے کہ اقتدا کے ساتھ ایک نے دوسرے کی نماز کو اپنے لئے معین کر لیا جیسا کہ ایک نماز
 نذر والا دوسرے کی نماز نذر کو اپنے لئے معین کرے تو دونوں جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔ اور اگر دونوں تنہا نفل پڑھتے تھے اور
 دونوں نے اس کو فاسد کر دیا تو اب ان کو جماعت سے ادا کرنا اور ایک دوسرے کی اقتدا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مختلف دو نذر
 کرنے والوں کی طرح سبب مختلف ہونے کی وجہ سے نماز متحدہ ہوئی۔ مسبق کی اقتدا اپنی باقی نماز میں دوسرے مسبق
 کے پیچھے درست نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں اس وقت منفرد ہیں اور منفرد کا مقتدی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح لاحق کی اقتدا
 دوسرے لاحق کے پیچھے درست نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں حکماً مقتدی ہیں اگر ان میں سے ایک امام ہو جائے تو وہ منفرد ہو جائے گا۔
 کیونکہ امام منفرد کی طرح ہوتا ہے پس وہ اپنے امام کی اقتدا سے نکل جائے گا جس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح
 لاحق کی نماز مسبق کے پیچھے اور مسبق کی نماز لاحق کے پیچھے درست نہیں ہے۔ (اسی طرح کسی اور کو بھی مسبق یا لاحق کے
 پیچھے اقتدا درست نہیں ہے۔ مولف)

مسافر کا اقتدا مقیم کے پیچھے وقت کے اندر صحیح ہے اور وقت نکلنے کے بعد یعنی قضا نماز میں جن نمازوں میں قصر ہوتی ہے
 یعنی ظہر و عصر و عشا کی نمازوں میں درست نہیں ہے خواہ امام مقیم نے تکبیر تحریمہ وقت کے اندر کہی ہو اور پھر وقت نکل گیا ہو یا
 وقت نکلنے کے بعد کہی ہو کیونکہ خارج وقت میں مسافر پر صرف دوگانہ پڑھنا ہی لازم و مقرر ہے اب یہ اقامت یا اقتدا مقیم سے
 بدل نہیں سکتا اور پوری نماز لازم نہیں ہوتی حتیٰ کہ اپنے شہر میں آ کر بھی دوہی رکعتیں قضا کرے۔ پس یہ دوگانہ لازم ہو کر اس کا یہ

قعدہ فرض ہو جائے گا اور امام کا قعدہ اولیٰ واجب ہے اس لئے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہیں ہوگی اور کچھ لے دوگا نہ میں اس لئے اقتدا صحیح نہیں ہوگی کہ کچھ لے دوگا نہ میں امام مقیم کے حق میں قرأت مسنون ہے اور مسافر مقتدی کے حق میں قرأت فرض ہے اس لئے فرض والے کا اقتدا سنت والے کے پیچھے درست نہیں ہے مبتذل کی مفروض کے پیچھے اقتدا صحیح ہونے سے اس مسئلہ کا رد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ امام کی متابعت کی وجہ سے فرض کا حکم اختیار کر لیتا ہے اسی لئے اگر اقتدا کے بعد اس کو فاسد کر دے تو چار لازم آتی ہیں اس لئے ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ لیکن اگر مسافر وقت کے اندر امام مقیم کے پیچھے اقتدا کی نیت سے تحریمہ کہہ لے اور پھر وقت نکل جائے تو اقتدا صحیح ہو جائے گا اور مسافر اپنے امام کی متابعت میں چار رکعتیں پڑھے گا جیسا کہ وقت کے اندر امام مقیم کے پیچھے نماز پڑھنے میں مسافر پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔ جن نمازوں میں قصر نہیں فجر و مغرب کی نماز میں خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت نکلنے کے بعد ہر حال میں مسافر کو مقیم کا اقتدا جائز ہے کیونکہ ان میں کوئی تغیر نہیں ہے اور دونوں کی نماز متحد ہے۔ مقیم کا مسافر کے پیچھے اقتدا کرنا خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد (یعنی قضائے میں) صحیح ہے پس مسافر جب دو رکعت پورے سلام پھیر دے تو مقیم باقی دو رکعتیں لاحق کی طرح پوری کرے یعنی وہ ان میں گویا امام کے پیچھے ہے اس کی پوری تفصیل مسافر کے بیان میں آئے گی۔ ادا نماز پڑھنے والے کے پیچھے دوسرے روز کی وہی نماز قضا پڑھنے والے کی اقتدا درست نہیں ہے کیونکہ دونوں کی نماز متحد نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن چار رکعتی ادا نماز پڑھنے والے کے پیچھے دوسرے روز کی وہی نماز قضا پڑھنے والے کی اقتدا درست نہیں ہے کیونکہ دونوں کی نماز متحد نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن چار رکعتی ادا نماز پڑھنے والے کے پیچھے اُس روز کی وہی (یعنی اسی وقت کی) قضا نماز پڑھنے والے مقیم کی اقتدا درست ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر غروب سے پہلے عصر کی نماز کی نیت باندھی اور ابھی اس کی نماز پوری نہیں ہوئی تھی کہ غروب ہو گیا تو اب اس کے پیچھے کسی مقیم شخص نے اقتدا کی تو اس کی اقتدا درست ہے باوجودیکہ اس کی نماز قضا ہے کیونکہ اس نے غروب کے بعد تحریمہ باندھا ہے اور امام کی نماز ادا ہے کیونکہ اس نے وقت کے اندر یعنی غروب سے پہلے تحریمہ باندھا ہے لیکن دونوں کی نماز عصر اسی روز کی ہے اس لئے واحد ہے اور اس قدر اختلاف اقتدا کا مانع نہیں ہے جیسا کہ قضا نماز ادا کی نیت سے اور ادا نماز قضا کی نیت سے درست ہو جاتی ہے اور یہ اختلاف مانع صحت نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ کی نظیر وہ مسئلہ بھی ہے جس میں ظہر کی نماز صاحبین کے قول پر عمل کرنے والے یعنی ایک مثل پر پڑھنے والے کی امام ابو حنیفہ کے قول پر عمل کرنے والے یعنی دو مثل پر پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے اور ادا و قضا کا یہ اختلاف مضر نہیں ہے۔ مسئلہ ہذا میں مسافر کا اقتدا اس مقیم کے پیچھے غروب کے بعد درست نہیں ہے کیونکہ وقت نکلنے کے بعد اس کا تحریمہ چار رکعتی نماز میں مقیم کے پیچھے درست نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے (البتہ مسافر کا اقتدا وقت نکلنے کے بعد اس مسافر امام کے پیچھے درست ہے جس نے وقت کے اندر عصر کی نماز شروع کی اور ختم نماز سے پہلے وقت نکل گیا جیسا کہ اوپر اصول بیان ہوا۔ نیز چاہئے کہ یہ اصول عصر کی نماز میں ہی جاری ہوتا ہے واللہ اعلم بحولہ)

(۵) اتحاد مکان۔ یعنی امام اور مقتدی کے مکان کا ایک ہونا۔ پس سواری سے اتر کر (پیدل) نماز پڑھنے والے کی اقتدا سواری کے پیچھے اور ایک سواری کی اقتدا دوسرے الگ سواری والے سواری کے پیچھے درست نہیں ہے کیونکہ ان کے مکان مختلف ہیں اور اگر دونوں ایک ہی سواری پر سوار ہوں تو پیچھے والا آگے والے کی اقتدا کر سکتا ہے کیونکہ دونوں کا مکان ایک ہے اسی طرح جبکہ امام ایک کشتی پر سوار ہو اور مقتدی دوسری کشتی پر سوار ہو تو اگر وہ اس کے ساتھ ملی ہوئی یعنی بندھی ہوئی نہ ہو تو اختلاف مکان کی وجہ سے اقتدا درست نہیں ہے اور اگر دونوں کشتیاں بندھی ہوئی ہوں تو ایک دوسرے کی سواریوں کی آپس میں اقتدا درست ہے اس کی مزید تفصیل سواری اور کشتی پر نماز پڑھنے کے مسائل میں بیان ہوئی ہے۔ اتحاد مکان خواہ حقیقتہً ہو جیسے مسجد یا گھر یا حکماً ہو جیسے میدان میں جبکہ درمیان میں جو خلا مثلاً نہر یا راستہ وغیرہ ہو اور اس کو پل پر یا راستہ میں صفیں بنا کر متصل کر لیا ہو تو اقتدا درست ہے۔

(۶) امام اور مقتدی کے درمیان عام راستہ (سڑک) نہ ہونا۔ پس ایسا راستہ جس پر پیل گاڑی یا لدے ہوئے اونٹ و خچر گزر سکیں امام اور مقتدی کے درمیان ہو گا تو اقتدا صحیح نہیں ہوگی۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس راستہ پر صفیں ملی ہوئی نہ ہوں اور اگر صفیں ملی ہوئی ہوں یا راستہ اس سے تنگ یعنی کم چوڑا ہو تو اقتدا درست ہے راستہ میں ایک آدمی کے کھڑے ہونے سے بالاتفاق صفیں ملی ہوئی یعنی متصل نہ ہوں گی کیونکہ جماعت میں اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے اس لئے اس کا وجود اس کے پیچھے والوں کے لئے عدم کی مثل ہو گیا اور تین آدمیوں کے کھڑا ہونے سے بالاتفاق صفیں مل جاتی ہیں۔ دو آدمیوں کے کھڑا ہونے سے صفیں ملنے کے حکم میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مل جاتی ہیں اور امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نہیں ملتیں اور یہی قول اصح ہے۔ اسی طرح اگر راستہ کے طول میں صفیں بنائی جائیں اور امام ان کے آگے کھڑا ہے تو اگر امام اور اس کے پیچھے کی صف میں اس قدر فاصلہ نہیں کہ گاڑی گزر جائے تو نماز جائز ہوگی اور یہی حکم باقی تمام صفوں کے درمیان کا ہے پس اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہے اور درمیان میں اتنا چوڑا راستہ نہیں ہے کہ گاڑی گزر سکے لیکن پہلی اور دوسری صف کے درمیان اتنا راستہ ہے تو پہلی صف کی نماز صحیح ہو جائے گی اور دوسری صف کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر امام اکیلا سڑک کے ایک طرف ہے اور سب مقتدی سڑک کے دوسری طرف ہیں تو امام کی نماز جائز ہے اور مقتدیوں کی نماز فاسد ہے۔

(۷) بڑی نہر درمیان میں نہ ہونا۔ بڑی نہر وہ ہے جس میں کشتیاں اور بجرے (ڈونگے یعنی چھوٹی کشتیاں) چل سکیں اور اس پر بغیر کسی تہ بیل و کشتی وغیرہ کے عبور ممکن نہ ہو۔ پس ایسی نہر کا حکم عام راستہ کی طرح ہے کہ جب تک صفیں متصل نہیں ہوں گی اقتدا درست نہیں ہوگی اگرچہ وہ نہر مسجد میں ہو۔ اور اس میں صفوں کا اتصال پل کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے کہ پل پر لوگ کھڑے ہو جائیں یا کشتیاں باندھ کر ان پر لوگ کھڑے ہو جائیں پس اگر تین آدمی پل پر ہوں تو ان کی اور پاروں کی سبکی اقتدا بالاتفاق درست ہے۔ دو آدمیوں کے کھڑا ہونے میں اختلاف ہے اور ایک میں بالاتفاق اس کے پیچھے والے سب کی نماز فاسد ہوگی جیسا کہ راستہ کا حکم بیان ہوا۔ اگر نہر اتنی چھوٹی ہو کہ اس میں چھوٹی کشتیاں (بجرے) بھی نہ گزر سکیں تو وہ اقتدا کی مانع نہیں ہے۔ اگر ایسی نہر

جس میں چھوٹی کشتیاں گزر سکیں حائل ہو لیکن اس وقت پانی ٹھوڑا ہو کہ پانی کی کمی کی وجہ سے کشتی نہ چل سکے اور اس میں اونٹ وغیرہ گزر سکتے ہوں تب بھی وہ اقتدا کی مانع ہے جب تک کہ صفیں متصل نہ ہو جائیں اور اگر وہ نہر خشک ہے اور اس میں راستہ کی طرح صفیں متصل ہو جائیں تو اقتدا درست ہے۔ مسجد یا میدان میں اگر امام اور مقتدی کے درمیان یا دوسری صفوں کے درمیان پانی کا چشمہ یا حوض یا کوئی اور ایسا ہی حائل یا خالی جگہ ہے تو اگر وہ درہ (۱۰×۱۰ گز شرعی) ہے تو اقتدا کا مانع ہے جبکہ اس کے ارد گرد لوگ کھڑے ہو کر صفیں متصل نہ ہو گئی ہوں اور اگر اس حوض وغیرہ کے ارد گرد یعنی دائیں بائیں لوگ کھڑے ہو کر صفیں ہو جائیں تو اس کے بعد والوں کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر وہ حوض وغیرہ چھوٹا یعنی درہ سے کم ہو تو مانع اقتدا نہیں خواہ اس کے دائیں بائیں لوگ کھڑے نہ ہوئے ہوں۔

(۸) کوئی بڑا میدان یعنی خالی جگہ امام اور مقتدی کے یا مقتدیوں کی صفوں کے درمیان حائل نہ ہونا۔ پس اگر میدان میں جماعت قائم ہوئی اور امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہے کہ اس میں دو صفیں یا زیادہ قائم ہو سکتی ہیں تو اقتدا صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر دو صفوں کے درمیان بھی اس قدر فاصلہ ہے تو پچھلی (فاصلہ کے بعد کی) صفوں کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اگر دو صفوں کے کم فاصلہ درمیان میں ہو تو مانع اقتدا نہیں ہے اور نماز درست ہو جائے گی۔ بہت ہی بڑی مسجد مثلاً مسجد قدس و جامع مسجد خوارزم وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے لیکن عام مساجد اگرچہ بڑی ہوں یعنی جب تک بہت ہی بڑی نہ ہوں مکان واحد کا حکم رکھتی ہیں اور ان میں خالی جگہ کے فاصلہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگرچہ بقدر دو صفوں یا زیادہ کے ہو اور وہ مانع اقتدا نہیں ہے۔ پس اگر امام محراب میں ہے اور کسی شخص نے مسجد کے کنارے پر اقتدا کیا اور درمیان میں دو صف یا اس سے زیادہ فاصلہ خالی ہے تو اقتدا جائز ہے مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔ عید گاہ بھی عام مساجد کے حکم میں ہے یعنی اس میں بھی دو صف یا زیادہ کا فاصلہ مانع اقتدا نہیں اگرچہ وہ عید گاہ بڑی ہو۔ اور جنازہ گاہ میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کو بھی مسجد کے حکم میں لیا گیا ہے۔ فنائے مسجد بھی مسجد کے حکم میں ہے اور فنائے مسجد وہ ہے جو مسجد کے متصل ہو اور ان دونوں کے درمیان راستہ نہ ہو۔ چھوٹا مکان (گھر) مسجد کے حکم میں ہے یہی اصح ہے اور اس میں بھی صفوں کے اتصال کے بغیر اقتدا صحیح ہے اور بڑا مکان میدان کے حکم میں ہے اور بڑا مکان ایک قول کے بموجب وہ ہے جو ساٹھ گز شرعی کا ہو اور صحیح و مختار قول کے بموجب وہ ہے جو چالیس گز شرعی یا اس سے زیادہ کا ہو، اس سے کم کا ہو تو چھوٹا ہے۔ میدان میں جماعت قائم ہوئی، امام کے تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد پہلی دو صفوں نے ابھی تکبیر تحریمہ کا اللہ اکبر نہیں کہا تھا کہ تیسری صف نے تحریمہ باندھ لیا تو اقتدا صحیح ہوگی اور ان دو صفوں کا درمیان میں حائل ہونا تکبیر تحریمہ کے لئے مانع نہیں ہوگا کیونکہ صفیں تو متصل ہو گئیں اور جگہ خالی نہیں رہی۔

(۹) مقتدی پر امام کے حال کا مشتبہ نہ ہونا یعنی اس کے تبدیل ارکان (ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے) کا مقتدی کو علم ہونا خواہ امام یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھ کر یہ علم حاصل ہو یا امام یا تکبیر کی آواز سن کر حاصل ہو پس اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو اور امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کا حال مقتدی پر مشتبہ نہ ہو تو اقتدا درست ہے اگرچہ وہ حائل استفرد ہو کہ

مقتدی کو امام تک پہنچنے کا راستہ نہ ہو مثلاً دروازے میں جالیاں ہیں یا سوراخ چھوٹا ہے کہ امام تک جانا چاہے تو نہ جاسکے اور امام کو اس میں سے دیکھ رہا ہے اسی طرح امام اور مقتدی کے درمیان منبر کا حال ہونا مانع اقتدا نہیں جبکہ امام کا حال مشتبہ نہ ہو جیسا کہ مسجد الحرام میں امام مقام ابراہیم میں کھڑا ہوتا ہے اور بیت سے لوگ خانہ کعبہ کے پیچھے دوسری جانب اس امام کی اقتدا کرتے ہیں اور خانہ کعبہ ان کے اور امام کے درمیان حائل ہوتا ہے اور ہمیشہ سے اس پر لوگوں کا عمل چلا آ رہا ہے اور کسی نے منع نہیں کیا۔ (خلاصہ یہ ہے کہ اتحاد مکان اور عدم اشتباہ حال امام یہ دو شرطیں الگ الگ ہیں پس اگر امام اور مقتدی کا مکان متحد ہوگا خواہ حقیقتاً جیسے مسجد یا گھر یا حکماً متحد ہو جیسے درمیان میں خلا یعنی راستہ یا نہر وغیرہ ہونے کی صورت میں صفوں کے متصل ہوجانے سے مکان متحد ہوجاتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے تو مانع اقتدا نہیں جبکہ امام کا حال مقتدی پر مشتبہ ہو تو اتحاد مکان کے باوجود اقتدا درست نہیں ہے اور اگر مکان متحد نہیں ہے نہ حقیقتاً نہ حکماً تو خواہ امام کا حال مشتبہ نہ بھی ہو تب بھی اقتدا درست نہیں ہے) جس مکان کی چھت مسجد سے بالکل متصل ہو اس طرح کہ بیچ میں راستہ نہ ہو تو اس چھت پر سے اقتدا درست ہے اور اگر درمیان میں راستہ ہو تو اقتدا درست نہیں مگر جبکہ راستہ میں صفیں کھڑی ہو کر مسجد کی صفوں سے متصل ہوجائیں تو اس مکان کی چھت پر سے اقتدا درست ہے۔ مسجد کے متصل کوئی دالان ہے اس میں مقتدی کا اقتدا درست ہے جبکہ امام کا حال مخفی نہ ہو۔ مسجد سے باہر چوتڑہ ہے جو مسجد سے متصل ہے اور امام مسجد میں ہے تو مقتدی چوتڑہ پر اقتدا کر سکتا ہے جبکہ صفیں متصل ہوں۔ اگر مسجد کی دیوار پر سے اقتدا کرے تو صحیح ہے۔ اگر ایسی دیوار پر کھڑا ہو جو اس کے گھر اور مسجد کے درمیان میں ہے اور امام کا حال مشتبہ نہیں ہوتا تو اقتدا صحیح ہے۔ مسجد کے پردوں میں رہنے والا اپنے گھر میں سے مسجد کے امام سے اقتدا کر سکتا ہے جبکہ اس کے اور مسجد کے درمیان میں کوئی عام راستہ نہ ہو اور اگر راستہ ہو تو صفوں کی وجہ سے بند ہو گیا ہو تب بھی جائز ہے۔ اگر مسجد کی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد میں ہو تو اگر چھت پر دروازہ مسجد کی طرف ہو اور امام کا حال مشتبہ نہ ہو تو اقتدا صحیح ہے اور اگر امام کا حال مشتبہ ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر چھت میں دروازہ مسجد کی طرف نہ ہو لیکن امام کا حال مشتبہ نہ ہو تب بھی اقتدا صحیح ہے اسی طرح اگر مذنہ (اذان کا بینا) پر کھڑا ہو کر امام مسجد کی اقتدا کی تب بھی جائز ہے۔ خلاصہ ان سب کا یہ ہے کہ صحت اقتدا کے لئے امام کا حال بھی مشتبہ نہیں ہونا چاہئے اور مکان بھی حقیقتاً یا حکماً متحد ہونا چاہئے۔

(۱۰) امام اور مقتدیوں کے درمیان عورتوں کی پوری صف کا حائل نہ ہونا، پس اگر عورتوں کی پوری صف امام کے پیچھے ہوتی تو ان کے پیچھے مردوں کی جتنی صفیں ہوں گی ان سب صفوں کی نماز استحساناً فاسد ہوگی، اور عورتوں کی صف ان کے لئے حائل سمجھی جائے گی۔ پوری صف سے مراد تین سے زیادہ عورتیں ہیں۔ اور اگر تین عورتیں ہوں گی تو ان کے پیچھے والی صفوں میں سے ہر صف کے ان تین تین آدمیوں کی نماز جو ان عورتوں کے محاذی ہوں گے اخیر صفوں تک فاسد ہو جائے گی اور باقی لوگوں کی نماز جائز ہو جائے گی اور اگر دو عورتیں ہوں تو ان کے پیچھے والی صف پہلی صف کے ان دو مردوں کی نماز فاسد ہوگی جو ان کے پیچھے محاذ میں ہیں اسی طرح ایک عورت سے بھی پیچھے والی صف پہلی صف کے ایک ہی مرد کی جو اس کے محاذی ہے

مشتبہ نہ ہو اور اگر امام کا حال مقتدی پر

نماز فاسد ہو جاتی ہے آخر صفوں تک نہیں۔ تو امام اور مقتدیوں کے یا مقتدیوں کی صفوں کے درمیان میں حائل کے طور پر کھڑا ہونے کا حکم ہے اسی طرح اگر کسی صف کے اندر عورت مرد کے محاذی (برابر) میں کھڑی ہو جائے گی تب بھی مرد کی نماز فاسد ہو جائیگی اور وہ ایک عورت تین آدمیوں کی نماز فاسد کریگی ایک اس کے دائیں طرف کا دوسرا بائیں طرف کا اور تیسرا اس سے پیچھے کی پہلی متصل صف کا جو اس کے محاذی ہوگا اور دو عورتیں چار آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی دو وہی دائیں اور بائیں والے اور دو پیچھے والے پہلی متصل صف کے ان دونوں کے محاذی اور تین عورتیں دائیں بائیں کے ایک ایک آدمی کی اور پیچھے والی صفوں کے اخیر صفوں تک تین تین محاذی مردوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں دائیں بائیں کے ایک ایک آدمی کی اور پیچھے والی تمام صفوں کے تمام مردوں کی نماز اخیر صف تک فاسد کریں گی لیکن اگر تین یا اس سے کم عورتوں اور ان سے پیچھے کے مردوں کے درمیان کوئی حائل ہو مثلاً کوئی لکڑی ایک ہاتھ لمبی کھڑی ہو یا دیوار ایک ہاتھ اونچی ہو تو مانع اقتدا نہیں ہے اور عورتوں کی پوری صف یعنی تین سے زیادہ کی صورت میں حائل کا اعتبار نہیں ہے اور وہ ہر حال میں مانع اقتدا ہے۔

(۱۱) یہ معلوم ہونا کہ امام مقیم ہے یا مسافر خواہ یہ جاننا نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہو یا فارغ ہونے کے بعد پس اگر ایسی صورت ہو کہ کسی شہر یا گاؤں میں امام نے چار رکعت والی نماز میں دو پر سلام پھیر دیا اور لوگوں کو معلوم نہ ہوا کہ اس نے بھول کر دو پڑھی ہیں یا سفر کی وجہ سے تو نماز درست نہ ہوگی اور اگر آبادی سے باہر ایسا ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ وہاں اس کا مسافر ہونا ظاہر ہے اور اس کو بھولنے کی وجہ سے نہیں سمجھا جائے گا۔ (مزید تفصیل مسافر کی نماز کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)۔

(۱۲) امام کی نماز کا مقتدی کے مذہب پر صحیح ہونا اور مقتدی کا اپنے گمان میں اس کو صحیح سمجھنا پس اگر مقتدی کی دانستہ میں امام کی نماز فاسد ہوگی تو اس کا اقتدا صحیح نہ ہوگا اگر مقتدی حنفی المذہب ہو اور امام شافعی المذہب یا کسی اور امام کا مقلد ہو تو اس کی اقتدا اس وقت تک کر سکتا ہے جبکہ وہ مسائل طہارت و نماز میں حنفی مذہب کے مطابق فرائض یعنی شروط و ارکان نماز کی رعایت کرنا ہو اور مقامات خلافت سے بچتا ہو یا یہ معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے فرائض کی رعایت حنفی مذہب کے مطابق کی ہے یعنی اس کی طہارت ایسی نہ ہو کہ حنفی مذہب کے مطابق وہ طاہر نہ ہوتا ہو اور نہ نماز اس قسم کی ہو کہ اخاف کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہو تو اس کی اقتدا درست ہے پس اگر شافعی امام خلافت کی جگہوں میں احتیاط کرے مثلاً اگر سیلین کے سوا اور کسی مقام سے نجس چیز نکلے جیسے کوئی فصد کھلوائے یا پچھنے لگوائے یا نکسیر آجائے یا قے آجائے اور فصد پچھنے یا نکسیر یا قے کے بعد وضو کر لے تو اقتدا بلا کر اہمیت درست ہے اس لئے کہ اکثر صحابہ کرام اور تابعین باوجود مجتہد ہونے کے اور مختلف مسائل میں مختلف مذہب رکھنے کے ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح بعض امور جن میں رعایت لازمی ہے یہ ہیں کہ امام قبلہ سے بہت نہ پھرتا ہو اور اس میں شک نہیں کہ ہمارے ملک میں اگر سورج چھینے کے موقعوں سے پھر گیا تو قبلہ سے پھر گیا اور متعصب نہ ہو یعنی حنفی مذہب والوں پر عیب و طعن نہ کرے اور اپنے ایمان میں شک نہ رکھتا ہو اور ایسے بند پانی میں جو تھوڑا ہو یعنی وہ درودہ (۱۰×۱۰) اگر شرعی سے چھوٹا ہو اور اس میں نجاست واقع ہو جائے وضو نہ کرے اور درہم سے زیادہ مٹی لگ جائے اور وہ تڑپا ہوا پینے

کپڑے کو دھونا ہو اور خشک منی کو کھرچ ڈالنا ہو (کیونکہ شافعی مذہب میں منی پاک ہے) اور توڑ کر نہ پڑھنا ہو یعنی تینوں رکعت ایک ہی سلام سے پڑھنا ہو اور پانچ یا اس سے کم نمازوں کی قضایں ترتیب کی رعایت کرتا ہو اور کم از کم چوتھائی سر کا مسح کرتا ہو اور مستعمل پانی سے وضو نہ کرتا ہو تو ان رعایات کے کرنے والے کے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی رعایت نہ کرے تو اقتدار درست نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ میں علمائے بہت اختلاف کیا ہے اور کئی اقوال ہیں مگر اس قول کو ترجیح ہے اور یہی احوط ہے کہ اگر امام قرآن مذہب مقتدی کی رعایت نہیں کرتا تو اقتدار درست نہیں ہے اور اگر قرآن میں تو رعایت کرتا ہے لیکن واجبات و سنن میں مذہب مقتدی کی رعایت نہیں کرتا تو مکروہ ہے اسی طرح اگر مقتدی کو شک ہے کہ رعایت کرتا ہے یا نہیں یا اس نماز میں رعایت کی ہے یا نہیں تو اس کے پیچھے مقتدی کی نماز مکروہ ہے اسی کو ترجیح ہے اور بعض نے اس کو خلاف اولیٰ سے تعبیر کیا ہے اور یہ قید لگائی ہے کہ جب اپنے مذہب کا امام بخیر کسی عذر شرعی کے میسر ہو ورنہ کراہت نہیں و اللہ اعلم اور اگر صرف سنن میں رعایت نہیں کرتا یا وہ چیزیں کرتا ہے جو مقتدی کے نزدیک مکروہ ہیں اور اس کے نزدیک سنت ہیں مثلاً انتقالات ارکان میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا اور بسم اللہ میں جہر کرنا یا اخفا کرنا وغیرہ تو اس میں کراہت تشریح ہے پس اگر حنفی امام نہ ملے تو ایسے شافعی امام کی اقتدار کرے کیونکہ جماعت واجب ہے اس کو کراہت تشریح کے ترک پر تقدم حاصل ہے اور ایسے اختلافات سے بچنا ناممکن ہے پس ہر ایک اپنے مذہب کا تتبع ہے اور اس کو اس کے اپنے مشرب سے منع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر مقتدی کو امام میں ایسی باتیں معلوم ہوں جن سے امام کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر مقتدی کے مذہب کے موافق نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی مثلاً امام نے بغیر حائل کے اپنے ذکر کو چھوڑ دیا یا مقتدی نے تھوٹی سی نجاست امام کے کپڑوں پر دیکھی تو اس کی اقتدار درست ہے جبکہ امام کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو یہی صحیح ہے کیونکہ مقتدی کی رائے کے مطابق اس کی نماز صحیح ہوگی اور اس کے حق میں اپنی رائے ہی معتبر ہے اگرچہ بعض کے نزدیک درست نہیں ہے۔ حنفی مقتدی کو غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کے مسئلہ میں بھی یہی تفصیل ہے جو اوپر شافعی وغیرہ مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی بیان ہوئی جبکہ وہ متعصب نہ ہو اور حنفی مذہب والوں پر عیب و طعن نہ کرے اور ائمہ دین کو خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو برا نہ کہتا ہو چونکہ آجکل اکثر غیر مقلدین کا حال یہ ہے کہ وہ تقلید ائمہ کو حرام کہتے ہیں اور خود اجتہاد کے مدعی ہیں اور ان پر تعصب کا غلبہ ہے امام ابو حنیفہ و دیگر ائمہ و فقہائے دین کو برا کہتے ہیں پس جب ایسا شخص امام ہو تو اس کے پیچھے حنفی کا نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے جہانتک ہو سکے بچتا ہی چاہئے اور اگر پڑھ لی تو کراہت کے ساتھ جائز ہو جائے گی اور احتیاطاً اعادہ کر لینا مناسب ہوگا (مزید حسب ضرورت تحقیق و تفصیل علمائے کرام سے دریافت فرمائیں۔ مؤلف)

(۱۳) مقتدی کا ارکان نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونا یعنی ہر رکن کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد ادا کرنا پس اگر کسی رکن کو چھوڑ دے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے وہ مقتدی بھی نہیں رہے گا اور اگر امام سے پہلے ارکان ادا کرے گا تب بھی اقتدار درست نہیں ہوگا لیکن اگر اپنے امام کو اس رکن میں پالے گا جو اس نے امام سے پہلے کر لیا ہے تو اقتدار درست ہے مثلاً کسی شخص نے امام کے رکوع میں جانے سے پہلے رکوع کر دیا اور وہ رکوع میں ہی رہا جہانتک کہ امام نے بھی رکوع کر دیا اور اس نے

مذہب مقتدی کی رعایت

رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ رکوع میں شرکت کر لی تو اس کی اقتدا درست ہو جائے گی اور اگر وہ امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اپنے رکوع سے اٹھ گیا اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں شریک نہ ہو تو اس کی اقتدا اور نماز فاسد ہوگئی۔

(۱۴) ارکان کی ادائیگی مقتدی کا امام کے مثل یا اس سے کم ہونا یعنی امام سے زائد نہ ہونا مثلاً اگر امام اور مقتدی دونوں رکوع و سجود سے نماز پڑھتے ہیں یا دونوں اشارہ سے نماز پڑھتے ہیں جبکہ امام کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو اور اس کے پیچھے مقتدی خواہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے یا امام اور مقتدی دونوں لیٹ کر اشارہ سے پڑھتے ہوں تو یہ مقتدی ارکان کی ادائیگی امام کے مثل ہے اور اقتدا درست ہے لیکن اگر امام لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو تو اس صورت میں اقتدا درست نہیں ہے کیونکہ مقتدی کا حال امام سے قوی ہے یہی مختار ہے۔ اگر امام رکوع و سجود سے نماز پڑھتا ہے اور مقتدی اشارہ سے پڑھتا ہے تو یہ امام سے کم ہونے کی مثال ہے اور اقتدا درست ہے۔ اگر امام اشارہ سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی رکوع و سجود سے تو چونکہ مقتدی کا حال ارکان کی ادائیگی امام سے زیادہ اور قوی ہے اس لئے اس کی اقتدا درست نہیں ہے لیکن امام مریض جو کھڑا ہونے پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو اور رکوع و سجود کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑھتا ہو تو اس کے پیچھے کھڑے آدمی کی نماز درست ہے خواہ وہ کھڑا ہو مقتدی رکوع و سجود کرتا ہو یا اشارہ سے پڑھتا ہو یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف نوافل کے علاوہ نوافل اگرچہ تراویح ہو یا بالاتفاق درست ہے اور عذر امام بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو تو بالاتفاق اس کی اقتدا کھڑے ہو کر پڑھنے والے کو جائز نہیں ہے۔ کبڑے (کوڑ پست) کے پیچھے سیدھا کھڑا ہونے والے کی نماز جبکہ اس کے رکوع و قیام میں فرق ظاہر ہو بالاتفاق درست ہے خواہ وہ کھڑا ہونے والا مقتدی رکوع و سجود کرتا ہو یا اشارہ سے پڑھتا ہو اور اگر فرق ظاہر نہ ہو یعنی اس کا کبڑا اپنے صدر رکوع کو پہنچ گیا ہو تو شیخین کے نزدیک جائز ہے یہی اکثر علماء کا مختار ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ اگر امام کا پاؤں ٹیڑھا ہو یعنی ایسا لنگڑا ہو کہ وہ تھوڑے پاؤں پر کھڑا ہو پورے پاؤں پر کھڑا نہ ہو تو اس کی امامت جائز ہے لیکن ان تینوں یعنی عذر کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھانے والے اور کبڑے اور لنگڑے شخص کی بجائے دوسرا شخص امام ہونا اولیٰ ہے۔

(۱۵) شرائط نماز میں مقتدی کا امام سے زائد نہ ہونا یعنی امام کے مثل یا اس سے کم ہونا چاہئے۔ شرائط میں مثل ہونے کی مثال یہ ہے کہ سب شرائط کا جامع مقتدی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے اقتدار کے تو درست ہے اسی طرح اگر کسی شرط کا فقدانے مثل کی اقتدار کے مثلاً ننگا آدمی دوسرے ننگے آدمیوں کی اقتدار کے تو درست ہے لیکن افضل نہیں بلکہ ان کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ الگ الگ دو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھیں اور اگر یہ جماعت کریں تو عورتوں کی جماعت کی طرح امام صف کے پیچ میں کھڑا ہو اگر آگے کھڑا ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ شرطوں میں امام سے کم ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام میں سب شرطیں ہوں اور مقتدی میں کوئی شرط مفقود ہو مثلاً مقتدی ننگا ہو اور امام ستر ڈھانپے ہوئے ہو تو اس صورت میں بھی اقتدا درست ہے اور مقتدی کا حال امام سے زائد یعنی اقوی ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام میں کوئی شرط مفقود ہو مثلاً ننگا ہو اور مقتدی میں سب شرطیں

پائی جاتی ہوں اس صورت میں اقتدار درست نہیں ہے۔ آزاد عورت کی اقتدا ایسی باندی (لونڈی) کے پیچھے جس کا سر کھلا ہوا ہو درست ہونی چاہئے کیونکہ سر لونڈی کے حق میں ستر عورت نہیں ہے۔ تیمم کرنے والا وضو کرنے والے کی امامت کرے تو شیخین کے نزدیک جائز ہے ہی معتبر ہے لیکن خلافِ اولیٰ ہے پس وضو والے کا امام ہونا اولیٰ ہے اور امام محمدؐ کے نزدیک اس کی اقتدا جائز نہیں یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ تیمم پانی نہ ہونے کی وجہ سے کیا ہو اور وضو والے کے پاس بھی فالٹو پانی نہ ہو اور اگر وضو والے کے پاس فالٹو پانی ہو تو تیمم والے کی اقتدا وضو والے کے لئے صحیح نہیں ہے اور اگر مرض وغیرہ کی وجہ سے پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونے کے باعث تیمم کیا تو مطلقاً اقتدار درست ہے کیونکہ اب پانی کا ہونا تیمم کو باطل نہیں کرتا۔ جنازہ کی نماز میں وضو کرنے والوں کو تیمم کرنے والے کی اقتدا بلا خلاف درست ہے۔ اگر موزہ کے مسح یا جبرہ کے مسح والا امام ہو جائے اور مقتدی پیر دھونے والے ہوں تو اقتدار درست ہوگی۔ قصد کھلوانے والے کو یعنی اس جگہ پٹی باندھ کر اس پر مسح کرنے والے کو تندرست کی امامت کرتا جبکہ خون نکلنے کا خوف نہ ہو درست ہے۔

(۱) بدعتی جبکہ اس کی بدعت اس درجہ کی نہ ہو کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کا انکار لازم آئے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس کی بدعت کفر تک پہنچ جائے تو اس بدعت سے وہ کافر ہو جائے گا اور اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہوگی جس کی تفصیل شرائطِ امامت میں بیان ہو چکی ہے۔

(۲) فاسق جو علانیہ فسق کرتا ہو جیسے شرابی، جواری، زنا کار، سود خوار، چغلی خور، ریا کار وغیرہ جو کبیرہ گناہ بالاعلان کرتا ہو (جاننا چاہئے کہ ایک مشت کی مقدار ڈاڑھی بڑھانا سنتِ مؤکدہ ہے اور اس کے خلاف کرنا یعنی منڈانا یا کٹا کر مشت سے کم مقدار کرنا مکروہ تحریمی و فسق و کبیرہ گناہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق معین ہے)۔ فاسق معین اور بدعتی کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس نماز کا لوٹانا واجب ہے بدعتی کا فساد فاسق سے زیادہ ہے۔ فاسق اگرچہ علم میں دوسرے مقتدیوں سے زیادہ ہو تب بھی اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مقتدیوں پر اس کی امامت واجب ہے۔ اگر بدعتی یا فاسق امام کی مسجد کے سوا اور جگہ نماز مل جائے تو اس کی اقتدانہ کرے بلکہ دوسری جگہ جائے البتہ جمعہ میں جبکہ ایک ہی جگہ ہوتا ہو اور امام بدعتی یا فاسق ہو اور وہ اس کے ہٹانے پر قادر نہ ہو تو مجبوری کی وجہ سے اس کی اقتدا جائز ہے اور اس کا اعادہ نہ کرے اور اگر جمعہ بھی چند جگہ ہوتا ہو تو اس کی اقتدانہ کی جائے بلکہ دوسری جگہ جا کر جمعہ پڑھے۔ اگر مجبوری کی وجہ سے پنجوقتہ نماز بدعتی یا فاسق کے پیچھے پڑھے مثلاً ان کے سوا اور کوئی دوسرا شخص وہاں نہ ہو جو نماز پڑھاؤ یا بدعتی و فاسق زور والے ہوں کہ ان کے ہٹانے پر قدرت نہ ہو یا فتنہ عظیم پیدا ہوتا ہو تو مقتدیوں پر کراہت نہیں پس ایسی صورت میں جو شخص تنہا وقتہ نماز میں فاسق یا بدعتی کے پیچھے پڑھے گا تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا اگرچہ متقی پر مینگار کے پیچھے نماز پڑھنے کی برابر ثواب نہیں ملے گا پس ایسی حالت میں ان کے پیچھے نماز پڑھنا اکیلا پڑھنے سے اولیٰ ہے۔

(۳) غلام (یعنی جو شرع کی رو سے غلام ہو وہ نہیں جو قحط وغیرہ میں خرید لیا جائے) اگرچہ آزاد ہو گیا ہو اس کے پیچھے

نماز مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ اکثر بے علم ہی رہ جاتے ہیں، نیز آزاد اصلی کو آزاد شدہ پر سبقت حاصل ہے۔

(۴) جاہل گنوار (گاؤں کے رہنے والے) بوجہ بہل کے۔

(۵) اندھا اور وہ شخص جس کو رات اور دن میں کم نظر آتا ہو بوجہ نجاست سے نہ بچ سکنے کے۔

(۶) ولد الزنا (حرامی) بوجہ غلبہ جہل و نوگوں کے تنفر کے پس ان سب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر یہ لوگ بدعتی و فاسق

کے سوا جن کا بعد میں بیان ہوا علم و فضل والے ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ وجہ کراہت رفع ہو گئی بلکہ اگر وہ قوم میں زیادہ علم و فضل والا ہو تو اس کو امام بنانا اولیٰ ہے اور اس کے خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔

(۷) امر دغیبی بے ریش بالغ آدمی اس سے مراد خوبصورت بالغ نوجوان جس کے ڈاڑھی نہ نکلی ہو کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے

اور وجہ اس میں خوفِ شہوت ہے یا غلبہ جہل اور لوگوں کی نفرت ہے پس اگر زیادہ عالم وہی ہو اور خوفِ شہوت یا لوگوں کی نفرت

نہ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔ (۸) کم عقل (سفید) یعنی جو مقتضائے شرع یا عقل کے مطابق کاموں میں

اچھی طرح تصرف نہ کرتا ہو اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ (۹) فالج زدہ اور برص والا جس کا برص یعنی سفید یا سیاہ

رنگ کے داغ کا مرض پھیل گیا ہو، جذام والا، لنگڑا یعنی جو قدم کا کچھ حصہ لگا کر کھڑا ہوتا ہو پورا پاؤں نہ لگتا ہو، جس کا ایک

ہاتھ ہو یا جس کا پیشاب بند ہو گیا ہو ان سب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ ان میں بعض میں تنفر کی علت اور بعض

میں طہارت کی تکمیل کا ممکن نہ ہونا پایا جاتا ہے۔

جبکہ حاضرین میں بادشاہ اسلام یا والی یا قاضی یا امام معین مسجد یا صاحب خانہ موجود

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہئے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں زیادہ اوصاف

ہوں اس کو امام بنائیں بلکہ ہمیشہ کا امام مقرر کرنے کے لئے بھی اس بات کا لحاظ رکھیں اور اگر کسی شخص ایسے ہوں جن میں امامت کی

لیاقت برابر کی ہو تو غلبہ رائے پر عمل کریں یعنی جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی رائے ہو اس کو امام بنائیں اور اگر ایسے شخص کے ہوتے

ہوئے جو امامت کے زیادہ لائق ہے کسی کم درجہ کے لائق کو امام کر دیں گے تو ترک سنت کی خرابی میں مبتلا ہوں گے لیکن گنہگار نہیں ہوں گے

(۱) امامت کے لئے سب سے زیادہ اولیٰ وہ شخص ہے جو نماز کی صحت و فساد کے احکام و مسائل زیادہ جانتا ہو اگرچہ باقی

علوم میں وہ پوری دستگاہ نہ رکھتا ہو یا بالکل نہ جانتا ہو اور کوئی دوسرا شخص دوسرے علوم میں اس سے زیادہ شجر ہو یہ حکم اس وقت

ہے جبکہ اس کو اتنا قرآن یاد ہو جس سے قرارت کی سنت ادا ہو جاتے ہی اظہار و تصحیح ہے کیونکہ یہ بیان اولیٰ ہونے کا ہے اس

لئے اس کو سنت کی رعایت کرنا زیادہ مناسب ہے تاکہ نماز مکروہ نہ ہو، اگرچہ بعض نے کہا ہے کہ بقدر فرض یاد ہو اور بعض نے

کہا کہ بقدر واجب یاد ہو لیکن یہ نماز کی صحت کی شرط ہے نہ کہ اولیٰ ہونے کی۔ اور وہ شخص قرآن صحیح پڑھتا ہو یعنی حروفِ فحارج

سے ادا کرتا ہو اس کے دین (اعتقادات) میں کوئی خلل نہ ہو یعنی سنی المذہب ہو اور ظاہر الگناہوں اور فسق سے بچتا ہو اگرچہ اس کے

سوا کوئی اور زیادہ پرہیزگار ہو جو اس کی برابر نماز کے مسائل نہ جانتا ہو۔

(۲) اگر دو شخص نماز کے احکام جاننے میں برابر ہوں تو ان میں سے جو شخص زیادہ قاری ہو یعنی علم قرأت و تجوید زیادہ جانتا ہو اور اس کے مطابق ادا کرتا ہو، حروف کصفات و مخارج و کیفیت اور وقت اور اس کے متعلقات کو زیادہ جانتا ہو، وقت کی جگہ وقت، وصل کی جگہ وصل، تشدید کی جگہ تشدید، تخفیف کی جگہ تخفیف اور سب کی جگہ مد و خیرہ کرتا ہو، اگرچہ حفظ میں کوئی شخص اس سے زیادہ ہو۔ اگر قرأت میں بھی برابر ہوں تو جو زیادہ صاحب ورع یعنی پرہیزگار ہو وہ اولیٰ ہے۔ پرہیزگار سے مراد یہ ہے کہ جہاں حلال اور حرام میں شبہ ہو اس سے بھی بچے۔ (۳) پھر جو عمر میں زیادہ ہو یعنی جس کا زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا ہو پس وہ جوان جو شروع سے مسلمان ہے اس بوڑھے پر جو چند دن ہوئے مسلمان ہوا ہو مقدم کیا جائے گا لیکن اگر دونوں مسلمان کے ہاں پیدا ہوئے ہیں یا ایک ساتھ اسلام لائے تو جو عمر میں زیادہ ہے وہ زیادہ مستحق ہے کیونکہ اس کو عادتاً خشوع قلب زیادہ حاصل ہے اور لوگوں میں زیادہ معزز اور مرغوب فی الاقتدایہ ہے۔ (۴) پھر وہ جو اخلاق (لوگوں سے ملنساری) میں زیادہ اچھا ہو۔ (۵) پھر وہ جو زیادہ خوش شکل ہو اور خوش شکل سے مراد وہ ہے جو رات کی نماز یعنی تہجد بہت پڑھتا ہو اس لئے کہ بموجب حدیث شریف کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہے بعض نے کہا کہ اس تکلف کی ضرورت نہیں بلکہ ظاہری خوبصورتی مراد یعنی چاہئے کہ خوبصورتی کی امامت جماعت کی کثرت کا سبب ہے۔ (۶) پھر وہ جس کا چہرہ زیادہ بشاش اور سنہل کھم ہو (اور یہ حسن ظاہری سے الگ ہے) کہ وہ اعضا کے تناسب کو کہتے ہیں لیکن خوش خلقی جو اد پر مذکور ہوئی اور اس میں بظاہر کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کو بعض کتب میں یہاں الگ شمار کیا گیا ہے)۔ (۷) پھر وہ جو حسب میں زیادہ ہو اور حسب وہ بزرگی ہے جو باپ دادا کی طرف سے یا نسل یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے ہو۔ (بعض کتب میں حسب کو خوبصورتی پر مقدم لکھا ہے)۔ (۸) پھر وہ جو نسب یعنی خاندان کے لحاظ سے زیادہ شریف ہو مثلاً سید اور لوگوں پر مقدم ہے۔ (۹) پھر وہ جسکی آواز زیادہ اچھی ہو۔ (۱۰) پھر وہ جس کی بیوی زیادہ اچھی ہو اس لئے کہ اس سے اس میں عفت و محبت زیادہ پائی جائے گی اور یہ بات اس وقت معلوم ہو سکتی ہے جبکہ اس کے محرموں اور ہمسایوں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ باقی صفات میں برابری کے وقت ان میں سے ہر شخص اپنی بیوی کے اوصاف بیان کرے جس سے لوگ معلوم کریں کہ کس کی بیوی زیادہ اچھی ہے۔ (۱۱) پھر وہ جس کے پاس مال حلال زیادہ ہو (اگر مال حرام ہوگا تو وہ فاسق ہوگا) مال حلال سے عفت و قناعت حاصل ہوگی جس سے لوگوں کو اس کی امامت کی طرف رغبت ہوگی۔ (۱۲) پھر وہ جو جاہ میں زیادہ ہو یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کا مرتبہ زیادہ ہو۔ (۱۳) پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو۔ (۱۴) پھر وہ شخص جس کا ستر تناسب کے اندر رہ کر بڑا ہو کیونکہ یہ عقل کی بزرگی پر دلالت کرتا ہے غیر متناسب طریق پر بڑا نہ ہو کہ یہ خلل مزاج کی دلیل ہے۔ (۱۵) پھر مقیم مسافر پر مقدم ہے اور یہ شاید اس وقت ہے جبکہ سب مقیم مقیم ہوں یا مقیم اور مسافر ملے جلے ہوں اور جس صورت میں کہ سب مسافروں میں صرف ایک مقیم ہو تو مقیم کے اولیٰ ہونے کی وجہ سے ظاہر نہیں اور بعض کے نزدیک مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں کسی کو اولیت نہیں ہے۔ (۱۶) پھر وہ شخص جو آزاد اصلی ہو اس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو مقدم ہے۔ (۱۷) پھر وہ شخص جس نے حدیث اصغر سے تیم کیا ہو یہ نسبت اس شخص کے

جس نے حدیث اکبر سے تیمم کیا ہو مقدم ہے؛ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ بے وضو ہونا جنابت سے ہلکا ہے اور بعض کے نزدیک حدیث اکبر سے تیمم کرنے والا حدیث اصغر سے تیمم کرنے والے پر مقدم ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طہارت وضو کے تیمم کی طہارت سے اقویٰ ہے کیونکہ وہ بمنزلہ غسل کے ہے جو کہ وضو سے افضل ہے اور غسل حدیث سے باطل نہیں ہوتا۔ (۱۹) جب دو شخص کسی صفت میں مزاحم ہوں تو وہ شخص مقدم کیا جائے جو اس صفت مزاحم میں پہلے سے ہو یعنی زیادہ عرصہ سے ہو پس جس کا علم سب سے پہلے سے ہے مقدم کیا جائے گا اور جس کو فنِ قرأت مدت سے آتا ہے وہ اس سے مقدم ہے جس کو چند روز سے آتا ہے اور جس کا ورع (پرہیزگاری) بہت دنوں کا ہو اس پر مقدم کیا جائے جس کا ورع کم مدت کا ہو پس اس طرح مقابلہ بہت حد تک کم ہو جائے گا اور قرعہ وغیرہ کی نوبت کم آنے گی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند آدمیوں میں علم و قرأت و ورع ایک ہی مدت سے ہوں غرضیکہ جو شخص زیادہ کامل ہوگا وہی افضل ہے اس لئے کہ مقصود کثرتِ جماعت ہے اور لوگوں کی رغبت ایسے شخص میں زیادہ ہوتی ہے۔ (۲۰) اگر یہ ساری صفتیں دو یا زیادہ شخصوں میں جمع ہو جائیں اور کسی میں کوئی وجہ تزیح کی موجود نہ ہو تو منصبِ امامت پر مقرر کرنے کے لئے ان میں قرعہ ڈالا جائے اور جس کا نام قرعہ میں نکلے اس کو امامت کے لئے مقرر کیا جائے یا جماعت کے اختیار پر چھوڑ دیں کہ وہ جس کو چاہیں امام بنائیں۔ پھر اختیار کی صورت میں اگر مقتدیوں میں اختلاف ہو بعض ایک کو چاہیں اور بعض دوسرے کو تو اعتبار اکثر کا ہے یعنی جس کو زیادہ مقتدی پسند کریں وہی امام بنایا جائے۔ اگر مقتدی اولیٰ کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دیں گے تو برا کریں گے کیونکہ ترکِ سنت ہوگا لیکن گنہگار نہ ہوں گے مثلاً دو شخص فقہ اور نیکی میں برابر ہیں مگر ان میں سے ایک زیادہ قاری ہے اور مسجد والوں نے دوسرے (یعنی غیر قاری) کو امام بنالیا تو ترکِ سنت کی وجہ سے برا کیا لیکن گنہگار نہ ہوں گے اس لئے کہ انھوں نے نیک آدمی کو امام بنایا ہے۔ (۲۱) جس مسجد میں امام مقرر ہو اس مسجد میں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا حق نہیں ہے ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنائے تو مضائقہ نہیں۔ (۲۲) مسجد میں کچھ لوگ اندر کے درجے میں ہیں اور کچھ باہر اور مؤذن نے اقامت کہی اور باہر کے لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر باہر والوں کا امام بن گیا اور اندر کے لوگوں میں سے ایک شخص اندر والوں کا امام بن گیا تو جس نے پہلے نماز شروع کر دی اس کے اور اس کے مقتدیوں کے حق میں کراہت نہیں۔ (۲۳) اگر کسی شخص کی امامت سے اس کے مقتدی کسی شرعی عذر سے ناراض ہوں مثلاً اس میں کوئی خرابی ہے یا وہ لوگ اس سے امام ہونے کے زیادہ مستحق ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُدَلَا كَارِهُونَ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے نفرت رکھیں۔ ابو داؤد) لیکن اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاقِ امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر ان میں کسی میں نہ پائے جائیں تو پھر اس کے اوپر کچھ کراہت نہیں بلکہ جو اس کی امامت سے ناراض ہو وہی غلطی پر ہے اور وہی مکروہ کام تکبہ ہے۔ (۲۴) اگر محلہ میں امامت کے لائق ایک ہی شخص ہو تو اس پر امامت کرنا لازم نہیں اور وہ امامت کو چھوڑنے میں گنہگار

پس اگر مسجد میں ایسا شخص آیا جو امامت کی صفات میں امام محلہ کی بہ نسبت زیادہ کامل ہے تب بھی امام محلہ ہی اولیٰ ہے لیکن اگر امام اولیٰ رضامندی سے امام بنائیں تو

نہ ہوگا۔ (۲۵) اگر کسی کے گھر میں جماعت ہو تو اگر صاحب خانہ میں امامت کے شرائط پائے جائیں تو وہی امامت کے لئے دوسرے لوگوں سے اولیٰ ہے اگرچہ اور کوئی علم و قرابت وغیرہ میں اس سے بہتر ہو لیکن افضل یہ ہے کہ صاحب خانہ ان میں سے کسی کو بوجہ فضیلت علم و قرابت وغیرہ آگے کر دے کہ اس میں مہمان کا اعزاز ہے اور اگر وہ مہمان خود ہی آگے بڑھ گیا تو بھی جائز ہے اور نماز ہو جائے گی کیونکہ ظاہر ہے کہ مالک مکان اپنے مہمان کے اکرام کی وجہ سے اس کو اجازت دیتا ہے۔ اور اگر صاحب خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر انھیں کو امامت کا استحقاق ہوگا۔ (۲۶) اگر کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دیا ہوا ہے اور اس میں کرایہ دار اور مالک مکان اور مہمان تینوں موجود ہوں تو کرایہ دار زیادہ حق دار ہے اور وہی اجازت دیکھا اور اسی سے اجازت طلب کریں گے، اور اگر کسی کو عاریتہ (مانگا ہوا) دے رکھا ہے تو جو شخص مکان میں بطور عاریت رہتا ہے وہ زیادہ حقدار ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں کرایہ دار یا مانگ کر رہنے والے کو تصرف و ولایت حاصل ہے نہ کہ مالک کو۔ (۲۷) بادشاہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں اگرچہ وہ صاحب خانہ ہو یا مسجد کا امام معین ہو کیونکہ بادشاہ کو ولایت عامہ حاصل ہے اور یہی حکم اس کے نائب یعنی والی و قاضی کا ہے کہ یہ امام محلہ و صاحب خانہ پر مقدم ہیں اور اگر یہ سب اکٹھے ہو جائیں تو بادشاہ مقدم ہے پھر والی (امیر شہر) پھر صاحب خانہ جبکہ کسی کے گھر میں ہوں اور اگر مسجد میں ہوں تو امام معین مسجد پس اگر کسی کے گھر یا محلہ کی مسجد میں بادشاہ یا والی یا قاضی ہو تو اگر صاحب خانہ یا امام مسجد اس کو تعظیماً بڑھا دے تو افضل ہے اور اگر وہ خود ہی بڑھ جائے تو جائز ہے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے اور کسی کو استحقاق امامت نہیں ہے۔

امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے اور ترتیب صفوف کا بیان

(۱) اگر امام کے ساتھ ایک شخص یا ایک لڑکا ہو جو نماز کو سمجھتا ہو تو وہ امام کے دائیں طرف امام کے برابر کھڑا ہو یہی قوی مذہب ہے۔ اور اس کے مقابل امام محمد کا قول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو کہ اس کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو۔ قدم کا اعتبار سخنے سے ہے پس انگلیوں کے آگے ہونے میں حرج نہیں جبکہ سخنے آگے نہ ہوں کیونکہ پیر چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ سر کے آگے پیچھے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں اس کی مزید تفصیل شرائط اقتدا میں آچکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں اگر اکیلا آدمی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو تو جائز ہے لیکن برائی ہے بالاتفاق یعنی مکروہ تنزیہی شدید ہے جو تحریمی سے کم ہے کیونکہ اس میں سنت کی مخالفت ہے اور امام کو چاہئے کہ اس کو اپنے دائیں طرف کھڑا ہونے کیلئے کہدے اور اکیلا نماز شروع کر چکے ہے پھر کوئی شخص آکر اس کے بائیں طرف کھڑا ہو کر اس کی نماز میں شریک ہو جائے تو اس کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے دائیں طرف کر لے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے گھا کر اپنی دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ اکیلا آدمی امام کے پیچھے

نہ کھڑا ہو کیونکہ صحیح یہ ہے کہ امام کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی شدید ہے بوجہ مخالفت سنت کے۔ اگر مرد امام کے ساتھ اکیلا مقتدی عورت یا نابالغ لڑکی ہو تو اس کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے لیکن اگر عورت امام ہو تو پھر اکیلی عورت مرد کی طرح اس کے برابر میں کھڑی ہو۔ — (۲) اگر امام کے ساتھ دو یا زیادہ مذکر مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں اس طرح پر کہ ایک امام کے پیچھے اس کی سیدھ میں ہو اور دوسرا اس کے دائیں طرف ہو اسی طرح اگر تین ہوں تو تیسرا آدمی پہلے کے بائیں طرف کھڑا ہو اور چار ہوں تو چوتھا دوسرے کے دائیں طرف اور پانچواں تیسرے کے بائیں طرف کھڑا ہو علیٰ ہذا القیاس ترتیب قائم رکھیں، تاکہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت رہے اور صف دونوں طرف بتدریج بڑھتی رہے۔ مؤلف) اگر ایک مرد اور ایک لڑکا سمجھ دار ہوں تب بھی دونوں پیچھے ہی کھڑے ہوں۔ اگر جماعت میں ایک بالغ مقتدی ہو اور باقی سب نابالغ لڑکے ہوں تو اگر وہ قریب المبلوغ ہوں تو سب امام کے پیچھے بالغ مقتدی کے ساتھ کھڑے ہوں اور اگر سب چھوٹے ہوں تو بالغ مقتدی امام کے برابر میں دائیں طرف کھڑا ہو اور لڑکے امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ دو مقتدیوں کی صورت میں اگر ایک مقتدی امام کے دائیں طرف اور ایک بائیں طرف ہوں تب بھی جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے ہی اصح ہے اور اگر ایک مرد اور ایک عورت یا لڑکی مقتدی ہو تو مرد امام کے دائیں طرف اور عورت یا لڑکی پیچھے کھڑی ہو۔ — (۳) اگر دو سے زیادہ آدمی مقتدی ہوں تو امام کا ان کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے پس اگر امام ان کے ساتھ مل کر بیچ میں کھڑا ہو گا تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ — (۴) اگر امام کے ساتھ دو مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو دونوں مرد امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور عورت یا لڑکی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ — (۵) اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور باقی جماعت امام کے پیچھے ہے تو یہ بالاتفاق اس مقتدی کے حق میں مکروہ ہے اجماعاً اور امام پر اس سے کچھ کراہت نہیں ہے۔ پس اگر جگہ میں گنجائش ہو تو اس مقتدی کو پیچھے صف میں بیٹھ آنا چاہئے اس طرح پر کہ قبلہ سے منہ نہ پھرے تاکہ کراہت دور ہو جائے۔ — (۶) اگر دو مرد نماز پڑھتے ہوں اور ان میں ایک مقتدی ہو جو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو پھر تیسرا شخص اگر تکبیر تحریمیہ کہنے سے پہلے یا بعد میں اس مقتدی کو اپنی طرف کھینچ کر اس کے ساتھ امام کے پیچھے صف بنالے تو اس مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ تکبیر تحریمیہ سے قبل یا بعد میں کھینچنے میں کوئی فرق نہیں ہے ہی صحیح ہے اور اگر امام اس تیسرے شخص کے آنے پر اپنے سجدہ کی جگہ سے اتنا آگے بڑھ جائے جتنا کہ فاصلہ امام اور صف اول میں ہوتا ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی پس اس صورت میں تیسرا آدمی پہلے مقتدی کی برابر کھڑا ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب تیسرا آدمی آجائے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ خود ہی پیچھے بیٹھ جائے تاکہ تیسرا آدمی اس کے ساتھ امام کے پیچھے صف بنالے اگر وہ خود نہ بیٹھے تو وہ تیسرا آدمی اس کو اپنی طرف کھینچ لے جبکہ اس مقتدی کے متعلق نماز کو فاسد کر دینے کا خوف نہ ہو۔ — (۷) آجکل مسائل کے ناواقف ہونے کی وجہ سے اغلب یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے جس سے نماز ہی جاتی رہے پس آج کل نہ کھینچنا اور امام کا آگے بڑھ جانا ہی مناسب ہے اور اگر وہ تیسرا آدمی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا

تو امام دونوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کر دے اور یہی طریقہ اولیٰ ہے اس سے کہ امام آگے بڑھے اس لئے کہ امام متبوع ہے اور وہ تابع ہیں اور اس لئے بھی کہ امام کے پیچھے صفت بنا مقتدیوں کا فعل ہے نہ کہ امام کا پس امام کا اپنی جگہ بٹھرے رہنا اور مقتدی کا پیچھے ہٹنا اولیٰ ہے اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مگر یہ اس وقت ہے جبکہ اس کا امکان ہو یعنی پیچھے ہٹنے کی گنجائش ہو اور مقتدی کے نماز فاسد کر لینے کا خوف نہ ہو ورنہ جس طرح ممکن ہو ویسا ہی کر لیا جائے یعنی اگر آگے جگہ کی گنجائش ہو تو امام آگے بڑھ جائے ورنہ دوسرا مقتدی برابر میں بائیں طرف کھڑا ہو جائے یہ سب اس وقت تک ہے جب تک کہ قعدہ اخیرہ نہ کیا ہو پس اگر قعدہ اخیرہ میں آکر ملے تو نہ امام آگے بڑھے اور نہ پہلا مقتدی پیچھے ہٹے بلکہ تیسرا آدمی امام کے بائیں طرف قعدہ میں بیٹھ کر اقتدا کرے۔ امام کا آگے بڑھنا یا مقتدی کا پیچھے ہٹنا اس نیت سے ہونا چاہئے کہ شرع کا حکم بجالانے کے لئے ایسا کر رہا ہوں اور اگر اس نیت سے کیا کہ آنے والا شخص ایسا کہتا ہے اس لئے اس کی بات مان کر کرنا ہوں تو اس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ نماز میں مخلوق کا کہنا ماننا نماز کے منافی ہے پس ایسے موقع پر چاہئے کہ قدرے رک کر اپنی رائے سے شرع شریف کا حکم سمجھ کر عمل کرنا چاہئے (یہ حکم ہر ایسے موقع کے لئے ہے جس میں نماز سے خارج کوئی آدمی نمازی کو کسی امر کی تلقین کرے جس سے نماز کی اصلاح ہوتی ہے مثلاً قبلہ کا رخ صحیح کرنے یا کوئی رکعت بھولنے وغیرہ کا علم کرائے تو اس کا کہنا مان کر عمل کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر قدرے رک کر اپنی رائے و نیت کو شرع شریف کے مطابق صحیح کر کے شرع کا حکم جان کر اس پر عمل کرے تو نماز فاسد نہیں ہوگی اس فرق کو اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کرنا چاہئے لقمہ دینے کا مسئلہ اس سے مختلف ہے پس نمازی کا کسی دوسرے آدمی سے جو اس کے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہے لقمہ لیتا اور جو اس کے ساتھ نماز میں ہے اس سے لقمہ لیتا اس کی تفصیل مفسدات نماز میں درج ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف)

ترتیب صفوف

اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہیں یعنی مرد اور نابالغ لڑکے اور خنثی اور عورتیں اور قریب البلوغ لڑکیاں ہوں تو امام کے پیچھے پہلے مرد کھڑے ہوں خواہ خنثی بھی صفوں میں آئیں، ان کے پیچھے نابالغ لڑکوں کی صف یا صفیں ہوں، ان کے پیچھے خنثی، ان کے پیچھے عورتوں کی صف یا صفیں ہوں ان کے پیچھے لڑکیوں کی ہو اگر اکیلا لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں داخل کیا جائے (یعنی سرے پر بائیں طرف کھڑا کیا جائے۔ مؤلف)۔ اسی طرح خنثی اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں مل جائے لیکن عورت یا لڑکی ہر حال میں علیحدہ صف بنائے خواہ اکیلی ہو یا زیادہ کیونکہ اس کی محاذات سے مردوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں آزاد کو غلام پر مقدم کرے اور بالغ کو نابالغ پر یعنی پہلے آزاد مردوں کی صف ہو پھر غلام مردوں کی پھر آزاد نابالغ لڑکوں کی پھر غلام نابالغ لڑکوں کی پھر آزاد خنثی بالغ پھر آزاد خنثی نابالغ پھر غلام خنثی بالغ پھر غلام خنثی نابالغ پھر آزاد عورتیں پھر آزاد لڑکیاں پھر غلام لڑکیاں کھڑی ہوں۔ اس طرح بارہ صفیں بننا ممکن ہیں لیکن ان بارہ صفوں کا صحیح ہونا ضروری نہیں کیونکہ خنثی اصحت صف کو ضرر کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ خنثی کا دوسرے خنثی کی برابر یا اس کے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہیں ہے کہ شاید آگے والا عورت ہو اور پیچھے والا مرد یا برابر والوں میں سے

ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت ہو پس بالغ خنثوں کو ایک صف میں اس طرح کھڑا کریں کہ ہر دو کی بیچ میں کوئی چیز آڑ ہو یا ایک شخص کا فاصلہ چھوڑ دیا جائے کیونکہ ان کا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور ایک صف میں آزاد اور غلاموں کو جمع کر دیں کیونکہ ایک دوسرے کے پیچھے ہونے میں بھی ضرر ہے اس طرح صفیں گیارہ رہ جائیں گی اور ایک صورت یہ بھی منقول ہے کہ خنثی بالغ و نابالغ آزاد و غلام سب کی ایک صف بطریق مذکور بنائی جائے یعنی ہر دو کے درمیان ایک آدمی کا فاصلہ خالی یا کوئی حائل ہو تو اس طرح سے کل صحیح صفیں نو ہو جائیں گی۔ (اس کی مزید تشریح شامی وغیرہ سے ملاحظہ فرمائیں یہ سب فرض کی ہوئی صورتیں ہیں تاکہ حسب ضرورت اس سے استفادہ کر سکیں۔ مؤلف)

عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے مگر بوڑھی عورت کو فجر اور مغرب اور عشا کی نماز کی جماعت میں مسجد میں آنا مکروہ نہیں ہے تاہم اس زمانے میں ظہورِ فساد کے سبب سے فتویٰ اس پر ہے کہ بوڑھی عورت کو بھی سب نمازوں میں آنا مکروہ ہے۔

جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں سیدھی ہونی چاہئیں کندھے سے کندھا ملا کر برابر کریں آگے پیچھے ہرگز نہ کھڑے ہوں اور بیچ میں فاصلہ نہ چھوڑیں۔ امام کو چاہئے کہ صفیں درست کرنے کے لئے حکم کرے یعنی یہ کہے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور ایک دوسرے کے درمیان فاصلہ نہ چھوڑیں اور اپنے کندھوں کو برابر رکھیں۔ امام صف کے نصف میں کھڑا ہو یہی سنت طریقہ ہے نصف سے ہٹ کر دائیں یا بائیں کھڑا ہونا خلاف سنت اور بُرا ہے۔ جب امام وسط صف میں کھڑا ہو اب اگر کوئی مقتدی آئے تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے اور اگر امام کے ایک طرف زیادہ آدمی ہوں اور دوسری طرف کم ہوں تو آنے والے کے واسطے افضل یہ ہے کہ امام کے قریب کھڑا ہو پس اگر دائیں طرف امام سے قریب ہے اور بائیں طرف دور تو دائیں طرف کھڑا ہو اور اگر بائیں طرف امام سے قریب ہو اور دائیں طرف دور ہو تو بائیں طرف کھڑا ہو جائے اور اگر دونوں طرف امام سے قریب ہیں برابر ہوں تو امام کے داہنی طرف کھڑا ہونا احسن ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ امام کے بالمقابل عین پیچھے وہ شخص کھڑا ہووے جو جماعت میں سب سے افضل ہے۔ سب سے افضل سب مردوں کی سب سے پہلی صف ہے پھر دوسری پھر تیسری پھر چوتھی وغیرہ علیٰ ہذا القیاس۔ پس پہلی صف میں کھڑا ہونا دوسری سے اور دوسری میں تیسری سے افضل ہے علیٰ ہذا القیاس لیکن نماز جنازہ میں آخر صف افضل ہے اس لئے کہ نماز جنازہ میں صفوں کا زیادہ ہونا منظور ہے تو اگر پہلی بہتر ہو تو آدمیوں کی قلت کی صورت میں کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نہ کرے اس لئے شرع نے آخر صف کو فضیلت دیدی نیز اس میں تواضع کا زیادہ اظہار ہے اور نماز جنازہ دعائے شفاعت و مغفرت ہے جس کیلئے تواضع کی زیادہ ضرورت ہے۔

(فائدہ) اگر کسی کو ایذا پہنچنے کا خوف ہو تو صفِ اول کو ترک کرنا اور صفِ آخر میں کھڑا ہونا افضل ہے اور اس کو صفِ اول کا ثواب مل جائے گا۔ اگر کوئی صفِ اول کا آدمی کسی پیچھے والے علم و فضل یا عمر میں بڑے آدمی کے لئے ایثار کرے اور اپنی جگہ اس کو دیدے تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔

اگر پہلی صف میں ایک آدمی کی جگہ ہو اور اس سے کچھلی صف بھر چکی ہو تو دوسری صف کو چیر کر یا ان کے آگے سے گذر کر

کسی اور عضو کے مرد کے کسی عضو کے برابر ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ ہی مرد کے قدم سے عورت کے قدم کے علاوہ اور کسی عضو کے محاذی ہونے سے مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے بلکہ صرف عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے محاذی ہو جانے کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی پس اگر عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے محاذی نہیں ہے بلکہ وہ اس سے کچھ ہٹ کر نماز میں شامل ہوئی تو دونوں کی نماز درست ہے اگرچہ اس عورت کے بعض اعضاء رکوع و سجود کی حالت میں اس آدمی کے قدم یا کسی اور عضو کے محاذی ہو جائیں اس آدمی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی چند شرطیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

محاذات کی شرطیں

(۱) وہ عورت ایسی ہو جو شہوت کی حرک کو پہنچ گئی ہو اور جماع کے لائق ہو اگرچہ نابالغ ہو عمر کا اعتبار نہیں ہے صبح ہے پس اگر نو سال سے کم ہے لیکن اس کا جسم اس قابل ہے کہ وہ جماع کے لائق ہے تب بھی مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایسی دہلی پٹلی لڑکی ہو جو جماع کے قابل نہ ہو اگرچہ اس کی عمر نو سال کی ہوگی ہو اور وہ نماز کو سمجھتی اور پڑھتی ہو تب بھی اس کے مقابل ہونے سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ بڑھیا عورت بھی اس مسئلہ میں مشہدۃ یعنی لائق شہوت شمار ہوتی ہے اگرچہ وہ زمانہ باطنی میں مشہدۃ تھی اور اب نہیں رہی یعنی اب مرد کو اس کی طرف رغبت نہیں ہوتی پس بڑھیا عورت کی محاذات سے بھی مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ایسی عورت جس کے برابر میں کھڑا ہونے سے نماز فاسد ہوتی ہے خواہ اجنبی ہو یا اس آدمی کی بیوی یا کوئی محرم یعنی ماں بہن وغیرہ ہو ہر حال میں نماز فاسد ہو جائیگی۔

(۲) وہ دونوں نمازیں ہوں اور نماز ایسی ہو جس میں رکوع اور سجود کرتے ہیں اگرچہ عذر کی وجہ سے وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اس نماز کو اشارہ سے پڑھتا ہو اور نماز سے مطلق نماز مراد ہے خواہ فرض ہو یا واجب یعنی عیدین و وتر یا سنت و نقل ہو اور خواہ دونوں کی نماز متحدہ ہو یعنی امام کی نماز فرض ہو اور مقتدی اس کے پیچھے نفل پڑھتا ہو۔ پس سجدہ تلاوت و سجدہ شکر اور نماز جازہ میں محاذات مفسد نہیں ہے کیونکہ سجدہ تلاوت و سجدہ شکر نماز نہیں ہے اور نماز جازہ بھی دعا ہے اور اس میں رکوع و سجود بھی نہیں ہے۔ (بعض کے نزدیک سجود السہو کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس وقت نماز کے فرائض پورے ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ ایک حد تک نماز سے باہر ہو جاتا ہے پس اس میں وہی اصول و اختلاف جاری ہوگا جو مسائل اثنا عشریہ میں آگے بالتفصیل مذکور ہے۔ مؤلف)

(۳) وہ دونوں تحریمیہ کی رو سے نماز میں مشترک ہوں یعنی ان دونوں نے کسی امام کی تحریمیہ پر تحریمیہ باندھی ہو یعنی ایک ہی امام کی اقتدا کی ہو یا عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمیہ پر تحریمیہ باندھی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ عورت شروع سے نماز میں شریک ہو بلکہ اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے اس وقت عورت اگر شریک ہوئی تو بقیہ نماز میں محاذات سے بھی مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ عورت نے محاذات سے پہلے تکبیر کہی ہو یا ساتھ ہی کہی یا بعد میں کہی ہو اس حکم میں برابر ہے اگر دونوں الگ الگ اپنی نماز پڑھتے ہوں یا ان میں سے ایک کسی امام کا مقتدی ہو اور دوسرا اس امام کا مقتدی نہ ہو بلکہ

ایک نماز پڑھے تو محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ یہ بکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں شہوت کا خطرہ غالب ہے۔
 (۴) وہ دونوں ادا کی رُو سے نماز میں مشترک ہوں۔ ادا میں مشترک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز میں وہ مرد اس کا امام ہو
 یا ان دونوں نے کسی دوسرے شخص کی اقتدا کی ہو خواہ وہ شرکت حقیقہ ہو یا حکماً ہو جب تک مقتدی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے
 اور امام اپنی نماز سے فارغ نہیں ہوتا اس وقت تک وہ حقیقہ امام کے پیچھے ہے خواہ مقتدی شروع سے شامل ہونے والا یعنی
 بدرک ہو اور خواہ لاحق یا مسبوق ہو لیکن جب امام نے اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا تو چونکہ بدرک نماز پوری کر کے امام کے
 ساتھ سلام پھیر دے گا اس لئے وہ تو پوری نماز میں حقیقہ امام کے پیچھے رہا ہے اور لاحق، امام کے سلام کے بعد جو لاحقانہ نماز ادا
 کرتا ہے وہ اس میں حکماً یعنی تقدیراً امام کے پیچھے ہے اور وہ حکماً امام کی ادا میں شریک ہے پس اگر امام کے سلام پھیرنے کے
 بعد لاحقانہ نماز میں عورت مرد کے محاذی ہو گئی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ مسبوق، امام کے سلام پھیرنے کے بعد
 اپنی باقی نماز کے ادا کرنے میں متفرق ہوتا ہے امام کے پیچھے نہیں ہوتا اس لئے بقیہ مسبوقانہ نماز کی حالت میں عورت کے اس مرد کے
 محاذی ہونے سے ادا میں شرکت نہیں پائی گئی اس لئے اس مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (امام کے سلام کے بعد مسبوق کے ساتھ عورت
 کی محاذات کی صورت اس طرح ممکن ہو سکتی ہے کہ دونوں مسبوق ہوں اور مثلاً پہلے پردہ حائل تھا اور امام کے سلام کے بعد
 کسی نے پردہ دور کر دیا)۔ اسی طرح راستے کی محاذات بھی مفسد نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بے وضو ہو کر وضو کرنے گئے اور
 راستے میں محاذات ہو گئی تو اس سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک لاحق ہو اور دوسرا مسبوق تب بھی
 اس بقیہ نماز میں محاذات مفسد نہیں ہے اور اگر دونوں لاحق و مسبوق ہوں تو جب دونوں لاحقانہ ادا کر رہے ہوں اس وقت
 محاذات مفسد ہوگی اور جب مسبوقانہ ادا کر رہے ہوں تو اس حالت میں محاذات ہو جانا مفسد نہیں ہے۔ (لاحق و مسبوق کی
 تشریح و تفصیل الگ بیان میں درج ہے)۔

(۵) مرد مکلف ہو یعنی عاقل و بالغ ہو پس اگر نابالغ لڑکے کے ساتھ عورت کی محاذات ہوگی تو اس لڑکے کی نماز
 فاسد نہیں ہوگی۔ (۶) عورت عاقلہ ہو۔ مراد یہ ہے کہ عورت ایسی ہو کہ جس کی نماز صحیح ہوتی ہو پس اگر مجنونہ عورت یا
 حیض یا نفاس کی حالت والی عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ وہ خود اس حالت میں نماز
 میں نہیں ہے کیونکہ ان کی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی۔ (اس شرط کو الگ شمار کیا گیا ہے لیکن کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اوپر
 شرط میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ دونوں نماز میں مشترک ہوں اور مجنونہ یا حائضہ یا نفاسا تو نماز میں ہی نہیں ہوتی اس لئے یہ مفہوم
 شرط میں آجاتا ہے البتہ اس کو اس کی وضاحت کہہ سکتے ہیں)۔

(۷) امام نے اس عورت کی یا مطلق عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو اور عورتوں کی نماز کی نیت نماز شروع کرنے کے وقت
 ہوتی ہے اگرچہ نماز شروع کرتے وقت کوئی عورت شریک نہ ہو کیونکہ عورتوں کی امامت کی نیت صحیح ہونے کے واسطے عورتوں
 کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے۔ نماز شروع کرنے کے بعد اگر عورتوں کی امامت کی نیت کی تو اس کا اعتبار نہیں ہے پس اگر امام نے

عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کی یا نماز شروع کرنے کے بعد نیت کی تو اس صورت میں عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ بغیر نیت امامت زنان عورتوں کی نماز منعقد نہیں ہوگی لہذا وہ نماز میں اس کی شریک نہیں ہوتی (گویا یہی شرط ہے یعنی نماز میں اشتراک ہی کی وضاحت ہے)۔ اگر امام نے کسی معینہ عورت کی امامت کی یا اس عورت کے سوا دوسری عورتوں کی امامت کی نیت کی تو امام کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا پس معینہ عورت کی صورت میں اسی معینہ عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی دوسری عورتوں کی محاذات سے فاسد نہ ہوگی اور استثنا کی صورت میں اس عورت کی محاذات سے جس کو مستثنیٰ کیا ہے نماز فاسد نہ ہوگی دوسری عورتوں کی محاذات سے فاسد ہو جائے گی۔ اکثر کے نزدیک جمعہ اور عیدین میں عورتوں کی اقتدا کی صحت کیلئے امام کا ان کی نیت کرنا شرط نہیں ہے یہی اصح ہے اور نماز جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں ہے۔

(۸) پورے رکن میں محاذات برابر رہی ہو یعنی اتنی دیر تک محاذات رہے کہ ایک کامل رکن ادا ہو جائے اس سے کم مفسد نہیں۔ امام محمد کے نزدیک رکن سے مراد بالفعل ہے یعنی اس مقتدی کو اس رکن میں جس قدر وقت لگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مقدار رکن یعنی تین تسبیح کی مقدار ہے۔ پس اگر صرف میں ایک ایک رکن ادا کرے مثلاً تکبیر تحریمہ ایک صف میں کہے اور رکوع دوسری صف میں کرے اور سجدہ تیسری صف میں کرے تو ان تینوں صفوں میں سے ہر ایک صف میں ایک ایک شخص اس کے دائیں اور بائیں اور پیچھے ہوگا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس طرح کل نو آدمیوں کی نماز فاسد ہوگی یعنی ان تینوں صفوں میں سے ایک ایک اس عورت کے دائیں طرف والا آدمی اور ایک ایک بائیں طرف والا آدمی یہ چھپے ہوئے اور ایک ایک وہ آدمی جو ان تینوں صفوں کے پیچھے والی صف میں اس عورت کی سیدھ میں اس کے پیچھے ہوگا یہ نو ہوئے۔

(۹) ان دونوں کی نماز پڑھنے کی جہت ایک ہو پس اگر جہت مختلف ہوگی تو نماز فاسد نہ ہوگی اور جہت کا اختلاف صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے اول یہ کہ دونوں خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھتے ہوں اور جہت بدلی ہوئی ہو۔ خانہ کعبہ کے باہر جہت بدلنے کے ساتھ محاذات کا ہونا ممکن نہیں ہے مگر اندھیری رات میں، پس دوسری صورت یہ ہے کہ اندھیری رات ہو اور ہر ایک اپنی رائے (تحریر) سے قبلہ کی جہت مختلف مقرر کر کے نماز پڑھے پس ان دونوں صورتوں میں عورت کے مرد کے محاذی ہونے سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ مکروہ تحریمی ہے بوجہ شہوت کا ظن غالب ہونے کے۔

(۱۰) نماز شروع کرنے کے بعد شامل ہونے والی عورت کو پیچھے بیٹھنے کا اشارہ نہ کرنا مرد کی نماز کو فاسد کرتا ہے پس اگر کسی شخص نے کسی عورت یا مطلق عورتوں کی امامت کی نیت کی اور اس کی نماز شروع کرنے کے بعد عورت اس کے محاذی ہو کر اس کی نماز میں شامل ہو گئی۔ اگر اس آدمی نے اس کے شامل ہوتے ہی اس عورت کو پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور عورت نہ بیٹھی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ عورت کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ مرد نے اپنا فرض ادا کر دیا اور عورت نے اپنا فرض ترک کیا اور اگر کسی مقتدی کے برابر کھڑی ہو کر اس نماز میں شریک ہوئی اور امام نے عورتوں کی امامت کی نیت کی تب بھی یہی حکم ہے کہ اگر اس مقتدی نے اس کو پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کر دیا اور وہ نہ بیٹھی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی مگر نہیں۔

اگر امام یا مقتدی نے جس کے محاذ میں وہ عورت کھڑی ہوئی ہے اشارہ نہیں کیا تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی عورت کی نہیں کیونکہ مرد نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم بالغ عورت کے لئے ہے نابالغ چونکہ اس کی فرضیت کی مکلف نہیں ہے اس کے لئے یہ حکم نہیں ہے یعنی اس کو اشارہ سے پیچھے ہٹانا بیکار ہے کیونکہ اگر وہ نہ بھی ہٹے تب بھی مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ وہ لڑکی مشتہاۃ (لاق شہوت) ہو۔ اگر مرد کے نماز شروع کرنے سے پہلے عورت مرد کے محاذی ہو جائے گی اور امام نے عورتوں کی امامت کی نیت بھی کی ہوگی تو اب اس کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرنا کوئی فائدہ نہیں دیکھا اور مرد کی نماز فاسد ہوگی

(۱۱) اُن دونوں کے درمیان میں کچھ حائل نہ ہو۔ پس اگر وہ دونوں ایک مکان میں ہوں زمین پر ہوں یا چوڑے پر مگر دونوں کے درمیان میں ستون یا دیوار یا کوئی پردہ یا کوئی اور سترہ حائل ہو تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی حائل کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ کم سے کم بلندی اس قدر ہو جیسی کہ اونٹ کے کجاوہ کے آخر کی لکڑی ہوتی ہے یعنی ایک ہاتھ اونچی ہو اور اونگی کے برابر ہوئی ہو تو اس کے حائل ہونے سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اگر وہ حائل ایک ہاتھ سے کم ہو تو وہ سترہ نہیں ہوگی اور اگر دیوار ایک ہاتھ اونچی ہو لیکن عورتیں اس دیوار سے اوپر ہوں تب بھی سترہ نہیں ہوگی اور اگر وہ دیوار بقدر قد آدم ہوگی تو جو مرد زمین پر ہیں ان کے واسطے سترہ ہوگی اور جو دیوار پر ہیں ان کے واسطے سترہ نہ ہوگی جیسا کہ اگلے نمبر میں آتا ہے۔ یا دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکتا ہو تو وہ بھی حائل کے قائم مقام ہو جائے گا اور مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن اتنا فاصلہ اس صورت میں مانع فساد ہوگا جبکہ دونوں برابر ہیں ہوں یا مرد آگے ہو اور عورت اس کے پیچھے عاس کی سیدھ میں نہ ہو بلکہ دائیں یا بائیں اس قدر ہٹی ہوئی ہو کہ اس کے پیچھے سیدھ میں ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی مقدار جگہ خالی ہو پس یہ فاصلہ مانع فساد ہو جائے گا اور مرد کے پیچھے بالکل اس کی سیدھ میں کھڑا ہونا یا اس قدر دائیں یا بائیں ہٹ کر کھڑا ہونا جس سے ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی مقدار اس کی سیدھ میں خالی جگہ نہ ہو مانع فساد نہیں ہے پس اس سے مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر عورت آگے ہوگی اور مرد پیچھے تو دونوں کے درمیان ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی مقدار خالی جگہ ہونا مانع فساد نہیں ہوگا البتہ اگر یعنی ستون یا لکڑی یا پردہ وغیرہ اس صورت میں بھی مانع فساد ہوگا جبکہ آگے ایک یا دو عورتیں ہوں اور اگر تین یا زیادہ عورتیں مردوں کے آگے ہوں گی تو صف کے حکم میں ہو کر یہ آڑ مانع فساد نہیں ہوگی جیسا کہ آگے ۱۲ میں بالتفصیل آتا ہے۔

(۱۲) اُن دونوں کا ایک مکان میں ہونا۔ پس اگر ان میں سے ایک کسی قد آدم بلندی پر ہو اور دوسرا زمین پر ہو یعنی ایک اتنی بلند جگہ دکان یا چوڑے وغیرہ پر ہو کہ مرد کا کوئی عضو عورت کے کسی عضو کے محاذی نہ ہو تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی (اگرچہ یہ شرط محاذی عورت کی تعریف میں آجاتی ہے مگر وضاحت کے لئے اس کو الگ شمار کر لیا جاتا ہے)۔ پس اگر مسجد میں قد آدم یا زیادہ اونچا سا بن یا بالاحانہ ہے اور اس ساتھ یا بالاحانہ کے اوپر مرد ہیں اور اس کے نیچے عورتیں ان مردوں کے مقابل یعنی سیدھ میں ہیں جو لوگ اوپر ہیں ان کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ ان میں اور عورتوں میں اتحاد مکان نہیں ہے لیکن اگر نیچے والی عورتیں مردوں سے آگے ہوں گی یا جتنے مرد بالاحانہ کے نیچے والی عورتوں سے پیچھے

پس اگر امام یا کسی مقتدی کے محاذی کھڑی ہوگئی اور پھر امام نے اس کی امامت کی نیت کی اور پھر اس کو پیچھے ہٹنے کا

ہوں گے۔ تو اگر ایک یا دو عورتیں آگے ہوں گی تو یہ قد آدم ارتفاع اُن کے لئے سترہ ہو کر بائیں فساد ہو جائے گا اور ان مردوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر دو سے زیادہ عورتیں ہوں گی تو صف کا حکم اختیار کر کے پیچھے کی سب صفوں میں فساد کا اثر ڈال دینا خواہ وہ مردوں کی صفیں قد آدم یا زیادہ بلندی پر ہوں کیونکہ حائل و ارتفاع کے مانع ہونے کا اعتبار ایک یا دو عورتوں کے آگے ہونے کی صورت میں ہوتا ہے دو سے زیادہ کی صورت میں حائل و ارتفاع کا اعتبار جاتا ہے گا البتہ دو سے زائد عورتیں آگے ہونے کی صورت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر آگے تین عورتیں ہیں تو ہر صف کے صرف اُن تین آدمیوں کی نماز آخر صفوں تک فاسد ہوگی جو ان کے محاذی (سیدھ میں) پیچھے ہیں اور باقی لوگوں کی نماز درست ہوگی اور اگر تین سے زیادہ عورتیں آگے ہیں تو اُن پر حقیقتاً پوری صف کا اطلاق ہوگا اور اس وجہ سے ان کے پیچھے کی تمام صفوں کے تمام مردوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی پر فتویٰ ہے۔ (اگرچہ قیاس کا اقتضا یہ ہے کہ تین عورتیں یا زیادہ یعنی پوری صف ہو تو ان عورتوں کے پیچھے کی پہلی صف کے اتنے ہی آدمیوں کی نماز فاسد ہونی چاہئے جو اُن کے بالمقابل پیچھے ہیں باقی آدمیوں کی اور باقی کھلی صفوں کی نماز فاسد نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ ایک یا دو عورتیں آگے ہونے کی صورت میں ہوتا ہے کیونکہ اس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے والی صفوں کے مردوں کے لئے سترہ و حائل ہو جاتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کر دیا ہے اور اس استحسان کی وجہ وہ اثر ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً و مرفوعاً ثابت ہے وہ حدیث یہ ہے "مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاِمَامِ فَهْرٌ اَوْ طَرِيقٌ اَوْ صَفٌّ مِنَ النِّسَاءِ فَلَا صَلَوةَ لَهٗ" یعنی جب کسی شخص کے اور اس کے امام کے درمیان نہریا راستہ یا عورتوں کی صف حائل ہو تو اس کی نماز نہیں ہے۔ بعض کتب میں الفاظ میں کچھ اختلاف ہے یعنی اس طرح ہیں "مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اِمَامِهِ فَهْرٌ اَوْ طَرِيقٌ اَوْ صَفٌّ مِنَ النِّسَاءِ فَلَيْسَ هُوَ مَعَ الْاِمَامِ" پس ایک دو تک عورتوں کے آگے ہونے کی صورت میں حائل و ارتفاع کا اعتبار کیا گیا ہے اور تین یا زیادہ عورتوں کے آگے ہونے کی صورت میں صف کے حکم میں رکھتے ہوئے اعتبار نہیں کیا گیا اور قیاس کو ترک کر کے روایت پر عمل کیا گیا ہے جس کی تفصیل اوپر درج ہے۔

اگر صورت مذکورہ بالا کے بالعکس ہو یعنی اگر مسجد میں قد آدم یا زیادہ اونچے سائبان یا بالا خانہ کے اوپر عورتوں کی صفیں ہوں جنہوں نے امام مسجد سے اقتدا کیا ہو اور اس سائبان یا بالا خانہ کے نیچے اسی امام کے پیچھے مردوں کی صفیں ہوں تو جو لوگ عورتوں سے پیچھے ہوں گے ان کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔ اگر ایک امام کے پیچھے ایک ہی صف میں ایک طرف مرد کھڑے ہوں اور دوسری طرف عورتیں ہوں تو جو ایک شخص مردوں اور عورتوں کے درمیان ہے صرف اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور باقیوں کی درست ہو جائے گی کیونکہ وہ شخص باقی آدمیوں اور عورتوں کے درمیان بہتر نہ حائل سترہ کے ہو جائیگا۔ اگر عورتیں مردوں سے آگے ہوں لیکن اُن کے پیچھے بالکل سیدھ میں مرد نہ ہوں بلکہ ان کی بالکل سیدھ سے کم از کم ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی برابر ہٹ کر مرد ہوں تو ان پیچھے والے مردوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

واضح رہے کہ عورت کو مرد کے محاذی کھڑا ہونے سے جن صورتوں میں مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے ان میں عورت کی نماز

فاسد نہیں ہوتی مگر دو صورتوں میں، صورت اول وہ ہے جو بلا میں مذکور ہے کہ اگر مرد نے اس کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور وہ نہ ہٹی، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مرد خود امام ہو جس کے محاذ میں عورت کھڑی ہوئی ہے تو مرد امام کے ساتھ اس مقتدی عورت کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی کیونکہ جب امام کی نماز جاتی رہی تو مقتدی کی بھی خود بخود جاتی رہی پس امام کے برابر میں کسی عورت کے اس نماز میں شامل ہونے سے امام کے ساتھ سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی جتنی مشکل کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح بے ریش لڑکے کی محاذات سے بھی مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ ایک روایت یہ ہے کہ اگر خوبصورت لڑکا ہو تو فاسد ہو جاتی ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ تب بھی فاسد نہیں ہوتی البتہ مگر وہ تیزی ہے۔

خلاصہ :- جانتا چاہئے کہ شرائط مذکورہ محاذات کے ساتھ عورت کے مرد کے آگے یا محاذی ہونے کی چند

صورتیں مرتب ہوتی ہیں جو مجموعہ حکم مندرجہ ذیل ہیں (۱) عورت کا امام کے آگے یا محاذی ہونا اس سے امام اور اس عورت اور تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲) عورت کا امام اور مقتدی مردوں کی صف کے درمیان میں یا مقتدی

مردوں کی صفوں کے درمیان میں کھڑا ہونا اس صورت میں ایک عورت اپنے پیچھے والی صرف پہلی صف کے محاذی (سیدھ میں واقع ہونے والے) ایک مرد کی نماز فاسد کرے گی اور دو عورتیں صرف پیچھے والی پہلی صف کے دو محاذی مردوں کی

نماز فاسد کریں گی اور تین عورتیں پیچھے والی تمام صفوں کے تین تین محاذی مردوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں صف تام کے حکم میں ہونے کی وجہ سے پیچھے والی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی۔ ایک یا دو

عورتیں آگے ہونے کی صورت میں اگر ان کے اور مردوں کے درمیان سترہ بقدر ایک ہاتھ حائل ہوگا تو مانع فساد ہوگا اس سے کم مانع فساد نہیں اور تین یا زیادہ عورتیں آگے ہونے کی صورت میں سترہ حائل ہونے کا اعتبار نہیں اور فساد نماز کا حکم بدستور

برقرار ہے گا۔ (۳) عورت کا مردوں کی صف میں کھڑا ہونا پس ایک عورت تین آدمیوں کی نماز فاسد کرے گی ایک اپنے دائیں اور ایک بائیں اور ایک پیچھے والی پہلی صف کے اپنی سیدھ والے آدمی کی اور دو عورتیں چار آدمیوں کی یعنی

ایک دائیں اور ایک بائیں اور دو پیچھے والی پہلی صف کے اپنی سیدھ والے دو آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین عورتیں ایک ایک آئیں اور بائیں والے سے تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی۔ (۴) ایک ہی صف میں ایک طرف

آدمی ہوں اور ایک طرف عورتیں ہوں اور ان کے درمیان میں کوئی حائل نہ ہو تو صرف اس ایک آدمی کی نماز فاسد ہوگی جو عورت کے متصل محاذی ہوگا اور باقی آدمیوں کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ یہ آدمی باقی آدمیوں اور عورتوں کے

درمیان بمنزلہ سترہ کے ہو جائے گا۔ (۵) قد آدم یا زیادہ اونچا چوتزہ یا سائبان یا بالا خانہ وغیرہ ہے اور اس کے اوپر مرد ہیں اور نیچے ان کے محاذی عورتیں ہیں یا اس کے برعکس یعنی عورتیں اوپر ہیں اور نیچے ان کے محاذی مرد ہیں تو یہ

قد آدم اونچائی مانع فساد نماز ہو جائے گی اور مردوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ قد آدم سے کم اونچائی مانع فساد نہیں ہوگی۔ لیکن جو مرد قد آدم بالا خانہ یا سائبان وغیرہ پر نیچے والی عورتوں کی محاذات سے پیچھے ہوں گے یا عورتیں بالا خانہ کی سیدھ

اور نیچے والی

آدمی کی اور پیچھے والی ہر صف کے تین تین محاذی آدمیوں کی آخر صفوں تک نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں دائیں اور بائیں والے ایک آدمی کی

آگے یعنی نیچے بالا خانہ والے مردوں سے آگے ہوں گی تو اگر ایک یا دو عورتیں آگے ہوں گی تب بھی یہ بلندی مانع فساد ہو جائے گی اور اگر تین یا زیادہ عورتیں ہوں گی تو صف کے حکم میں ہو کر یہ بلندی مانع فساد نہیں ہوگی پس پیچھے والے مردوں کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن تین عورتیں صرف پیچھے والی ہر صف کے تین تین محاذی مردوں کی نماز آخر صفوں تک فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں پیچھے والی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کر دیں گی اور اگر عورتیں بالا خانہ پر آگے ہوں اور مرد نیچے ان کی سیدھ سے پیچھے ہوں تو ان پیچھے والے مردوں کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔ (۶) اگر عورتیں مردوں سے آگے ہوں لیکن ان کے پیچھے مرد بالکل ان کی سیدھ میں نہ ہوں بلکہ کم از کم ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی مقدار ہٹ کر مرد کھڑے ہوں تو ان پیچھے والے مردوں کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔

جن چیزوں میں مقتدی کو امام کی متابعت کرنی چاہئے اور جن چیزوں میں نہیں

(۱) اگر مقتدی قعدہ اولیٰ کے تشہد میں شریک ہو اور امام مقتدی کا تشہد پورا کرنے سے پہلے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا قعدہ اخیرہ میں شریک ہو اور امام نے مقتدی کا تشہد پورا کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا یا مقتدی پہلے سے نماز میں شریک تھا لیکن امام قعدہ اولیٰ میں تشہد پورا پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا قعدہ اخیرہ میں سلام پھیر دیا تو ابھی مقتدی کا تشہد پورا نہیں ہوا تو مختار یہ ہے کہ مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ تشہد پورا کرے کیونکہ یہ واجب ہے پھر امام کی متابعت کرے اور اگر تشہد پورا نہ کرے بلکہ امام کے ساتھ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے یا قعدہ اخیرہ میں سلام پھیر دے تب بھی جائز ہے کیونکہ جیسے تشہد کا پڑھنا واجب ہے متابعت امام بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کر کے دوسرے کو کرنا بلا کراہت درست ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز کا مطلب یہاں یہ ہے کہ نماز کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہو جائے گی کیونکہ تشہد کا پڑھنا واجب ہے اور متابعت امام کر کے کھڑا ہونے یا سلام پھیرنے میں ترک واجب ہوگا جو کہ مکروہ تحریمی ہے اور تشہد پورا کر کے کھڑا ہونے یا سلام پھیرنے میں متابعت امام جو واجب ہے ترک نہیں ہوگی بلکہ اس میں تاخیر ہو جائے گی پس دونوں واجبوں پر عمل کرنا اگرچہ ایک کی تاخیر کے ساتھ ہو ضروری ہے بجائے اس کے کہ ایک واجب پر عمل کرنے کے لئے دوسرے کو ترک کر دیا جائے اور تشہد میں شامل ہونے والے مقتدی پر بھی امام کی متابعت کی وجہ سے تشہد کا پڑھنا واجب ہو گیا اگرچہ اس کے تشہد میں شامل ہونے کے بعد ہی امام کھڑا ہو جائے یا سلام پھیر دے پس اس کو اپنا تشہد پورا کر کے امام کی متابعت کرنی چاہئے اگرچہ اس کو امام کے ساتھ تیسری رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو۔ (جس قدر وہ امام سے پیچھے رہ جائے اس کو لاحق کی طرح پڑھ کر امام کے ساتھ مل جائے جیسا کہ آگے میں آتا ہے)۔ اگر امام نے اپنے تشہد سے فارغ ہو کر مقتدی کے تشہد سے فارغ ہونے سے پہلے عمداً حدث کیا یا قہقہہ لگایا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ امام کے تشہد پورا کرنے سے پہلے عمداً حدث یا قہقہہ سے امام کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وہ حرمت نماز میں نہیں رہتا۔ اب جبکہ امام نے اپنا تشہد پورا

کرنے کے بعد یہ فعل عمداً کیا ہے تو امام کی نماز پوری ہوگئی اور مقتدی کا تشہد پورا نہ ہونے کی وجہ سے یہ فساد اس کی نماز میں مرتبہ کرے گا اور مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲) امام پہلے قعدہ کے تشہد سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا اور مقتدیوں میں سے کوئی شخص تشہد پڑھنا بھول گیا تھا یہاں تک کہ سب لوگ کھڑے ہو گئے تو جس شخص نے تشہد نہیں پڑھا ہے اس کو چاہئے کہ پھر لوٹے اور تشہد پڑھے پھر امام کے ساتھ ہو جائے اگرچہ اس کو رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف ہو (یعنی اگر تشہد پڑھ کر امام کے ساتھ قیام میں مل جائے تو قیہا ورنہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار قیام کر کے رکوع میں چلا جائے پس اگر امام کے ساتھ رکوع میں شرکت ہوگئی تو اچھا ہے ورنہ پیچھے پیچھے اپنے رہے ہوئے ارکان کرتا جائے یہاں تک کہ امام سے مل جائے اور اگر امام کے سلام پھیرنے تک بھی امام کا شریک نہ ہو سکے تو باقی ماندہ نماز امام کے سلام کے بعد لاحقاً ادا کر کے سلام پھیرے)۔ (۳) اگر امام نے سلام پھیر دیا اور مقتدی تشہد تو پڑھ چکے ہیں لیکن ابھی مقتدی نے درود نہیں پڑھا جو تشہد کے بعد ہے یا درود کے بعد والی دعا سے مقتدی ابھی فارغ نہیں ہوا تو امام کے ساتھ سلام پھیر دے اسی طرح اگر امام نے رکوع یا سجدہ سے سراٹھایا اور مقتدی نے ابھی تین مرتبہ تسبیح پوری نہیں کی تو صحیح یہ ہے کہ امام کی متابعت کرے (کیونکہ امام کی متابعت واجب ہے اور یہ امور سنت ہیں اور ترک سنت تاخیر واجب سے اولیٰ ہے)۔ (۴) اگر مقتدی نے امام کے رکوع یا سجدہ سے پہلے سراٹھایا تو چاہئے کہ پھر رکوع یا سجدہ میں چلا جائے اور یہ دو رکوع یا دو سجدے نہیں ہوں گے۔ (۵) اگر امام نے بہت دیر تک سجدہ کیا اور مقتدی نے اس گمان سے کہ شاید امام نے دوسرا سجدہ کیلئے سراٹھایا اور پھر دوسرے سجدہ میں چلا گیا تو اگر پہلے سجدہ کی نیت کر کے گیا یا کچھ نیت نہ کی یا دوسرے سجدہ اور امام کی متابعت کی اکٹھی نیت کی تو پہلا ہی سجدہ ہوگا اور اگر دوسرے سجدے کی نیت کی اور اس کے ساتھ کچھ اور نیت (یعنی متابعت امام کی نیت) نہیں کی تو دوسرا سجدہ ہوگا پس اگر وہ اس سجدہ میں اس وقت تک رہا کہ امام نے بھی دوسرا سجدہ کیا اور امام اس سجدہ میں اس کے ساتھ شریک ہو گیا تو جائز ہے اور اگر امام کے دوسرا سجدہ کرنے سے پہلے یعنی دوسرے سجدہ کے لئے پیشانی زمین پر رکھنے سے پہلے اس مقتدی نے اپنا سراٹھایا تو یہ اس کا دوسرا سجدہ جائز نہیں ہوگا اور اس پر اس سجدہ کا اعادہ واجب ہوگا۔ (یعنی امام کے ساتھ اس سجدہ کو دوبارہ ادا کرنا واجب ہوگا۔ مولف) پس اگر وہ اعادہ نہیں کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۶) اگر مقتدی نے سجدہ دیر تک کیا یہاں تک کہ امام نے دوسرا سجدہ بھی کر دیا اس وقت مقتدی نے پہلے سجدہ سے سراٹھایا اور یہ گمان کر کے کہ امام پہلے ہی سجدہ میں ہے دوبارہ سجدہ میں چلا گیا تو یہ اس کا دوسرا سجدہ واقع ہوگا اگرچہ اس نے پہلے ہی سجدہ کی نیت کی ہوگی اور کی نہ کی ہو کیونکہ یہ نیت اپنے محل میں نہیں ہوتی نہ مقتدی کے فعل کے اعتبار سے اور نہ امام کے فعل کے اعتبار سے۔ (۷) اگر کسی مقتدی نے سب رکعتوں میں رکوع و سجود امام سے پہلے کیا تو ایک رکعت بلا قرأت قضا کرے۔ (۸) اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کیا اور امام اس رکوع یا سجدہ میں اس کے ساتھ مل گیا تو مقتدی کی نماز جائز و درست ہے لیکن مقتدی کو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ بھولے سے ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

پانچ چیزیں جن میں امام کی متابعت کی جائے | پانچ چیزیں ایسی ہیں جن میں امام کی متابعت کی جائے یعنی اگر امام کرے

واجب میں فعل یا ترک کے اعتبار سے امام کی متابعت واجب ہے جبکہ وہ واجب فعلی ہو یا ایسا قولی واجب ہو جس کے کرنے سے واجب فعلی میں مخالفت ہوتی ہو، وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: — (۱) نماز عیدین کی تکبیریں — (۲) قعدہ اولیٰ۔ پس اگر امام قعدہ اولیٰ ترک کر کے کھڑا ہونے لگا تو جب تک امام کھڑا ہونے کے قریب نہ ہو جائے تو مقتدی ابھی اس قعدہ کے ترک میں اس کی متابعت نہ کرے بلکہ انتظار کرے کہ شاید یاد آجائے اور لوٹ آئے اور بلکہ اس کو سبحان اللہ وغیرہ کہہ کر بتائے تاکہ وہ واپس لوٹ آئے اگر وہ کھڑا ہونے سے قبل لوٹ آیا قبہا اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا یا کھڑے ہونے کے زیادہ قریب ہو گیا تو اب نہ بتائے بلکہ خود بھی قعدہ چھوڑ کر اس کی متابعت میں کھڑا ہو جائے — (۳) سجدہ تلاوت — (۴) سجدہ سہو — (۵) دعائے قنوت، جبکہ امام سے سہواً ترک ہو گئی ہو اور مقتدی کو خوف ہو کہ اگر قنوت پڑھے گا تو رکوع میں امام کے ساتھ شرکت قنوت ہو جائے گی تو مقتدی بھی دعائے قنوت ترک کر کے امام کی متابعت کرے اور اگر یہ خوف نہ ہو تو قنوت پڑھ لے پھر رکوع کرے اس میں دوسرا ثواب ہے اور اگر اس حالت میں بھی قنوت ترک کرے تو جائز ہے۔

چار چیزیں جن میں امام کی متابعت کی جائے | چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر امام کرے تو مقتدی ان میں اس کی متابعت نہ کرے

کیونکہ یہ بدعت منسوخ ہیں اور اس چیز میں جس کا نماز سے تعلق نہ ہو امام کی متابعت نہیں کرنی چاہئے — (۱) امام جان بوجھ کر نماز جنازہ کی تکبیرات چار سے زیادہ یعنی پانچ کہے — (۲) جان بوجھ کر تکبیرات نماز عیدین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال پر زیادتی کرے جبکہ مقتدی ان کو خود امام سے سنتا ہو اور اگر مؤذن (تکبیر) سے سنے تو ترک نہ کرے کہ شاید غلطی ہوئی ہو — (۳) کسی رکن کا زیادہ کرنا مثلاً دوبارہ رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا — (۴) بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کھڑا نہ ہو پس اس صورت میں اگر امام قعدہ اخیرہ کر چکا ہے تو مقتدی بیٹھ کر اس کا انتظار کرے اگر وہ پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آیا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اور اس کے ساتھ سلام پھیرے اور اس کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور اگر امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر لے اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تھا اور وہ پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آیا تو مقتدی اس کی متابعت کرے اور اگر اس صورت میں پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو امام اور مقتدی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیرا ہو کیونکہ اب مقتدی کا اکیلا تشہد پڑھ کر سلام پھیرنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ (یہ پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونا بھی رکن کی زیادتی میں داخل ہے اس لئے الگ شمار کرنے کی ضرورت نہیں تھی البتہ موصاحت کے مناسب ہے)۔

نو چیزیں ایسی ہیں کہ خواہ امام ان کو کرے یا نہ کرے یعنی اگر امام ان کو چھوڑ دے تو مقتدی ان کو ادا کرے کیونکہ سنن کے ادا کرنے یا نہ کرنے میں امام کی متابعت واجب نہیں ہے اسی طرح واجب قولی میں بھی جبکہ اس کے کرنے سے واجب فعلی میں

۴ امام کی مخالفت لازم نہ آتی ہو امام کی متابعت لازم نہیں جیسا کہ تشہد و تکبیرات تشریحی بخلاف قنوت و تکبیرات عیدین کے کہ ان میں واجب فعلی میں امام کی

مخالفت لازم آتی ہے اور وہ واجباً فعلی قیام ہے جبکہ امام رکوع میں ہے۔ (۱) تکبیر کے لئے رفع یدین کرنا یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا۔ (۲) ثنا (سبحانک اللہم الخ) پڑھنا جبکہ امام سرری نماز میں ہو اور ابھی اکھڑ پڑھا ہو اور اگر امام سرری نماز میں سورت پڑھ رہا ہو تو امام محجر کے نزدیک مقتدی ثنائہ پڑھے امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے۔ چہرہ نماز میں امام کے اکھڑ شروع کرنے سے پہلے تک پڑھ سکتا ہے اس کے بعد نہ پڑھے۔ (۳) تکبیر انتقال یعنی رکوع میں جانے کے لئے یا سجدہ میں جانے یا سجدہ سے اٹھنے کے لئے اللہ اکبر کہنا۔ (۴) رکوع کی تسبیح اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی اس وقت تک ادا کرے جب تک امام رکوع میں ہے۔ (۵) اگر امام سمع اللہ لمن حمد کا کہنا چھوڑ دے تو مقتدی ریتا لک الحمد کہنا ترک نہ کرے بلکہ کہہ لے۔ (۶) سجدہ کی تسبیح اگر امام چھوڑ دے تو جب تک امام سجدہ میں ہے مقتدی کہہ لے۔ (۷) تشہد پس اگر امام قعدہ میں بیٹھا اور تشہد نہ پڑھا تو مقتدی پڑھ لے لیکن اگر امام نے قعدہ اولیٰ ہی ترک کر دیا تو مقتدی بھی ترک کرے اور امام کی متابعت کرے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ (۸) سلام ترک کرنا یعنی اگر امام نے سلام کی بجائے کلام کر دیا یا مسجد سے نکل گیا تو مقتدی سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کر لے لیکن اگر امام نے عمدہ حدث کیا یا قہقہہ لگایا تو مقتدی سلام نہ پھیرے کیونکہ ان دونوں کی نماز فاسد ہو گئی۔ (۹) تکبیرات تشریح اگر امام ترک کرے تو مقتدی کہہ لے۔

مقتدی کے اقسام و احکام

مقتدی چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) بدرک (۲) صرف لاحق (۳) صرف مسبوق (۴) لاحق مسبوق۔ اب ہر ایک کی تعریف اور اس کے متعلق احکام و مسائل الگ الگ عنوان سے بیان ہوتے ہیں۔

بدرک جس شخص نے پوری نماز یعنی اول رکعت سے آخری قعدہ کا تشہد پڑھنے تک تمام رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں خواہ وہ پہلی رکعت میں تحریمہ کے وقت شامل ہو یا بعد رکوع تک کسی وقت شامل ہو یعنی رکوع کے کسی جزو میں امام کے ساتھ شریک ہو گیا ہو اور خواہ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھیر دیا ہو یا امام کے ساتھ سلام پھیرا ہو فقہی اصطلاح میں ایسا شخص بدرک کہلاتا ہے یعنی امام کے ساتھ پوری نماز پانے والا۔ اب تک جو عام مسائل مقتدی کے متعلق بیان ہوتے رہے ہیں وہ مقتدی بدرک ہی کے متعلق ہیں مگر جہاں ضرورت ہوئی دوسری قسم کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

لاحق جس شخص نے امام کے ساتھ پہلی رکعت میں اقتدا کی مگر اقتدا کے بعد اس کی کل رکعتیں یا بعض رکعتیں کسی عذر سے یا بغیر عذر کے فوت ہو گئیں وہ شخص لاحق کہلاتا ہے۔ عذر سے فوت ہونے کی صورتیں یہ ہیں مثلاً اقتدا کے بعد پہلی ہی رکعت میں سو گیا اور آخر نماز تک سوتا رہا اس طرح سے اس کی کل رکعتیں امام کے ساتھ نہ ہوئیں یا درمیان میں دوسری یا تیسری رکعت وغیرہ میں سو گیا تو اس طرح بعض رکعتیں امام کے ساتھ نہ ہوئیں یا کسی اور غفلت کی وجہ سے

یا بھٹیر کی وجہ سے کھڑا رہ گیا اور کل رکعتوں میں یا بعض میں رکوع و سجدہ نہ کر سکا یا نماز میں حدث ہو جانے کی وجہ سے وضو کے لئے گیا اور اس عرصہ میں امام نے کل یا بعض نماز پڑھ لی اور اس نے پھر آکر اس نماز پر نیا کی۔ اس صورت میں امام بھی لائق ہو سکتا ہے وہ اس طرح کہ امام نے حدث ہو جانے کے بعد کسی کو خلیفہ کیا اور خود وضو کرنے گیا اس اثنا میں خلیفہ نے کل یا بعض نماز پڑھ لی (خلیفہ بنانے اور نیا کے مسائل آگے الگ بیان میں آتے ہیں) یا نماز خوف میں پہلے گروہ کو خور رکعت امام کے ساتھ نہیں ملی ہے وہ اس میں لائق ہے (اور دوسرا مسبوق ہے اس کی تفصیل نماز خوف میں درج ہے) یا مقیم نے مسافر کے پیچھے قصر نماز میں اقتدا کی تو مسافر امام کے سلام کے بعد وہ اخیر کی دو رکعتوں میں لائق ہے یعنی حکماً امام کے پیچھے ہے اور وہ مسبوق بھی ہو سکتا ہے یعنی پہلی ایک یا دو رکعتیں امام کے ساتھ نہ پانے کی وجہ سے مسبوق بھی ہوگا یعنی وہ لائق مسبوق کہلائے گا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ بلا عذر فوت ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے امام سے پہلے رکوع و سجدہ کر لیا پھر اس کا اعادہ بھی نہ کیا تو اس کا امام سے پہلے رکوع و سجدہ کرنا لغو ہو کر امام کے ساتھ اس کی دوسری رکعت اس کی پہلی رکعت کی بجائے ہوگی اور تیسری بجائے دوسری کے اور چوتھی بجائے تیسری کے ہوگی اور آخر میں ایک رکعت اس کو لاحقانہ پڑھتی ہوگی تاکہ نماز پوری ہو جائے۔ لائق کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) لائق مدرک کے حکم میں ہے یعنی وہ حکماً امام کے پیچھے ہے پس جب اپنی فوت شدہ نماز پڑھے گا تو اس میں قرارت نہیں کریگا بلکہ مدرک مقتدی کی طرح خاموش رہے گا اور اس کو اس لاحقانہ نماز میں سہو ہو جائے گا تو سجدہ سہونہ کرے گا کیونکہ مقتدی کا سہو امام اٹھا لیتا ہے اور اقامت کی نیت سے اس کا فرض نہیں بدلے گا یعنی اگر مسافر امام یا مسافر امام کے پیچھے مسافر مقتدی لائق ہو گیا اور لاحقانہ نماز کو پڑھنے میں اس نے اقامت کی نیت کر لی تو دوسری رکعت اس کے ذمہ نہیں گی چار نہیں ہو جائیں گی۔ (۲) لائق کو واجب ہے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو اس کی جاتی رہی ہیں ان کے ادا کرنے کے بعد امام کی متابعت کرے یعنی اگر جماعت ابھی باقی ہو تو شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی بطور لائق پوری کر لے مثلاً کسی شخص کو حدث ہوا اور وہ وضو کرنے گیا جب وضو کر کے آیا تو امام کو قعدہ اخیرہ میں پایا تو یہ قعدہ میں شریک نہیں ہوگا بلکہ جہاں سے چھوڑ گیا تھا وہاں سے پڑھا شروع کرے پس امام کے قیام کے بقدر (اندازاً) بغیر قرارت کھڑا رہے پھر رکوع و سجدہ کرے اور قیام و رکوع و سجدہ میں امام سے زیادہ یا کم دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد اگر امام کو نماز میں پالے تو اس کے ساتھ ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی اسی طرح لاحقانہ پوری کر لے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے امام کے ساتھ تکبیر کہی پھر سو گیا، یہاں تک کہ امام نے ایک رکعت پڑھ لی تب وہ ہتھیار ہوا تو اگرچہ امام اس وقت دوسری رکعت میں ہوگا مگر اس شخص کو واجب ہے کہ پہلے وہ اپنی گئی ہوئی پہلی رکعت بغیر قرارت کے پڑھے اور پھر جہاں امام کو پائے اس کے ساتھ ہو لے اس کے خلاف کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا، یا مثلاً تیسری رکعت میں سو گیا اور چوتھی میں جاگا تو اسے پہلے تیسری رکعت بلا قرارت پڑھنا واجب ہے اس کے بعد اگر امام کو چوتھی رکعت میں پائے تو امام کے ساتھ ہو جائے ورنہ اسے بھی بلا قرارت

تہا پڑھے اور جس جگہ امام کو مل سکے مل جائے اور اگر امام پہلے سلام پھیر دے تو یہ اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیرے اگر
اگر اس کے برخلاف کیا یعنی پہلے امام کی متابعت کی اور چوتھی رکعت امام کے ساتھ پڑھی پھر امام کے سلام کے بعد تیسری
جوفوت ہوگئی تھی پڑھی تو نماز صحیح ہو جائے گی مگر ترک ترتیب کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور سجدہ سہو واجب ہوگا کیونکہ اس کو
اپنی فوت شدہ نماز کو پہلے ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں ترتیب واجب ہے شرط نہیں ہے پس اگر اس کے خلاف کیا یعنی
پہلے امام کی متابعت کی پھر اپنی فوت شدہ نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہو جائے گی اور سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا کیونکہ ترک
واجب ہوا ہے اور دانستہ ایسا کرنے سے وہ گنہگار ہوگا۔ اور صحیح یہ ہے کہ اس کو اس نماز کا لوٹانا واجب ہے کیونکہ دانستہ
واجب ترک کرنے کی صورت میں سجدہ سہو سے اس کی نماز کی اصلاح نہیں ہوگی یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے —
(۳) اگر امام سجدہ سہو کرے تو لاحق اپنی باقی نماز کے ادا کرنے سے پہلے اس کی متابعت نہ کرے بلکہ لاحقانہ نماز پڑھ کر سجدہ سہو ادا کرے
— (۴) لاحق مسافر تھا اور جو نماز امام کے ساتھ چھوٹ گئی تھی اس کو قضا کرتا تھا اسی حالت میں اس نے اقامت کی
نیت کی یا مسافر کو حدیث ہوا اور اپنے شہر میں داخل ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں سفر کی نماز پوری کرے گا۔ امام زفر کا
اس میں اختلاف ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس عرصہ میں امام اپنی نماز سے فارغ ہو چکے اور اگر امام ابھی فارغ نہیں ہوا
تو بالاتفاق چار رکعتیں پڑھے گا — (۵) امام نے چار رکعتوں کی نماز میں پہلا قعدہ بھول کر چھوڑ دیا اور اس کے پیچھے
لاحق تھا مثلاً کوئی شخص تھوڑی دیر سو کر پھر ہشیار ہوا یا اس کو حدیث ہو گیا تھا اور وہ وضو کے لئے چلا گیا تھا اس عرصہ میں
امام نے کئی رکعتیں پڑھ لیں تو جو قعدہ امام سے چھوٹ گیا تھا اس میں وہ بھی نہ بیٹھے امام زفر کے نزدیک بیٹھے۔

مسبق جس شخص کو امام کے ساتھ شروع سے کل یا بعض رکعتیں نہ ملی ہوں اور امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد سے
آخر تک شامل رہا ہو اس کو اصطلاح فقہ میں مسبق کہتے ہیں۔ کل رکعتیں نہ ملنے کی صورت یہ ہے کہ آخری رکعت
کے رکوع کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا اور بعض رکعتوں کے ملنے کی صورت یہ ہے کہ بعض رکعتیں مثلاً ایک یا دو یا
تین رکعتیں ہو چکنے کے بعد امام کے ساتھ شامل ہوا ہو۔ مسبق کے بہت سے احکام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) مسبق اپنی فوت شدہ نماز کے ادا کرنے میں منفرد ہوتا ہے پس وہ تبارک سبحانک اللہم الخ اور تعوذ (اعوذ
باللہ الخ) اور قراءت پڑھے۔ اس لئے کہ وہ قراءت کے حق میں اس کی شروع کی رکعت ہوگی۔ پس جس طرح شروع رکعت
میں ثنا پڑھتا ہے اس میں بھی پڑھے اور پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر قراءت پڑھے چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں جیسا کہ
آگے آتا ہے — (۲) مسبق اپنی فوت شدہ نماز پہلے نہ پڑھے بلکہ پہلے امام کی متابعت کرے اور جب امام
اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے بلکہ امام کے دوسرے سلام کے بعد کھڑا ہو کر اپنی بقیہ
فوت شدہ نماز اکیلا پڑھے۔ اگر امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد پہلے اپنی فوت شدہ نماز پڑھ لیا اور پھر امام کی متابعت
کر لیا جیسا کہ لاحق کرتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اقتدا کی حالت میں اس کا منفرد ہونا درست نہیں

بلکہ مفسد نماز ہے (بعض کے نزدیک عدم فساد کا قول اقویٰ ہے اس لئے کہ اس میں ترتیب ماقط ہوئی ہے اور متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے لیکن اظہر قول فساد کا ہے۔ واللہ اعلم)

(۳) مسبوق جب امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھتا ہے وہ قرأت کے حق میں اس کی پہلی نماز ہے اور تشہد کے حق میں اس کی آخری نماز ہے یعنی امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعتوں میں اپنی بقیہ رکعتوں کو بلا کر ہر دو گانہ پر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے پس اس کی صورتیں یہ ہیں کہ اگر چار رکعت والی نمازوں میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو مسبوق کو چاہئے کہ ایک رکعت ثنا و تعوذ و بسم اللہ و الحمد و سورۃ کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے (کیونکہ قرأت کے اعتبار سے یہ پہلی رکعت ہے اور ایک رکعت امام کے ساتھ والی اور ایک یہ مل کر دو گانہ پورا ہو گیا اس لئے اس پر قعدہ کرنا واجب ہوا) پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت الحمد اور سورۃ کے ساتھ پڑھ کر قعدہ نہ کرے بلکہ کھڑا ہو جائے (کیونکہ یہ اب قعدہ کے حق میں اس کی تیسری رکعت ہے اور قرأت کے حق میں دوسری) اب تیسری رکعت میں اس کو اختیار ہے خواہ الحمد پڑھے یا ترک کرے لیکن پڑھنا افضل ہے (جیسا کہ قرأت کے بیان میں آچکا ہے) لیکن اس میں سورۃ نہ ملانے کیونکہ یہ قرأت کے اعتبار سے اس کی تیسری رکعت ہے پھر قعدہ اخیرہ کرے اور تشہد اور درود دعا پڑھ کر سلام پھیرے، اور اگر امام کے ساتھ دو رکعتیں ملیں تو باقی دونوں میں الحمد اور سورت پڑھے، اگر ان میں الحمد اور سورت دونوں کو ترک کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ ان میں قرأت فرض ہے۔ (اگر الحمد یا سورت ایک کو چھوڑ دے گا تو سجدہ سہولاً زم آئیگا ورنہ نماز واجب الاعداء ہوگی۔ مولفت) اور ان دو کے بعد قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور نماز پوری کرے کیونکہ پہلی دو پر امام کے ساتھ قعدہ کر چکا ہے۔ اگر امام سے پہلے دو گانہ میں قرأت ترک ہوئی اور وہ دوسرے دو گانہ میں اس قرأت کو قضا کرتا ہو اس وقت کوئی مسبوق اس کے ساتھ نماز میں شریک ہوا تو جب وہ مسبوق اپنی نماز قضا کرے تو اس میں بھی قرأت پڑھے پس اگر وہ اس میں قرأت ترک کر دے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر تین رکعت والی نماز یعنی مغرب میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو باقی دونوں رکعتوں میں الحمد اور سورت پڑھے اگر ان دونوں میں سے ایک میں بھی قرأت چھوڑ دی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور ان دونوں رکعتوں کے درمیان میں بھی قعدہ کرے (یعنی ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے کیونکہ امام کے ساتھ والی اور یہ رکعت مل کر دو گانہ ہو گیا پھر دوسری رکعت پڑھ کر بھی قعدہ کرے یہ اس کا آخری قعدہ ہوگا اس طرح اس کے تین قاعدے ہو جائیں گے)۔ اور اگر ایک رکعت گئی ہو (خواہ وہ نماز دو رکعت والی ہو یا تین والی یا چار والی ہو).....

تو یہ عام صورت ہے یعنی ثنا و تعوذ و قرأت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کر کے سلام پھیرے۔

(۴) امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد مسبوق کو امام کے سلام سے پہلے کھڑا نہیں ہونا چاہئے اگر کھڑا ہو گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی مگر بکرہ تحریمی ہوگی کیونکہ اس سے امام کے ساتھ سلام میں متابعت ترک ہوگئی جو واجب تھی۔ لیکن عذر کی وجہ سے امام سے پہلے کھڑا ہونا چند صورتوں میں بلا کر است جائز ہے یعنی اگر مسبوق نے موزہ پر مسح کیا ہو اور اس کو امام کے

سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے میں اس کی بدت گذرنے کا خوف ہو یا معذور ہو اور اس کو وقت نکل جانے کا خوف ہو یا فجر یا جمعہ یا عیدین میں وقت نکل جانے کا خوف ہو یعنی فجر کی نماز میں سورج نکل آنے کا اور نماز جمعہ میں عصر کا وقت داخل ہو جانے کا اور عیدین کی نماز میں ظہر کا وقت داخل ہو جانے کا خوف ہو یا حدیث یعنی بے وضو ہو جانے کا خوف ہو یا کسی گذرنے والے کے اس کے سامنے سے گذرنے کا خوف ہو تو ان سب صورتوں میں مسبوق کو جائز ہے کہ امام کے فارغ ہونے یا سجدہ سہو کا انتظار نہ کرے اور اپنی بقیہ نماز کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس میں کوئی گراہت نہیں ہوگی۔

(۵) اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہو گیا تو امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے جو کچھ وہ اپنی بقیہ نماز میں سے قیام و قرأت وغیرہ ادا کرے گا اس کا شمار نہیں ہوگا اس کے بعد کا البتہ شمار ہوگا مثلاً امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے یہ قرأت سے فارغ ہو گیا تو یہ قرأت کافی نہیں اور نماز نہ ہوگی لیکن اگر امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد بھی اس قدر پڑھ لیا ہو جس سے نماز ہو جاتی ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور یہ حکم ایک یا دو رکعت کے مسبوق کا ہے اور اگر تین رکعت کا مسبوق ہو تو اگر اس کو امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد صرف قیام مل گیا اگرچہ اس نے کچھ نہ پڑھا ہو تو نماز جائز ہو جائیگی اس لئے کہ وہ باقی دو رکعتوں میں قرأت کر لے گا اور قرأت فرض دو رکعتوں میں ہی ہو خواہ کوئی کسی ہوں (لیکن ترک واجب کی وجہ سے واجب الاعدادہ ہوگی کیونکہ مسئلہ ہذا میں صرف ادائیگی فرضیت کا ذکر ہے۔ مؤلف)

(۶) اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد کھڑا ہو اور امام کے سلام سے پیشتر اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہو یا پھر سلام میں امام کی متابعت کی تو بعض نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور بعض نے کہا کہ اس کی نماز صحیح ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے (اور اگر اس نے امام کی متابعت نہ کی اور پہلے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز کا فساد بالکل ظاہر ہے۔ مؤلف) اور اگر قعدہ اور تشہد میں متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ امام سے الگ ہونے کے بعد امام کے فارغ سے پہلے اس کی متابعت ہو جائے گی اور یہ مفسد نماز ہے اور امام کے تشہد سے فارغ کے بعد اس کی سلام میں متابعت جیسا کہ پہلے بیان ہوا مفسد نہیں ہوتی جیسا کہ اس حالت میں عمدتاً حدیث مفسد نہیں ہوتا ہے۔

(۷) مسبوق کو چاہئے کہ امام کے پہلا سلام پھیرتے ہی فوراً کھڑا نہ ہو جائے اور دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد بھی اپنی بقایا نماز پڑھنے کے لئے فوراً کھڑا نہ ہو بلکہ امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس پر سجدہ سہو تو نہیں ہے یعنی اس وقت تک ٹھہرے کہ اگر اس نماز کے بعد سنتیں ہوں تو امام سنتوں کے لئے کھڑا ہو جائے اور اگر سنتیں نہ ہوں تو قبلہ سے پھر جائے یا اپنی جگہ سے ہٹ جائے یا اتنا وقت گذر جائے کہ اگر اس پر سجدہ سہو ہوتا تو وہ ارادہ کر لیتا۔ یہ سب باتیں لازمی نہیں ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ امام پر سجدہ سہو نہیں ہے اور وہ اپنی نماز سے فارغ ہو چکا ہے تو کھڑا ہو جائے۔ (۸) امام کے آخری قعدہ میں امام کی متابعت کرے اور تشہد پڑھے جب تشہد پڑھ چکے تو اس کے بعد دو رو دعائیں نہ پڑھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ امام کے سلام پھیرنے تک پھر کیا کرے مختار یہ ہے کہ اشہد

ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبداً ورسولاً بار بار پڑھتا رہے اور صحیح یہ ہے کہ تشہد کو ایسا آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے قریب فارغ ہو اور جب اپنی مسبقانہ نماز پوری کر کے قعدہ کرے تو اس میں تشہد کے بعد درود و دعا پڑھے کیونکہ یہ اس کا آخری قعدہ ہے۔

(۹) اگر مسبق بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں اول یہ کہ اس کا پہلا سلام امام کے پہلے سلام کے بالکل ساتھ واقع ہوا، دوم امام سے پہلے واقع ہوا تو ان دونوں صورتوں میں اس پر سجدہ سہولاً لازم نہیں ہوگا کیونکہ ابھی وہ حالت اقتدا میں ہے اور مقتدی کا سہواً امام اٹھا لیتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ امام کے سلام کے ذرا بعد اس کا سلام واقع ہو تو اس پر سجدہ سہولاً لازم آئے گا کیونکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد وہ منفرد ہو گیا اور یہ بھول کر سلام حالت انفرادی میں واقع ہوا ہے یہی مختار ہے۔ (جاتا چاہئے کہ پہلی دو صورتیں یعنی امام سے پہلے یا بالکل ساتھ ہی مقتدی کے سلام کا واقع ہونا نادر الوقوع ہے بلکہ اغلباً امام کے سلام کے بعد ہی مقتدی کا سلام واقع ہوتا ہے اس لئے اغلباً سجدہ سہولاً کے لازم آنے کا ہی امکان ہوتا ہے اور لوگ اس بات سے غفلت برتتے اور سجدہ سہولاً ترک کرتے ہیں اس لئے احتیاط لازمی ہے) اور اگر امام کے ساتھ سلام اس گمان سے پھیرا کہ اس کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہئے تو وہ عمدتاً سلام ہو گیا اور عمدتاً سلام پھیرنے سے مسبق کی نماز فاسد ہو جاتی ہے پس اس کی نماز فاسد ہو گئی۔ اگر مسبق نے امام کے ساتھ بھول کر سلام پھیرا پھر اس کو یہ گمان ہوا کہ ایسا کرنے سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہے اس خیال سے اس نے نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی نیت کر کے اشد کبر کہا تو اب پہلی نماز فاسد ہو گئی یعنی وہ پہلی نماز سے خارج ہو گیا اور نئے سرے سے نماز شروع ہو گئی برخلاف منفرد کے کہ اگر اس کو ایسا شک ہوا اور تکبیر کہہ کر نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی نیت کی تو پہلی نماز سے خارج نہیں ہوتا۔ (۱۰) سجدہ سہولاً امام کی متابعت کرے (سجدہ سہولاً کے لئے سلام پھیرنے میں متابعت نہ کرے) پس اگر مسبق اپنی مسبقانہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور امام پر سجود السہولاً ہے۔ اگرچہ وہ مسبق کے امام کے ساتھ نماز میں شامل ہونے سے پہلے سہولاً ہوا اور امام سجدہ سہولاً کرے تو مسبق پر واجب ہے کہ جب تک اپنی اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو واپس لوٹے اور امام کے ساتھ سجدہ سہولاً شریک ہو جائے اگر اس مسبق نے عود نہ کیا اور امام کے ساتھ سجدہ سہولاً شریک نہ ہوا تو اس کو چاہئے کہ اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہولاً کرے۔ اور اگر مسبق سجدہ سہولاً امام کی متابعت کرنے کے لئے نہ لوٹا یہاں تک کہ اپنی اس رکعت کا سجدہ کر لیا تو اب اس کو لوٹنا نہیں چاہئے اور آخر میں سجدہ سہولاً کر لیا چاہئے اور اگر اپنی رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد لوٹ جائے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اپنی ایک رکعت پورا کرنے سے حالت انفرادی مستحکم ہو چکی ہے وہ اب متروک نہیں ہو سکتی اور متابعت کرنے سے اس کا ترک لازم آتا ہے۔ اور صورت بالائیں بجائے سجدہ سہولاً کے امام پر سجدہ تلاوت ہو اور یاد آجائے اور وہ اس کے قضا کرنے کی طرف لوٹے تو اگر مسبق نے اپنی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو اس رکعت کو چھوڑ کر واپس لوٹے اور امام کی متابعت کرے اور اس کے ساتھ سہولاً سجدہ کرے پھر اپنی نماز

قضا کرنے کے لئے کھڑا ہو، اگر اس حالت میں وہ مسبوق نہ لوٹا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اپنی رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد نہ لوٹے، اگر لوٹے گا اور امام کی متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ ایک رکعت پوری کرنے سے اس کی حالت انفراداً مستحکم ہو چکی ہے جو متروک نہیں ہو سکتی۔ پس اگر متابعت کرے گا تو اس کا ترک لازم آئے گا۔ اور اگر امام سجدہ تلاوت کی طرف نہ لوٹا تو مسبوق کی نماز سب حالتوں میں پوری ہو جائے گی اور جس قدر اس کے ذمہ ہے وہی ادا کرے گا۔ اور اگر صورت مذکورہ بالا میں بجائے سجدہ سہویاً سجدہ تلاوت کے سجدہ نماز یاد آیا اور پھر امام اس سجدہ نماز کی طرف لوٹا تو مسبوق اپنی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اس کی متابعت کرے، اگر متابعت نہ کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اپنی نماز کا سجدہ کر لیا ہے تو سب روایتوں کے بموجب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ امام کی متابعت کے لئے لوٹے یا نہ لوٹے، اصل اس میں یہ ہے کہ اگر وہ جدا ہونے کے موقع میں اقتدار کرے یا اقتدار کے موقع میں جدا ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اب چونکہ وہ اپنی رکعت پوری کر لینے سے مشغول ہو گیا ہے اس لئے متابعت کرنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اکیلا پڑھتا ہے تو اس سے نماز کے دور کن ترک ہو گئے ایک سجدہ دوسرے قدر جو امام کے سجدہ کی طرف لوٹنے کی وجہ سے قدرہ اخیرہ نہیں رہا پس اب مسبوق اس کے تدارک سے عاجز ہے۔

(۱۱) سلام میں اور تکبیرات تشریح اور لٹیک کہتے ہیں امام کی متابعت نہ کرے۔ اگر سلام میں اور لٹیک میں امام کی متابعت کی تو نماز فاسد ہوگی اور اگر تکبیرات تشریح میں متابعت کی اور وہ اپنے آپ کو مسبوق جانتا ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۱۲) اگر امام کو سہو کا گمان ہو اور اس نے سہو کا سجدہ کیا اور مسبوق نے اس کی متابعت کی جیسا کہ اس کو حکم ہے پھر معلوم ہوا کہ امام پر سجدہ سہو نہیں تھا اس میں دو روایتیں ہیں ایشہ روایت یہ ہے کہ مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے جدا ہونے کے موقع میں اس سے اقتدار کیا ہے یہی ایشہ ہے بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی اور اس پر فتویٰ دیا ہے۔ فقہ ابو اللیث نے کہا کہ ہمارے زمانے میں بوجہ غلبہ جہل کے نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو فقہاء کے قول کے بموجب مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۱۳) اگر دو مسبوقوں نے اکٹھے یعنی ایک ہی رکعت میں امام کی اقتدار کی پھر جب اپنی مسبوقانہ نماز پڑھنے لگے تو ان میں سے ایک کو اپنی رکعتیں یاد نہ رہیں اس نے دوسرے کو دیکھ دیکھ کر اپنی نماز پڑھی یعنی جتنی اس نے پڑھی اس نے بھی پڑھی مگر اس کی اقتدار کی نیت نہ کی تو اس کی نماز صحیح ہوگی اور اگر اس کی اقتدار کی نیت کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۴) اگر امام پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اس کی متابعت کی تو اگر امام چوتھی رکعت میں بیٹھا تھا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ مسبوق اب حالت انفرادی ہے اور مسبوق کو کسی دوسرے کی اقتدار کرنا فاسد نماز ہے۔ اور اگر امام چوتھی رکعت میں نہیں بیٹھا تھا تو جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرے تب تک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور جب امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو سب کی نماز فرض جاتی رہے گی اور نقل ہو جائے گی۔ پس اگر امام نے چھٹی

رکعت دلائی تو مسبوق بھی اس کی متابعت کرے پھر مسبوقانہ کو ادا کرے اور یہ اس کے لئے بھی نفل ہو جائیں گے جیسا کہ امام کے حق میں ہوتے ہیں اور اگر وہ ان کو فاسد کر دے گا تو اس پر ان کی قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس نے یہ قصداً شروع نہیں کئے۔ (۱۵) مسبوق چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں بلکہ مقتدی کے حکم میں ہے۔ اول یہ کہ نہ اس کی اقتدا کسی کو جائز ہے اور نہ اس کو کسی کی اقتدا جائز ہے۔ اگر مسبوق نے مسبوق کی اقتدا کی تو امام کی نماز درست ہوگی اور مقتدی کی فاسد خواہ وہ قرائت کرے یا نہ کرے) البتہ امام اسے اپنا خلیفہ بنا سکتا ہے مگر خلیفہ ہونے کے بعد سلام نہ پھیرے گا اس کے لئے دوسرے کو خلیفہ بتائے گا (جیسا کہ خلیفہ بنانے کے بیان میں آئے گا)۔ دوم اگر مسبوق نے نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی نیت سے تکبیر کہی تو اس کی نماز نئے سرے سے شروع ہو جائے گی اور پہلی ٹوٹ جائے گی۔ بخلاف منفرد کے کہ اگر وہ اس صورت میں دل سے نیت کر کے زبان سے تکبیر کہے تو اس کی پہلی نماز نہیں ٹوٹے گی اور نئی شروع نہیں ہوگی۔ سوم مسبوق سجدہ سہویں امام کی متابعت کرے اور اگر مسبوقانہ نماز شروع کر دی ہے تو اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے لوٹ کر امام کی متابعت کرے جیسا کہ اوپر مفصل بیان ہوا۔ چہاں مسبوق پر بالاتفاق تکبیرات تشریح کہنا واجب ہے اور منفرد پر امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب نہیں ہے۔

(۱۶) مسبوق کا حکم اپنی مسبوقانہ نماز ادا کرنے میں سات چیزوں میں لاحق کے مخالف ہے۔ اول مسبوق اپنی قوت شدہ نماز میں قرائت پڑھے گا اور لاحق اس میں قرائت نہیں پڑھے گا۔ دوم مسبوق کو اپنی بقیہ نماز میں سہو ہو جائے تو وہ سجدہ سہو کرے اور اگر لاحق کو اس میں سجدہ سہو ہو جائے تو وہ سجدہ سہو نہ کرے کیونکہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہے۔ سوم اگر مسبوق مسافر ہو اور اپنی قوت شدہ نماز پڑھنے میں اقامت کی نیت کر لی تو اس کا فرض بدل جائے گا یعنی اس پر چار رکعت لازم ہو جائیں گی اور اگر مسافر لاحق ہو گیا تو اپنی قوت شدہ نماز پڑھنے میں اقامت کی نیت کر لینے سے اس کا فرض نہیں بدلے گا بلکہ دو رکعت ہی پڑھنی ہوں گی۔ چہاں مسبوق امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد پہلے امام کی متابعت کرے پھر اس کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کرے۔ لاحق پہلے اپنی لاحقانہ نماز ادا کرے پھر امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ پنجم۔ اگر امام قعدہ اولیٰ چھوڑ دے تو لاحق بھی اس کی متابعت میں چھوڑ دے جیسا کہ لاحق کے بیان میں ہے۔ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے مسبوق کا حکم اس کے برخلاف ہے (یعنی جبکہ وہ مسبوق امام کے قعدہ اولیٰ چھوڑ کر کھڑا ہو جانے کے بعد شامل ہوا تو وہ اپنی بقیہ نماز ادا کرنے میں یہ قعدہ کرے، کیونکہ اب وہ منفرد کے حکم میں ہے۔ مؤلف) ششم اگر لاحق کو اپنی بقیہ نماز کے ادا کرنے میں کسی عورت کی محاذات ہو گئی جو اس کی نماز میں شامل ہے مثلاً پہلے ان کے درمیان میں کوئی آٹھ اٹھتی اور اب وہ آٹھ دور ہو گئی تو اس لاحق کی نماز فاسد ہو جائے گی اور مسبوق کو اپنی بقیہ نماز میں یہ صورت پیش آجائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اب وہ دونوں منفرد ہیں۔ ہفتم امام کے سلام کی جگہ ہنس دینے سے مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے لاحق کی فاسد نہیں ہوگی کیونکہ امام اور در رک کی پوری ہو گئی اس لئے اس کی بھی حکماً پوری ہو گئی۔

مسبوق چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں۔

سات چیزوں میں مسبوق لاحق کے مخالف۔

مسبق لاحق یا لاحق مسبوق

(۱) جس شخص کو شروع کی کچھ رکعتیں امام کے ساتھ نہ ملیں ان میں وہ مسبوق ہو گیا اور نہ پھر جماعت میں شامل ہونے کے بعد لاحق ہو گیا اس کو مسبوق لاحق کہتے ہیں اور لاحق مسبوق بھی وہی ہوتا ہے کیونکہ ایسی کوئی صورت نہیں بنتی کہ پہلے لاحق ہو اور پھر مسبوق ہو جائے اس لئے لاحق مسبوق لکھنے سے بھی یہی مراد ہوتی ہے کہ پہلے مسبوق ہو پھر لاحق ہو جائے۔ مؤلف) پس ایسا شخص پہلے اپنی لاحقانہ نماز پڑھے اور اس کے بعد اگر حاجت باقی ہو تو اس میں امام کی متابعت کرے اور اگر امام اپنی نماز پوری کر چکا ہے تو وہ سلام پھیرنے تک کی باقی نماز بھی لاحقانہ پڑھے گویا کہ وہ امام کے پیچھے ہے پس اس میں امام کی متابعت کا پورا خیال رکھے۔ اس کے بعد ان رکعتوں کو ادا کرے جن میں وہ مسبوق ہے اور ان کو مسبوقانہ یعنی منفرد کی طرح ادا کرے جیسا کہ مسبوق امام کے سلام کے بعد ادا کرتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص چار رکعت والی نماز کی دوسری رکعت میں جماعت میں شریک ہوا پھر سو گیا اور تین رکعتوں میں برابر سونار ہا پھر بیدار ہوا تو پہلے وہ نماز یعنی تین رکعتیں قضا کرے جن میں سو گیا تھا اور درک کی طرح ان میں قنارت نہ کرے صرف اندازاً اتنی دیر خاموش کھڑا رہے اور ان تین رکعتوں کی پہلی رکعت کے بعد قعدہ کرے اس لئے کہ وہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا تاکہ امام کی متابعت جو لاحق کو لازمی ہے پوری ہو جائے پھر دوسری رکعت میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہے۔ پھر تیسری پڑھ کر بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے۔ اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا پھر اگر امام ابھی نماز میں ہو تو اس کے ساتھ شامل ہو جائے اور اس کے سلام کے بعد اپنی مسبوقانہ ایک رکعت ادا کرے، اور اگر اس کی لاحقانہ پوری کرنے سے پہلے امام سلام پھیر چکا ہے تب بھی وہ لاحقانہ پوری کرنے کے بعد اس میں اپنی ایک رکعت مسبوقانہ ادا کرے اور اس میں ثنا و تہود و تسبیح و الحمد و سورۃ پڑھے۔ اور اس میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے اور اس میں قعدہ کرنا اس پر فرض ہے پس اس طرح وہ اپنی نماز پوری کرے۔ اور اگر اس کے برخلاف کیا یعنی پہلے مسبوقانہ نماز ادا کی پھر لاحقانہ تو نماز درست ہو جائے گی لیکن گنہگار ہو گا اور اس پر سجدہ سہولاً تم ہو گا کیونکہ رکعتوں میں ترتیب واجب ہے جو اس سے ترک ہو گئی ہے (شامی)

مسبق لاحق کے صحیح طریقے کے برعکس نماز ادا کرنے کی پانچ صورتیں بنتی ہیں: یہ کہ پہلے اس کو پڑھے جس میں سو گیا یعنی لاحقانہ پھر جو امام کے ساتھ ملے۔ یا پہلے مسبوقانہ پھر امام کے ساتھ ملے۔ یا پہلے مسبوقانہ پھر امام کے ساتھ ملے۔ یا پہلے جو امام کے ساتھ ملے پھر لاحقانہ۔ یا پہلے جو امام کے ساتھ ملے پھر مسبوقانہ۔ یا پہلے جو امام کے ساتھ ملے پھر لاحقانہ۔ پس ان سب صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یعنی اس کی نماز ہو جائے گی لیکن چونکہ ترتیب رکعات واجب ہے اس لئے اس واجب کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہو گا۔ (اور بوجہ کراہت تحریمہ سے ادا ہونے کے اس کا اعادہ واجب ہو گا مؤلف)

(۲) اگر پہلی رکعت میں مسبوق تھا اور دوسری رکعتوں میں سو گیا تھا اور ایک رکعت میں اس کو شک ہو گیا کہ امام کے ساتھ ملی تھی یا نہیں تو جس ایک رکعت میں شک ہے اس کو آخر نماز میں قضا کرے امام کے ساتھ ملنے میں شک کی صورت

یہ ہے کہ اس کو یہ شک ہو کہ معلوم نہیں میری بیٹھا امام کی بیٹھ سے رکوع میں ملی ہے یا نہیں (یعنی اس کی شرکت رکوع میں امام کے ساتھ صبح ہو گئی ہے یا نہیں۔ مؤلف)۔ پس ایسا شخص پہلے لاحتفاء نماز ادا کرے اور قعدہ میں بیٹھے پھر مسبقاً ادا کرے قعدہ میں بیٹھے پھر شک والی رکعت اخیر میں ادا کرے اور قعدہ میں بیٹھے اور سجدہ سہوا ادا کرے اس کو ان تینوں قعدوں میں بیٹھنا فرض ہے اگر ایک قعدہ بھی ترک کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۳) اگر مقتدی مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں آکر شریک ہو تو بقیہ نماز اس طرح ادا کرے جس طرح لاحت مسبقاً ادا کرتا ہے پس اس کی ایک رکعت تو مسافر امام کے ساتھ ہو چکی ہے جو واقع میں دوسری رکعت ہے اب وہ اپنی بقیہ تین رکعت مسافر امام کے سلام کے بعد اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں جو حقیقت میں اس کی تیسری رکعت ہے قرارت نہ پڑھے بلکہ اندازاً مقدار قرارت خاموش کھڑا رہے پھر رکوع و سجود کر کے کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت جو حقیقت میں اس کی چوتھی رکعت ہے بغیر قرارت کے ادا کرے۔ کیونکہ وہ ان دونوں رکعتوں میں حکماً امام کے پیچھے ہے اس رکعت کے ختم کے بعد قعدہ کرے کیونکہ امام نے اس میں قعدہ کیا ہے۔ اب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جو حقیقت میں اس کی پہلی رکعت ہے جو امام کے ساتھ ملنے سے پہلے فوت ہوئی ہے پس اس میں مسبقاً کی طرح ثنا و تَعُوذُ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ وَسُورَةُ پڑھے کیونکہ اس میں وہ مسبقاً ہے بخلاف پہلی دور رکعت کے کہ ان میں وہ مثل لاحت کے تھا۔ اس کے بعد قعدہ کر کے نماز پوری کرے کیونکہ یہ اس کا آخری قعدہ ہے۔ (دعالمگیری)

نماز میں حدت (بے وضو) ہو جانے اور شرائط بنا کا بیان

اگر کسی شخص کو نماز میں بلا اختیاراً حدت ہو جائے جس سے وضو جانا ہے اگرچہ قعدہ اخیرہ میں نشہر کے بعد سلام سے پہلے ہو اور وہ وضو کر کے اسی پر بنا کرے یعنی جہاں سے نماز چھوڑ کر گیا تھا وہیں سے شروع کر کے پورا کرے اس کو بنا کہتے ہیں اور یہ جائز ہے اور یہ جب ہی جائز ہے جبکہ اس کی شرطوں کو پچا پتا ہو جو آگے بیان ہوتی ہیں۔ جو شخص بنا کرے اس کو جس رکن میں حدت ہو اس رکن کا اعتبار نہیں بلکہ اس کا پھر اعادہ کرے۔ مرد اور عورت دونوں بنا کے احکام میں برابر ہیں۔ نئے سرے سے نماز پڑھنے کو استیناف کہتے ہیں، بنا جائز ہوتے ہوئے بھی استیناف افضل ہے بعض مشائخ کے نزدیک منفرد اور مقتدی اور امام سب کے لئے یہی حکم ہے اور بعض کے نزدیک یہ حکم منفرد کے لئے ہے تاکہ اختلاف سے بچ جائے۔ اور امام اور مقتدی کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر ان کو دوسری جماعت مل جائے تو نئے سرے سے پڑھنا افضل ہے اور اگر دوسری جماعت نہیں ملے گی تو اسی نماز پر بنا کرنا افضل ہے تاکہ جماعت کی فضیلت باقی رہے ہی صحیح ہے۔

شرائط بنا

بنا کے جائز ہونے کے لئے تیرہ شرطیں ہیں اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے گی تو بنا جائز نہیں ہوگی۔ (۱) وہ حدت وضو کا واجب کرنے والا ہو اور اگر غسل کا واجب کرنے والا ہوگا مثلاً کسی کو سوچنے یا کسی عورت کی فرج وغیرہ کو دیکھنے سے انزال ہو گیا تو بنا جائز نہیں ہے۔ یا نماز میں سو گیا اور احتلام ہو گیا تب بھی بنا جائز نہیں

کیونکہ یہ موجب غسل بھی ہے اور نادرا لوجود بھی جیسا کہ آتا ہے — (۲) حدیث ایسا ہو جو کبھی اتفاقاً ہوتا ہو اور اس کا ہونا نادرا لوجود ہو جیسے بیہوشی و دیوانگی و قہقہہ وغیرہ۔ اگر نماز میں کسی کو لاحق ہوا تو اس کو بنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نادرا لوجود نہیں پس وہ نئے سرے سے نماز پڑھے — (۳) وہ حدیث سماوی ہو یعنی اس میں یا اس کے سبب میں بندہ کا کچھ اختیار نہ ہو پس اگر حدیث بندہ کے اختیار سے ہوگا تو بنا درست نہیں ہوگی بلکہ نئے سرے سے نماز پڑھے بندہ کے اختیار کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بندہ سے مراد خود وہ نمازی ہے طرفین کے نزدیک عام ہی یعنی کسی انسان کے اختیار میں نہ ہو تو آسمانی ہوگا۔ پس اگر نماز میں قصداً پیشاب یا پاخانہ یا ترخ خارج کر دی یا قصداً نکسیر جاری کر دی یا پھنسی دبا دی جس سے مواد بہ گیا یا قصداً منہ بھر کر تے کی وغیرہ تو ان صورتوں میں بالاتفاق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس پر بنا جائز نہیں ہوگی کیونکہ یہ افعال نمازی کے اپنے اختیار سے ہوئے ہیں اور نمازی کے اپنے فعل و اختیار کے بغیر کسی اور انسان کے فعل سے حدیث ہو جائے مثلاً کسی نے اس کے پتھر یا ڈھیلہ یا غلیلہ مارا اور سر پھٹ کر خون بہ نکلا یا کسی نے اس کے زخم یا پھنسی کو دبا دیا اور اس سے خون بہ نکلا وغیرہ تو ان صورتوں میں طرفین (امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگی اور بنا جائز نہیں ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی بنا جائز ہو جائے گی۔ اگر پھت میں سے ڈھیلہ یا تختہ یا پتھر وغیرہ گرا جس سے نمازی کا سر پھٹ گیا اور خون بہ نکلا تو اگر وہ کسی شخص کے گزرنے کے سبب سے گرا تھا تو نئے سرے سے نماز پڑھے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو بنا جائز ہے اور اگر کسی گزرنے والے کی وجہ سے نہیں گرا تھا (بلکہ خود بخود گرا تھا مولف) تو بعض مشائخ کے نزدیک بلا خلاف اس کو بنا جائز ہے اور بعض کے نزدیک اس میں بھی اختلاف ہے یہی صحیح ہے یعنی طرفین کے نزدیک بنا جائز نہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں مطلقاً بنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر نمازی کسی درخت کے نیچے تھا اور اس میں سے پھل گرا اور اس سے زخم ہو کر خون بہ نکلا تو اگر وہ کسی کے ہلانے کی وجہ سے گرا تو طرفین کے نزدیک بنا جائز نہیں اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر خود بخود گرا تو بعض کے نزدیک بلا خلاف بنا جائز ہے اور بعض کے نزدیک وہی اختلاف ہے یہی صحیح ہے۔ اگر نمازی کے پاؤں میں کانٹا لگ گیا یا سجدہ کرنے میں پیشانی میں کانٹا لگ گیا اور بغیر اس کے قصد کے اس میں سے خون نکلنے لگا تو بعض کے نزدیک اس کو بنا جائز ہے کیونکہ یہ بندہ کے فعل سے نہیں ہوا ہے بعض کے نزدیک اس میں وہی اختلاف ہے کیونکہ اس کے سبب یعنی رکھنے و اگانے میں بندہ کا اختیار ہے۔ اگر کسی نمازی کو چھینک یا کھانسی کی قوت سے ہوا خارج ہو گئی یا قطرہ آگیا تو بعض کے نزدیک اس کو بنا جائز نہیں ہے یہی صحیح ہے۔ اگر کسی شخص کے بھڑنے دھک مارا اور اس سے خون نکلنے لگا تو اس کو بنا جائز نہیں ہے۔ اگر عورت کی گدی اس کے فعل کے بغیر گری اور وہ تڑپتی تو بالاتفاق وہ بنا کرے گی اور اگر اس کے ہلانے سے گری تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ بنا کرے گی اور امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وہ بنا نہ کریگی۔ اگر کسی کے ذبل (بھوٹا) میں سے خون بہا تو اس کو دھو وے اور وضو کرے اور بنا کرے اور اگر ذبل کو

دبانے سے خون بہے یا اس کے گھٹنوں میں ذبل تھا اور جب اس نے سجدہ میں گھٹنے ٹیکے تو اس ذبل (زخم) کا منہ کھل گیا یا پیشانی میں پھوٹا تھا اور سجدہ میں اس سے خون جاری ہو گیا تو یہ عمدہ حدث کرنے کے حکم میں ہے اور اس کے لئے بنا جائز نہیں ہے۔ اگر بلا اختیار و قصد منہ بھرتے ہوئی تو بنا کر ناجائز ہے اور اگر قصداً منہ بھر کی تو بنا جائز نہیں ہے۔

(۴) وہ حدث نمازی کے بدن سے ہوا اگر بدن پر کسی اور جگہ سے یعنی اس حدث کے علاوہ کسی اور وجہ سے مانع نماز نجاست آگے تو بنا درست نہیں ہے اگر نمازی کے کپڑے خارج ہو پشاب کی چھینٹیں قدر درہم سے زیادہ لگ گئیں اور ان کو جا کر دھویا تو اس پر بنا نہ کرے۔ اسی طرح کوئی نجاست مانع نماز نمازی کے بدن یا کپڑے پر لگ گئی تو اگر وہ اسی حدث کے سبب سے تھی تو اس کو پاک کر کے اس پر بنا کر سکتا ہے اور اس حدث کے سبب سے نہیں تھی بلکہ کسی اور وجہ سے لگی تو اب اس کو پاک کر کے بنا نہیں کر سکتا بلکہ نئے سرے سے پڑھے امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے اور اگر کچھ نجاست اسی حدث کی وجہ سے لگی تھی اور کچھ نجاست کسی اور وجہ سے لگی تھی تو اب بنا نہیں کر سکتا اگرچہ دونوں نجاستیں ایک ہی جگہ ہوں۔ اگر نمازی کے کپڑے پر نجاست لگ گئی اور دوسرا پاک کپڑا موجود ہے اور اس کو نکال کر بدلنا ممکن ہے تو اگر فوراً بدل لیا تو بنا جائز ہے اور اگر ایک رکن ادا کیا یا اتنا وقفہ کیا تو اب نماز فاسد ہو گئی بنا جائز نہیں اور اگر اس کپڑے کا نکالنا ممکن نہیں مثلاً دوسرا کپڑا موجود نہیں تو اگر اسی کپڑے سے نماز کا کوئی جزو ادا کیا تو بالاجماع نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس کپڑے سے نماز کا کوئی جزو ادا نہیں کیا لیکن کچھ دیر ٹھہرا ہوا تو اگرچہ بہت دیر ٹھہرا ہوا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اسی وقت اس کپڑے کا نکال دینا ممکن ہے مثلاً دوسرا کپڑا مل گیا مگر اس نے اس کپڑے کو نہ نکالا اور اس سے نماز کا کوئی جزو بھی ادا نہیں کیا تو اس میں اختلاف ہے شیخین کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۵) اس نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ ادا نہ کیا ہو بلکہ حدث کے ساتھ نماز سے پھر جاوے۔

(۶) اور بغیر عذر رکن ادا کرنے کی مقدار ٹھہرے بھی نہیں۔

(۷) کوئی رکن چلنے کے ساتھ ادا نہ کرے پس اگر ایک رکن حدث کی حالت میں ادا کیا یا اس قدر ٹھہرا ہوا کہ اس میں ایک رکن ادا کر لیتا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر حدث کے بعد وضو کے لئے جاتے ہوئے قرأت پڑھی یا واپس آتے ہوئے پڑھی تو صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہیں ہوگی۔ تسبیح و تہلیل (سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھنا) اصح قول کے بموجب بنا کو منع نہیں کرتی۔ اگر کسی نمازی کو خواہ وہ متفرد ہو یا امام یا مقتدی رکوع میں حدث ہوا اور اس نے سر اٹھا کر سمع اللہ من حمدہ کہا، یا سجدہ میں حدث ہوا اور سر اٹھا کر اللہ اکبر کہا اور دونوں جگہ ادائے رکن کی نیت کی تو اس امام یا مقتدی یا منفرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام کی نماز فاسد ہونے کی صورت میں سب مقتدیوں کی بھی اس کی وجہ سے فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر ادائے رکن کا ارادہ نہیں کیا تو اس میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں ایک کے مطابق بنا جائز ہے اور دوسری کے مطابق ناجائز ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔ اگر بلا تسبیح و

بلا تکبیر اور بلا نیت ادا کے یا انصراف کی نیت سے سر اٹھایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ وہ اس کے لئے محتاج ہے پس اگر وہ امام ہے تو دوسرے کو خلیفہ کر دے اور پھر بنا کرے اور منفرد و مقتدی کو بھی بنا جائز ہے۔ اور بنا جائز ہونے کی صورت میں ان کو رکوع یا سجدہ کا اعادہ فرض ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی اور جب رکوع میں بے وضو ہو جائے تو جھکا ہوا پیچھے ہٹے اگر اس جگہ کھڑا ہو کر سر اٹھایا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہیں ہوگی اور اگر وہاں سے ہٹ کر پھر سیدھا ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگر کسی عذر کی وجہ سے مثلاً بھیر وغیرہ یا خون اترنے کی وجہ سے ادائے رکن کی مقدار دیر کرے گا تو اس کو بنا جائز ہے اسی طرح اگر نماز میں سو گیا اور اس حالت میں حدث ہو گیا پھر وہ کچھ دیر حدث کی حالت میں سوتا رہا پھر بیدار ہوا تو اسی وقت بنا کر لے اب اگر بیداری کے بعد ادائے رکن کی مقدار توقف کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۸) حدث کے بعد کوئی ایسا فعل نہ کرے جو نماز کے منافی یعنی نماز کو توڑنے والا ہو مثلاً کھانا پینا وغیرہ نہ کرے ورنہ نماز فاسد ہو کر نئے سرے سے نماز پڑھے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے حدث کے بعد کلام کیا یا عمدہ حدث کیا یا قہقہہ لگا یا یا مجنون ہو گیا یا بیہوش ہو گیا یا جنابت ہو گئی وغیرہ ان سب صورتوں میں بنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سب افعال نماز کو توڑنے والے ہیں۔ (۹) حدث کے بعد جس فعل کی نماز کی حالت میں اسے اجازت تھی یعنی وہ فعل منافی نماز نہیں تھا اور اس نمازی کو اس کی ضرورت تھی تو اس کو قدر ضرورت سے زائد نہ کرے پس جائز افعال میں سے صرف وہی افعال کرے جو اس وقت ضروری یا ضروری امور کی ضروریات میں سے ہیں یا اس کے توابع و تتمات میں سے ہیں مثلاً کسی برتن سے پانی لیا پھر وضو کیا تو بنا جائز ہے۔ اگر قریب کے پانی سے دوسرے دور والے پانی کی طرف بڑھ گیا لیکن دو صفوں سے زیادہ نہیں بڑھا تو بنا جائز ہے اور اگر دو صفوں سے زیادہ بڑھ گیا تو بنا جائز نہیں ہے سرے سے پڑھے۔ اگر قریب کے پانی کو بھولنے کی وجہ سے آگے بڑھ گیا یا اس جگہ بھیر زیادہ ہونے کی وجہ سے آگے بڑھا تب بھی بنا جائز ہے۔ اگر کنواں نزدیک ہے مگر اس سے پانی بھرنا پڑے گا اور پانی بھی نہیں ہے تو بعض کے نزدیک اور پانی نہ ہونے اور ضرورت کی وجہ سے کنوئیں سے پانی نکال کر وضو کر کے بنا کر بنا جائز ہے لیکن مختار یہ ہے کہ کنوئیں سے پانی نکالنا منع بنا ہے۔ اگر کنواں قریب ہے اور اس سے پانی نکالنا پڑے گا اور رکھا ہو پانی دور ہے تو کنوئیں کو چھوڑ کر دور رکھے ہوئے پانی سے وضو کرنا اور اس پر بنا کر بنا جائز ہے کیونکہ کنوئیں سے پانی نکال کر وضو کرنا مختار قول کی بنا پر مانع بنا ہے اور اس مسئلہ میں تو بلا ضرورت بھی ہے اس لئے بالاتفاق منع ہے۔ اگر کسی کو نماز میں حدث ہوا اور اس کا گھر حوض کی نسبت قریب ہے اور گھر میں پانی موجود ہے لیکن اس نے حوض سے وضو کیا تو اگر حوض اور اس کے گھر میں دو صف کی مقدار یا اس سے کم فاصلہ ہو تو بنا جائز ہے اگر زیادہ فاصلہ ہو تو بنا جائز نہیں ہے سرے سے پڑھے۔ اور اگر گھر کے پانی کو بھول گیا اور اس کی عادت بھی حوض سے وضو کرنے کی تھی پس اس نے حوض سے وضو کیا تو بنا جائز ہے۔ اگر حوض پر قریب کے فاصلہ پر وضو کے لئے جگہ مل گئی پھر وہاں سے دوسری جگہ ہٹ گیا تو اگر کسی عذر کی وجہ سے ہٹا مثلاً وہ پہلی جگہ تنگ تھی یا بلا عذر دو صف سے کم ہٹا تو بنا کر سکتا ہے اور بغیر عذر دو صف سے زیادہ ہٹا

تو بنا جائز نہیں۔ اگر نماز میں حدث ہوا اور وضو کرنے کے لئے اپنے گھر گیا اس کا دروازہ بند تھا اس کو کھولا پھر وضو کیا پس جب نکلے تو اگر چور کا خوف ہو تو دروازہ بند کر دے ورنہ کھلا چھوڑ دے۔ اگر وضو کیا اور نماز میں کھڑا ہونے سے پہلے اس کو یاد آیا کہ میں نے سر پر مسح نہیں کیا اور جا کر مسح کر آیا تو بنا جائز ہے اور اگر نماز میں کھڑا ہونے کے بعد یاد آیا تو اب بنا جائز نہیں، نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر اپنا کپڑا وضو کی جگہ بھول گیا تھا اور واپس جا کر کپڑا اٹھا لیا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔ نمازی کو حدث ہوا اور مسجد کے اندر برتن میں پانی تھا اس سے وضو کیا اور پھر اپنی نماز کی جگہ تک ایک ہاتھ سے برتن کو اٹھا کر لے گیا تو بنا کر سکتا ہے اور اگر دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر لے گیا تو بنا جائز نہیں (کیونکہ یہ فعل منافی نماز ہے مؤلف)۔ اسی طرح اگر برتن سے لوٹے میں پانی لے کر ایک ہاتھ سے اٹھا یا تو بنا کر سکتا ہے دونوں ہاتھوں سے اٹھا یا تو بنا نہیں کر سکتا۔ نمازی جب حدث کے بعد وضو کرے تو سن و مستحبات کے ساتھ پورا وضو کرے یعنی تین تین بار اعضا کو دھوئے اور پورے سر کا مسح کرے اور کھلی کرے ناک میں پانی ڈالے غرضیکہ وضو کی تمام سنتیں ادا کرے کیونکہ یہ اصل کے تابع ہیں ہی اصح ہے۔ البتہ اگر تین تین بار کی جگہ چار چار بار دھویا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔ اگر استنجا کیا اور ستر کھولا تو بعض کے نزدیک مطلقاً اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہیں ہوگی خواہ وہ اس کے لئے مضطر ہو یا نہ ہو۔ بعض نے اس کی تصحیح کی ہے اور بعض نے کہا کہ اگر اس کے لئے مضطر ہو مثلاً اس طرح بیٹھے کہ قمیص کے نیچے سے استنجا کرنا ممکن ہو تو استنجا کے لئے ستر کھولنے کی صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہیں ہوگی اور اگر ستر کھولنے کے لئے مضطر و مجبور ہو کہ اس کے بغیر اس کو استنجا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں ستر کھولنے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور بنا جائز ہو جائے گی بعض نے اس کی تصحیح کی ہے اور یہی زیادہ صحیح و معتد ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے اپنا ستر اور وضو کے لئے اپنے بازو و سر وغیرہ اعضائے وضو کھولے تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے یعنی بعض کے نزدیک مطلقاً بنا جائز نہیں خواہ مضطر ہو یا نہ ہو اولاً اس کو صحیح کہا ہے اور بعض کے نزدیک اضطرار و مجبوری کی حالت میں کھولنے پر بنا جائز ہے اور مجبوری کے بغیر کھولنے پر نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہ ہوگی اور اس کی تصحیح کی ہے اور یہی زیادہ صحیح و معتد ہے کیونکہ عورت کے لئے جوازِ نیا منصوص علیہ ہے حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اس کا وضو کے لئے اعضائے وضو کا کھولنا جو کہ اس کے لئے ستر میں داخل ہیں ضروری ہے البتہ اگر اس کو پردہ کے اندر سے دھونا ممکن ہو تو اب مجبور نہ ہونے کی وجہ سے اگر کھول کر دھوئی تو بنا جائز نہ ہوگی بلکہ نئے سرے سے پڑھے گی۔ اگر عورت نے دونوں بازو ایک ساتھ کھول دیئے تب بھی نماز جاتی رہی اور اس کو بنا جائز نہیں کیونکہ دوسرا بازو بلا ضرورت کھولا گیا ہے پس ضرورت کے وقت بھی پہلے ایک بازو کھول کر دھوئے اور اس کو ڈھانپ لے پھر دوسرا بازو کھولے۔ اگر نمازی حدث کے بعد وضو کے لئے گیا اور وضو میں اس کا ستر کھل گیا یا اس نے خود کھولا تب بھی یہی حکم ہے کہ اگر اس کے بغیر چارہ نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور بنا جائز ہو جائے گی اور بلا ضرورت ہو تو فاسد ہو جائے گی۔

(۱۰) اُس حدیثِ آسمانی کے بعد اُس پر اس سے پہلے کا کوئی حدیث ظاہر نہ ہو تب بنا جائز ہے ورنہ نہیں مثلاً کوئی شخص موزوں پر مسح کر کے نماز پڑھتا تھا اور اس کو حدیث ہو گیا اور وضو کے لئے گیا اور وضو کے درمیان میں اس کی مسح کی مدت پوری ہو گئی تو یہ پہلے کا حدیث ظاہر ہونا کہلاتا ہے اور اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس کو بنا جائز نہیں بلکہ نئے سرے سے نماز پڑھے اور یہی حکم مستحاضہ عورت کا ہے جبکہ اس کو نماز میں حدیث ہو جائے اور وضو کے واسطے جائے۔۔۔۔۔ اور تندرست ہو جائے اور جبیرہ پر مسح کرنے والا کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر وضو کرنے جائے اور اس وقت زخم اچھا ہو جائے یا کسی کا زخم بہتا تھا جس کی وجہ سے وہ معذور کے حکم میں تھا اور جب وہ وضو کے لئے گیا تو نماز کا وقت نکل گیا یا کسی اور عذر کے ساتھ معذور کے حکم میں تھا اور وہ وضو کے لئے گیا کہ نماز کا وقت نکل گیا تو ان سب صورتوں میں اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اس کو بنا جائز نہیں ہے۔

(۱۱) اگر صاحبِ ترتیب کو یہ حدیث سماوی ہو جائے تو اس کو حدیث کے بعد اپنی کسی نماز کا فوت ہو جانا یا دنہ آوے کیونکہ صاحبِ ترتیب کو کسی فوت شدہ نماز کے یاد آ جانے کے بعد اس کو قضا کرنا وقتی نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن اگر اس وقت شدہ کو اس وقت قضا نہ کیا حتیٰ کہ چھٹی نماز کا وقت بھی نکل گیا تو اب وہ صاحبِ ترتیب نہیں رہے گا اور اب اس کی بنا والی نماز صحیح ہو جائے گی جیسا کہ اس کا اصول قضا نمازوں کے بیان میں درج ہے۔ اسی طرح اگر اس کی ترتیب کسی عذر مثلاً تنگی وقت وغیرہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہو تب بھی بنا جائز ہے۔

(۱۲) مقتدی نے امام کے فارغ ہونے سے پہلے اپنی جگہ کے سوا دوسری جگہ اپنی نماز کو پورا نہ کیا ہو جبکہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی ایسا حائل ہو جس کی وجہ سے اس کو اپنی وضو کی جگہ سے اقتدا جائز نہیں پس ایسے مقتدی کو حدیث کے بعد وضو سے فارغ ہو کر اگر اس کا امام ابھی نماز سے فارغ نہیں ہوا اور اس کے اور امام کے درمیان کوئی ایسا حائل ہے جس کی وجہ سے وضو کی جگہ سے اقتدا جائز نہیں ہے اپنی جگہ واپس آ کر بنا کر کے نماز پوری کرنی چاہئے۔ اگر کسی دوسری جگہ نماز پوری کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس کا امام فارغ ہو چکا ہے تو اس جگہ واپس نہ آئے وہیں بنا کرے کیونکہ اب وہ منفرد کے حکم میں ہے۔ اگر واپس لوٹ آیا تو اس کی نماز کے فاسد ہونے میں اختلاف ہے۔ اگر امام اور اس مقتدی کے درمیان کوئی ایسا حائل نہیں جو اس کی وضو کی جگہ سے مانع اقتدا ہو تو اسی جگہ اقتدا کر لے امام کے پاس نہ آئے۔ منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھنے والے کو حدیث سماوی کے بعد وضو سے فارغ ہو کر اختیار ہے کہ وہیں اپنی باقی نماز بنا کر کے پوری کر لے یا اپنی نماز کی جگہ پر جائے لیکن اپنی جگہ پر جانا افضل ہے۔ اور اگر امام کو حدیث ہو اتھا اور وہ کسی دوسرے کو امام (خليفة) کر کے وضو کو گیا تھا تو اگر وہ خلیفہ نماز سے فارغ ہو چکا ہے تو پہلا امام اب منفرد کے حکم میں ہے چاہے وہیں وضو کی جگہ نماز بنا کر کے پوری کر لے چاہے اپنی نماز کی جگہ آ کر بنا کر لے۔ اور اگر ابھی خلیفہ امام نماز سے فارغ نہیں ہوا تو پہلا امام اب اپنے خلیفہ کا مقتدی ہے پس اگر اس کے اور خلیفہ کے درمیان ایسا حائل ہو جو وضو کی جگہ سے مانع اقتدا ہو تو اپنی نماز کی جگہ آ کر یعنی صف میں جہاں جگہ ملے

صیح صحیح ہے۔ اسی طرح اگر کوئی تیم سے نماز پڑھتا تھا اور حدیث ہو گیا پھر وہ تیم کے واسطے گیا اور باقی مل گیا تو وہ بنا کر کے بلکہ سے سرے سے پڑھے۔

شامل ہو کر اپنے خلیفہ امام کے پیچھے بنا کر کے نماز پوری کرے اگر واپس نہ لوٹا اور وہیں پڑھ لی تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر وضو کی جگہ سے کوئی حائل مانع اقتداء نہ ہو تو اسی جگہ پر بنا کر کے اقتدا کرے امام کے پاس نہ آئے۔

(۱۳) اگر امام کو حدث ہوا ہے تو کسی ایسے کو خلیفہ نہ کرے جو امامت کے لائق نہ ہو مثلاً اُمّی یا عورت یا نابالغ لڑکے کو خلیفہ نہ کرے پس اگر ان میں سے کسی کو خلیفہ کر دیا تو امام اور سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائیگی اور سب کونے سرے سے پڑھنی ہوگی۔

جن صورتوں میں نماز کا بنا کر ناجائز ہے ان میں امام کو جائز ہے کہ اپنے کسی مقتدی کو خلیفہ کر دے

خلیفہ کرنے کا بیان | اس کو استخلاف کہتے ہیں اگرچہ وہ نماز جنازہ ہو یہی اصح ہے اور جن صورتوں میں بنا جائز نہیں ان صورتوں میں خلیفہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ جانتا چاہئے کہ استخلاف کے لئے تین شرطیں ہیں۔ سب اول بنا کی تمام شرطوں کا پایا جانا جو اوپر مفصل بیان ہو چکی ہیں۔ دوم یہ کہ امام اپنی جگہ سے بڑھنے کی حدود سے آگے نہ بڑھے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ سوم یہ کہ خلیفہ میں امامت و خلافت کی صلاحیت ہو۔

جو شخص اس امام کا امام بننے کی شروع نماز سے صلاحیت رکھتا تھا وہ اس کا خلیفہ بننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے

اور جو شخص شروع نماز سے اس کا امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ اس کا خلیفہ بننے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا۔ استخلاف

کا حکم یہ ہے کہ خلیفہ امام ہو جاتا ہے اور امام امامت سے باہر ہو کر اس خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے اور یہ خلیفہ کا امام ہو جانا

اور امام اول کا اپنی امامت سے نکلنا اس وقت ہوتا ہے جبکہ دو باتوں میں سے ایک ہو جائے وہ یہ کہ یا تو خلیفہ امام اول

کی نماز کی نیت کر کے اس کی جگہ پر کھڑا ہو جائے یا خلیفہ بنانے کے بعد امام مسجد سے باہر نکل جائے، خواہ اس وقت تک خلیفہ

اس کی جگہ اس کی نماز کی نیت سے کھڑا نہ ہوا ہو، حتیٰ کہ اگر حدث کے بعد امام نے کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ بنایا اور وہ

خلیفہ اس کی جگہ اس کی نماز کی نیت سے کھڑا نہیں ہوا اور امام اول ابھی مسجد سے باہر نہیں نکلا تو وہ بھی اپنی امامت پر

باقی ہے پس اس حالت میں اگر کوئی شخص آ کر اس پہلے امام کی اقتدا کر لے تو اس کی اقتدا صحیح ہو جائے گی اور اگر پہلا امام

اس حالت میں اپنی نماز فاسد کر دے تو سب نمازیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خلیفہ کرنے کی مسنون صورت یہ ہے کہ جھکا

ہوا پیچھے کو ہٹے اور ناک پر ہاتھ رکھ لے تاکہ اوروں کو یہ گمان ہو کہ نکسیر بھوٹی ہے اور پہلی صف میں سے کسی مقتدی کو اشارہ

سے یا اس کا کپڑا پکڑ کر محراب کی طرف کھینچنے سے خلیفہ کر دے کلام سے نہ کرے۔ اگر کلام کے ساتھ خلیفہ کیا خواہ قصداً یا سہواً

یا جہلاً تو سب کی نماز فاسد ہوگی۔

امام کی اپنی جگہ سے بڑھنے کی حدود یہ ہیں کہ اگر میدان میں نماز ہو رہی ہے تو اگر وہ دائیں یا بائیں یا پیچھے کی جانب کو

ہٹے تو جب تک تمام صفوں سے باہر نہیں نکلا اس کو خلیفہ کرنے کا اختیار ہے اور آگے کی جانب سترہ کی حد تک بڑھنے میں او

اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ تک بڑھنے میں اس کو خلیفہ کرنے کا اختیار ہے یہی معتد ہے اگرچہ بعض کے نزدیک آگے کی جانب

بھی جبکہ امام کے آگے سترہ نہ ہو تو اس کے پیچھے والی صفوں کی مقدار چلنے کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اکثر نے اسکو ضعیف کہا ہے۔

ان حدود سے آگے بڑھ جانے کے بعد اس کی نماز جاتی رہے گی اور اس کو خلیفہ کرنا درست نہیں ہوگا۔ اور اگر مسجد میں نماز ہو رہی ہو تو جب تک مسجد سے باہر نہیں نکلا اس امام کو خلیفہ کرنے کا اختیار ہے اور بغیر خلیفہ بنائے مسجد سے نکلنے کے بعد اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اب استخلاف درست نہیں ہوگا۔ اگرچہ صفیں مسجد کے باہر تک ملی ہوئی ہوں یہ شیخین کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اگرچہ امام محمد کے نزدیک باہر سے خلیفہ بنا کر درست ہے پس اگر امام کو حدث ہوا اور اس نے مسجد سے نکلنے کے بعد ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو مسجد سے باہر تھا مگر وہاں تک صفیں مسجد کی صفوں سے ملی ہوئی تھیں تو شیخین کے نزدیک اس کا خلیفہ کرنا درست نہیں ہوگا اور خلیفہ اور قوم کی نماز فاسد ہوگی اور اصح قول کی بنا پر امام کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ وہ منفرد کے حکم میں ہو گیا۔ مقتدی کا حکم اپنی جگہ سے بڑھنے کی حدود میں امام کی مثل ہے اور منفرد کا حکم مسجد کے اندر وہی ہے جو امام کا مذکور ہوا اور اگر میدان میں ہو تو اگر اس کے سامنے سترہ ہے تو چاروں طرف یعنی آگے پیچھے دائیں بائیں سترہ کی مقدار فاصلہ تک بڑھنے میں مسجد کے حکم میں ہے اور اس کے بعد خارج مسجد کے حکم میں اور اگر اس کے آگے سترہ نہیں ہے تو سجدہ کی جگہ تک چاروں طرف سے اعتبار کیا جائے گا اور اس حد تک داخل مسجد شمار ہوگا اس کے بعد خارج مسجد ہوگا۔ پس اگر منفرد حد تک گمان سے ہٹا اور ان حدود سے باہر نہیں گیا کہ اس کو معلوم ہو گیا کہ حدث نہیں ہوا تو اسی نماز کو پورا کر لے اور اگر ان حدود سے نکل گیا تو نئے سرے سے پڑھے۔ اور عورت جب اپنی نماز کی جگہ (مصلیٰ) سے اتنی تو اس کی نماز فاسد ہوگی اس لئے کہ اس کے مصلیٰ کو اس کے واسطے وہی حکم ہے جو مردوں کو مسجد کا ہونا ہی اس لئے کہ وہ اپنے مصلیٰ پر اعتکاف کرتی ہے۔ چھوٹا مکان یعنی جو معتبر قول کے بموجب چالیس ذراع (شرعی گز) تک ہو اور چھوٹی عید گاہ اور جنگل کی عام مسجد آبادی کی مسجد کے حکم میں ہیں اور بہت بڑی مسجد جیسے مسجد بیت المقدس و مسجد منصور وغیرہ اور چالیس گز شرعی سے بڑا مکان اور بڑی عید گاہ میدان کے حکم میں ہیں۔ جس امام کو حدث ہوا ہے اس کی امامت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک وہ ان حدود سے باہر نہ نکل جائے جن کی تفصیل اوپر بیان ہوئی ہے یا کوئی مقتدی امامت کی نیت سے امام کی جگہ نہ بڑھ جائے خواہ وہ امام کے اشارہ سے بڑھے یا قوم اس کو بڑھا دے یا خود ہی بڑھ جائے اگرچہ امام ابھی حد مذکور سے نہ بڑھا ہو پس اگر کوئی مقتدی اس امام کی جگہ امامت کی نیت سے کھڑا ہو گیا تو خواہ وہ امام مسجد سے نہ نکلا ہو تو وہ مقتدی امام ہو گیا اور وہ پہلا امام مقتدی ہو گیا۔ اب اگر امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کرے گا یا کلام کرے گا یا عمدتاً حدث کرے گا وغیرہ تو صرف امام کی نماز فاسد ہوگی قوم کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اب قوم اس کی مقتدی نہیں وہ تو خود مقتدی ہو گیا ہے بلکہ اس کے خلیفہ کی مقتدی ہے۔ خلیفہ کا امام کی جگہ چلے جانا اس کے امام ہونے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ امامت کی نیت نہ کرے پس اگر بغیر نیت امامت کے امام کی جگہ کھڑا ہو گیا تو جب تک پہلے امام نے حدود مذکور سے تجاوز نہیں کیا وہ اپنی امامت پر باقی ہے اور اس حالت میں کوئی شخص اگر اس کی اقتدا کرے تو اقتدا صحیح ہو جائے گی اور کلام کرنے یا حدث عمدتاً اس کو فوت شدہ کے یاد آنے

وغیرہ سے سب نمازیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اوپر بھی بیان ہو چکا ہے۔

جب امام کو حدیث ہو گیا تو اس امام پر خلیفہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن پہلا استحقاق اسی کو ہے اور اگر امام کسی کو خلیفہ نہ بنائے تو قوم (مقتدیوں) کو اختیار ہے اگر قوم بھی نہ بنائے اور کوئی شخص خود ہی آگے بڑھ جائے تب بھی اس کا خلیفہ بنا جائے۔ لیکن چونکہ پہلا حق امام کو پہنچتا ہے تو اگر امام نے ایک شخص کو بڑھایا اور قوم نے دوسرے شخص کو بڑھایا تو خلیفہ وہی شخص ہو گا جس کو امام نے بڑھایا ہے پس اس صورت میں جو لوگ قوم کے بنائے ہوئے خلیفہ کی اقتدار کریں گے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر امام کے بنائے ہوئے خلیفہ کے نیت کرنے سے پہلے قوم اس دوسرے خلیفہ کی اقتدار کی نیت کر لے تو دوسرا شخص امام ہو جائے گا۔ اگر امام نے حدیث کے بعد کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور قوم نے کسی شخص کو آگے بڑھایا یا کوئی شخص بغیر کسی کے بڑھائے خود ہی آگے بڑھ گیا تو ان دونوں صورتوں میں اگر وہ شخص پہلے امام کے مسجد سے نکلنے سے پہلے امامت کی نیت سے امام کی جگہ کھڑا ہو گیا تو جائز ہے اور اگر اس کے امام کی جگہ کھڑا ہونے سے پہلے امام مسجد سے نکل گیا تو امام کے علاوہ خلیفہ اور قوم سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام نے کسی کو خلیفہ نہیں کیا اور نہ قوم نے کیا اور نہ کوئی خود آگے بڑھایا یا تک کہ امام مسجد سے باہر نکل گیا تو قوم کی نماز فاسد ہو جائے گی امام کی نہیں کیوں کہ وہ اپنی ذات کے لئے منفرد کے حکم میں ہے پس امام وضو کر کے بنا کر سکتا ہے۔ اگر امام نے خلیفہ نہیں بنایا اور قوم کے ہر گروہ نے ایک ایک شخص کو بڑھایا تو جس کی طرف اکثریوں گے وہی امام ہو گا۔ اور اگر دونوں کی طرف برابر برابر ہوں تو ان سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر وہ شخص خود بڑھے تو جو شخص پہلے امام کی جگہ پہنچ جائے وہی امام ہو گا اور اگر بڑھنے میں دونوں برابر ہوں اور بعضوں نے ایک سے اقتدار کیا اور بعضوں نے دوسرے سے تو جس کی اقتدار زیادہ آدمیوں نے کی وہ امام ہو گیا اور جس سے کم لوگوں نے اقتدار کیا اس امام اور ان مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر دونوں طرف آدمی برابر ہیں تو کسی کی ترجیح ممکن نہیں ہوگی اور دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر امام یا قوم نے کسی کو خلیفہ نہیں کیا اور نہ کوئی خود آگے بڑھا اور امام مسجد سے باہر بھی نہیں نکلا بلکہ اس نے مسجد کے کنارے پر وضو کیا اور جماعت اس کی منتظر رہی پھر امام اپنی جگہ پر آیا اور ان کے ساتھ نماز پوری کی تو جائز ہے کیونکہ جب تک امام مسجد میں ہے اور کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ امامت کی نیت سے نہیں بڑھا تو وہ اپنی امامت پر قائم ہے اس لئے کہ مسجد میں پانی ہونے ہوتے اس کو خلیفہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر خلیفہ کر دے گا تب بھی اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ حتیٰ کہ جب تک اس کا خلیفہ کوئی رکن ادا نہ کر لے تب تک اس خلیفہ کی امامت مستقل نہیں ہوتی اور پہلے امام کی امامت کا حق اس بات پر معلق رہتا ہے پس اگر پہلا امام مسجد میں وضو کر کے واپس آ گیا مسجد سے باہر نہیں گیا تو امامت اسی کی طرف لوٹ آئے گی پس وہ آگے اپنی جگہ بڑھ جائے اور نماز بنا کر کے پوری کرے اور خلیفہ پیچھے پھٹ جائے اور اگر پہلے امام کے مسجد میں وضو کر کے واپس آنے سے پہلے خلیفہ نے رکن ادا کر لیا تو اب پہلے امام کی امامت بالکل ختم ہوگئی اور خلیفہ کی

امامت مستقل ہوگئی پس پہلا امام مقتدی کی حیثیت سے اس کے پیچھے بنا کر کے نماز پوری کرے یا پہلے امام نے کوئی منافی نماز فعل کر دیا یا مسجد سے باہر چلا گیا تو اب بھی خلیفہ کی امامت مستقل ہو جائے گی۔ فافہم۔

اگر امام کو حدیث ہو اور اس نے مسجد کی صفوں کے آخر میں سے کسی کو خلیفہ کر دیا پھر آپ مسجد سے باہر نکل گیا تو اگر خلیفہ نے اسی وقت امامت کی نیت کر لی تو وہ امام ہو جائے گا مگر جو لوگ اس سے آگے ہوں گے ان سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام کی نماز اور جو لوگ خلیفہ کے دائیں یا بائیں یا پیچھے ہیں ان کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر اس خلیفہ نے یہ نیت کی کہ جب امام کی جگہ گھڑا ہوں گا اس وقت امام بنوں گا اور اس کے امام کی جگہ پہنچنے سے پہلے امام مسجد سے خارج ہو گیا تو ان سب کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ خلیفہ اور قوم کی نماز جائز ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ امام اول کے مسجد سے نکلنے سے پہلے خلیفہ اس کی جگہ پہنچ کر امامت کی نیت کر لے یا اس کی جگہ پہنچنے سے پہلے نیت کر لے تاکہ امام کی جگہ امام کی موجودگی سے خالی نہ رہے پس اگر خلیفہ نے اسی وقت امامت کی نیت کر لی تھی جبکہ امام نے اس کو خلیفہ کیا تو اب اگر خلیفہ کے امام کی جگہ پہنچنے سے پہلے امام مسجد سے نکل گیا تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں مسجد امام سے خالی نہیں رہی۔ اگر امام نے کسی کو خلیفہ کیا اور خلیفہ نے کسی اور کو خلیفہ کر دیا تو اگر پہلا امام ابھی مسجد سے خارج نہیں ہوا اور خلیفہ نے امام کی جگہ پہنچنے سے پہلے کسی اور کو خلیفہ کر دیا تو جائز ہے اور یہ ایسا ہو جائے گا گویا کہ وہ خود بڑھا ہے یا پہلے امام نے اس کو بڑھا یا ہے اور اگر امام کی جگہ پہنچ کر ایسا کیا یا امام کے مسجد سے نکلنے کے بعد کیا تو جائز نہیں اور سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر امام کے پیچھے ایک ہی شخص ہو اور امام کو حدیث ہو جائے تو وہ شخص استخلاف کے لئے معین ہو گیا خواہ امام اس کو اپنی نیت میں معین کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ اور کوئی اس کے مقابل نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ امام مسجد سے نکل جائے ورنہ وہ اپنی امامت پر باقی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور یہ بھی اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص خلیفہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو پس اگر نابالغ لڑکا مقتدی ہوگا تو وہ استخلاف کے لئے متعین نہیں بلکہ اس مقتدی لڑکے کی نماز بالاتفاق فاسد ہو جائے گی اور امام کی نماز صحیح تر قول کے بموجب فاسد نہیں ہوگی کیونکہ وہ اپنی امامت پر باقی رہے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ امام نے اس مقتدی کو خلیفہ نہ بنایا ہو اور اگر امام اس نابالغ مقتدی کو خلیفہ کر دیکر بالاتفاق دونوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ شہد اخیر سے پہلے خلیفہ کرے گا اور اگر قدر شہد فقہہ کے بعد خلیفہ کرے گا تو امام کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ وہ اپنے فعل اختیاری سے نماز سے باہر ہوا ہے اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہو اور دونوں بے وضو ہو گئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز فاسد نہیں ہوگی وہ بتا کر کے اپنی نماز پوری کر لے کیونکہ اس کی امامت قائم ہے اور مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ وہ بغیر امام کے رہ گیا۔ اگر کسی کو حدیث ہو اور اس کے ساتھ کوئی اور نہ تھا (یعنی منفرد تھا۔ مؤلف) اور وہ ابھی مسجد سے نہ نکلا تھا کہ کسی اور شخص نے آکر اس سے اقتدا کر لیا پھر امام مسجد سے نکلا تو وہ دوسرا شخص پہلے کا خلیفہ ہو جائے گا۔

مسبوق کو خلیفہ بنانے کے احکام | اولیٰ یہ ہے کہ امام مسبوق کو خلیفہ نہ کرے بلکہ کسی مددگ کو کرے کیونکہ وہ اس کی

نماز پوری کرنے پر قادر ہے اور اگر امام نے مسبوق کو خلیفہ کر دیا تو وہ قبول نہ کرے اور اگر وہ قبول کرے تو بھی جائز ہے پس اگر مسبوق بڑھ گیا تو اس کو چاہئے کہ جہاں سے امام نے چھوڑا ہے وہاں سے نماز شروع کر دے اور جب سلام کے قریب پہنچے تو کسی ایسے شخص کو بڑھا دے جس کو پوری نماز ملی ہو پس وہ دوسرا شخص جماعت کے ساتھ سلام پھیر دے پھر یہ مسبوق اپنی نماز پوری کر لے۔ اور اپنی مسبوقانہ نماز پہلے ادا نہ کرے اگر ایسا کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یہی اظہر ہے جیسا کہ مسبوق کے بیان میں گذرا۔

اگر مسبوق خلیفہ نے امام کی نماز پوری کر کے کسی مددگ کو سلام پھیرنے کے لئے خلیفہ بنانے سے پہلے یا بعد قہقہہ لگا یا بعداً حدیث کیا یا کلام کیا یا کوئی اور منافی نماز فعل کیا یا مسجد سے خارج ہوا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور دوسرے مسبوق مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی کیونکہ ان کے ذمہ ابھی مسبوقانہ نماز باقی ہے اس لئے نماز پوری نہ ہونے کی وجہ سے منافی نماز فعل نماز کے اندر واقع ہوا جو مفسد نماز ہے اور باقی مقتدیوں کی نماز پوری ہو جائیگی کیونکہ وہ مددگ ہیں اور ان کے ارکان نماز پورے ہو چکے ہیں۔ اور پہلے امام کی نماز کے متعلق اس صورت میں یہ حکم ہے کہ اگر وہ مسبوق خلیفہ کے منافی نماز فعل قہقہہ وغیرہ کرنے سے قبل وضو کر کے اس کے ساتھ شامل ہو کر اپنی نماز پوری کر چکا ہے اور کوئی رکن فوت نہ ہوا ہو تو مددگ مقتدی کی مثل اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر ابھی اس کی نماز پوری نہیں ہوئی بلکہ کوئی رکن باقی ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی یہی صریح ہے کیونکہ وہ ابھی مقتدی ہے اور امام کی نماز فاسد ہو جانے کی وجہ سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ مسبوق کو خلیفہ کرتے پر امام اس کو اشارہ سے بتا دے کہ کیا باقی ہے پس اگر امام پر ایک رکعت باقی ہے تو خلیفہ کو اس طرح بتا دے کہ ایک انگلی سے اشارہ کر دے اور اگر دو رکعتیں باقی ہیں تو دو انگلیوں سے اشارہ کر دے اور اگر امام سے رکوع چھوٹ گیا ہے تو اپنا ہاتھ گھٹنے پر رکھ دے اور اگر سجدہ چھوٹ گیا ہے تو پیشانی پر ہاتھ رکھ دے دیا ایک سجدہ کے لئے ایک انگلی رکھ دے اور دو سجدے ہوں تو دو انگلیاں رکھ دے۔ اگر قرأت ترک ہوئی ہے تو منہ پر ہاتھ رکھ دے اور اگر سجدہ تلاوت باقی ہے تو پیشانی اور زبان دونوں پر ہاتھ یا انگلی رکھ دے اور اگر سجدہ سہواً اس کے ذمہ ہے تو صرف دل یعنی سینہ پر ہاتھ رکھ دے اور یہ سب اُس وقت ہے جبکہ خلیفہ کو یہ باتیں معلوم نہ ہوں اور اگر معلوم ہوں تو پھر اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے کسی شخص نے چار رکعت والی نماز میں امام کا اقتدا کیا اور امام کو حدیث ہو گیا اور امام نے اس شخص کو خلیفہ کر دیا اور اس مقتدی کو یہ معلوم نہیں کہ امام نے کس قدر نماز پڑھی ہے اور کتنی اس پر باقی ہے (یعنی وہ بعد میں بلا اور امام نے بھی اشارہ سے اس کو کچھ نہیں بتایا) تو اس خلیفہ کو چاہئے کہ چار رکعتیں پڑھے اور احتیاطاً ہر رکعت پر قعدہ کرے کیونکہ ہر رکعت پر احتمال ہے کہ شاید یہ امام کی آخری رکعت ہو۔ اگر چار یا تین رکعت والی نماز میں ایسے مسبوق کو خلیفہ کیا جس کو دو رکعتیں نہیں ملی تھیں تو اس خلیفہ پر دو قعدے فرض ہیں ایک امام کا قعدہ اخیرہ جو اس کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اس پر فرض ہوا ہے

اور ایک خود اس خلیفہ کا قعدہ اخیر ہے جو اس پر فرض ہے ہی۔ اگر مسبوق خلیفہ کو امام نے اشارہ کیا کہ اس نے پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت نہیں پڑھی ہے تو مسبوق خلیفہ پر چاروں رکعتوں میں قرأت فرض ہے دو میں امام کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اور دو میں اس لئے کہ وہ اس کی مسبقانہ ہوں گی اور مسبوق کو اپنی مسبقانہ دو رکعتوں میں منفرد کی طرح قرأت فرض ہے (اسی مسئلہ کی چیتان پہلی) پوچھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جس پر فرض نماز کی چاروں رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

لاحق کو خلیفہ بنانے کے احکام | اگر حدیث کے بعد امام نے کسی لاحق کو خلیفہ کر دیا تو جائز ہے پس خلیفہ کو چاہئے کہ قوم کو اشارہ کرے کہ وہ اس کی متابعت نہ کریں جب تک وہ اپنی لاحقانہ نماز پوری نہ کر لے پھر

وہ پہلے اپنی لاحقانہ نماز پوری کر لے کیونکہ اس پر اپنی لاحقانہ نماز کا پہلے ادا کرنا واجب ہے پھر جہاں سے امام کی نماز رہی ہو اس کو پڑھے اور اس میں مقتدی اس کی متابعت کریں یہاں تک کہ وہ نماز پوری کر کے ان کے ساتھ سلام پھیر دے۔ اگر اس لاحق خلیفہ نے پہلے امام کی نماز مقتدیوں کے ساتھ پوری ادا کر دی اور جب سلام کے موقع پر پہنچا تو کسی مددک کو سلام پھیرنے کیلئے خلیفہ کر دیا اور پھر خود اپنی لاحقانہ نماز پوری کر لی تب بھی جائز ہے لیکن ترک واجب کا گناہ ہوگا۔

مسافر کا مقیم کو خلیفہ بنانا | اگر مسافر اور مقیم مقتدیوں نے کسی مسافر امام کا اقتدا کیا اور امام کو حدیث ہو اور اس نے کسی مقیم کو خلیفہ کر دیا تو یہ بھی جائز ہے لیکن اس مقیم خلیفہ کو چاہئے کہ دو رکعتیں پوری ہونے کے

بعد کسی مسافر مقتدی کو سلام کے لئے آگے بڑھادے تاکہ وہ سلام پھیر دے کیونکہ مقیم مقتدی کے خلیفہ ہو جانے پر بھی مسافر مقتدی پر دو رکعتیں پڑھتی ہوں گی چار پوری کرنی لازم نہیں ہیں۔ اور اس کے سلام پھیرنے کے بعد سب مقتدی اکیلے اکیلے دو دو رکعت بلا قرأت پڑھیں کیونکہ وہ سب حکماً پہلے امام یعنی مسافر امام کے پیچھے ہیں۔ اب اگر وہ مقیم مقتدی اس مقیم خلیفہ کی اقتدا کریں گے تو ان سب کی نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ اب وہ خود مسافر امام کے مقتدی کی حیثیت سے ہوئے) اور اگر مسافر امام نے حدیث کے بعد مسافر مقتدی کو خلیفہ کیا اور اس نے اس وقت اقامت کی نیت کر لی تب بھی جماعت والے مسافروں کو پوری نماز پڑھنی لازم نہیں ہوگی۔ امام کے حق میں بہتر و اولیٰ یہ ہے کہ کسی مددک کو خلیفہ بنا دے اور مددک کے سوا کسی دوسرے کو یعنی مسبوق و لاحق کو اور امام مسافر ہو تو مقیم کو خلیفہ نہ کرے اور جب امام ان میں سے کسی کو خلیفہ کر دے تو وہ قبول نہ کرے اور اگر قبول کر لیا تو جائز ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی۔

بناؤ استخلاف کے دیگر متفرق مسائل | (۱) کسی کو نماز میں حدیث کا گمان ہو مثلاً اس کے بدن سے کوئی چیز نکلی اور اُس نے اُس پر خون کا گمان کیا یا قطرہ نکل آئے گا گمان کیا اور مسجد سے باہر

نکل گیا پھر معلوم ہوا کہ اس کو حدیث نہیں ہوا تو وہ بالاتفاق نئے سرے سے نماز پڑھے کیونکہ بغیر دلیل کے صرف ظن سے عذر متحقق نہیں ہوتا پس ہو سکتا ہے کہ وہ ریح وغیرہ ہو اور بغیر عذر متحقق کے مسجد سے نماز کی اصلاح کے لئے نکلنا بھی مفسد نماز ہے اور اس میں عدم تحقق عذر کے علاوہ ایک وجہ اختلاف مکان بھی ہے جو مفسد نماز ہے اور اگر وہ مسجد سے نہیں نکلا ہے

تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جتنی باقی رہی ہے اسی پر بنا کر کے پوری کر لے اس لئے کہ مسجد مکانِ احد ہے اور میدان میں صغولوں کی آخری حد تک ہی حکم ہے۔ اور اگر اس کا وہ ظن متحقق ہو جائے تو مطلقاً نئے سرے سے پڑھے خواہ مسجد سے نکلا ہو یا نہ نکلا ہو اور حدت کا گمان ہونے کے بعد امام نے کسی شخص کو اپنی جگہ خلیفہ کر دیا پھر معلوم ہوا کہ اس کو حدت نہیں ہوا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ مسجد سے نہ نکلا ہو کیونکہ خلیفہ کرنا عمل کثیر ہے اور عذر کے ساتھ اس کی اجازت ہے بلا عذر اجازت نہیں اور یہاں بلا عذر پایا گیا ہے جو منافی نماز ہے اور اگر اس کا ظن متحقق ہو گیا یعنی یہ ظاہر ہو گیا کہ اس کو حدت ہوا تو اب اس کے خلیفہ کر دینے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ عذر کے ساتھ خلیفہ کرنا پایا گیا ہے (واحد علم مؤلف) حدت کے گمان کے بجائے اگر کسی شخص کو یہ گمان ہوا کہ اس نے بغیر وضو نماز شروع کر دی یا کسی نے موزوں پر مسح کیا تھا اور گمان ہوا کہ مسح کی مدت گزر چکی یا تیمم کئے ہوئے تھا اور سراب (ریت کا میدان) دیکھ کر اس پر پانی کا گمان کر لیا، یا صاحب ترتیب کو یہ گمان ہوا کہ اس پر کوئی قصداً نماز باقی ہے مثلاً ظہر کی نماز میں گمان ہوا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی یا کوئی داغ کپڑے پر دیکھا اور اس کو نجاست سمجھ لیا اور نماز سے پھر گیا تو اس کے پھرتے ہی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ مسجد سے نکلے یا نہ نکلے کیونکہ یہ پھرنا نماز کو چھوڑنے کے طریق پر ہے۔ (۲) اگر نماز پڑھنے والے کو یہ خوف ہوا کہ اسے حدت ہو جائے گا اور وہ نماز سے پھر گیا پھر اس کو حدت ہوا تو اس پر بنا نہیں کر سکتا نئے سرے سے پڑھے۔ (۳) حدت سماوی کے علاوہ قرارت سے رک جانا بھی اختلاف جائز ہونے کے لئے عذر شرعی ہے پس اگر امام شریف کی یا خوف کی وجہ سے جو امام کو لاحق ہوا ہو قرارت سے رک گیا ہو یعنی بالکل بھول نہ گیا ہو تو اگر اس نے اس قدر قرارت نہ کی ہو جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو اس کو چاہئے کہ کسی دوسرے کو خلیفہ کر دے یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے (صاحبین کے نزدیک اس کی نماز قدر فرض قرارت سے رک جلنے کے باعث فاسد ہو جائے گی اس لئے نئے سرے سے پڑھے کیونکہ یہ عذر نادرا اور الوجود ہے اور شرط اختلاف یہ ہے کہ عذر نادرا الوجود نہ ہو اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ بلا قرارت اس نماز کو پورا کرے) اگر مقدار فرض قرارت کرنے کے بعد کا تو بالاجملہ خلیفہ نہ کرے بلکہ رکوع کر دے اور اسی طرح نماز پڑھتا رہے اگر وہ خلیفہ کر دے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ اس کو خلیفہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر قرارت کرنا بالکل بھول گیا (یعنی ایسا ہو گیا کہ پڑھ ہی نہیں سکتا) تو خلیفہ کرنا بالاجملہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ امام اس صورت میں آتی ہو گیا پس قوم کی نماز فاسد ہو گئی اور امام کی نماز بھی اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بوجہ امی ہو جانے کے فاسد ہو جائے گی اور نئے سرے سے پڑھے گا اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اس کو بنا جائز ہے استحساناً اور یہی امام زفر کا قول ہے۔ اور اگر منفرد کو یہ صورت پیش آجائے تو بوجہ امی ہو جانے کے اس کو بھی بنا جائز نہیں ہے۔ (۴) اگر کسی شخص کو شدت سے پاخانہ یا پیشاب معلوم ہوا کہ نماز پوری نہیں کر سکتا تو اس کے لئے کسی کو خلیفہ بنانا جائز نہیں (صاحبین کا اس میں خلاف ہے یعنی ان کے نزدیک جائز ہے۔ اسی طرح اگر پیٹ میں شدید درد ہوا اور کھڑا

نہیں رہ سکتا یا رکوع و سجود نہیں کر سکتا تو اس کے لئے خلیفہ کرنا جائز نہیں ہے وہ بیٹھ کر نماز پوری کرے کیونکہ کھڑا ہونے والے کی اقتدا بیٹھنے والے کے پیچھے جائز ہے اس لئے اختلاف کی ضرورت نہیں۔ (۵) نماز میں امام کا انتقال ہو گیا اگرچہ قعدہ اخیرہ میں ہوا ہو تو مقتدیوں کی نماز باطل ہوگئی نئے منرے سے پڑھنا ضروری ہے۔

مسائل دوازده (اثنا عشریہ) | اجانتا چاہئے کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام جو نماز کے منافی ہو قعدہ اخیرہ میں مفذ

تشد بیٹھنے کے بعد کر لے تو اگرچہ بے وضو ہونے کے بعد کرے تو اس کی نماز فرضوں کے پورا ہونے کی وجہ سے پوری ہو جائے گی لیکن سلام کے ترک سے جو کہ واجب ہے اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ اور اگر بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے نمازی سے بے اختیار کوئی کام منافی نماز دا ہوا تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ وہ حدیث آسمانی کے علاوہ ہو کیونکہ شرع نے حدیث آسمانی کو خلاف قیاس منافی نماز نہیں رکھا۔ اور اگر وہ مخالف نماز فعل قعدہ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد واقع ہوا تو بارہ مسائل میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا اس پر جائز نہیں ہوگی، کیونکہ جس روایت میں امام صاحب کے نزدیک اپنے فعل سے نمازی کا نماز سے باہر آنا فرض ہے اس کے مطابق ترک فرض ہوا اور جس روایت میں خروج بفعل نمازی فرض نہیں ہے تو اس وجہ سے فاسد ہو جائے گی کہ فرض میں تغیر ہو گیا مثلاً تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ پانی پر قدرت پائی تو پہلے تیمم فرض تھا اب متغیر ہو کر وضو فرض ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز درست ہے (یعنی اس کو اس پر بنا کر کے پوری کرنا جائز ہے اور اگر بنا نہ کرے تب بھی اس کی نماز فرض کے اعتبار سے پوری ہوگی لیکن بوجہ ترک سلام کے جو واجب ہے اعادہ واجب ہوگا۔ مؤلف) صاحبین کے قول کو ترجیح دی گئی ہے لیکن احتیاط امام صاحب کے قول میں ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی واللہ اعلم بالصواب۔ یہ مسائل اثنا عشر یعنی بارہ مسائل کے نام سے مشہور ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) پانی نہ ملنے یا پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے تیمم سے نماز پڑھتا تھا اور قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی پر قادر ہو گیا یعنی پانی مل گیا یا پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا۔

(۲) کسی نے موزوں پر مسح کیا تھا قدر تشہد قعدہ اخیرہ کے بعد اس کی بدت گذر گئی اور اب پانی ملتا ہے اور سردی سے اپنے پاؤں کے ضائع ہونے کا خوف بھی نہیں ہے (لیکن اگر اس صورت میں پانی نہیں ملتا یا سردی سے اپنا پاؤں ضائع ہونے کا خوف ہے تو بعضوں نے کہا کہ نماز جاتی رہے گی اور صحیح تر یہ ہے کہ نماز باطل نہیں ہوگی البتہ پہلا مسح باطل ہوگا نیا مسح کر کے بنا کرے۔

(۳) اُمی کا کسی آیت کو سیکھنا اگر اسی نماز پڑھتا تھا اور اس کو کوئی سورۃ مثلاً سورۃ اخلاص قدر تشہد قعدہ اخیرہ بیٹھنے کے بعد یاد آگئی یا کوئی شخص قرآن پڑھتا تھا اس سے سیکھنے میں مشغول ہوئے بغیر صرف سن کر یاد کر لی تو اگرچہ

وہ اُمی کسی قاری کے پیچھے مقتدی ہو تو امام صاحب کے نزدیک ایک قول کے مطابق اس کی نماز فاسد ہوگی اس پر اکثر فقہاء ہیں اور ایک قول کے مطابق فاسد نہیں ہوگی اور بنا جائز ہے یہی مختار ہے اور اس پر بھی اکثر فقہاء ہیں اور اگر منفرد ہوگا

تو یہ اختلاف باقی رہے گا یعنی امام صاحب کے نزدیک فاسد ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی اور بنا جائز ہوگی اور اگر کسی قاری سے تعلیم کے ساتھ یاد کرے گا تو بوجہ عمل کثیر کے بالاتفاق وہ اپنی نماز سے خارج ہو جائے گا اور اس کو بلا اختلاف بنا جائز نہیں ہوگی۔

(۴) اگر عذر کی وجہ سے ننگا نماز پڑھنے والے کو قدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد ایسا کپڑا مل جائے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے یعنی اس میں ایسی نجاست نہ لگی ہو جو بائع نماز ہو یا ایسی نجاست لگی ہے اور اس کے پاس ایسی چیز موجود ہے جس سے نجاست کو دور کر کے یا اس کے پاس نجاست دور کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے لیکن وہ کپڑا چوتھائی یا اس سے زیادہ پاک ہے اور اس سے ستر ڈھانپ سکتا ہے تو اس میں وہی امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف جاری ہوگا۔ اور اگر وہ کپڑا چوتھائی ہی کم پاک ہوگا یا کل نجس ہوگا تو اس کا وجود عدم برابر ہے پس اس کی نماز باطل نہیں ہوگی وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہے۔

(۵) مسح کرنے والے کا اپنے ایک پاؤں سے موزہ تھوڑے عمل سے نکالنا مثلاً موزہ ڈھیلا تھا ادنیٰ حرکت سے پاؤں سے نکل گیا عمل کثیر کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس میں وہی اختلاف جاری ہوگا اور عمل کثیر سے موزہ نکالے گا تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی بالاتفاق کیونکہ اس میں اپنے اختیار سے نماز سے باہر آنا پایا جاتا ہے (لیکن بوجہ ترک سلام اعادہ واجب ہوگا یعنی) (۶) کوئی شخص عذر کی وجہ سے اشارہ سے نماز پڑھتا تھا اور بقدر تشہد آخری قعدہ کرنے کے بعد رکوع اور سجدہ کی طاقت آگئی کیونکہ اب اس کی نماز کا آخری حصہ اقوی ہے پس ضعیف پر قوی کی بنا جائز نہیں ہے (اس لئے وہی اختلاف جاری ہوگا کہ امام صاحب کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک بنا جائز ہے۔ مولف)۔

(۷) کسی نماز کا فوت ہونا یاد آیا اور ابھی ترتیب ساقط نہیں ہوئی ہے۔ اگر منفرد یا امام ہو تو اپنے ذمہ قضا نماز کا ہونا یاد آئے اور اگر مقتدی ہو تو امام کے ذمہ ہونا یاد آئے اور جس کے ذمہ قضا ہے وہ ابھی صاحب ترتیب ہے اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ قضا اور وقتی دونوں پڑھ سکتا ہے تو وہی خلاف جاری ہوگا اور امام صاحب کے نزدیک نماز کا باطل ہونا موقوف رہے گا ہاتھ تک کہ اگر اس کے بعد پانچ وقتی نمازیں اور پڑھ لے گا اور اس قضا کو باوجود یاد آنے کے اس وقت تک ادا نہیں کرے گا تو اب وہ نماز بھی جائز ہو جائے گی اور اگر قضا شدہ کو ادا کر لے گا تو وہ نماز باطل ہو جائے گی اس کی تفصیل قضا نمازوں کے بیان میں آئے گی۔ اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز بالاتفاق ہو جائے گی۔

(۸) کسی قاری امام کا کسی امی کو خلیفہ کر دینا قبل تشہد تو مطلقاً اس سے بالاتفاق نماز فاسد ہوتی ہے اور تشہد اخیرہ کے بعد بھی بعض فقہاء کے نزدیک بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اختلاف عمل کثیر ہے جو یہاں بلا ضرورت ہے کیونکہ اجماعی امامت کا اہل نہیں ہے اور بعض کے نزدیک بالاجماع نماز فاسد نہیں ہوگی ہی اصح و مختار ہے اور اس بنا پر یہ صورت اختلافی نہیں رہتی۔

(۹) فجر کی نماز میں بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد سورج کا نکل آنا۔

(۱۰) جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت داخل ہو جانا (صاحبین کے نزدیک عصر ایک مثل پر ہوتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک

دو مثل پر تو اس میں مراد یہ ہوگی کہ امام قعدہ میں اتنی دیر تک بیٹھا رہے یا جس روایت میں صاحبین کے نزدیک بھی دو مثل پر ہوتا ہے اس کی بنا پر کہا جائے گا۔ (انشاء علم)۔

(۱۱) معذور کے عذر کا دور ہونا پس اگر معذور کا عذر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو امام صاحب کے نزدیک یہ حکم موقوف رہے گا یعنی دیکھنا چاہئے کہ اگر عذر مذکور اگلی نماز کے کامل وقت تک موقوف رہا تو امام صاحب کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اور اس کو اس کی قضا دینی ہوگی اور اگر اگلی نماز کے وقت کے اندر پھر وہ عذر لوٹ آیا تو یہ عذر کا دور ہونا نہیں ہے اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی یعنی وہی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (۱۲) کسی نے زخم پر جبیرہ (کھپا چس جن سے ٹوٹے عضو کو باندھتے ہیں) باندھی تھیں زخم اچھا ہو کر وہ جبیرہ گر گئیں۔

بعض نے ان میں آٹھ مسئلہ اور زیادہ کیے ہیں اس طرح یہ مسئلے بیس ہو جاتے ہیں اور بعض (یعنی بحر الرائق وغیرہ) نے ان کو بارہ ہی کے ضمن میں بیان کر دیا ہے اور وہ آٹھ مسئلے یہ ہیں۔ (۱) نجس کپڑے میں نماز پڑھنا تھا قدر تشہد اخیر کے بعد ایسی چیز مل گئی جس سے نجاست دھو سکتا ہے۔ (۲) باندی بغیر اورٹھنی کے نماز پڑھتی تھی اور بعد تشہد اخیر کے آزاد ہو گئی اور اس نے فوراً اسی وقت سر نہیں ڈھک لیا۔ (بعض نے یہ دونوں مسئلے مسئلہ ۱۲ کے ضمن میں بیان کئے ہیں)۔ (۳) مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو یاد کرنا جبکہ امام صاحب ترتیب ہو اور وقت میں گنجائش ہو اگر امام کو یاد نہ آیا تو صرف مقتدی کی نماز باطل ہوگی (یہ مسئلہ ۷ کے ضمن میں آیا ہے)۔ (۴) آفتاب کا عید کی نماز میں تشہد کے بعد ڈھل جانا۔ (۵ و ۶ و ۷) قضا نماز پڑھنے والے پر قضا نماز میں اوقات ثلثہ مکروہہ یعنی آفتاب کا طلوع ہونا یا ٹھیک دوپہر کا ہو جانا یا وقت غروب یعنی تغیر شمس کا وقت آجانا، (ان چاروں مسئلوں کو ۹ کے ضمن میں لائے ہیں)۔ (۸) قدر تشہد اخیر کے بعد معذور کے وقت کا نکل جانا کیونکہ وقت نکل جانے کے بعد معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے (اس کو ۱۱ کے ضمن میں بیان کرتے ہیں)۔

(مسئلہ) ان بیس جگہوں میں جب نماز باطل ہو جاتی ہے تو وہ نفل نہیں ہو جاتی مگر چند صورتوں میں نفل ہو جاتی ہے۔ (۱) جبکہ فوت شدہ نماز کو یاد کرے۔ (۲) فجر کی نماز میں آفتاب نکل آئے۔ (۳) جمعہ میں ظہر کا وقت جانا ہے۔ (۴) اشارہ سے نماز پڑھنے والا جب رکوع و سجدہ پر قادر ہو جائے۔ (۵) عیدین کی نماز میں آفتاب کا ڈھلنا اور قضا نماز میں اوقات مکروہہ کا داخل ہونا بھی اسی حکم میں ہونا چاہئے۔

(مسئلہ) اگر ان بیس مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت امام کو بقدر تشہد قعدہ اخیرہ بیٹھنے کے بعد سجدہ سہو میں لاحق ہوتی ہے بھی یہی حکم ہے یعنی امام صاحب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر وہ امام ہے تو اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اگر سلام پھیر دیا اور اس پر سجدہ سہو باقی ہے اس وقت ان صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آئی تو اگر سجدہ کیا تو نماز باطل ہو جائے گی ورنہ باطل نہیں ہوگی۔ اور اگر امام کے بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد مقتدیوں نے امام سے پہلے سلام پھیر دیا پھر امام پر ان صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آئی تو امام کی نماز باطل ہو گئی قوم کی نماز باطل

نہیں ہوگی اور اسی طرح امام نے سجدہ سہو کیا اور قوم نے نہ کیا پھر امام پر ان میں سے کوئی صورت پیش آئی تب بھی یہی حکم ہے یعنی امام کی نماز باطل ہوگی قوم کی نہیں۔

(فائدہ) بنا کے جواز اور خلیفہ پکڑنے کے مسائل بہت مشکل اور عملاً بہت احتیاط طلب ہیں لہذا بغرض علمیت ان کو پڑھنا اور یاد رکھنا چاہئے اور جب تک صحیح معنی میں ان کو سمجھ کر عمل کرنے کی قوت پیدا نہ ہونے سے پڑھنے پر ہی عمل رکھنا چاہئے کیونکہ استیناف ہی بالاجماع افضل ہے۔

مفسدات نماز کا بیان

مفسدات نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یعنی ٹوٹ جاتی ہے اور اسے ٹوٹانا ضروری ہو جاتا ہے نماز کے اندر منافی نماز قول و فعل اور نماز کی کسی شرط کے مفقود یا بلا عذر ترک ہونے یا رکن کے ترک ہو جانے یا واجب کے عدا ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ نماز کو فاسد کرنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں۔ (۱) اقوال یعنی وہ امور جو بولنے و تکلم سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۲) افعال یعنی جو فعل و عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔

پہلی قسم اقوال تکلم یعنی بولنا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔ (۱) کلام اور اس کے مفسد نماز ہونے کی کچھ شرطیں ہیں اول یہ کہ کم از کم اس میں دو حرف ہوں یا ایک حرف ہو تو ایسا ہو جس کے معنی سمجھ میں آجاتے ہیں مثلاً ع اور ق یہ امر کے صیغے ہیں یعنی رع بمعنی حفاظت کر اور ق بمعنی بچا۔ ایک حرف بے معنی کا بولنا کلام میں داخل نہیں اس لئے نماز کو نہیں ٹوٹتا پس کلام قلیل ہو یا کثیر نماز کے فاسد کرنے کے حکم میں برابر ہے۔ دوم یہ کہ وہ کلام ایسا ہو جیسے لوگ آپس میں باتیں کیا کرتے ہیں یعنی نماز سے متعلق اذکار ہوں پس نماز کے اذکار یعنی تسبیح و تکبیر و قرأت قرآن سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ سوم اس طرح آواز سے کلام کرے کہ سنا جائے اگرچہ اتنی آواز سے ہو کہ صرف خود ہی سُن سکے جبکہ کوئی مانع نہ ہو اور اگر اتنی بھی آواز نہ ہو کہ خود سُن سکے اگرچہ حروف صحیح ادا کئے ہوں تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

شرائط مذکورہ بالا کے ساتھ کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اور خواہ بھول کر ہو یعنی بھول جائے کہ نماز پڑھتا ہے یا خطا سے ہو یعنی قرأت پا اذکار نماز کا ارادہ کیا مگر غلطی سے اس کی جگہ کلام ادا ہو گیا مثلاً یا ایھما الناس کی جگہ یا زین نکل گیا یا جہالت (بے علمی) کی وجہ سے ہو یعنی وہ نہیں جانتا تھا کہ کلام سے نماز جاتی رہتی ہے یا کسی نے اس کو کلام کرنے پر مجبور کیا یا عمدتاً یعنی اپنے ارادہ و خوشی سے کلام کیا خواہ اپنی نماز کی اصلاح کے لئے کیا مثلاً امام قعدہ کے موقع پر کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے اس کو کہا کہ "بیٹھ جا" یا قیام کے موقع پر بیٹھ گیا اور مقتدی نے کہا "کھڑا ہو جا" (ایسے موقع پر سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہنا چاہئے۔ مؤلف) اور وہ کلام مختار قول کی بنا پر خواہ نماز کے اندر سوتے میں ہو یا بیداری میں ہو۔ ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ فرض نماز ہے تو نئے سرے سے پڑھنا فرض ہے ورنہ واجب ہے لیکن عمدتاً یا سہواً

کلام سے اسی وقت نماز فاسد ہوگی جبکہ قعدہ اخیرہ میں بقدر تشہد نہ بیٹھ چکا ہو اور اس سے پہلے نماز کے کسی حصہ میں کلام کیا ہو اور اگر بقدر تشہد قعدہ اخیرہ کر لینے کے بعد عمدًا یا سہوًا کلام کیا تو نماز پوری ہوگی مگر سلام کے ترک سے ترک واجب ہوا اسلئے مکروہ تحریمی ہوئی اور اس کا لوٹانا واجب ہے۔

(۲) سلام کرنا۔ پس اگر نمازی نے کسی شخص کو سلام کیا مثلاً سلام یا تسلیم یا السلام علیکم یا اسی جیسا کوئی اور لفظ کہا تو خواہ بھول کر ہو یا قصدًا ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر بھول کر کسی کو سلام کرنے کا ارادہ کیا اور جب سلام کہا تو یاد آیا کہ اس کو نماز کی حالت میں سلام کرنا جائز نہیں پس خاموش ہو گیا تو اگر قیام کی حالت میں ایسا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ قیام اس کا (یعنی نماز سے باہر آنے کے سلام کا) محل نہیں ہے اس لئے اس کا گمان نہیں ہو سکتا سوائے نماز جنازہ کے کیونکہ اس میں نماز سے باہر ہونے کا سلام کھڑا ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اور اس پر اس کا گمان ہو سکتا ہے جیسا کہ اور نمازوں میں قعدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور اگر قعدہ کی حالت میں یہ صورت پیش آئی اور مخاطب وہاں موجود ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر مخاطب وہاں موجود نہ ہو تو بھول کر صرف السلام کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور اس صورت میں اس کو ذکر اعتبار کیا جائے گا اور اگر عمدًا صرف السلام کہے گا تو مخاطب وہاں موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی اور پورا السلام علیکم کہنے سے ہر حال میں نماز فاسد ہوگی خواہ عمدًا ہو یا سہوًا اور مخاطب وہاں موجود ہو یا نہ ہو۔ اور اگر نماز کو پورا کرنے کے لئے نماز کے پورا ہونے سے پہلے بھول کر سلام پھیر دیا یعنی اس کو یہ گمان ہوا تھا کہ نماز پوری ہو چکی ہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی مثلاً چار رکعت والی نماز فرض میں اگر دو رکعتوں کے بعد اس گمان سے سلام پھیر دیا کہ چوتھی رکعت ہے پھر یاد آیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح پڑھتا رہے اور پوری کر کے سجدہ سہو کر لے کیونکہ یہ نماز کے وصف میں سہو ہوا ہے اصل نماز میں نہیں یعنی اس نے چار پوری ہونے کے گمان سے سلام پھیر لیا ہے اس لئے یہاں اس کے گمان کا اعتبار ہوگا اور اگر نماز کی اصل میں سہو ہوا یعنی نماز ہی کو بھول گیا کہ کونسی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کسی شخص نے عشا کی نماز پڑھی اور دو رکعتوں کے بعد اس کو تراویح سمجھ کر سلام پھیر دیا، یا ظہر کی نماز میں دو رکعتوں کے بعد جمعہ کے گمان سے سلام پھیر دیا، یا مستقیم نے دو رکعتوں کے بعد اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر سلام پھیر دیا، یا فجر کی نماز کے گمان سے سلام پھیر دیا تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائیگی نئے سرے سے پڑھے، اس لئے کہ اس نے دو رکعت پر نماز قطع کرنے کا قصد کیا اور اصل نماز میں بھول لگی ہے اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ سہوًا سلام پھیرنے میں وصف نماز میں سہو ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اصل نماز میں سہو ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر نماز پوری ہونے سے پہلے قصدًا نماز کا سلام پھیرا تو ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ مسبوق نے یہ سمجھ کر سلام پھیرا کہ مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہئے تو یہ عمدًا سلام ہوا اس لئے نماز فاسد ہوگی اور اس پر بنا جائز نہیں اسی طرح اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیرا اور اس کو یہ یاد تھا کہ اس کی نماز ابھی باقی ہے تب بھی عمدًا سلام ہو کر نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اپنا مسبوق ہونا بھول گیا تھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ بھول کر سلام کہنا تحریمہ نماز سے خارج نہیں کرتا۔

(۳) سلام کا جواب دینا۔ زبان سے سلام کا جواب دینا خواہ عمدًا ہو یا سہواً نماز کو فاسد کرتا ہے کیونکہ یہ اذکار میں سے نہیں ہے بلکہ کلام اور خطاب ہے۔ اگر سلام کی نیت سے یا جواب سلام کی نیت سے مصافحہ کیا تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ بھی حقیقت میں کلام کے معنی میں ہے بلکہ اس کی وجہ عمل کثیر ہو ناہی، اشارہ بھی سلام کا جواب نہ دے کیونکہ یہ اگرچہ نماز کو فاسد نہیں کرتا مگر مکروہ ہے جیسا کہ مکروہات نماز میں آئے گا۔

(۴) چھینک کا جواب دینا۔ اگر کسی شخص کو چھینک آئی اور نمازی نے اس کو بے رحمٹک اللہ کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ خطاب بالغیر ہونے کی وجہ سے کلام میں داخل ہو گیا اور اگر خود نمازی کو چھینک آئی اور اس نے خود اپنی طرف خطاب کر کے بے رحمٹک اللہ کہا (یعنی یوں کہا میں رحمٹک اللہ یا نفسی) تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ خطاب بالغیر نہیں ہے اس لئے کلام میں داخل نہیں اور مفسد نہیں ہے جیسا کہ اگر کوئی بے رحمٹک اللہ کہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اگر کسی شخص کو چھینک آئی اور نمازی نے اچھڑا کر کہا تو اگر اس سے جواب کا ارادہ کیا تو اس میں مثل کچ کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ چھینک کے جواب کے لئے متعارف نہیں ہے اور اگر اس کے سمجھانے کا ارادہ کیا کہ اچھڑا کر کہہ کر تو بالاتفاق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر نہ جواب کا ارادہ کیا اور نہ سمجھانے کا بلکہ ثنا اور تعظیم کے ارادہ سے کہا تو بالاتفاق اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اگر کسی نمازی کو چھینک آئی اور خود ہی اچھڑا کر کہا تو نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ خطاب بالغیر نہیں ہے لیکن اس کو چاہئے کہ زبان سے نہ کہے بلکہ اپنے دل میں کہے اور بہتر یہ ہے کہ خاموش رہے اور صحیح یہ ہے کہ نماز سے قانع ہو کر کہے۔ اگر مقتدی ہے تو اچھڑا کر نہ کہے نہ آواز سے کہے۔ دو شخص نماز پڑھتے تھے ان میں سے ایک کو چھینک آئی اور ایک تیسرے ایسے شخص نے جو نماز نہیں پڑھ رہا تھا بے رحمٹک اللہ کہا اور ان دونوں نمازیوں نے آمین کہا تو چھینکنے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس نے اپنے حق میں دعا کا جواب دیا اور دوسرے نمازی کی فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ بے رحمٹک اللہ کہنے والے نے اس کے واسطے دعا نہیں کی تھی پس اس کا آمین کہنا اپنے حق میں جواب دعا نہیں ہے بلکہ اس نے دوسرے کے حق میں آمین ہی کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ نماز سے باہر والے کی دعا چھینکنے والے کے لئے تھی تو چھینکنے والے کے آمین کہنے سے اس کا جواب متعین ہو گیا پس اب دوسرے نمازی کا آمین کہنا جوابا نہ رہا۔ بخلاف اس کے اگر وہ نمازی ایک ہی ہو اور اس کو چھینک آئی اور خارج نماز کسی شخص نے بے رحمٹک اللہ کہا اور اس نمازی نے آمین کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اب اس کا آمین کہنا جواب دعا کے لئے متعین ہو گیا۔ اگر کسی شخص نے کسی کے لئے دعائے خیر یا دعائے بدی اور کسی نمازی نے سن کر آمین کہا تو اس کی نماز فاسد ہوگی اور اگر نمازی نے کسی دوسرے نمازی سے ولا الضالین سنا اور آمین کہا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور بعض نے کہا کہ فاسد ہو جائے گی اور متاخرین کا اسی پر فتویٰ ہے۔

(۵) اگر نماز میں کوئی خوشی کی خبر سنی اور اچھڑا کر کہا اور اس سے اس کے جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی

کیونکہ یہ اس کے لئے متعارف ہے اور اگر جواب کا ارادہ نہیں کیا یا اپنے نماز میں ہونے کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو بالاجماع نماز فاسد نہیں ہوگی۔
(۶) اگر نماز میں کوئی بُری خبر سنی مثلاً کسی کی موت کی خبر سنی اور نمازی نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔

(۷) اسی طرح اگر نماز میں کوئی تعجب کی خبر سنی اور سبحان اللہ، یا، لا الہ الا اللہ، یا اللہ اکبر کہا تو اگر ان دونوں صورتوں میں بھی جواب کا ارادہ نہیں کیا تو سب کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر جواب کا ارادہ کیا تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی کیونکہ جو ثنا اور قرآن ہے وہ نیت سے متغیر نہیں ہوتا اور طرفین کے نزدیک متغیر ہوتا ہے سوائے ان مواقع کے جہاں حدیث میں وارد ہے جیسے امام کو لقمہ دینا یا سبحان اللہ کہہ کر امام کی نماز کی اصلاح کرنا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہی اختلاف ۷۵ میں بھی جاری ہے۔

(۸) اسی طرح اگر نماز کی حالت میں قرآن پڑھا یا اللہ کا ذکر کیا اور اس سے کسی آدمی کو حکم کرنے یا منع کرنے کا ارادہ کیا مثلاً نماز کی حالت میں کسی سے کہے یا یٰحَبِیْبِی خُذِ الْکِتٰبَ، یٰلَہْ اِقْرَأْ۔ یا کسی کے سوال کا جواب قرآن کی آیت یا اللہ کے ذکر سے دے مثلاً کسی نے پوچھا اَمَعَ اللّٰہُ الْاٰخِرَ (کیا خدا کے سوا کوئی اور خدا ہے) نمازی نے جواباً یا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، یا کسی نے پوچھا مَا مَالُکَ (تیرے کیا کیا مال ہیں) اس نے جواب میں کہا الْخَیْلُ وَالْبِغَالُ وَالْحَمِیْرُ۔ یا کسی نے کہا مَنَ اٰیْنَ جِئْتَ (تو کہاں سے آیا ہے) اُس نے جواب میں کہا وَبِئْسَ مَعْطَلٌ وَّقَصِرٌ مَّشِیْدٌ، تو ان صورتوں میں بھی امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی بوجہ نیت سے متغیر ہونے کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی اور اگر جواب وغیرہ کا قصد نہ ہو بلکہ نماز میں ہونے کی اطلاع دینا مقصود ہو تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ قرآن یا ذکر و ثنا سے نہیں ہے مثلاً مَا مَالُکَ (تیرے کیا کیا مال ہیں) کے جواب کہے اَلْاِبِلُ وَالْبَقَرُ وَ الْعَبِیْدُ تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر خطاب کی نیت سے قرآن پڑھا تو بالاتفاق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ قرآن خطاب کے لئے نہیں ہے پس خطاب کی نیت سے قرآن نہیں رہتا بلکہ کلام الناس ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی کو خطاب کرے یا یٰحَبِیْبِی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ۔ یا یہ کہے وَمَا لَکَ بِمِیْنٰکَ یٰمُؤْمِنِی اور خواہ اس مخاطب کا نام یہی ہو یا نہ ہو جبکہ اس کو خطاب کا ارادہ کیا تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی کو جو دروازے پر ہے نمازی نے کہا وَمَنْ دَخَلَ کَانَ اِمْنًا تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اگرچہ اس میں ندایا خطاب کا حرف نہیں ہے لیکن اُدْخُلْ (داخل ہو جا) کے معنی میں ہے۔

(۹) اگر نمازی کے بچھونے ڈنک مارا اور اس نے بسم اللہ کہا تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور بعضوں نے کہا کہ فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ اس قسم کی بات نہیں ہے جیسے آدمی آپس میں باتیں کرتے ہیں اسی پر فتویٰ ہے اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ کسی درد کی وجہ سے بسم اللہ کہا ہو مثلاً بیمار نمازی نے کھڑا ہوتے وقت یا چھلکتے وقت مشقت یا درد کی وجہ سے بسم اللہ کہا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح اگر چھپت میں سے کوئی چیز گری اور نمازی نے

بسم اللہ کہا تو بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور فتویٰ اس پر ہے کہ فاسد نہیں ہوگی اور یہی حکم ان سب صورتوں میں بسم اللہ کی بجائے یا رب کہنے والے کا ہے۔

(۱۰) اگر چاند دیکھ کر رُتبی وَرَبِّكَ اللہ کہا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۱) اگر بخاری کسی اور مرض کے دفع کرنے کے لئے قرآن اپنے اوپر پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۲) اگر کسی نمازی نے اللہ تعالیٰ کا نام کسی سے سن کر حَبَلًا حَبَلًا کہا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر آپ پر درود

پڑھا یا امام کی قرابت سن کر صَدَقَ اللہُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ کہا یا اگر امام نے ترغیب یا ترہیب کی آیت پڑھی اور مقتدی نے کہا صَدَقَ اللہُ وبلغت رسالہ تو اگر اس سے اس کے جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اسی طرح اگر کوئی ارادہ نہیں کیا تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ بظاہر اس سے جواب کا ارادہ پایا جاتا ہے۔ اور اگر جواب کا ارادہ نہیں کیا بلکہ تعظیم اور ثنا کے ارادہ سے کہے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۱۳) اگر نمازی نے کسی شخص سے آیت میں شیطان کا ذکر سنا اور اس کو لعنت اللہ کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

لیکن اگر جواب کا قصد نہ ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر وہ جملہ نہ قرآن ہو گا نہ ثنا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی۔

(۱۴) اگر کسی شخص نے مَا كَانَ مُحَمَّدًا اَبًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ پڑھا اور دوسرے شخص نے نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا اسم مبارک سن کر درود پڑھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ جواب کا قصد نہ ہو اگر جواب کا قصد ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۵) اگر کسی نمازی نے دوسوہ کے دور ہونے کیلئے لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھی تو اگر وہ دوسوہ

دنیاوی امور سے متعلق ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امورِ آخرت سے متعلق ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۱۶) کسی نے نماز کے سلام کے بعد پکار کر کہا کہ حاجتوں کے پورا ہونے کے لئے سورہ فاتحہ پڑھو اور مسبق نے

سورہ فاتحہ پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۷) اگر ایسا شعر پڑھا کہ وہ بعینہ قرآن میں پایا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول: اَرَأَيْتَ الَّذِي يَكْتُمُ بِاللَّيْلِ

فَدَا لِكُلِّ الَّذِي يَدْعُ اِلَيْهِمْ - یا جیسے یہ قول ہے وَفِيْهِمْ هُمُومٌ وَيَبْصُرُكُمْ عَلَيْهِمْ - وَيَسْفِىْ صُدُوْرَهُمْ مِّنْ مِّنِيْنَ -

یا جیسے لَنْ تَنَالُوْا الدِّيْنَ حَتَّى تَنْفِقُوْا - اور اس پڑھنے میں شعر پڑھنے کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر کوئی شعر یا خطبہ

اپنے دل میں تصنیف کیا اور زبان سے نہ کہا تو نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن برا کیا (یعنی مکروہ ہے) - (فاتحہ) ان سب

مذکورہ بالا صورتوں میں خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ قرآن یا ثنا نماز کے اندر کہنے سے جبکہ قصد جواب ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ

کے نزدیک نماز فاسد ہونا مذکور ہوا ہے اور عمل کرنے کے اعتبار سے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگرچہ امام ابو یوسفؒ کے

دیکھنا نماز فاسد نہیں ہوتی سوائے خطاب کے قصد سے قرآن پڑھنے کے کہ یہ صورت ان کے نزدیک بھی مفسد ہے جیسا کہ بیان ہوا

اور ان سب صورتوں میں اگر جواب کا قصد نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ میں نماز میں ہوں تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر وہ الفاظ نہ قرآن ہیں اور نہ شائیں تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فہم۔)

(۱۸) اگر نمازی نے اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دیا تو لقمہ دینے والے اور لینے والے دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ بغیر ضرورت کے نماز کے اندر سیکھنا اور سکھانا ہے اور یہ لقمہ دینا خواہ مقتدی کا مقتدی کو ہو یا منفرد نمازی کو ہو یا غیر نمازی کو ہو یا اپنے امام کے سوا کسی دوسرے امام کو ہو اور خواہ امام یا منفرد کا کسی دوسرے شخص کو لقمہ دینا ہو نماز فاسد ہونے کے حکم میں سب برابر ہیں جبکہ لقمہ دینے میں تعلیم یعنی بتانے کی نیت ہو تلاوت کی نیت نہ ہو لیکن اگر لقمہ دینے کی نیت سے نہیں پڑھا بلکہ تلاوت کی نیت سے پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ نیز اگر اس کے بتانے وقت اس بھولنے والے کو خود یاد آ گیا اور اس کے بتانے کو یاد آنے میں کچھ دخل نہیں تب اس بھولنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوگی مثلاً امام رک گیا اور اس کو ایسے شخص نے لقمہ دیا جو کہ اس کے ساتھ نماز میں نہیں ہے اور اسی وقت امام کو بھی یاد آ گیا تو صحیح یہ ہے کہ اگر خود بخود یاد آ جائے خواہ اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے یا پیچھے یاد آئے اور وہ اپنی یاد پر اعتماد کر کے پڑھے اور اس کے لقمہ دینے کو کچھ دخل نہ ہو تو جس کو لقمہ دیا گیا ہے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس کے لقمہ کی وجہ سے یاد آیا تو ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی خواہ اس کے ساتھ ہی ہو یا پہلے یا پیچھے ہو اور یہ فیصلہ بتلی بہ کی اپنی دیانت پر موقوف ہے جیسا کہ لقمہ دینے والے کا تلاوت کی نیت سے پڑھنا مفسد نہ ہونا بیان ہوا ہے تو وہ بھی خود اپنے نفس سے فیصلہ کرے گا۔

مطلقاً

اپنے امام کی نماز کی اصلاح کے لئے قرآن یا ذکر ثنا پڑھنا جائز ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ اگر امام قرأت میں الٹ گیا یا غلط پڑھ گیا تو نمازی کے اپنے امام کو لقمہ دینے سے نہ اس نمازی مقتدی کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ لقمہ لینے سے امام کی نماز فاسد ہوتی ہے خواہ امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا اس قدر نہ پڑھ چکا ہو اور دوسری آیت شروع کر دی ہو یا نہ کر دی ہو اور خواہ لقمہ دینا پہلی بار ہو یا دوسری تیسری بار ہو۔ ان صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی صحیح قول کے بموجب امام یا مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن اگر مقتدی نے کسی ایسے شخص سے سن کر لقمہ دیا جو ان کے ساتھ اس نماز کی جماعت میں شامل نہیں ہے خواہ اپنی الٹ وہی یا دوسری نماز پڑھتا ہو یا بالکل نماز نہ پڑھتا ہو تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ مقتدی کی نماز خارج آدمی کا بتایا ہوا لقمہ لینے سے فاسد ہو گئی اور اب یہ مقتدی خارج نماز ہو گیا تو اس کا لقمہ امام کے لئے لینے سے امام کی نماز اور امام کے ساتھ سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام نے اس کا لقمہ نہ لیا تو صرف اس مقتدی کی نماز فاسد ہوگی صحیح یہ ہے کہ لقمہ دینے والا مقتدی اپنے امام کو لقمہ دینے کی نیت کرے قرأت کی نیت نہ کرے کیونکہ امام

مقتدی کے لئے

خود بھی یاد آ گیا اور پھر اپنی یاد پر امام کو لقمہ دیا تو کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

(لیکن اگر مقتدی کو قرآن میں دیکھ کر جبکہ اٹھائے نہیں بلکہ اگر وہاں کھڑا ہوا رکھا ہو اس میں دیکھ لے۔ موافق) یا دوسرے سے سن کر

پیچھے قرأت ممنوع ہے لقمہ دینا منع نہیں ہے۔ اور مقتدی کو فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ کچھ ٹھہرے تاکہ امام دوبارہ پڑھ کر خود نکالے اس لئے کہ شاید امام کو اسی وقت یاد آجائے تو اس وقت مقتدی کی قرأت امام کے پیچھے بغیر ضرورت ہوگی۔ اسی طرح امام کے لئے بھی مکروہ ہے کہ مقتدیوں پر لقمہ دینے کی مستقت ڈالے اس لئے کہ وہ اس صورت میں گویا ان کے اوپر قرأت کی ضرورت ڈالتا ہے جو بلا ضرورت مقتدی کے لئے مکروہ ہے پس امام کے لئے بھی یہ بات مکروہ ہوگئی۔ بلکہ امام کو چاہئے کہ اگر اس قدر پڑھ لیا ہے جس سے نماز ہو جاتی ہے (یعنی بقدر مسنون قرأت کر چکا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کو ترجیح ہے اور بعض کے نزدیک بقدر واجب کو ترجیح ہے) تو رکوع کرے اور دوسری آیت کی طرف نہ جائے اور اگر اتنا نہیں پڑھا تو کوئی دوسری آیت پڑھنے لگے جس کے ملانے سے معنی اتنے نہ بگڑتے ہوں کہ جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہو یا کوئی دوسری سورت شروع کرے۔ مقتدیوں پر ضرورت ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ بار بار ایک آیت پڑھے یا چپکا کھڑا ہو جائے یا غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہے یا رکوع نہ کرے لیکن اگر امام ایک آیت کا تکرار اس غرض سے کرے کہ اس کی قرأت رواں ہو کر اسے کلمہ یاد آجائے تو یہ بلا کر اہست جائز ہے۔ اسی طرح اگر امام کی عادت مقتدی کو معلوم ہو کہ جب رکعت ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو فوراً بتائے۔ لقمہ دینے والے کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں ہے اگر کوئی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو بشرطیکہ نماز جانتا ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو بالغ کے لقمہ کا ہوتا ہے۔ اگر امام سے قرأت کے علاوہ کوئی اور غلطی ہوئی اور مقتدی نے سبحان اللہ کہہ دیا تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ اس سے نماز کی اصلاح مقصود ہے مثلاً اگر امام چار رکعت والی نماز میں پانچویں رکعت کے لئے یا دو رکعت کی نماز میں تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کو سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کرنا چاہئے اسی طرح تین یا چار رکعتوں والی نماز میں امام نے دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے لگا تو جب تک بیٹھنے کے قریب ہے سبحان اللہ کہہ کر امام کو یاد دلائے اور اگر قیام کے قریب پہنچ جائے تو مقتدی کو سبحان اللہ نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ جب امام قیام کے قریب ہو گیا تو پھر اس کو لوٹنا بعض کے نزدیک جائز نہیں پس اس وقت مقتدی کا سبحان اللہ کہنا کچھ مفید نہ ہوگا اگرچہ اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(۱۹) نماز میں ایسی دعائیں مانگنا جس کا بندوں سے مانگنا محال نہیں ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث میں آئی ہے اس سے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن قرآن میں آئی ہوئی دعا کو قرأت کی نیت سے نہ پڑھے بلکہ دعا کی نیت سے پڑھے کیونکہ قرأت سوائے قیام کے کسی اور رکن میں مکروہ ہے۔ اور جو دعا قرآن یا حدیث میں نہیں آئی تو اگر اس کا بندوں سے مانگنا محال ہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی مثلاً مغفرت یا عافیت یا رزق کی دعا مانگی یعنی یوں کہا: اللھم اغفر لی، اللھم عافنی، اللھم ارزقنی۔ یا یہ کہا اللھم اغفر لعی یا اللھم اغفر لاهی یا اللھم اغفر لعی یا اللھم اغفر لزیدی یا اللھم ارزقنی رؤیتک یا اللھم ارزقنی ایچہ کہا تو ان سب صورتوں میں صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ مغفرت کا بندوں سے طلب کرنا محال ہے بقولہ تعالیٰ وَمَنْ يَغْفِر الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ (اللہ کے سوا

اور بعض کے نزدیک بقدر فرض کو ترجیح ہے

مہ جو بندوں کے کلام کے مشابہ ہو

گناہوں کو کون معاف کرتا ہے) اسی طرح رزق کا دینا بھی اللہ پاک ہی کا کام ہے لیکن اگر رزق کے ساتھ مال وغیرہ دنیاوی اشیاء کا ذکر کر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ اسباب رزق ہیں اور ان کا استعمال بندوں کے لئے بھی ہوتا ہے پس اگر یوں کہا اللھم ارزقنی ما آلیا اللھم ارزقنی بقلاً وقتاً وعدساً و بصدلاً یا یہ کہا اللھم ارزقنی فلانہ تو نماز بلا خلاف فاسد ہو جائے گی اور اگر ایسی دعا کی جس کا سوال بندوں سے محال نہیں ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً یہ کہا اللھم اطعمنی یا اللھم اقض دینی یا اللھم زوجتی وغیرہ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور یہ فساد نماز کا حکم اس وقت ہے جبکہ تشہد کی مقدار بیٹھے سے پہلے پڑھے اور اگر اس کے بعد پڑھے گا تو اس سے اس کی نماز پوری ہو جائیگی مگر کراہت تحریمی کے ساتھ ہوگی لہذا اس کا اعادہ واجب ہے۔ (اللھم ارزقنی من بقلها وقتاً ثمناً و فوجها وعدسها و بصدلاً یا بکنہ سے صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ الفاظ قرآن میں آئے ہیں اگرچہ ان چیزوں کا سوال بندوں سے محال نہیں ہے۔ اگر کسی نے یہ کہا اگر مٹنی یا انعم علی تب بھی نماز فاسد ہونی چاہئے کیونکہ یہ بندوں کے لئے بھی مستعمل ہے لیکن بعض نے کہا کہ فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ قرآن میں اس کے معنی موجود ہیں یعنی اذا ما ابتلاہ فاکرمہ و نعمہ۔ اسی طرح یہ کہنا بھی مفید نہیں ہے اللھم امددنی بجال۔ اگر کسی نے اللھم العن الظالمین کہا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ قرآن میں موجود ہے اور اگر اللھم العن فلاناً یعنی ظالم کا نام لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۰) کوئی نمازی جس وقت یا ایھا الذین امنوا پڑھتا ہے تو سرائٹھا کر کہتا ہے لبیک یا سیدی تو بہتر ہے کہ ایسا نہ کرے اور اگر ایسا کیا بعض کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی یہی صحیح ہے۔

(۲۱) اگر حج کرنے والے نے اپنی نماز کے اندر لبیک کہا تو نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ لبیک آدمیوں کے کلام کے مشابہ ہے۔

(۲۲) اگر ایام تشریق میں نماز کے اندر تکبیر تشریق (یعنی اللہ اکبر) کہی تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ ذکر ہے۔

(۲۳) اگر نماز کے اندر اذان کے کلمات بارادہ اذان کہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز کے

اندراذان سُنی اور جو مؤذن کہتا ہے وہی کہنے لگا تو اگر اذان کے جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ فاسد نہ ہوگی اور اگر اس کی کچھ نیت نہیں ہے تب بھی فاسد ہو جائیگی کیونکہ اس سے بظاہر جواب کا ارادہ پایا جاتا ہے۔

(۲۴) اگر نماز کے اندر لفظ "نعم" اس کی زبان سے نکلا پس اگر اس کی عادت تھی کہ یہ لفظ اس کی کلام میں جاری

ہوا کرتا ہے یعنی اس کی عادت اور اس کا تکیہ کلام ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر یہ عادت نہیں تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ وہ قرآن میں سے شمار ہوگا۔ اگر فارسی کا لفظ آریے یا پلے یا کسی اور زبان کا اس معنی کا لفظ مثلاً اردو میں

ہاں کہا تب بھی ایک روایت کے مطابق وہی حکم ہے جو نعم کا ہے کیونکہ ان کے نزدیک قرآن صرف معنی کا نام ہے اور ایک روایت کے مطابق نماز فاسد ہوگی کیونکہ قرآن الفاظ و معنی کا نام ہے۔ اسی طرح ہر وہ لفظ جو قرآن میں وارد ہو اور کسی شخص کا تکیہ

کلام ہو تو اس کے کہنے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تکیہ کلام نہ ہو تو فاسد نہ ہوگی۔

(۲۵) اگر نماز میں آواز سے آہ یا اوہ یا آف کہا یا رویا جس سے حروف پیدا ہو گئے تو اگر یہ جنت یا دوزخ کے ذکر سے تھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ جنت یا دوزخ کے ذکر سے رونا اور آہ کرنا گویا یوں کہنا ہے: اللہم اِنِّی اسئَلُکَ الْجَنَّةَ وَاَعُوذُ بِکَ مِنَ النَّارِ (الہی میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور اے اللہ میں تجھ سے دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں)۔ اور ان الفاظ کے کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر درد یا مصیبت ان الفاظ کے ساتھ رہا یا آہ وغیرہ کی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن اگر مریض اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہیں روک سکتا تو بوجہ ضرورت کے نماز فاسد نہیں ہوگی وہ گویا چھینکے، کھانسنے و ڈکار دجائی لینے کی مانند ہو گیا۔ اور اگر نماز میں ایسا رویا کہ صرف آنسو بہے اور آہ نہ نکلی تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اگر امام کی قنارت اچھی لگی اور رو کر کہنے لگا نعم یا اس کے ہم معنی اردو فارسی کا لفظ ہاں یا بے یا آریہ یا البتہ وغیرہ کہا تو نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ الفاظ خشوع پر دلالت کرتے ہیں جو نماز میں مطلوب ہے اور اگر صرف خوش ہجہ ہونے کی وجہ سے لذت میں آکر کہیگا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اپنے گناہوں کی کثرت کا خیال کر کے آہ کی تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۲۶) کھنکارنا یا کھانسناد و حروفوں سے یعنی لُح اُح کہنا بلا عذر یا بلا غرض صحیح ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کھنکارنا عذر کے ساتھ مثلاً کھانسی کا مرض ہے یا بے اختیار کھانسی آجائے یعنی اس طرح ہو کہ نمازی کی طبیعت سے خود بخود بلا تکلف (بے اختیار) پیدا ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس سے بچ نہیں سکتا اور اگر خود اپنی طرف سے کسی صحیح غرض کیلئے کھنکارنا تب بھی مفسد نہیں ہے مثلاً اپنی آواز کو درست کرنے کے لئے یا اچھا کرنے کے لئے کھنکارنا یا امام سے کوئی غلطی قنارت میں یا اٹھنے یا بیٹھنے میں ہوئی اور اس کو بتانے کے لئے مقتدی کھنکارنا یا کسی کو اپنے نماز میں ہونے پر اطلاع دینے کے لئے کھنکارنا تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر کھنکارنے یا کھانسنے سے حروف ظاہر نہیں ہوئے یا سنے نہیں جاتے تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی لیکن بلا عذر ہو تو مکروہ ہے۔

(۲۷) چھینک یا ڈکار یا جمانی لینے کا بھی یہی حکم ہے کہ اگرچہ حروف پیدا ہوں بوجہ مجبوری کے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن اگر مجبوری کے بغیر مقتضائے طبیعت سے زائد حروف تکلف سے ادا کرے گا مثلاً جمانی لینے والا صاہ صاہ دو دفعہ کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حروف حاصل نہیں ہوں گے تو مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوگی جیسا کھانسی والے کی آواز بلا حروف کے ناک سے سانس نکلتے وقت ہوتی ہے۔

(۲۸) اگر اپنے سجدہ کی جگہ سے مٹی کو پھونکا تو اگر یہ پھونکنا سانس لینے کی مانند تھا کہ اس کی آواز سنی نہیں جاتی تو نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر اس طرح سننے میں آیا کہ اس میں سے حروف بھی پیدا ہوتے تھے تو وہ بمنزلہ کلام کے ہے اور اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

(۲۹) اگر کسی جانور کے بلی گدھے وغیرہ کو بلا یا یا ہنکایا مثلاً کتے کو ہوکہ کے یا کسی پرندے وغیرہ کو ہر کہہ کے ہنکایا یا اسی طرح کسی اور جانور کو ہنکانے والی کسی آواز سے ہنکایا یا بلانے والی آواز سے بلا یا تو اگرچہ اس سے الفاظ سنے جاتے ہیں

لیکن ان سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ بغیر ہجاء کی آوازیں ہیں لیکن نماز میں ایسا کرنا مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک جس کو لوگ کلام سمجھتے ہوں خواہ اس سے حرف ہجاء حاصل ہوں یا نہ ہوں وہ مفسد ہے۔ (۳۰) اگر نماز کے آخر میں تشهد پڑھنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا پھر یاد آیا اور تشهد پڑھنا شروع کر دیا اور تھوڑا سا پڑھ کر تشهد پورا ہونے سے پہلے سلام پھیر دیا تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے کہ اس کا پہلا قعدہ تشهد کی طرف لوٹنے سے باطل ہو گیا پس جب تشهد پورا ہونے سے پہلے سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہو گئی (کیونکہ اب قعدہ اخیرہ بقدر تشهد کے ادا نہیں ہوا۔ مؤلف) اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کا پہلا قعدہ قرأت تشهد کی طرف لوٹنے سے پورا باطل نہیں ہوگا صرف اسی قدر باطل ہوگا جس قدر تشهد اس نے پڑھا ہے یا کچھ بھی باطل نہ ہوگا اس لئے کہ تشهد پڑھنے کا مقام قعدہ ہے اور اس کے باطل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ سے اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے جس میں ائمہ سے کوئی روایت نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ الحمد اور سورت پڑھنا بھول گیا اور رکوع کر دیا اور رکوع میں یاد آیا پھر قرأت کے واسطے کھڑا ہوا پھر معلوم ہوا کہ قرأت کر چکا ہے اور نادام ہو کر بغیر قرأت کے سجده میں چلا گیا اور رکوع کا اعادہ نہ کیا بعضوں نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ جب وہ قرأت کے لئے کھڑا ہوا تو اس کا رکوع باطل ہو گیا پس جب پھر رکوع کا اعادہ نہ کیا تو نماز باطل ہو گئی اور بعضوں نے کہا کہ سب رکوع باطل نہ ہوگا اس لئے کہ رکوع کا باطل ہونا قرأت کی وجہ سے تھا اور جب اس نے قرأت نہ کی تو گویا اس نے یہ فعل ہی نہیں کیا جیسا کہ یہ مسئلہ سجدہ سہو کے بیان میں ہے)۔ یا کچھ بھی باطل نہ ہوگا۔

(۳۱) اگر قرآن مجید میں دیکھ کر بغیر اٹھائے ہوئے قرأت کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ یہ تعلم ہے یعنی قرآن اس کو سکھاتا ہے اور نمازی سیکھتا ہے گویا نمازی کو غیر کی طرف سے تلقین و تعلیم ہوتی جو مفسد نماز ہے اگر قرآن محراب میں لکھا ہوا ہے اور اس سے پڑھتا ہے تب بھی صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ظاہر روایت میں قرآن یا محراب سے دیکھ کر تھوڑا پڑھنے یا بہت پڑھنے میں یا امام یا منفر دین کوئی فرق نہیں ہے اور ایسا ہی جو بغیر دیکھے نہ پڑھ سکتا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ دیکھ کر پڑھنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی پس اس کو بلا قرأت پڑھنا چاہئے ہی اس کے لئے کافی ہے۔ بعض نے کہا کہ اگر مقدار سورہ فاتحہ کے پڑھا تو فاسد ہوگی اور اس سے کم پڑھا تو فاسد نہیں ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ ایک آیت کی مقدار پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ فاسد نہ ہوگی یہی اظہر ہے اسلئے کہ یہ اتنی مقدار ہے جتنی سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز جائز ہو جاتی ہے۔ صاحبین کے نزدیک قرآن یا محراب میں دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن اگر اہل کتاب سے تشبہ کی نیت سے کرے گا تو مکروہ ہوگا ورنہ مکروہ بھی نہیں۔ اور اگر اٹھا کر پڑھے گا تو بالاتفاق بوجہ عمل کثیر کے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ حصہ قرآن جو دیکھ کر پڑھتا ہے یا رہے اور لکھے ہوئے سے بغیر قرآن اٹھائے کے پڑھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ نہ اس میں سیکھنا ہے نہ عمل کثیر ہے۔ اگر

نماز میں کسی لکھے ہوئے پر نظر پڑی اور وہ آیت قرآن کی تھی اور اس کو سمجھ لیا تو بلا خلاف نماز جائز ہے۔ اگر نماز میں کسی فقہ کی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو سمجھ لیا تو بالاجمل نماز فاسد نہ ہوگی اسی طرح اگر محراب پر سوائے قرآن کے کچھ اور لکھا تھا اور اس کو نمازی نے دیکھا اور سمجھا تو صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز بالاجمل فاسد نہ ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ نماز کے اندر کسی لکھی ہوئی چیز کو بغیر قصد کے دیکھنا اور سمجھنا خواہ وہ قرآن ہو یا فقہ وغیرہ بلا خلاف بالاتفاق نماز کو فاسد نہیں کرتا اور مکروہ بھی نہیں ہے لیکن اگر قصداً سمجھا ہو تو بھی صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے۔

(۳۲) اگر نماز کے اندر قرارت کی جگہ صرف انجیل یا تورات یا زبور میں سے کچھ پڑھا اور قرآن کچھ نہ پڑھا خواہ وہ قرآن کو اچھی طرح پڑھ سکتا ہو یا نہ پڑھ سکتا ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس قدر قرآن پڑھ لیا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہو اور پھر کچھ آیات تورات یا انجیل کی جن میں ذکر الہی ہے پڑھیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن ایسا کرنا نہیں چاہئے تفصیل قرارت کے بیان میں ہے) — (۳۳) نماز کے اندر تکبیرات انتقال میں اللہ اکبر کہتے وقت اللہ کے ہمزہ کو پڑھایا اور بد کیا یا اکبر کے ہمزہ کو بد کر دیا یا اکبر کی ب کو پڑھا کر یعنی اکبر پڑھا تو ان سب صورتوں میں نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر تکبیر تحریمیہ میں ایسا کیا تو سرے سے نماز شروع ہی نہیں ہوگی (اس کی تفصیل تکبیر تحریمیہ کے بیان میں درج ہے وہاں سے ملاحظہ فرمائیں)۔

افعال یعنی ایسے کام جن کے کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مندرجہ ذیل ہیں:۔

دوسری قسم افعال

(۱) عمل کثیر۔ جبکہ وہ عمل نماز کی جنس سے نہ ہو یا نماز کی اصلاح کی غرض سے نہ ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اگر وہ عمل کثیر نماز کی جنس سے ہو مثلاً ایک رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کرے یا نماز کی اصلاح کی غرض سے ہو مثلاً حالت نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ شخص وضو کے لئے جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ عمل کثیر نہ ہو یعنی قلیل ہو اس سے نماز کسی حال میں فاسد نہیں ہوتی مگر جبکہ ایک رکن میں تین بار کیا جائے اس کی جزئیات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) قلیل اور کثیر میں فرق کے متعلق پانچ اقوال ہیں: — اول: یہ کہ دو سے دیکھنے والا یعنی جس کے سامنے نمازی نے نماز شروع نہ کی ہو یہ یقین کرے یا اس کو گمان غالب ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو وہ عمل کثیر ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر دیکھنے والا شک و تردد کرے کہ شاید نماز میں ہے یا نہیں تو وہ قلیل ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے — دوم: یہ کہ جس کام کی عادت دونوں ہاتھوں سے کرنے کی ہوتی ہے وہ عمل کثیر ہے اگرچہ وہ نمازی اس کو ایک ہی ہاتھ سے کرے جیسے عمامہ باندھنا، کرتہ پہننا، پانچامہ پہننا اور کمان سے تیر چھوڑنا وغیرہ اور جس کام کو ایک ہاتھ سے کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دونوں ہاتھ سے کرے جیسے کرتہ اتارنا، پانچامہ کھولنا، ٹوپی پہننا یا اتارنا، اور لگام اتارنا وغیرہ اور جو کام عادتاً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ قلیل جب تک ہی ہے جبکہ بار بار نہ ہو پس اگر ایک ہی رکن میں تین بار وہ عمل کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بعض نے عمل کثیر کی اس تعریف کو ضعیف کہا ہے۔

سوہم: یہ کہ تین حرکتیں متصل لگانا کرنا عمل کثیر ہے اس سے کم قلیل ہے۔ چھارہم یہ کہ جس کے لئے فاعل کو علیحدہ مجلس کرنا مقصود ہو وہ کثیر ہے جیسا کہ بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ۔ پنجم جس کو نماز پڑھنے والا اپنی رائے میں کثیر سمجھے وہ کثیر ہے اور جس کو قلیل سمجھے وہ قلیل ہے اور یہ امام ابو حنیفہ کے قول کے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ امام صاحب موصوف ایسی صورتوں میں کوئی اندازہ مقرر نہیں فرماتے بلکہ بتلی بہ کی رائے پر چھوڑ دیتے ہیں لیکن یہ قول مضبوط نہیں ہے کیونکہ عوام کو ان کی رائے پر چھوڑنا مناسب نہیں ہے پس اسی لئے پہلا قول اختیار کیا گیا ہے اور دوسرا قول بھی خود اس پہلے قول میں موجود ہے کیونکہ جس کو عادتاً دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے اس سے بھی یہی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اپنے گمان غالب میں اس کو نماز میں نہیں سمجھتا اور تیسرا قول یعنی کسی فعل کا متواتر تین بار ایک رکن میں کرنا بھی اسی کو ظاہر کرتا ہے کہ دیکھنے والے کے گمان غالب میں وہ نماز میں نہیں ہے۔ پس اگر تلوار گلے میں ڈالی یا نکالی یا اپنی چادر اوڑھی یا ہلکی چیز اٹھائی جس کو ایک ہاتھ سے اٹھایا کرتے ہیں یا کسی بچہ کو یا کپڑے کو اپنے کاندھے پر اٹھایا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر کوئی ایسی چیز اٹھائی جس کے اٹھانے میں تکلیف اور دقت ہوتی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲) عمل کثیر خواہ اختیار سے ہو یا بغیر اختیار کے معتد یہ ہے کہ ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ اختیاری کی مثال اوپر آچکی ہے کپڑا پہننا وغیرہ اور غیر اختیاری کی مثال یہ ہے کہ کسی کے دھکے سے یا سواری کے جانور کے کھینچنے سے اپنی نماز کی جگہ سے متواتر تین قدم ہٹ گیا یا اپنے سجدہ کی جگہ سے ہٹ گیا تو اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ (۳) جب کوئی عمل قلیل ایک ہی رکن میں تین بار لگانا کر لیا جائے تو وہ بھی عمل کثیر ہو جائیگا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ (اب اگلے نمبروں میں کچھ جزئیات لکھی جاتی ہیں جو عمل کثیر کے ان اصولوں پر مرتب ہوتی ہیں)۔

(۴) اگر کوئی شخص نماز پڑھتا تھا اور اس کو کسی شخص نے اٹھا کر سواری (جانور) پر بٹھا دیا یا اس کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیا تو بوجہ عمل کثیر کے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ اس کا منہ قبلہ سے پھرے یا نہ پھرے اور اگر کسی نے اس کو اٹھا کر اسی جگہ رکھ دیا یا اس کو ڈال دیا پھر وہ اپنی جگہ قبلہ سے پھرے بغیر کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (۵) اگر کسی نمازی نے کسی آدمی کے ایک ہاتھ سے بغیر کسی آلے کے مثلاً طمانچہ مارا یا کورے وغیرہ سے مارا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ دشمنی یا ادب سکھانے یا کھیل کے طور پر ہے اس لئے عمل کثیر ہے۔ اسی طرح اگر پتھر زمین سے اٹھا کر کسی انسان پر مارا یا پہلے سے وہ پتھر اس کے ساتھ تھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ دشمنی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسی طرح اگر پتھر اٹھا کر کسی پرندہ وغیرہ جانور پر مارا تب بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عمل کثیر ہے اور اگر پتھر پہلے سے اس کے ساتھ تھا تو پرندہ وغیرہ جانور پر پھینکنے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے مگر نکر وہ ہے کیونکہ افعال نمازیں سے نہیں ہے۔ (۶) اگر پے درپے تین پتھر پھینکے یا تین جوئیں ماریں یا ایک ہی جوں کو تین بار مارا یا پے درپے تین بار بال اکھڑے یا آنکھوں میں سرمہ لگایا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر پے درپے نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی مگر نکر وہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اگر کسی شخص نے پتھر اس طرح پھینکا کہ اپنے ہاتھ کو پھیلا کر خوب طاقت سے کھینچا اور ہوا میں پتھر پھینکا تو ایک

(۷) جبکہ اس بچہ پر کوئی نجاست نہ لگی ہو اور وہ اپنے آپ نہ چمٹا ہو (مؤلف)۔ اور امام محمد نے اہل میں ذکر کیا کہ اس کی نماز پوری ہے۔

اور بچہ نے اس کی پستان کو چوسا تو اگر دودھ نکلا تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ ایک ہی دفعہ چوسا ہو اور اگر ایک یا دو دفعہ کے چوسنے سے دودھ نہیں نکلا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ جب دودھ نکلا تو یہ دودھ پلانا ہوا اور بغیر اس کے دودھ پلانا نہیں ہوا اور اگر تین چھکیاں لیں تو بغیر دودھ نکلے بھی اس عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی کہ اب یہ عمل کثیر ہو گیا بعض نے کہا کہ جب تک دودھ نہ نکلے خواہ کتنی چھکیاں لے نماز فاسد نہیں ہوگی اور اس کی تصحیح کی ہے اسی پر اعتماد کیا ہے (۱۵) اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور اس کے شوہر نے اس کی رانوں میں مجامعت کی تو اگرچہ اس سے کچھ رطوبت (مٹی وغیرہ) کا انزال نہ ہو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اسی طرح اگر شہوت سے یا بغیر شہوت عورت کا بوسہ لیا یا شہوت سے مس کیا تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ جماع کا فاعل مرد ہوتا ہے پس جب وہ دواعی جماع میں سے کوئی چیز عورت کے ساتھ کرے گا تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی بخلاف اس کے اگر مرد نماز پڑھتا ہے اور عورت نے اس کا بوسہ لیا اور اس وقت مرد کو اس کی خواہش نہ ہوئی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ عورت جماع کی فاعل نہیں ہے اس لئے اس کی طرف سے دواعی جماع کا پایا جانا داخل جماع نہیں جب تک کہ مرد کو شہوت نہ ہو اس لئے مفسد نماز بھی نہیں ہے۔ (۱۶) جس عورت کو اس کا خاوند طلاقِ رحمی دے چکا ہے اگر نماز کے اندر شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو طلاق سے رجعت ہو جائے گی۔ اور ایک روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی یہی مختار ہے کیونکہ نظر و فکر سے نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف اعضا کے فعل کے۔ (۱۷) اگر نماز پڑھنے میں اپنے سر یا ڈاڑھی میں تیل ڈالا یا اپنے سر پر گلاب لگایا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہ حکم اس وقت ہے جبکہ شیشی سے لے کر تیل سر پر ڈالا اور اگر تیل ہاتھ میں لگا ہوا ہے اس کو اپنے سر یا ڈاڑھی یا بدن سے پونچھ لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر اپنی ڈاڑھی یا سر میں کنگھی کی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱۸) اگر ایک رکن میں تین بار کھجلا یا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ اس وقت ہے جبکہ ہر بار ہاتھ اٹھا لیوے اور اگر ہر بار ہاتھ نہ اٹھائے یعنی ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دے تو یہ ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائیگا پس اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی بلا ضرورت ایک بار کھجانا مکروہ ہے۔ (۱۹) اگر نماز پڑھتے ہیں چراغ کی بتی اٹھائی یا چراغ میں بتی رکھ دی یعنی جو پہلے سے بتی ہوئی رکھی تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ یہ عمل قلیل ہے۔ (۲۰) اگر کسی نماز کے اندر بالوں کا جھوڑا (بالوں کا گچھا) باندھا تو نماز جاتی رہے گی۔ (۲۰) اگر کوئی شخص یا جاندار نماز پڑھنے والے کے آگے سے سجدہ کی جگہ سے گزر گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ گزرنے والا مرد ہو یا عورت یا کوئی جانور مثلاً گدھا ہو یا کتا وغیرہ ہو لیکن گزرنے والا اگر انسان ہے تو گنہگار ہوگا اور عام گزرگاہ میں سترہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ نمازی گنہگار ہوگا اور یہ نمازی کے آگے سے کسی آدمی کا گزرنایا نمازی کا سترہ نہ کرنا مکروہ ہے۔ سترہ کے مسائل کی تفصیل مکروہات کے بیان میں درج ہے۔

(۲) نماز کے اندر کھانا پینا مطلقاً نماز کو فاسد کر دیتا ہے خواہ جان کر ہو یا بھول کر تھوڑا ہو یا زیادہ بہانہ اگر باہر سے ایک تیل منہ میں لیا اور اس کو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہی اصح ہے اسی طرح اگر کوئی پانی

وغیرہ کا قطرہ یا اولیا برف کا ٹکڑا اس کے منہ میں چلا گیا اور وہ اس کو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن اگر نمازی کے دانتوں میں کچھ کھانا لگا رہ گیا تھا اور وہ نماز کی حالت میں اس کو نگل گیا وہ اگر چہ سے کم تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی مگر نکر وہ ہوگی اور اگر چہ کے برابر یا زیادہ ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہی اصح ہے اور اصول اس میں یہ ہے کہ جس چیز کے کھانے پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اس سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ یہی صحیح ہے اور یہی اولیٰ و اگرچہ اس کے مقابل بعض نے یہ کہا ہے کہ جب تک منہ بھر کر نہ ہو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کسی چیز کے چبانے سے جبکہ متواتر تین دفعہ یا زیادہ ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی تین دفعہ سے کم میں فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے۔ اگر چہ چبانے کے ساتھ کچھ حلق میں اتر گیا تو عمل قلیل کی صورت میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کسی کے منہ میں ہلیلہ (ہڑ) یا چھالیہ ہے تو اگر اس کو تین دفعہ سے کم چبایا اور اس میں سے کچھ بھی ٹوٹ کر حلق میں نہیں گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر حلق میں کچھ ٹوٹ کر چلا گیا تو اگرچہ تھوڑا سی ہو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر تین دفعہ یا زیادہ چبایا تو خواہ ٹوٹ کر حلق میں کچھ جائے یا نہ جائے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر چبایا نہیں اور وہ تھوک کے ساتھ اندر چلی گئی تو اگر وہ چیز نماز سے پہلے سے منہ کے اندر تھی تو اگر چہ کی مقدار سے کم ہوگی تو فاسد نہیں ہوگی ورنہ فاسد ہو جائے گی اور اگر نماز میں باہر سے لے کر منہ میں ڈالی تو تھوڑی مقدار سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کا تین دفعہ یا زیادہ چبانا یا باہر سے کسی چیز کا پیٹ میں جانا اگرچہ قلیل ہو مفسد نماز ہے لیکن اس کا صرف ذائقہ حلق میں جانا مفسد نماز نہیں ہے جب تک وہ اصل چیز بھی گھل کر ساتھ نہ جائے۔ مثلاً کسی نے نماز سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھائی اور نگل گیا پھر نماز میں داخل ہوا اور اس کی مٹھاس کا اثر جو منہ میں موجود تھا وہ تھوک کے ساتھ اندر جاتا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن اگر قند یا شکر یا مصری کو منہ میں رکھ لیا اور اس کو چبایا نہیں مگر نماز پڑھتے میں اس کی شیرینی گھل کر حلق کے اندر جاتی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر پان منہ میں دیا یا ہوا ہے اور اس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر گوند کو بہت سا (یعنی تین دفعہ یا زیادہ) چبایا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر کسی نمازی کے دانتوں سے خون نکلا اور وہ اس کو نگل گیا تو اگر تھوک اس پر غالب تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ غلبہ کی علامت یہ ہے کہ حلق میں خون کا مزہ محسوس ہو یہی حکم روزہ کے لئے بھی ہے۔ پس نماز روزہ توڑنے میں مزے کا اعتبار ہے اور وضو توڑنے میں رنگ کا۔ اسی میں احتیاط ہے۔

(۳) نماز کے اندر چلنا۔ اگر نماز کے اندر بلا عذر چلا تو اگر وہ متواتر کثیر چلا نماز فاسد ہو جائے گی خواہ قبلہ کی طرف سے سینہ نہ پھرے۔ اور کثیر غیر متواتر چلنا ہوا یعنی مختلف رکعتوں میں متفرق طور پر ہوا یا قلیل چلنا ہوا تو اگر قبلہ کی طرف سے پھر گیا۔ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ بلا ضرورت منافی نماز سرزد ہوا ہے ورنہ نہیں لیکن نکر وہ ہوگا کیونکہ جس کا کثیر ہونا نماز کو فاسد کرتا ہے اس کا قلیل بلا ضرورت نکر وہ ہے۔ اور اگر نماز کے اندر چلنا عذر کے ساتھ ہو تو اگر وہ نماز میں حدث ہونے کے بعد طہارت کے لئے چلنا ہو یا خوف کی نماز میں چلنا ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ نکر وہ ہوتی ہے خواہ وہ چلنا قلیل ہو یا کثیر اور خواہ قبلہ کی طرف سے پھر جائے یا نہ پھرے۔ اور خواہ مسجد سے باہر ہو جائے۔ اور اگر ان دو صورتوں کے

علاوہ ہوتا اگر اس چلنے کے ساتھ قبلہ سے پھر گیا۔ خواہ چلنا قلیل ہو یا کثیر نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر قبلہ کی طرف سے اس کا سینہ نہیں پھرا تو اگر قلیل ہے تو نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ مکروہ ہوتی ہے اور اگر کثیر متواتر ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر کثیر غیر متواتر ہو تو اس کے مفسد یا مکروہ ہونے میں اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مطلقاً نہ مفسد ہے نہ مکروہ جبکہ عذر کی وجہ سے ہو۔ کثیر کی حد مقتدی کے لئے ایک دم متواتر چلنے کے لئے دو صف کی مقدار ہے اس سے کم قلیل ہے پس اگر ایک دفعہ میں بقدر دو صفوں کے چلا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بقدر ایک صف کے چلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور کثیر غیر متواتر کی مثال یہ ہے کہ بقدر ایک صف کے چلا پھر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا پھر بقدر ایک صف کے چلا پھر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا تو اس طرح نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ بہت چلا ہو جب تک مکان مختلف نہ ہو جائے یعنی اگر مسجد میں ہے تو مسجد سے باہر نہ ہو جائے اور اگر میدان میں ہے تو جب تک صفوں سے باہر نہ ہو جائے اس کے بعد فاسد ہو جائے گی۔ جبکہ نمازی کی اصلاح کے لئے نہ ہو۔ امام کے لئے سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا کثیر ہے اور مفسد ہے کیونکہ اس کے ساتھ جو صف ملی ہوئی ہے اس کے درمیانی فاصلہ کی مقدار چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس سے زیادہ چلنے سے فاسد ہو جاتی ہے۔ اور منفرد کے لئے اس کے سجدہ کی جگہ کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس سے زائد مفسد ہے اور عورت کے لئے گھر مسجد کے حکم میں ہے اور بعض کے نزدیک میدان کے حکم میں ہے۔ قبلہ سے سینہ پھر جانے کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی خواہ چلے یا نہ چلے سوائے نماز میں حدت ہو جانے کے بعد طہارت کیلئے چلنے یا نماز خوف میں چلنے کے جیسا کہ اوپر اصول بیان ہوا۔ اگر مقتدی بلا عذر امام سے آگے بڑھ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر کسی شخص نے آگے کی کسی صف میں خالی جگہ دیکھی اور آگے بڑھ کر اس کو پُر کیا تو اگر وہ اس سے اگلی پہلی صف ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس سے اگلی دوسری صف ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۳، ۴) بھی عمل کثیر کی وضاحت ہو سکتے ہیں (مؤلف) اور یہ افعال و اقوال مذکورہ نماز کی شرط تحریمیہ کے منافی ہیں۔

(۴) نماز فرض ہونے کی شرطوں میں سے بھی کسی شرط کا مفقود ہو جانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے منجملہ ان کے نمازی کا اپنے دل میں مرتد ہو جانا ہے پس اگر کسی نے نماز کے اندر اپنے دل میں کفر کی نیت کی اگرچہ کچھ دیر بعد کے لئے کی ہو یا ایسے اعتقاد کی نیت کی جو کفر ہوتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ منجملہ ان کے نمازی کا نماز کے اندر مر جانا ہے اس کا نتیجہ امام کے حق میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر امام قعدۂ اخیرہ کے بعد مر گیا تو مقتدیوں کی نماز باطل ہوگی ان کو نئے سرے سے پڑھنی چاہئے منجملہ ان کے جنون و بیہوشی ہے اس کی تفصیل مریض کے بیان میں درج ہے۔

(۵) نماز کی حالت میں صحت نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا مفقود ہو جانا۔ منجملہ ان کے طہارت کا باقی نہ رہنا ہے اس کی بعض صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی جس کی تفصیل نماز میں حدت ہو جانے اور بنا بر استحلاف کے بیان میں آچکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر حدت جو عمدتاً کیا جائے مفسد نہ ہے مثلاً اگر کسی شخص نے عمدتاً کی اور وہ قے منہ پھر تھی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ عمدتاً منہ پھر سے کم قے کرنا مفسد نماز نہیں ہے اور بے اختیاری سے منہ پھر سے کرنا وضو کو توڑتا ہے

لہ قعدۂ اخیرہ کے بعد امام کی موت سے مقتدیوں کی نماز کا باطل ہونا بھی ان مسائل میں سے ہے جو مسائل اثنا عشریہ پر زائد کر کے گئے ہیں (ش)

اسی طرح موزوں پر مسح کرنے والے کا مدت مسح کے پورا ہونے کے گمان سے پھرنا وغیرہ میں نماز فاسد ہو جائے گی خواہ مسجد سے نہ نکلے جیسا کہ بتاوا اختلاف کے بیان میں مفصل آچکا ہے۔ اگر قبلہ سے صرف منہ پھیرا خواہ تھوڑا یا تمام لیکن سینہ نہیں پھیرا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر اپنا منہ پوری طرح دائیں یا بائیں دیر تک پھیرے رہا کہ دیکھنے والا اس کو یہ سمجھے لگے کہ وہ نماز میں نہیں ہے تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ منجملہ ان کے نیت میں تبدیلی کے ساتھ تکبیر کہنا ہو پس ایک نماز سے کسی اور دوسری نماز کی طرف تکبیر کہ کر منتقل ہوا تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور اس نے نئی تکبیر کہہ کر عصر کی یا کوئی نفل نماز شروع کر دی تو اس کی پہلی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اس کا دوسری نماز شروع کرنا صحیح ہو گیا پس اگر دوسری نماز کی نفل کی نیت سے تکبیر کہی تو نفل ہے اور اگر صاحب ترتیب نے نماز عصر کی نیت سے تکبیر کہی تب بھی نفل ہے اور اگر صاحب ترتیب نہیں ہے خواہ چھ یا زیادہ قضا نمازوں کے جمع ہونے کی وجہ سے یا تنگی وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگی تب بھی نماز عصر کی نیت سے تکبیر کہنے پر وہ پہلی نماز سے نکل گیا اور وہ دوسری نماز اس کی عصر کی شروع ہوگئی۔ اور وہ دوسری نماز کا پہلی نماز سے غیر موٹا کسی بھی لحاظ سے ہو خواہ منفرد اقتدا کی نیت کر کے تکبیر کہے یا اس کے برعکس یا ایک فرض سے دوسرے فرض کی طرف یا فرض سے نفل کی طرف یا نفل سے فرض کی طرف تکبیر کہ کر منتقل ہو سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ پس اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھتا ہو اور اس نے اسی نماز میں فرضوں کی نیت کر کے تکبیر کہی یا ظہر پڑھتے ہوئے تکبیر کہ کر جمعہ شروع کر دیا یا جمعہ پڑھتے ہوئے ظہر شروع کر دی تو پہلی نماز فاسد ہو کر دوسری شروع ہو جائے گی۔ اور اگر اسی نماز کی دوبارہ نیت کر کے تکبیر کہے گا تو وہ پہلی نماز ہی باقی رہے گی اور دوسری شروع نہیں ہوگی مثلاً اگر ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر نئے سرے سے اسی ظہر کی نیت کر کے تکبیر کہی تو جتنی نماز وہ پہلے پڑھ چکا ہے وہ فاسد نہ ہوگی پس اس رکعت کو نماز میں شمار کر کے پوری کرے اگر باقی نماز میں پہلی رکعت کو شمار نہ کیا اور اس کے حساب سے جہاں قعدہ اخیرہ ہوتا ہو وہاں نہ بیٹھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور ان مذکورہ بالا سب صورتوں میں یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دل سے نیت کر کے تکبیر کہی ہو اور اگر نیت کے الفاظ کو زبان سے بھی کہے گا تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی اور دوسری شروع ہو جائے گی مطلقاً یعنی خواہ وہ نماز وہی ہو یا کوئی اور ہو اس لئے کہ کلام پہلی نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور زبان سے نیت کرنا کلام میں داخل ہے۔ اگر کسی نے تنہا نماز شروع کی پھر کسی اور شخص نے اس سے اقتدا کر لیا اور انام نے اس کے سبب سے دوبارہ نماز شروع کر دی تو دوسری بار نماز شروع کرنے کا اعتبار نہیں ہوگا اور اسی پہلی بار کے شروع کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن اگر داخل ہونے والی عورت ہے تو پہلی نماز فاسد ہو کر دوسری شروع ہو جائے گی کیونکہ عورتوں کی امامت کی نیت سے نماز بدل گئی۔ اگر کسی نے اکیلے ظہر کی نماز شروع کی پھر تکبیر کہ کر کسی امام سے ظہر کی نماز میں اقتدا کی نیت کر لی تو پہلی نماز باطل ہو جائے گی اور اقتدا کے بعد کی شروع ہو جائے گی۔ اگر اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر وہی نماز جماعت سے پڑھی تو پہلی نماز باطل نہیں ہوگی (اور بعد والی جو جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہو جائے گی اور وہ جماعت سے نفل پڑھنے کا ثواب پالے گا لیکن یہ صرف ظہر اور عشا میں کر سکتا ہے فجر اور عصر میں اس لئے نہیں کہ ان کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے

اسی مختصری مختار و مفرد ہونے کی نیت سے تکبیر کہی

اور مغرب میں اس لئے نہیں کہ تین رکعت نفل نہیں ہوتے۔ (مؤلف) — کسی نے ظہر کی نماز کی چار رکعتیں پڑھیں جب سلام پھیرا تو یاد آیا کہ ایک سجدہ بھول گیا پھر بغیر نمازی نماز فعل کے کھڑا ہوا اور نئے سرے سے نماز شروع کر دی اور چار رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا تو اس کی ظہر کی نماز اگلی و پچھلی دونوں فاسد ہو گئیں اس لئے کہ اس کی دوبارہ ظہر میں داخل ہونے کی نیت لغو ہے اور وہ پہلی نماز سے باہر نہیں ہوا پس جب اس نے ایک رکعت اور پڑھ لی تو فرض نماز کے فارغ ہونے سے پہلے فرض اور نفل کو ملا دیا اس لئے ظہر کی نماز فاسد ہو گئی اس کو چاہئے تھا کہ کھڑا نہ ہوتا بلکہ نماز کا رہا ہوا سجدہ کر کے قعدہ کرتا اور پھر سجدہ سہو کر کے قعدہ کرتا اور سلام پھیرتا اور اگر کھڑا ہو گیا تھا تو اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے کسی وقت بھی لوٹ آتا اور سجدہ نماز اور قعدہ اور سجدہ سہو و قعدہ کر کے بدستور نماز پوری کر لیتا تو اس کی نماز ظہر صحیح ہو جاتی — کوئی شخص مغرب کی دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ میں بقدر تشہد بیٹھا اور اس کو یہ گمان ہوا کہ نماز پوری ہو گئی اور سلام پھیر کر کھڑا ہو گیا اور مغرب کی سنتوں کی دل سے نیت کر کے تکبیر کہہ کر سنتوں میں داخل ہو گیا تو خواہ سنتوں کی پہلی رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو مغرب کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ فرض سے فارغ ہونے سے پہلے وہ نفل میں داخل ہو گیا — لیکن اگر مغرب کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا پھر اس کو یاد آ گیا کہ نماز پوری نہیں ہوئی اور اس نے یہ سمجھا کہ اب سلام پھیرنے کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہے اور کھڑے ہو کر اس نے دوبارہ اللہ اکبر کہا اور تین رکعتیں پڑھیں تو اگر ایک رکعت سے بعد بقدر تشہد بیٹھا گیا تو مغرب کی پہلی نماز صحیح ہو گئی اس لئے کہ یہ اس کا آخری قعدہ تھا جو ادا ہو گیا اور اگر ایک رکعت کے بعد نہیں بیٹھا تو بوجہ ترک قعدہ اخیرہ کے نماز فاسد جائے گی — اگر مغرب کی نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھ کر اس کو یہ گمان ہوا کہ اس نے شروع کی تکبیر نہیں کہی تھی اور نئے سرے سے نماز شروع کی اور تین رکعتیں پڑھیں تو اس کی نماز جائز ہوگی اور اگر دو رکعتیں پڑھ کر یہ گمان ہوا کہ اس نے شروع کی تکبیر نہیں کہی ہے اور پھر نئے سرے سے نماز شروع کی اور تین رکعتیں پڑھیں تو اس کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے نئے سرے سے نماز شروع کر کے ایک رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو اس لئے کہ اس سے قعدہ اخیرہ ترک ہوا ہے اور وہ فرض کے تمام ہونے سے پہلے نفل میں داخل ہو گیا۔ (اگر زبان سے بھی نیت کرے گا تو ان سب صورتوں میں نماز مطلقاً فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا) باقی نیت کے متعلق مفصل بیان نماز کی شرطوں میں نیت کے بیان میں آچکا ہے اور اسی طرح دیگر نماز کی شرطوں کی تفصیلات وہاں الگ الگ عنوان سے آچکی ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

(۶) صحت نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا بلا عذر چھوڑنا مثلاً وضو یا استنابت یا استقبال قبلہ بلا عذر نہ کیا تو نماز فاسد ہوگی اور عذر کے ساتھ ہو مثلاً ستر کے لئے کپڑا موجود نہ ہونا نجاست کو پاک کرنے کی چیز نہ ہو یا استقبال قبلہ پر قادر نہ ہونا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۷) نماز کے ارکان میں سے کسی رکن یعنی فرض کا عجز یا سہواً ترک ہو جانا اور سلام پھیرنے سے پہلے اس کو ادا نہ کرنا جیسا کہ ایک سجدہ چھوڑ دیا، یا بلا عذر قرابت یا رکوع ترک کر دیا اور سلام پھیرنے تک اس کو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت قعدہ اخیرہ کے بعد یاد آیا اور پھر اس کو کیا تو اگر قعدہ کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۸) پوری رکعت کی زیادتی سے نماز فاسد ہو جاتی ہے رکن کی زیادتی سے فاسد نہیں ہوتی پس اگر کسی رکن کو زیادہ کیا مثلاً نماز میں رکوع یا سجدہ زیادہ کر دیا تو نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح اگر دو رکوع یا دو سجدے یا اس سے زیادہ بڑھا دیئے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر نماز پوری کرنے سے پہلے ایک رکعت پوری زیادہ کر دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر امام نے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا اور جب ایک سجدہ کر کے سر اٹھا یا تو ایک اور شخص آ کر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں اس کے ساتھ داخل ہو گیا اور اس نے امام کے ساتھ دوسرے سجدے میں شریک ہونے کی بجائے پہلے رکوع اور دو سجدے کئے اور پھر وہ امام کے ساتھ شریک ہوا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس نے پوری ایک رکعت یعنی رکوع و دو سجدے بڑھا دیئے لیکن اگر امام پہلے سجدے میں تھا اور کسی نے تکبیر تحریمہ کہہ کر پھر رکوع کیا اور پھر پہلے سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو اب اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ پوری ایک رکعت کی زیادتی نہیں ہوئی۔

(۹) کسی واجب کا عمداً ترک کرنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس کی تفصیل واجبات نماز میں درج ہے۔

(۱۰) مقتدی کا اپنے امام سے پہلے کسی رکن کو کر لینا اور پھر اس میں اس کا شریک نہ ہونا منفسد نماز ہے کیونکہ جو پہلے ادا کیا وہ حساب میں نہیں آتا اور امام کے ساتھ شریک نہ ہونے سے اس رکن کا ترک لازم آئے گا جو منفسد ہے مثلاً مقتدی نے امام سے پہلے رکوع کر لیا اور امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اپنا سر اٹھا لیا پھر اس رکوع کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد دوبارہ نہ کیا یہاں تک کہ امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ سلام سے پہلے فساد کا حکم نہیں لگے گا اس لئے کہ وہ اس کے ادا پر قادر ہے اور اسی طرح ہر معنائی نماز فعل کے پہلے تک فساد کا حکم نہیں لگے گا کیونکہ ابھی وہ ادا پر قادر ہے۔ اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہوتی ہیں (۱) اگر ہر رکعت میں اپنے امام سے پہلے رکوع و سجدہ کیا تو اس کو امام کے سلام کے بعد ایک رکعت بلا قرأت ادا کرنی پڑے گی۔ (دوم) اگر رکوع امام کے ساتھ کیا اور سجدہ پہلے کیا تو اس کو دو رکعتیں لازم ہوں گی۔ (سوم) اگر رکوع پہلے کیا اور سجدہ ساتھ کیا تو چاروں بلا قرأت قضا کرے۔ (چہارم) اگر رکوع و سجدہ امام کے بعد کیا تو نماز صحیح ہے (پنجم) اور اگر رکوع و سجدہ پہلے کر کے پھر امام کو ان دونوں میں پالیا تب بھی صحیح ہے لیکن مکروہ ہے۔

(۱۱) مسبوق کا سجدہ سہویں اپنے امام کی پیروی اس وقت کرنا جبکہ وہ امام سے الگ ہو چکا ہو یعنی قدرتشد قعدہ کے بعد امام کے سلام سے پہلے یا بعد اٹھ کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا اور اس کا سجدہ کر چکا تو اس وقت امام کو سجدہ سہویا دیا اور اس نے سجدہ ہو کیا تو اب اگر وہ مسبوق سجدہ سہویں امام کی متابعت کر لگا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اپنی رکعت کا سجدہ کرنے سے اس کا امام سے الگ ہونا مستحق ہو گیا اور اگر ایسا اپنے امام سے الگ ہونا اس کا مستحق نہیں ہوا اور وہ اپنی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے تک مستحق نہیں ہوتا تو اب اس کو اپنے امام کی متابعت سجدہ سہویں لازم ہے لیکن اگر متابعت نہ کرنے بلکہ اپنی بقیہ نماز قضا کرنے کے بعد سجدہ سہویں کر لے تب بھی جائز ہے اور نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۱۲) جس رکن کو نیند کی حالت میں کیا اگر اس کو دوبارہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس میں ترک شرط پایا جاتا ہے۔
 (مثلاً نماز پڑھتے ہوئے کسی رکن میں سو گیا اور پورا رکن سوتا رہا تو جب جاگے اور اس پر آگاہ ہو تو اس رکن کو دوبارہ ادا کرے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ حکم استوجاب سے جبکہ شروع رکن میں سو گیا اور پورا رکن سونے کی حالت میں ادا کیا لیکن اگر اس رکن میں جاگے ہو تو داخل ہو اور پھر اس رکن میں سو گیا تو وہ رکن شمار کیا جائے گا۔)
 (۱۳) قرآن مجید کی قرات میں غلطی کا ہو جانا اس کی تفصیل قاری کی لغزشوں کے بیان میں درج ہے۔
 (۱۴) عورت کا مرد کے کسی عضو سے محاذی کھڑا ہونا اس کی تفصیل مقتدی کے مقام کے بیان میں الگ عنوان سے درج ہے۔
 (۱۵) امام کا مسجد سے بلا خلیفہ بنائے ہوئے نکل جانا یا ایسے آدمی کو خلیفہ بنانا جو اس کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یا حدیث کے ساتھ کوئی رکن ادا کرنا یا رکن کی مقدار توقع کرنا وغیرہ ان مفسدات نماز کی تفصیل نماز میں حد ہونا اور بنا اور استخلاف و مسائل اثنا عشریہ کے بیان میں درج ہے۔

ان چیزوں کا بیان جو نماز میں مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں

مکروہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مکروہ تحریمی جس کی مانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو یہ واجب کے بالمقابل ہے پس ترک واجب مکروہ تحریمی ہے اور یہ حرام کے قریب ہے۔ (۲) مکروہ تنزیہی جو تحریمی نہ ہو بلکہ اس سے کم درجہ کا ہو اور یہ سنت اور ادنیٰ و مستحب کے بالمقابل ہے پس ترک سنت مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ ہے اور حلال کے قریب ہے۔ لیکن مکروہ تنزیہی میں مراتب ہیں مستحب و سنت کے مراتب کے اعتبار سے بعض مؤکد تر ہیں اس لئے ان کے خلاف کرنا بھی مکروہ تنزیہی شدید اور تحریمی کے قریب پہنچ جاتا ہے اور اسی طرح بعض مکروہ تحریمی شدت کی وجہ سے حرام کے قریب پہنچ جاتے ہیں اور بعض سنتیں تاکید کی وجہ سے واجب کے قریب اور واجب فرض کے قریب پہنچ جاتے ہیں فافہم۔ پس مکروہ تحریمی و تنزیہی کا علم واجبات و سنن و مستحبات کے علم سے باسانی ہو سکتا ہے تاہم اس بیان میں بھی نماز کے مکروہات کی وضاحت درج ہے۔

(۱) سدلِ ثوب یعنی کپڑے کو بغیر پینے ہوئے سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ لٹکتا رہے مکروہ تحریمی ہے۔ اور کپڑے کا خلاف عادت و دستور یعنی اہل تہذیب کے طریقہ کے خلاف استعمال کرنا بھی سدل میں داخل ہے۔ پس اگر کپڑے پینے اور اس کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے یا بغیر پینے یونہی پیٹھ پر ڈال کر اس کی آستین کندھے کے اوپر سے سینے پر لٹکالے یا چادر یا شال یا رضائی کبیل وغیرہ اوڑھے اور اس کے دونوں سرے لٹکتے رکھے کندھے پر ایک سمرانہ ڈالے، یہ سب صورتیں سدل یعنی کپڑا خلاف عادت لٹکانے میں داخل ہیں اور مکروہ تحریمی ہیں۔ اگر چادر وغیرہ کا ایک سر اوڑھے پر ڈال لیا اور دوسرا سر اٹک رہا ہے تو مکروہ نہیں ہے اگر رومال سر پر یا دونوں کندھوں پر لٹکتا ہو ڈال لیا مکروہ تحریمی ہے اگر رومال وغیرہ ایک ہی کندھے پر اس طرح ڈالا کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹھ پر جیسا کہ عموماً اس زبانی میں چلتے وقت کندھے پر رومال ڈال لیتے ہیں بعض کے نزدیک مکروہ ہے بعض کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور نماز سے باہر صحیح یہ ہے کہ اگر تکبر کے لئے نہ ہو تو مکروہ

لہ اور وہ اختیار یعنی ہر رکن کا چاگے میں ادا کرنا ہے۔ لہ یعنی قیام یا قرات یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ۔

نہیں ہے اور گلوبند (مفلر) وغیرہ کا بھی حکم ہے کہ اگر بغیر لیٹے دونوں سرے کندھوں کے اوپر سے سینے پر لٹکے ہوئے ہیں تو مکروہ ہے لیکن اگر گلے میں لیٹنے کے بعد دونوں سرے آگے ہوں تو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ عام عادت کے مطابق ہے۔ اگر قبا کو دونوں کندھوں پر ڈالے اور اپنے ہاتھ اس کی آستینوں میں نہ ڈالے یعنی اس کی آستین میں بغلوں کے پاس جو کشادگی رکھی ہوتی ہے جیسا کہ روحی قباؤں میں ہوتا ہے اس میں سے ہاتھ نکال کر آستین کے پیچھے پشت پر ڈال لے تو یہ بھی سدل میں داخل ہے اور مکروہ تحریمی ہے برابر ہے خواہ اس قبا کے نیچے قمیص ہو یا نہ ہو۔ اگر نمازی نے فرجی (فرگل) ایک لباس جو قمیص کے اوپر پہنا جاتا ہے (یا شقہ) ایک لباس جو آگے سے کھلا ہوتا ہے جیسے کوٹا، چکن، چوغہ وغیرہ) پہنا ہوا ہو اور ہاتھ آستینوں میں نہ ڈالے تو بعض کے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ ہے کیونکہ اس صورت میں بھی سدل پایا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے ہمیں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ پکڑ لے لیکن مناسب یہ ہے نہ پکڑے کیونکہ یہ کپڑے کو اٹھانا اور ہاتھوں کی سنت کے خلاف مشغول کرنا ہے پس اس میں دوہری کراہت ہے ایک ہاتھ آستین میں نہ ڈالنا دوسرے اس کو اٹھانا۔ اور اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ قبا یا چکن چوغہ وغیرہ کو آستینیں ہاتھوں میں ڈال کر پہنے ہوئے ہو اور آگے سے کھلا ہوا ہو یعنی درمیان سے اس کو رومال یا پٹکے وغیرہ سے نہ باندھا ہو اور نہ ٹن وغیرہ سے بند کیا ہو تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں صحیح یہ ہے کہ اگر اس کے نیچے قمیص وغیرہ ہے جو بدن کو چھپالے تو مکروہ نہیں اور اگر اس کے نیچے قمیص وغیرہ نہیں تو مکروہ ہے۔ نماز سے باہر سدل کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تحریمی نہیں ہے صحیح ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے *۔ قمیص کے دامن یا صافہ (عمامہ) کے شملہ وغیرہ کا لٹکنا سدل میں داخل نہیں ہے کیونکہ یہ عادت کے موافق پہننے میں داخل ہے۔

(۲) کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ وہ اس کے بدن پر سر سے پاؤں تک مثل جھولی کے ہو جائے اور کوئی جانب ایسی اٹھی ہوئی نہ ہو جس سے ہاتھ باہر نکلیں مکروہ ہے۔ نماز کے علاوہ بھی بے ضرورت اس طرح کپڑے میں لپٹنا نہ چاہئے اور خطرہ کی جگہ سخت مکروہ ہے۔

(۳) آستین کہنیوں تک چڑھا کر یا دامن چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اگر نماز شروع کرنے سے پہلے کسی کام کے لئے پاؤں کو کرنے کے لئے آستین چڑھائی تھی اور اسی طرح نماز پڑھنے لگا تو *۔ اور اگر نماز میں شامل ہونے اور رکعت لینے کی جلدی میں آستین نہ اتاری اور جماعت میں شامل ہو گیا تب بھی حکم ہے اور اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عمل قلیل سے آستین اتار لے۔ اگر نماز کے اندر آستین چڑھائی تو اگر کہنیوں تک چڑھائی تو بوجہ عمل کثیر کے مفسد ہے اور اس سے کم چڑھائی تو مفسد نہیں مگر مکروہ ہے۔ اگر ایسی قمیص یا کرتہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھی جس کی آستینیں کہنیوں سے اوپر تک بنی ہوئی ہیں اور کہنیوں تک ہاتھ نہ لگے ہیں تب بھی مکروہ تحریمی ہے۔

اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں۔

مطلقاً مکروہ تحریمی ہے (شروط)

* اس سے بچنا اچھا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بغیر عذر ہو پس اگر عذر سے ہو اور تکبر نہ ہو تو مطلقاً مکروہ نہیں اور اگر عذر سے ہو اور تکبر بھی ہو یا بلا عذر بعض تکبر سے ہو

(۴) کسی کے پاس گرتے موجود ہے اور وہ صرف پانچامہ یا تہم پہن کر نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔

(۵) اگر عمامہ (صاف) وٹوپی وغیرہ ہوتے ہوئے سستی کی وجہ سے یا نماز کے لئے سر ڈھانپنے کو اہم نہ سمجھنے کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے تو مکروہ ہے اور اگر نعوذ باللہ نماز کی اہانت و تحقیر کے لئے ہو تو کفر ہے اور اگر عاجزی اور خشوع کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ بعض کے نزدیک بہتر ہے لیکن اولیٰ پھر بھی یہی ہے کہ سر ڈھانپ کر پڑھے اور دل کے ساتھ خشوع خضوع کرے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ خشوع دل کا فعل ہے اور ننگے سر ہونا وغیرہ افعال جوارح اس کے معاون ہیں لیکن نماز کے اندر ان کا نہ ہونا بہتر ہے اور اگر خشوع ہی کی جہت سے یہ بات پیدا ہو جائے تو اس کا مستحسن ہونا مناسب ہے اگر کسی اور عذر سے ایسا کرے تب بھی مکروہ نہیں۔ اگر گرمی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی تب بھی مکروہ ہے اس کو عذر نہ بنائے۔

(۶) عمامہ (صاف) یا روباہ اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سے سر کھلا ہوا ہو مکروہ ہے نماز کے علاوہ بھی اس طرح عمامہ باندھنا مکروہ ہے۔ (۷) بزنس (ایک قسم کی اونچی ٹوپی جو عیسائی پہنتے تھے) پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور خود روزہ پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے اور لڑائی میں نماز کے وقت اس کا پہننا مکروہ نہیں ہے۔

(۸) کپڑے کو اس طرح پہننا کہ اس کو دائی بغل کے نیچے سے لیکر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈالے یہ بھی مکروہ ہے۔

(۹) میلے کچیلے کپڑوں میں یعنی ایسے کپڑوں میں جن کو پہن کر دوسرے بڑے لوگوں کے پاس نہ جاوے اور کام کرنے کے کپڑوں میں نماز پڑھنا جبکہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

(۱۰) نیازیں ناک اور منہ ڈھانک لینا (یعنی ڈھانٹھا باندھ لینا) مکروہ ہے۔

(۱۱) نماز پڑھنے والے کو اپنے کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن سے کھیل کر نایا سجدے میں جاتے وقت اپنے سامنے یا پیچھے سے کپڑا سمیٹنا (اور پٹھانا مکروہ تحریمی ہے خواہ عادت کے طور پر ہو یا کپڑے کو مٹی میں بھرنے سے بچانے کے لئے ہو اور ضرورت کیلئے نماز میں عمل قلیل کرنا پڑے تو جائز ہے۔ مثلاً نماز میں اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھنا یا کپڑے کو دائیں یا بائیں سے جھٹکا دینا کہ رکوع میں یا سجدے سے اٹھتے وقت اس کے بدن سے نہ لپٹ جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ جو کام نمازی کے لئے مفید ہو اور اس کو اسکی ضرورت ہو تو اس کے کرنے سے جبکہ عمل کثیر نہ ہو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہوا ہے کہ آپ نے پیشانی سے پسینہ پونچھا ہے اور جب سجدہ سے کھڑے ہوتے تھے تو کپڑے کو دائیں یا بائیں جانب جھاڑتے تھے اسی طرح ضرورت کے وقت بدن کو کھجلا نا جائز ہے جبکہ ایک ہی رکن میں تین بار یا اس سے زیادہ نہ ہو اس طرح کہ ہر دفعہ ہاتھ کو اٹھالے کیونکہ یہ عمل کثیر ہو کر مفسد نماز ہے اور جو کام نماز میں مفید نہیں وہ نماز میں مکروہ ہے۔ نماز کے اندر اگر ناک سے رطوبت نکلی تو اس کو زمین پر گرنے دینے سے پہلے پونچھ دینا اولیٰ ہے جبکہ عمل قلیل کے ساتھ ہو اور اگر سجدہ کے اندر ہے تو ضروری ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیشانی سے پونچھنا مکروہ نہیں اور نماز کے اندر اگر اس کو اس سے ضرر تھا اور نماز میں خلل پڑتا تھا تو مضائقہ نہیں اور اگر خلل نہیں پڑتا تھا تو نماز کے اندر مکروہ ہے کیونکہ یہ پھر سجدہ کرے گا اور وہ پھر لگے گا اس لئے یہ فعل عبث ہوا آخری

لہ اسلئے کہ وہ قلیل نجاست اور میل کچیل سے خالی نہیں ہوتے۔

تشریح میں سلام سے پہلے پونچھنا مکروہ نہیں اور اس کا چھوڑنا افضل ہے۔ نماز کے باہر عیث یعنی اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا اور بے فائدہ کام اور باتوں کا کرنا مکروہ تشریحی و خلاف اولیٰ اور حسن اسلام کے منافی ہے (بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من حَسَنِ الْإِسْلَامِ الْمَرْءُ تَرَكَ مَا لَا يَعْنِيهِ الْحَدِيثُ یعنی آدمی کے اسلام کی خوبی ہے کہ بے فائدہ کاموں کو ترک کرے)۔

(۱۲) نماز میں ٹوپی یا کرتا کا اتارنا یا ان کو پہننا یا موزہ کا نکالنا اگر عمل قلیل سے ہو تو بلا ضرورت مکروہ ہے مثلاً صافہ یا ٹوپی اپنے سر سے اٹھا کر زمین پر رکھا یا زمین سے اٹھا کر سر پر رکھا تو نماز فاسد نہیں ہوتی مگر مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو مکروہ نہیں مثلاً نماز میں ٹوپی یا صافہ گر پڑا تو اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے جبکہ عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑے اگر عمل کثیر کی ضرورت پڑے مثلاً صافہ کو لپیٹنا پڑے یا بار بار اٹھانا پڑے تو نہ اٹھائے اور چھوڑ دے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر نہ اٹھانے میں خشوع مقصود ہو تو نہ اٹھانا افضل ہے۔ صرف ٹوپی سے بغیر عمامہ (صافہ) کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں اگرچہ امام ہی ہو اور عمامہ کے ساتھ پڑھنا افضل ہے (اور ایک روایت کے بموجب عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا بغیر عمامہ کے مقابل سترگنا زیادہ ثواب ہے مؤلف) ٹوپی پر بجائے عمامہ کے تولیہ یا رونال بانڈھ کر نماز پڑھنا ناجائز ہے اور مکروہ نہیں ہے بلکہ اس پر عمامہ کا اطلاق ہو کر بانڈھنے والا ثواب کا مستحق ہوگا (فتاویٰ رشیدیہ)۔ کاغذ کی ٹوپی سے نماز مکروہ ہے (فتاویٰ رشیدیہ)۔

(۱۳) عمامہ کی کور (چیچ) پر سجدہ کرنا مکروہ تشریحی ہے۔ جبکہ تکبر کی وجہ سے پیشانی یا عمامہ کو مٹی بچانے کے لئے ہو لیکن اگر زمین سے ہو مثلاً گرمی یا سردی کے بچاؤ کے لئے یا زمین کی سختی کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ اور یہ مکروہ ہونا اس وقت ہے جبکہ وہ زمین کی سختی معلوم ہونے میں مانع نہ ہو اور اگر اتنا موٹا اور بلا ٹم چیچ ہے کہ اس کے نیچے زمین کی سختی معلوم نہیں ہوتی تو ہرگز نماز جائز نہیں ہوگی، صرف پیشانی پر سجدہ کرنا اور ناک نہ لگانا بلا عذر مکروہ ہے عذر کے ساتھ مکروہ نہیں۔

(۱۴) اگر اپنی آستین بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو اگر آستین اس لئے بچھائی کہ منہ کو خاک نہ لگے تو مکروہ ہے اور اگر اس واسطے بچھائی کہ اس کے عمامہ اور کپڑوں کو خاک نہ لگے یا گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے ایسا کیا تو مکروہ نہیں ہے۔ کوئی شخص زمین پر نماز پڑھتا ہے اور کسی نے ایک کپڑا اس کے آگے بچھا دیا وہ اس پر سجدہ کرتا ہے تاکہ زمین کی گرمی سے بچے تو مصلحتاً نہیں۔

(۱۵) سجدہ میں پاؤں کو ڈھکنا مکروہ ہے اگر کوئی شخص تنہا نفل پڑھتا ہے تو اس کو مصلحتاً نہیں۔

(۱۶) اسبال یعنی کپڑے کو حد غادت سے بہت زیادہ لمبا رکھنا مکروہ تحریمی اور منع ہے۔ دامنوں اور پائپوں میں اسبال یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو اور آستینوں میں انگلیوں سے نیچے اور عمامہ میں یہ کہ بیٹھنے میں دبے (پس ان صورتوں سے نماز کے اندر اور باہر رہنے لازمی ہے)۔

(۱۷) کسی ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جس میں بقدر معافی نجاست ہو مثلاً نجاست غلیظہ ایک درجہ سے زیادہ نہ ہو یا خفیفہ چوتھے حصہ سے زیادہ نہ ہو (اس کی تفصیل نجاست سے پاکی کے بیان میں درج ہے)۔

(۱۸) نماز میں سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کا ہٹانا مکروہ ہے لیکن اگر ان کی وجہ سے سنت کے مطابق پورا سجدہ نہ ہو سکے

یعنی پوری پیشانی نہ لگ سکے تو ایک یا دو بار ہٹا دینے میں مضائقہ نہیں اور تین دفعہ ہٹانے میں عمل کثیر ہو کر نماز فاسد ہو جائے گی ظاہر روایت کے بموجب ایک بار ہٹائے اور بہتر یہ ہے کہ نہ ہٹائے اور اگر بغیر ہٹائے پیشانی بقدر واجب رکھنا بھی ممکن نہ ہو تو کنکریوں کا ہٹانا واجب ہے اگرچہ ایک بار سے زیادہ کی ضرورت پڑے۔

(۱۹) نماز کے اندر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا اور انگلیاں چٹخانا مکروہ تحریمی ہے۔ اور انگلیاں چٹخانا یہ ہے کہ ان کو دبائے یا کھینچے کہ ان میں سے آواز نکلے۔ خواہ نماز کی انتظار میں مسجد میں بیٹھا ہو یا نماز کے لئے جاتے وقت ایسا کرے تب بھی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث پاک میں ان مواقع میں ممانعت آئی ہے۔ حالت نماز کی مذکورہ صورتوں کے علاوہ نماز سے باہر انگلیاں چٹخانا یا انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا اگر ضرورت کی وجہ سے ہو مثلاً چوڑوں کو آرام دینا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور بطور کھیل کے ہو جیسے بچہ ڈالنا وغیرہ تو مکروہ تنزیہی ہے۔ نماز میں عمل قلیل سے انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔

(۲۰) اپنے بالوں کا سر پر چوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ بالوں کو سر پر جمع کر کے کسی چیز ڈوری یا دھجی سے باندھ لے کہ کھل نہ جائیں یا گوند سے چکالے یا عورتوں کی طرح مینڈھیاں گوندھ کر سر کے گرد باندھ لے یا سر کے پیچھے یعنی گدی پر بالوں کو جمع کر کے کسی ڈوری یا دھجی وغیرہ سے باندھ لے تاکہ سجدہ میں زمین پر نہ گریں تو یہ سب صورتیں مکروہ ہیں احادیث کے بموجب یہ کراہت تحریمی ہونی چاہئے لیکن اجماع اس پر ہے کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر نماز کے اندر بالوں کا چوڑا باندھے گا تو وجہ عمل کثیر کے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۱) نماز میں کوٹھے (پہلو) پر یا کسی اور عضو کو کھ یا کمر پر اپنا ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور نماز کے علاوہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (۲۲) دائیں بائیں کو اس طرح دیکھنا کہ کچھ یا تمام منہ (چہرہ) قبلہ کی طرف سے پھر جاوے مکروہ تحریمی ہے لیکن نماز فاسد نہیں ہوتی جب تک سینہ نہ پھرے اور سینے کو بلا عذر پھرنا نماز کو فاسد کرتا ہے اور اگر بغیر سینہ پھیرے صرف منہ دائیں یا بائیں زیادہ دیر تک رکھا کہ دور سے دیکھنے والا سمجھے کہ یہ نماز میں نہیں ہے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی (جس کی تفصیل مفسدات نماز میں درج ہے) اور بغیر منہ پھیرے صرف گوشہ چشم (کنکھیوں) سے ادھر ادھر دیکھنا بلا ضرورت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کبھی ضرورت کی وجہ سے ہو تو مباح ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔

(۲۳) نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(۲۴) نماز میں قصداً جانی لینا مکروہ تحریمی ہے بوجہ فعل عبت ہونے کے۔ اور اگر خود بخود آئے تو مضائقہ نہیں جہا تک ہو سکے اس کو روکنا مستحب ہے اور اگر اس کو نہ روکے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ نماز کے اندر روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہونٹ کو دانتوں سے دبائے اور اگر غالب ہو تو ہاتھ یا آستین منہ پر رکھ لے اگر قیام کی حالت میں جمائی آئے تو دائیں ہاتھ سے منہ بند کرے یعنی اس کو اختیار ہے کہ دائیں ہاتھ کی پشت یا اندرونی حصہ منہ پر رکھ لے اور قیام کے علاوہ نماز کی کسی اور حالت میں آئے تو بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ کر بند کرے۔ جب تک ہونٹ کو دانتوں سے دبا کر روک سکتا ہے ہاتھ یا آستین سے روکنا مکروہ ہے۔

نماز کے علاوہ بھی جمائی لینا مکروہ ہے (فائدہ کا :- جمائی امتلا بعد اور ثقل بدن سے پیدا ہوتی ہے اور اسی لئے یہ شیطان کی طرف سے ہے یعنی شیطان اس میں مداخلت کرتا ہے کماورد فی الحدیث۔ انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں علماء کرام نے جمائی روکنے کی مجرب ترکیب یہ لکھی ہے کہ اس وقت اپنے دل میں سوچے کہ انبیاء علیہم السلام نے جمائی نہیں لی اور وہ اس سے محفوظ ہیں) — (۲۵) نماز میں انگڑائی لینا (یعنی سستی اتارنا) مکروہ تنزیہی ہے۔

(۲۶) نماز میں آنکھوں کا بند کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر آنکھیں گھلی رکھنے میں ایسی چیزوں کے دیکھنے سے جو دل کو منتشر کرتی ہیں خشوع میں فرق آتا ہو اور آنکھیں بند کرنے سے خشوع ہوتا ہو اور دل خوب لگتا ہو تو کوئی گراہت نہیں ہے بلکہ بہتر ہے (لیکن تمام نماز آنکھیں بند کر کے نہ پڑھے بلکہ حسب ضرورت بند کر لیا کرے ورنہ کھولے رکھے اور نگاہ کو مستحب طریقے پر رکھے جیسا کہ مستحبات نماز میں بیان ہوا یہی انسب طریقہ ہے۔ مؤلف)

(۲۷) پیشاب یا پاخانہ یا دونوں کی شدت یعنی دباؤ معلوم ہونے وقت یا غلبہ ریح کے وقت نماز میں داخل ہونا مکروہ تحریمی ہے پس ان سے فارغ ہو کر نماز پڑھے۔ اور نماز کے اندر ان چیزوں کا غلبہ ہو جائے اور دل کو مشغول کریں تب بھی نماز پڑھتے رہنا مکروہ تحریمی ہے پس اس کو چاہئے کہ نماز کو توڑ دے اور ان حاجات سے فارغ ہو کر وضو کر کے پھر نماز پڑھے اگر اسی طرح پڑھتا رہے گا تو گنہگار ہوگا اور نماز گراہت تحریمیہ کے ساتھ ادا ہو جائے گی یعنی اس کا لوٹنا واجب ہوگا۔ اور یہ حکم تمام نمازوں کیلئے یکساں ہے خواہ وہ فرض ہوں یا واجب و سنن و نوافل لیکن نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو اسی طرح پڑھ لے۔ اگر جماعت جاتے رہنے کا خوف ہو تب بھی ان ضروریات سے فارغ ہو کر نماز پڑھے خواہ جماعت سے بانہ لے اور اگر فرض و واجب نماز کا وقت اتنا تنگ ہو کہ اگر قضا کے حاجت کر کے وضو کرنے تک وقت جاتا رہے گا تو اسی حالت میں وقت کے اندر نماز پڑھ لے قضا نہ کرے کیونکہ وقت کی رعایت مقدم ہے اور گراہت کے ساتھ ادا کرنا بالکل قضا کرنے سے اولیٰ ہے۔ اور اگر قلب کو مشغول نہ کرے تو نماز کا توڑنا مستحب ہونا چاہئے بلکہ اس حالت میں توڑنے کی ضرورت بھی نہیں جیسا کہ شامی ہیں۔

(۲۸) نماز میں دامن یا آستین سے اپنے آپ کو ہوا کرنا مکروہ ہے لیکن جب تک عمل کثیر یعنی تین بار نہ ہو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اپنے آپ کو سینکھا جھلنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ دور سے دیکھنے والا اس کو نماز میں نہیں سمجھے گا۔

(۲۹) نماز میں قصداً بلا عذیباً بلا غرض صحیح کھانا سنا اور کھنکارنا مکروہ ہے جبکہ حرف ظاہر نہ ہوں اور اگر حرف ظاہر ہو گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر مجبور ہے یا اصلاح نماز کیلئے ہو تو مفسد یا مکروہ نہیں خواہ حرف ظاہر ہوں یا نہ ہوں (تفصیل مفسدات نماز میں درج ہے)۔

(۳۰) نماز میں تھوکتا اور ناک سنکنا مکروہ ہے۔

(۳۱) نماز میں تشہد اور دونوں سجدوں کے درمیان اقعاً یعنی گتے کی طرح بیٹھا مکروہ تحریمی ہے اور اقعاً کی تشریح میں اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ دونوں سرین زمین پر رکھ کر بیٹھے اور دونوں رانوں کو کھڑا کر کے پیٹ سے اور دونوں گھٹنے چھاتی سے لگالے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دے کیونکہ بیٹشت گتے کی نشست کے مشابہ ہے اور یہی حدیث میں منع ہے اور

امام کرمی کے نزدیک یہ ہے کہ دونوں پاؤں کھڑے کرے اور ان کی ایڑیوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ شکل مکروہ تحریمی نہیں البتہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ مسنون نشست کے خلاف ہے۔ (بعض کے نزدیک اس کے خلاف حکم ہے یعنی پہلی صورت، مکروہ تنزیہی ہے اور دوسری مکروہ تحریمی اور بعض کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ آگے کو ٹھکے بہر حال ان سب صورتوں سے بچنا چاہئے) — (۳۲) نماز کی حالت میں بلاعذر چارزانو (یعنی چوڑی آلتی پالتی مارکر) بیٹھنا بوجہ نشست مسنون کے ترک کے مکروہ تنزیہی ہے اور نماز کے علاوہ آلتی پالتی مارکر بیٹھنا مکروہ نہیں ہے۔

(۳۳) مردوں کا سجدہ کی حالت میں دونوں بائیں (ہاتھ کہنیوں تک) زمین پر پھینا مکروہ تحریمی ہے۔

(۳۴) اپنے ہاتھ باسر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا مکروہ تنزیہی ہے بلکہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دے۔

نمازی کو کسی کے سوال کا جواب ہاتھ باسر سے دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، مثلاً کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھڑا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہاں یا نہیں کہا یا کسی نے پوچھا کہ تم نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور اس نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ مثلاً ہم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ اشارہ سے بھی جواب نہ دے۔

(۳۵) کسی آدمی کے منہ کی طرف نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے خواہ منہ کرنے والا دور ہو جبکہ درمیان میں کوئی حالت ہو۔

اسی طرح نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے پس اگر منہ کرنا نمازی کے فعل سے ہوگا تو کراہت نمازی پر ہے ورنہ کراہت اس دوسرے شخص پر ہوگی جس نے نمازی کی طرف منہ کیا۔ لیکن اگر ان دونوں کے درمیان میں کوئی تیسرا شخص ہو جس کی پیٹھ نماز پڑھنے والے کی طرف ہو، یعنی نمازی کے آگے کی صف میں کوئی شخص اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھا ہو اور اس کے آگے کوئی شخص نمازی کی طرف منہ کئے ہوئے ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ یہ شخص اس کے لئے سترہ (حائل) ہو گیا، اور ظاہر مذہب کی رو سے امام کو سلام کے بعد دعا کے وقت نمازیوں کی طرف منہ کرنا جبکہ اس کے منہ کے سامنے کوئی نمازی مسوق کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو مکروہ تحریمی ہے اگرچہ درمیان میں صفوف حائل ہی کیوں نہ ہوں۔ (اس کلام سے معلوم ہوا کہ قیام کی حالت میں نمازی کے سامنے منہ کر کے بیٹھنا یا کھڑا ہونا بہر حال مکروہ تحریمی ہے خواہ درمیان میں کوئی آدمی حائل بھی ہو واذا علم۔ پس کسی بھی صورت میں نمازی کی طرف منہ کرنا مناسب نہیں ہے جبکہ نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھنے والا شخص اتنے فاصلے پر ہو جس سے نمازی کا خیال بٹے۔ (مؤلف)۔

(۳۶) کسی کھڑے یا بیٹھے شخص کی پیٹھ کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں لیکن اگر بیٹھے والے کو اس سے تکلیف ہو اور

وہ اس رک جانے سے گھبرائے تو ایسی حالت میں کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اور اگر وہ کھڑا یا بیٹھا شخص باتیں کر رہا ہے اگرچہ وہ قریب ہے تب بھی اس کی پیٹھ کی طرف کو نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے لیکن جب ایسی آوازیں بلند کرے کہ نماز پڑھنے والے کو اپنی قرارت وغیرہ میں خلل پڑنے اور خیال بٹنے کا خوف ہو تو مکروہ ہے۔

(۳۷) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں سامنے لوگ سو رہے ہوں مکروہ نہیں ہے لیکن اگر سونے والے سے ایسی شے کے

ظہور کا خوف ہو جس سے مضحکہ پیدا ہو مثلاً گوز وغیرہ کی آواز پیدا ہونے کا خوف ہو تو مکروہ ہے۔

(۳۸) منہ میں روپیہ یا پیسہ یا کوئی اور چیز رکھ کر نماز پڑھنا جبکہ اس کی وجہ سے قرابت سنت کرنے سے مجبور نہ ہو جائے تو مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر اس کی وجہ سے قرابت نہ ہو سکے مثلاً آواز ہی نہ نکلے یا اس قسم کے الفاظ نکلیں جو قرآن کے الفاظ نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۳۹) آیتوں یا سورتوں یا تسبیحوں مثلاً سبحان اللہ وغیرہ کا ہاتھ سے یعنی انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لے کر گنتا نماز کے اندر مکروہ تنزیہی ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل صلاحتین کے نزدیک اس میں کچھ مضائقہ نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ خلاف صرف فرضوں میں ہے اور نفلوں میں بالاجماع جائز ہے اور بعضوں کا قول ہے کہ یہ خلاف نفلوں میں ہے فرضوں میں بالاجماع مکروہ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ سب میں خلاف ہے۔ اگر کسی شخص کو نماز میں گنتے کی ضرورت پڑے جیسا کہ صلوٰۃ التبیح میں ضرورت ہے تو اشارت گنتے ظاہر نہ گنتے یعنی اپنے دل میں شمار کرے یا انگلیوں کے سرے یعنی پوروں کو دبانے سے شمار کرے یعنی ہر دفعہ ایک ایک پور کو دبانے اور سب انگلیاں اپنی جگہ سنت طریقے پر ہیں اس میں بالاتفاق کراہت نہیں ہے مگر بعض نے کہا کہ خلاف اولیٰ ہونا چاہئے کیونکہ دل دوسری طرف متوجہ ہو کر خشوع میں فرق آتا ہے۔ (پس سوائے ان موقعوں کے جہاں سنت طریقے سے نماز میں کوئی تعداد پڑھنی پڑے جیسے صلوٰۃ التبیح اور جگہ اس طریقے سے بھی پچا اولیٰ ہے۔ مؤلف) اگر کوئی شخص مجبور ہو تب بھی یہی حکم ہے لیکن اس کے لئے صاحبین کے قول پر عمل کر لینے میں گنجائش ہے۔ زبان سے گنتی کرنا بالاتفاق مفسد نماز ہے نماز میں سورتوں کا گنتا ہر حال میں مکروہ ہے اس لئے کہ وہ اعمال نماز میں سے نہیں ہے۔ نماز سے باہر تسبیح سے گنتے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول کے بموجب مکروہ نہیں جبکہ ریا و سمعہ کے لئے نہ ہو پس اگر ریا و شہرت کے لئے رکھیں تو مکروہ ہے۔

(۴۰) نماز میں سامنے یا سر کے اوپر یعنی چھت وغیرہ میں یادائیں یا بائیں اور صحیح قول کی بنا پر سمجھے بھی کسی جاندار کی تصویر کا ہونا مکروہ تحریمی ہے خواہ وہ تصویر معلق ہو یا نصب ہو یا دیوار یا پردہ وغیرہ میں منقوش ہو۔ اور سب سے زیادہ کراہت اس میں ہے کہ تصویر نمازی کے سامنے ہو پھر اس کے بعد یہ کہ اس کے سر پر ہو پھر یہ کہ داہنی طرف ہو پھر یہ کہ بائیں طرف ہو پھر یہ کہ اس کے پیچھے ہو۔ ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جس میں کسی جاندار کی تصویریں ہوں، مکروہ تحریمی ہے۔ (اور نماز علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے) لیکن اگر کوئی شخص تصویر والے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور اس پر کوئی اور دوسرا کپڑا پہن لیا جس سے تصویر چھپ گئی تو اب نماز مکروہ نہیں ہوگی (لیکن اس کے پہننے کی کراہت رہے گی کیونکہ اس کا پہننا ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے)۔ تصویروں کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ تصویریں بڑی بڑی ہوں کہ دیکھنے والے کو بے تکلف نظر آئیں اور اگر دیکھنے والے کو بغیر تامل و غور کے نظر نہ آئیں تو مکروہ نہیں۔ اس کی مزید واضح تشریح یہ ہے کہ جب وہ کھڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو تو اس کے اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہیں تو چھوٹی ہے اور اس سے نماز مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے اسی طرح ایسی تصویر سے نماز مکروہ نہیں جو بغیر سر کے ہو خواہ سر بنایا ہی نہ ہو یا بتا کر لکیروں سے کاٹ دیا ہو جس سے

نماز میں تصویر کے احکام

نماز میں تصویر کے احکام

لہذا یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے۔ علماء غیر ظاہر الروایت میں ہے اور ظاہر الروایت میں ہمارے اصحاب کے نزدیک بالاتفاق مطلقاً مکروہ ہے خواہ نفل ہو

اس کا اثر باقی نہ رہا ہو، یا کھرچ ڈالا ہو یا سیاہی سرخی وغیرہ کوئی رنگ پھیر دیا ہو یا دھو ڈالا ہو جس سے چہرہ مٹ گیا ہو۔۔۔۔۔
 لیکن اگر اس کے سر کو جسم سے ایک خط کے ذریعے منقطع کر دیا ہو اور سر اپنی حالت پر باقی ہو یعنی اس کے سر اور جسم کے درمیان
 ڈورا ڈال دیا ہو تو اس سے سر کا کٹنا متحقق نہیں ہوگا پس کراہت بدستور باقی رہے گی اور اس خط ڈالنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا
 کیونکہ بعض جانوروں کے گلے میں طوق بھی ہوتا ہے۔ کاٹنے و مٹانے میں پردے چہرے کا مٹانا ضروری ہے اگر صرف آنکھوں یا بھوؤں
 (بروؤں) کو زائل کیا تو اس کا اعتبار نہیں اور کراہت بدستور باقی رہے گی۔ اسی طرح . . . ہاتھوں یا پاؤں کے کاٹنے کا بھی
 اعتبار نہیں اور کراہت کچھ بھی باقی رہے گی۔ البتہ اگر تصویر کا ایسا عضو کاٹ یا مٹا دیا گیا ہو جس کے بغیر اس تصویر کا جاندار زندہ
 نہیں رہ سکتا تو اب اس تصویر کے ساتھ نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں ان کی پوجا نہیں کی جاتی۔ اسی طرح غیر جاندار کی تصویر
 سے بھی نماز مکروہ نہیں ہے مثلاً درخت خواہ بھیل دار ہو یا بغیر بھیل کے و برتن و دیگر سامان و مکان وغیرہ کی تصویر سے مکروہ
 نہیں ہے کیونکہ ان سب چیزوں کی تصویروں کی عبادت نہیں کی جاتی (البتہ خاص ان درختوں و اشیاء وغیرہ کو سامنے کر کے
 نماز پڑھنا مکروہ ہے جن کی غیر مسلم پوجا کرتے ہیں)۔ اگر تصویر فرش (مصلے) پر ہو تو صحیح یہ ہے کہ اگر تصویر پر سجدہ نہ کرتا ہو تو
 مکروہ نہیں ہے۔ اگر کوئی تکیہ یا پردہ اس کے سامنے کھڑا ہو اور اس میں جاندار کی تصویر ہو تو مکروہ ہے کیونکہ اس میں اس
 کی تعظیم ہے اور اگر وہ تکیہ یا پردہ زمین پر پڑا ہو اس طرح کہ اس کو روندنا ہو یا اس سے سہارا لگاتا ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح
 اگر تصویر ذلت کی جگہ ہو مثلاً جوتیاں اتارنے کی جگہ یا قدموں سے روندنے کی جگہ یعنی فرش یا گدی وغیرہ پر ہو جس کو لوگ
 روندتے ہوں یا اس کے اوپر بیٹھتے ہوں یا تکیہ پر ہو جس کی ٹیک لگاتے ہیں تو اس طرح پر مکان میں تصویر ہونے سے کراہت
 نہیں اور نہ اس مکان میں نماز پڑھنے میں کراہت ہے جبکہ سجدہ تصویر پر نہ ہو۔ اگر تصویر ہاتھ میں یعنی لٹکی ہوئی یا گدی ہوئی ہو
 یا بدن پر کسی اور جگہ تصویر ہو مگر کپڑوں سے چھپی ہوئی ہو یا انگوٹھی پر چھوٹی غیر ظاہر تصویر منقش ہو یا تھیلی یا جیب میں تصویر
 چھپی ہوئی ہو جیسے درہم و دینار جن پر بادشاہ کی تصویر ہو تو نماز میں کراہت نہیں لیکن اگر تھیلی یا جیب سے باہر کھلی ہوئی بڑی
 تصویر ہو تو مکروہ تخریمی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اگر چھوٹی تصویر درہم و دینار وغیرہ پر ہو (جیسا کہ بعض وقت جیب
 سے باہر نکل کر آگے گر جاتے ہیں۔ مؤلف) تو مکروہ تخریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی تصویر کا اپنے پاس یا گھر میں رکھنا یا بتانا
 منع ہے۔ پس اگر وہ تصویر چھوٹی ہے کہ جس سے نماز میں کراہت نہیں آتی یا ذلت کی جگہ ہے تو اس کے اپنے پاس یا گھر میں
 رکھنے میں کوئی کراہت نہیں اور اگر وہ تصویر بڑی ہے یا ایسی جگہ ہے کہ جس سے نماز میں کراہت آتی ہے تو اس کا اپنے پاس
 یا گھر میں رکھنا نماز کے علاوہ بھی مکروہ تخریمی ہے۔ اور جاندار کی تصویر کا بنانا ہر حال میں حرام ہے مطلقاً خواہ چھوٹی ہو یا بڑی
 دستی ہو یا عکسی (فوٹو) جبکہ وہ کسی شرعی غرض یا توہین و ذلت کے لئے نہ ہو۔ (روپے اشرفی وغیرہ سکوں کی تصویریں اور
 پاسپورٹ حج وغیرہ کے لئے فوٹو لینا وغیرہ ضرورت کی وجہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں مزید تفصیل اپنے مفاد پر ایسی انشا باشد۔
 (۴۱) نماز میں ایسے تنور کی طرف کو منہ کرنا جس میں آگ جل رہی ہو یا بھٹی کی طرف کو منہ کرنا جس میں آگ ہے

یا کوئی اور ایسی چیز آگے ہو جس کو کافر پوجتے ہیں مگر وہ ہے اور اگر چراغ یا قندیل یا موم بتی کی طرف کو منہ کیا تو مکروہ نہیں ہے یہی مختار واضح ہے۔۔۔۔۔ (۲۳) اگر نماز پڑھنے میں سامنے یا سر کے اوپر قرآن یا تلوار یا اس قسم کی کوئی اور چیز موجود ہو یا لٹکتی ہو جس کی پوجا نہیں کی جاتی تو مضائقہ نہیں اور کوئی کراہت نہیں۔

(۲۳) امام کو اکیلا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اگر دونوں پاؤں محراب سے باہر ہوں اور سجدہ محراب میں کرے تو مکروہ نہیں کیونکہ اندر اور باہر ہونے کی صورتوں میں قدم کا اعتبار ہوتا ہے پس جب قدم محراب سے باہر مسجد میں ہوں تو وہ مقتدیوں کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔ اگر امام تنہا نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی محراب کے اندر ہوں تو کراہت نہیں ہے اسی طرح اگر مقتدیوں پر مسجد تنگ ہو تو امام کا اکیلا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔

(۲۴) امام کو دروں (دروازوں اور ستونوں کے درمیان کی جگہ) میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح مقتدی کو بھی جبکہ اکیلا ہو، اگر دو یا تین ہوں تو کراہت نہیں کیونکہ وہ صف کے حکم میں ہونگے اور منفرد کے لئے کوئی کراہت نہیں۔ اسی طرح اس امام کو جو روزانہ کی نماز کے لئے مقرر ہے یعنی پہلی جماعت کے امام کو بلا ضرورت مسجد کے گوشہ یا کسی طرف میں یا کسی ستون کی طرف کھڑا ہونا اور محراب کو ترک کرنا مکروہ ہے کیونکہ اجماع و عمل امت کے خلاف ہے اور اس کے لئے سنت یہ ہے کہ محراب یعنی وسط مسجد میں کھڑا ہو اگر وسط کو چھوڑ کر دوسری جگہ کھڑا ہو تو اگرچہ اس کے دونوں طرف صف کے برابر حصے ہوں مگر وہ ہے لیکن ضرورت کے وقت کوئی کراہت نہیں۔ اور منفرد یا دوسری جماعت کے امام کے لئے بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔

(۲۵) امام کا اکیلا چوترے (اوپنی جگہ) پر کھڑا ہونا جبکہ سب مقتدی نیچے ہوں بروئے حدیث مکروہ ہے۔ بظاہر یہ کراہت تحریمی ہے اگرچہ بعض نے تنزیہی کہا ہے۔ اور اگر کچھ مقتدی بھی امام کے ساتھ ہوں تو واضح یہ ہے کہ مکروہ نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ حکم اس چوترے کا ہے جو قد آدم بلند ہو اور اس سے کم کا مضائقہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ چوترے کی بلندی اس قدر معتبر ہے کہ جس سے امتیاز و فرق ہو جائے یہی ظاہر الروایت ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے۔ بعضوں نے سترہ پر قیاس کر کے ایک ذراع (شرعی گز ۲۴ انجل یعنی ایک ہاتھ) کا اعتبار کیا ہے اسی پر اعتماد ہے اور یہی صحیح ہے (اور فتویٰ کے لئے یہی مناسب ہے کیونکہ عوام کے لئے تعین بہتر ہے۔ مولف)۔ اگر بلندی اس سے کم ہو تو کراہت تنزیہی ہے۔ اگر صورت مذکورہ کے برعکس ہو یعنی اکیلا امام نیچے کھڑا ہو اور سب مقتدی چوترے پر ہوں یہ بھی صحیح قول کی بنا پر مکروہ و خلاف سنت ہے کیونکہ امام کا مقام مقتدیوں کے مقام سے کم درجہ پر ہو گیا لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ حدیث میں اس کی ہی وارد نہیں ہے جب امام چوترے پر ہو تو چوترے پر اور جبکہ امام نیچے ہو نیچے کچھ مقتدی بھی اگر امام کے ساتھ ہوں تو کراہت نہیں ہے اور مسلمانوں کے اکثر شہروں کی جامع مسجدوں میں اس بات کا عام رواج ہو گیا ہے کہ تنگی کے باعث امام محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور تنگی کے باعث امام کے ساتھ کوئی بھی مقتدی نہ ہونے کی عذر کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تعلیم کے لئے امام اکیلا بلند جگہ پر کھڑا ہوتا کہ مقتدی اس کے افعال دیکھ کر

سیکھیں یا اکیلا مقتدی بلند جگہ پر اس لئے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہیں ہے۔

(۲۶) مقتدی کو بھی بلا عذر اکیلا بلند جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے خواہ امام کے ساتھ اور مقتدی کھڑے ہوں اور اسی طرح مقتدی کو صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا جبکہ صف میں جگہ موجود ہو مکروہ تحریمی ہے اور اگر صفوں میں جگہ موجود نہ ہو تو بعض نے کہا کہ اکیلا پیچھے کی صف میں کھڑا ہو جائے کیونکہ وہ معذور ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگلی صف میں سے کسی کو اپنی طرف پیچھے کھینچ لے اور اس کے پہلو میں کھڑا ہو جائے اور اصح یہ ہے کہ رکوع تک انتظار کرے تاکہ اگر کوئی آجائے تو اس کے ساتھ مل کر پیچھے صف بنالے ورنہ کسی ایسے آدمی کو صف میں سے اپنی طرف پیچھے کھینچ لے جو اس مسئلہ کا جاننے والا ہو اور اس سے کسی زحمت یا فساد نماز کا خطرہ نہ ہو ورنہ اکیلا کھڑا ہو جائے۔ آجکل ناواقفی کا غلبہ ہے اس لئے اکیلا پیچھے کھڑا ہونا اور کسی کو اپنی طرف نہ کھینچنا ہی افضل و اولیٰ ہے (اس کی تفصیل امامت کے بیان میں صفوں کی ترتیب میں بھی آئی ہے)۔

(۲۷) اکیلا نماز پڑھنے والے کو جماعت کی صفوں کے درمیان میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اس لئے کہ قیام و قعود وغیرہ میں ان کی مخالفت ہوگی

(۲۸) نماز پڑھنے والے کی سجدہ کی جگہ میں سے کسی کا گزرنے یا مکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے اگرچہ اس سے نماز فاسد

نہیں ہوتی۔ لیکن حدیثوں میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ اس مسئلہ میں فقہانے بہت کلام کیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کی کس جگہ تک گزرنے یا مکروہ ہے۔ اصح یہ ہے کہ میدان اور بہت بڑی مسجد میں جو میدان کے حکم میں ہے نمازی کے قدموں سے سجدہ کی جگہ تک میں گزرنے یا مکروہ تحریمی ہے اور گزرنے والا گنہگار ہے اس کے بعد سے نہیں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے میں قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر جمائے ہوئے ہو تو جتنی دور تک اس کی نگاہ پھیلے اتنی دور تک گزرنے یا مکروہ تحریمی ہے اور اس کے بعد یعنی جب گزرنے والے پر اس کی نگاہ پھیل کر نہ پڑے تو مکروہ نہیں یہی صحیح ہے اور یہ موضع سجود کی وضاحت ہے کیونکہ تقریباً موضع سجود کا اطلاق اس پر ہوتا ہے اس لئے یہی مرجح ہے۔ (اور بعض نے دو یا تین صف کی مقدار مقرر کی ہے اور بعض نے تین گز شرعی (تین ہاتھ) اور بعض نے چالیس گز شرعی مقرر کئے ہیں)۔ چھوٹی مسجد اور عام بڑی مسجد میں یعنی جو بہت زیادہ بڑی نہ ہوں اور چھوٹے گھروں میں جو قول مختار کی بنا پر چالیس گز شرعی کی مقدار سے کم ہوں اگر نمازی کے آگے سترہ یا کوئی اور حائل نہ ہو تو قبلہ کی دیوار تک نمازی کے آگے سے گزرنے یا مکروہ تحریمی و گناہ ہے کیونکہ یہ جگہیں مکان واحد کے حکم میں ہیں لیکن اگر سترہ وغیرہ حائل ہو جس کی تفصیل آگے قریب ہی آئی ہے تو پھر اس کے آگے سے گزرنے میں کراہت و گناہ نہیں ہے۔

(۲۹) چپوترہ یا تخت یا چھت وغیرہ اونچی جگہ پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنے یا جگہ گزرنے والے کا کوئی عضو

نمازی کے کسی عضو کے سامنے ہونا ہو تو بھی گزرنے یا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی وہ بلندی اتنی اونچی ہو کہ نمازی کے قدم گزرنے والے کے سر سے اونچے ہو یعنی وہ جگہ گزرنے والے کے قدم سے اونچی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ یہاں پر سترہ کی مقدار یعنی ایک ہاتھ ہونے کا قول ضعیف و غلط ہے۔ (۵۰) نمازی کے آگے سے گزرنے میں جبکہ سترہ یا حائل نہ ہو تو گزرنے میں گنہگار ہونے کی

نمازی کے آگے سے گزرنے اور سترہ کے مسائل

چار صورتیں ہیں: — اول یہ کہ گزرنے والے کو گنجائش ہے کہ نمازی کے سامنے سے نہ گزرے اور نمازی نے راستہ روکا نہیں تو اس صورت میں گناہ خاص گزرنے والے پر ہوگا نمازی پر نہیں — دوم اور طرف کو راستہ نہیں ہے اور نمازی نے راستہ روک لیا ہے تو اس صورت میں گناہ خاص نمازی پر ہوگا گزرنے والے پر نہیں — سوم نمازی نے راستہ روک لیا ہے مگر گزرنے والا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہے تو اب گزرنے سے دونوں گنہگار ہوں گے نمازی بوجہ راستہ روکنے کے اور گزرنے والا بوجہ بچنے کے امکان کے۔ چہاں نمازی نے راستہ نہیں روکا اور گزرنے والے کو اور کسی طرف بھی راستہ نہیں تو اس میں کسی پر گناہ نہیں کیونکہ معذور ہیں۔

(۵۱) اگر اگلی صف میں کوئی جگہ خالی چھوڑ کر پیچھے کھڑا ہو گیا تو اب نماز میں شامل ہونے والے شخص کو اس خالی جگہ تک جانے کے لئے اس کی گردن پھلانگ کر جانا جائز ہے اور کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس خالی جگہ چھوڑنے والے نے اپنی عزت آپ کھودی اور اگر آگے سے گزر جانا ممکن ہو تو گردن پھلانگنے کی بجائے نمازی کے آگے سے گزر جانا بہتر ہے۔

(۵۲) امام یا منفرد جب صحرا (میدان) میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ کھڑا کرے خواہ وہ لکڑی ہو یا کوئی اور چیز جو جس سے آڑ ہو جائے جس کا طول کم از کم ایک ذراع (ایک ہاتھ یعنی دو بالشت) اور اس کی موٹائی کم سے کم ایک انگلی کی موٹائی کے برابر ہو لیکن قوی مذہب کی بنا پر موٹائی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر اس سے پتلی ہو تب بھی کافی ہے تاکہ گزرنے والے کو قریب سے معلوم ہو جائے یعنی نمازی اور سترہ کے درمیان تین ہاتھ کی مقدار تک فاصلہ ہونا سنت ہے اس سے زیادہ سنت نہیں ہے۔ سترہ دونوں آنکھوں کے بیچ میں یعنی بالکل ناک کی سیدھ میں نہیں ہونا چاہئے بلکہ داہنی یا بائیں ابرو (آنکھ) کی سیدھ میں ہو، اور داہنی ابرو کی سیدھ میں کھڑا کرنا افضل و مطابق سنت ہے۔ پس ایسے سترہ کے پرے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے۔

(۵۳) اگر لکڑی (لاٹھی وغیرہ) کا گاڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو زمین پر رکھ دے (یعنی لٹا دے) اور سامنے لمبائی میں رکھے چوڑائی میں نہ رکھے تاکہ گاڑنے کی طرز پر ہو جائے اور اگر ایسی کوئی چیز نہ ہو کہ گاڑ سکے یا رکھ سکے تو بعض مشائخ نے کہا کہ خط کھینچے اور اس کی کیفیت میں بھی اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ طول میں کھینچے تاکہ یہ سترہ کے سایہ کے مشابہ ہو جائے۔ امام نووی نے اس کو مختار کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ عرض میں محراب (یعنی ہلال یا کمان) کی شکل کا خط کھینچے۔ جب تک کسی چیز کا گاڑنا یا کھڑا کرنا ممکن ہے اس کا زمین پر رکھنا یعنی لٹانا سترہ کے لئے کافی نہیں ہے اور جب تک کسی چیز کا رکھنا ممکن ہے خط کھینچنا کافی نہیں ہے بعض مشائخ کے نزدیک زمین پر رکھ دینا یا خط کھینچنا کسی حال میں کفایت نہیں کرتا دونوں طرف تصحیح موجود ہے اس لئے تینوں صورتوں میں سے جس پر عمل ممکن ہو کر لینا بہتر ہے پس زمین پر رکھنے اور خط کی صورت میں یہ فائدہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹنے اور منتشر ہونے سے محفوظ رہے گا جو کہ مقصود ہے اور ابوداؤد کی ضعیف روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف روایت پر عمل جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں صورتوں میں یعنی زمین پر رکھنے یا خط کھینچنے کی صورت میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہو جائے گا بلکہ وہ اسی طرح مکروہ ہے جب تک سترہ کھڑا نہ کیا ہو۔ اگر سترہ کے لئے

کوئی چیز نہیں ہے اور نمازی کے پاس کتاب یا کپڑا موجود ہے تو اس کو سامنے رکھ لے اس سے بھی یہی مقصود ہے کہ نمازی کا دل منتشر نہ ہو ورنہ کتاب یا کپڑے کے رکھنے سے بھی آگے سے گزرنا مکروہ ہے جب تک اتنی بلندی نہ ہو جائے جو سترہ کے لئے درکار ہے۔ درخت اور جانور اور آدمی وغیرہ کا بھی سترہ ہو سکتا ہے اور ان کے آگے ہوتے ہوئے پرے سے گزرنے میں مضائقہ نہیں مگر آدمی کا سترہ اس وقت کیا جائے جبکہ اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو کیونکہ نمازی کی طرف منہ کرنا منع و مکروہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ — (۵۴) اگر دو شخص ملے ہوئے یعنی برابر برابر چلتے ہوئے نمازی کے آگے سے گزر گئے تو گناہ و کراہت اس کے واسطے ہوگی جو نمازی کے قریب ہوگا اور چونکہ یہ دوسرے کے لئے سترہ ہو گیا اس لئے اس کے حق میں کراہت نہ رہی۔

(۵۵) اگر دو شخص گزرنا چاہیں تو ان سے ایک شخص نمازی کے سامنے پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے اور دوسرا شخص اس کی آڑ میں گزر جائے پھر پہلا شخص اسی طرح کرے اور دونوں اس طرح گزر جائیں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے بیٹھا ہوا آدمی اٹھ کر چلا جائے تو مضائقہ نہیں۔ امداد الفتاویٰ میں بھی ایسا ہی ہے۔ مؤلف۔)

(۵۶) اگر کوئی اکیلا شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو سترہ کے قابل ہو مثلاً اونچا مونڈھایا کرسی وغیرہ تو اسے نمازی کے سامنے رکھ کر اس کے پرے سے گزر جائے پھر اس چیر کو اٹھالے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز اٹھالی جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔

(۵۷) اگر گزرنے والے کے ساتھ ایسا عصار (لاٹھی) ہے جس کو کھڑا کرنا ممکن نہیں ہے تو اس کو نمازی کے آگے کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے تھام کر نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے یا نہیں اس کی وضاحت نہیں ملی (شامی)۔ (بظاہر حوازم معلوم ہوتا ہے اور اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کو ہاتھ سے چھوڑ کر اس کے گرنے سے پہلے گزر جائے اور پھر اس کو پکڑ لے۔ مؤلف)

(۵۸) اگر سوار ہو کر نمازی کے آگے سے گزرے گا تو چونکہ اکثر نمازی کے کسی عضو کے سامنے گزرنے والے سوار کا کوئی عضو ہونے کا امکان ہے اس لئے گنہگار ہوگا (ہاں اگر سواری اتنی بلند ہو کہ یہ امکان نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ مؤلف) پس سوار کو چاہئے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کے لئے اپنا جانور بطور سترہ نمازی کے آگے کھڑا کر دے اور پھر اس کے دوسری طرف سے گزر جائے تو گنہگار نہیں ہوگا۔ — (۵۹) بڑی نہریا بڑا حوض جبکہ چھوٹی مسجد میں ہو تو یہ سترہ (حائل) نہیں بن سکتے۔ کنواں سترہ ہو سکتا ہے۔ اگر بڑی مسجد یا صحرا میں بڑی نہریا حوض ہو تو سترہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہاں موضع سجد تک حد ہے اور یہ

اس سے دور ہو جاتا ہے۔ — (۶۰) اگر ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں سامنے سے کسی کے گزرنے کا خوف نہ ہو اور اس کے سامنے عام راستہ بھی نہ ہو تو اگر سترہ کھڑا نہ کرے تو کچھ مضائقہ و کراہت نہیں ہے لیکن پھر بھی سترہ قائم کرنا اولیٰ ہے تاکہ دلجمعی ہو اور خیالات کے منتشر ہونے سے محفوظ رہے۔ اور ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ سامنے عام راستہ ہو سترہ کے ساتھ ہو یا بغیر سترہ کے دونوں طرح مکروہ تحریمی ہے کیونکہ راستہ چلنے کے لئے بنا ہے تو اس میں ایسی چیز جو اس کے مناسب نہ ہو

نہیں ہونی چاہئے۔ — (۶۱) امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لئے کافی ہے پس جب امام کے آگے سترہ ہو تو

اگر کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے سے گذرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اور یہی حکم مسبوق کے لئے بھی ہے کیونکہ اعتبار نماز شروع کرنے کے وقت کا ہے اور اس وقت امام کا سترہ اس کے لئے کافی تھا پس اب بھی وہی کافی رہے گا۔

(۶۲) اگر سترہ ایسا ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو تب بھی وہ سترہ کہلائیگا اور اس کے پرے سے گزرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ مثلاً کوئی موٹی رسی یا کپڑا وغیرہ کوئی چیز چھت میں لٹکتی ہے جب نمازی رکوع یا سجدہ کرتا ہے تو وہ سر کی حرکت سے اس کی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہے اور اس کا موضع سجدہ اور اس وقت بغیر سترہ کے رہ جاتا ہے پھر جب وہ نمازی کھڑا ہوتا یا بیٹھتا ہے تو پھر وہ چیز اپنی جگہ پر آ جاتی ہے اور سترہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی آڑ سے بھی گزرنے والے پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سترہ کا اعتبار قیام کی حالت میں ہے۔

(۶۳) اگر نمازی کے سامنے سترہ نہیں ہے اور اس کے سامنے سے کوئی شخص گزرنے لگے یا سترہ ہے مگر وہ شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو اجازت ہے کہ اس کو روکے یعنی ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارہ سے یا تسبیح (سبحان اللہ) زور سے کہہ کر یا چہرے کے ساتھ پڑھنے سے یعنی جبکہ قیام میں ہو اور قرارت کر رہا ہو تو خواہ وہ نماز سری ہو یا جہری پکار کر پڑھنے سے اس کو آگاہ کرے پس سری نمازی میں ایک دو کلمہ پکار کر پڑھنے سے کوئی کراہت نہیں آتی اور مقصود حاصل ہو جائیگا اور جہری میں اس چہرے جس سے وہ پڑھ رہا ہو اور زیادہ چہرے کے ساتھ پڑھ کر آگاہ کر دے ان طریقوں کے علاوہ اور کوئی چیز زیادہ نہ کرے مثلاً کپڑا پکڑ لینا یا مارنا درست نہیں ہے بلکہ اگر عمل کثیر ہو گیا تو نمازی جاتی رہے گی۔ (اور اگر اس کے مارنے سے گزرنے والا مر گیا تو اس کی دیت یا قصاص لازم ہوگا اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ گزرنے والے سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جبکہ نماز کے اندر کام کرنا مباح تھا اس کے بعد نسوخت ہو گیا) تسبیح اور اشارہ دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں سے ایک کافی ہوتا ہے۔ یہ ہٹانے کا طریقہ مردوں کے لئے ہے اور اگر نماز پڑھنے والی عورت کے سامنے سے کوئی گذرے تو تصبیح (تالی) سے منع کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کی ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر نہ مارے۔ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ پر رہنے دے اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مار دے کہ اس میں عمل تصور ہے۔ اگر مرد نے تالی بجائی اور عورت نے سبحان اللہ کہا تو نماز فاسد نہ ہوگی مگر دونوں نے سنت کے خلاف کیا۔ اگر چہ گزرنے والے کو اس طریقے سے روکنے کی اجازت ہے یعنی یہ حکم رخصت ہے عزیمت نہیں پس عزیمت و افضل یہ ہے کہ روکنا ترک کرے اس لئے کہ یہ نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے۔

(۶۴) خانہ کعبہ کے اندر یا مقام ابراہیم کے پیچھے یا مطاف (طواف کی جگہ) کے حاشیہ کے اندر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا منع و مکروہ نہیں ہے۔ طواف کرنا بھی نماز کے حکم میں ہے تو طواف کرنے والوں کا نمازی کے آگے سے گزرنا ایسا، گویا اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہیں اس لئے ان کے گزرنے میں کراہت نہیں ہے۔

(۶۵) اپنے ہاتھ میں کوئی چیز تھام کر نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر ایسی جگہ ہو کہ اس کے بشیر حفاظت ناممکن ہو تو مکروہ نہیں ہے۔
 (۶۶) ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ سامنے پاخانہ وغیرہ نجاست ہو یا ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ وہاں نجاست کا ہونا گمان کیا جاتا ہو مثلاً قبرستان یا حمام وغیرہ میں مکروہ ہے اس کی تفصیل پہلے مقاماتِ کراہتِ نماز کے بیان میں آچکی ہے۔

(۶۷) اگر نمازی کے سامنے نزدیک میں قبریں ہوں یعنی موضعِ سجود کہ یہاں تک عاشعین کی نماز پڑھنے والے کی نگاہ پھیلتی ہو اور نمازی کے آگے سے جہاں تک گزرنا مکروہ ہے) میں قبریں ہوں تو مکروہ ہے اور اگر اتنا فاصلہ ہو کہ آدمی نمازی کے سامنے سے گزرے تو مکروہ نہ ہو یا درمیان میں کئی شے سترہ کی مقدار کی حامل ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے اور ایک مقتدی کا سترہ دوسرے کیلئے کافی نہیں جبکہ سب کے سامنے قبریں ہوں بلکہ ہر نمازی کے سامنے سترہ یا پردہ ہونا واجب ہے کیونکہ قبور کا سامنے ہونا مشابہتِ شرک و بت پرستی ہے۔ اسی طرح اگر قبرستان میں کوئی جگہ نماز کے لئے بنائی گئی ہو جہاں قبریں یا نجاست نہ ہو تو اس میں بھی مکروہ نہیں ہے۔ اور اگر قبریں دائیں یا بائیں یا پیچھے ہوں تب بھی مکروہ نہیں ہے۔

(۶۸) خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ اس کی تعظیم کے خلاف ہے مسجد کی چھت کا بھی یہی حکم ہے جبکہ بلا ضرورت ہو۔ — (۶۹) مسجد میں کوئی جگہ اپنی نماز کے لئے معین کر لینا مکروہ ہے۔

(۷۰) نماز میں بلا عذر چند قدم اس طرح چلنا کہ پے درپے نہ ہو یعنی ہر قدم کے بعد کچھ ٹھہرنا ہو جائے تو مکروہ ہے اگر عذر سے ہو تو مکروہ نہیں (پے درپے تین قدم چلنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے) اس کی تفصیل مفسداتِ نماز میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۷۱) جلدی میں صف کے پیچھے کھڑا ہو کر تکبیر تحریمیہ کہے اور پھر تھوڑا چل کر صف میں مل جائے تو بلا عذر مکروہ ہے اور عذر کے ساتھ مکروہ نہیں ہے۔ — (۷۲) بلا عذر رکوع میں گھٹنوں پر اور سجدہ میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا یا نماز میں اور جس موقع پر جہاں ہاتھ رکھنے سنت ہیں وہاں نہ رکھنا مکروہ ہے۔ — (۷۳) تکبیر تحریمیہ و رکوع کے وقت سر کو نیچے جھکانا یا اونچا اٹھانا۔

(۷۴) تکبیر تحریمیہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں سے اوپر اٹھانا یا کندھوں سے نیچے تک اٹھانا۔

(۷۵) رکوع و سجود میں سنت کے مطابق ہیئت اختیار نہ کرنا مثلاً سجدہ میں دونوں رانوں کو پیٹ سے الگ رکھنا وغیرہ۔
 (۷۶) اقامت کے وقت بغیر امام کے آئے صفوں کا کھڑا ہو جانا۔ — (۷۷) امام کا نماز میں اس قدر جلدی کرنا

کہ مقتدی مسنون مقدار کو پورا ادا نہ کر سکے۔ — (۷۸) امام کے پیچھے قرأت کرنا شیخین کے نزدیک مکروہ ہے۔
 (۷۹) نماز میں بکھیوں یا چھروں کا بلا ضرورت ہاتھ سے ہٹانا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت عملِ قلیل سے ہٹانا

مکروہ نہیں۔ — (۸۰) نماز میں بلا ضرورت عملِ قلیل بھی مکروہ ہے۔ — (۸۱) اگر گلے میں کمان یا ترکش ڈال کر نماز پڑھے تو مضائقہ نہیں لیکن اگر ان کی حرکت سے نماز میں خلل ہوتا ہے تو مکروہ ہے اور نماز ادا ہو جائے گی۔

(۸۲) نماز میں کسی خوشبودار چیز کا سونگھنا مکروہ ہے۔ — (۸۳) سجدہ وغیرہ میں اپنے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف سے پھیرنا۔ — (۸۴) کسی کی زمین غصب کر لی ہو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن غصب کرنے کے ظلم کا

عذاب ہوگا پس جو عمل بندہ اور اللہ کے درمیان ہے اس کا ثواب ملے گا اور جو بندوں میں آپس میں ہے اس کا الگ حساب ہوگا۔ پرانے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہے یا ہل چلائے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر مالک زمین اس کا دوست ہو کہ اسے ناگوار نہ ہوگا تو زراعت والی زمین میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے رضامندی کا علم عرف عام سے تعلق رکھتا ہے۔ کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ وہ شیاطین کی جگہیں ہیں بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے عام راستہ، کوڑا ڈالنے کی جگہ، مذبح، قبرستان، غسل خانہ، حمام، تالا، مویشی خانہ خصوصاً اونٹ باندھنے کی جگہ، اصطبل، پاخانہ کی چھت، ان سب مواضع میں نماز مکروہ ہے ایک زمین مسلمان کی ہو اور دوسری کافر کی ہو تو مسلمان کی زمین پر نماز پڑھے اگر اس میں کھیتی نہ ہو ورنہ راستہ پر پڑھے کہ اس میں اس کا حق ہے کافر کی زمین پر نہ پڑھے۔ (ان سب کی تفصیل مقامات کراہت نماز میں اوقات نماز کے بیان میں آچکی ہے)۔

(۸۴) ایسی چیز کے سامنے جو دل کو مشغول رکھے نماز مکروہ ہے مثلاً زینت اور لہو و لعب وغیرہ یا جس جگہ ڈر ہو کہ کوئی نماز میں ہنسارے گا یا نماز میں بھول چوک ہو جائے گی وغیرہ پس ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۸۵) جوں یا چھمربت تکلیف پہنچاتے ہوں تو اگر عمل کثیر کی حاجت نہ پڑے تو پکڑ کر بار ڈالنے میں مضائقہ و کراہت نہیں ہے جبکہ مسجد میں ہو، اگر مسجد سے باہر ہو تب بھی مارنے میں مضائقہ نہیں لیکن دفن کرنا اولیٰ ہے۔ مسجد میں دفن کے طور پر یا ویسے ہی ڈالنا مکروہ ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہ ہو۔ اور بغیر تکلیف پہنچانے و کاٹنے کے پکڑنا مکروہ ہے۔ مسجد کے باہر جوں کو پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا بھی مکروہ ہے، چھم کو زندہ چھوڑ دینے میں کراہت نہیں ہے۔ نماز میں کھٹل نے کاٹ کھایا تو اس کو پکڑ کر چھوڑ دے مارنا اچھا نہیں کیونکہ اس میں خون ہوتا ہے جو نمازی کے ہاتھ یا کپڑے وغیرہ کو لگ جائے گا اگرچہ وہ معافی کی حد کا ہو۔ اگر کھٹل نے ابھی کاٹا نہیں ہے تو اس کو نہ پکڑے بغیر کاٹے پکڑنا بھی مکروہ ہے۔

(۸۶) فرض نمازوں میں التالیفی ترتیب کے خلاف قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے اگر ہوا خلاف ترتیب ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے اور اگر شروع کرنے کے بعد فوراً خیال آجائے تو اسی کو پورا کر لے کیونکہ ہوا مکروہ نہیں ہے اس لئے اب اس کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کرنا مکروہ ہے۔ نوافل میں قصداً بھی خلاف ترتیب کرے تو کچھ کراہت نہیں ہے۔ بعض کے نزدیک نفل میں بھی مکروہ ہے۔

(۸۷) سجدہ بار کوع میں بلا ضرورت تین تسبیح سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر تنگی وقت یا ریل وغیرہ جانے کے خوف سے ہو تو جرح نہیں ہے اسی طرح اگر مقتدی تین تسبیحیں نہیں کہنے پایا کہ امام نے سزا کھایا تو امام کا ساتھ دے۔

(۸۸) قالین اور کچھونوں پر نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے جبکہ اتنے نرم اور درختے نہ ہوں کہ سجدہ میں پیشانی نہ ٹھہرے ورنہ نماز ہوگی۔ اسی طرح چادر و فرش و کبل وغیرہ پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن زمین پر اور جو زمین سے اگنے والی چیزیں ہیں ان پر نماز پڑھنا افضل ہے۔ (۸۹) نماز کے لئے دوڑ کر چلنا مکروہ ہے۔

(۹۰) اگر سجدہ کی جگہ پیر سے اونچی ہو جیسے کوئی دہلیز پر سجدہ کرے تو اگر وہ ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہے تو نماز

درست نہیں ہے اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہی تو نماز درست ہے لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(۹۱) فرض نمازوں میں بلا عذر کسی چیز مثلاً دیوار یا عصا کے سہارے پر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور نوافل میں مکروہ نہیں ہے یہی اصح ہے۔

(۹۲) رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے وقت رفع یدین کرنا اسی طرح تکبیر اولیٰ اور تکبیرات عیدین و دعائے

قنوت کے وقت کے علاوہ کسی اور موقع پر نماز میں رفع یدین (دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا) مکروہ ہے۔

(۹۳) فرضوں میں ایک سورت کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے نفل میں اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر ایک آیت کو بار بار پڑھے تو اگر

ایسی نفلوں میں ہے کہ اکیلا پڑھتا ہے تو مکروہ نہیں اور اگر فرض نماز میں ہے تو حالت اختیار میں مکروہ ہے اور حالت عذر و نسیان

میں مضائقہ نہیں۔ نفل کی دونوں رکعتوں میں ایک سورۃ کا تکرار یعنی دوسری رکعت میں پھر اسی سورۃ کو پڑھنا مکروہ نہیں ہے

فرضوں میں ہو تو بلا عذر مکروہ ہے، ایک ہی سورۃ کو ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھنا مقرر کر لینا اگر آسانی کی وجہ سے ہو اور

یہ اعتقاد نہ ہو کہ اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوگی تو بلا کراہت جائز ہے ورنہ اس اعتقاد کے ساتھ مکروہ ہے۔ تبرکاً کبھی کبھی ان سورتوں کا

کا پڑھنا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منقول ہیں مستحب ہے۔

(۹۴) ایک ہی سورۃ کی کچھ آیتیں ایک جگہ سے ایک رکعت میں پڑھنا اور کچھ دوسری جگہ سے دوسری رکعت میں پڑھنا

مکروہ تنزیہی ہے جبکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم چھوڑ دیا جائے۔ اگر مسلسل قرأت کی جائے یعنی درمیان میں کچھ آیتیں

نہ چھوٹنے پائیں یا دو آیتوں سے زیادہ چھوڑ دی جائیں تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر دو سورتیں دو رکعتوں میں پڑھی جائیں اور

ان دو سورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورۃ جس میں تین آیتیں ہیں چھوڑ دی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ کراہت

فرضوں کے ساتھ خاص ہے نفل نمازوں میں اگر ایسا کیا جائے تو کراہت نہیں ہے۔ ایسی دو سورتوں کا ایک رکعت میں

پڑھنا جن کے درمیان کوئی سورۃ ہو تو وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہو مکروہ تنزیہی ہے

اس کی کراہت بھی فرضوں کے ساتھ خاص ہے نفلوں میں کراہت نہیں۔ جمعہ کی نماز میں ایسی سورۃ پڑھنا جس میں سجدہ ہو

مکروہ ہے۔ اسی طرح ان سب نمازوں میں جن میں قرأت جہر سے نہیں پڑھتے امام کے لئے سجدہ والی سورۃ پڑھنا مکروہ ہے۔

قرأت کے بیان میں مزید تفصیل درج ہے) — (۹۵) ثنا و اعوذ باللہ و بسم اللہ و آمین و تسبیحات رکوع و سجود

التحیات و درود و دعا کا جہر سے کہنا اور قرأت کو رکوع کے اندر پورا کرنا یا سجدہ سے اٹھتے وقت راستہ میں ہی قرأت شروع

کرنا اور جو ذکر حالت انتقال (تبدیلی ارکان) میں پڑھنے کے ہیں ان کو تبدیلی رکن پورا ہونے کے بعد پڑھنا یا تسبیحات رکوع

و سجود سر اٹھانے کے بعد پورا کرنا یہ سب امور مکروہ تنزیہی ہیں۔

(۹۶) بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اگر کوئی شخص نگہبانی کرنے والا اور خبر لینے والا نہیں اور وہ

روتا ہے تو اگر عمل قلیل کے ساتھ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ لیکن اگر اس بچے کے جسم پر نجاست مانع نماز لگنا متحقق ہوگا تو اس کی

وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۹۷) اگر کوئی شخص تنہا نفل پڑھتا ہو تو اگر رحمت کی آیت پڑھے تو رحمت کی دعائے مانگے اور دوزخ و عذاب کی آیت پڑھے تو دوزخ و عذاب سے پناہ مانگے اور مغفرت کی دعا کرے اس میں کوئی مضائقہ و کراہت نہیں ہے لیکن فرضوں میں ایسا کرنا مکروہ ہے اور امام اور مقتدی کو فرض و نفل سب میں مکروہ ہے۔ (۹۸) کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف کوچھک جانا اور نماز میں کبھی ایک پاؤں پر زور ڈالنا اور کبھی دوسرے پاؤں پر زور ڈالنا مکروہ ہے کیونکہ نماز میں آرام کے ساتھ دونوں پاؤں پر زور دیکر کھڑا ہونا سنت ہے لیکن عذر ہو جیسا کہ نوافل میں طویل قرارت کی وجہ سے اس کی ضرورت ہوتی ہے تو مکروہ نہیں ہے۔ بلا عذر ایک پاؤں پر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔ قیام کے لئے اٹھتے وقت پاؤں آگے بڑھانا مکروہ ہے بیٹھتے وقت داہنے اعضا پر اور اٹھتے وقت بائیں اعضا پر زور دینا مستحب ہے اور اس کے خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔

(۹۹) اگر امام رکوع میں ہو اور کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہو اور رکوع میں اس واسطے دیر کی کہ آنے والے کو رکوع مل جائے تو اگر آنے والے کو پہچان لیا ہے اور اس کو پہچاننے کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر نہیں پہچانا تو بقدر ایک یا دو تسبیح کے دیر کرنے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن پھر بھی اس بات کا ترک اولیٰ ہے۔

(۱۰۰) جب بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالے تب نماز پڑھے ایسے وقت بغیر کھانا کھانے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر وقت اتنا تنگ ہو جائے کہ کھانے کے بعد فرض و سنت مؤکدہ نہیں پڑھ سکے گا تو پہلے نماز پڑھ لے اسی طرح اگر جماعت جانے کا خوف ہو اور بھوک اس قدر شدید ہو کہ بے چین کرے تو پہلے جماعت سے نماز پڑھ لے۔ اور اگر بھوک ایسی شدید ہو کہ نماز میں خشوع حضور قائم نہ رہ سکے تو جماعت کو ترک کرے اور پہلے کھانے سے فارغ ہو جائے۔

(۱۰۱) صبح طلوع ہونے کے بعد سوائے ذکر خیر کے اور کسی قسم کا کلام کرنا مکروہ ہے۔

(۱۰۲) اپنے جوتے یا کسی اور چیز کا اپنے پیچھے نماز میں رکھنا بوجہ دل کے اس کی طرف مشغول رہنے کے مکروہ ہے۔ یہ جتنی نگرہات کی صورتیں مذکور ہوئی ہیں ان سب میں نماز ادا ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کے شرائط و ارکان موجود ہیں لیکن چاہئے کہ نماز کو دوبارہ اس طرح سے پڑھیں کہ کوئی کراہت کی وجہ باقی نہ رہے جتنی نمازیں کراہت کے ساتھ ادا کی جائیں سب کا یہی حکم ہے پس اگر یہ کراہت تحریمی ہو تو اعادہ واجب ہے کیونکہ کراہت تحریمی واجب کے بالمقابل ہے اور اعادہ اس کے مرتبہ میں ہے۔ اور اگر کراہت تنزیہی ہو تو اس کا اعادہ مستحب ہے۔

مسائل مساجد کا بیان

دیہاں مسجد کے وہ احکام بیان کرنا مقصود نہیں ہے جو وقت سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کہ ان کا ذکر وقت کے بیان میں مناسب معلوم ہوتا ہے یہاں ان احکام کا بیان ہے جو نماز سے یا مسجد کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱) مسجد کا دروازہ بند کرنا اور قفل لگانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر مسجد کا مال و اسباب جاتے رہنے کا خوف ہو تو اگر ہر وقت

یہ خطرہ ہو تو سوائے نماز کے اوقات کے مسجد کا دروازہ بند کرنا اور قفل لگانا مکروہ نہیں ہے لیکن نماز کے اوقات میں اس وقت بھی مکروہ ہے اور اگر بعض اوقات میں خطرہ ہو تو بعض اوقات میں قفل لگانا مکروہ نہیں اس کے علاوہ میں مکروہ ہے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے

(۲) مسجد کی چھت پر وطی (جمع) کرنا یا پیشاب پاخانہ کرنا اور اجنبی مرد و عورت و حیض و نفاس والی عورت کا اوپر جانا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مسجد کے اندر مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ مسجد تحت الثری سے آسمان تک مسجد کے حکم میں ہے اگر گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی ہو جس میں نقلیں و سنتیں وغیرہ پڑھتا ہو یا عورتیں نماز پڑھتی ہوں اور خواہ اس کے لئے محراب بھی بنالی ہو اور بالکیزہ و خوشبودار رکھتا ہو تو اس کی چھت پر بلکہ خود اس جگہ پر بھی وطی و پیشاب و پاخانہ کرنا اور جنبی و حائض و نفاس کا آنا جانا مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ شرعاً مسجد کے حکم میں نہیں ہے جب تک وقت اور اذن عام وغیرہ نہ ہو جیسا کہ جس گھر میں قرآن مجید پڑھا ہو اور اس کی چھت پر پیشاب کرے یا اس پر آئے جائے یا لٹے یا اوپر کی منزل میں رہے تو مکروہ نہیں ہے۔ عید گاہ اور جنازہ گاہ (نماز جنازہ کی جگہ) کے بارے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس کو مسجد کا حکم نہیں لیکن اقتدار کے جائز ہونے میں بسبب مکان واحد ہونے کے مسجد کی مثل ہے اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں تاکہ لوگوں پر آسانی ہو۔ پس اس میں جنبی و حائض کا داخل ہونا مسجد کے حکم میں نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے لیکن وطی و پیشاب پاخانہ وغیرہ اس میں جائز نہیں کیونکہ بانی نے اس کو اس لئے نہیں بنایا ہے۔ فنائے مسجد یعنی وہ مکان یا جگہ جو مسجد کے متصل ہو اور مسجد کے اور اس کے درمیان راستہ نہ ہو اس کا ایسا حکم ہے جیسا کہ عید کی یا جنازہ کی نماز کی جگہ کا ہے یعنی اتحاد مکان کی وجہ سے اقتدار کے جائز ہونے میں مسجد کے حکم میں ہے خواہ صفیں متصل ہوں یا نہ ہوں یعنی اگر کوئی شخص فنائے مسجد میں کھڑا ہو کر امام سے جو مسجد میں ہے اقتدار کے اگرچہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں اور مسجد بھری ہوئی نہ ہو تب بھی اقتدار صحیح ہے جیسا کہ مسجد کے طاقوں اور دیواروں پر اقتدار صحیح ہے اگرچہ صفیں ملی ہوئی نہ ہو اور فنائے مسجد دیگر احکام میں مسجد کے حکم میں نہیں ہے پس اس میں جنبی یا حائض و نفاس کا داخل ہونا مکروہ نہیں ہے لیکن پیشاب پاخانہ وطی جائز نہیں اور اسی طرح مدرسہ اور خانقاہ و طلبہ کے رہنے کی جگہوں (رباط یعنی دارالطلبہ) اور حوض کی مسجد یعنی وہ چوتڑہ جو حوض کے پاس بنائے ہیں تاکہ جو کوئی وضو کرے وہ اس پر تھینے الوضو یا اور نماز پڑھ لے یا غیر نافذہ بازار (بند بازار) میں چوتڑہ نماز کیلئے بنائیتے ہیں یا مسافروں کی سرائے میں چوتڑہ نماز کے لئے بنائیتے ہیں ان مکانوں کا حکم مسجد کا نہیں ہے پس ان میں جنبی و حائض و نفاس کا داخل ہونا حلال ہے لیکن پیشاب پاخانہ وطی جائز نہیں ہے البتہ اگر مدرسہ و خانقاہ و سرائے و دارالطلبہ میں مساجد ہوں تو ان کا حکم بھی دوسری مساجد کا ہے اس لئے کہ ان میں اذن عام ہوتا ہے اور وہ مدرسہ وغیرہ بند کرنے پر بھی وہاں کے رہنے والے ان میں نماز پڑھتے ہیں اور جماعت کرتے ہیں اور یہ مسجد ہی کی نیت سے بنائی جاتی ہیں پس ان کے لئے احکام مساجد یعنی بیع کا حرام ہونا و دخول جنبی و حائض کا منع ہونا وغیرہ ثابت ہوں گے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے

بلکہ محض جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی ہے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے خواہ وہاں لوگوں کو نماز کے لئے آنے سے منع نہ کیا جاتا ہو اسی طرح اگر کسی کے گھر کے اندر مسجد ہے اگر وہ گھر ایسا ہو کہ جب بند کیا جاتا ہے تو اس گھر کے لوگ اس مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتے ہوں تو وہ مسجد جماعت ہے اور اس کے لئے مسجد کے احکام ثابت ہوں گے بیچ اس میں حرام ہوگی اور جنبی و حیض و نفاس والی کا اس میں داخل ہونا حرام ہوگا، یہ اس وقت ہے کہ جب اس گھر کے لوگ اس مسجد میں نمازیوں کو جانے سے منع نہ کرتے ہوں اور اگر ایسا گھر ہو کہ جب وہ بند کیا جائے تو اس مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو اور جب گھر کا دروازہ کھولا جائے تب جماعت ہوتی ہو تو وہ اگرچہ لوگوں کو اس میں نماز سے منع نہ کرتے ہوں وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ شارع عام کی مسجد جس میں جماعت معین نہیں ہے وہ بھی مسجد کے حکم میں ہے مگر ایسی مسجدوں میں اعتکاف نہ کیا جائے (بلکہ ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جائے جس میں پانچوں وقت جماعت ہوتی ہو) اگر شہر نپاہ کی دیوار پر مسجد بنائی جائے تو فقہانے کہا ہے کہ اس میں نماز پڑھنا چاہئے اس لئے کہ وہ عوام کا حق ہے لیکن اس مسئلہ میں یوں تفصیل چاہئے کہ اگر وہ شہر غلبہ پا کر فتح کیا ہو اور نام کے اذن سے وہ مسجد بنائی گئی ہو تو اس میں نماز جائز ہے اس لئے کہ امام کو اختیار ہے کہ راستہ میں مسجد بنا دے۔ پس شہر نپاہ کی دیواروں کو مسجد بنا دینا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ زمزم شریف کے کنوئیں کے ارد گرد کی جگہ کا حکم بھی مسجد کا ہے کیونکہ وہ مسجد میں داخل ہے پس اس میں جنبی و حیض و نفاس والی کا جانا یا وہاں غسل کرنا یا تھوکتا منع ہے اور اس میں اعتکاف کرنا صحیح ہے اور اس میں دائیں پاؤں کو پہلے داخل کرنا وغیرہ احکام مسجد اس پر لگیں گے کیونکہ جو چیز مسجد میں داخل ہے وہ مسجد کے حکم میں ہے۔

(۳) مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا یا نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور چھت پر چڑھنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا،

کیونکہ وہ بھی مسجد کے حکم میں ہے۔

(۴) مسجد کو بغیر عذر کے راستہ بنا لینا مکروہ ہے اور اگر مسجد میں سے گزرنے کی عادت بنا لے تو فاسق ہو جائے گا

لیکن اگر مسجد میں داخل ہونے وقت اعتکاف کی نیت کر لے تو اگرچہ وہاں کچھ نہ ٹھہرے فسق سے بچ جائے گا۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں سے گزرتا ہے یعنی اس کو راستہ بنا لیا ہے تو جائز ہے لیکن اس کو چاہئے کہ جب وہ گزرے تو ہر روز ایک مرتبہ اس میں نماز تہیۃ المسجد پڑھ لیا کرے یعنی اگر دن میں کئی دفعہ گزرنا ہو تو ایک دفعہ نماز تہیۃ المسجد پڑھنا کافی ہے ہر دفعہ ضروری نہیں۔ کوئی شخص مسجد میں سے گزرنے کے ارادے سے مسجد میں داخل ہو جب درمیان میں پہنچا تو تادم ہوا تو بعض نے کہا کہ جس دروازے سے اس کو نکلتا تھا اس کے سوا کسی دوسرے دروازے سے نکلے اور بعض نے کہا کہ وہاں نماز پڑھے پھر جہر سے چاہے نکلے اور بعض نے کہا کہ اگر وضو نہ ہو تو جس طرف سے آیا ہے واپس جائے تاکہ وہ وجہ جو گناہ کا موجب ہوئی ہو معدوم ہو جائے۔

(۵) مسجد کو ہر گھناؤنی چیز سے بچانا چاہئے اور مسجد کے اندر نجاست کا لیجانا اگرچہ اس سے مسجد آلودہ نہ ہو مگر وہ،

اسی طرح جس کے بدن پر نجاست لگی ہو اس کو مسجد میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ پس مسجد کے اندر ناپاک تیل سے چراغ چلانا

اور مسجد کی استرکاری (لپائی) ایسے گارے سے کرنا جس میں ناپاک، پانی ڈالا گیا ہو یا مسجد میں پیشاب کرنا یا فصد کھلوانا اگرچہ کسی برتن کے اندر پیشاب یا خون لیا جائے جائز نہیں ہے۔ اگر مسجد کی لپائی ایسے گارے سے کی جائے جس میں گوہر بلائی گئی ہو تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے کیا جاتا ہے کہ اس کے بغیر وہ ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ مسجد کے اندر ریح خارج کرنا بھی نہیں چاہئے۔ سلف میں سے بعض نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ جب اس کی طرف محتاج ہو تو خارج کر لے ہی اصح ہے۔ مسجد کے اندر کلی وغیرہ کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کے پانی سے گھن آتی ہے کہ اکثر تھوک و رینٹھ سے خالی نہیں ہوتا لیکن اگر وہاں اس کام کے لئے کوئی جگہ بنی ہو جہاں نماز نہ پڑھتے ہوں تو بلا کراہت جائز ہے۔ مسجد کے اندر برتن میں وضو کرنا جائز ہے (لیکن پوری احتیاط شرط ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ پڑے۔ اور یہی حکم بغیر جنابت کے غسل کا ہے)۔ مسجد کے اندر اور مسجد کی دیواروں پر اپنے سامنے کنکریوں پر اور چٹائیوں وغیرہ پر اور چٹائیوں کے نیچے تھوکنے اور ناک سنکنا مکروہ ہے اگر ایسا کیا تو اس کا اٹھانا اس کے ذمہ ہے اگر ضرورت پڑے تو اپنے کپڑے میں لے لے اور اگر اس امر پر مجبور ہے تو پوریا (چٹائی) کے نیچے تھوک وغیرہ ڈالنے سے پوریا کے اوپر ڈالنے میں برائی کم ہے اس لئے پوریا حقیقت میں مسجد نہیں ہے اور جو جگہ پوریوں کے نیچے ہے وہ حقیقت میں مسجد ہے۔ اور اگر اس میں پوریا نہ ہو تو زمین کے اندر دفن کر دے زمین کے اوپر نہ چھوڑے۔ اگر گیلی مٹی (کیچڑ) میں چلا ہو اور اس سے اس کے پاؤں آلودہ ہوں تو اس کو مسجد کی دیواروں یا ستون سے پونچھنا مکروہ ہے اور اگر مسجد کے پوریا (چٹائی) سے جو بیکار ہو گیا ہو اور اب اس پر نماز نہ پڑھتے ہوں پونچھے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور اگر مسجد کی مٹی سے پونچھے تو اگر مٹی بستہ ہے تو مضائقہ نہیں اور اگر کبھری ہوئی ہے تو مکروہ ہے اور یہی مختار ہے اور اگر ایسی لکڑی سے جو مسجد کی عمارت میں داخل نہیں بلکہ پونہی پڑی ہوئی یا لگی ہوئی ہے پونچھے تو مضائقہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوڑا جمع ہے تو اس سے پونچھ سکتے ہیں (مگر ان سب سے بچنا افضل ہے۔ مؤلف)۔

(۶) بچوں اور پاکلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو مسجد میں لیجانا مکروہ تشریحی ہے اور اگر مسجد کے بخش ہونے کا گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(۷) مسجد میں جوتیاں و موزے لیجانے والے کو چاہئے کہ اچھی طرح دیکھ بھال کر لے اور نجاست لگی ہو تو صاف کر لے۔ اگر جوتے و موزے پاک ہوں تو ان کو پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے لیکن ہمارے زمانے کے عرف میں مسجد میں جوتے پہن کر جانا بے ادبی میں داخل ہے اور اس سے مسجد کے فرش کی آلودگی کا بھی خوف ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صحابہ کے زمانے میں مسجد نبوی میں اس وقت کنکریں بچھی ہوئی تھیں اس لئے آپ کے زمانے میں یہ خوف نہ تھا اور اب لوگ و سنی احتیاط بھی نہیں کر سکتے اس لئے مسجد میں جوتی اتار کر جانا چاہئے۔

(۸) مسجد میں کچا ہسن پیاز مولیٰ وغیرہ کھانا یا کھا کر جانا جب تک بڑھتی ہوئی ہو مکروہ تشریحی ہے کیونکہ اس سے فرشتوں کو اول

مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے پس ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے۔ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس سے نمازیوں اور فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے مثلاً گندہ دہن گندہ بغل کے عارضہ والا یا جس کے بدن یا کپڑوں میں بدبو ہو یا بدبو دار زخم والا یا جس نے کوئی بدبو دار دوائی لگائی ہو جب تک اس کی بدبو منقطع نہ ہو جائے اور قصاب و مچھلی فروش جبکہ ان کے کپڑوں یا بدن میں بدبو ہو (اور بکثرت حقہ سکرٹ پینے والے مولف) اور کوڑھی اور سفید دماغ والے ان سب کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے۔ اور اگر عذر سے یا بھول کر نماز کے وقت بدبو دار چیز کا استعمال ہو تو ترک جماعت و ترک مسجد کے لئے وہ معذور ہوگا ورنہ نہیں۔ اسی حکم میں ہے وہ شخص جو لوگوں کو زبان سے ایذا دیتا ہو یعنی نسیبت و جھلی وغیرہ کرتا ہو کہ اس کو بھی مسجد میں آنے سے منع کیا جائے گا۔ اسی طرح مٹی کا تیل اور وہ دیا سلانی جس کے رگڑنے سے بدبو اڑتی ہو مسجد میں جلانا مکروہ ہے۔

(۹) گچ یعنی چونے وغیرہ کے مصالحو اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش و نگار بنانا جبکہ مسجد کی تعظیم کی نیت سے ہو اور محراب و قبلہ والی دیوار پر نہ ہو تو مکروہ نہیں، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اپنے مال سے کرے (لیکن فقرا پر خرچ کرنا افضل ہے۔ اسی فتویٰ ہے) حرام یا مخلوط الا سباب مال سے کرنا مکروہ ہے اور قبلہ والی دیوار اور محراب میں اپنے مال سے ہو تو مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے نمازیوں اور امام کے خشوع میں فرق آتا ہے بلکہ دائیں اور بائیں کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس سے بھی دائیں بائیں کے نمازیوں کے خشوع میں فرق آتا ہے۔ نمازیوں کے پیچھے کی دیوار اور چھت میں اس لئے مکروہ نہیں کہ اس سے خشوع میں فرق نہیں آتا۔ اور نقش و نگار سے مراد باریک نقش و نگار اور اس کے مثل یعنی قیمتی لکڑیاں وغیرہ لگانا اور سفیدی کرنا ہے۔ وقف کے مال سے نقش و نگار کرنا حرام ہے اگر متولی وقف کے مال سے نقش و نگار یا سفیدی وغیرہ کرے گا تو ضمان یعنی اس کا عوض دینا پڑے گا کیونکہ متولی کو وہی کام جائز ہے جو اس کی تعمیر سے متعلق ہو اور جو نقش وغیرہ کی قسم سے ہو وہ جائز نہیں اور اس کا ضمان دینا پڑے گا۔ لیکن اگر خود وقف کرنے والے نے اسی طرح کے نقش بنوائے ہوں تو ضمان نہیں دے گا کیونکہ فقہاء کا قول ہے کہ وقف کی تعمیر ویسی ہی کی جائے جیسی پہلے تھی یا وقف کرنے والے نے متولی کو اس کی اجازت دیدی ہو، یا مسجد کی مضبوطی کے لئے ہو تب بھی متولی پر ضمان نہیں ہے اور ایسا کرنا اس کے لئے بلاکراہت جائز ہے۔ اور اگر مسجد کا مال جمع ہو اور متولی کو یہ خوف ہو کہ ظالم اس کو تلف کر دیں گے یا چھین لیں گے تو ایسے وقت میں مسجد کے مال سے نقش و نگار کر دینے میں مضائقہ نہیں ہے جبکہ اس مسجد کو عمارت جدیدہ کی ضرورت نہ ہو ورنہ اس میں خرچ کرے اور اس صورت میں متولی پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ مسجد سے یہاں اندرون مسجد مراد ہے خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہے اور متولی کے لئے مال وقف کرنا تو بالکل ناجائز ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے خاص کر جبکہ اس سے وظائف والوں کی محرومی ہوتی ہو جیسا کہ ہمارے زمانے میں اکثر دیکھا گیا ہے۔

(۱۰) مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کا لکھنا بہتر نہیں ہے اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ کبھی وہ لکھا ہوا کھڑکے گر پڑے اور پاؤں کے نیچے آئے اسی طرح مکان کی دیواروں پر لکھنے کا یہی حکم ہے اور مصلیٰ درجائمان

اور قرش (بچھونے) پر اسمائے الہی لکھے ہوئے ہوں تو اس کا بچھانا یا کسی اور استعمال میں لانا مکروہ تحریمی و ممنوع ہے۔ اور اسی طرح اگر یہ خوف ہو کہ دوسرا شخص اس کا استعمال کرے گا تو دوسرے شخص کی ملکیت کر دینا بھی مکروہ تحریمی ہے اور دوسرے کے استعمال نہ کرنے کا کیا اطمینان ہے پس واجب یہ ہے کہ اس کو کسی بلند جگہ پر رکھ دے کہ اس پر کوئی چیز نہ رکھی جائے۔ (تعمیروں کو لکھ کر دروازہ پر لگاتا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں اہانت ہے اسی طرح بعض دسترخوانوں پر اشعار لکھتے ہیں ان کا بچھانا اور ان پر بھانا مکروہ ہے)۔

(۱۱) مسجد کے اندر کنواں نہیں کھودنا چاہئے اور اگر کنواں پہلے سے ہو اور اب یہ مسجد میں آگیا تو اس کو باقی رکھا جائے جیسے زمزم کا کنواں ہے۔

(۱۲) مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں کافروں کے عبادت خانوں سے مشابہت ہے اور اس سے نماز کی جگہ گھرتی ہے لیکن اگر اس میں مسجد کا فائدہ ہو مثلاً اگر زمین میں بہت نمی ہو اور اس کے ستون نہ ٹھہرتے ہو اور درخت بونے سے وہ نمی کم ہو جائے تو جائز ہے اور وہ درخت یعنی ان کی لکڑی اور پھل مسجد کا ہو گا۔ اگر لوگوں کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور ان سے مسجد تنگ نہ ہو اور جماعت کی صفوں میں خلل نہ پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لئے لگائے کہ ان کے پھل و پتے اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفوں میں خلل ہوتا ہو یا درختوں کے باعث کفار کے عبادت خانوں سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے۔

(۱۳) مسجد میں چٹائیوں و دیگر سامان مسجد رکھنے کیلئے مسجد بنانے وقت کوئی مکان حجرہ وغیرہ بنا لینے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (۱۴) مسجد کا چراغ کوئی گھر کو نہ اٹھا کر لیجائے اور گھر سے مسجد میں چراغ لیجائے مسجد کا چراغ تہائی رات گئے تک مسجد میں روشن رکھنے میں مضائقہ نہیں اور اس سے زیادہ نہ چھوڑا جائے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو یا وہاں اس کی عادت ہو تو مضائقہ نہیں مسجد کے چراغ سے تہائی رات تک کتاب بینی و درس و تدریس مطلقاً کر سکتا ہے اگرچہ جماعت ہو چکی ہو اور اس کے بعد اجازت نہیں مگر جہاں اس کے بعد تک جلتا رہنے کی عادت ہو۔

(۱۵) مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اس سائل کو دینا ہر حال میں مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اور اسی کو مختار کہا ہے (اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے اندر دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی اور فرمایا **يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ** یعنی خیرات دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔

(۱۶) گم شدہ چیز کا مسجد میں تلاش کرنا یعنی مسجد میں اس کے متعلق پوچھنا مکروہ ہے حدیث میں منع آیا ہے۔ (۱۷) مسجد میں شعر پڑھنا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ شعر اللہ تعالیٰ کی حمد اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء و رسولوں علیہم السلام کی نعت یا صحابہ و بزرگان دین کی منقبت و وعظ و انعامات الہی و حکمتوں کا ذکر اور متقیوں کی صفت کا بیان ہو تو ان کا پڑھنا بہتر ہے اور اگر ان میں گذشتہ زمانوں اور امتوں کا ذکر ہو تو مباح ہے اور اگر کسی مسلمان کی

بجویا بیوقوفی کی باتیں ہوں تو حرام ہے اور اگر ضد و خال وغیرہ کا وصف ہو تو مکروہ ہے۔

(۱۸) مسجد میں خرید و فروخت وغیرہ ہر عقد مبادلہ منع و مکروہ ہے صرف معتکف کو اجازت ہے جبکہ تجارت کیلئے نہ خریدنا بیچنا ہو بلکہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضرورت کے لئے ہو اور وہ چیز مسجد میں نہ لائی گئی ہو ضرورت سے زیادہ اس وقت بھی جائز نہیں (اس سے مراد ایسی خرید و فروخت ہے کہ جو مسجد پر غلبہ کر لے یعنی بازار کی مانند بنادے ایسے ہی اشعار کا پڑھنا یا نماز سے پہلے حلقہ وغیرہ کا کرنا یا جوئی کا ٹھنڈا وغیرہ امور کا اس طرح پر لوگوں کی طرف سے صادر ہونا کہ مسجد پر چھپا جائے اور مسجد مسجد نہ معلوم ہو تو مکروہ ہے ورنہ ایک دو آدمی کے ایسا کرنے میں کراہت نہیں ہے فافہم واشرع علم عقد نکاح مسجد میں مستحب ہے۔

(۱۹) ذکر سے آواز کا بلند کرنا یعنی ذکر چہر مسجد میں اس وقت مکروہ ہے جبکہ اس میں ریا کا خوف ہو یا نمازیوں و قاریوں کی یا سونے والوں کی ایذا کا خوف ہو اور اگر ان باتوں کا خوف ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بعض علماء کے نزدیک ذکر چہر ہی افضل ہے اس لئے کہ اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی ہوتا ہے اور خود ذکر کرنے والا بیدار دل رہتا ہے اور اس کی ہمت فکر کی طرف متوجہ رہتی ہے اور اپنے کان اس کی طرف لگاتا ہے اور یہ نیند کو دور کرتا اور نشاط کو بڑھاتا ہے اور اکثر علماء ذکر خفی کو تزییح دیتے ہیں اس لئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے: **خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ** یعنی بہتر ذکر آہستہ و خفیہ کرنا ہے (اور تیری ریا وغیرہ برائیوں سے خالی اور دائم الحصول ہے) فقہ سیکھے والوں کو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(۲۰) مسجد میں مہلج باتیں کرنا بھی مکروہ ہے جبکہ کلام کی خاطر مسجد میں بیٹھے اور اگر عبادت کے لئے بیٹھا اور اس کے بعد دنیا کا کلام کیا تو مکروہ نہیں ہے بعض نے مطلقاً کلام کو مکروہ کہا ہے خواہ عبادت کے لئے داخل ہوا ہو یا کلام ہی کی خاطر بیٹھے لیکن یہ منقول کے خلاف ہے اور اس میں بہت جرح ہے۔ (افسوس کہ اس زمانے میں لوگوں نے مسجدوں کو چوپال و بیٹھک بنا رکھا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں کو مسجدوں میں گالیاں بکتے دیکھا جاتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

(۲۱) چمگاڑو کو ترو وغیرہ کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لئے نوج کر پھینکنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

(۲۲) مسجد میں ماتم کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے۔

(۲۳) مسجد کا کوزہ اچھاڑ دیکر کسی ایسی جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو۔

(۲۴) مسجد میں کھانا پینا سونا اعتکاف کرنے والے اور مسافر کے سوا کسی کو جائز نہیں پس اگر کوئی شخص کھانے پینے یا سونے کا ارادہ کرے تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے پہلے کچھ ذکر الہی کرے یا نماز پڑھ لے پھر اس کے بعد کھانی لے یا سووے تو مکروہ نہیں ہے (بعض نے صرف اعتکاف والے کو اجازت دی ہے مسافر کو نہیں اور اس کو راجح کہا ہے اس لئے مسافر بھی اعتکاف کی نیت کر کے اختلاف سے بچے اور اعتکاف کا ثواب بھی لے گا)۔

(۲۵) دزدی کو مسجد میں بیٹھ کر سینا مکروہ ہے لیکن اگر اس کی حفاظت کے لئے اور وہاں سے لڑکوں کو نکالنے کے لئے بیٹھا ہو

تو اس وقت مضائقہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کاتب اجرت پر لکھا ہو یا کوئی اور پیشہ وراپنا پیشہ مسجد میں بیٹھ کر کرتا ہو یہی حکم ہے

اس لئے کہ مسجد دین کے کاموں کے لئے خصوصاً نماز کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں دنیا کے کام نہیں ہونے چاہئیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید تنخواہ لے کر پڑھاتا ہو وہ بھی پیشہ والوں میں داخل ہے اس کو مسجد سے علیحدہ بیٹھ کر پڑھانا چاہئے ہاں اگر مسجد میں لڑکوں کو گرجی یا کسی اور ضرورت کے باعث پڑھائے تو مکروہ نہیں اسی طرح بغیر اجرت کے پڑھائے یا کتابت وغیرہ کے جبکہ کتاب بُری نہ ہو یا مسجد کی حفاظت کے لئے بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو مکروہ نہیں۔

(۲۶) مسجد میں جو چیزیں چٹائی وغیرہ پڑی رہتی ہیں اگر اس میں سے کچھ (گھاس تنکا وغیرہ) اس کے کپڑے میں لپیٹ کر آگیا تو اگر اس نے عمدتاً نہیں کیا ہے تو اس کا وہاں واپس لوٹانا اس پر واجب نہیں ہے۔

(۲۷) بغیر نماز کے مسجد میں بیٹھنے میں مضائقہ نہیں لیکن اگر اس سبب وہاں کی کوئی چیز خراب ہوگئی تو اس کی قیمت دینی پڑے گی

(۲۸) اگر کوئی شخص غصب کی زمین میں مسجد یا حمام یا دوکان بناوے تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن افضل نہیں

اور اس دکان یا حمام کو کرایہ پر لیتا جائز نہیں اور اس دکان سے چیز خریدنا حرام نہیں ہے۔

(۲۹) قبلہ کی طرف قصداً بلا عذر دونوں پاؤں یا ایک پاؤں پھیلانا مکروہ ہے خواہ سوتے میں چلا جائے

کیونکہ اس میں بے ادبی ہے اور اس وجہ سے کرامت تخریبی معلوم ہوتی ہے لیکن ایسے شخص کی گواہی رد کرنے کا حکم ہے جس سے

اس کا مکروہ تخریبی ہونا معلوم ہوتا ہے فافہم) اگر عذر سے یا بھول کر پھیلانے کا تو مکروہ نہیں ہوگا اور نابالغ کا حکم بھی یہی ہے

یعنی اگر نابالغ کو قبلہ کی طرف پاؤں کر کے لٹا دیا تو یہ بھی مکروہ ہے اور اس کی کرامت اس لٹانے والے پر عائد ہوگی کیونکہ جو

بالغ پر حرام و مکروہ ہے اس کا نابالغ کے ساتھ واقع کرنا بھی حرام و مکروہ ہے جس کا گناہ اس بالغ کرنے والے پر ہے مثلاً لڑکے

کو رشیم یا سونے چاندی کا زیور پہنانا شراب پلانا وغیرہ حرام ہے یا قبلہ کی طرف بچہ کو پیشاب کرانا مکروہ تخریبی ہے اور اس کا

گناہ ماں باپ یا اس فعل کے نابالغ سے کرنے والے پر ہے۔ اسی طرح مصحف شریف (قرآن مجید) اور شرعی کتابوں یعنی

تفسیر و حدیث و فقہ اور ان کے اصول کی کتابوں کی طرف بھی پاؤں پھیلانا مکروہ ہے لیکن اگر کتابیں اونچے پر ہوں کہ عرفاً

پاؤں عازات (برابری) ان کی طرف نہ ہوں تو پھر پاؤں کا پھیلانا مکروہ نہیں ہے اور یہ جگہ کے دور اور نزدیک ہونے کے

سواء سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ دور سے تھوڑی بلندی بھی پاؤں کی محاذات کی نفی نہیں کرتی ہے لیکن اگر بہت زیادہ دور

ہو تو کرامت نہیں ہے کیونکہ اس کو عرف میں کتاب کی طرف پاؤں پھیلانا نہیں کہا جائے گا۔

(۳۰) جس شخص نے مسجد بنائی اور اس کو اللہ کے واسطے وقف کر دیا تو اس کی مرمت اور عمارت اور بوردیا و

چٹائی بچھانے اور لوٹے اور چراغ بتی (قندیل وغیرہ) اور اذان و اقامت و امامت کا جبکہ وہ امامت کی لیاقت رکھتا ہو

وہی شخص مستحق ہے اور اگر اس میں لیاقت نہ ہو تو اس کی تجویز سے کوئی اور شخص مقرر ہوگا اسی طرح اس کے بعد اس کی اولاد

اور کنبے والے غیروں سے اولیٰ ہیں۔ بانی مسجد نے ایک شخص کو امام و مؤذن مقرر کیا اور اہل محلہ نے کسی دوسرے کو تو اگر وہ

افضل ہے جسے اہل محلہ نے پسند کیا ہے تو وہی بہتر ہے اور اگر برابر ہوں تو جسے بانی نے پسند کیا ہو وہی ہوگا۔ محلہ والوں کو

مسجد کے کاموں کے لئے متولی مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ اس کو قاضی (حاکم) نے مقرر نہ کیا ہو۔
 (۳۱) دو مسجدوں کو ایک کر لینا یا ایک مسجد کو دو کر لینا نماز کے لئے جائز ہے درس اور ذکر کے لئے جائز نہیں کیونکہ مسجدیں
 درس اور ذکر کے لئے نہیں بنائی گئیں اگرچہ ان میں درس اور ذکر جائز ہے۔

(۳۲) اگر مسجد میں وعظ اور تلاوت قرآن مجید ہو رہی ہو تو عوام کے لئے وعظ کا سنتا بہتر ہے تاکہ وہ علم حاصل کریں
 جو محض قرآن سننے سے ان کو حاصل نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ قرآن کے معانی و نکات و احکام شرعی کو سمجھ سکتے ہیں ان کے حق
 میں قرآن کا سنتا بہتر بلکہ ضروری ہے۔

(۳۳) مسجد میں کسی جگہ کو اپنے لئے خاص کر لینا مکروہ ہے اور اس کو اس جگہ سے کسی دوسرے کو ہٹا دینا جائز نہیں ہے
 اگرچہ وہ دوسرا آدمی مدرس ہو (یعنی نمازی نہ ہو بلکہ درس دیتا ہو۔ مؤلف) کیونکہ مسجد کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہے۔ لیکن اگر
 کوئی شخص اپنی جگہ سے وضو وغیرہ کسی ضرورت کیلئے اٹھ کر گیا اور اس کو جلدی ہی واپس آنا ہے خاص طور پر جبکہ اپنا کپڑا وغیرہ
 وہاں رکھ گیا ہو تو اب اس کا حق فائق ہو گیا ہے اور دوسرے بیٹھنے والے کو اس جگہ سے ہٹانا اس کے لئے جائز ہے۔ اگر جگہ تنگ
 ہو تو نمازی کے لئے کسی دوسرے بیٹھنے والے کو وہاں سے ہٹانا جائز ہے اگرچہ وہ بیٹھنے والا درس یا قرأت میں مشغول ہو۔ اسی
 طرح اگر کسی کے بیٹھنے سے صف میں خلل پڑتا ہو تو اس کا اٹھنا دینا بھی نمازی کو جائز ہے بلکہ تنگی کی صورت میں اہل محلہ کو
 اختیار ہے کہ جو شخص اس محلہ والوں میں سے نہ ہو اس کو اس مسجد میں نماز سے منع کریں۔ اسی طرح اگر کسی نے ضرورت سے زیادہ
 جگہ گھیر لی ہو تو اس سے دوسرے آدمی کو جگہ لینے کا حق حاصل ہے۔ (مسجد کے علاوہ بھی ہر اس جگہ میں جہاں سب مسلمانوں کا
 حق برابر ہے یہی حکم ہے مثلاً منی یا عرفات میں حج کے لئے جو پہلے آکر اس پر اپنا خیمہ لگالے یا بازار میں کام دہنکاری کے لئے بیٹھنے کی
 جگہوں میں جو پہلے آکر بیٹھ جائے اسی کا حق ثابت ہے اور دوسرا اس کو نہیں اٹھا سکتا مگر جب وہ اٹھ گیا اور دوسرا آکر بیٹھ گیا تو
 اب اس کا حق ہو گیا)۔

(۳۴) مسجدوں میں سب سے افضل مسجد مکہ معظمہ ہے کیونکہ اس میں خانہ کعبہ ہے اور اس میں بھی خانہ کعبہ افضل ہے کیونکہ
 اس کی شان میں قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وَّضِعَ لِلنَّاسِ الْاَيْہِ پبلہ گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے یہی ہے جو
 مکہ میں ہے اور پھر باقی مسجد اکرام جو اس کو محیط ہے، اس کے بعد مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے پھر مسجد قدس
 (بیت المقدس کی مسجد) پھر مسجد قبا، اس کے بعد جامع مسجدیں پھر مسجد محلہ پھر مسجد شارع یعنی جس کا امام و مؤذن مقرر نہ ہو۔
 جامع مسجدوں سے مراد وہ ہیں جن میں وسعت زیادہ ہو اور جماعت بہت ہو اور ان میں افضل وہ ہے جو زیادہ قدیم ہو
 پھر وہ جس میں جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو۔ (صحیح ہے کہ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں جس قدر اضافہ کیا گیا ہے
 وہ ثواب میں اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہے یعنی اضافہ والی جگہ میں بھی ایک ہزار نماز کا ثواب ہے جیسا کہ اصل مسجد نبوی میں ہے
 لیکن اصل اول مسجد کا اندازہ کر کے اس کو نماز کے لئے اختیار کرنا افضل ہے اور اصل مسجد کا طول سو ہاتھ اور اتنا ہی عرض ہے

ان دنوں میں اصل مسجد کی شناخت کے لئے ستونوں پر نشان مقرر ہے۔ لیکن فرض نماز کی جماعت میں امام کے قریب ہونا ہی افضل ہے۔ اور اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا اگرچہ جماعت قلیل ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگرچہ وہاں بڑی جماعت ہو بلکہ اگر محلہ کی مسجد میں جماعت نہ ہوئی ہو تو وہاں تنہا جائے اور اذان و اقامت کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو تو یہ جامع مسجد کی جماعت سے افضل ہے۔ کیونکہ یہ مسجد کا حق ہے جس کا ادا کرنا اور غیر مسجد میں نہ جانا اولیٰ ہے۔ جب چند مسجدیں برابر ہوں تو وہ مسجد اختیار کرے جس کا امام زیادہ علم و نیکی والا ہو اگر اس میں برابر ہوں تو جو زیادہ قدیم ہو اور بعضوں نے کہا کہ جو زیادہ قریب ہو اور زیادہ رازح بھی ہی معلوم ہوتا ہے۔ محلہ کی مسجد کا امام اگر معاذ اللہ زانی یا سود خوار ہو یا اس میں کوئی اور خرابی ہو جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز منع ہو تو اپنی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو جائے اور اگر وہ کر سکتا ہے تو معزول کر دے۔ اپنے استاد کی مسجد اس مسجد سے جو قدیم یا بڑی یا قریب ہو افضل ہے کیونکہ اس میں دو ثواب ہیں ایک جماعت کا دوسرے تحصیل علم کا۔

باب - وتر کا بیان

(۱) وتر کو واؤ و سکور و مفتوح دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مگر سکور زیادہ مشہور ہے۔ وتر لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور یہ جفت کی ضد ہے اور شرع کی اصطلاح میں اس خاص نماز کو کہتے ہیں جس میں تین رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اور اس کا وقت عشا کے بعد ہے اور عام طور پر عشا کی نماز کے بعد فوراً ہی پڑھ لیتے ہیں۔ اس جگہ اسی نماز کے مسائل بیان ہوں گے۔

حکم (۱) وتر میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تین روایتیں ہیں ایک روایت میں فرض ہے اور ایک روایت میں سنت مؤکدہ اور یہی حکم صاحبین اور امام شافعی و دیگر ائمہ کے نزدیک ہے۔ اور ایک روایت میں واجب ہے یہی امام صاحب کا آخری قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ فقہانے ان تینوں روایتوں میں اس طرح سے تطبیق دی ہے کہ وتر عمل کے لحاظ سے فرض ہے پس اس کے چھوڑنے سے گنہگار ہوگا اور اس کی قضا و ترتیب کا واجب ہونا فرضوں کی مانند ہے اور اعتقاد کے اعتبار سے واجب ہے یعنی اس کے واجب ہونے کا اعتقاد ضروری ہے پس فرض عملی واجب ہی کی ایک اعلیٰ قسم ہے اور ثبوت کے اعتبار سے یہ سنت ہے کیونکہ اس کا ثبوت سنت یعنی حدیث سے ہے قرآن سے نہیں۔ اس طرح یہ تینوں روایتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

(۲) پس وتر کا منکر کا نہیں ہونا یعنی اس کے واجب ہونے کا منکر کا نہیں ہے لیکن اصل نماز وتر کا منکر کا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ نماز وتر خواص و عوام کے نزدیک دین کی ضروریات میں سے ہے اور دین کی ضروریات کا منکر کا نہیں ہوتا ہے اور فرض نمازوں کی طرح نماز وتر کا ترک کرنے والا بھی فاسق و گنہگار ہے جبکہ سنی اور فسق کی وجہ سے ترک کرتا ہو لیکن اگر استخفاف کی وجہ سے یعنی دین کی ضروریات میں سے نہ جان کر ترک کرتا ہو تو گنہگار اور یہی حکم ہر سنت اور واجب کا ہے کہ استخفاف کی نظر سے

ان کو ترک کرنے والا کافر ہو جائے گا خوب سمجھ لیجئے۔

(۳) وتر کی نماز کا بلا عذر بیٹھ کر اور سواری پر جائز نہ ہوتا اور اگر قصداً یا سہواً چھوٹ جائے تو قضا واجب ہوتا اور اس میں وتر کی نیت کا لازمی ہونا اور آخر رات تک اس کی تاخیر مکروہ نہ ہوتا بلکہ تاخیر افضل ہوتا وغیرہ بھی اس کے وجوب کی دلیل ہیں کیونکہ سنتیں اور نوافل بلا عذر بیٹھ کر اور سواری پر پڑھنا جائز ہیں اور ان کی قضا واجب نہیں ہے اور عشا کی سنتیں بوجہ فرضوں کے تابع ہونے کے نصف رات کے بعد مکروہ ہیں۔

(۴) وتر کی نماز ہر روز سوائے میں یعنی خواہ رمضان المبارک کا مہینہ ہو یا کوئی اور دن ہوں جہری نمازوں میں سے ہے پس اگر جماعت سے وتر ادا کئے جائیں تو نماز وتر کی تینوں رکعتوں میں امام کو چہر کرنا واجب ہے اور اگر اکیلا پڑھے تو اس کو اختیار ہے کہ چہر کرے یا نہ کرے کیونکہ جن ائمہ کے نزدیک نماز وتر واجب ہے اس صورت میں چہر کا واجب ہونا ظاہری ہے اور سنت کا قائل ہونے کی صورت میں چونکہ یہ رات کی نماز ہے اور رات کے وقت نوافل جب جماعت سے ادا کئے جائیں تو ان میں چہر کرنا واجب ہے پس وتروں میں بھی چہر واجب ہوا اور جس نماز میں جماعت سے ادا کرنے کی صورت میں چہر واجب ہوتا ہے اس میں منفرد کو چہر و مخافت میں اختیار ہوتا ہے اور رات کے نوافل میں جماعت کے ساتھ پڑھنے میں امام کو چہر واجب ہے اور منفرد کو چہر و مخافت میں اختیار ہے پس وتر رمضان المبارک کے علاوہ بھی جہری نماز ہے اور ان کا جماعت سے ادا کرنا رمضان المبارک کے علاوہ بھی جائز ہے جبکہ تراویح کے طور پر اور تین سے زیادہ کی جماعت نہ ہو ورنہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اور نوافل کا حکم ہے پس اس میں امام کو چہر کرنا واجب ہے اور منفرد کو اختیار ہے کہ چہر کرے یا نہ کرے اور چونکہ احتیاطاً تینوں رکعتوں میں قرأت یعنی الحمد اور سورت پڑھی جاتی ہے اس لئے تینوں رکعتوں میں چہر کرے واللہ اعلم بالصواب۔ مولف۔

وقت | وتر کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق سے پہلے تک بلا کراہت ہے، جسے آخر شب میں جاگنے پر پورا بھروسہ ہو تو اس کو مستحب اور افضل یہ ہے کہ آخر رات میں پڑھے اور اگر اٹھنے میں شک ہو اور قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو عشا کی نماز کے بعد ہی پڑھ لینا چاہئے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر اپنے وقت میں عشا کا تابع نہیں ہے اور عشا کی نماز کا اس پر مقدم کرنا ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور بھولنے کے عذر سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پس اگر بھول کر نماز وتر عشا سے پہلے پڑھ لی تو صحیح ہو جائے گی۔

وتر پڑھنے کا طریقہ | نماز مغرب کی طرح نماز وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں اور ان کے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو اور فرض نمازوں کا ہے اور اس کا پہلا قعدہ بھی فرضوں کی طرح واجب ہے پس اس قعدہ میں درود دعا پڑھے اور جب تیسری رکعت میں گھڑا ہونے اور عود نہ پڑھے اور اگر بھول کر قعدہ نہ کرے اور گھڑا ہو جائے تو پھر نہ بیٹھے اور اور آخر میں سجدہ شہو کر لے جیسا کہ فرضوں میں حکم ہے۔ لیکن وتر کی تینوں رکعتوں میں الحمد کے بعد کوئی سورت یا کم از کم تین چھوٹی آیتیں بلانا چاہئے یعنی تیسری رکعت میں بھی مطلقاً قرأت فرض ہے اور سورت بلانا احتیاطاً واجب ہے کیونکہ

صاحبین و تر کے سنت ہونے کے قائل ہیں پس احتیاط کا تقاضا ہے کہ نفلوں اور سنتوں کی طرح سب رکعتوں میں الحمد اور سورت پڑھی جائے۔ و زیروں کے لئے کوئی سورت پڑھنا مقرر نہیں ہے بلکہ جہاں سے چاہے پڑھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں قل یا ایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھنا حدیثوں میں آیا ہے اس لئے ان کا پڑھنا مستحب ہے اور کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھا کرے کوئی خاص سورۃ معین کرنا مناسب نہیں تاکہ لوگوں کو اس کے واجب ہونے کا اعتقاد نہ ہو جائے تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص کے بعد سورۃ الفلق و سورۃ الناس کا بلانا جو بعض روایتوں میں آیا ہے روایت و روایت کے لحاظ سے ضعیف ہے اس لئے جمہور فقہاء و علماء کا مختار نہیں ہے۔ اور صحیح قول کے بموجب تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے کوئی دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے اور وہ اس طرح ہے کہ جب تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے یہ سنت ہے اور اللہ اکبر کہے یہ واجب ہے پھر قیام کی حالت کی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لے یہی مختار ہے۔ (امام ابو یوسف کے نزدیک ہاتھ نہ باندھے بلکہ دعا مانگنے والے کی طرح چھاتی تک ہاتھ اٹھائے رکھے اور سہیلیاں آسمان کی طرف رکھے لیکن یہ قول ضعیف ہے) پھر دعائے قنوت پڑھے۔ مختار یہ ہے کہ خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو۔ اور خواہ نماز وتر ادا ہو یا قضا اور خواہ رمضان المبارک میں ہو یا اور دنوں میں دعائے قنوت آہستہ پڑھیں اور آہستہ پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے اور تمام سال اسی طرح رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرے۔ قنوت میں قیام کی مقدار سورۃ اذ السماء انشقت کے بقدر کرے لیکن یہ حکم افضلیت کیلئے ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ قنوت دعا ہے خواہ مختصر سی ہو پس وجوب مختصر سے بھی ادا ہو جاتا ہے یا یہ حکم ان کے نزدیک ہے جن کے نزدیک قنوت طول قیام ہے دعا نہیں۔ قنوت کی کوئی دعا مقرر نہیں ہے لیکن مشہور دعا کا پڑھنا اولیٰ اور سنت ہے اور مشہور دعا یہ ہے: **اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُشْكِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنُحْلَعُ وَنَتْرُكُ مِنْ يَّفْعُرُكَ اللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَابْتَغِيْ نَسْعِيْ وَنُحْفِدُ وَنَرْجُو اَرْحَمَتَكَ وَنَخْشِيْ عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَفّٰرِ مُلْحِقٌ**۔ (بعض روایات میں الفاظ کا فرق ہے چنانچہ نستعينك کے بعد نستغفرك اور الخیر کے بعد كَلِمَةٌ اور عذابك کے بعد دونوں جگہ الحمد زیادہ ہے اور کہیں کہیں حرف واؤ کم ہے)۔ اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے تو بہتر و افضل ہے کیونکہ یہ دعا بھی منصوص ہے **اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَكَّلْنِيْ فِيْمَنْ تَوَكَّلْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَدُلُّ مِنْ وَاٰلِيَّتْ وَلَا يَحْرَمُ مِنْ عَادِيَّتْ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ** (اس دعا کے الفاظ میں بھی کتابوں میں کسی بیشی ملتی ہے اور بعض نے اس کو جمع کے صیغہ سے پڑھنا لکھا ہے یعنی اللهم اهدهنا فيمن هدايت وعافنا فيمن عافيت اور جماعت کے لئے یہ موزوں معلوم ہوتا ہے مؤلف) اور بھی دعائیں حدیثوں میں آئی ہیں لیکن وہ غیر مشہور ہیں۔ جو شخص دعائے

قنوت اچھی طرح نہ پڑھ کے یا یاد نہ ہو تو وہ یہ پڑھ لیا کرے: رَبَّنَا اِنْتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا تین دفعہ اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ لِيْ کہہ لیوے (عالمگیری وغیرہ میں جمع کے صیغے کے ساتھ اللہم اغفر لنا لکھا ہے) یا تین دفعہ یا رَبِّ کہہ لے تو نماز ہو جائے گی (لیکن مشہور دعائے قنوت کو ضرور جلدی یاد کرنے اور صحیح کرنے کی کوشش کرے تاکہ سنت و فضیلت حاصل کرے مولف) اس کے بعد تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور حسب معمول نماز پوری کر لے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد تین بار سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقَدُّوْسِ کہے اور تیسری بار آواز کو بلند کرے۔

دیگر مسائل (۱) نماز وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ البتہ اگر اہل اسلام پر حادثہ عظیمہ واقع ہو مثلاً کافروں نے زلفہ کیا ہو تو بالاتفاق عشاء و فجر و مغرب کی جماعتوں میں مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کے لئے قنوت نازلہ پڑھے اس کے متعلق مسائل کا آگے متصل ہی بیان درج ہے۔

(۲) رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت پڑھنا جائز ہے بلکہ افضل ہے صحیح ہے۔ رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھے اور اگر تداوی کے طور پر ہو یعنی بلانے اور جماعت کا اہتمام کیا گیا ہو تو دیگر نوافل کی طرح مکروہ ہے۔ (۳) اگر کبھی سہواً یا قصداً چھوٹ جائے تو قضا واجب ہے اگرچہ بہت دن ہو جائیں پس جب موقع ملے فوراً اس کی قضا پڑھنی چاہئے اور وتروں کی قضا بغیر نیت وتر کے جائز نہیں اور وتر کو قضا پڑھے تو قنوت بھی پڑھے البتہ قضا جبکہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو تو اس میں تکبیر قنوت کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے تاکہ لوگ اس کی تقصیر پر مطلع نہ ہوں۔

(۴) اگر کوئی شخص صاحب ترتیب ہے اور اس کو یہ یاد ہے کہ اس نے نماز وتر نہیں پڑھی اور وقت میں گنجائش بھی ہے اور اس نے فجر کی نماز شروع کر دی تو فجر کی نماز فاسد ہے خواہ شروع کرنے سے پہلے یاد ہو یا درمیان میں یاد آجائے اسی طرح اگر نماز وتر میں یاد آیا کہ کوئی نماز اس کے ذمہ ہے تو اگر وقت تنگ نہ ہو اور قضا نماز میں چھ نہ ہوگی ہوں تو وتر فاسد ہو جائے۔ (۵) جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کو بیٹھ کر وتر پڑھنا اور بلا عذر سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں۔ (صاحبین کے نزدیک چونکہ وتر سنت ہے اس لئے وتر یاد ہونے کی صورت میں نماز فجر فاسد نہیں ہوتی اسی طرح کسی نماز کے یاد ہونے کی صورت میں وتر فاسد نہیں ہوتے لیکن اگر وتر چھوٹ جائیں تو ان کے نزدیک بھی قضا کئے جائیں گے اور بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر جائز نہیں کیونکہ صاحبین کے نزدیک باوجود سنت ہونے کے ان باتوں میں سنت سے علیحدہ ہیں)۔

(۶) اگر قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو صحیح یہ ہے کہ رکوع میں قنوت نہ پڑھے اور قیام کی طرف نہ لوٹے اور سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر قیام کی طرف لوٹا اور قنوت پڑھی تو رکوع کا اعادہ نہ کرے اور سجدہ سہو کر لے مگر اسے ایسا کرنا نہیں چاہئے کیونکہ رکوع سے جو کہ فرض ہے قنوت کی طرف جو کہ واجب ہے رجوع کرنا ایک قول کے بموجب نماز کو فاسد کرتا ہے اور صحیح اور مفتی یہ قول کے مطابق فاسد تو نہیں کرتا لیکن برا ہے۔ اور اگر رکوع کا اعادہ بھی کر لیا اور سجدہ سہو کر لیا تو بھی نماز ہو گئی لیکن یہ دوبارہ رکوع کرنا لغو ہو گا پس اس حالت میں اگر کوئی نیا مقتدی اگر امام کے پیچھے اس دوسرے رکوع میں شامل ہو تو

وہ اس رکعت کو پانے والا نہ ہوگا خوب سمجھ لیں۔ اگر رکوع سے سزاٹھانے پر یاد آیا کہ قنوت بھول گیا ہے تو بالائتفاق یہ حکم ہے کہ جو بھول گیا ہے اس کے پڑھنے کی طرف عود نہ کرے اور سجدہ سہو کر لے۔

(۷) اگر الحمد کے بعد قنوت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سورت چھوٹ گئی اور رکوع میں یاد آیا تو رکوع سے واپس لوٹے اور سورت پڑھے اور قنوت اور رکوع کا اعادہ کرے اور سجدہ سہو کرے۔ اور اگر الحمد چھوڑ دی تھی تو الحمد کے ساتھ سورت اور قنوت اور رکوع کا اعادہ کرے اور سجدہ سہو کرے ان دونوں صورتوں میں اگر رکوع کا اعادہ نہ کیا تو جائز نہیں اس لئے کہ قرأت اور رکوع میں ترتیب فرض ہے پس قرأت کی طرف لوٹنے کی وجہ سے رکوع باطل ہو گیا اب دوبارہ رکوع کرنا فرض ہے اور اس رکوع میں اگر کوئی بنا مقتدی آکر شامل ہو تو وہ اس رکعت کو پانے والا ہوگا۔ اور اگر امام کو وتر کے رکوع میں یاد آیا کہ اس نے قنوت نہیں پڑھی تو اس کو قیام کی طرف نہیں لوٹنا چاہئے اور باوجود اس کے اگر قیام کی طرف لوٹا اور قنوت پڑھی تو رکوع کا اعادہ نہیں کرنا چاہئے اور اگر اس نے رکوع کا بھی اعادہ کر لیا تو جماعت کے جن لوگوں نے پہلے رکوع میں امام کی متابعت کی تھی وہ اس رکعت کو پانے والے ہوں گے اور جن لوگوں نے پہلے رکوع میں امام کی متابعت نہیں کی تھی اور دوسرے رکوع میں کی تھی وہ اس رکعت کو پانے والے نہیں ہوں گے۔

(۸) وتر کی قنوت میں مقتدی امام کی متابعت کرے پس اگر مقتدی کے فارغ ہونے سے پہلے امام نے رکوع کر دیا تو مقتدی باقی قنوت کو چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے کیونکہ دعائے قنوت کا بعض حصہ جو وہ پڑھ چکا ہے قنوت ہی ہے اور اگر امام نے قنوت پڑھ کر یا بغیر قنوت پڑھے رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ قنوت نہیں پڑھی تو اگر رکوع جاتے رہنے کا خوف ہو تو رکوع کر دے اور اگر یہ خوف نہ ہو تو قنوت پڑھے پھر رکوع کرے تاکہ قنوت کا پڑھنا اور اقتداء دونوں واجب پر عمل ہو جائے۔ اور ایسے موقع پر مطلقاً کوئی مختصر دعا جسے قنوت کہہ سکیں پڑھ لے۔ مثلاً اللہم! اغفر لی تین بار وغیرہ۔

(۹) اگر وتر کی نماز میں شک ہو کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری ہے یا تیسری تو ایک قول یہ ہے کہ جس رکعت میں ہے اس میں قنوت پڑھے پھر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو اور دو رکعتیں دو قعدوں سے پڑھے اور دونوں میں احتیاطاً قنوت پڑھے اور سجدہ سہو کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی رکعت میں قنوت نہ پڑھے اس لئے کہ پہلی اور دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا بدعت ہے پہلا قول اصح ہے اس لئے کہ قنوت واجب ہے اور جس چیز کے واجب ہونے اور بدعت ہونے میں شک ہو اس کو احتیاطاً کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر شک ہو کہ یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو اس میں قنوت پڑھے اور قعدہ کرے اور پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی قنوت پڑھے اور قعدہ کرے اور سجدہ کرے۔ اگر بھول کر پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں تیسری رکعت میں پھر پڑھنی چاہئے اور سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

(۱۰) مسبق کو چاہئے کہ امام کے ساتھ قنوت پڑھے پھر بعد میں نہ پڑھے کیونکہ اس کی آخری نماز وہی ہے اور جب اپنے مقام پر پڑھے چکا تو اس کا تکرار مشروع نہیں۔ اور اگر تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا اور امام کے ساتھ قنوت نہیں

پڑھی تو اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ اس کو تیسری رکعت مل گئی اور امام کا قنوت پڑھنا قرأت کی طرح مقتدی کے لئے کافی ہو گیا اس لئے اب باقی دو رکعتوں میں اگر پڑھے گا توبہ جگہ پڑھنے والا اور دوبارہ پڑھنے والا ٹھہرے گا۔

(۱۱) قنوت وتر میں درود شریف نہ پڑھے ہمارے مشائخ نے یہی اختیار کیا ہے۔ (عالمگیری) لیکن در مختار و فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں درود شریف کا پڑھنا بہتر اور مستحب لکھا ہے اور وہ یہ ہے: وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ وَالِاهِ وَسَلَّمَ۔ یا بغیر سیدنا محمد کے آیا ہے یا جو درود الخیات میں پڑھتے ہیں وہ پڑھے۔

(۱۲) اگر کوئی ایسے شخص کے پیچھے پڑھے جو رکوع کے بعد قومہ میں قنوت پڑھتا ہے جیسے شافعی المذہب اور مقتدی کا یہ مذہب نہیں تو اس میں اس کی متابعت کرے اور قومہ میں اس کے ساتھ پڑھے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ امام تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھتا ہو اور اگر امام ایک رکعت وتر پڑھے تو اس کی اقتداء نہ کرے بلکہ اکیلا الگ پڑھے۔

(۱۳) اگر فجر کی نماز میں شافعی المذہب امام نے قنوت پڑھی تو حنفی مقتدی کو چاہئے کہ نہ پڑھے بلکہ ہاتھ لٹکائے ہوئے اتنی دیر چپکا کھڑا رہے یہی صحیح ہے۔

”قنوت نازلہ اور اس کے متعلقہ مسائل“

آقائے دو جہاں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی عام اور عالمگیر مصیبت نازل ہو جائے مثلاً غیر مسلم حکومتوں کی طرف سے حملہ اور تشدد ہونے لگے اور دنیا کے سر پر خوفناک جنگ چھا جائے یا دیگر بلاؤں اور بربادیوں اور ہلاکت نیز طوفانوں میں مبتلا ہو جائے اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی نازل ہونے والی مصیبتوں میں سے اشد ہے۔ تو ایسی مصیبت کے دفعیہ کے لئے فرض نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور جب تک وہ مصیبت دفع نہ ہو جائے یہ عمل برابری رہتا تھا اور اس کا جواز عموماً جمہورائے اور خصوصاً حنیفہ کے نزدیک باقی ہے اور نسوخ نہیں ہے بلکہ جب کوئی عام مصیبت پیش آئے تو مصیبت کے زمانے تک قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے البتہ قنوت دوامی جو فجر کی نماز میں امام شافعی کے نزدیک مستون ہے وہ حنیفہ کے نزدیک نسوخ ہے فقہ حنفی کی کتابوں میں جہاں قنوت فجر کو نسوخ کہا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ قنوت دوامی یعنی فجر کی نماز میں قنوت ہمیشہ پڑھنا نسوخ ہے۔ ابتدا مسلمانوں کو لازم ہے کہ ضرورت کے وقت اس سنت پر عمل کریں اور قنوت نازلہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار کی کثرت ظلم و زیادتی اور فسق و فجور اور ہر قسم کے گناہوں سے پرہیز کریں۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا پورا پورا لحاظ رکھیں آپس میں محبت و ہمدردی اور اتفاق پیدا کریں اور لعاب سے پرہیز کریں اور اپنے خالق خدا سے بزرگ و بڑتر کی بارگاہ میں تضرع و زاری کے ساتھ مناجات و دعا کریں غرضیکہ ہر قسم کے اوامر و اخلاق حسنہ پر عمل کی کوشش کریں اور ہر قسم کی منکرات و برائی سے بچیں۔ حضرت حق تعالیٰ جل مجدہ کی رحمت کاملہ سے امید ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اخلاص و تضرع بھری دعائیں قبول

فرماتے گا اور ان کو اس گردابِ بلا سے نجات و مخلصی عطا فرمائے گا۔ وما ذلک علی اللہ بجزیرہ۔

قنوت نازلہ کن نمازوں میں پڑھی جائے | احادیث میں اس قنوت کا ذکر مختلف طریقوں سے آیا ہے کسی حدیث میں صرف نماز فجر کا ذکر ہے اور کسی میں نماز عشا کا اور کسی میں دو تین نمازوں کا اور

کسی میں پانچوں نمازوں کا۔ پس صرف نماز فجر میں پڑھنے کی روایت اور چہری نمازوں میں پڑھنے کی روایت توفیقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں بھی موجود ہے اس لئے ان دونوں صورتوں میں کوئی تامل کی گنجائش نہیں۔ رہا پانچوں نمازوں میں پڑھنا تو دیگر ائمہ خصوصاً امام شافعیؒ بموجب حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے جواز کے قائل ہیں اس لئے پانچوں نمازوں میں پڑھنے والوں پر بھی نکیرینہ کی جائے۔

نماز میں کس جگہ اور کس طرح پڑھی جائے | باعتبار دلیل کے قوی یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یہی اولیٰ اور مختار ہے۔ پس فجر کی دوسری رکعت، مغرب کی تیسری رکعت اور عشا کی چوتھی رکعت میں

رکوع کے بعد سمع اللہ من حمدہ کہہ کر امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی آمین کہتے رہیں۔ دعا سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں۔ اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہو تو بہتر ہے کہ امام بھی آہستہ پڑھے اور سب مقتدی بھی آہستہ پڑھیں اور اگر مقتدیوں کو یاد نہ ہو جیسا کہ اکثر تجربہ اس کا شاہد ہے تو بہتر یہ ہے کہ امام زور سے پڑھے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔ دعائے قنوت پڑھتے وقت قیام اور قنوت وتر کی طرح امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہاتھ باندھنا مسنون ہے یہی اولیٰ اور ازحیح ہے اگر ہاتھ چھوڑ کر پڑھیں تو امام محمدؒ کے مذہب کے مطابق اس کی بھی گنجائش ہے اس لئے ان پر اعتراض نہ کرے اور تمام دعائے قنوت نازلہ پڑھنے اور ختم کرنے تک دوسری دعاؤں کی طرح سینے کے سامنے ہاتھ اٹھا کر پڑھنا کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہیں حدیث شریف میں اس کا بھی احتمال ہے اس لئے ان لوگوں سے جھگڑنا مناسب نہیں۔ تنہا نماز پڑھنے والے اور عورتوں کے لئے اپنی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنے کی اجازت یا ممانعت کی کوئی تصریح نہیں ہے تاہم ممانعت کی کوئی وجہ بھی معلوم نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ فقہانے اس قنوت کو امام کے ساتھ مقید کر دیا ہے اس لئے

منفرد نہ پڑھے جیسا کہ شامی میں ہے؛ وظاہر تقیید ہم بالامام انہ لا یقنت المنفرد۔ واللہ اعلم بالصواب
دعائے قنوت یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا فِیْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِیْ وَلا یُقْضِیْ عَلَیْكَ وَاِنَّكَ لَا یُذَلُّ مَنْ وَالَّیْتَ وَلا یَعْرِضُ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَیْكَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْكَرِیْمِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالمُؤْمِنَاتِ وَالمُسْلِمِیْنَ وَالمُسْلِمَاتِ وَآلِیِّ بَیْنِ قُلُوْبِهِمْ وَاصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِهِمْ وَانصُرْنَا عَلٰی عَدُوْكَ وَعَدُوْهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكُفْرَةَ الَّذِیْنَ یُصَدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَیُكَذِّبُوْنَ رَسَدَكَ وَیَقَاتِلُوْنَ

أُولِيَاءِكَ اللَّهُمَّ خَالِفْتَ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلَّزِلْ أَقْدَامَهُمْ وَأَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِي لَا تَرُدُّهُ
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۝ بعض بزرگوں نے دوسری دعاؤں کا بھی اضافہ کیا ہے۔

فصل - سنت اور نفل نمازوں کا بیان

نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرع میں نفل اس عبادت کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے ثواب ہو اور نہ کرنے سے گناہ و عذاب نہ ہو۔ سنت کی دو قسمیں ہیں مؤکدہ و غیر مؤکدہ۔ پس جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے بعد خلفائے راشدین نے حقیقتاً یا حکماً ہمیشہ کیا ہو اور وہ فرض اور واجب کے علاوہ ہو یعنی حقیقتاً یا حکماً کبھی ترک بھی کیا ہو وہ سنت مؤکدہ کہلاتی ہے اور ان کو سنن الہدیٰ اور سنن الرواتب بھی کہتے ہیں پس سنت مؤکدہ واجب کے قریب ہوتی ہیں اور فرضوں اور واجبوں کی تکمیل کرنے والی ہیں اگر بلا عذر ایک دفعہ بھی ترک کرے تو مستحق تلامت و عتاب ہے اور اگر ترک کی عادت کرے تو فاسق اور مستحق دوزخ ہے اور اس کی شہادت رد کی جائے گی اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فعل جس کا ترک شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناپسند ہو مگر اس حد تک نہیں کہ اس پر وعید عذاب فرماتے اس کو نفل بھی کہتے ہیں اور سنت زائد اور مستحب بھی کہتے ہیں۔ اور کبھی نفل کا اطلاق سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ پر یعنی فرض و واجب کے علاوہ ہر نماز پر بھی کیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ فرض و واجب پر زائد ہیں اسی لئے فقہان و ائمتہ کا باب باندھتے ہیں اور اس میں مؤکدہ و غیر مؤکدہ سنتوں کا بیان ہوتا ہے پس ہر سنت نفل ہے اور ہر نفل سنت نہیں اور جن مسائل میں نوافل کا حکم فرضوں سے مختلف ہے ان میں بھی سنت و نوافل حکم میں برابر ہیں جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ چنانچہ اب ان سب نمازوں کا بیان کیا جاتا ہے۔

سنن مؤکدہ (۱) فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں (۲) ظہر کے وقت فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے اور فرض کے بعد دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔ (۳) مغرب کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ (۴) عشاء کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ (۵) جمعہ کے وقت فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہیں اور فرض کے بعد بھی چار رکعتیں ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہیں۔ (یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں پہلے چار ایک سلام سے پھر دو رکعت ایک سلام سے، دونوں طرف صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار پڑھے پھر دو تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔) اس طرح روزانہ بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں اور جمعہ کے روز سولہ رکعتیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کے روز اٹھارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔ چار رکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر و جمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو ایک سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام

پھیریں۔ اگر ان کو دو سلاموں سے ادا کیا یعنی دو رکعت پر سلام پھیرا تو وہ ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے۔

سب سے زیادہ تاکید فجر کی دو رکعت سنتوں کی ہے یہ سنتیں واجب کے قریب قریب ہیں یہاں تک کہ امام صاحب سے بعض روایتوں میں اس کا واجب ہونا منقول ہے اور کسی شبہ یا تاویل کی وجہ سے سنت فجر کے منکر پر کفر کا خوف ہے اور اگر بغیر کسی شبہ و تاویل کے جان بوجھ کر ان کا انکار کرے گا تو قطعاً کافر ہوگا کیونکہ جس چیز پر اجماع ہے اس کا منکر ہونا کفر ہے۔ احادیث میں ان سنتوں کی بڑی تاکید آئی ہے۔ جس شخص کو کھڑے ہونے کی قدرت ہو اس کو بلا عذر بیٹھ کر فجر کی سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔ اور فجر کی سنتوں کو بلا عذر گھوڑے وغیرہ سواری پر بھی پڑھنا جائز نہیں۔ اگر کسی عالم سے لوگ فتوے پوچھنے ہوں اور حجوم رہتا ہو اس کو بھی فجر کی سنتوں کا چھوڑنا جائز نہیں ان کے علاوہ باقی سنتوں کا چھوڑنا بوجہ لوگوں کو اس کی طرف فتویٰ کی ضرورت ہونے کے جائز ہے۔ پس اگر اس وقت موقع نہ ملے تو موقوف رکھے اور جب وقت کے اندر موقع ملے پڑھ لے اور اگر وقت کے اندر بالکل فرصت نہ ملے تو معاف ہیں (قاضی یعنی حاکم شرعی اور طالب علم کے لئے بھی یہی حکم ہے)۔ اگر کسی نے فجر کی سنتیں پڑھیں اور اس کو یہ گمان تھا کہ ابھی رات باقی ہے یا دو رکعت نفل پڑھے اور یہ گمان تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی پھر معلوم ہوا کہ اس وقت فجر طلوع ہو گئی تھی تو وہ فجر کی سنتیں ادا ہو گئیں اس لئے کہ ادا وقت کے اندر واقع ہوئی اور سنت فجر کے لئے سنت کی نیت ہونا ضروری نہیں نفل کی نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور ان میں پچھلی دو رکعتیں طلوع فجر کے بعد واقع ہوئیں تو یہ سنت فجر کے قائم مقام نہ ہوں گی کیونکہ سنت وہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہے یہی اوجہ ہے۔ طلوع فجر سے پہلے سنت فجر کا ادا کرنا جائز نہیں اگر سنتوں کے شروع ہوتے ہی فجر طلوع ہوئی تو جائز ہے اور اگر طلوع میں شک ہو تو جائز نہیں۔ اگر فجر طلوع ہونے کے بعد دو مرتبہ سنتیں پڑھیں تو جو آخر میں پڑھی ہیں وہی سنتوں میں شمار ہوں گی اس لئے کہ وہ فرض نماز سے قریب ہیں ان میں اور فرض نماز میں اور کوئی نماز فاصل نہیں ہے اور سنت فرض سے ملی ہوئی ہونی چاہئے۔ فجر کی سنتیں اگر فرض کے ساتھ قوت ہو جائیں یعنی فجر کی نماز ہی قضا ہو جائے تو اگر سورج نکلنے کے بعد زوال سے قبل ادا کرے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کو بھی قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو سنتیں اس سے ساقط ہو جائیں گی صرف فرضوں کی قضا کرے ہی صحیح ہے۔ اور اگر فجر کی سنتیں بغیر فرض کے قضا ہوں جیسا کہ جماعت جاتے رہنے کے خوف سے جماعت میں شامل ہو گیا اور سنتیں رہ گئیں تو شیخین کے نزدیک ان کو طلوع آفتاب کے بعد قضا نہ کرے اور امام محمد کے نزدیک جب سورج نکل آئے اور ایک نیزہ بلند ہو جائے اس کے بعد زوال سے پہلے پہلے تک قضا کرے اس کے بعد قضا نہ کرے اور فرض کے بعد طلوع آفتاب سے قبل بالانفا سنت فجر یا کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و ممنوع ہے۔ اگر کسی نے سنت فجر پڑھ لی اور فرض قضا ہو گئے تو قضا

پڑھنے میں سنت کا اعادہ نہ کرے۔ سنت فجر کے علاوہ اور وقتوں کی مؤکدہ سنتیں جب اپنے وقت میں فرضوں کے ساتھ یا ایکلی فوت ہو جائیں تو ان کو قصانہ کرے۔ ظہر یا جمعہ کے فرضوں سے پہلے کی سنتیں فوت ہو جائیں مثلاً امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا اور چار سنتیں ابھی نہیں پڑھیں تو فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد جب تک وقت باقی ہے ان کو پڑھ لے یہی صحیح ہے (وقت نکل جائے تو ان کی قضا نہیں جیسا کہ بیان ہوا) ان کو امام محمدؒ کے نزدیک فرضوں کے بعد کی سنتوں سے پہلے پڑھ لے بعض کے نزدیک یہی افضل ہے اور امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بعد کی سنتوں کے بعد میں پڑھے اور بعض کے نزدیک یہ افضل ہے (اور اسی پر زیادہ تر عمل ہے۔ مؤلف) فرض اکیلا پڑھے تب بھی مؤکدہ سنتوں کا ترک جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے اور ترک کے جواز کی روایت ضعیف ہے۔

فجر کی سنت کا گھر پر اول وقت میں ادا کرنا سنت ہے اور ان کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھنا سنت ہے لیکن کبھی کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھا کرے تاکہ اس کے وجوب کا گمان نہ ہو۔ (امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر پہلی رکعت میں الحمد شرح اور دوسری میں الحمد ترکیف پڑھی جائے تو انسان دن بھر کی آفتوں سے بچا رہے گا مگر یہ حدیث شریف میں نہیں آیا اس لئے کبھی کبھی پڑھنے کا مضائقہ نہیں۔ مؤلف) فجر کی سنتوں کے بعد باقی سنتوں کی تاکید کی ترتیب میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کے بعد مغرب کی سنتوں کی تاکید ہے پھر ان دو سنتوں کی جو ظہر کے بعد ہیں پھر ان کی جو عشا کے بعد ہیں پھر ان کی جو ظہر سے پہلے ہیں اور بعض کے نزدیک فجر کے بعد ظہر کی پہلی چار سنتوں کا مرتبہ ہے اور پھر سب برابر ہیں۔ یہی صحیح ہے۔

ان کو سنن الزوائد اور مستحب و مندوب بھی کہتے ہیں۔ ان کا تارک گنہگار نہیں ہوتا اور ادا کرنے والا بہت ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہیں: (۱) عصر سے پہلے چار رکعت — (۲) عشا سے پہلے چار رکعت اور دو رکعت بھی جائز ہیں — (۳) عشا کے بعد چار رکعت۔ عصر سے پہلے اور عشا کے بعد دو رکعت بھی جائز ہیں لیکن چار چار افضل ہیں — (۴) مغرب کے بعد چھ رکعتیں مستحب ہیں ان کو صلوة الاوابین کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ و استغفار کے ساتھ رجوع کرنے والوں کی نماز۔ اس نماز کو خواہ ایک سلام سے پڑھے یا دو سلام سے یا تین سلام سے تینوں طرح جائز ہے لیکن تین سلام سے پڑھنا یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے نماز اوابین کی زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں ہیں اور دو یا چار رکعت بھی جائز ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اوابین کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں اگرچہ محدثین کے نزدیک وہ احادیث ضعیف ہیں لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے اور اکثر سلف صالحین کا معمول ان پر رہا ہے۔ اور علماء کے نزدیک زیادہ صحیح اور مستحق یہ ہے کہ یہ چھ اور بیس رکعتیں سنت مؤکدہ کے علاوہ ہیں اس لئے سنت مؤکدہ کی دو رکعت علیحدہ سلام سے پڑھے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ ظہر یا عشا کے بعد کی چار چار رکعتیں جدا گانہ مستحب ہیں یا دو رکعت سنت مؤکدہ کے ساتھ شمار کی جائیں گی اور اگر وہ سنت مؤکدہ سمیت

چار شمار ہوتی ہیں تو اس میں اختلاف ہے کہ ایک ہی سلام کے ساتھ دونوں ادا ہو جاتی ہیں یا نہیں ایک جماعت علماء نے یہ کہا ہے کہ ایک ہی سلام کے ساتھ دونوں ادا نہ ہوں گی اور بعض نے یہ اختیار کیا ہے کہ خواہ ایک سلام سے پڑھے یا دو سلام سے وہ سنت مؤکدہ اور مستحب دونوں ادا ہو جائیں گی۔ اور یہی اختلاف مغرب کے بعد کی سنت مؤکدہ اور نوافل اوابین کے متعلق بھی ہے۔ — (۵) وتر کے بعد دو رکعتیں نفل پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور یہ اس شخص کے لئے ہے جو وتر سونے سے پہلے عشا کے بعد ساتھ ہی پڑھ لیتا ہے پس اگر رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنا پس آریا قبھا ورنہ یہ دو رکعت اس کو تہجد سے کافی ہوں گی اور جو شخص اخیر رات میں وتر پڑھے اس کے لئے بھی دو رکعت بعد وتر پڑھ لینا جائز و ثابت ہے پس کبھی کبھی اس پر عمل کر لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے: **اجْعَلُوا الْآخِرَ صَلَواتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرَا** (یعنی اپنی رات کی آخری نماز کو وتر بناؤ) اس میں استجاب افضلیت کا حکم ہے نہ کہ وجوب کا۔ ان نوافل کی پہلی رکعت میں اذا زلزلت الارض کا پڑھنا اور دوسری رکعت میں سورہ کافرون کا پڑھنا مستحب ہے لیکن کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھا کرے۔ ان نوافل کا بیٹھ کر پڑھنا عذر کی وجہ سے آیا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اس لئے ٹکڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے تاکہ پورا ثواب ملے۔

یہ سنن و نوافل جو مذکور ہوئے وہ ہیں جو نماز پنجگانہ کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں ان کے علاوہ اور بھی سنت نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اب ان کا بیان بمعہ عنوان کیا جاتا ہے۔

تختہ الوضوء (شکرانہ وضو) وضو کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز تختہ الوضو پڑھنا مستحب ہے اسی طرح غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے اور ان کی پہلی رکعت میں سورہ الكافرون اور دوسری میں سورہ الاخلاص کا پڑھنا مستحب ہے۔ اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کچھ حرج نہیں۔ اگر وضو کے بعد کوئی فرض یا سنت وغیرہ پڑھے تو تختہ الوضو کے قائم مقام ہو جائیں گے اور اس کا ثواب مل جائے گا۔ جن وقتوں میں نفل نماز نہ کرے وہ ہے تختہ الوضو بھی نہ پڑھے کیونکہ نہ کر وہ ہے۔

تختہ المسجد جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے دو رکعت تختہ المسجد پڑھنا مستحب ہے (اور یہ مسجد کی تعظیم سے مراد بت مسجد کی تعظیم و تعظیم ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی بادشاہ کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو وہ بادشاہ کو سلام و تعظیم کرتا ہے نہ کہ گھر کو نیز مکان کی تعظیم صاحب مکان کے خیال سے ہوا کرتی ہے۔ پس خوب سمجھ لیجئے کہ اس سے غیر اللہ کی تعظیم کسی طرح مقصود نہیں ہے)۔ افضل یہ ہے کہ چار پڑھے اور افضل یہ ہے کہ بیٹھے سے پہلے پڑھے اور اگر سہول وغیرہ کی وجہ سے بیٹھ گیا اور پھر تختہ المسجد پڑھی تب بھی کچھ حرج نہیں اور وہ اس سے کافی ہو جائے گی۔ اگر مسجد میں آتے ہی فرض یا سنت یا کوئی اور نماز پڑھ لی وہ تختہ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی اگرچہ اس میں تختہ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔ اگر کوئی شخص فرض یا سنت وغیرہ نماز پڑھنے یا امام کی اقتدا کی نیت سے مسجد میں داخل ہوا

لیکن وہ فرض یا سنت وغیرہ دیر کے بعد پڑھے گا تو اس کے لئے بھی دو رکعت تہتہ المسجد الگ پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ اس شخص کے لئے مستحب ہے جو بغیر نماز کے درس یا ذکر وغیرہ کے لئے داخل ہوا ہو۔ اگر مسجد میں کسی عذر کی وجہ سے کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تہتہ المسجد پڑھ لینا کافی ہے خواہ پہلی مرتبہ پڑھے یا اخیر میں یا کسی مرتبہ پڑھے۔ جس وقت نفل نماز نہ ہو وہ ہے تہتہ المسجد پڑھنا بھی نہ کر وہ ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ سبح اور تہلیل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ یعنی یہ چار کلمات کہے **سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ** اور پھر درود شریف پڑھے اور یہی حکم اس شخص کے لئے بھی ہے جو بے وضو ہونے یا کسی شغل یا کسی اور عذر کی وجہ سے اس وقت تہتہ المسجد نہ پڑھ سکتا ہو۔

نماز اشراق نماز اشراق کی دو رکعت بھی ہیں اور چار بھی بلکہ چھ بھی ہیں۔ اس کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے اور ایک پہر دن چڑھنے تک ہے۔ افضل یہ ہے کہ جب فجر کی نماز ہو چکے تو مصلے پر سے نہ اٹھے وہیں بیٹھا رہے درود شریف یا کلمہ شریف یا کوئی اور درود وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ کی یاد و دعا و تلاوت یا علم دین سیکھنے سکھانے یا وعظ و نصیحت یا طواف بیت اللہ وغیرہ میں لگا رہے یا کوئی اور نیک کام کرے دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے نہ دنیا کا کوئی کام کرے اور جب سورج نکل آئے اور ایک نیزہ بلند ہو جائے اور آفتاب کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چڑھیا لگیں تو دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے تو ایک پورے حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے بظاہر حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہی کی جگہ بیٹھا رہے تو یہ ثواب ملتا ہے لیکن شارحین نے لکھا ہے کہ یہ بطور تمثیل کے فرمایا ہے اور مراد ذکر اللہ اور اچھے کاموں میں مشغول ہونا ہے چنانچہ شارح رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر پریشانی یا ریاکاری کا ڈر ہو تو خلوت میں جا کر مشغول ہووے۔ اور اگر فجر کی نماز کے بعد کسی دنیا کے دھندے میں لگ گیا پھر سورج بلند ہونے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تب بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

نماز چاشت (نماز صحیح) نماز چاشت کی کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں اور اوسطاً درجہ آٹھ رکعتیں ہیں اور بعض کے نزدیک زیادہ سے زیادہ آٹھ ہی ہیں اور آٹھ رکعت پڑھنا ہی افضل ہے کیونکہ ان کا ثبوت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل دونوں سے ہے بہ نسبت بارہ رکعت کے کہ ان کا ثبوت صرف آپ کے قول سے ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور اکثر علماء کے نزدیک افضل و مختار چار رکعت ہیں کہ اس کی حدیثیں صحیح تر اور اخبار و آثار میں اکثر وارد ہیں اور کمال کا ادنیٰ درجہ بھی چار رکعت ہی ہیں اگرچہ کفایت کے لئے دو رکعت بھی جائز ہیں۔ اجماع العلوم میں لکھا ہے کہ ان میں والشمس اور واللیل اور والضحیٰ اور الم نشرح پڑھے (یعنی چار رکعت ہیں)

اس کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے تک ہے اور مختار اور بہتر وقت یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ اور اس میں سورۃ والشمس اور سورۃ والضحیٰ کا پڑھنا مستحب ہے اور بظاہر اس سے

یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو گانہ میں بھی پڑھے۔ واللہ اعلم

(ف) صبح اور ضحوة کے معنی دن کا چڑھنا ہے پس اس وقت کی نماز کو نماز صبحی (صلوة الصبحی) کہتے ہیں اور صبحی کی دو نمازیں ہیں ایک کو نماز اشراق کہتے ہیں اور وہ سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے ایک پہر دن چڑھنے تک ہے اور اس کو ضحوة صغریٰ بھی کہتے ہیں۔ اور دوسری کو نماز چاشت کہتے ہیں اس کو ضحوة کبریٰ بھی کہتے ہیں جس کا وقت اگرچہ آفتاب ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہو جاتا ہے لیکن اس کا افضل وقت دوسرا پہر شروع ہونے سے ہوتا ہے اور دو پہر تک ہے پس اکثر محدثین و فقہاء کے نزدیک اگر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھی جائے تو نماز اشراق و چاشت ایک ہی چیز ہے اور اگر زیادہ دن چڑھے پڑھی جائے تو وہ صرف نماز چاشت ہے۔ (یہی وجہ ہے کہ اکثر صلحا اس خیال سے کہ کاروباری مصروفیت کی وجہ سے شاید نماز چاشت پڑھ سکیں گے یا نہیں اشراق کی کم از کم دو رکعت اور چاشت کی چار رکعت اشراق ہی کے وقت میں یعنی آفتاب نیزہ دو نیزہ بلند ہونے کے بعد پڑھ لیتے ہیں۔ مؤلف)

نماز تہجد (صلوة اللیل) | صلوة اللیل یعنی رات کی نماز عام ہے اور طبرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رات میں کچھ نماز ضروری ہے اگرچہ اتنی ہی دیر ہو جتنی دیر میں بکری کا دودھ نکالتے ہیں (کَلَّا بُدَّ مِنْ صَلَاةٍ بَلَّيْلٍ وَ لَوْ حَلَبَ شَاةً) اور فرض عشا کے بعد جو نماز پڑھی جائے وہ صلوة اللیل ہے پس سونے سے پہلے عشا کی نماز کے بعد نفل پڑھنے سے یہ سنت حاصل ہو جاتی ہے۔ رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں۔ نماز تہجد خاص ہے اور یہ صلوة اللیل ہی کی ایک قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ عشا کے بعد رات میں سو کر اٹھیں اور نوافل پڑھیں۔ سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں لیکن جو شخص سو کر اٹھے گا عادی نہ ہو وہ سونے سے پہلے کچھ نفل پڑھ لیا کرے اس کو تہجد کا ثواب مل جائے گا اگرچہ ویسا ثواب نہ ہوگا جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھنے سے ہوتا ہے (امید ہے کہ انشاء اللہ اس سونے سے پہلے پڑھ لینے کی برکت سے سو کر اٹھنے کے بعد پڑھنے کی توفیق بھی حاصل ہو جائے گی۔ مؤلف)

نماز تہجد کے فضائل حدیثوں میں بہت آتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرض نمازوں کے بعد نماز شب یعنی تہجد کا مرتبہ ہے (أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ)۔ رواہ مسلم مرفوعاً) یہ نماز صحابہؓ سے لیکر اس وقت تک تمام صلحائے امت کا معمول ہے بلکہ انکی امت والے بھی اس نماز کو پڑھتے تھے اور حضرات صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی شخص نماز تہجد کے بغیر درجہ ولایت کو نہیں پہنچتا۔ اس میں اختلاف ہے کہ نماز تہجد مستحب ہے یا سنت، زیادہ صحیح و اشہب یہ ہے کہ سنت ہے۔ اس کا وقت عشا کی نماز کے بعد صبح صادق تک ہے۔ سنت یہ ہے کہ عشا کی نماز پڑھ کر سو رہے اس کے بعد اٹھ کر نماز تہجد پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ نصف شب کے بعد پڑھے۔ اگر نمازی یہ چاہے کہ دو تہائی رات سو رہے اور ایک تہائی رات عبادت کرے تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ پہلی اور کچھ تہائی میں سوئے اور بیچ کی تہائی میں عبادت کرے اور اگر نصف رات جاگتا چاہے تو آخری نصف میں جاگے اور بہتر یہ ہے کہ رات کے چھ حصے کر کے پہلے تین حصے میں سوئے یعنی آدھی رات

سوئے پھر چوتھے اور پانچویں حصہ میں یعنی تہائی رات جاگے اور پھر آخری چھٹے حصے میں سوئے کہ یہ حضرت داؤد علیٰ نبینا و
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمائی ہے۔ اگر کوئی شخص نماز عشا کے
 بعد سو رہا پھر اٹھ کر فضا پڑھی تو اس کو تہجد کہیں گے کیونکہ تہجد نفل کا نام ہے۔ (یہ حکم باعتبار غالب ہے ورنہ کسی بھی نماز سے
 یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ شامی)۔ اس کی رکعتوں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے اس کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں
 اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں۔ اس صورت میں یوں کہنا چاہئے کہ کمتر تعداد دو رکعت اور اوسط چار رکعت اور اکثر
 آٹھ ہیں۔ دس اور بارہ رکعت تک بھی ثبوت ملتا ہے۔ بارہ سے زیادہ نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عبادت آٹھ
 رکعت پڑھنے کی تھی اور وقت اور موقع کے مطابق کم و بیش کر کے پڑھا کرے تو سنت کے زیادہ موافق ہے۔ جو شخص تہجد کا
 عادی ہو اسے بلا عذر چھوڑنا مکروہ ہے۔ نماز تہجد میں سورۃ بقرہ سورۃ آل عمران سورۃ نساء سورۃ بقرہ سورۃ جمعہ سورہ یس
 سورۃ اخلاص سورۃ منزل کا پڑھنا منقول و بہتر ہے۔ بعض مشائخ سورۃ یس شریف آٹھ رکعت میں تقسیم کر کے پڑھتے رہے
 ہیں۔ بعض سورۃ اخلاص کو مختلف طریقے سے پڑھتے ہیں کوئی ہر رکعت میں تین تین بار کوئی اول رکعت میں بارہ مرتبہ دوسری
 میں گیارہ مرتبہ اسی طرح ایک ایک کرتے ہوئے اخیر میں ایک بار پینار ختم کرتے ہیں وغیرہ، صحیح یہ ہے کہ کوئی پابندی نہیں
 ہے۔ اور حافظہ کے لئے بہتر یہ ہے کہ روزانہ منزل مقرر کر کے پڑھا کرے۔ اس وقت کے لئے منقولہ دعائیں یاد کر کے پڑھا کرے۔

عیدین اور پندرہویں شعبان اور رمضان کی اخیر راتوں میں اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں جاگنا اور عبادت
 کرنا مستحب ہے خواہ تنہا نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح و تحمید و تلیل و درود شریف کا ورد کرے یا حدیث شریف
 پڑھے یا سنے۔ اور یہ جاگنا اور عبادت کرنا وہ معتبر ہے جو تمام رات یا اکثر رات ہو، اور صرف جاگنا اور عبادت نہ کرنا بھی معتبر
 نہیں ہے۔ عیدین کی رات میں جاگنے سے اگر صبح کو نماز عید و قربانی میں فرق نہ آئے تب یہ جاگنا بہت بہتر و مستحب ہے
 لیکن اگر ان کاموں میں فرق آتا ہو تو اس کے لئے شب بیداری یہ ہے کہ نماز عشا و صبح جماعت اولیٰ سے ہوں کیونکہ صحیح
 حدیث میں فرمایا جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی اس نے آدھی رات عبادت کی اور جس نے نماز فجر جماعت سے
 پڑھی اس نے ساری رات عبادت کی۔ (جس کو تمام رات یا اکثر رات کا جاگنا ایسے نہ ہو تو جب قدر بھی ہو سکے اسی قدر حاصل کرے
 تاکہ ما کا یدرک کلہ لایترک کلہ کے مصداق جس قدر فضیلت حاصل کر سکے کرے۔ مولف)

تازا استخارہ جب کسی کو کوئی اہم کام درپیش ہو اور اس کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد ہو اور کام کرنا مباح ہو یا اس میں
 تردد ہو کہ وہ کام کس وقت کیا جائے تو تازہ وضو کر کے دو رکعت نماز استخارہ (رضوں وغیرہ کے علاوہ)
 پڑھے اور بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الکفرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھے اور بعض سلف سے منقول ہے کہ
 پہلی رکعت میں یہ زیادہ کرے و ربک یخلق ما یشاء ویختار انا، یعلنون۔ یعنی سورۃ قصص کے ساتویں رکوع کی
 آٹھویں اور نویں آیت اور دوسری میں وما کان لمؤمن ولا مؤمنة ان ترآیت تک یعنی بائیسویں پارہ و من یقنت

دوسرے رکوع کی دوسری آیت یا جوئی سورتیں چاہے پڑھے۔۔۔۔۔ ان دو رکعت کا سلام پھرنے کے بعد دعائے استخارہ پڑھے اور اس دعا کے اول و آخر حمد و صلوة کا پڑھنا مستحب ہے پس سورہ النجم شریف یا صرف النجم شریف اور درود شریف پڑھ لیا کرے۔ دعائے استخارہ یہ ہے:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَعَاجِلِيهِ وَآجِلِيهِ فَاقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَعَاجِلِيهِ وَآجِلِيهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ

دونوں جگہ ہذا الامر کہتے وقت اپنے کام کو دل میں یاد کرے یا زبان سے اپنے مقصد کا ذکر کرے مثلاً سفر کیلئے ہذا السفر کہے اور کہیں ٹھہرنے کیلئے ہذا الإقامة کہے اور نکاح کے لئے ہذا النکاح کہے۔ کسی چیز کی خرید و فروخت کے لئے ہذا البیع کہے علیٰ ہذا القیاس۔ اور جانتے ہے کہ ہذا الامر کہے اور پھر اپنی ضرورت کا نام لے۔ استخارہ روزانہ اس وقت تک کرے جب تک رائے ایک طرف پوری طرح جم نہ جائے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز تک استخارہ کی تکرار کرے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ یا اَنَسُ إِذَا هَمَّ بِأَمْرٍ فَاسْتَخِيرَ رَبَّكَ فَبِهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْظُرْ إِلَى الَّذِي سَبَقَ إِلَى قَلْبِكَ فَإِنَّ الْخَيْرَ فِيهِ (ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس جب تو کسی کام کا قصد کرے پس اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے سات بار استخارہ کر پھر دیکھ جو کچھ تیرے دل میں القا ہو پس اسی میں تیرے لئے بہتری ہے)۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ دعا پڑھنے کے بعد با وضو قبلہ رو ہو کر سورہے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام اچھا ہے کرنا چاہئے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام برا ہے نہ کرنا چاہئے۔ اگر دو رکعت معمولی نوافل و سنن مثلاً نیتہ المسجد یا نیتہ الوضو میں سے بھی پڑھ کر یہ دعا کرے تو جائز ہے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ دو رکعت الگ استخارہ کی نیت سے پڑھے اور اوقات مکروہہ کے سوا جس وقت چاہے پڑھے اگر کسی وجہ سے نماز پڑھ سکتا ہو مثلاً عجلت کی وجہ سے یا عورت حیض و نفاس کی وجہ سے یا اوقات مکروہہ کی وجہ سے تو صرف دعا پڑھ کر استخارہ کرے۔ حج اور جہاد اور دیگر عبادات اور نیک کاموں میں یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب کے کرنے اور حرام و مکروہہ کے چھوڑنے کے لئے استخارہ نہ کرے یعنی اس طرح نہیں کرنا چاہئے کہ یہ کام کروں یا نہ کروں کیونکہ ان کاموں کے لئے تو وہ مامور ہے ان میں تردد کوئی معنی نہیں رکھتا۔

درکار خیر حاجت استخارہ نیت

البتہ تعین وقت و حالت مخصوص کے لئے ان میں استخارہ کر سکتا ہے مثلاً حج وغیرہ کے لئے سفر خشکی میں کرے یا دریا میں۔

سواری مولے یا گریہ کرے، فلاں شخص کو اپنا رفیق سفر بنائے یا نہ بنائے، سفر آج کیا جائے یا کل وغیرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو نماز استخارہ کی اس اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن مجید کی تعلیم میں آپ کا اہتمام ہوتا تھا۔ ایک روایت میں یہ مختصر استخارہ منقول ہے اگر جلدی ہو تو یہ پڑھ لیا کرے۔ **اللَّهُمَّ خِرِّيْ وَاخْتَرِيْ وَكَاتِلِيْ اِلَى اِخْتِيَارِيْ** (ترجمہ: اے اللہ! پسند کر میرے لئے اور اختیار کر میرے لئے یعنی جو کچھ تو مناسب سمجھے اور مجھ کو میرے اختیار کے سپرد نہ کر۔) اکثر مشائخ کا معمول یہ ہے کہ روزانہ صبح کو اشراق کے ساتھ اور شام کو مغرب کی سنتوں کے بعد نماز استخارہ دو رکعت اور اس کے بعد دعائے استخارہ ہمیشہ پڑھا کرتے ہیں۔ (مؤلف)

نمازِ حاجت جب کوئی حاجت اور ضرورت پیش آوے خواہ وہ حاجت بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا بالواسطہ یعنی کسی بندے سے اس کا پورا ہونا تعلق رکھتا ہو مثلاً نوکری کی خواہش ہو یا کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے بعض کتب میں چار رکعت ایت کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کو بعد عشا کے پڑھے اور حدیث مرفوعہ میں ہے کہ اس کی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد آیتہ الکرسی تین بار پڑھے اور باقی تین رکعت میں سورہ اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے: **لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْخَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدْعُنِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا حَاجَةً اِلَيَّ اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ**۔ اس کے بعد جو حاجت اس کو درپیش ہو اس کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرے انشاء اللہ حاجت روا ہوگی۔ یہ نماز حاجت روائی کے لئے مجرب ہے بعض بزرگوں نے اپنی بعض ضرورتوں میں اسی طریقہ سے نماز پڑھ کر اپنی حاجت بیان کی ان کا کام پورا ہو گیا۔ بارہ رکعتوں کی روایت میں کلام ہے اور وہ غیر مغرب ہے۔ نماز استخارہ و نماز حاجت میں یہ فرق ہے کہ نماز استخارہ حاجت آئندہ کے لئے ہے اور نماز حاجت موجودہ کے لئے۔

لتسبیح صلوة اربع اس نماز کا ثواب احادیث شریف میں بہت زیادہ آیا ہے اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو یہ نماز تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ اے چچا اگر آپ اس کو پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے پرانے اور نئے دانستے اور نادانستے، چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ اور ظاہر سب گناہ بخشدے گا اور آخر کو فرمایا کہ اگر آپ کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ نیز فرمایا کہ اگر آپ سے ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو ورنہ ہر ہفتہ میں (یعنی ہر جمعہ میں) ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو ہر چھ ماہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو سال میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو تمام عمر میں ایک بار پڑھ لیں۔ (اس حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجہ

حسن کو پہنچ گئی ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک یہی مختار ہے۔ بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد پھر بھی اگر کوئی اس نماز کو نہ پڑھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں رکھتا۔

صلوۃ التبیح کی چار رکعتیں ہیں بہتر یہ ہے کہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں اور اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ یہ نماز سوائے اوقات مکروہہ کے ہر وقت پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے پڑھے اور اعتدال کا درجہ یہ ہے کہ اس کو ہر جمعہ میں زوال کے بعد نماز جمعہ سے پہلے پڑھا کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا عمل اسی طرح پر تھا۔ اور اگر چاہے تو روزانہ دن یا رات میں سوائے اوقات مکروہہ کے جس وقت چاہے ایک مرتبہ پڑھے یا ہر ہفتہ کسی دن ایک مرتبہ یا ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے یا مہینے میں ایک مرتبہ یا سال میں ایک مرتبہ پڑھا کرے ورنہ کم از کم عمر میں ایک مرتبہ ہی پڑھے۔ اس نماز کے پڑھنے کے دو طریقے احادیث میں آئے ہیں ایک طریقہ جو عبداللہ بن مبارکؓ سے ترمذی شریف میں مذکور ہے یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنائی یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ ثُمَّ پڑھے پھر سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھے پھر حسب دستور اعوذ باللہ و بسم اللہ و الحمد شریف اور سورۃ پڑھے پھر قیام ہی میں وہی کلمات تسبیح دس بار پڑھے پھر رکوع کرے اور رکوع کی تسبیح کے بعد وہی کلمات دس بار کہے پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں سمح اللہ لمن حمدہ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد دس بار اور دونوں سجدوں میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس دس بار اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت یعنی جلسہ میں دس بار وہی کلمات کہے اسی طرح ہر رکعت میں الحمد شریف سے پہلے پندرہ مرتبہ اور سورت بلانے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے قیام ہی میں دس مرتبہ اور رکوع و قومہ اور دونوں سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیان کے جلسہ میں دس دس مرتبہ کہے۔ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ اور چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ یہ کلمات تسبیح (یعنی کلمہ تمجید) ہو جائیں اور اگر ان کلمات کے ساتھ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ بھی بلا لے تو بہتر ہے کہ اس سے ثواب بہت ملتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے ہیں۔ دوسرا طریقہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ترمذی شریف میں آیا ہے اس طرح ہے کہ ثنا کے بعد اور الحمد شریف سے پہلے کسی رکعت میں ان کلمات تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ ہر رکعت میں الحمد اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ پڑھے اور رکوع و قومہ اور دونوں سجدوں اور جلسہ میں بدستور دس دس مرتبہ پڑھے اور دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر یعنی جلسہ استراحت میں دس مرتبہ پڑھے اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ پڑھے اور دونوں قعدوں میں التجات سے پہلے پڑھے۔ یہ دونوں طریقے صحیح ہیں لیکن پہلا طریقہ جو عبداللہ بن مبارکؓ سے (جو امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے ہیں اور علم و زہد و ورع میں ان کے مشارک ہیں) مروی ہے حقیقی مذہب کے زیادہ موافق ہے اور بعض فقہانے اسی کو اختیار کیا ہے اور دوسرے طریقے میں جلسہ استراحت میں پڑھنا آیا ہے اور جلسہ استراحت اخاف کے نزدیک مکروہ ہے لیکن بعض فقہانے اس کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوعہ و ثابتہ ہے

اور چونکہ یہ نماز دیگر نوافل سے مختلف شان رکھتی ہے اس لئے وہ اس میں جلسۂ استراحت کو مکروہ نہیں رکھتے۔ اور بہتر یہ ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس کے موافق تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس نماز کی کوئی سورت بھی معلوم ہے انھوں نے فرمایا کہ وہ سورۃ التکاثر، العصر، الکافرون اور اخلاص ہیں۔ اور بعض روایتوں میں اذا زلزلت اور العاديات اور اذا جارا اور سورۃ اخلاص پڑھنی آتی ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ مثل الحدید، الحشر، الصف، التغابن کے پڑھنا بوجہ مناسبت نام کے افضل ہے (یعنی جو سورتیں تسبیح کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔ مؤلف) بہتر یہ ہے کہ کوئی سورۃ معین نہ کرے بلکہ کبھی استجاب کے لئے مذکورہ سورتیں پڑھا کرے اور کبھی کوئی اور سورتیں جہاں سے چاہے پڑھا کرے۔ مؤلف۔

اگر سجدہ سہو واجب ہو جائے تو سہو کے دونوں سجدوں میں مذکورہ بالا کلمات تسبیح نہ پڑھے جائیں کیونکہ اس نماز میں تسبیح مذکور کی تعداد تین سو ہے اس سے زیادہ نہیں۔ اور اگر کسی جگہ بھول کر دس سے کم پڑھی جائیں یا بالکل نہ پڑھی جائیں تو اس کو دوسری جگہ پڑھے لے تاکہ وہ تعداد پوری ہو جائے اور اس کو اس کے لئے واپس اس مقام کی طرف لوٹنا نہیں چاہئے جس میں وہ بھولا ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا موقع تسبیح کا آئے وہیں پڑھے مثلاً اگر قیام میں رکوع سے پہلے تسبیح پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو رکوع میں پڑھے اسی طرح اگر قومہ میں بھول گیا تو سجدہ میں پڑھے لیکن اگر اگر رکوع میں بھول گیا تو اسے قومہ میں نہ پڑھے بلکہ اسے بھی سجدہ میں پڑھے نیز اگر سجدہ میں بھول گیا تو جلسہ میں نہ پڑھے بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے اور ان کا رکوع اور سجدہ سے دراز کرنا غیر مشروع و مکروہ اور رکوع و سجدوں کا آپس میں ایک دوسرے سے دراز ہونا مکروہ نہیں ہے۔

کلمات تسبیح کو انگلیوں پر شمار نہ کرے بلکہ اگر دل کے ساتھ شمار کر سکے تو بہتر ہے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے ورنہ انگلیاں دبا کر شمار کرے پس دس مرتبہ کے لئے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے بعد دبا دے۔ اور پندرہ مرتبہ کے لئے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک مرتبہ دبائے اور ایک ہاتھ کی انگلیاں ایک مرتبہ ڈھیلی کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس نماز میں سلام سے پہلے یہ دعا پڑھنا بھی مروی ہے۔ **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ تَوْفِيقَ أَهْلِ الْهُدَىٰ وَأَعْمَالَ أَهْلِ الْبَيْقِيْنَ وَمَنَاصِحَةَ أَهْلِ التَّوْبَةِ وَعِزَّمِ أَهْلِ الصَّبْرِ وَجَدَّ أَهْلِ الْخَشْيَةِ وَطَلَبَ أَهْلِ الرَّغْبَةِ وَتَعَبُّدَ أَهْلِ الْوَرَعِ وَعِزِّ قَانِ أَهْلِ الْعِلْمِ حَتَّىٰ أَخَافُكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خُفَاةَ تَجْرِئِي عَنْ مَعَاصِيكَ حَتَّىٰ أَعْمَلَ بِطَاعَتِكَ عَمَلًا اسْتَحِقُّ بِهِ رِضَاكَ وَحَتَّىٰ أَنْصَحَكَ بِالتَّوْبَةِ خَوْفًا مِنْكَ وَحَتَّىٰ أُحْلِصَ لَكَ النَّصِيحَةَ حُبًّا لَكَ وَحَتَّىٰ آتُوَ كُلَّ عَيْتِكَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَحَسَنَ ظَنِّي بِكَ سُبْحَانَ خَالِقِ السُّورِ**

نماز بوقتِ سفر و واپسی سفر جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز نفل گھر میں پڑھ کر سفر کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے

ان دو رکعتوں سے بہتر نایب اپنے گھر والوں میں نہیں چھوڑا جن کو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس پڑھنا ہے (رواہ الطبرانی)۔ اور جب سفر سے واپس آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے اور کچھ دیر اس میں بیٹھ جائے پھر اپنے گھر جائے کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر سے دن میں ہی چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے نہ کہ رات میں اور آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتیں پڑھ کر اس میں بیٹھ جاتے۔ پس سفر پر روانگی کے وقت دو رکعت گھر میں پڑھنا اور واپسی پر مسجد میں پڑھنا مستحب ہے۔ مسافر کو یہ بھی مستحب ہے کہ اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

نمازِ توبہ جس شخص سے کوئی گناہ صادر ہو جائے اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے اس گناہ کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

نمازِ قتل جب کوئی مسلمان ... قتل کیا جائے والا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز واستغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

نمازِ احرام جو شخص حج کرنا چاہے اس کو حج کا احرام باندھنے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکفرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔

فائزہ (۱) صلوٰۃ الرغائب جو کہ رجب کے مہینے کی پہلی شب جمعہ کو لوگ جمع ہو کر جماعت سے ادا کرتے ہیں ناجائز و بدعت و مکروہ ہے اور جو حدیث اس بارے میں بیان کی جاتی ہے محدثین کے نزدیک موضوع ہے اور جو لوگ جلد کے لئے اس کو اپنے اوپر نذر کر لیتے ہیں تاکہ نفل و کرامت سے نکل جائے پس یہ باطل ہے البتہ تنہا نوافل سوائے اوقات مکروہہ کے ہر وقت جائز ہیں چاہے جس قدر پڑھے۔

(۲) نماز کی دیگر اقسام مثلاً کسوف و خسوف و جمعہ و عیدین و استسقا و تراویح وغیرہ کا بیان آگے کسی مقام پر الگ الگ عنوان سے درج ہے۔ بعض کتب میں صلوٰۃ الوالدین دو رکعت۔ دو رکعت نفل بارش نازل ہونے کے وقت، دو رکعت نفل دفع نفاق کے لئے، دو رکعت گھر سے نکلنے وقت اور دو رکعت گھر میں داخل ہونے وقت۔ گھر سے نکلنے اور داخل ہونے کے فتنے سے بچنے کے لئے پڑھنا بھی مستحب لکھا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ بعض نوافل نمازیں جو مہینے سے تعلق رکھتی ہیں یا دیگر مواقع سے متعلق ہیں وہ صحیح روایتوں میں نہیں ملتیں اس لئے ہم نے درج نہیں کیں اور وہ صوفیائے کرام کی کتابوں میں فضائل اعمال کی وجہ سے درج ہیں اس لئے اگر کوئی ان کو فضائل اعمال

کی نیت سے پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے کیونکہ نوافل خواہ جس قدر چاہے اور جس وقت چاہے سوائے اوقات مکروہہ کے جائز ہیں بشرطیکہ ان کو ان سنن کا درجہ نہ دے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ (مؤلف)

سنن و نوافل کے مخصوص مسائل

(۱) بلا تخصیص نفل نماز سوائے اوقات مکروہہ کے ہر وقت پڑھنا مستحب ہے۔ دن کی نفلوں میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعتوں سے زیادہ پڑھنا اور رات کی نفلوں میں آٹھ رکعتوں سے زیادہ ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات چار چار رکعت پر سلام پھیرے اس لئے کہ اس میں تخریمہ دیر تک باقی رہتا ہے پس اس میں مشقت زیادہ ہوگی اسی لئے فضیلت بھی زیادہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنے کی نذر کرے تو دو سلام سے چار رکعتیں پڑھنے میں وہ نذر ادا نہ ہوگی اور اگر کوئی دو سلام سے چار رکعتیں پڑھنے کی نذر کرے تو ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنے میں وہ نذر ادا ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن کے وقت چار رکعت ایک سلام سے پڑھے اور رات کے وقت ہر دو گانہ پر سلام پھیرنا جائے۔ یعنی رات کے وقت دو دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے بعض کے نزدیک امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہے اور بعض کے نزدیک صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے یہی روایات کے زیادہ مطابق ہے اور اکثر علما اسی طرف گئے ہیں۔

(۲) سنتیں خواہ فرضوں سے پہلے کی ہوں یا بعد کی اور نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے سوائے ان نو نمازوں کے (۱) نماز تراویح، کیونکہ یہ جماعت سے پڑھی جاتی ہے اور جماعت کا محل مسجد ہے۔ (۲) نیتۃ المسجد۔ (۳) واپسی سفر کے دو نفل۔ (۴) احرام کی دو رکعتیں جبکہ میقات کے نزدیک کوئی مسجد ہو۔ (۵) طواف کی دو رکعتیں جو کہ مقام ابراہیم کے پاس پڑھی جاتی ہیں۔ (یہ واجب لغیرہ ہیں یعنی دراصل نفل ہیں اور ان کا وجوب عارضی ہے)۔ (۶) اعتکاف کرنے والے کے نوافل۔ (۷) سورج گہن کی نماز کیونکہ یہ بھی جماعت سے پڑھی جاتی ہے اور جماعت کا محل مسجد ہے۔ (۸) جس کو یہ خیال ہو کہ گھر میں جا کر کاموں میں مشغول ہو جانے کے سبب سنن و نوافل فوت ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر گھر میں جی نہ لگے گا اور خشوع کم ہو جائے گا تو افضل یہ ہے کہ سب ہی سنن و نوافل مسجد میں پڑھے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں ریاضت ہو اور خشوع خضوع و اخلاص زیادہ ہو وہاں افضل ہے۔ (۹) نماز جمعہ سے قبل کی سنتیں بھی مسجد میں پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ جمعہ کے وقت سے پہلے جلدی مسجد میں جانا افضل ہے پس اس کے لئے یہ سنتیں مسجد میں پڑھنا لازمی افضل ہو جائے گا۔

(۳) جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل نماز کا شروع کرنا جائز نہیں سوائے سنت فجر کے۔ پس اگر کوئی شخص

گھر سے فجر کی سنتیں پڑھ کر نہیں آیا اور مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی خواہ قعدہ ہی مل جائے تو سنتیں پڑھ لے مگر صف کے برابر کھڑا ہو کر نہ پڑھے اور ایسے شخص کو مسجد کے دروازے پر سنتیں پڑھنا افضل ہے اس کے بعد اگر امام اندر کی مسجد میں نماز پڑھتا ہو تو باہر کے حصہ میں سنتیں پڑھنا افضل ہے اور اگر امام باہر کے حصہ میں نماز پڑھتا ہو تو اندر سنتیں پڑھنا افضل ہے اور اگر اس مسجد میں اندر باہر دو درجے نہ ہوں تو سنتوں یا دیوار یا پیر کی آڑ میں پڑھے جو کہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے اور صفوں کے پیچھے بغیر کسی حائل کے سنتیں پڑھنا مکروہ ہے اور سب سے سخت مکروہ یہ ہے کہ جماعت کی صف میں بند کر سنتیں پڑھے۔ یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جب امام جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو۔ امام کے نماز شروع کرنے سے پہلے جہاں چاہے نماز پڑھے اور خواہ وہ کوئی سی سنتیں ہوں۔ لیکن اگر وہ یہ جانتا ہے کہ جماعت جلد قائم ہونے والی ہے اور یہ اس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہو سکے گا تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کے سبب صف قطع ہوتی ہو۔ امام کو رکوع میں پایا اور یہ معلوم نہیں کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے یا دوسری کا تو فجر کی سنتیں بھی ترک کر دے اور جماعت میں مل جائے۔ اور جو سنتیں فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں ان کو مسجد میں اسی جگہ پڑھنا جائز ہے جہاں فرض نماز پڑھی ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ ہاں سے کچھ ہٹ جائے اور امام کو اپنی جگہ سے ضرور ہٹنا چاہئے کیونکہ امام کو اسی جگہ پڑھنا مکروہ ہے۔

(۴) سنت خواہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ اور نوافل کی ہر رکعت میں منفرد اور امام کے لئے الحمد کے ساتھ سورہ ملانا واجب ہے اگر قصداً سورت نہ ملائے گا تو گنہگار ہوگا اور اگر بھول گیا تو سجدہ سہو کرنا واجب ہوگا اور اگر کسی دو گنا کی ایک رکعت یا دو رکعتوں میں بھول کر قرأت چھوڑ دی اور سجدہ سہو بھی نہ کیا تو وہ دو گنا باطل ہو گیا۔ مقتدی امام کے پیچھے فرضوں کی طرح سنن و نوافل میں بھی سب رکعتوں میں خاموش رہے۔ نماز وتر کی ہر رکعت میں بھی احتیاطاً قرأت یعنی سورت کا ملانا واجب ہے جیسا کہ وتر کے بیان میں مذکور ہوا۔

(۵) چار رکعتی سنت مؤکدہ یعنی ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتیں پڑھے تو ان کے پہلے قعدہ میں درود شریف نہ پڑھے صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور اگر بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدہ سہو کرے اور ان مؤکدہ سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو سبحانک اللہم اور اعوذ نہ پڑھے اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف شروع کر دے کیونکہ یہ سنتیں مؤکدہ ہونے کی وجہ سے فرض کے مشابہ ہو گئیں۔ لیکن علامہ شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں میں درود پڑھنے سے سجدہ سہو لازم آتا مسلم نہیں کیونکہ ان کا حکم اور مؤکدہ سنتوں کا سا نہیں ہے اور ان کو دو سلاموں سے پڑھنا درست و جائز ہے۔ ان کے علاوہ جب چار رکعت والی سنت غیر مؤکدہ یا نفل نماز پڑھے تو اختیار ہے خواہ پہلے قعدہ میں درود شریف و دعا بھی پڑھے اور تیسری رکعت میں سبحانک اللہم اور اعوذ ب اللہ بھی پڑھے کیونکہ نوافل کا ہر دو گنا جبراً نماز ہے اور خواہ فرضوں کی طرح صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت میں ثنا اور اعوذ بھی نہ پڑھے اور صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر الحمد شریف شروع کر دے اور آخری قعدہ میں درود دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

صحیح تر قول میں یہی دوسری صورت افضل ہے۔ اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ چھ یا آٹھ رکعت نوافل ایک سلام کے ساتھ پڑھے کہ جب ہر دو گانہ پر قعدہ کرے تو اختیار ہے کہ درود دعا پڑھے اور ہر دو گانہ شروع کرتے وقت ثنا و تعوذ پڑھے یا درود دعا و ثنا و تعوذ نہ پڑھے اور یہی افضل ہے۔ نماز نذر کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ حقیقت وہ نفل ہیں اور ان کا جو باری رضی اللہ عنہما (۶) اگر فجر کی دو موکدہ سنتیں اور ظہر کی چار موکدہ سنتیں جو فرضوں سے پہلے کی ہیں پڑھے کر خرید و فروخت یا کھانے پینے یا باتیں کرنے یا کسی اور ایسے کام میں جو نماز کے منافی ہو مشغول ہو تو بعض کے نزدیک سنتوں کا اعادہ کرے لیکن ایک لقمہ کھانے یا ایک بار پینے سے سنت باطل نہیں ہوتی اور بعض کے نزدیک مطلقاً سنت باطل نہیں ہوتی البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے یہی اصح ہے۔ اگر فرض کے بعد کی سنتوں کے وقت کھانا لایا گیا اور بد مزہ ہو جانے کا اندیشہ ہے تو کھانا کھالے اور پھر سنتیں پڑھے لیکن اگر وقت جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو پہلے سنتیں پڑھے پھر کھانا کھائے اور بلا عذر فرض کے بعد کی سنتوں میں بھی تاخیر کرنا مکروہ ہے اگرچہ ادا ہو جائیں گی اور مسنون دعا یعنی دعائے اللہ حدیثت السلام الخ سے زیادہ تاخیر کرنا اگرچہ اوراد و وظائف ہی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے یعنی وہ سنتیں اپنے مسنون مقام پر ادا نہ ہونگی اگرچہ سنتیں ادا ہو جائیں گی۔

(۷) نماز نوافل میں قیام کا طویل ہونا کثرت رکعات سے افضل ہے یعنی جبکہ کسی معین وقت تک نماز پڑھنا چاہے تو اس وقت میں قیام کو لمبا کر کے کم رکعتیں پڑھنا افضل ہے اس سے کہ قیام میں کمی کر کے تعداد رکعات بڑھائی جائے۔ مثلاً دو رکعت میں قیام کو طویل کر کے اتنا وقت صرف کر دیتا اتنی دیر میں چار رکعت پڑھنے سے افضل ہے یہی معتدبذیب ہے۔ اسی طرح دیر تک رکوع و سجود کرنے سے دیر تک قیام کرنا افضل ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک ایک روایت میں دیر تک قیام کرنے سے دیر تک رکوع و سجود کرنا افضل ہے۔ اور اسی طرح طویل قیام سے کثرت رکوع و سجود یعنی کثرت تعداد رکعات افضل ہے۔ دونوں روایتیں صحیح ہیں لیکن پہلی روایت یعنی طویل قیام کا افضل ہونا اصح و معتدبہ ہے اور یہی ذہب امام ہے و اللہ اعلم بالصواب۔

رہا یہ سوال کہ گونگے آدمی کے حق میں طویل قیام افضل ہے یا کثرت رکوع و سجود بظاہر اس کے حق میں رکوع و سجود کی کثرت طویل قیام سے افضل ہے کیونکہ طویل قیام فرار ت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس کے لئے قرارت نہیں ہے لیکن بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اس کے حق میں بھی طویل قیام افضل ہے اس لئے کہ گونگا آدمی حکماً قاری ہے اور اس کے لئے قاری کا ثواب ہے۔

جاننا چاہئے کہ بندہ پر جو چیز اس کے لازم پکڑنے سے واجب ہو جاتی ہے وہ دو قسم ہے

نفل نماز پڑھنے کے مسائل

ایک وہ جو قول کے ساتھ واجب ہوتی ہے وہ نذر ہے اس کے احکام و مسائل آگے بیان ہوں گے اور ایک وہ جو اس کے فعل سے واجب ہوتی ہے اور وہ نفلوں کا شروع کرنا ہے اور وہ سات نفل ہیں۔ (۱) نفل نماز (۲) نفل روزہ۔ (۳) نفل طواف (۴) نفل حج (۵) نفل اعتکاف کرنا (۶) نفل عمرہ کرنا (۷) احرام نفل۔ طواف شروع کرنے سے سات پھرے پورے کرنے لازم ہوں گے۔ اعتکاف کی صورت اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کم از کم میعاد ایک دن ہو یا عشرہ رمضان کا اعتکاف مراد ہوگا کہ وہ شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے۔ احرام کی صورت یہ ہے کہ حج یا عمرہ کا تعین کے بغیر

احرام شروع کرنے تو صحیح ہوگا اور لازم ہو جائے گا پھر اس کو اختیار ہے خواہ حج کے لئے کر لے یا عمرہ کے لئے مزید تفصیل اپنے مقام پر ہے اب اس بیان میں نفل نماز کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

(۱) نفل نماز قصداً شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے پس اگر توڑ دے گا تو اس کی قضا واجب ہوگی۔ اور اگر بغیر کسی عذر کے توڑ دے گا تو توڑ دینے کا گناہ بھی ہوگا۔ اور اپنے ارادہ کے بغیر نماز نفل فاسد ہوگئی تب بھی اس کی قضا واجب ہے مثلاً کوئی شخص تیمم سے نماز پڑھ رہا تھا اور اتنا نماز میں پانی پر قادر ہوا، یا عورت نفل نماز پڑھ رہی تھی کہ اس کو اس دوران میں حیض آگیا تو ان کو اس نفل نماز کی قضا واجب ہوگی اور وہ عورت حیض سے پاک ہونے کے بعد اس نفل نماز کی قضا پڑھے (اسی طرح اگر نفل روزہ کی حالت میں عورت کو حیض آجائے تو اس کو بھی طہارت کے بعد قضا کرنا واجب ہے)۔ اگر نفل نماز اپنے قصد سے شروع نہیں کی تھی مثلاً یہ گمان تھا کہ اس کے ذمہ فرض نماز پڑھنا باقی ہے اور فرض کی نیت سے اس کو شروع کیا پھر اس کو یاد آیا کہ وہ فرض اس کے ذمہ نہیں ہے تو اب یہ نفل ہے جو اس کے نفل کے ارادہ کے بغیر شروع ہو گئے پس اس کے توڑ دینے سے اس پر اس کی قضا واجب نہیں بشرطیکہ یاد آتے ہی توڑ دے اور اگر یاد آنے پر اس نماز کو پڑھنا اختیار کیا (یعنی آگے پڑھنا رہا) تو اب توڑ دینے سے اس کی قضا واجب ہوگی کیونکہ اب وہ اپنے ارادے سے نفل شروع کرنے والا ہو جائے گا۔ شروع کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تحریمہ باندھے یعنی تکبیر تحریمہ سے نفل نماز شروع کرے، دوسری یہ کہ ایک روگاہ پورا کر کے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے شروع کیا ہو لیکن ان دونوں صورتوں میں شرط یہ ہے کہ نماز کا شروع ہوتا صحیح ہو پس اگر شروع صحیح نہ ہو یعنی نماز فاسد ہو جیسے کسی اٹھی یا عورت کے پیچھے اقتدا کی یا بے وضو یا ناپاک کپڑوں میں نماز شروع کر دی تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ وہ نفل نماز شروع ہی نہیں ہوئی پس حاصل یہ ہے کہ جب اپنے ارادہ سے صحیح طور پر نفل نماز شروع کر دی پھر اگر وہ نماز فاسد ہو جائے گی تو قضا لازم ہوگی (لیکن امی کے پیچھے نفل نماز کی اقتدا کرنے والے پر قضا لازم ہونی چاہئے کیونکہ اُمّی کے ساتھ اس کی نماز شروع ہو جائے گی اور جب وہ قرأت کے مقام پر پہنچے گا تو اس وقت اس کی نماز فاسد ہوگی)۔ لیکن ان تین صورتوں میں نماز صحیح شروع ہو جانے کے باوجود قضا لازم نہیں ہوگی۔ اول کسی شخص نے کوئی فرض نماز مثلاً ظہر کی فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفلوں کی نیت سے اقتدا کی پھر اس کو یاد آیا کہ اس نے ظہر کے فرض نہیں پڑھے پس اس نے اس نماز کو توڑ کر نئے سرے سے ظہر کی نماز کی تکبیر کہی تو اس پر ان نفلوں کی قضا نہیں ہے جن کی نیت سے اقتدا شروع کی تھی اور پھر توڑ کر ظہر کی نماز کی تکبیر کہی کیونکہ اس نے اپنے ذمہ اس نماز کو امام کے ساتھ ادا کرنے کو لازم کیا تھا سو اس کو ادا کر لیا ہے۔ اسی طرح اگر امام کو یاد آیا کہ اس پر ظہر کی نماز نہیں ہے تو اس کی وہ نماز نفل ہو جائے گی اور اس امام پر اس کے پیچھے نفل کی نیت سے شامل ہونے والے مقتدی پر کوئی قضا لازم نہیں ہوگی اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے ظہر کی نماز شروع کی اور اس کو یہ گمان ہے کہ اس نے ابھی تک ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور ایک شخص نے اس کے پیچھے نفل نماز کی نیت سے اقتدا کی پھر امام کو یاد آیا کہ اس پر ظہر کی نماز نہیں ہے

پس اس کی یہ نماز نفل ہو جائے گی اور اس امام پر اور اس مقتدی منتقل پر کوئی قضا لازم نہیں ہے۔ دوم کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ اس کے پیچھے ہی نفل پڑھوں پھر اس کو یاد آیا کہ اس نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور وہ اس کے ساتھ ظہر کی نیت کر کے داخل ہو گیا تو وہ اس کی ظہر کی نماز ہو جائے گی اور کوئی قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس میں بھی اس کی نیت امام کی نماز کے ساتھ ادا کرنے کی ہے جو اس کو حاصل ہے۔ سوم اگر کسی شخص نے فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنے کی نیت سے اقتدا کی پھر ان نفلوں کو توڑ کر دوسری نفل نماز کی نیت سے اقتدا کی یا مطلق نفل کی نیت کی یعنی ان نفلوں کی قضا کی نیت بھی نہیں کی جن کو توڑا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے نفلوں کی نیت بھی نہیں کی بلکہ مطلق نفل نماز کی نیت کر کے پھر اس امام کی اقتدا کی تو ان سب صورتوں میں بھی کوئی قضا لازم نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کی نیت امام کے ساتھ اس نماز کو ادا کرنے کی ہے جو اس کو حاصل ہے۔

(۲) اوقات مکروہہ میں شروع کرنے سے بھی نماز نفل شروع ہو جاتی ہے اور ان کا قطع کرنا اور غیر مکروہ وقت میں قضا کرنا افضل ہے بلکہ واجب ہے۔ اور اگر ان کو پورا کر لیا تو بڑا کیا اور ان کی قضا اس پر نہیں ہے یعنی منعقد ہو جانے کی وجہ سے جو واجب لازم ہوا تھا وہ ادا ہو گیا۔ اسی طرح اگر ان کو کسی دوسرے مکروہ وقت میں قضا کرے گا تب بھی ادا کے وجوب کے لئے کافی ہوگا جیسا کہ اسی مکروہ وقت میں پورا کرنے کی صورت میں کافی ہوتا ہے اس لئے کہ جیسے ناقص وقت میں وہ نفل واجب ہونے ویسے ہی ناقص وقت میں ادا ہو گئے لیکن اگر ان کو قطع کر دیا تو ان کی قضا واجب ہے اور چونکہ اوقات مکروہہ میں نفل نماز پورا کرنے سے کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں اس لئے کراہت تحریمہ سے نکلنے کے لئے اوقات مکروہہ یعنی طلوع وغروب آفتاب اور ٹھیک دوپہر کے وقت اور دیگر اوقات مکروہہ یعنی عصر کی فرض کے بعد سورج کے تغیر سے قبل اور صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے قبل سوائے سنت فجر کے شروع کئے ہوئے نوافل کا قطع کرنا اور ان کا کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے اور اگر ان اوقات مکروہہ میں نفل نماز شروع کر کے پوری کر لی تب بھی کراہت تحریمہ سے نکلنے کے لئے اس کا اعادہ واجب ہے (اس کی مزید وضاحت اوقات نماز میں ہے)۔

(۱۳) اگر کسی نے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ یا نوافل کی نیت کی اور اس نے اول دوگانہ کے درمیان میں یعنی قعدہ اولی سے پہلے توڑ دیا یا اول دوگانہ میں بقدر تشہد بیٹھ کر دوسرے دوگانہ میں کھڑا ہوا اور دوسرے دوگانہ کے درمیان میں یعنی قعدہ پورا کرنے سے قبل توڑ دیا تو صرف دو رکعت کی قضا کرے پس اگر پہلا قعدہ کر لینے اور دوسرے دوگانہ میں شروع کرنے کے بعد فاسد کیا تو صرف دوسرے دوگانہ کی قضا واجب ہوگی اور اگر پہلا قعدہ پورا کرنے سے پہلے فاسد کر دیا تو صرف پہلے دوگانہ کی قضا واجب ہوگی اور اگر پہلے قعدہ کے پورا ہونے کے بعد تیسری رکعت میں کھڑا ہونے سے پہلے توڑ دیا تو اب اس پر کسی دوگانہ کی قضا واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ پہلا دوگانہ پورا ہو گیا اور دوسرا ابھی تک شروع نہیں ہوا پس اگر چار رکعت نفل کی نیت سے نماز شروع کی اور پہلے دوگانہ میں قعدہ کیا اور تشہد پڑھا اور سلام پھیر دیا تو اب اس پر کسی دوگانہ

کی قضا لازم نہیں اسی طرح اگر سلام کی بجائے کلام کر دیا یا کوئی اور منافی نماز عمل کر دیا یا اس قعدہ میں تشہد نہیں پڑھا تو ان صورتوں میں بھی اس پر کسی دوگانہ کی قضا لازم نہیں ہے لیکن کلام وغیرہ منافی نماز عمل کی وجہ سے سلام جو واجب تھا اس کے ترک ہونے سے یا تشہد پڑھنا واجب تھا اس کے ترک ہونے کی وجہ سے اس دوگانہ کا اعادہ واجب ہو گا تاکہ وہ دوگانہ جو ترک واجب کی وجہ سے کراہت تحریمہ سے ادا ہوا ہے بلا کراہت ادا ہو جائے اسی طرح قعدہ اولیٰ میں بیٹھ کر دوسرے دوگانہ میں شروع کرنے کے بعد توڑ دینے سے صرف دوسرے دوگانہ کی قضا بوجہ اس کے فاسد ہونے کے لازم ہوگی۔ اور پہلے دوگانہ کی قضا اس کے پورا ہو جانے کی وجہ سے لازم نہیں ہوگی لیکن چونکہ اس میں بھی سلام جو واجب تھا ترک ہو گیا ہے اور اب اس کی اصلاح سجدہ سہو سے بوجہ فساد دوگانہ ثانی ناممکن ہوگئی ہے پس یہ پہلا دوگانہ بھی کراہت تحریمہ کے ساتھ ہوا ہے اس لئے اس کو بلا کراہت ادا کرنے کے لئے اعادہ واجب ہو گا اس فرق کو خوب سمجھ لیجئے۔ چار رکعت نوافل نماز کے پہلے یا دوسرے دوگانہ میں توڑ دینے کی صورت میں ایک ہی دوگانہ لازم ہونے کے مسئلہ میں اصول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک چار رکعت یا زیادہ نفل نماز کی نیت کرنے سے بھی دو رکعت ہی لازم آتی ہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز نفل چار رکعت کی نیت سے شروع کرنے سے فرضوں کی طرح چار رکعت لازم ہو جاتی ہیں اور چار سے زیادہ کی نیت کرنے کی صورت میں بھی چار ہی لازم آتی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے بھی حریفین کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اس لئے اب یہ صورت متفق ہوگئی ہے کہ چار رکعت یا زیادہ نفل نماز کی نیت کرنے سے دو رکعت ہی لازم آتی ہیں اور توڑ دینے کی صورت میں رکعت کی ہی قضا لازم ہوگی لیکن چار صورتیں اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ اول جبکہ پہلا قعدہ ترک کر کے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور دوسرے دوگانہ میں نماز کو فاسد کر دیا تو اب اس کو چار رکعتوں کی قضا لازم ہوگی کیونکہ اب یہ سب نماز واحد بمنزلہ فرض ہوگئی پس جب اس کو فاسد کر دیا تو کل رکعتوں کی قضا لازم ہوگی یہی صحیح ہے اس کی تفصیل ۵۷ میں درج ہے۔ دوم جبکہ نفل پڑھنے والا شخص ایسے شخص کا مقتدی ہوا جس کو چار رکعتیں پڑھنا لازم ہوتی ہوں مثلاً کوئی شخص ظہر کی فرض نماز پڑھنے والے امام کا مقتدی ہوا پھر اس نماز کو توڑ دیا تو وہ چار رکعت قضا کرے خواہ اس کے شروع میں اقتدا کی ہو یا قعدہ اخیرہ میں کیونکہ اب اس پر امام کی متابعت کی وجہ سے چار رکعت لازم ہوگئیں اس کی تفصیل ۵۷ میں درج ہے۔ سوم جس شخص نے چار رکعت نماز تدریجی نیت کی ہو تو ان کو توڑ دینے سے اس پر بلا خلاف چار رکعت کی قضا لازم ہوگی کیونکہ اس میں وجوب کا سبب مذکور ہے۔ چہارم چار رکعتی سنت مؤکدہ یعنی ظہر یا جمعہ سے قبل کی چار رکعت مؤکدہ سنتیں ان کو شروع کرنے اور قعدہ اولیٰ میں بیٹھنے کے بعد اگر دوسرے دوگانہ میں توڑ دیا یا سلام پھیر دیا تب بھی چار رکعتیں قضا کرے یہی صحیح ہے جیسا کہ پہلے ان سنتوں کے بیان میں مذکور ہوا۔

(۴) اگر بلا قید تعداد نفل نماز کی نیت کی یعنی دو یا چار رکعتوں کی تخصیص نہیں کی تو بالاتفاق دو رکعتوں سے زیادہ لازم

نہیں ہوتیں۔

(۵) اگر کسی شخص نے چار رکعت نفل نماز پڑھی اور بیچ کے قعدہ میں نہیں بیٹھا تو قیاس یہ ہے کہ وہ نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ نفل نماز کا دوگانہ علیحدہ نماز ہے پس اس کا ہر قعدہ فرض ہے جب فرض ترک ہو گیا تو وہ دوگانہ فاسد ہو گیا اور دوسرے دوگانہ میں شروع ہونا بھی درست نہ ہوا اس لئے تمام نماز فاسد ہو گئی یہی قول امام محمد کا ہے لیکن امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ جب قعدہ ترک کر کے وہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس نے اس کل نماز کو نماز واحد بنا لیا پس اب یہ نماز مشابہ بالفرض ہو گئی اور اس کا بیچ کا قعدہ واجب ہو گیا اور دوسرے دوگانہ کا قعدہ اخیرہ ہو کر فرض ہو گیا پس اب سجدہ سہو کر لینے سے وہ نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی اور اگر سجدہ سہو نہیں کرے گا تو کراہت تحریمہ کے ساتھ درست ہوگی اور اس کا لوٹانا واجب ہوگا تاکہ بلا کراہت تحریمہ ادا ہو جائے اور یہ استحسان ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ دو رکعتیں شمار ہوں گی یا چار صحیح یہ ہے کہ یہ چار رکعتیں شمار ہو جائیں گی۔ اگر نفل نماز تین رکعتیں ایک قعدہ سے پڑھیں یعنی دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا تو واضح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کو مغرب کی نماز تین فرض کے مشابہ کر کے اس میں استحسان کا حکم جاری نہیں ہوگا کیونکہ نفل نماز ایک رکعت کے ساتھ غیر مشروع ہے اس لئے فاسد ہے اور اس کی وجہ سے اس رکعت سے ما قبل کا دوگانہ بھی فاسد ہو جائے گا لیکن اگر بیچ کے دوگانہ میں بیٹھا ہوگا تو وہ دوگانہ درست ہو جائے گا البتہ سلام میں تاخیر ہونے کی وجہ سے کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا ہوگا اس لئے اس کا لوٹانا بھی واجب ہوگا اور اس کو چاہئے کہ خواہ پہلے قعدہ میں بیٹھا ہو یا نہ بیٹھا ہو ایک رکعت اور بلا کر چار رکعت پوری کر لے اور قعدہ اولیٰ میں نہ بیٹھنے کی صورت میں سجدہ سہو بھی کر لے تاکہ چاروں رکعتیں درست ہو جائیں۔ اور اگر چھ یا آٹھ یا زیادہ رکعتیں نوافل ایک ہی قعدہ سے پڑھیں تو بعض نے کہا کہ جائز ہے اور واضح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے کیونکہ استحسان کی رو سے چار رکعت کا ایک قعدہ سے جائز ہونا مشابہ بالفرض ہونے کے اعتبار سے ہے اور فرض نماز چھ یا آٹھ یا زیادہ رکعت کی نہیں ہوتی جو اس پر قیاس کر کے استحسان کو اختیار کیا جاتا اور ایک قعدہ سے چھ یا زیادہ رکعت نفل نماز جائز ہو جاتی ، پس ان کا حکم اصل قیاس کی طرف لوٹ جائے گا اور قیاس کا حکم یہ ہے کہ وہ تمام نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس چھ یا زیادہ رکعتیں ایک ہی قعدہ سے پڑھنے کی صورت میں اصح یہ ہے کہ استحساناً و قیاساً وہ تمام نماز فاسد ہو جائے گی کوئی دوگانہ بھی درست نہیں ہوگا اور صرف ایک دوگانہ کی قضا واجب ہوگی اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ حکم مطلق نفل نماز کے متعلق بیان ہوا لیکن تراویح کا حکم دو باتوں میں عام نوافل کے حکم سے مختلف ہے۔ اول یہ کہ چار رکعت ایک قعدہ سے ادا کرنے کی صورت میں عام نوافل میں چار رکعتیں شمار ہوتی ہیں لیکن تراویح میں وہ بمنزلہ ایک دوگانہ کے ہوں گی یعنی ایک دوگانہ شمار ہوگا۔ دوم یہ کہ عام نوافل میں چھ یا زیادہ رکعتیں ایک قعدہ سے پڑھنے کی صورت میں تمام نماز فاسد ہو جائے گی کوئی دوگانہ بھی شمار میں نہیں آئے گا اور صرف ایک ہی دوگانہ کی قضا واجب ہوگی لیکن تراویح میں اگر چھ یا زیادہ رکعتیں حتیٰ کہ کل یعنی بیس رکعتیں بھی ایک قعدہ اور ایک تسلیمہ سے پڑھیں تو صحیح یہ ہے کہ وہ ایک دوگانہ یعنی دو رکعتوں سے کفایت کریں گی پس

صرف دو رکعتیں شمار ہو جائیں گی (چونکہ چھ یا زیادہ رکعتوں کے ایک قعدہ سے ادا ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے اور دونوں طرف تصحیح ہے پس عام نوافل میں فساد کے حکم کی صحت کو ترجیح دی گئی ہے اور تراویح میں سنت مؤکدہ ہونے کی وجہ سے ایک دوگانہ کی صحت کے حکم کو ترجیح دی گئی ہے) رہی یہ بات کہ قعدہ اولیٰ کا ترک عمدًا ہو یا سہواً کیا دونوں صورتوں میں سجدہ سہو کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بعض کے نزدیک دونوں صورتوں میں سجدہ سہو کرے تاکہ نماز بکراہت تحریمیہ نہ رہے اور عمدًا کی صورت میں اس کا نام سجدہ عذر ہوگا لیکن معتد بہ ہے کہ عمدًا کی صورت میں سجدہ سہو نہیں ہے بلکہ اس نماز کا اعادہ واجب ہے تاکہ نماز بلا کراہت ادا ہو جائے۔ اگر کوئی شخص چار رکعت نفل نماز کے پہلے قعدہ میں نہ بیٹھا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو امام محمدؒ کے قول کے بموجب پھر قعدہ کی طرف لوٹے اور قعدہ کرے۔ ظہر کی چار مؤکدہ سنتوں کا بھی یہی حکم ہے اور شیخین کے قول کے بموجب نہ لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے اور اگر چار رکعتوں کی نیت نہ کی تھی یعنی صرف دو رکعت کی یا مطلق نفل نماز کی نیت کی تھی اور عدد رکعات کی قید نہیں لگائی تھی اور تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا پھر یاد آیا کہ قعدہ نہیں کیا تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ لوٹے اور اگر نہیں لوٹے گا تو نماز نفل فاسد ہو جائے گی۔

ظہر و جمعہ سے پہلے کی چار رکعت سنت مؤکدہ اور چار رکعتی نذر کی نماز میں امام محمدؒ کے نزدیک نفلوں کا حکم ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں نفلوں کا حکم ہے اور ایک روایت میں بطور استحسان ترک قعدہ اولیٰ سے وہ نماز فاسد نہیں ہوتی آخر میں سجدہ سہو کر لینا چاہئے ہی مختار ہے اور توڑ دینے کی صورت میں چار رکعت کی قضا کرنی ہوگی خواہ پہلے دوگانہ میں توڑ دے اور خواہ پہلا دوگانہ پورا کر کے دوسرے دوگانہ میں شروع کرنے سے پہلے توڑ دے یا سلام پھیر دے اور خواہ دوسرے دوگانہ میں توڑے اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ یہ چاروں رکعتیں ایک ہی تسلیم کے ساتھ مشروع و مؤکدہ ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہیں پس یہ بمنزلہ نماز واحد کے ہیں اسی لئے ان کے پہلے قعدہ میں درود شریف نہ پڑھے اگر بھولے سے پڑھ لیا تو واضح یہ ہے کہ اللہم صلی علی محمدؐ کی مقدار پڑھنے پر سجدہ سہو واجب ہوگا اور اس کی تیسری رکعت کے شروع میں ثنا و تعوذ نہ پڑھے۔ بعض کے نزدیک جمعہ کے بعد کی چار سنتوں کا بھی یہی حکم ہے یعنی ظہر و جمعہ سے قبل کی سنتوں کی طرح مؤکدہ ہیں اور بعض کے نزدیک ان کا حکم نوافل کی طرح ہے کہ ان کو دو سلاموں سے پڑھنا درست ہے اور درود شریف تشہید اول پر زیادہ کرنے سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا وغیرہ پس عذر کی حالت میں اس قول پر عمل کر لینا درست ہے واللہ اعلم۔

وترکی نماز میں امام محمدؒ کے نزدیک نفلوں کا حکم ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں استحسان یہ ہے کہ پہلا دوگانہ ترک کر دینے سے نماز وتر فاسد نہیں ہوتی اور قیاس یہ ہے کہ فاسد ہو جاتی ہے اور یہی اختیار کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تین رکعت نماز نفل کا حکم بیان ہوا۔

(۶) اگر کسی نفل نماز پڑھنے والے نے کسی ایسے امام کی اقتدا کی جس کو چار رکعتیں پڑھنا لازم ہوئی ہوں تو اقتدا کی وجہ سے اس مقتدی پر امام کی نماز لازم ہو جائے گی خواہ شروع نماز میں اس کا شریک ہو یا قعدہ اخیرہ تک کسی بھی وقت شامل ہو جائے مثلاً اگر امام نے ظہر کی نماز شروع کی اور کوئی شخص نفل نماز کی نیت سے اس کے پیچھے شامل ہوا تو خواہ وہ قعدہ اخیرہ میں ہی شامل ہوا ہو اس کو امام کی متابعت کی وجہ سے چار رکعت پڑھنا لازم ہو جائے گا پس وہ بقیہ نماز کو امام کے سلام کے بعد مسبقاً ادا کرے گا اور اگر شروع کرنے کے بعد اس کو توڑ دے گا تو چار رکعت کی قضا کرے گا کیونکہ امام کی نماز چار رکعت ہے لیکن نوافل میں خواہ امام چار رکعت ایک سلام سے پڑھے یا زیادہ مقتدی پر ایسی نماز کی قضا واجب ہوگی جس میں وہ توڑنے سے پہلے تک امام کے ساتھ شامل رہا۔ پس جس دو گانہ میں وہ نماز کو توڑ دے گا اس دو گانہ سمیت اس سے پہلے کی پڑھی ہوئی نماز کی قضا کرے گا خواہ امام اس کے بعد بھی کوئی اور دو گانہ اسی تحریمہ سے پڑھے پس اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نفل کی پہلی دو رکعتوں میں داخل ہوا اور اس نے امام کے دوسرے دو گانہ میں داخل ہونے سے پہلے کلام کر دیا تو اس پر صابغین کے نزدیک صرف پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی اور اگر امام کے دوسرے دو گانہ شروع کرنے کے بعد کلام کیا اور امام نے چاروں رکعتوں میں قرأت کر لی تھی تو چار رکعت کی قضا کرے گا اور اگر دوسرے دو گانہ میں اقتدا کیا تھا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم آئے گی۔ کیونکہ امام کی متابعت سے اس پر چار لازم ہو گئیں تھیں جن میں سے دو رکعت اس نے امام کے ساتھ پڑھ لیں اور دو رکعت جو اس کو مسبقاً ادا کر تی تھیں امام کے ساتھ سلام پھیر دینے کی وجہ سے اس کے ذمہ رہ گئیں جن کی قضا لازم ہے۔ (مؤلف)

کسی شخص نے چار رکعت نفل پڑھ کر پانچویں رکعت شروع کی اور ایک شخص نے پانچویں رکعت میں اس کا اقتدا کیا پھر امام نے اپنی نماز کو فاسد کر دیا تو مقتدی چھ رکعتوں کی قضا کرے۔ اگر کسی نے دو رکعتیں پڑھی تھیں اور اس وقت کسی نے اس کے پیچھے اقتدا کیا پھر اس مقتدی کی نکیر بھوٹی اور وہ وضو کرنے کو گیا اس کے بعد امام نے ایک اور رکعت یعنی کل تین رکعتیں پڑھ لیں پھر مقتدی نے کلام کر لیا اس کے بعد امام نے چھ رکعتوں پر نماز پوری کر لی تو مقتدی چار رکعتوں کی قضا کرے گا کیونکہ مقتدی نے دوسرے دو گانہ میں نماز کو فاسد کر دیا اس لئے وہ دو دو گانوں میں امام کا مقتدی رہا پس انہی پہلے دو دو گانوں یعنی چار رکعتوں کی قضا اس پر لازم ہوگی۔ (مؤلف)

مسائل ثمانیہ یا ستہ عشریہ | اگر چار رکعت نفل نماز کی نیت کی اور سب میں یا بعض رکعتوں میں قرأت ترک کی تو پندرہ صورتیں ہو جاتی ہیں اور ایک صورت یہ ہے کہ ہر رکعت میں قرأت کی تو اس

طرح سولہ صورتیں ہو جاتی ہیں لیکن اس سولہویں صورت میں قضا لازم نہیں آتی۔ باقی صورتوں میں قضا لازم آتی ہے جس میں ائمہ کا اختلاف ہے اور چونکہ بعض صورتیں بعض صورتوں میں عقلاً داخل ہیں تو اس طرح یہ صورتیں کم ہو کر آٹھ ہو جاتی ہیں اس لئے ان صورتوں کا نام مسائل ثمانیہ یا ستہ عشریہ ہے۔ ان مسائل میں ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہ و

امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا اختلاف ہے اور ان مسائل میں ان اماموں کے نزدیک اصل یہ ہے کہ پہلا دوگانہ تحریمہ کے ساتھ صحیح شروع ہوتا ہے اور دوسرے دوگانہ کا تیسری رکعت کے قیام کے ساتھ شروع ہونا صحیح ہے جبکہ تحریمہ باقی ہو اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت ترک کرنے سے تحریمہ باطل ہو جاتا ہے اس لئے کہ قرأت کے واجب ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے پس اس کا دوسرے دوگانہ میں شروع ہونا صحیح نہیں ہو اس لئے دوسرے دوگانہ کے فاسد ہونے پر اس کی قضا لازم نہیں ہوتی بلکہ صرف پہلے دوگانہ کی قضا کرے کیونکہ ترک قرأت کی وجہ سے وہ فاسد ہو گیا ہے اور اگر پہلے دوگانہ کی کسی ایک رکعت میں قرأت ترک ہوئی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ادا فاسد ہوتی ہے تحریمہ فاسد نہیں ہوتا اس لئے پہلے دوگانہ کی قضا واجب ہوگی بوجہ ترک قرأت کے جیسا کہ دو رکعتوں کے ترک قرأت سے واجب ہوتا ہے اور دوسرے دوگانہ میں شروع صحیح ہو جائیگا اور امام محمدؒ و امام زفر کے نزدیک پہلی دونوں رکعتوں میں یا پہلی دونوں رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت میں قرأت چھوڑنے سے تحریمہ اور نماز کا ادا ہونا دونوں باطل ہو جاتے ہیں اور جب بلا قرأت رکعت کا سجدہ کر لیا تو اس دوگانہ پر دوسرے دوگانہ کی بنا صحیح نہیں اس لئے اس دوسرے دوگانہ کے فاسد ہونے پر اس کی قضا بھی لازم نہیں ہوتی بلکہ صرف پہلے دوگانہ کی قضا لازم ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلے دوگانہ کی دونوں رکعتوں یا کسی ایک رکعت میں قرأت چھوڑنے سے صرف ادا فاسد ہو جاتی ہے لیکن تحریمہ باطل نہیں ہوتا پس دوسرے دوگانہ میں شروع کرنا مطلقاً صحیح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلق ترک قرأت سے تحریمہ فاسد نہیں ہوتا خواہ ایک رکعت میں ہو یا دونوں میں اور امام محمدؒ و زفر کے نزدیک مطلق ترک قرأت سے تحریمہ فاسد ہو جاتا ہے خواہ ایک رکعت میں ہو یا دونوں میں پس ان کے نزدیک ہر حال میں ایک ہی دوگانہ لازم آتا ہے تین صورتوں میں کھپلا دوگانہ باقی سب میں پہلا دوگانہ۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں رکعتوں میں ترک قرأت سے تحریمہ فاسد ہوتا ہے صرف ایک رکعت میں ترک ہونے سے فاسد نہیں ہوتا۔ اب یہ سولہ صورتیں بمعہ حکم ذیل کے نقشہ میں درج ہیں۔ چار رکعتوں کے لئے چار خانے مقرر کر کے قرأت کی جگہ ق اور ترک قرأت کی جگہ صفر (۰) درج ہے اور اس کے آگے تین خانوں میں تینوں اماموں کے نزدیک حکم درج ہے کہ دو کی قضا کرے یا چار کی۔ فتویٰ کے لئے امام ابو حنیفہؒ کی روایت ممتار ہے۔

۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱	رکعت اول
۰	ق	ق	ق	۰	ق	ق	۰	ق	ق	۰	۰	ق	ق	۰	ق	دوم
ق	۰	ق	ق	ق	۰	ق	ق	ق	۰	۰	ق	۰	۰	۰	ق	سوم
ق	ق	ق	۰	ق	ق	ق	۰	۰	۰	ق	۰	۰	۰	۰	ق	چہارم
پہلی	پہلی	پہلی	پہلی	پہلی	۲	۲	۲	۲	پہلی	۲	۲	۲	۲	۲	۰	حکم بنزد امام ابو حنیفہؒ
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۰	امام ابو یوسفؒ
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۰	امام محمدؒ و زفرؒ

(۱) اگر کسی رکعت میں قرأت نہ کی یا دوسرے دو گانہ میں سے صرف کسی ایک رکعت میں قرأت کی جیسا کہ نقشہ مذکور میں ۶، ۵، ۲ سے ظاہر ہے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس پر پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چار رکعت کی قضا لازم ہوگی۔ (۲) اگر پہلی دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں قرأت کی اور باقی تین رکعتوں میں قرأت نہ کی جیسا کہ ۴، ۳ سے ظاہر ہے یا پہلے دو گانہ کی کسی ایک رکعت میں قرأت کی اور دونوں کی ایک ایک رکعت میں قرأت ترک کی جیسا کہ ۸، ۷ سے ظاہر ہے تو ان چھ صورتوں میں امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چار چار رکعت کی قضا لازم ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک دو رکعت کی قضا لازم ہوگی۔ (۳) اگر پہلی دو رکعت میں قرأت کی اور پچھلی دو میں ترک کی جیسا کہ ۷ سے ظاہر ہے یا پہلی دو رکعت میں قرأت کی اور پچھلی کسی ایک رکعت میں ترک کی جیسا کہ ۱۱، ۱۰ سے ظاہر ہے تو بالاجماع اس پر پچھلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔ (۴) اگر پہلی دو رکعتوں میں قرأت نہ کی اور پچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت کی جیسا کہ ۱۲ سے ظاہر ہے یا پہلی دو میں سے کسی ایک رکعت میں قرأت کی اور پچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت کی جیسا کہ ۱۵، ۱۶ سے ظاہر ہے تو بالاجماع پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔ (۵) اگر کسی شخص نے چار رکعت نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفل کی نیت سے اقتدا کیا تو جو حال امام کا ہے وہی مقتدی کا ہے یعنی جن صورتوں میں ترک قرأت کی حالت میں امام کو چار رکعت کی قضا لازم آئے گی اس مقتدی پر بھی چار کی قضا لازم ہوگی اور جن صورتوں میں امام کو دو قضا لازم ہوگی اس مقتدی کو بھی دو رکعت کی قضا لازم ہوگی خواہ وہ مقتدی اس امام کے ساتھ تشهد میں شامل ہوا ہو۔

بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے کے مسائل جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہے اس کو اصح قول کے بموجب بیٹھ کر نفل پڑھنا بلا کر اہت جائز ہے مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے والے

کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہوتا ہے (لیکن آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا عذر بیٹھ کر نفل پڑھنے میں بھی کھڑے ہو کر پڑھنے کی طرح پورا ثواب ہے اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے (کذا فی صحیح مسلم عن عبد اللہ بن عمر و قلت حدثت یا رسول اللہ انک قلت صلوة الرجل قاعد علی نصف لصلوة وانت تصلی قاعدا قال اجل ولكنی لست کا حد منکم)۔ اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے خواہ فرض ہو یا نفل وغیرہ تو ثواب میں کمی نہیں ہوگی اور کھڑے ہونے کے مطابق ثواب ملے گا۔ صحیح یہ ہے کہ وتر کے بعد کی نفلوں کا بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو بیٹھ کر پڑھنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ فرض و واجب بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں سنت فجر کا بھی یہی حکم ہے۔ سنت فجر کے علاوہ اور سنتوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے خواہ وہ نماز تراویح ہو لیکن یہ عمل سلف التوارث کے خلاف ہے اور نذر کی نماز جس کو کھڑے ہونے کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے یہی صحیح ہے۔ بعض کے نزدیک اس نذر کا بھی کھڑے ہو کر پڑھنا

لازمی ہے۔۔۔ جب نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کر دی پھر پہلی یا دوسری رکعت میں بلا عذر بیٹھ گیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بطور استحسان بلا کراہت جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بلا عذر ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور پہلا دو گانہ کھڑے ہو کر پڑھا اور دوسرے دو گانہ میں بیٹھ گیا تو بالاتفاق جائز ہے۔۔۔ اگر نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر تھک گیا تو اگر عصا (لاٹھی) یا دیوار پر سہارا لگالے تو مضائقہ نہیں اور بکروہ بھی نہیں ہے اور بغیر تھکے ایسا کرنا بکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ ادب کے خلاف ہے لیکن نماز ہو جائیگی۔۔۔ اگر نفل نماز بیٹھ کر شروع کی پھر کچھ بیٹھے پڑھ کر کھڑا ہو گیا خواہ ایک رکعت بیٹھ کر پڑھی اور ایک رکعت کھڑے ہو کر یا ایک ہی رکعت کا کچھ حصہ بیٹھ کر پڑھا اور کچھ حصہ کھڑے ہو کر تو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔۔۔ اگر کوئی شخص نفل نماز بیٹھ کر پڑھے اور شروع کے وقت کھڑے ہو کر رکوع کرے تو اس کے واسطے افضل یہ ہے کہ کھڑا ہو کر کچھ قرات بھی کر لے پھر رکوع کرے تاکہ سنت کے موافق ہو جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر بغیر کچھ قرات کئے رکوع کر دیا تو جائز ہے اور اگر سیدھا کھڑا نہیں ہو اور رکوع کر دیا تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا رکوع نہ کھڑے ہونے کی حالت میں واقع ہوا نہ بیٹھنے کی حالت میں۔ اگر فرض نماز عذر کے ساتھ اور نفل نماز عذر سے یا بلا عذر بیٹھ کر پڑھے تو حالت قرات (یعنی وہ حالت جو قیام کے قائم مقام ہے) میں اس کو اختیار یعنی جائز ہے کہ چاہے اس طرح بیٹھے کہ دونوں ہاتھ دونوں زانوں کے گرد حلقہ کر لے (یعنی گوث مار کر بیٹھے) اور چاہے چار زانو بیٹھے اور مختار و افضل یہ ہے کہ اس طرح بیٹھے کیسے تشهد کی حالت میں بیٹھے ہیں اور ہاتھ قیام کی طرح سے ناف کے نیچے باندھے اور تشهد کے وقت بالاتفاق فرضوں کے تشهد کی طرح بیٹھے۔ نفل نماز بھی فرض نماز کی طرح بلا عذر لیٹ کر اشارہ سے جائز نہیں ہے اور عذر کی وجہ سے ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر رکوع کے قریب جھکا ہوا ہونے کی حالت میں نماز نفل شروع کی تو صحیح نہیں ہے۔

نماز نذر کا بیان

نماز نذر ان نوافل میں سے ہے جو بندہ کے لئے اپنے قول سے اس پر واجب ہو جاتی ہے اس لئے یہ واجب بغیر ہے اور اس کا وجوب عارضی ہونے کی وجہ سے بعض احکام میں فرضوں کے مشابہ ہے اور بعض احکام میں نفلوں کے حکم میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے نذر کی کہ ایک دن نماز پڑھوں تو اس پر دو رکعتیں لازم ہوں گی اور اگر کسی نے ہمینہ بھر کی نمازوں کی نذر کی تو ہمینہ بھر کے جتنے فرض اور وتر ہیں اتنی نمازیں اس پر لازم ہوں گی سببیں لازم نہ ہوں گی لیکن اس کو چاہئے کہ وتر اور مغرب کی نمازوں کے بدلے چار چار رکعتیں پڑھے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے نذر کی ہے کہ اللہ کے واسطے بغیر طہارت دو رکعتیں پڑھوں تو امام محمد کے نزدیک اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اس لئے کہ یہ نذر بالمعصیت ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر دو رکعتیں طہارت کے ساتھ پڑھنا لازم ہوں گی اور بغیر طہارت پڑھنے کی قید

لغو ہو جائے گی کیونکہ جو شخص طہارت پر قادر نہ ہو اس کے لئے بغیر طہارت نماز پڑھنا مشروع ہے جیسا کہ معذور کے
 بیان میں آئے گا اس لئے معصیت وغیر مشروع نہ ہو اور یہ قید لغو ہو کر طہارت کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہو گیا یہی معتد
 مختار ہے۔ اگر بغیر طہارت کے نماز پڑھنے کی نذر کی یا بغیر ستر عورت (یعنی ننگ) نماز پڑھنے کی نذر کی تو امام ابو یوسف کے
 نزدیک اس پر طہارت کے ساتھ اور ستر عورت کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہو جائے گا اور یہ قیدیں لغو ہو جائیں گی اس لئے
 کہ جب کوئی چیز لازم ہوتی ہے تو وہ چیزیں بھی اس کے ساتھ لازم ہو جاتی ہیں جن کے بغیر وہ صحیح نہ ہوتی ہو اس لئے یہ
 قیدیں لغو ہو جائیں گی اور چونکہ مقتدی اور اسی کے لئے بلا طہارت نماز پڑھنا عبادت ہے اسی طرح جس کے پاس کپڑا نہ ہو
 اس کو بلا ستر عورت نماز پڑھنا عبادت و مشروع ہے اس لئے نذر بالمعصیت نہ ہوئی اور اس کا پورا کرنا واجب ہوا۔
 امام محمد کا اس میں بھی اختلاف ہے یعنی اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور یہ بوجہ نذر بالمعصیت ہونے کے مستند نہیں ہوگی۔
 اور اگر نذر کی کہ میں اللہ کے واسطے ایک رکعت یا آدھی رکعت نماز پڑھوں تو اس پر دو رکعتیں لازم ہوں گی اس لئے کہ
 رکعت کو ٹکڑے نہیں کیا جاتا اس لئے نصف رکعت سے کل رکعت لازم آئے گی اور چونکہ ایک رکعت نماز احناف کے
 نزدیک جائز و مشروع نہیں اس لئے اس کے ساتھ دوسری بھی لازمی ہو جائے گی یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور یہی
 مختار ہے اور امام محمد کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تین رکعتوں کی نذر کی تو چار رکعتیں لازم
 ہوں گی اس لئے کہ نوافل نماز جب تک پورے دو گانے نہ ہوں صحیح نہیں ہوتی۔ اگر کسی نے ظہر کی نماز آٹھ رکعتوں سے
 پڑھنے کی نذر کی تو اس پر صرف ظہر کی چار رکعتیں لازم ہوں گی اس سے زیادہ اور کچھ لازم نہ ہوگا اسی طرح اگر یہ نذر کی کہ نصاب
 کی زکوٰۃ دسواں حصہ ادا کروں گا یا دو دفعہ حج فرض ادا کروں گا تو اس پر زیادہ کچھ لازم نہ ہوگا اس لئے کہ یہ التزام غیر مشروع ہے
 پس ایسی نذر نذر بمعصیت ہے۔ کسی نے دو رکعتیں پڑھنے کی نذر کی اور ان کو بیٹھ کر ادا کیا تو اگر ان کو نذر میں کھڑے ہو کر
 پڑھنے کے ساتھ متعین نہیں کیا تھا تو جائز ہے یہی صحیح ہے اور بعض کے نزدیک کھڑے ہو کر پڑھنا لازمی ہے اور اگر ان کو
 سواری پر ادا کیا تو جائز نہیں۔ اگر کسی نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی نذر کی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب ہے اور
 کسی چیز پر بہار ادا کرنا مکروہ ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ اللہ کے لئے میرے ذمہ یہ ہے کہ آج دو رکعتیں پڑھوں اور اس دن
 نہ پڑھیں تو ان دونوں رکعتوں کو قضا کرے اور اگر اللہ کی قسم کھائی کہ آج دو رکعتیں پڑھوں گا اور اس دن نہ پڑھیں تو
 قسم کا کفارہ دے اور قضا اس پر لازم نہیں قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر
 کھانا کھلانا یا کپڑا دینا ہے اور اگر یہ میسر نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ اگر کسی نے
 نذر کی کہ فلاں مقام پر نماز پڑھے گا اور اس سے کم درجے کے مقام پر ادا کی مثلاً مسجد الحرام میں ادا کرنے کی نذر کی اور
 اس کو مسجد بیت المقدس میں ادا کیا، یا مسجد الحرام یا بیت المقدس میں ادا کرنے کی نذر کی اور کسی اور کم درجے کی مسجد
 میں یا گھر کی مسجد میں ادا کی تو جائز ہے اس لئے کہ نماز سے مقصود قربت الہی ہے جو اس کو ہر جگہ حاصل ہے۔ نماز کے

مکانوں کی افضلیت کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ (امام زفر کا اس میں خلاف ہے) — اگر کسی عورت نے نذر کی (منت مانی) کہ کل نماز پڑھے گی یا روزہ رکھے گی دوسرے دن اُسے حیض آگیا تو اس کی قضا کرے اس لئے کہ حیض کا آنا وجوب کا مانع نہیں ہے ادا کا مانع ہے اور وجوب کے وقت وہ ادا کے قابل تھی لیکن ادا کے وقت قدرتی مانع پیش آگیا پس قضا واجب ہوگئی لیکن اگر کسی عورت نے یہ منت مانی کہ حالت حیض میں دو رکعت پڑھے گی یا روزہ رکھے گی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے اس لئے کہ حیض نماز و روزہ کے منافی ہے پس یہ نذر بمعصیت ہے اس لئے اس کا پورا کرنا لازم نہیں آتا۔ اگر کسی نے سنتوں کی نذر کی اور اس نذر کو ادا کیا تو سنت ادا ہوگئی جیسا کہ اگر سنت شروع کر کے توڑ دی پھر پڑھی جب بھی وہ سنت ادا ہوگئی اور توڑ دینے پر واجب ہو جانے کی وجہ سے سنت سے نہیں نکلی۔ اور بعض کے نزدیک اس کی سنت ادا نہ ہوگی اس لئے کہ اس کے التزام کے سبب سے وہ دوسری نماز ہوگئی پس وہ سنت کے قائم مقام نہ ہوگی لہذا سنت میں نذر نہ کرنا افضل ہے اور نوافل کو نذر کر کے پڑھنا بھی بعض کے نزدیک افضل ہے اور بعض کے نزدیک افضل نہیں یہی راجح ہے اس لئے کہ نذر کے سبب سے عبادت میں ثقل اور نفس پر شاق ہونا پائے گا۔ نیز حدیث شریف میں نذر سے بھی وارد ہے رواہ مسلم — لیکن بعض نے اس کی توجیہ کی ہے کہ جب منت کسی شرط کے ساتھ نہ ہو مثلاً یوں نہ کہے کہ فلاں بیمار صبح ہو جائے گا تو اتنی نماز پڑھوں گا کیونکہ ایسی منت کی نہیں وارد ہے بلکہ تبرعاً محض قرینۃً للہ تعالیٰ نذر کرے تو ایسی منت مان کر نفل پڑھنا بغیر منت کے پڑھنے سے افضل ہے فافہم۔

اگر کسی نے چار رکعت ایک تسلیمہ کے ساتھ پڑھنے کی منت مانی یا مطلق چار رکعت نماز کی منت مانی اور ایک تسلیمہ سے پڑھنے کے ساتھ اس کو مقید نہیں کیا تو اس کو ایک ہی تسلیمہ کے ساتھ چاروں رکعتیں پوری کرنا واجب ہے دو تسلیموں سے ادا کرنے میں وہ نذر ادا نہیں ہوگی پس اگر وہ دو تسلیموں سے پڑھے یعنی ہر دو گانہ پر سلام پھیرا تو وہ منت پوری نہیں ہوئی اب پھر چاروں رکعتیں ایک تسلیمہ سے پڑھے۔ اور اگر چار رکعتیں دو تسلیموں سے پڑھنے کی منت مانی تو ان چاروں کو ایک ہی تسلیمہ سے ادا کرنا بھی جائز ہے اور اس کی منت پوری ہو جائے گی۔ اگر چار رکعت نماز نذر کی نیت سے شروع کی تو ان کو توڑ دینے سے اس پر بلا خلاف چار رکعت کی قضا لازم ہوگی جیسا کہ نوافل میں بیان ہوا۔

تراویح کا بیان

تعریف تراویح جمع ترویجہ کی ہے۔ ترویجہ آرام کرنے کو کہتے ہیں یعنی نماز تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کر لیتے ہیں اس لئے اس نماز کو تراویح کہتے ہیں۔

حکم ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعتیں نماز تراویح پڑھنا مردوں اور عورتوں کے حق میں بالاجماع سنت مؤکدہ ہے اور یہ سنت مؤکدہ عین ہے کیونکہ اکثر خلفائے راشدین اور عامۃ الصحابة الکرام نے اس پر ہمیشگی کی ہے اور اس کے

بعد سے آج تک علمائے کرام بلا انکار متفق چلے آ رہے ہیں۔ تراویح حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے پہلا قول اصح ہے۔ پس اگر ایک شخص بھی ترک کرے گا تو وہ ترک سنت کا گنہگار ہوگا اور مکروہ کا مرتکب ہوگا۔ تراویح کے سنت ہونے کا سوائے روافض کے اور کوئی فرقہ اسلام منکر نہیں ہے۔ اور یہ نماز دس سلاموں کے ساتھ مسنون ہے یعنی دو دو رکعتوں کی نیت کرے اور ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کرے اس طرح اس نماز میں پانچ ترویج ہوتے ہیں اگر جماعت کے ساتھ پانچ ترویجوں پر زیادتی کرے تو مکروہ ہے۔

وقت اس کا وقت صبح قول کی بنا پر عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے یہی جمہور کا مذہب ہے۔ خواہ وتروں سے پہلے پڑھے یا بعد میں دونوں طرح جائز ہے لیکن وتروں سے پہلے پڑھنا افضل ہے۔ اگر تراویح اور وتر پڑھنے کے بعد ظاہر ہو گیا کہ نماز عشا بغیر وضو پڑھی تھی اور تراویح اور وتر وضو سے پڑھے یا کوئی اور وجہ معلوم ہوئی جس سے صرف عشا کی نماز فاسد ہوئی تو عشا کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرے اس لئے کہ تراویح عشا کی تابع ہے۔ یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔ وتر کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ وتر اپنے وقت میں عشا کا تابع نہیں اور عشا کی نماز کا اس پر مقدم کرنا ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور بھولنے کے عذر سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پس اگر بھول کر نماز وتر نماز عشا سے پہلے پڑھی تو صحیح ہو جائے گی اور تراویح اگر عشا سے پہلے پڑھی تو صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ تراویح کا وقت نماز عشا کے ادا ہونے کے بعد ہے پس جو تراویح نماز عشا سے پہلے ادا کی اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک تراویح کی طرح وتر بھی منجملہ عشا کی نماز کے ہیں پس ان کا وقت عشا کی نماز ادا کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے تو اس لئے اگر بھول کر بھی عشا کی نماز سے پہلے پڑھے تو تراویح کی طرح صاحبین کے نزدیک ان کا اعادہ واجب ہوگا۔ حاصل یہ ہے وتر کے اعادہ میں اختلاف ہے اور تراویح اور عشا کی سنتوں کے اعادہ میں اگر وقت باقی ہو تو اختلاف نہیں بلکہ بالاتفاق اعادہ کرے۔ تراویح میں تہائی رات تک یا آدھی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے آدھی رات کے بعد اس کے ادا کرنے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں بلکہ بعض کے نزدیک مستحب و افضل ہے اس لئے کہ یہ قیام اللیل ہے لیکن جس کو فوت ہونے کا خوف ہو تو اس کے لئے احسن یہ ہے کہ تاخیر نہ کرے۔

دیگر مسائل (۱) تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اور یہی صحیح ہے پس اگر کسی مسجد کے سب لوگ تراویح کی جماعت چھوڑ دیں تو انھوں نے بُرا کیا اور وہ سب ترک سنت کے گنہگار ہوں گے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سوائے شہر میں کسی ایک مسجد میں جماعت سنت کفایہ ہے یا شہر کی ہر مسجد میں یا محلہ کی مسجد میں اور یہی آخری قول زیادہ ظاہر ہے اگرچہ تینوں کی تصحیح کی گئی ہے اور مسجد کے بعض لوگوں کے جماعت کر لینے سے باقی لوگوں کے ذمہ سے جماعت ساقط ہو جائیگی پس اگر اہل مسجد نے جماعت سے نماز پڑھی لیکن کسی ایک شخص نے جماعت چھوڑ دی اور اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھی تو اس نے جماعت کی فضیلت چھوڑ دی اور وہ اس میں ترک سنت کی برائی کا گنہگار نہیں ہوا۔ اور اس

صورت میں اگر کچھ لوگوں نے گھر میں جماعت سے نماز تراویح پڑھ لی تو ان لوگوں نے جماعت کی فضیلت پالی لیکن مسجد کی جماعت کی فضیلت نہیں پائی۔ اگر اپنے گھر میں جماعت سے تراویح کی نماز پڑھے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے متقدمین کے نزدیک گھر میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے اور متاخرین کے نزدیک مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے کیونکہ جو نماز جماعت سے ادا کی جائے اس کے لئے مسجد میں ہونا افضل ہے اور آج کل دین میں سستی ہو گئی ہے اس لئے آہستہ آہستہ بالکل ترک کر دینے کا خوف ہے پس حالاتِ زمانہ کے مطابق متاخرین کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ گھر میں جماعت کی فضیلت ہے اور مسجد میں دوسری فضیلت بھی ہے پس اگر گھر میں جماعت سے نماز تراویح پڑھے گا تو جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت تو مل جائے گی اور دوسری یعنی مسجد کی فضیلت چھوٹ جائے گی پس صحیح یہ ہے کہ تراویح کا جماعت سے مسجد میں ادا کرنا افضل ہے اور یہی حکم فرض نمازوں کا ہے اور جو نمازیں کہ جماعت سے مشروع ہیں جیسا کہ نماز کسوف وغیرہ ان سب کا بھی حکم یہی ہے کہ ان کا مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو جس کی لوگ اقتدا کیا کرتے ہوں یعنی کوئی بزرگ آدمی ہو یا کوئی بڑا فقیہ ہو اور اس کے آنے سے جماعت میں ترغیب و زیادتیاں ہوتی ہو اور اس کے نہ آنے سے جماعت میں کمی ہو جائے گی تو اس کو بلا عذر جماعت نہ چھوڑنا چاہئے۔

(۲) ہر ترویجہ یعنی ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے بعض کے نزدیک مطلق چار رکعتوں کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے اور اس میں آسانی ہے اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے۔ اور پانچویں ترویجہ اور وتر کے درمیان بھی اسی قدر بیٹھنا مستحب ہے لیکن اگر آرام سمجھے کہ پانچویں ترویجہ اور وتر کے درمیان بیٹھنا جماعت کے لوگوں پر بھاری ہو گا تو نہ بیٹھے پھر اس بیٹھنے کے وقت میں لوگوں کو اختیار ہے چاہے تسبیح پڑھتے رہیں یا قرآن پڑھیں یا خاموش بیٹھے رہیں یا چار رکعت تو اقل اکیلے اکیلے پڑھیں اس وقفہ میں جماعت سے توافل پڑھنا مکروہ ہے یا کوئی اور ورد پڑھے۔ مکہ معظمہ کے لوگ ایک طواف (سات چکر) کر لیتے ہیں اور دو رکعت نماز واجب الطواف پڑھ لیتے ہیں اور دینہ منورہ کے لوگ چار رکعتیں اکیلے اکیلے پڑھ لیتے ہیں۔ ہر دو رکعت کے بعد بیٹھنا یا دو رکعت نفل پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح دس رکعت کے بعد بیٹھنا بھی مکروہ ہے اس لئے کہ ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنا مشروع ہے ہر دو رکعت کے بعد مشروع نہیں اگر ہر ترویجہ میں بیٹھنا ترک کر دیں اور پوری بیس رکعتیں پڑھ کر آرام کریں تو فتویٰ کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے بعض فقہانے لکھا ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں تسبیح تین بار پڑھے۔ سُبْحَانَ ذِي الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبْرُوتِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ، سُبْحَانَ قُدُّوسٍ رَبِّنَا وَسَرَّابِ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نَسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ وَنَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ

(۳) مسافر اور وہ مریض جو روزہ نہ رکھتا ہو اور حیض و نفاس والی عورتیں جبکہ تراویح کے وقت حیض یا

عشا اور تراویح اور وتر کی نماز اپنے آپ گھر میں پڑھ لی پھر مسجد میں آکر امامت کی نیت سے دوسرے لوگوں کو تراویح پڑھائی تو یہ امام کے لئے مکروہ ہے اور جماعت کے لئے مکروہ نہیں۔ اور اگر اس نے امامت کی نیت نہیں کی بلکہ تنہا نماز شروع کر دی اور لوگوں نے پیچھے سے آکر تراویح کی نیت سے اس کا اقتدار لیا تو امام اور مقتدی کسی کے واسطے مکروہ نہیں۔ (۸) افضل یہ ہے کہ سب تراویح ایک امام پڑھاوے اور اگر دو امام پڑھاویں تو مستحب یہ ہے کہ ہر ایک امام ترویجہ پورا کر کے الگ ہو مثلاً آٹھ رکعت ایک امام پڑھا دے اور بارہ رکعت دوسرا امام پڑھاوے اور اگر ایک دو گانہ کسی ترویجہ کے اوپر زیادہ کر کے الگ ہو مثلاً پہلا امام دس رکعت کے بعد الگ ہو گیا اور باقی دس رکعت دوسرے امام نے پڑھائی تو صحیح قول کے بموجب یہ مستحسن نہیں ہے۔ اور جب اس طرح دو اماموں کے پیچھے تراویح جائز ہو جاتی ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ فرض اور وتر ایک شخص پڑھائے اور تراویح دوسرا شخص پڑھائے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر میں امامت کرتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح میں امامت کیا کرتے تھے اسی طرح اگر فرض ایک شخص پڑھائے اور وتر دوسرا شخص پڑھائے تو درست ہے یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص فرض پڑھائے وہی وتر پڑھائے یہ غلط ہے (فتاویٰ رشیدیہ)۔ (۹) سمجھ والے نابالغ لڑکے کی امامت تراویح اور ایسی نفلوں میں جن میں کچھ تخصیص نہ ہو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور اکثر کے نزدیک جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے لیکن اپنے جیسے یعنی نابالغوں کی امامت کرے تو مضائقہ نہیں۔ (۱۰) اگر تراویح فوت ہو جائیں تو ان کو قضا نہ کرے نہ جماعت سے نہ بغیر جماعت کے جیسے مغرب و عشا کی سنتیں فوت ہو جانے سے قضا نہیں کی جاتیں یہی صحیح ہے اور اگر ان کو قضا کرے گا تو وہ نفل ہوں گے نہ کہ سنت تراویح۔ اور اگر یاد آئے کہ گذشتہ شب میں ایک دو گانہ فاسد ہو گیا تھا تو اگر اس کو تراویح کی نیت سے قضا کرے تو مکروہ ہے اور اگر وتر پڑھنے کے بعد یہ یاد آیا کہ دو رکعتیں رہ گئی ہیں تو بعض نے کہا کہ اس کو جماعت سے نہ پڑھیں اور بعض نے کہا کہ اس کو جماعت سے پڑھ لیں یہی اظہر ہے۔

(۱۰) اگر امام نے ترویجہ کا سلام پھیرا اور بعض جماعت والوں نے کہا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں اور بعض نے کہا کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب امام اپنی رائے پر عمل کرے اور اگر امام کو کسی بات کا یقین نہ ہو تو اس کا قول اختیار کرے جو اس کے نزدیک سچا ہو۔ اور اگر تسلیموں کی گنتی میں شک پڑے یعنی یہ شک ہو کہ میں رکعتیں ہوئیں یا اٹھارہ یعنی دس تسلیم ہوئے یا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ اعادہ کریں یا نہ کریں اور جماعت سے اعادہ کریں یا الگ الگ اعادہ کریں۔ اور صحیح یہ ہے کہ جدا جدا اعادہ کریں احتیاطاً تراویح کی تکمیل کے لئے اور نفل کی جماعت سے بچنے کیلئے۔ (۱۱) اگر سب لوگوں نے عشا کے فرض کی جماعت چھوڑ دی تو ان کو تراویح جماعت سے پڑھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ تراویح کی جماعت فرض کی جماعت کے تابع ہے۔

اور اگر لوگوں نے عشا کی فرض نماز جماعت سے پڑھی اور تراویح کی جماعت شروع کی تو ایسے شخص کو جس نے

عشا کی نماز علیحدہ پڑھی ہو جائز ہے کہ ان لوگوں کی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ لے اس لئے کہ یہ جماعت تراویح مشروع ہے اور یہ شخص اس جماعت میں ان کے ساتھ شامل ہو رہا ہے۔

(۱۲) وتر کی نماز جماعت کے ساتھ فقط رمضان المبارک میں پڑھے اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے پڑھنا نوافل کی طرح مکروہ ہے۔ رمضان المبارک میں وتر گھر میں اکیلا پڑھنے سے مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے یہی صحیح ہے (لیکن اس کی سنت جماعت تراویح کی سنت سے کم ہے) اور بعضوں نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ وتر اکیلا اپنے گھر میں پڑھے اور اس کو مختار کہلے لیکن جماعت سے ہی افضل ہونا صحیح ہے اور اسی پر آج تک عامۃ الناس کا عمل ہے۔

(۱۳) اگر کسی شخص نے فرض عشا کو جماعت سے پڑھا اور تراویح کو امام کے ساتھ نہ پڑھا یا کچھ تراویح کو امام کے ساتھ پڑھا اور کچھ کو نہ پڑھا تو اس کو جائز ہے کہ وتر کو جماعت سے امام کے ساتھ پڑھ لے۔ اسی طرح اگر کچھ یا سب تراویح کو کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھا تب بھی وہ وتر اس امام کے ساتھ پڑھ لے۔ لیکن اگر فرض اور تراویح جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے۔ اگر تراویح کی جماعت سب نے نہ کی ہو تو سب لوگ جماعت سے وتر نہ پڑھیں اس لئے کہ سلف کے عمل سے ثابت ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔

(۱۴) اگر کوئی شخص ایسے وقت جماعت تراویح میں شامل ہوا کہ اس کی تراویح کی کچھ رکعتیں رہ گئی تھیں اب اگر وہ امام کے نماز تراویح ختم کرنے کے بعد ان کے پڑھنے میں مشغول ہوتا ہے تو وتر کی جماعت چھوٹ جائے گی تو اس کو چاہئے کہ پہلے وتر جماعت سے پڑھ لے پھر ان تراویح کی رکعتوں کو جو فوت ہو گئی تھیں پڑھے اسی پر فتویٰ ہے۔

(۱۵) اگر کوئی شخص فرض نماز یا وتر یا نفل پڑھ رہا ہے تو اس کے پیچھے نماز تراویح کی اقتداء صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ مکروہ ہے اور عمل سلف کے خلاف ہے۔ اور اگر کوئی شخص تراویح کا پہلا دوگانہ پڑھتا تھا اس کے پیچھے کسی ایسے شخص نے اقتداء کیا جو دوسرا دوگانہ پڑھتا تھا تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے جس طرح یہ جائز ہے کہ کوئی شخص ظہر کی پہلی چار رکعتیں پڑھتا تھا اس کے پیچھے کسی ایسے شخص نے اقتداء کیا جو ظہر کی اخیر کی دو رکعتیں پڑھتا تھا۔ اگر عشا کے بعد کی سنتوں کی نیت سے تراویح پڑھنے والے کے پیچھے اقتداء کیا تو جائز ہے۔

(۱۶) اس میں اختلاف ہے کہ تراویح و دیگر سنتوں کے لئے نیت میں تراویح و سنت کا تعین ضروری ہے یا نہیں یا مطلق نیت نفل کافی ہے دونوں طرف صحیح ہے اور تعین کا قول احوط ہے اور مطلق نیت کا قول اصح ہے جیسا کہ نیت کے بیان میں مذکور ہوا۔ بعض کے نزدیک اصح یہ ہے کہ تراویح کی نیت ہر دوگانہ میں ضروری نہیں اس لئے کہ وہ کل بمنزلہ ایک نماز کے ہے یعنی شروع دوگانہ میں کل تراویح کی نیت کر لے اور باقی میں مطلق نیت کافی ہے۔ بعض نے اس کو ترجیح دی ہے اور بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تراویح کے ہر دوگانہ میں نیت کرے کیونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسی کو ترجیح ہے کیونکہ

وہ سلام کے ساتھ نماز سے حقیقتاً باہر ہو گیا پس اب نماز میں داخل ہوتے کے لئے پھر نیت ضروری ہے اور بلاشبہ یہ احوط ہے تاکہ خلاف سے نکل جائے پس افضل یہ ہے کہ ہر دو گانہ پر الگ الگ نیت کرے۔ اگر تراویح امام کے ساتھ پڑھی اور ہر دو گانہ کے لئے نئی نیت نہ کی تو جائز ہے۔ اگر عشا کی نماز کا سلام نہ پھیرا اور تراویح کی اس پر بنا کر لی تو صحیح یہ ہے کہ وہ صحیح نہ ہوگی اور یہ فعل مکروہ ہے۔ اور اگر عشا کی سنتوں میں تراویح کی بنا کی تو واضح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

(۱۷) رمضان المبارک میں تراویح میں ایک بار قرآن مجید کا ترتیب وار ختم سنت ہے قوم کی سستی کی وجہ سے اس کو ترک نہ کریں۔ اور امام اور مقتدی ہر دو گانہ میں ثنا یعنی سبحانک اللہم الخ پڑھیں اور تشہد کے بعد درود اور دعا بھی پڑھیں لیکن اگر دعا کا پڑھنا جماعت کے لوگوں کو دشوار معلوم ہو تو امام کو دعا کا چھوڑ دینا جائز ہے لیکن درود شریف نہ چھوڑے اگرچہ صرف اللہم صل علی محمد پڑھ لے اس لئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک درود پڑھنا فرض ہے۔

اور تراویح میں دو بار ختم کرنے میں فضیلت ہے اور تین بار قرآن مجید ختم کرنا افضل ہے لیکن اگر لوگ اس قدر سست ہوں کہ تمام رمضان المبارک میں تراویح میں پورا قرآن سننے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اور یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن مجید پڑھا جائیگا تو لوگ نماز میں نہ آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان کو بہت ناگوار ہوگا تو بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو جس قدر گراں نہ گزرے اسی قدر پڑھا جائے اس لئے کہ قرات کے طویل ہونے سے جماعت کا کثیر ہونا افضل ہے۔ ہمارے زمانے میں یہی افضل ہے پھر ایسی صورت میں بعض نے یہ اختیار کیا ہے کہ تراویح کی ہر رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھتے ہیں اور بعض ائمہ الہکم التکا سے سورہ تبت تک ہر دو گانہ کی پہلی رکعت میں ایک ایک سورہ پڑھتے ہیں اور ہر دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھتے ہیں اس طرح آخری ترویجہ کے پہلے دو گانہ کی پہلی رکعت میں تبت پید اور دوسری میں الاخلاص پڑھتے ہیں پس النصر اور اخلاص پڑھنے کی صورت میں ان کے درمیان جو ایک سورہ کا فصل واقع ہوگا یہ نوافل میں مکروہ نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ آخری ترویجہ کے پہلے دو گانہ میں النصر اور تبت پڑھے اور دوسرے دو گانہ میں المعوذتین پڑھے۔ بعض ائمہ اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر ترویجہ کے اول دو گانہ میں سورہ والعصر اور اخلاص پڑھتے ہیں اور دوسرے دو گانہ میں الکوثر اور اخلاص پڑھتے ہیں۔ اور بعض نے یہ اختیار کیا ہے کہ سورہ الم تر کیف سے اخیر قرآن تک کی یہ دس سورتیں دس رکعت میں پڑھ دی جائیں یعنی ہر رکعت میں ایک سورت پڑھے پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو انہی سورتوں کو باقی دس رکعتوں میں دوبارہ پڑھ دے ان سب صورتوں میں یہی بہتر ہے اس واسطے کہ رکعتوں کی گنتی کی بھول نہیں پڑنی اور ان کے یاد رکھنے میں دل نہیں بٹتا یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے اختیار ہے مگر ہر رکعت میں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھے اس سے کم پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جب تک لوگوں کا شوق معلوم نہ ہو جائے ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے۔

(۱۸) ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین ہوں کہ ان کو گراں نہ گزرے

اور اگر گران گذرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے (امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں کسٹھ ختم قرآن کیا کرتے تھے تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں اور انھوں نے پینتالیس برس عشا کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ اور بھی اکابر امت سے اس قسم کی کثرت تلاوت منقول ہے)۔

شبینہ متعارفہ اس حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس میں آج کل یہ رواج ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کر رہا ہے کچھ لوگ لیٹے ہوئے ہیں کچھ لوگ چائے وغیرہ پینے میں مشغول ہیں کچھ لوگ مسجد کے باہر حقہ نوشی کر رہے ہیں اور جب جی میں آیا ایک آدھ رکعت میں شامل بھی ہو گئے حافظ صاحب نہایت بے ذوقی کے ساتھ نہایت تیزی سے پڑھ رہے ہیں کہ سوائے علموں تعلموں کے کچھ پتہ نہیں چلتا اور اکثر ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ نیز اور بھی بہت سی خرابیاں اور کمروہات کا ارتکاب ہوتا ہے ایسا شبینہ ناجائز ہے۔

(۱۹) افضل یہ ہے کہ تراویح کے سب دوگانوں میں قرأت برابر پڑھے۔ اگر کم و بیش پڑھے تو مضائقہ نہیں اور تراویح میں بھی اور نمازوں کی طرح ہر دوگانہ کی دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے قرأت کو بڑھانا بیشک مستحب نہیں ہے اور اگر پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت پر بڑھائے تو مضائقہ نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں رکعتوں میں قرأت برابر پڑھنا مستحب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے قرأت زیادہ کرے امام حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں یا مثل اس کے پڑھے یہی صحیح ہے۔ قرأت میں اور دیگر ارکان کے ادا کرنے میں جلدی کرنا مکروہ ہے۔ جس قدر حروف کو اچھی طرح ادا کرے گا اسی قدر بہتر ہے (پس یہ جو کئی ختم کرنے کے لئے قرأت بہت زیادہ اور جلد پڑھتے ہیں اور طمانیت ارکان چھوڑتے ہیں نیز اعوذ و بسم اللہ پڑھنے اور رکوع و سجود کی تسبیحات مستوتہ اور چار رکعتوں کے بعد بیٹھنے کو ترک کرتے ہیں یہ سب مکروہ تخریجی ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے)۔

(۲۰) اگر تراویح کی قرأت میں غلطی ہوئی اور کوئی سورت یا آیت چھوڑ کر اس کے بعد کی سورت یا آیت پڑھی تو مستحب یہ ہے کہ اس چھٹی ہوئی سورت یا آیت کو پڑھ کر پھر اس پڑھی ہوئی کو دوبارہ پڑھے تاکہ ختم ترتیب کے موافق ہو (لیکن اگر اس پڑھے ہوئے کو دوبارہ پڑھنے میں دقت ہو تو صرف چھوٹی ہوئی سورت یا آیت کا پڑھ لینا ہی کافی ہے) اور اگر ایک دوگانہ میں کچھ قرآن پڑھا پھر وہ دوگانہ فاسد ہو گیا تو اس دوگانہ کی قرأت شمار میں نہ آنے گی اس لئے اس قرأت کا اعادہ کرے تاکہ ختم صحیح نماز میں ادا ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ قرأت بھی شمار میں آجائے گی۔

(۲۱) اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ تراویح کی نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا مستحب نہیں اس لئے کہ عمل سلف کے خلاف ہے اور اس کے جواز میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے اور یہی صحیح ہے مگر دیگر نوافل کی طرح اس کا ثواب بھی کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ہوتا ہے۔ اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھے اور مفدی کھڑے ہوں تو صحیح یہ ہے کہ ان کی نماز صحیح ہوگی اور جب کھڑے ہونے والے کا اقتدا بیٹھنے والے کے پیچھے

صحیح ہو گیا تو اس میں اختلاف ہے کہ جماعت والوں کے لئے کیا مستحب ہے۔ بعضوں نے کہا کہ بیٹھنا مستحب ہے تاکہ مخالفت کی صورت نہ رہے۔

(۲۲) اگر چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا تو بطور استحسان کے نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدہ سہو واجب ہوگا جبکہ سہو ایسا ہو اور اگر عمدًا ایسا کیا تو لوٹانا واجب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں اور دونوں میں اظہر روایت یہی ہے جو مذکور ہوئی۔ اور وہ چار رکعتیں بعض کے نزدیک دو دو گانے ہوں گے اور بعض کے نزدیک بجائے ایک دو گانے ہوں گی یعنی دو رکعتیں شمار ہوں گی یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، عام نوافل کا حکم اس کے برخلاف ہے یعنی وہ چار رکعتیں شمار ہو جائیں گی اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ نوافل میں بیان ہوا۔ درہایہ امر کہ وہ کونسا دو گانے شمار ہوگا پہلا یا دوسرا اور کون سے دو گانے کا پڑھا ہو قرآن لوٹایا جائے گا تو اس کی وضاحت کتب فقہ میں ابھی تک مل نہیں سکی لیکن قیاس یہ ہے کہ وہ پہلا دو گانے شمار ہوگا اس لئے دوسرا دو گانے اور اس میں پڑھا ہو قرآن لوٹایا جائے گا اور چونکہ بعض کے نزدیک وہ بمنزلہ دو دو گانوں یعنی چار رکعت کے شمار ہوں گی تو اس قول کی بنا پر جس میں دونوں دو گانوں کو معتبر کہتے ہیں اعادہ قرآن کی ضرورت نہیں رہتی پس اگر احتیاطاً دو گانے ایک اور پڑھے اور صرف اعادہ قرآن کے حق میں ہو تو دوسرے قول پر عمل کر کے اعادہ نہ کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے اور اگر دونوں دو گانوں میں پڑھا ہو قرآن لوٹانے تو بھی کوئی زیادہ دقت کی بات نہیں ہوگی اور احتیاطاً پر عمل ہو جائے گا جبکہ پڑھا ہو قرآن اتنا زیادہ نہ ہو کہ اس کے لوٹانے سے مقتدیوں پر زیادہ مشقت ہو اور وہ رضامند نہ ہوں واللہ اعلم بالصواب) اگر کسی نے تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اگر اس کو قیام میں یاد آ گیا یعنی تیسری رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آ گیا تو چاہئے کہ لوٹے اور قعدہ کرے اور سجدہ سہو کر کے پھر قعدہ کر کے سلام پھیرے۔ اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت اور پڑھا دے اور یہ چاروں رکعتیں ایک تسلیم یعنی ایک دو گانے کے قائم مقام ہوں گی۔ اور اگر دوسری رکعت میں بقدر تشہد کے بیٹھ لیا ہے پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور تیسری رکعت کے سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا اور ایک رکعت اور پڑھا دی تو اس میں اختلاف ہے اکثر کا قول یہ ہے کہ دو تسلیم یعنی چار رکعتیں ادا ہو جائیں گی یہی صحیح ہے۔

(۲۳) اگر تراویح کے دس تسلیم پڑھے اور ہر تسلیم میں تین رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو اس پر تراویح کی قضا لازم آئے گی اور کچھ نہ آئے گا یہی قیاس ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے۔ اور ایک روایت امام ابو حنیفہؒ سے بھی اسی طرح ہے اور استحسان کے طور پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس شخص کے قول کے بموجب جو اس نماز کو تراویح کے قائم مقام نہیں کرتا تراویح کی قضا واجب ہوگی اور تیسری رکعت کے سبب سے کچھ واجب نہ ہوگا خواہ بھول کر پڑھی ہو یا عمدًا اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب اگر بھول کر پڑھی ہے تو یہی حکم ہے اور عمدًا پڑھی ہے تو تیسری رکعت کے

بدلہ میں دو رکعتیں لازم ہوں گی پس وہ بیس تراویح کے ساتھ بیس رکعتیں اوز پڑھے اور اس شخص کے قول کے بموجب جو ان کو تراویح کی جگہ جائز سمجھ لیتا ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر بھول کر پڑھی ہیں تو کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر عمدًا پڑھی ہیں تو بیس رکعتیں لازم ہوں گی۔

(۲۴) اگر تراویح کی چھ یا آٹھ یا دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں پس اگر ہر دو گانہ میں بیٹھا ہے تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے مگر عمدًا ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ توارث اور عمل سلف کے خلاف ہے خصوصاً جبکہ آٹھ سے زیادہ ایک تسلیم سے پڑھے اور اسی طرح اگر کل تراویح ایک سلام سے پڑھیں تو اگر ہر دو رکعت کے بعد بیٹھا ہے تو سب تراویح

. ادا ہو جائیں گی مگر عمدًا ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ جب رات کے وقت آٹھ رکعت سے زیادہ نقل نماز ایک تسلیم سے پڑھنا مکروہ ہے تو تراویح بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگی اور عمل سلف کے بھی خلاف ہے۔ اور اگر کسی دو گانہ میں نہیں بیٹھا صرف اخیر میں بیٹھا ہے تو وہ بطریق استحسان صحیح قول کے بموجب ایک تسلیم (ایک دو گانہ) ادا ہوگا جیسا کہ چار رکعت ایک قعدہ سے عام نوافل میں اگر یہ صورت ہو تو تمام نماز فاسد ہو جائے گی اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ نوافل میں بیان ہوا۔ اگر کسی وجہ سے نماز تراویح یا اس کا کوئی دو گانہ فاسد ہو جائے تو جتنا قرآن مجید ان رکعتوں میں پڑھا ہے اس کو دوبارہ پڑھیں تاکہ ختم قرآن تراویح میں ناقص نہ رہے۔

(۲۵) مقصدی کے واسطے یہ مکروہ تخریجی ہے کہ بیٹھ کر تراویح پڑھے اور جب امام رکوع کرتے کو ہو تو کھڑا ہو جائے اس لئے کہ اس میں نماز کے اندر سستی اور منافقین کے ساتھ مشابہت ہے لیکن اگر سستی سے نہ ہو بلکہ بڑھاپے یا بیماری کے ضعف وغیرہ کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح بعض لوگ رکعت کے شروع میں شریک نہیں ہوتے اور جب امام رکوع میں جانے لگتا ہے تو شریک ہو جاتے ہیں یہ مکروہ تخریجی ہے۔ اسی طرح اگر نیند کا غلبہ ہو تو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا مکروہ ہے بلکہ علیحدہ ہو جائے حتیٰ کہ نیند دور ہو جائے اور خوب ہشیار ہو جائے اس لئے کہ نیند کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی اور غفلت ہوتی ہے اور قرآن مجید میں غور و فکر چھوٹتا ہے۔

(۲۶) کسی شخص نے تراویح کی نماز امام کے ساتھ شروع کی جب امام نے قعدہ کیا تو سو گیا اس عرصہ میں امام نے سلام پھیر کر دو سرادو گانہ بھی پڑھ لیا اور تشہد کے واسطے قعدہ میں بیٹھا اس وقت وہ شخص ہوشیار ہوا اگر اس کو یہ معلوم ہو گیا تو سلام پھیر دے اور دوبارہ نیت باندھ کر امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہو جائے اور جس وقت امام سلام پھیر دے تو کھڑا ہو کر دو رکعتیں مسبقاً نہ جلد پوری کر کے سلام پھیر دے اور پھر امام کے ساتھ تیسرے دو گانہ میں (یعنی اُس اگلے دو گانہ میں) شریک ہو جائے۔

(۲۷) تراویح میں کسی سورت کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھ دینا چاہئے اس لئے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کسی سورت کا جزو نہیں پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورا ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو مقتدیوں کا

پڑھنے کا حکم اور یہ بیان ہوا ہے ایسی صحیح ہے۔

قرآن کا سننا پورا نہ ہوگا اور ہر سورت کے شروع میں آہستہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ دوسرے اماموں کے نزدیک یہ ہر سورۃ کا جزو ہے۔ (۲۸) امام کو چاہئے کہ جب ختم کا ارادہ کرے تو ستائیسویں شب میں ختم کرے۔ قرآن مجید کے ختم میں جلدی کر کے اکیسویں تاریخ یا اس سے پہلے ختم کر دینا ترک افضل ہے اور منقول ہے کہ مشائخ رحمہم اللہ نے تمام قرآن میں پانسو چالیس رکوع مقرر کئے ہیں اور قرآن میں اس کی علامت بنا دی ہے تاکہ ختم قرآن ستائیسویں رات میں ختم ہو جائے اور ملکوں میں قرآن مجید میں دس دس آیتوں پر علامت بتائی گئی تھی اور اس کو رکوع مقرر کیا گیا تھا تاکہ تراویح کی ہر رکعت میں بقدر مسنون قرأت پڑھی جائے۔ اگر اکیسویں یا اکیسویں شب میں یا اس سے بھی پہلے یا بعد میں قرآن ختم کر لیا جائے تو رمضان المبارک کے باقی دنوں میں تراویح نہ چھوڑے اور ان میں جہاں سے اور جس قدر قرآن مجید چاہے پڑھا کرے اس لئے کہ تراویح کا پڑھنا تمام ماہ رمضان المبارک میں سنتِ موکدہ ہے اور اصح یہ ہے کہ ان باقی ایام میں تراویح کا چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۲۹) صحیح یہ ہے کہ قل ہو اللہ یعنی سورۃ اخلاص کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آنحضرتؐ سے منقول ہے مکروہ ہے اور نماز کے علاوہ ختم قرآن مجید کرنے وقت قل ہو اللہ تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے اور بہتر یہ ہے کہ ختم کے وقت پچھلی رکعت میں الحمد سے مفلحون تک پڑھے۔ (اس کی تفصیلی قرأت کے بیان میں پہلے آچکی ہے)۔

(۳۰) تراویح کی رکعتوں کا شمار کرنا کہ کتنی باقی ہیں مکروہ ہے ایسے ہی بھوک اور پیاس کے وقت یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ کاش ہم پر روزے فرض نہ ہوتے۔

نماز توڑ دینے کے عذرات اور فرضوں کی جماعت میں شریک ہونے اور دیگر مسائل متعلقہ کا بیان

نماز توڑ دینے کے احکام نماز روزہ وغیرہ عبادت کو قصداً بلا عذر توڑ دینا حرام ہے۔ اور کمال حاصل کرنے کے لئے توڑ دینا مشروع و مطلوب ہے اگرچہ ظاہراً اچھا نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ مسجد کو نیا بنانے کے لئے گرانما ضروری ہوتا ہے پس نماز کو توڑنا کبھی واجب ہوتا ہے جیسا کہ کسی شرعی ضرورت کے پیش نظر مثلاً جان بچانے کے لئے نماز کو توڑنا واجب ہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے جیسا کہ نماز کو کمال کرنے یعنی جماعت میں شامل ہونے کے لئے توڑنا اور کبھی جائز و مباح ہوتا ہے جیسے مال ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو مباح ہے اور بلا عذر قصداً توڑنا حرام ہے۔ نماز توڑنے کے عذرات ذیل میں درج ہیں:-

نماز توڑ دینے کے عذرات کا بیان (۱) اگر کسی شخص کا کوئی جانور بھاگ گیا یا چرواہے کو اپنی بکریوں میں بھڑیے کا خوف ہوا، یا سانپ بچھو وغیرہ سامنے آگیا اور اس کے ایذا دینے کا صحیح خوف ہے اور اس کو مارنے

کے لئے عمل کثیر کی ضرورت پڑے (اگر عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑے تو نماز نہ توڑے۔ مثلاً ایک یا دو ضرب ایک ہاتھ سے مارے یا ایک دو قدم چلے اور اس میں کراہت بھی نہیں جیسا کہ مکروہات کے بیان میں مذکور ہوا)۔ بیماریات کو مرغی کھلی رہ گئی اور بلی اس کے پاس آگئی اور اس کو مرغی کی جان کا خوف ہے تو ان سب صورتوں میں نماز توڑ دینا جائز ہے خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل

(۲) اگر کسی کو مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہو اور اس کی قیمت کم از کم ایک درہم یا اس سے زیادہ ہو خواہ وہ مال اپنا ہو یا کسی دوسرے کا اس کے لئے نماز کو توڑ دینا جائز ہے مثلاً کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوا اور اس کے پاس سے کسی شخص نے کوئی ایسی چیز چرائی جس کی قیمت ایک درہم (آجکل کے چاندی کے بھاؤ سے تقریباً آٹھ روپے) یا اس سے زیادہ ہے تو جائز ہے کہ وہ نماز توڑ کر چور کو نیکرے یا ڈھونڈے اس لئے کہ درہم مال ہے، اسی طرح یہ خوف ہو کہ دودھ ابل جائیگا یا گوشت ترکاری وغیرہ کی ہانڈی ابل جائے گی یا جل جائے گی یا روٹی جل جائے گی وغیرہ صورتوں میں جبکہ ان کی قیمت ایک درہم یا اس سے زیادہ ہو ان کی حفاظت کے لئے نماز کو توڑ دینا جائز ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل اور خواہ وہ مال اپنا ہو یا کسی غیر کا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ریل گاڑی سے اتر کر نیچے نماز پڑھ رہا ہے اور اس گاڑی پر اس کا اسباب رکھا ہوا ہے یا بال بچے سوار ہیں اور ریل گاڑی روانہ ہوگئی تو نماز توڑ کر گاڑی میں سوار ہو جانا درست و جائز ہے خواہ یہ امید ہو کہ نماز وقت کے اندر مل جائے گی یا اس کی امید نہ ہو۔

(۳) جب کوئی مصیبت زدہ فریادری کے لئے پکارے خواہ اس نماز پڑھنے والے کو پکارے یا مطلقاً پکارے کسی شخص کو معین نہ کرے یا کسی کی ہلاکت کا خوف ہو اور وہ نمازی اس کی امداد پر قادر ہو تو اس پر نماز کا توڑ دینا فرض ہے۔ خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل۔ مثلاً کوئی مظلوم فریاد کرے یا کوئی شخص چھت سے گر پڑے یا آگ میں جل جانے یا پانی میں ڈوب جانے کے خوف کے وقت کسی نمازی سے فریاد کرے یا بغیر کسی تعین کے کسی کو درد کے لئے پکارے تو نماز کو توڑ دینا فرض ہے خواہ کوئی سی نماز ہو۔ اسی طرح اگر کوئی اندھا جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے اور اس اندھے کے کنوئیں میں گرنے کا ڈر ہے اگر اس کے گر پڑنے کا گمان غالب ہے تو اس کے بچانے کے لئے نماز توڑ دینا فرض ہے ان صورتوں میں اگر نماز نہیں توڑے گا اور وہ شخص گر کر یا اہل کر یا ڈوب کر مر جائے گا یا اس کو کوئی نقصان پہنچے گا تو یہ نمازی گنہگار ہوگا۔ اگر اس نابینا کے کنوئیں میں گر پڑنے کا گمان غالب نہیں ہے البتہ امکان ہے تو نماز توڑنا فرض نہیں ہے البتہ جائز ہے۔

(۴) اگر کسی شخص کو اس کا باپ یا ماں پکارے اور وہ فرض نماز پڑھ رہا ہے تو جب تک وہ نماز سے فارغ نہ ہو جائے جواب نہ دے یعنی اس کے لئے نماز نہ توڑے خواہ اس باپ یا ماں کو یہ علم ہو کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے یا اس بات کا علم نہ ہو، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ یونہی بغیر کسی فریاد کے پکاریں کیونکہ بلا ضرورت نماز کا توڑنا جائز نہیں، اور فریاد خواہی کے لئے پکاریں خواہ وہ امر غیر مہلک ہی کیوں نہ ہو تو جواب دے اور نماز توڑ دے۔ (کیونکہ غیر کی فریاد کو پہنچنے کے لئے نماز توڑنا فرض ہے تو ماں باپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ مؤلف)۔ ماں باپ سے مراد اصول ہیں گوا و پڑنگ ہوں یعنی باپ ماں دا و دادی نانا تانی وغیرہ، مثلاً اگر ان میں سے کوئی بیمار ہے اور کسی ضرورت سے مثلاً پاخانہ وغیرہ جاتے یا آتے ہوئے اس کا پیر پھسل گیا اور گر پڑا تو نماز توڑ کر اسے اٹھالے لیکن اگر کوئی اور اٹھانے والا ہو تو نماز نہ توڑے اور اگر ابھی گرا نہیں ہے لیکن گرنے کا ڈر ہے اور اس نے پکارا تب بھی نماز توڑ دے کیونکہ امر غیر مہلک کے لئے فریادری کرنے پر بھی نماز توڑ دینا فرض ہے۔ یہ حکم اس وقت کا

بیان ہوا جبکہ وہ نمازی فرض نماز پڑھ رہا ہے اور اگر نفل یا سنت پڑھتا ہو اس وقت یا پہلے یا بعد اسی نانا نانی میں سے کوئی پکارے لیکن اس کو معلوم نہیں کہ وہ نماز میں ہے تو ایسے وقت بھی نماز توڑ کر اس کی بات کا جواب دینا فرض ہے خواہ وہ کسی مصیبت سے پکاریں یا بلا ضرورت یونہی پکاریں دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ہے۔ پس اگر وہ نماز توڑ کر جواب نہیں دیکھا تو گنہگار ہوگا اور اگر وہ جانتے ہوں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے پھر بھی پکاریں تو نفل و سنت نماز توڑے کیونکہ اس کا نماز میں ہونا معلوم ہوتے ہوئے اس کو پکارنا معصیت ہے اور خالق کی معصیت میں مخلوق کے لئے طاعت نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو کوئی تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دینا فرض ہے۔

(۵) اگر نماز میں پیشاب یا خانہ زور کرے یا ریح کا غلبہ ہو تو نماز توڑ دے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل اور فراغت حاصل کرنے کے بعد پڑھے خواہ جماعت بھی جاتی رہے کیونکہ پیشاب یا خانہ زور کر کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے پس اگر نماز میں ایسی حالت پیش آجائے تو نماز کا توڑنا واجب ہونا چاہئے اور اگر اسی حالت میں نماز پڑھ لیا پوری کریگا تو وہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی جس کا لوٹانا واجب ہونا چاہئے۔ لیکن اگر وقت جاتے رہنے کا خوف ہو اس طرح کہ جب تک وہ اس ضرورت سے فارغ ہو کر وضو کر کے نماز پڑھے وقت نکل جائے گا تو اس صورت میں وہ نماز توڑے کیونکہ وقت کے اندر کراہت کے ساتھ ادا کرنا قضا کرنے سے اولیٰ ہے۔

(۶) ائمہ کے اختلاف سے بچنے کے لئے نماز توڑ دینا مستحب ہے مگر یہ حکم اس وقت ہے جبکہ جماعت یا نماز کا وقت فوت نہ ہو جائے مثلاً کسی نمازی کو اجنبی عورت نے چھو دیا تو اس صورت میں احناف کے نزدیک نماز نہیں ٹوٹی اور امام شافعی کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے پس ایسے موقع پر اختلاف سے نکلنے کے لئے نماز توڑ دے اور نئے سرے سے پڑھے لیکن اگر وقت جاتے رہنے کا خوف ہے یا جماعت میں ہے اور جماعت چلی جائے گی اگرچہ وقت باقی رہے گا تو ان دونوں صورتوں میں نماز توڑے۔

(۷) اگر کوئی ذمی کافر نماز پڑھنے والے سے کہے کہ مجھے مسلمان کر تو بھی نماز توڑ دینا فرض ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل۔ (۸) قابلہ (بچہ جانے والی دایہ) کو اگر بچہ کی جان جانے کا خوف یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا یا بچہ کی ماں کے جانی نقصان کا خوف غالب ہو تو نماز توڑ دینا اور قضا کر دینا واجب ہے، اور خوف ہو لیکن گمان غالب نہ ہو تب بھی توڑ دینا اور موخر کرنا جائز ہے۔

(۹) جب کوئی شخص نماز فرض و واجب یا سنت و نفل پڑھ رہا ہو، اور وقتی فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جائے تب بھی نماز کو توڑ دینا مشروع ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہیں جن کی تفصیل ذیل میں الگ الگ عنوان کے ساتھ درج ہے۔

اکیلا فرض پڑھنے والے کو اسی فرض کی جماعت میں شامل ہونے کے مسائل | جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ اس وقت کے فرض ہوں اور اسی وقتی فرض کی جماعت وہاں قائم ہو جائے

تو اس میں شامل ہونے یا نہ ہونے کی یہ چند صورتیں ہیں :-

(۱) اگر کوئی شخص فرض نماز کی پہلی رکعت پڑھ رہا ہے اور ابھی اس کا سجدہ نہیں کیا ہے کہ اس جگہ اسی فرض کی جماعت شروع ہوگئی تو وہ اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے خواہ وہ نماز دور کعتی فرض ہوں یعنی فجر یا تین رکعتی یعنی مغرب یا چار رکعتی یعنی ظہر و عصر و عشا، سب کا یہی حکم ہے۔

(۲) اگر ایک رکعت پڑھ چکا ہے اور دوسری رکعت میں ہے اور ابھی دوسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا اور وہ نماز چار رکعت والی نہیں ہے یعنی فجر و مغرب کی نماز ہے تب بھی اس کو توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر ان دونوں نمازوں میں دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو پھر نہ توڑے اور اپنے فرض کو ہی پورا کر لے اور پھر امام کے ساتھ بھی نہ شریک ہو اس لئے کہ وہ اپنے فرض ادا کر چکا ہے اب جماعت میں شامل ہونے سے اس کی نماز نفل ہوگی اور صبح کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور فرض مغرب کے بعد اگرچہ نفلوں کا وقت ہے لیکن تین رکعت نفل جائز نہیں اور اگر وہ امام کے سلام کے بعد ایک رکعت بلا کر چار رکعت نفل پوری کرے گا تو امام کی مخالفت ہوگی یہ سب بدعت ہے اور منع ہے لیکن اگر وہ شخص جو اپنی مغرب کی نماز پڑھ چکا ہے پھر جماعت میں بھی شریک ہو گیا تو اگرچہ اس نے یہ برا کیا لیکن اس کو چاہئے کہ امام کے سلام کے بعد ایک رکعت اور بلا کر چار پوری کر لے یہی احوط ہے اس لئے کہ سنت کی موافقت امام کی موافقت سے بڑھ کر ہے اور اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اور اس کو چاہئے کہ چار رکعتوں کی قضا کرے کیونکہ وہ اقتدا کی وجہ سے اس پر لازم ہوگئیں جیسا کہ تین رکعت نماز کی نذر کرنے والے پر چار رکعت لازم ہو جاتی ہیں۔

اور اگر مغرب کی جماعت میں نفل کی نیت سے شامل ہو کر نماز پڑھنے والے نے ایسے امام کے پیچھے اقتدا کیا کہ جس نے تیسری رکعت میں قرأت نہیں کی اور مقتدی نے قرأت کر لی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر قرأت نہیں کی تب بھی امام کی متابعت میں اس کی نماز جائز ہوگی اور اگر امام تیسری رکعت گمان کر کے چوتھی کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس نفل پڑھنے والے مقتدی نے اس چوتھی رکعت میں بھی متابعت کی تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ امام تیسری رکعت میں بیٹھا ہو یا نہ بیٹھا ہو یہی مختار ہے کیونکہ اگرچہ امام کی نماز نفل ہوگئی لیکن پہلے فرض تھی پھر فرض سے نفل کی طرف منتقل ہو گیا۔ پس گویا اس نے دو نمازیں دو ٹکڑیوں سے پڑھیں تو اس صورت میں مقتدی کی ایک نماز بغیر عذر حدیث کے دو اماموں کے پیچھے ہوگی اس لئے جائز نہیں۔

(۳) اگر کسی نے چار رکعتی فرض یعنی ظہر یا عصر یا عشا کی نماز کی ایک رکعت پڑھی یعنی پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا پھر جماعت قائم ہوگئی تو واجب ہے کہ ایک رکعت اور پڑھ کر دوگانہ پورا کر لے اور قعدہ کر کے سلام پھیر دے پھر امام کے ساتھ شامل ہو جائے تاکہ یہ دو رکعت نفل ہو جائیں اور فرض جماعت کے ساتھ ادا ہو جائیں۔ اسی طرح اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تب بھی یہی دوگانہ پورا کر لے یعنی تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔

(۴) اگر چار رکعتی نماز (ظہر و عصر و عشا) کی تیسری رکعت میں تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو تیسری رکعت کے سجدہ پہلے

توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ بھی کر لیا ہے پھر جماعت کھڑی ہوئی تو واجب ہے کہ اپنی نماز پوری کر لے اور اس کو توڑے نہیں اگر توڑے گا تو گنہگار ہوگا۔ پھر اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو ظہر اور عشا کی جماعت میں شامل ہو جائے اور یہ اس کے لئے افضل ہے کیونکہ یہ اس کے نفل ہو جائیں گے اور وہ جماعت سے نفل پڑھنے کا ثواب پالے گا اور فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز جماعت سے پڑھنا رمضان المبارک کے علاوہ بھی مکروہ نہیں ہے اور حدیث شریف میں ایسا ہی وارد ہے۔ اور اگر چاہے تو جماعت کی نماز میں شامل نہ ہو اور عصر کی نماز اپنی پوری کر لینے کی صورت میں جماعت میں شامل نہ ہو اس لئے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) جماعت قائم ہو جانے پر نماز توڑ دینے کا جن صورتوں میں حکم ہے یہ اس وقت ہے جبکہ اُس مقام پر جہاں (یعنی جس مسجد وغیرہ میں) یہ نماز پڑھتا ہو وہاں جماعت قائم ہو جائے اور اگر دوسری جگہ جماعت قائم ہوئی مثلاً کوئی شخص گھر میں نماز پڑھتا تھا اور مسجد میں جماعت قائم ہوئی یا کسی مسجد میں نماز پڑھتا تھا اور دوسری مسجد میں جماعت قائم ہوئی تو نماز کسی حالت میں نہ توڑے اگرچہ پہلی رکعت کا سجدہ بھی نہ کیا ہو۔

(۶) ان مسائل میں جماعت قائم ہونے سے مراد امام کا نماز شروع کرنا ہے مؤذن کا تکبیر و اقامت کہتا مراد نہیں ہے پس اگر مؤذن نے تکبیر اقامت شروع کی ہو اور کسی شخص نے پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ وہ نماز نہ توڑے بلکہ دو رکعتیں پوری کر لے۔

(۷) نماز توڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسی طرح کھڑا ہوا یعنی حالت قیام ہی میں ایک طرف کا سلام پھیر دے اور پھر امام کا اقتدار کر لے ہی اصح ہے اور اس کو قعدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ قعدہ نماز کے تمام ہونے کے لئے شرط تھا اور یہ نماز تمام ہونا نہیں ہے بلکہ نماز کا توڑنا ہے اور ایک ہی سلام کافی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ قعدہ کی طرف کو لوٹے اور بیٹھ کر سلام پھیرے بعض نے کہا کہ سلام نہ پھیرے بلکہ اسی طرح کھڑا ہوا تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ نماز شروع کرنے کی نیت کر لے کیونکہ جب اس نے کھڑے ہوئے تکبیر کہی اور امام کی نماز میں شروع کرنے کی نیت کی تو پہلی نماز اس کے ضمن میں ہی منقطع ہو گئی اور بقیہ یدین کے لئے (جیسا کہ نیت باندھتے وقت کرتے ہیں) اس کو اختیار ہے خواہ کرے یا نہ کرے۔ اصح یہ ہے کہ ان سب صورتوں کا اختیار ہے لیکن پہلی صورت اولیٰ ہے۔ اور یہ تینوں صورتیں ہر حالت میں جائز ہیں خواہ وہ قیام کی حالت میں ہو یا رکوع و سجود کی حالت میں (اور بعض کے نزدیک کھڑے ہوئے دو سلام پھیرنا ہے اور قعدہ کرنے کی صورت میں بعض کے نزدیک تشہد پڑھے اور بعض کے نزدیک نہ پڑھے اور سلام ان دونوں صورتوں میں پھیرے۔ واللہ اعلم بالصواب)۔

سنت نوافل وغیرہ نماز پڑھتے ہوئے جماعت قائم ہوجانے کے مسائل (۱) اگر کسی نے نفل نماز شروع کی پھر وہاں فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو گئی تو مختار ہے کہ اس کو

توڑے اس نے رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس کا دو گنا پورا کر لے پھر جماعت میں شامل ہووے۔ یہی حکم نذر کی نماز

اور قضا نماز کا ہے کہ اگر ان کو پڑھ رہا ہے اور جماعت کھڑی ہوگئی تو ان کو نہ توڑے اور پوری کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ لیکن اگر وہ جماعت اسی قضا کی قائم ہوئی ہو جس قضا نماز کو وہ پڑھ رہا ہے تو پھر ادا کی طرح کرے یعنی جن موقعوں پر ادا کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے توڑنا مذکور ہوا ہے ان میں اس قضا کو توڑ کر اس کی جماعت میں شامل ہو جائے۔

تنبیہ: اگر صاحب ترتیب ہو تو وہ پہلے اپنی قضا نماز پڑھے اگرچہ جماعت جاتے رہنے کا خوف ہو لیکن اگر صاحب ترتیب نہ ہو اور جماعت فوت ہونے کا خوف بھی نہ ہو تو پوری کر کے جماعت میں شامل ہو جائے ورنہ نماز قضا توڑ کر جماعت حاضرہ میں شامل ہو جائے اور قضا بعد میں پڑھے ہی ظاہر ہے۔ (شامی)۔

(۲) اگر ظہر یا جمعہ کی فرضوں سے پہلے کی چار سنتیں مؤکدہ پڑھنا تھا اور ظہر کی جماعت قائم ہوئی یا جمعہ کا خطبہ شروع ہوا تو صحیح راجح قول یہ ہے کہ مطلقاً چار رکعت پوری کر لے خواہ پہلے دو گانہ کے وقت کھڑی ہوئی ہو یا دوسرے دو گانہ کے وقت، اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بعض کے نزدیک اگر پہلا دو گانہ پڑھنے کی حالت میں جماعت کھڑی ہوئی ہو تو دو رکعت پوری کر کے سلام پھیر دے اور پھر ان چاروں کو فرضوں کے بعد پڑھے۔ امام ابو یوسفؒ سے اسی طرح مروی ہے اور بعض نے اس کو ترجیح دی ہے اور اگر کچھلی دو رکعتوں میں جماعت کھڑی ہوئی تو خواہ وہ تیسری رکعت میں ہو اور ابھی سجدہ نہ کیا ہو یا سجدہ کر لیا ہو اور چوتھی میں ہو چاروں رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے پھر جماعت میں شریک ہو جائے۔ (دونوں صورتوں میں گنجائش ہے موقع محل دیکھ کر جس پر چاہے عمل کرے۔ مؤلف)

(۳) اگر فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو جب تک قعدہ اخیرہ میں جماعت کے ساتھ ملنے کی توقع ہے اس وقت تک اس سنت کو قطع نہ کرے بلکہ پورا کر کے جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر قعدہ اخیرہ کے ملنے کی بھی توقع نہ رہے تو توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور سورج نکلنے کے بعد ان کی قضا کرے۔

(۴) اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں آیا کہ وقتی فرضوں کی جماعت ہو رہی ہے اور ابھی اس شخص نے مؤکدہ سنتیں نہیں پڑھیں تو فجر کی سنتوں کے سوا باقی سنتوں (یعنی ظہر و جمعہ کی سنتوں) کو اگر یہ سمجھتا ہے کہ امام کے رکوع کرنے سے پہلے پوری کر لے گا اور جماعت سے اس کی کوئی رکعت نہیں جائے گی تو مسجد سے باہر (یعنی جماعت سے الگ کسی جگہ جیسا کہ فجر کی سنتوں میں بیان ہوا) پڑھ لے پھر اقتدا کرے اور اگر رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو امام کے ساتھ نماز شروع کر دے اور پھر ان سنتوں کو فرضوں کے بعد پڑھے خواہ بعد کی سنتوں سے پہلے پڑھے یا بعد میں۔ بعض نے بعد کی سنتوں سے پہلے پڑھنے کو صحیح کہا ہے اور اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے ان کے بعد پڑھنے کو صحیح کہا ہے اور اس پر فتویٰ دیا ہے اور اسی پر زیادہ عمل ہے۔ اور سنت فجر کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر اس کو قعدہ اخیرہ مل جانے کے ظن غالب کی بنا پر امید ہے تو پہلے یہ سنتیں پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور ان سنت فجر کو مسجد کے دروازے کے پاس پڑھے یعنی اگر مسجد سے باہر جگہ ہو تو وہاں پڑھے اگر جگہ نہ ہو تو مسجد کے اندر کسی سنتوں کی آڑ میں پڑھے یا اگر جماعت اندر ہو رہی ہو تو باہر پڑھے یا باہر ہو رہی ہو

تواند رپڑھے اور اگر ایسا موقع نہ ہو تو کسی علیحدہ جگہ میں جس قدر جماعت کی صفت سے دوری ممکن ہو وہاں پڑھ لے سب سے زیادہ بکروہ یہ ہے کہ فرضوں کی صفت کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت اس میں ہے کہ صفت کے پیچھے بغیر آڑ کے پڑھے۔ اور اگر امام کے فرض شروع کرنے سے پہلے سنتیں شروع کر چکا ہے تو جہاں چاہے پڑھ لے کچھ کراہت نہیں۔ اور یہ جیلہ کرنا کہ سنت فجر کی نیت باندھ کر توڑ دے پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور پھر فرضوں کے بعد فوراً سنتیں پڑھ لے کیونکہ اب یہ اس پر واجب ہو گئیں یہ بالکل ناجائز و ممنوع ہے۔ اور اگر تشہد میں ملنے کی امید نہ ہو تو سنتوں کو ترک کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔ اسی طرح اگر امام کو رکوع میں پایا اور یہ معلوم نہیں کہ پہلے رکوع میں ہے یا دوسرے میں تو سنتیں چھوڑ دے اور امام کے ساتھ مل جائے۔ پھر ان چھوڑی ہوئی سنتوں کو آفتاب کے طلوع تک نہ پڑھے اور آفتاب طلوع ہونے کے بعد نیزہ بھر بلند ہونے کے بعد اس سنت کا قضا پڑھ لینا بہتر ہے۔ اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنتیں نماز کی سنتوں اور مستحبات کی پابندی کرتے ہوئے ادا کرنے سے جماعت نہ ملے گی اور سنن و مستحبات کے ترک کی صورت میں مل جائے گی تو صرف فرائض و واجبات پر کفایت کرے یعنی ثنا و تہود کو چھوڑ دے سورہ فاتحہ اور مختصر قرأت پڑھ کر رکوع و سجود میں ایک ایک مرتبہ تسبیح پڑھ کر صرف تشہد پڑھے اور سلام پھیر دے اور یہی حکم سنت ظہر و جمعہ کا بھی ہے۔

(۵) اگر کسی شخص نے سنت فجر پڑھ لیں اور فجر کی فرض نماز قضا ہو گئی تو جب قضا نماز پڑھے تو ان سنتوں کا اعادہ نہ کرے اور اگر کسی شخص کی فجر کی سنت و فرض دونوں قضا ہو گئیں تو سورج نکلنے کے بعد سے زوال تک اگر قضا کرے تو دونوں کی قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو صرف فرض کی قضا کرے وقت کے بعد کسی سنت کی قضا نہیں ہے اور سنن غیر متوکدہ یعنی عصر و عشا کے قبل کی سنتوں کی فرضوں کے بعد وقت کے اندر بھی قضا نہیں ہے اس لئے کہ عصر کے فرضوں کے بعد نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور عشا کے فرضوں کے بعد اگرچہ ان کا پڑھ لینا بلا کراہت جائز ہے لیکن وہ اس مستحب کی جگہ نہیں ہوں گے جو قبل فرض عشا پڑھنے سے ادا ہوتا۔

(۱) جس شخص کو فرض نماز میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو یہ شخص مقتدی جماعت کا پانے والا کب ہوتا ہے؟

بالاتفاق جماعت سے نماز پڑھنے والا نہیں ہوا۔ خواہ وہ نماز دو رکعت والی ہو یا تین یا چار رکعت والی ہو۔ لیکن اس نے جماعت کا ثواب پایا اگرچہ وہ قعدہ اخیرہ ہی میں شامل ہوا ہو لیکن سب سے زیادہ ثواب تکبیر تحریمیہ میں شامل ہونے والے کو ہوتا ہے پھر پوری نماز پانے والے کو ایک رکعت یا زیادہ نہ پانے والے سے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

(۲) چار رکعت والی نماز میں تین رکعت امام کے ساتھ پانے والا اور تین رکعت والی نماز (مغرب) میں دو رکعت امام کے ساتھ پانے والا بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہیں ہوا البتہ جماعت کا ثواب پانے والا ہو گیا ہی اظہر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض کے نزدیک وہ جماعت سے نماز پڑھنے والا ہو گیا کیونکہ اکثر کے لئے کل کا حکم کیا جاتا ہے۔ چار رکعت والی

نماز میں دو رکعت امام کے ساتھ پانے والے کا وہی حکم ہے جو دو رکعت والی نماز میں ایک رکعت پانے والے کا بیان ہوا کہ یہ دونوں بالاتفاق جماعت سے نماز پڑھنے والے نہیں ہوئے بلکہ جماعت کا ثواب پانے والے ہوئے اور لاحق کا حکم بدرک یعنی پوری جماعت پانے والے جیسا ہے۔ اس بیان کا فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھوں گا اور اس نے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی اور باقی میں مسبوق ہوا خواہ وہ دو رکعت والی نماز ہو یا تین رکعت والی یا چار والی تو بالاتفاق اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اسی طرح اگر چار رکعت والی میں دو رکعت امام کے ساتھ پائیں تب بھی بالاتفاق یہی حکم ہے کہ قسم نہیں ٹوٹے گی اور تین رکعت والی نماز میں دو رکعت پانے والے اور چار رکعت کی نماز میں تین رکعت پانے والے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کی قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اکثر کے لئے کل کا حکم ہے اور بعض کے نزدیک اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی جب تک کہ وہ پوری نماز امام کے ساتھ نہ پائے کیونکہ اس مسئلہ میں اکثر کل کا قائم مقام نہیں ہوتا جیسا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ یہ روٹی نہیں کھائے گا تو جب تک کل روٹی نہیں کھائے گا اس وقت تک اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی یہی ظاہر ہے اور اسی قول کو ترجیح ہے۔ لاحق بدرک کے حکم میں ہونے کی وجہ سے اپنی قسم کے توڑنے والا ہو جائے گا جبکہ اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ جماعت سے نماز نہیں پڑھے گا اگرچہ اس نے امام کے ساتھ اکثر حصہ نماز نہ پایا ہو۔ اور اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ جماعت میں شامل نہیں ہوگا تو اگر وہ امام کے ساتھ جماعت کے کسی حصہ میں شامل ہو گیا خواہ تشہد میں ہی شامل ہو تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ جس نے کسی چیز کا آخری حصہ پایا تو اس نے اس چیز کو پایا۔ فافہم (۳) جس رکعت کا شروع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت امام کے ساتھ مل گئی۔ اور اگر شروع امام کے ساتھ نہ ملے تو پھر اس رکعت کا شمار ملنے میں نہیں ہوگا۔

(۴) نمازی جب سلام پھیرتا ہے تو لفظ السلام کی میم کہنے سے نماز سے باہر ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں پس اس سے پہلے تک امام کی اقتدار رست ہے بعد میں نہیں۔

اذان کے بعد مسجد سے باہر جانے کے مسائل

نماز پڑھے بغیر نکلنا مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ وہ پہلے سے مسجد میں موجود ہو اور پھر اذان ہو یا اذان کے بعد مسجد میں آیا ہو۔ بظاہر اذان سے مراد یہ ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہو اور وہ اس وقت مسجد میں ہو خواہ اذان اس مسجد میں ہوئی ہو یا کسی اور مسجد میں یا کہیں بھی نہ ہوئی ہو اور اگر مسجد سے تو نہیں نکلا لیکن مسجد میں رہتے ہوئے بھی جماعت میں شامل نہیں ہوا جیسا کہ بعض فاسق لوگ ایسا کرتے ہیں تب بھی مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں اس کو مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی نہیں ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) اگر وہ کسی اور مسجد کا امام یا مؤذن ہو کہ اس کے نہ ہونے سے وہاں کی جماعت کے لوگ متفرق ہو جائیں گے تو ایسے شخص کو اجازت ہے کہ یہاں سے اپنی مسجد میں چلا جائے اگرچہ یہاں اقامت بھی شروع ہو گئی ہو۔ اور اگر اس کی مسجد

میں جماعت ہو چکی ہو تو اب یہاں سے جانے کی اجازت نہیں۔

(۲) جو شخص کسی دوسرے محلہ کا رہنے والا ہو اس کو بھی اپنے محلہ کی مسجد کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے اس مسجد سے نکلنا جائز ہے جبکہ ابھی وہاں جماعت نہ ہوئی ہو، اگرچہ وہ منتظم جماعت یعنی امام یا مؤذن نہ بھی ہو لیکن اس کے لئے افضل یہ ہے کہ اس مسجد سے نہ جائے اور یہیں جماعت میں شامل ہو جائے تاکہ لوگوں کے اتہام سے بچے اور اگر اس کے محلہ کی مسجد میں جماعت ہو چکی ہو تو اب یہاں سے جانے کی اجازت نہیں کیونکہ وہ یہاں آجانے سے اب اس مسجد والوں میں سے ہو گیا۔ (۳) اپنے استاد کی مسجد میں سبق کے لئے یا وعظ و مسائل سننے کے لئے جانا بالاتفاق جائز ہے تاکہ دوسرا ثواب حاصل کرے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو کل یا بعض سبق کے فوت ہونے کا خوف ہو اگرچہ اس سبق کا پڑھنا فرض و واجب نہ ہو، اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر نہ نکلے۔

(۴) اگر کسی ضرورت کے لئے نکلے اور اس کو گمان غالب ہے کہ جماعت سے پہلے آجائے گا تب بھی باہر جانے کی بلا کراہت اجازت ہے مثلاً کوئی شخص صبح کی اذان کے وقت مسجد میں تھا اور اس کو معلوم ہے کہ جماعت دیر سے یعنی مستحب وقت ہو جانے پر ہوگی وہ کسی ضرورت کے لئے مسجد سے نکلا پھر واپس آیا اور جماعت سے نماز پڑھی تو اس کے لئے کوئی کراہت نہیں ہے۔

(۵) یہ مذکورہ بالا احکام اس وقت تک ہیں جب تک کہ اس شخص نے وہ نماز پڑھی ہو لیکن اگر وہ ایک دفعہ تنہا اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہے تو عشا اور ظہر کی نماز میں جب تک مؤذن نے اقامت نہیں کہی ہے مسجد سے باہر جانے میں مضائقہ نہیں ہے یعنی اس کو مسجد سے باہر جانا مکروہ نہیں ہے لیکن بلا عذر تنہا پڑھ لینے اور جماعت کا انتظار نہ کرنے کا اور ترک جماعت کی کراہت کا مرتکب ہوا۔ اور اگر مؤذن نے اقامت شروع کر دی تو اب اس شخص کو بھی مسجد سے باہر جانا مکروہ ہے کیونکہ وہ بلا عذر جماعت کی مخالفت کرنے والا ہوگا بلکہ اس کو چاہئے کہ نفل کی نیت سے ان ظہر و عشا کی نمازوں میں شامل ہو جائے تاکہ نفل اور جماعت دونوں کو حاصل کرے۔ اور عصر و مغرب اور فجر کی نمازوں میں یہ حکم ہے کہ ہر حال میں مسجد سے باہر چلا جائے خواہ تکبیر اقامت شروع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو کیونکہ عصر و فجر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے اور مغرب کی تین رکعت نفل نہیں ہو سکتی جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اس لئے ان تینوں نمازوں کی جماعت میں شامل ہونا اس کے لئے مکروہ ہے اور بغیر شامل ہونے وہاں بیٹھا رہنا تب بھی مکروہ ہے۔

قضا نمازوں کو پڑھنے کا بیان

کسی عبادت کو اس کے مقررہ وقت کے اندر شروع کر دینے کو ادا کہتے ہیں اور فرض یا واجب کو اس کا وقت ختم ہونے کے بعد عمل میں لانا یعنی شروع کرنا قضا کہلاتا ہے مثلاً ظہر کی نماز وقت کے اندر شروع کر دی تو ادا کہلائے گی اور اگر ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد شروع کی تو قضا کہلائے گی۔ وقت کے اندر شروع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر نماز کے وقت اندر

نماز کا تحریم یا تہہ لیا تو وہ نماز قضا نہ ہوئی بلکہ ادا ہوئی۔ اگرچہ تحریم یا تہہ ہانڈھنے کے بعد وقت نکل جائے۔ سوائے نماز فجر و جمعہ و عیدین کے کہ ان میں سلام سے پہلے بھی اگر وقت نکل گیا تو نماز جاتی رہی جیسا کہ اپنے اپنے بیان میں اس کا ذکر ہے۔ غیر واجب پر قضا کا لفظ مجازاً بولا جاتا ہے یعنی قضا صرف فرض و واجب کی ہی ہوتی ہے اور سنت پر قضا کا بولنا مجازاً ہے حقیقتاً نہیں جیسا کہ ظہر و جمعہ کی فرضوں سے پہلے کی چار سنت مؤکدہ کو کہتے ہیں کہ فرض کے بعد قضا کر لے۔ یعنی فرضوں کے بعد بھی ظہر کا وقت ختم ہونے تک ان کی ادا کا وقت ہے لیکن چونکہ اپنے اصل موقع پر یعنی فرضوں سے پہلے ادا نہیں ہوئیں اس لئے مجازاً قضا کہہ دیا گیا اور وقت نکلنے کے بعد سنتوں و نفلوں کی قضا نہیں یعنی اگر پڑھے گا تو الگ مستقل نفل نماز ہو جائے گی ان سنتوں کی جگہ نہیں ہوگی۔ البتہ اگر شروع کر کے توڑ دیا ہو تو واجب ہو جانے کی وجہ سے قضا لازم ہوگی۔ اگر کسی عمل کے بجالانے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اس خرابی کو دور کرنے کے لئے اس عمل کو دوبارہ کرنا اعادہ کہلاتا ہے، اگر نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوئی ہے تو اعادہ واجب ہے اور اگر کراہت تنزیہی سے ادا ہوئی ہے تو اعادہ مستحب ہے خواہ وقت کے اندر اعادہ ہو یا بعد میں یہی حکم ہے اور یہی راجح ہے اگرچہ بعض کے نزدیک وقت کے بعد کراہت تحریمی کی صورت میں بھی قضا مستحب ہے۔ جب کراہت تحریمی یا کسی واجب کے چھوٹنے کی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا گیا تو اس میں اختلاف ہے کہ پہلی پڑھی ہوئی نماز فرض واقع ہوگی یا دوسری یعنی اعادہ کی ہوئی صحیح یہ ہے کہ دوسری نماز فرض ہوگی کیونکہ پہلی نماز فرض ناقص ہے اور دوسری نماز فرض کامل ہے یعنی فی ذاتہ مثل پہلے کے ہے لیکن بمعہ زیادتی و صف کمال کے ہے اور جب تک اعادہ نہ کرے پہلی نماز کے فرض ہونے کا حکم موقوف رہے گا اعادہ کے بعد دوسری فرض ہو جائے گی ورنہ پہلی فرض ناقص بدستور باقی رہے گی۔ فافہم۔ (شامی بلخصاً)

کسی عذر شرعی کے بغیر جان بوجہ کرنا نماز قضا کر دینا سخت گناہ ہے یعنی کبیرہ گناہ ہے جو کفر کے قریب ہے۔ اور صرف اس نماز کی قضا پڑھ لینے سے وہ گناہ معاف نہیں ہوتا جب تک اس کے بعد ساتھ ہی سچے دل سے توبہ نہ کرے پس اس پر فرض ہے کہ اس نماز کی قضا کرے اور پھر سچے دل سے توبہ بھی کرے تاکہ اس تاخیر کا گناہ معاف ہو جائے (حدیث شریف میں آیا ہے کہ حج مقبول و مبرور سے بھی کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ حج کے بیان میں آئے گا انشاء اللہ اور اللہ پاک ارحم الراحمین اگرچہ ہے تو کسی وسیلے اور سبب کے بغیر بھی گناہ کبیرہ و صغیرہ معاف کر دے تو وہ قادر مطلق ہے)۔ واضح رہے کہ نماز روزہ وغیرہ فرائض صرف توبہ کر لینے یا حج مقبول سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان میں تاخیر کر دینے کا جو گناہ کبیرہ اس سے سرزد ہوا ہے وہ معاف ہو جاتا ہے (کیونکہ توبہ سے طاعات (عبادات) معاف نہیں ہوتیں اس لئے کہ ان کا بدل ممکن و مشروع ہے پس ادا کا بدل قضا واجب ہوئی اور قضا کا بدل قدریہ ہے یعنی اگر قضا پر قدرت نہ ہوئی تو قدریہ واجب ہوگا یا اس کی وصیت کرنا واجب ہو جائے گا۔ اور ذنوب یعنی گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں اور نماز روزہ وغیرہ عبادات ترک کرنے کا گناہ ان کی قضا دیدینے سے دور ہو جائے گا اور اس کو اس پر عذاب نہیں دیا جائے گا لیکن ان کی وقت سے تاخیر کا گناہ جو کہ کبیرہ گناہ ہے محض قضا دے دینے سے دور نہیں ہوگا بلکہ قضا دینے کے بعد اس تاخیر کے گناہ سے توبہ کرنا بھی لازمی ہے۔ فافہم و اللہ اعلم بالصواب۔

پس تو یہ جب ہی صحیح ہے جب پہلے اس
 فوت شدہ فرض و واجب کو قضا کرے مگر اس کو تو قضا نہ کرے اور تو بہ کئے جائے تو یہ تو بہ نہیں کیونکہ وہ نماز وغیرہ فرض و واجب تو
 اب بھی اس کے ذمہ باقی ہے جب گناہ سے باز نہ آیا تو تو بہ کیسی بلکہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے مذاق و ٹھٹھا کرنا ہے جو کفر ہے۔
 البتہ کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں نماز کی قضا واجب نہیں ہوتی اور کچھ عذرات ایسے ہیں جن کی وجہ سے نماز قضا
 ہو جاتے سے گنہگار نہیں ہوتا اس لئے پہلے ان دونوں کی الگ الگ عنوان تفصیل بیان کی جاتی ہے اس کے بعد قضا نمازوں
 کے مسائل بیان ہوں گے۔

(۱) مجنون پر جنون کی حالت میں ان نمازوں کی قضا واجب نہیں جو
 عقل کی حالت میں اس سے فوت ہو گئی ہوں اور اسی طرح حالت

عقل میں ان نمازوں کی قضا واجب نہیں جو اس سے جنون کی حالت میں فوت ہوئی ہوں جبکہ جنون نماز کے چھ وقت
 کامل تک برابر رہا ہو اور اگر جنون پانچ نمازوں تک رہے چھٹی نماز میں اس کو ہوش آجائے تو ان پانچوں نمازوں کی قضا
 اس کو لازم ہوگی۔ (۲) اگر کوئی شخص بیہوش تھا یا مرگی تھی یا ایسا مریض تھا کہ اشارہ سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا
 تھا تو جو نمازیں اس حالت میں قضا ہوئیں اور وہ ایک دن رات کی نمازوں سے بڑھ گئیں یعنی اس حالت میں پورے چھ وقت
 گزر گئے تو ان نمازوں کی قضا لازم نہیں ہے (ان دونوں مسئلوں کی مزید تفصیل مریض کے احکام میں بیان ہوگی۔ انشا اللہ)

(۳) جو شخص معاذ اللہ مرتد ہو گیا (یعنی پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو گیا) اس کے بعد پھر اسلام لے آیا تو جو نمازیں
 مرتد رہنے کی حالت میں اس سے چھوٹ گئیں ان کی قضا اس پر واجب نہیں کیونکہ وہ مثل کافر اصلی ہو جاتا ہے اور کافر
 پر کفر کے وقت کی نمازوں کی قضا نہیں ہے اور جو مرتد ہونے سے پہلے زیانہ اسلام میں چھوٹ گئی تھیں ان کی قضا اس پر
 واجب ہے کیونکہ نماز روزہ وغیرہ کا ترک معصیت ہے اور معصیت ارتداد کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور اس کی ارتداد سے
 پہلے کی پڑھی ہوئی نمازیں ردت کی وجہ سے ضائع ہو گئیں لیکن دوبارہ اسلام لانے پر ان کا وقت نہ پانے کی وجہ سے
 اب اس پر ان کا اعادہ لازم نہیں آتا سوائے حج کے کہ وہ عمر میں ایک دفعہ فرض ہے پس ارتداد سے پہلے اگر حج کر لیا پھر
 مرتد ہو گیا تو وہ حج باطل ہو گیا اور ردت کے بعد دوبارہ اسلام لانے پر چونکہ اس کا وقت اس نے پالیا اس لئے حج کا
 اعادہ اس پر لازم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نماز پڑھی پھر مرتد ہو گیا پھر اسی نماز کے وقت کے اندر مسلمان
 ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ کرے کیونکہ اس کی وہ پڑھی ہوئی نماز مرتد ہونے کی وجہ سے باطل ہو گئی اور اب اس وقت
 کے اندر دوبارہ مسلمان ہونے کی وجہ سے نئے سرے سے پھر فرض ہو گئی۔

(۴) اگر کوئی کافر دار کھرب میں مسلمان ہوا اور ایک مدت تک نماز روزہ وغیرہ فرائض اس وجہ سے ادا نہ کئے کہ
 اس کو معلوم نہ تھا تو اس پر ان نمازوں اور روزوں وغیرہ کی قضا لازم نہیں ہے اور ایسی حالت میں مرنے کے بعد

اس پر عذاب بھی نہ ہوگا اس لئے کہ شریعت کا خطاب صرف علم سے یا علم کی دلیل سے لازم ہوتا ہے علم سے اس طرح کما حقہ کو وہاں پر کوئی مسلمان اس کا علم کرا دے۔ (صاحبین کے نزدیک اگر ایک شخص نے بھی اس کو نماز فرض ہونے کی اطلاع دیدی تو نماز پڑھنا فرض ہو جائے گا اور قوت کرنے پر قضا لازم ہو جائے گی اور وہ اطلاع دینے والا مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت یا بچہ ہو یا فاسق ہو یا غلام ہو، اور ایک روایت میں عدالت شرط ہے اور امام صاحب سے بھی ایک روایت صاحبین کے مطابق ہے اور دوسری روایت امام حسن سے اس طرح ہے کہ دو عادل مسلمان مردوں نے یا ایک آدمی اور دو عورتوں نے اطلاع دی ہو تب لازم ہوتی ہے ورنہ نہیں تفصیل کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں)۔ اور دلیل سے اس طرح کہ وہ کافر دارالاسلام میں مسلمان ہوا ہو، یا مسلمان ہونے کے بعد دارالاسلام میں آگیا ہو تو اس کے بعد جو نمازیں قضا ہوں گی ان کا پڑھنا اس پر فرض ہے کیونکہ دارالاسلام میں اسلام کے فرائض عام طور پر مشہور ہوتے ہیں اور ہر کوئی جانتا ہوتا ہے پس دارالاسلام میں عذر جہالت قبول نہیں ہوگا اور قوت شدہ نمازوں کی قضا لازم ہوگی۔

(۵) حیض و نفاس کی حالت میں نماز معاف ہے اس لئے اس کی قضا بھی نہیں اس کی تفصیل حیض و نفاس کے بیان میں آچکی ہے البتہ روزوں کی قضا دلوے جس کی تفصیل روزوں کے بیان میں آئیگی انشاء اللہ۔

(۱) دشمن کا خوف نماز قضا کرنے کے لئے عذر ہے مثلاً مسافر کو چوراہے اور ڈاکوؤں کا صحیح اندیشہ ہے تو اس کی وجہ سے وقتی نماز کو مؤخر یا قضا کر سکتا ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کسی طرح نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو پس اگر سواری پر پڑھ سکتا ہے جس کی تفصیل سواری پر نماز پڑھنے کے مسائل میں بیان ہوئی ہے یا بیٹھ کر یا قبلہ کے سوا کسی اور طرف منہ کر کے پڑھ سکتا ہے اس حیثیت سے کہ اگر وہ کھڑا ہو کر یا قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھتا ہے تو دشمن اس کو دیکھ لے گا غرضیکہ جس طرح قدرت ہو پڑھ لے پس قدرت ہوتے ہوئے قضا کرنے سے گنہگار ہوگا اور اگر قادر نہ ہو تو گنہگار نہیں ہوگا۔

(۲) قابلہ (بچہ جانے والی دایہ) کو اگر یہ خوف ہو کہ اگر وہ نماز پڑھے گی تو بچہ مر جائے گا اندیشہ ہے تو وہ بھی نماز کو مؤخر یا قضا کر سکتی ہے پس اگر اس کو یہ گمان غالب ہو کہ بچہ مر جائیگا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو جائے گا یا بچہ کا سر نکل آیا ہے اور زچہ (بچہ کی ماں) کی موت یا نقصان کا خوف غالب ہے تو اس کو نماز میں تاخیر کر دینا اور قضا کر دینا اور اگر نماز میں ہو تو نماز کو توڑ دینا واجب ہے اور خوف مذکورہ کا ظن غالب نہیں ہے تو بھی نماز کو مؤخر کر دینے یا توڑ دینے کا مضائقہ نہیں ہے یعنی جائز ہے۔

(۳) چونکہ نفاس بچہ کے اکثر حصہ کی ولادت کے بعد شروع ہوتا ہے پس اس سے پہلے تک اس عورت پر نماز فرض ہی اس لئے چاہئے کہ اگر ادھا بچہ نکلا ہو اور نماز کا وقت جا رہا ہے تو اس حالت میں بھی نماز فرض و واجب پڑھے اگر نہ پڑھے گی تو گنہگار ہوگی اس کی صورت یہ ہے کہ کسی برتن میں بچہ کا سر رکھ کر جس سے اس کو صدمہ نہ پہنچے اشارہ سے نماز پڑھے اور

وضو پر قادر نہ ہو تو تمیم کر لے۔ لیکن اگر اس ترکیب سے پڑھتے ہیں بھی کچھ کے مرجانے کا یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا یا اپنی جان کے نقصان کا اندیشہ ہو تو تاخیر معاف ہے اور قضا کر دینا جائز ہے پس وہ نفاس ختم ہونے کے بعد اس نماز کی قضا پڑھے۔

(۴) سو جانا یا بھول جانا بھی عذر ہے پس اگر سوتا رہ گیا یا بھول گیا اس وجہ سے نماز فوت ہو گئی تو اس کی قضا پڑھنی فرض ہے البتہ قضا کا گناہ اس پر نہیں ہے مگر جاگنے اور یاد آنے پر اگر وقت مکر وہ نہ ہو تو اسی وقت پڑھ لے اب تاخیر کرنا مکر وہ ہے وقت داخل ہونے کے بعد سونے کی اجازت نہیں ہے۔ پس اگر وقت داخل ہونے کے بعد سو گیا پھر وقت نکلنے کے بعد جاگا تو اگر جاگنے پر صحیح اعتماد نہیں تھا یا جاگنے والا موجود نہ تھا پھر بھی وقت کے اندر سو گیا تو گنہگار ہوگا۔ ایسے شخص کو جس نے رات کا اکثر حصہ جاگنے میں گزارا ہو اور گمان ہے کہ اب سو گیا تو وقت میں آنکھ نہ کھلے گی فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے بھی سونے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ عشا کی نماز سے پہلے بھی سونا مکر وہ ہے جبکہ کوئی جاگنے والا نہ ہو۔ کوئی شخص سو رہا ہے یا نماز پڑھنا بھول گیا تو جس کو معلوم ہو اس پر واجب ہے کہ سونے کو جگا دے اور بھولے ہوئے کو یاد دلادے۔ جب اس بات کا اندیشہ ہو کہ صبح کی نماز جاتی رہے گی تو اسے رات میں دیر تک جاگتا بلا اجازت شرعی منع ہے۔

قضا نمازوں کا حکم اور پڑھنے کا طریقہ

قضا کا حکم یہ ہے کہ (۱) جس صفت سے نماز قضا ہوئی ہے اسی صفت کے ساتھ ادا کی جائے۔ پس فرض کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب ہے۔

اور حالت اقامت کی قضا حالت اقامت کی طرح ہے اور حالت سفر کی قضا حالت سفر کی طرح ہے پس جس شخص کی حالت اقامت میں چار رکعت والی فرض نمازیں قضا ہوئی ہیں اگر وہ ان کو سفر کے زمانے میں قضا کرے تب بھی پوری یعنی چار چار رکعت کے ساتھ قضا کرے گا اور جو چار رکعتی فرض سفر کے زمانے میں یعنی قصر قضا ہوئے ہوں ان کو حضر میں یعنی اقامت کی حالت میں بھی قصر یعنی دو رکعتوں سے ہی قضا کرے گا لیکن اگر قضا کرنے کے وقت کوئی عذر ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا مثلاً جس وقت کوئی نماز فوت ہوئی اس وقت وہ کھڑا ہو کر پڑھ سکتا تھا اور اب جبکہ قضا کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ کھڑا ہو کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر پڑھنے پر بھی قادر نہیں ہے اور اشارہ سے پڑھ سکتا ہے تو اشارہ ہی سے قضا کر لے اس کے بعد اگر اس کو صحت اور قیام پر قدرت حاصل ہو جائے تو پھر ان کو لوٹانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بعض سنتوں کی قضا سنت ہے یعنی وہ فجر کی سنتیں ہیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوئی ہیں اور ان کو زوال سے پہلے پڑھے تو فرضوں کے تابع ہو کر ان کی بھی قضا کی جائے گی یعنی فرض اور سنت دونوں کی قضا پڑھے اور اگر زوال کے بعد (دوپہر کے بعد) قضا کرے تو فقط فجر کے فرض قضا کرے سنت کی قضا نہ کرے۔ اگر صرف فجر کی سنت نہیں پڑھی اور فرض پڑھ لئے تو ان کی قضا نہیں لیکن امام محمدؒ کے نزدیک سورج نکلنے کے بعد سے دوپہر سے پہلے تک پڑھ لینا بہتر ہے۔ ظہر اور جمعہ کی فرضوں سے پہلے کی سنتیں اگر رہ گئیں تو ان کو فرضوں کے بعد جب تک ظہر کا وقت باقی ہے پڑھ لے وقت کے بعد نہ پڑھے۔ ان کو مجازاً قضا کہا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی سنت کی قضا نہیں ہے اگر پڑھے گا

تو وہ مستقل نفل نماز ہو جائے گی اس کی قضا نہیں ہوگی۔ وتر کی قضا واجب ہے۔ اسی طرح نذر کی نماز میں اگر کسی خاص دن یا وقت کی قید لگائی تو اسی دن یا اسی وقت پڑھنی واجب ہے اس کے بعد وہ قضا کہلائے گی اور اگر وقت یا دن معین نہیں کیا تو پھر جب بھی ادا کرے ادا ہی کہلائے گی۔ نفل نماز شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے اس کے توڑ دینے پر اس کی قضا بھی واجب ہے (تفصیل نفل کے بیان میں گزری)۔

(۲) اگر قضا نمازوں کو جماعت سے پڑھے تو اگر چہری نمازوں کو قضا کرنا ہے تو امام کو چاہئے کہ نماز میں جہر کرے اور اگر چہری نمازوں کو تنہا قضا پڑھنا ہے تو جہر اور آہستہ میں اختیار ہے مگر جہر افضل ہے جیسے وقت کے اندر تنہا نماز پڑھنے والے کا حکم ہے۔ اور اگر آہستہ قرأت پڑھنے کی نماز میں ہیں تو خواہ امام ہو یا منفرد دونوں کو آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسا کہ وقت اندر حکم ہی قضا نماز کا اعلان کے ساتھ ادا کرنا گناہ ہے کیونکہ نماز کا قضا کرنا گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے (فجر اور عصر کے فرض پڑھنے کے بعد اس بات کا خاص خیال رکھے کہ جب لوگ چلے جائیں تب قضا نماز پڑھے یا گھر جا کر یا الگ جگہ میں پڑھے کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بعد نفل نہیں اور فجر کے فرضوں سے پہلے بھی نہیں ہیں اس لئے اس وقت بھی احتیاط کرے ورنہ خواہ مخواہ لوگ پوچھیں گے اور اس کو ظاہر کرنا پڑے گا) اگر نماز کا قضا ہونا کسی ایسے امر کی وجہ سے ہو جس میں عام لوگ مبتلا ہو گئے ہوں تو ایسی صورت میں اعلان یعنی اذان وغیرہ کے ساتھ مسجد میں باجماعت پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں۔

(۳) زندگی کے تمام اوقات قضا نماز پڑھنے کے اوقات ہیں یعنی زندگی میں جب بھی قضا کر لے گا اس کے ذمہ سے انزجائیگی سوائے ان تین اوقات مکروہہ کے کہ جن میں ہر قسم کی نماز و سجدہ ممنوع ہے جس کی تفصیل اوقات نماز کے بیان میں گذر چکی ہے (یعنی طلوع آفتاب کا وقت ایک نیزہ بلند ہونے تک، استواء یعنی نصف النہار شرعی سے زوال شروع ہونے سے پہلے تک، غروب آفتاب یعنی سورج کے متغیر ہونے سے غروب تک ان تین وقتوں میں کوئی نماز قضا نہ کرے کہ منع ہی لیکن جلدی قضا نہ کرنا اور بلا عذر تاخیر کرنا مکروہہ ہے اس لئے جس وقت نماز یاد آئی یا جس کی نماز سوتا رہ جانے کی وجہ سے قضا ہوئی اور وہ سونے سے جاگا اور وہ اس وقت قضا نماز پڑھنے پر قادر ہے تو وہی اس کا وقت ہے یعنی اسی وقت فوراً پڑھنا واجب ہے اگر اس وقت نہ پڑھی اور دیر کی تو مکروہہ ہے اور گناہ ہے البتہ اگر اس وقت مکروہہ وقت ہو تو اس قدر دیر کرے کہ وقت مکروہہ نکل جائے پھر پڑھے۔ نماز کو اپنے وقت سے تاخیر کرنا بالاتفاق مکروہہ ہے اور بلا کسی عذر شرعی کے قضا پڑھنے میں دیر لگانا گناہ ہے اگر اس نے فوراً اس کی قضا نہ پڑھی اور دوسرے دن پر ڈال دیا کہ فلاں دن پڑھ لوں گا اور اس دن سے پہلے ہی اچانک موت سے مر گیا تو دوسرا گناہ ہو ایک تو نماز کے قضا ہو جانے کا اور دوسرے فوراً قضا نہ پڑھنے کا لیکن اگر اتنی نمازیں قضا ہو گئیں کہ جن سے ترتیب اس کے ذمہ نہیں رہی تو اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کمانے اور ضروریات زندگی ہمیا کرنے کی کوشش کرنا تاخیر کے لئے عذر شرعی ہے۔ اس عذر سے تاخیر کرنا جائز ہے پس اپنے کام سے جس وقت اور جس قدر فرصت ملے اسی قدر پڑھ لیا کرے اور ان کو چھوڑنا نہ چاہئے جہاں تک ہو سکے ایک ایک وقت میں دو دو چار چار

نمازیں قضا پڑھ کر جلدی پوری کر لے اگر اتنا نہ ہو سکے تو ایک وقت میں ایک ہی نماز کی قضا پڑھ لیا کرے، یہ بہت کم درجہ کی بات ہے۔ نوافل پڑھنے کی بجائے قضا نماز میں مشغول ہونا اولیٰ و افضل ہے بلکہ قضا نوافل سے اہم ہے اس لئے نوافل کی بجائے قضا پڑھا کرے لیکن وہ مشہور سنتیں جو فرضوں کے ساتھ ہیں اور نماز تراویح و تہجد و اشراق و چاشت و صلوٰۃ التبیح و تحیۃ المسجد اور چار رکعت قبل نماز عصر و عشا و چھ رکعت نماز بعد مغرب یعنی صلوٰۃ الاوابین وغیرہ نوافل جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں (یعنی ان کا پڑھنا ترک نہ کرے)۔

(۴) قضا نماز میں یہ نیت کرنی چاہئے کہ میں قلال نماز کی قضا پڑھتا ہوں اور قضا کی نیت نہ بھی کرے تب بھی جائز ہے اس لئے کہ قضا کو ادا کی نیت سے اور ادا کو قضا کی نیت سے پڑھ لیا تب بھی نماز درست ہوگی۔ اگر کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہو چکی ہوں اور ان کو ادا کرنا چاہے تو قضا کے وقت کا تعین ضروری ہے۔ اگر بہت سی نمازیں ہوں اور تعین یاد نہ ہو تو سہولت اس میں ہے کہ اس طرح نیت کر لے "میں اس فجر کی قضا پڑھتا ہوں جو کہ سب سے اول میں مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک نہیں پڑھی اس طرح ہر دفعہ اس کے ادا ہونے کے بعد دوسری نماز اول ہوتی رہے گی۔ (یا یوں نیت کرے کہ جو سب سے اخیر میں مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک نہیں پڑھی اس طرح ہر دفعہ ایک نماز ساقط ہو کر دوسری آخری ہوتی جائے گی۔ مزید تفصیل نیت نماز کے بیان میں گذر چکی ہے)۔ اس طرح نیت باندھ کر تمام نماز ادا نماز کی طرح پڑھے وہی ایک ہی طریقہ ہے۔

قضا نمازوں اور وقتی نمازیں اور اسی طرح پانچ قضا فرض نمازوں میں اور اسی طرح قضا نمازوں میں ترتیب کا حکم فرض میں اور وقتی میں ترتیب واجب ہے اس کی تین صورتیں ہوئیں یعنی یا تو وہ کل نمازیں

قضا ہونگی یا بعض قضا اور بعض ادا ہوں گی یا وہ کل ادا ہونگی جیسے عشا کے فرض اور وتر میں ان سب میں ترتیب واجب ہے اور جمعہ بھی اسی حکم میں داخل ہے پس اس میں اور تمام نمازوں میں بھی ترتیب واجب ہے (لیکن چند صورتوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے جو آگے متصل ہی بیان ہوں گی) اس لئے جب ان قضا نمازوں کو پڑھے تو جو سب سے پہلے قضا ہوئی ہے اس کو پہلے پڑھے پھر اس کے بعد والی اسی ترتیب سے قضا کرے اور وقتی نماز ان سب کے بعد پڑھے۔ مثلاً کسی شخص کی پورے ایک دن کی یعنی فجر سے عشا تک نمازیں قضا ہو گئیں تو اس کو چاہئے کہ پہلے فجر کی پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشا کی قضا پڑھے اور عشا کے وتر فرضوں کے بعد پڑھے لیکن اگر فجر کی بجائے پہلے ظہر یا عصر کی پڑھی یا اور جبکہ ترتیب بدل دی تو یہ نمازیں درست نہیں ہوں گی پھر بالترتیب پڑھے۔ اسی طرح اگر کسی کی ایک یا دو یعنی پانچ نمازوں تک قضا ہو گئیں تو جب تک ان کو نہ پڑھے تب تک کوئی ادا نماز نہ پڑھے اگر بغیر قضا پڑھے ہوئے ادا نماز پڑھے گا تو ادا درست نہیں ہوگی اس کو چاہئے کہ پہلے قضا نمازیں پڑھے پھر ادا کو دوبارہ پڑھے۔ اسی طرح اگر فجر کی نماز پڑھی اور اس کو یاد تھا کہ وتر نہیں پڑھے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نفل یا سنت نماز میں کسی کو کسی فرض یا واجب

نماز کا وقت ہونا یا آیا تو وہ نفل و سنت فاسد نہ ہوں گے اس لئے کہ ترتیب کا وجوب فرضوں میں خلاف قیاس ثابت ہوا ہے اس لئے غیر فرض کو اس کے ساتھ نہیں ملائیں گے۔

صاحب ترتیب کی تعریف:۔ صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ کوئی قضا نماز نہ ہو یا پانچ نمازوں تک کی قضا اس کے ذمہ ہو خواہ وہ پانچ یا اس سے کم نمازیں نئی ہوں یا پرانی، مسلسل ہوں یا متفرق، یا نئی پرانی مل کر ہوں اور خواہ حقیقتاً قضا ہوں یا حکماً۔ جس کی تشریح آگے آتی ہے پس اگر پانچ سے زیادہ یعنی چھ یا زیادہ نمازیں قضا ہو گئیں تو اب وہ صاحب ترتیب نہیں رہا جیسا آگے آتا ہے۔ لیکن وتر کو ترتیب کے لئے الگ نماز شمار نہیں کریں گے کیونکہ یہ عشا کے وقت میں ہے اور عشا کی نماز کے ساتھ شمار کیا جاتا ہے۔ لہذا جس وقت بالغ ہوا اس وقت اس نے نماز پڑھی تو وہ صاحب ترتیب ہو جائے جیسے عورت جس وقت بالغ ہوئی اور خون صحیح دیکھا تو ایک بار کے حیض سے صاحب عادت ہو جاتی ہے (لیکن نماز کے بعض اعمال میں باہم ترتیب فرض نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص شروع سے امام کے ساتھ شریک ہوا پھر اس کے پیچھے سو گیا یا اس کو حدث ہو گیا اور امام آگے نکل گیا پھر یہ جاگا یا پھر وضو کر کے نماز میں شریک ہوا تو اس پر واجب ہے کہ اول وہ نماز پڑھے جو چھوٹ گئی ہے پھر امام کی متابعت کرے جب تک کہ امام نماز میں ہے پس اگر اول امام کی متابعت کی پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی یعنی چھوٹی ہوئی نماز قضا کی تو بالاتفاق جائز ہے۔ اسی طرح جمعہ کی نماز میں امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد اگر آدمیوں کی . . . کثرت کی وجہ سے پہلی رکعت امام کے ساتھ ادا نہ کر سکا اور دوسری رکعت ادا کی پس دوسری رکعت پہلی رکعت ادا کرنے کے بعد ادا ہوئی پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت قضا کی تو جائز ہے لیکن ان صورتوں میں ترتیب فوت ہونے کی وجہ سے بوجہ ترک واجب سجدہ سہو واجب ہوگا۔

ترتیب ساقط ہونے کی صورتیں | تین صورتوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ پہلی صورت تنگی وقت ہے پس (۱) تنگی وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور وقت کی تنگی قضا اور

وقتی نماز کے درمیان ترتیب ساقط کرتی ہے نہ کہ قضاؤں کے لئے آپس میں ترتیب کو ساقط کرنے والی ہو کیونکہ ان کے لئے کوئی مخصوص وقت نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جاتا کہ وقت کی تنگی نے ان کی ترتیب کو ساقط کر دیا۔ پس وقت کی تنگی کا یہ مطلب ہوا کہ وقت اس قدر باقی نہ ہو کہ جس میں اس وقت کی اور قضا نماز دونوں پڑھ سکے چنانچہ اگر صرف اتنی گنجائش ہے کہ ایک نماز پڑھ سکتا ہے خواہ وقتی نماز کو پڑھ لے یا قضا کو تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جانے کی اس لئے اس کو پہلے وقتی نماز پڑھنی چاہئے پھر قضا پڑھے۔ اگر ایسے تنگ وقت میں بھی قضا نماز کو پہلے پڑھے گا اور اسکی وجہ سے وقتی نماز کو قضا کر دے گا تو اس کی قضا نماز جائز ہو جائے گی لیکن گنہگار ہوگا۔

(۲) اگر وقت اتنا ہو کہ وقت کی نماز اور قضا نماز کو افضل طور پر یعنی سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ تو نہیں پڑھ سکتا لیکن مختصر طور پر یعنی سنن و مستحبات کو ترک کر کے دونوں نمازیں پڑھ سکتا ہے تب بھی اس پر ترتیب فرض ہے

اس کو چاہئے کہ وقتی اور قضا دونوں نمازوں میں قرارت اور تمام ارکان میں جواز کی حد تک تخفیف کرے اور سنن و مستحبات کو ترک کر کے دونوں نمازیں ترتیب کے ساتھ پڑھے اگر ایسا نہ کیا تو نماز نہ ہوگی اور اگر اس قدر بھی گنجائش نہ ہو تو اب ترتیب ساقط ہے۔

(۳) وقت کی تنگی کا اعتبار نماز کے شروع کرنے وقت ہے یعنی وقت کی تنگی سے ترتیب اس وقت ساقط ہوگی جبکہ نماز شروع کرتے وقت تنگ ہو اور اگر نماز شروع کرتے وقت میں گنجائش تھی اور اس کو یہ یاد تھا کہ اس کے ذمہ اس سے پہلے وقت کی قضا ہے اور اس نے وقتی نماز میں طول دیا مثلاً قرارت اتنی لمبی پڑھی کہ وقت تنگ ہو گیا تو اس کی یہ وقتی نماز جائز نہیں ہوگی لیکن اگر اس کو توڑ کر پھر اس تنگ وقت میں شروع کرے تو جائز ہو جائے گی اور اگر وقتی نماز شروع کرتے وقت اس سے پہلی نماز قضا جو اس کے ذمہ تھی یا دنہ تھی اور قرارت کو لمبا کر دیا یا تنگ کہ وقت تنگ ہو گیا اب اس کو قضا نماز زیاد آگئی تو وہ نماز جائز ہوگی اور اس کا توڑنا اس پر لازم نہیں ہے۔ مثلاً اگر کسی نے عصر کی نماز اول وقت میں شروع کی اور اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس پر ظہر کی نماز باقی ہے اور عصر کی نماز اتنی دیر میں پڑھی کہ کراہت کا وقت داخل ہو گیا پھر یاد آیا کہ اس پر ظہر کی قضا باقی ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی نماز اسی طرح پڑھتا رہے لیکن اگر ظہر کی نماز زیاد ہوتے ہوئے عصر کی نماز مستحب وقت میں شروع کر کے لمبی کر دی کہ کراہت کا وقت داخل ہو گیا تو یہ نماز درست نہیں ہوگی بلکہ اس کو توڑ کر دوبارہ پڑھے۔

(۴) تنگی وقت کی وجہ ترتیب ساقط ہونے کیلئے اصل وقت کی تنگی کا اعتبار ہے مستحب وقت کا نہیں لیکن عصر کے وقت میں اختلاف امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اصل وقت کا اعتبار ہے یعنی اصل وقت تنگ ہونے سے ترتیب ساقط ہوگی اور امام محمد کے نزدیک مستحب وقت کا اعتبار ہے جس میں کوئی کراہت نہیں یعنی مستحب وقت کی تنگی سے ترتیب ساقط ہو جائیگی۔ اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جبکہ کسی شخص کی ظہر کی نماز قضا ہوگئی اور عصر کے وقت میں یاد آئی اور وقت صرف اس قدر ہے کہ اگر وہ ظہر کی قضا پہلے پڑھتا ہے اور پھر عصر کی وقتی نماز پڑھتا ہے تو ظہر کی نماز سورج کے تغیر سے پہلے واقع ہوگی اور عصر کی تمام نماز یا اس کا کچھ حصہ تغیر سورج میں واقع ہوگا تو شیخین کے نزدیک اس کو ترتیب لازمی ہے اس لئے وہ پہلے ظہر پڑھے پھر عصر پڑھے۔ اور امام محمد کے نزدیک ترتیب ساقط ہو جائیگی اس لئے پہلے عصر کی نماز پڑھے پھر ظہر کی قضا غروب کے بعد نماز مغرب سے پہلے پڑھے۔ اگر اس صورت میں ظہر و عصر دونوں نمازوں کا ادا کرنا سورج کے تغیر ہونے سے پہلے ممکن ہے تو ترتیب کی رعایت بالاتفاق واجب اور اگر دونوں نمازیں غروب سے پہلے پڑھنا ممکن ہے لیکن ظہر کی نماز سے فارغ ہونا تغیر سورج سے پہلے ممکن نہیں ہے تو اس کیلئے بالاتفاق ترتیب لازمی نہیں ہے اس لئے کہ تغیر سورج کے بعد اسی روز کی عصر کی نماز کے سوا کسی اور ناکے ادا کرنے کا وقت نہیں ہے اسی طرح اگر دونوں نمازیں سورج کے غروب سے پہلے ادا نہیں ہو سکتی ہیں صرف ایک نماز ہو سکتی ہے تب بھی بالاتفاق ترتیب ساقط ہے اور اول عصر کا ادا کرنا واجب ہے پھر ظہر کی قضا غروب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے پڑھے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کی تین صورتیں مرتب ہوئیں ایک صورت میں بالاتفاق ترتیب ساقط نہیں ہوتی یہ اس وقت جبکہ ظہر و عصر دونوں نمازوں کا ادا کرنا سورج کے تغیر ہونے سے پہلے ممکن ہے دوسری صورت ہے جس میں بالاتفاق ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یہ اس وقت ہے جبکہ ظہر کل یا بعض تغیر سورج کے بعد ادا ہو اور دونوں نمازیں غروب سے پہلے ادا ہو سکیں یا صرف اتنا وقت باقی ہے کہ غروب سے پہلے صرف ایک نماز ہو سکتی ہے دونوں ادا نہیں ہو سکتیں تو عصر کی وقتی نماز ادا کرے اور ظہر کو غروب کے بعد نماز مغرب سے پہلے پڑھے۔ بالاتفاق تیسری صورت اختلافی ہے وہ یہ کہ ظہر تغیر سے پہلے ادا ہو سکے اور عصر کل یا بعض تغیر کے

قول کے بموجب اول وتر کی قضا پڑھے پھر فجر کی وقتی نماز پڑھے پھر سورج طلوع ہونے کے بعد عشا کی قضا پڑھے اور اگر چھ رکعتوں کی گنجائش ہے تو پہلے عشا کے فرض قضا پڑھے پھر وقتی فجر پڑھے اور وتر سورج طلوع ہونے کے بعد قضا کرے۔ اور اگر نو رکعتوں کا وقت ہو تو عشا اور وتر قضا کر کے فجر کے فرض پڑھے اور فجر کی سبب ان صورتوں میں ترک کرے۔ (اور ان سنتوں کو طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لینا بہتر ہے) — اسی طرح اگر عصر کے وقت میں یاد آیا کہ اس نے فجر اور ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور وقت میں آٹھ رکعتوں سے زیادہ کی گنجائش نہیں تو اس کو چاہئے کہ اول ظہر کی قضا کرے پھر عصر پڑھے اور فجر کی قضا غروب کے بعد نماز مغرب سے پہلے پڑھے اور اگر وقت میں چھ رکعتوں سے زیادہ کی گنجائش نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ اول فجر کی قضا نماز پڑھے پھر عصر کی وقتی نماز پڑھے پھر ظہر کی قضا غروب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے پڑھے ترتیب کے سقوط کی دوسری صورت نسیان یعنی بھولنا ہے۔ پس (۱) قضا نماز کے بھولنے سے اور ان چیزوں سے جو بھولنے کے حکم میں ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ بھولنا آسمانی عذر ہے اس میں بندہ کو اختیار نہیں اور بھولنے کی صورت میں قضا نماز پڑھنے میں ترتیب کا حکم یاد آنے پر مشروط ہے یعنی اس کا وقت یاد آنے سے ہوتا ہے جب تک یاد نہ آئے گی اس وقت تک اس کا وقت نہیں ہوگا اور ترتیب لازم نہیں ہوگی۔

(۲) اگر وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد کوئی بھولی ہوئی قضا نماز یاد آئی تو وقت کی نماز جائز ہوگئی اس کے لٹانے کی ضرورت نہیں اور اگر وقتی نماز کے اندر سلام پھیرنے سے پہلے یاد آیا کہ اس کے اوپر کچھ یعنی پانچ یا کم نمازیں قضا میں خواہ وہ پرانی ہوں یا نئی تو اب اس پر ترتیب لازم ہے اور اس کی وقتی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن یاد آتے ہی اس کو ٹوڑ نہ دے بلکہ اگر وقت فراخ ہو تو دو رکعتیں پوری کر لے تاکہ نقل ہو جائیں اور اگر دوسرے دو گانہ میں ہے تو چاروں پوری کر لے تاکہ یہ چاروں نقل ہو جائیں یہی افضل ہے پھر اس کے بعد پہلے قضا نمازیں پڑھے پھر وقتی ادا کرے۔ اور اگر وقت تنگ ہو تو جتنی قضا کی وقتی کے ساتھ گنجائش ہے پہلے پڑھے پھر وقتی پڑھے اور اگر کسی قضا کی گنجائش نہیں ہے تو وقتی نماز کو نہ ٹوڑے پوری کر لے اور قضا نمازیں دوسرے وقت میں پڑھے۔ یہ حکم منفرد کا بیان ہوا ہے اور اگر امام کو یاد آئے مثلاً امام کو ظہر کی نماز پڑھنے ہوئے یاد آیا کہ جمعہ پر فجر کی قضا ہے تو اس کو چاہئے کہ سلام پھیر دے اور پہلے فجر کی قضا پڑھے پھر ظہر ادا کرے اور اگر مقتدی کو یہ صورت پیش آئے تو امام کے ساتھ نماز پوری کر لے تاکہ جماعت کا ثواب مل جائے یہ نقل ہو جائیں گے اس کے بعد پہلے قضا فجر پھر ظہر کی وقتی نماز اکیلا پڑھ لے۔ اور اگر جمعہ کی نماز پڑھنے والے کو یاد آیا کہ اس پر فجر کی نماز باقی ہے تو اگر ایسی حالت ہے کہ اگر اس نماز کو قطع کر کے فجر کی نماز میں مشغول ہوا تو جمعہ فوت ہو جائے گا لیکن وقت فوت نہیں ہوگا تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز کو ٹوڑ دے اور پہلے فجر کی قضا نماز پڑھے پھر ظہر کی نماز پڑھے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلے جمعہ کو پورا کر لے افضل یہ ہے کہ جمعہ پورا کر لے پھر فجر کی قضا پڑھے پھر ظہر پڑھے۔ اور اگر ایسی حالت ہو کہ فجر کی نماز قضا کرنے کے بعد بھی جمعہ مل جائے گا تو بالا جماع یہ حکم ہے کہ اول فجر کی نماز پڑھے پھر

نماز جمعہ میں مل جائے اور اگر ایسی حالت ہے کہ اگر نماز جمعہ توڑ کر فجر کی نماز میں مشغول ہوگا تو وقت جاتا رہے گا تو بالاجملع یہ حکم ہے کہ پہلے جمعہ پورا کرے پھر فجر کی نماز قضا کرے۔

۳) اگر قضا نمازوں کے ادا کرنے میں جن میں ترتیب لازمی تھی یاد آیا کہ اس قضا نماز سے پہلے کی کوئی قضا نماز پڑھنی باقی رہے تب وہی حکم ہے جو عین میں بیان ہوا۔ اور اسی طرح دو وقتی نمازوں یعنی عشا و وتر میں بھی بھولنے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پس اگر کسی نے وتر پڑھے اور اس کو یہ یاد نہیں رہا کہ اس نے عشا کی نماز نہیں پڑھی ہے بعد میں یاد آیا اور عشا کی نماز پڑھی تو وتر کا اعادہ نہ کرے جیسا کہ اگر کسی نے بھولے سے عشا کی نماز بے وضو پڑھی اور وتر اور سنتیں وضو کے ساتھ پڑھیں پھر اس کو یاد آیا تو وہ عشا کے فرض اور سنتیں لوٹا دے اور وتر کا اعادہ نہ کرے کیونکہ اب بھولنے کی وجہ سے ترتیب اس سے ساقط ہو گئی لیکن سنتیں عشا کے تابع ہونے کی وجہ سے لوٹائے گا۔ اس مسئلہ کی دوسری نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے عصر کی نماز پڑھی پھر اس کو معلوم ہوا کہ اس نے ظہر کی نماز بلا وضو پڑھی ہے تو وہ صرف ظہر کی نماز لوٹا دے کیونکہ وہ بھولنے والے کی مانند ہے (لیکن عرفہ حج) کے روز عرفات میں اس کے برخلاف حکم ہے یعنی وہاں عصر اور ظہر دونوں نمازوں کا اعادہ کرے اسلئے کہ وہاں عصر کی نماز ظہر کے تابع ہے۔

(۴) ظن معتبر بھی ترتیب ساقط کرنے میں نسیان کے حکم میں ہے اور اسی طرح بعض کے نزدیک ترتیب کی فرضیت سے تاواقت ہونا بھی بھولنے والے کی مانند اور اسی کے حکم میں ہے مشائخ بخارا نے اسی کو لیا ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک عذر جہالت کا اعتبار نہیں ہے بعض نے ان دونوں کو الگ الگ شمار کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ الگ نہیں ہیں بلکہ نسیان ہی کے ملحق ہیں۔ ظن معتبر کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ظہر کی نماز پڑھی اور اس کو یاد ہے کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو اس کی ظہر کی نماز فاسد ہو جائے گی پھر اس نے فجر کی نماز قضا کر لی اور ظہر کی قضا نہیں کی اور اس ظہر کے یاد ہوتے ہوئے اس نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کو یہ گمان ہے کہ کوئی نماز اس کے اوپر قضا نہیں ہے تو یہ گمان معتبر ہے اور اس کی عصر کی نماز جائز ہو جائے گی۔ (کیونکہ ترتیب کا مسئلہ ائمہ میں اختلافی ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے تو اس شخص کا عمل کسی مجتہد فیہ مذہب پر ہو گیا لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ شخص عالم نہ ہو اور کسی عالم سے پوچھے بغیر اپنے گمان میں اس کو اپنے امام کا مذہب سمجھتے ہوئے عمل کیا ہو ورنہ یظن معتبر نہیں ہوگا۔ واضح رہے کہ جاہل کے مجتہد فیہ پر عمل کرنے کی صورت میں ظن کا اعتبار شروع میں نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت نماز کا فساد قوی ہے بلکہ اس نماز میں معتبر ہوگا جو اس مجتہد فیہ پر مبنی ہو اور اس کے بعد پڑھی گئی ہو کیونکہ اس وقت زیادہ ضعف پیدا ہو جائے گا اور فساد کا ضعف ظن کو معتبر کر دیتا ہے کیونکہ اس نے کسی امام کے مجتہد فیہ مسئلہ پر عمل کیا ہوتا ہے جو اس کے ظن میں اس کے امام کا مذہب ہے اور اس کو صحیح سمجھتے ہوئے اور اپنے ذمہ کوئی نماز نہ سمجھتے ہوئے دوسرے وقت کی نماز پڑھی ہے۔ مثال مذکور میں ظہر کی نماز میں اگر ترتیب واجب نہ جانے اور اس کو اپنے

امام کا مذہب سمجھے تو نماز فاسد ہو جائے گی لیکن عصر کی نماز میں ترتیب واجب نہ جانے اور اس کو اپنے امام کا مذہب سمجھے تو یہ ظن معتبر ہوگا اور پہلی نماز کا فساد ضعیف ہو کر دوسری نماز کی بنا اس مجتہد فقہ پر درست ہو جائے گی مزید تفصیل شامی میں دیکھیں۔ اگر کسی شخص کو ظہر کی نماز میں یہ شک ہو کہ اس نے فجر کی نماز پڑھی ہے یا نہیں پس جب فارغ ہوا تو اس کو یقین ہو گیا کہ فجر کی نماز نہیں پڑھی تو اول فجر کی قضا نماز پڑھے پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ جب اس کا شک متحقق ہو گیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ گویا شروع میں ہی یقیناً اس کے ذمہ فجر کی قضا ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی مسافر نے تیمم کر کے نماز شروع کی اور دوران نماز میں اس کو سراب نظر آیا پس وہ نماز پڑھتا رہا پھر اس کو نماز کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ تو پانی ہے تو وہ وضو کرے اور نماز کو لوٹا دے۔ ترتیب کی فرضیت نہ جاننے کی مثال یہ ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی پھر ظہر کے وقت فجر کی نماز یاد ہوتے ہوئے ظہر کی نماز پڑھی تو اس کی نماز درست ہوگی کیونکہ غالب طور پر اس عمر میں ترتیب کے فرض ہونے کا علم نہیں ہوتا اس لئے جہالت کے عذر سے ترتیب اس پر سے ساقط ہوگئی۔

تیسری صورت: بہت سی قضا نمازوں کا جمع ہو جانا۔ پس جب بہت سی نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ بہت ہو جانے کی کم سے کم حد یہ ہے کہ چھٹی نماز کا وقت نکل کر چھ نمازیں جمع ہو جائیں یہی صحیح ہے خواہ وہ قضا نمازیں سب نئی ہوں یا سب پرانی ہوں یا پرانی اور نئی مل کر ہوں متفرق ہوں یا متصل ہوں اور خواہ حقیقتاً قضا ہوں یا حکماً قضا ہوں، ان سب کی مثالیں آگے آتی ہیں پس جب چھٹی نماز کا وقت نکل کر چھ نمازیں جمع ہو جائیں تو قضا اور وقتی نماز میں ترتیب فرض نہیں رہتی اور اسی طرح قضا نمازوں میں آپس میں بھی ترتیب فرض نہیں رہتی۔ لیکن ذکر کا حساب ان چھ نمازوں میں نہیں ہے کیونکہ اگرچہ اس کی قضا واجب ہے لیکن چونکہ اس کا الگ وقت نہیں ہے اس لئے اس کو عشا کے ساتھ شمار کر کے ایک نماز سمجھا جائے گا (لیکن اگر اس کو شمار میں بلا یا جائے تو اس وقت یوں کہا جائے گا کہ وتر سمیت سات نمازیں جمع ہو جائیں)۔ تیر جانا چاہئے کہ چھ یا زیادہ نمازوں کے جمع ہونے کی صورت میں دو وقتی نمازوں یعنی عشا و وتر میں ترتیب ساقط نہیں ہوتی۔ اب ہم ان کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) نئی متصل قضا نمازوں کی مثال تو ظاہر ہی ہے مثلاً کسی کی ایک دن رات کی نمازیں مسلسل قضا ہو گئیں اور دوسرے دن کی بھی ایک نماز قضا ہو گئی یعنی صبح کی نماز سے لیکر دوسرے روز کی صبح کی نماز تک قضا ہو گئیں تو اب یہ صاحب ترتیب نہیں رہا اس لئے یہ ظہر کی وقتی نماز پہلے پڑھ سکتا ہے اور اس کے بعد غیر سورج سے پہلے قضا نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ پرانی متصل کی بھی یہی صورت ہے کیونکہ جب نئی متصل میں ترتیب لازم نہیں ہے تو پرانی متصل میں بطریق اولیٰ ترتیب لازم نہیں ہے۔

(۲) متفرق قضا نمازوں کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے چھ دن فجر کی نماز یا کوئی اور نماز نہیں پڑھی اور باقی نمازیں پڑھتا رہا مگر ان کے پڑھتے وقت وہ قضائیں بھولا ہوا تھا تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہوگئی۔

(۳) نئی اور پرانی ملی ہوئی کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص سے پہلے بھر کی نمازیں مسلسل قضا ہو گئیں پھر اس نے

نماز پڑھنا شروع کی اور ایک مدت تک نماز پڑھتا رہا لیکن ان نمازوں کو قضا نہ کیا اس کے بعد پھر ایک نماز اس کی قضا ہو گئی اور اس نئی قضا کے یاد ہونے کے باوجود اس نے وقتی نماز پڑھی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک یہ وقتی نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک پرانی قضا کا کوئی اعتبار نہیں ان کو نئی کے ساتھ نہیں ملائیں گے اور جب تک چھ نئی نمازیں نہ قضا ہو جائیں گی اس کو ترتیب لازمی ہوگی بعض نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض کے نزدیک نئی اور پرانی مل کر اگر چھ یا اس سے زیادہ ہو جائیں گی تو ترتیب ساقط ہو جائے گی اس لئے اس کی یہ وقتی نماز جائز ہے۔ بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے اور یہی معتد ہے اور اسی پر عمل اولیٰ ہے۔

(۴) یہاں ترتیب ساقط ہونے کی مثالیں تھیں قضا میں ترتیب ساقط ہونے کی مثال یہ ہے کہ کسی کی مہینہ بھر کی نمازیں چھوٹ گئیں اور اس نے اس طرح قضا کیں کہ پہلے تیس نمازیں فجر کی پڑھ لیں پھر تیس نمازیں ظہر کی پڑھ لیں پھر تیس عصر کی پھر تیس مغرب کی پڑھ لیں پھر تیس عشا کی پھر تیس وتر کی پڑھ لیں تو صحیح ہیں۔

(۵) یہ حقیقتاً قضا کی مثالیں تھیں حکماً قضا کی مثال یہ ہے کہ کسی صاحب ترتیب شخص کی کوئی نماز قضا ہو گئی اور اس کے بعد اس قضا کے یاد ہوتے ہوئے اس نے پانچ یا زیادہ وقتی نمازیں پڑھ لیں اور اس عرصہ میں اس قضا نماز کو باوجود یاد ہونے اور وقت میں گنجائش ہونے کے نہ پڑھا ہو تو وہ ایک قضا نماز حقیقتاً و حکماً قضا ہے اور یہ پانچ نمازیں صرف حکماً قضا ہیں کیونکہ یہ اگرچہ فاسد ہو گئیں لیکن ان کا فساد موقوف ہے اب یہ سب مل کر چھ قضا نمازیں ہو گئیں لہذا ان میں ترتیب ساقط ہو گئی اور اب ان کا ادا کرنا پانچوں حکمی قضا کا وقت ختم ہونے کے بعد صحیح ہو جائے گا یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے کیونکہ ان کے نزدیک جس طرح بہت سی نمازوں کے چھوٹنے سے قضا اور وقتی نمازیں ترتیب کی رعایت ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح بہت سی ایسی ادا نمازوں کے جمع ہو جانے سے بھی جن کی فرضیت بفساد موقوف فاسد ہوتی ہے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور چونکہ وہ اصل نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ ان کی فرضیت کا فاسد ہونا اس امر پر موقوف ہوتا ہے کہ اگر یہ وقتی نمازیں پانچ ہو گئیں اور اس عرصہ میں اس نے قضا یا وجود یاد ہونے کے نہ پڑھی تو یہ سب مل کر چھ ہو گئیں اس لئے ترتیب ساقط ہو گئی اور یہ حکمی قضا میں سب صحیح ہو گئیں کیونکہ اب ان کا خلاف ترتیب ادا ہونا درست ہو گیا اور اگر پانچ وقتی نمازیں پوری ہونے سے پہلے وہ حقیقی قضا پڑھی تو یہ سب وقتی پڑھی ہوئی نمازیں فرض نہیں رہیں بلکہ نفل ہو گئیں اور ان سب کو پھر سے قضا پڑھے یہی مطلب ہے ان کے فساد کے موقوف ہونے کا اور فرضیت باطل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفل ہو جاتی ہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک وہ قطعاً باطل ہو جاتی ہیں یعنی نفل بھی نہیں ہوتیں۔ مثلاً کسی شخص نے فجر کی نماز قضا کر دی اور اس کے بعد باقی نمازیں پڑھتا رہا یہاں تک کہ دوسرے روز کا آفتاب طلوع ہو گیا اور وہ قضا نماز باوجود یاد ہونے کے اس عرصہ میں نہیں پڑھی تو وہ سب وقتی یعنی حکمی قضا میں صحیح ہو گئیں اور اگر طلوع سے پہلے کسی وقت مثلاً فجر کے

وقت یا عشا یا مغرب کے وقت اس نے وہ حقیقی قضا پڑھ لی تو اب اس سے پہلے جتنی وقتی نمازیں اس نے پڑھی تھیں سب نفل ہو گئیں ان کی اب قضا کرے۔ اسی مسئلہ میں یہ معجزہ کہا جاتا ہے کہ ایک نماز پانچوں نمازوں کو درست کر دیتی ہے اور ایک نماز پانچوں نمازوں کو فاسد کر دیتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ ہذا میں اگر پانچوں نماز پڑھنے کے بعد اس کا وقت نکلنے سے پہلے قضا نماز پڑھ لے گا تو پانچوں نمازیں فاسد ہو جائیں گی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھے گا تو پانچوں صحیح ہو جائیں گی۔ اس مسئلہ میں قضا کو یاد رکھتے ہوئے وقتی نمازیں پڑھنے کی صورت بیان ہوئی ہے لیکن اگر بھولنے کی وجہ سے وقتی نمازیں پڑھنا رہا تو بھولنا ترتیب کو ساقط کر دینا اور اگر کچھ قضا کو یاد رکھتے ہوئے پڑھیں اور کچھ قضا کو بھول کر پڑھیں تو جن میں قضا یاد ہے جب ان پانچ نمازوں کا وقت ختم ہو جائے تب سب صحیح ہو جائیں گی اور جن میں قضا یاد نہیں رہی تھی ان کا اعتبار نہیں یعنی وہ ان کے ساتھ نہیں ملائی جائیں گی۔

(۶) جب بہت سی نمازیں یعنی چھ یا اس سے زیادہ نماز قضا ہو جانے کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی تو صحیح یہ ہے کہ ترتیب عود نہیں کرتی پس اگر کسی شخص نے ان میں سے کچھ نمازیں قضا کر لیں یہاں تک کہ باقی نمازیں چھ سے کم رہ گئیں تو اب بعض کے نزدیک ترتیب لوٹ آئے گی یعنی پانچ یا اس سے کم نمازیں رہ جائے پر اب باقی نمازیں اس کو ترتیب سے قضا کرنا لازمی ہیں لیکن اصح قول کے بموجب ترتیب عود نہیں کرتی اس لئے وہ اب بھی ان کے یاد ہوتے ہوئے وقتی نماز پڑھ سکتا ہے اور ان قضاؤں میں سے بھی جس کو چاہے پہلے پڑھ سکتا ہے یہی معتد ہے اور اسی پر فتویٰ ہے مثلاً کسی کی ایک مہینہ کی نمازیں قضا ہو گئیں پھر ان سب کو قضا کیا فقط چار یا پانچ یا اس سے بھی کم ایک یا دو یا تین نمازیں رہ گئیں تو اب ان چار پانچ یا کم نمازوں کو ترتیب سے پڑھنا فرض نہیں ہے اختیار ہے جس طرح جی چاہے پڑھ لے اور یاد ہونے کے باوجود ان باقی نمازوں کی قضا پڑھے بغیر ادا (یعنی وقتی) نماز پڑھ لینا بھی درست ہے۔ اسی طرح پہلی دو صوتوں یعنی تنگی وقت اور نسیان کی وجہ سے جب ترتیب ساقط ہو جاتی ہے تو اصح قول کے بموجب وقت نکلنے کے بعد پھر نہیں لوٹتی حتیٰ کہ اگر وقتی نماز پڑھنے کے درمیان میں وقت نکل گیا تو اصح قول کے بموجب وہ نماز فاسد نہیں ہوگی اور ادا کہلائیگی قضا نہیں کہلائے گی۔ اسی طرح جب بھولنے کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی پھر نماز پڑھنے کے بعد یاد آیا تو اب یہ ترتیب نہیں لوٹے گی اور قضا پڑھ کر اس نماز کا اعادہ لازم نہیں آئے گا اگرچہ وقت میں بہت کچھ گنجائش ہو لیکن اگر بھولنے والے کو درمیان نمازیں یعنی سلام سے پہلے پہلے یاد آجائے یا وقت کی تنگی کی صورت میں وقتی نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ وقت میں وسعت ہے تو پھر اس کی فرضیت باطل ہو جائے گی اور اعادہ لازم ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ فافہم۔

(۷) کسی کے ذمہ چھ یا زیادہ نمازیں قضا تھیں اس وجہ سے ان کا ترتیب سے پڑھنا اس پر فرض نہیں تھا لیکن اس نے ایک ایک دو دو کر کے سب قضا نمازیں پڑھ لیں اب اس کے ذمہ کسی نماز کی قضا پڑھنی باقی نہیں رہی نہ نئی کی نہ پرانی کی تو اب بالاتفاق نئے سرے سے صاحب ترتیب ہو گیا اس لئے اب پھر جب کبھی پانچ یا اس سے کم نمازیں قضا

ہو جائیں تو ترتیب سے پڑھتی فرض ہوگی اور ان پانچوں یا کم قضا نمازوں کو پڑھے بغیر ادا نماز پڑھنی درست نہیں البتہ اب پھر اگرچہ یا زیادہ نمازیں قضا ہو جائیں تو پھر ترتیب ساقط ہو جائے گی اور ان کی قضا پڑھے بغیر وقتی نماز پڑھنا درست ہو جائے گا۔ (خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص زندگی میں کئی مرتبہ صاحب ترتیب ہو سکتا ہے اور کئی دفعہ اُس سے ترتیب ٹھٹھکتی ہو سکتی ہے جب چھ یا زیادہ قضا نمازیں اس کے ذمہ جمع ہو گئیں ترتیب جاتی رہی اور جب سب قضا پڑھے چکا کوئی باقی نہ رہی تو صاحب ترتیب ہو گیا۔ مولف)

قضا نماز کے متفرق مسائل (۱) کسی شخص کی ایک نماز قضا ہو گئی اور وہ بھول گیا کہ کونسی نماز تھی اور گمان غالب بھی کسی نماز پر نہیں ہوتا تو ایک دن رات کی (یعنی پانچ) نمازوں کا اعادہ کرے۔ اسی طرح اگر دو نمازیں دو دن کی قضا ہوئیں اور اب یاد نہیں کہ کونسی تھی تو دونوں دنوں کی سب نمازوں کو قضا کرے گا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر تین نمازیں تین دن کی یا پانچ نمازیں پانچ دن کی (یعنی ایک ایک نماز ایک ایک دن کی) قضا ہوئی اور بھول گیا تب بھی یہی حکم ہے کہ اُن دنوں کی سب نمازیں قضا کرے۔

(۲) اگر ایک دن کی ظہر اور دوسرے دن کی عصر قضا ہوئی اور یہ یاد نہیں کہ کونسی اول قضا ہوئی تھی تو گمان غالب سے کسی کو اول مقرر کرے اور اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں کو قضا پڑھے اور جس کو اول پڑھا ہے اس کو دوبارہ پڑھے اس لئے کہ اس طریقہ سے ترتیب کی رعایت ہو سکتی ہے اور عبادات میں احتیاط واجب ہے پس اگر اول ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کیا تو یہ افضل ہے اور اگر اول عصر کی نماز پڑھی پھر ظہر کی پڑھی پھر عصر کی نماز کا اعادہ کیا تو بھی جائز ہے۔ صاحبین کے نزدیک جب گمان غالب سے ایک کو مقرر کرنے سے عاجز ہے تو ترتیب اس سے ساقط ہو جائے گی پس دوبارہ ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔

(۳) عصر کی نماز پڑھنے والے کو اگر یہ یاد آیا کہ اس سے ایک سجدہ چھوٹ گیا ہے اور یہ یاد نہیں کہ وہ ظہر کی نماز سے چھوٹا ہے یا اس عصر کی نماز سے جس کو وہ پڑھ رہا ہے تو ایک طرف گمان غالب کرے اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو تو عصر کی نماز کو پورا کر کے اس شک کی وجہ سے کہ شاید وہ سجدہ اسی عصر سے چھوٹا ہو ایک سجدہ اور کر لے (اور پھر تشہد پڑھے کہ سجدہ سہو کرے پھر تشہد پڑھے کہ سلام پھیرے مولف) پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کرے پھر عصر کی نماز دوبارہ پڑھے اور اگر عصر کا اعادہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

(۴) کسی شخص نے پانچ نمازیں پڑھیں پھر اس کو معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک نماز میں پہلی دو رکعتوں میں قرأت نہیں کی ہے اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کونسی نماز تھی تو احتیاطاً فجر اور مغرب کا اعادہ کرے۔ اور اگر یہ یاد آیا کہ صرف ایک رکعت میں قرأت چھوڑی ہے اور وہ نماز معلوم نہیں تو فجر اور ترکا کا اعادہ کرے اور اگر یہ یاد ہوا کہ دو رکعتوں میں قرأت چھوٹی ہے تو فجر اور مغرب اور ترکا کا اعادہ کرے اور اگر یہ یاد ہوا کہ چار رکعتوں میں قرأت چھوٹی ہے تو

ظہر اور عصر اور عشا کا اعادہ کرے اور وتر اور فجر اور مغرب کا اعادہ نہ کرے۔

(۵) شافعی مذہب والا اگر حنفی ہو جائے تو اگر کچھ نمازیں شافعی مذہب میں ہونے کے زمانے میں قضا ہو گئی تھیں اور اب حنفی ہونے کے زمانے میں ان کی قضا پڑھتا ہے تو ان کو امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق پڑھے۔ اگر کوئی شافعی مذہب والا ایک رکعت وتر پڑھتا تھا پھر حنفی ہو گیا اور تین رکعت کو جائز سمجھنے لگا تو اس کو ان پہلے پڑھے ہوئے وتروں کی قضا لازم نہیں ہے آئندہ سے تین رکعت وتر پڑھا کرے۔ اسی طرح اگر کوئی مالکی مذہب والا تیمم صرف کلائی تک کرتا تھا پھر حنفی ہو گیا تو اس کو ان نمازوں کی قضا لازم نہیں جو تیمم صرف کلائی تک کر کے پڑھی تھیں۔ اور اگر کوئی حنفی اپنی جہالت کی وجہ سے کسی سے پوچھے بغیر ایک رکعت وتر پڑھتا رہا یا کلائی تک تیمم کرتا رہا پھر کسی سے پوچھا اور اس نے وتر کی تین رکعتوں کا حکم کیا یا تیمم کہنی تک بتایا تو جس قدر وتر کی نمازیں اس حالت میں پڑھی ہیں یا جو نمازیں کلائی تک تیمم کر کے پڑھی ہیں ان سب کا اعادہ کرے۔

(۶) کسی نابالغ لڑکے نے عشا کی نماز پڑھی پھر سو گیا اور اس کو احتلام ہوا تو اب اس پر نماز فرض ہو گئی اور سونا خطاب شرع کا مانع نہیں ہے پس اگر وہ فجر کے طلوع ہونے سے پہلے جاگ گیا تو عشا کی نماز کو دوبارہ پڑھے اور اس کی پہلے پڑھی ہوئی نماز نفل ہو جائے گی اور اگر وہ لڑکا فجر طلوع ہونے کے بعد جاگا تو بعض کے نزدیک عشا کی نماز قضا کرے گا یہی مختار ہے۔ لڑکی کا حکم اس کے خلاف ہے پس اگر لڑکی فجر کے طلوع ہونے سے پہلے حیض کے ساتھ بالغ ہوئی تو عشا کی قضا اس پر واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ جب واجب ہونے کی حالت میں حیض آجاتا ہے تو نماز کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور جب وجوب کے ساتھ ہی حیض ہو تو بدرجہ اولیٰ وجوب کا مانع ہوگا۔ اور اگر لڑکی بھی احتلام کے ساتھ بالغ ہو تو وہی حکم ہے جو لڑکے کا ہے اس مسئلہ کی یہ صورت علامت کے ساتھ بالغ ہونے کی تھی اور اگر لڑکا یا لڑکی اپنی عمر کے حساب سے یعنی پورے پندرہ سال کا ہو کر بالغ ہوا (اور بلوغ کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی) تو اس وقت کی نماز جس میں وہ پورے پندرہ سال کا ہوا ہے اگر پہلے پڑھ چکا ہے نفل ہو جائیگی اور اس کا اعادہ فرض ہے۔

(۷) کسی عورت کی ایک نماز قضا ہو گئی پھر اس کو حیض ہوا پھر جب وہ حیض سے پاک ہو گئی تو اس قضا نماز کے یاد ہوتے ہوئے اور وقت میں گنجائش کے باوجود اس کو قضا نہ کیا اور وقتی نماز پڑھی تو درست نہیں ہے (لہذا پہلے قضا پڑھے پھر وقتی نماز کا اعادہ کرے۔ ایام حیض کا فاصلہ معتبر نہیں ہے خواہ کتنا ہی زیادہ ہو کیونکہ جب نماز ان دنوں میں ساقط ہو گئی تو چھ نمازیں قضا جمع نہ ہوں پس وہ صاحب ترتیب ہے۔ مولف)۔

(۸) اگر کسی شخص کے ذمہ کوئی قضا نماز باقی نہیں ہے اور نہ ہی کراہت تحریمیہ کی وجہ سے کسی نماز کا لوٹانا اس کے ذمہ واجب ہے پھر بھی وہ اپنی عمر کی نمازیں احتیاط کے طور پر قضا کرتا ہے تو اگر کراہت تنزیہی کی وجہ سے ہے تو لوٹانا بہتر اور مستحب ہے اور اگر صرف شبہ اور وہم ہے کہ شاید کوئی نقصان فساد و کراہت نماز واقع ہوا ہو تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بلا کراہت جائز ہے مگر اس کو چاہئے کہ اوقات مکروہہ نوافل یعنی فجر کے وقت میں اور عصر کی نماز کے بعد

نہ پڑھے۔ اور وہ شخص ایسی احتیاطی قضا کی ہر رکعت میں الحمد اور سورت پڑھے تاکہ اگر اس کے ذمہ کوئی فرض باقی نہ ہو تو وہ نفل ہو جائیں اور مغرب کی نماز میں چار رکعتوں کو تین قعدوں سے پڑھے اس طرح کہ تیسری رکعت کے بعد قعدہ میں صرف تہجد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت اور بلا کر چار پوری کر لے اور سجدہ سہو بھی کرے پس اگر اس کے ذمہ مغرب باقی تھی تو وہ ادا ہو جائے گی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہیں کرتی اور اگر مغرب اس کے ذمہ نہیں تھی تو یہ چاروں نفل ہو جائیں گی اور قعدہ کی زیادتی نفل کو باطل نہیں کرتی۔ اور وہ شخص وتر کی بھی چار رکعت تین قعدوں سے مغرب کی طرح ادا کرے اور بدستور تیسری رکعت میں قنوت بھی پڑھے پس اگر وتر اس کے ذمہ ہے تو ادا ہو جائیں گے اور نفل کی نماز میں قنوت پڑھنے سے کوئی نقصان نہیں ہے۔ (اگر مغرب وتر کی تین رکعتیں پڑھے گا تو چونکہ ان کے نفل واقع ہونے کا احتمال ہے اور نفل کی تین رکعتیں پڑھنا مکروہ ہے اس لئے اس کیلئے ایسا کرنا مکروہ و گناہ ہے اور ایک رکعت بلا کر بطریق مذکور اس کراہت محتملہ سے بچ سکتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو یہ روایت مشہور ہے کہ انھوں نے اپنی تمام عمر کی نماز میں احتیاط کی بنا پر لوٹائی تھیں۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے لیکن اگر صحیح مان لیا جائے تو کہا جائے گا کہ ان کی ادائیگی میں ہی صورت اختیار کی ہوگی جو اوپر مذکور ہوئی ہے اور سلف میں سے اور بہت سے بزرگوں سے شبہ فساد کی وجہ سے نمازوں کا اس طریق سے لوٹانا منقول و ثابت ہے۔)

(۹) قضائے عمری میں اگر کچھ نمازیں یقینی ہیں اور کچھ شک کے طور پر ہیں تو جو قضائیں یقینی ہیں ان کی قضا دینا فرض ہے پس جب یقینی قضائیں سب ادا کر چکے تو جو قضائیں شک کے درجہ میں ہیں یعنی ان کے فوت ہونے کا ظن غالب نہیں ہے تو ان کی قضا دینا مستحب اور ان کا وہی طریقہ ہے جو ۸ میں بیان ہوا۔ (جس شخص کو یاد نہ ہو کہ اس کے ذمہ کتنی قضا نمازیں ہیں وہ گمان غالب پر عمل کرے اور احتیاطاً اس سے کچھ زیادہ ہی پڑھ دے۔ مؤلف)

(۱۰) بعض لوگ قضائے عمری شب قدر یا اخیر جمعہ رمضان میں جماعت سے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر کی قضائیں اسی ایک نماز سے ادا ہو گئیں یہ باطل محض ہے۔

اد۱) اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں اور روزے قضا ہو گئے اور ان کی قضا کرنے کی مرتے وقت فریہ نماز کے مسائل تک نوبت نہیں آئی تو اس کو مرتے وقت ان قضا نمازوں اور روزوں کی طرف سے فریہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے اگر نہیں کرے گا تو گناہ ہوگا۔

(۲) اگر کوئی شخص مر اور اس پر بہت سی نمازیں اور روزے قضا ہیں اور اس نے اپنی نمازوں اور روزوں کا کفارہ دینے کی وصیت کی تو یہ وصیت ترکہ کے ایک تہائی مال میں جاری ہوگی خواہ وصیت زیادہ کی ہی کی ہو پس اس کے چھوڑے ہوئے مال کے ایک تہائی میں سے ہر نماز کے واسطے صدقہ فطر کی مقدار یعنی نصف صاع گہوں یا ایک صاع جو دیا جائے یا اس کی قیمت دیدی جائے بلکہ یہ افضل ہے کیونکہ فقیر کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں۔ ہر وتر نماز کے لئے بھی اسی قدر

اور ہر روزہ کے لئے بھی اسی قدر فدیہ دے۔ (صلع وغیرہ کی تفصیل صدقہ فطر کے بیان میں آئیگی۔ انشا اللہ)۔

(۳) اگر کسی متوفی نے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا یا جو کچھ چھوڑا ہے اس کی تہائی اس کی قضا نمازوں و روزوں وغیرہ کے کفارہ کے لئے کافی نہیں ہے یا اس نے کچھ وصیت نہ کی ہو تو اس کے وارث پر کوئی چیز واجب نہیں ہے لیکن اگر اس کا وارث اپنی طرف سے احسان کے طور پر ادا کرنا چاہے تو جائز ہے پس اگر وہ ترکہ میں سے بغیر وصیت احساناً فدیہ ادا کرے تو یہ اس وقت جائز ہے کہ ترکہ تقسیم ہو جائے اور پھر وہ وارث اپنے حصہ میں سے دے یا سب وارث مل کر رضامندی سے دیں اور ان میں کوئی نابالغ نہ ہو، یا نابالغ کا حصہ نکال کر بالغ اپنے حصہ میں سے دے۔ اور ترکہ نہ ہونے کی صورت میں وارث یہ جیلہ کرے تو جائز ہے کہ نصف صاع گہیوں یا ایک صاع جو یا اس کی قیمت اپنے پاس سے یا قرضہ لے کر کسی مسکین کو فدیہ میں دیدیں اور اس کا قبضہ کرادیں اور پھر وہ مسکین اپنی طرف سے اس کے کسی وارث کو ہبہ یا صدقہ کر دے اور وہ بھی اس پر قبضہ کر لے پھر یہ مسکین کو دیدے اسی طرح لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ سب کفارہ پورا ہو جائے اور جب بہت زیادہ نمازیں روزے وغیرہ ہوں تو لوٹ پھیر کے دور کم کرنے کی سہولت کے لئے مثلاً ایک سال یا دو سال کا فدیہ حساب کر کے اپنے پاس سے یا قرضہ سے لیکر لوٹ پھیر کریں اور ایک ایک یا دو دو سال کا حساب کر کے پورا فدیہ ادا کر دیں۔ اور اگر وصیت کی مگر ترکہ اتنا کافی نہیں ہے کہ سب کا فدیہ ادا ہو سکے تو جس قدر ادا ہو سکتا ہے اس قدر اس تہائی ترکہ میں سے دیا جائے اور باقی رہی ہوئی نمازوں و روزوں وغیرہ کے لئے وہی جیلہ کریں جو بیان ہوا ہے۔ (لیکن یہ جیلہ کسی سمجھ دار مسکین آدمی کے ذریعہ سے کریں جو صحیح دل سے ہبہ یا صدقہ کرے کسی دباؤ سے نہ ہو، واللہ اعلم۔ مؤلف)

(۴) اگر کسی میت کے مال کی تہائی کافی ہے لیکن اس نے وصیت یہ کی کہ اس میں سے تھوڑا لیکر لوٹ پھیر کر کے فدیہ پورا کر لیں اور باقی ورثا لے لیں یا باقی کسی کے اوپر احسان کرنے کی یعنی بخش کر دینے کی وصیت کی تو گنہگار ہوگا کیونکہ جو کچھ اس پر واجب ہے اس کو ترک کیا۔

(۵) بہت سی یا کل نمازوں و روزوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دیدینا جائز ہے لیکن روزہ قسم اور ظہار وغیرہ کے کفارہ میں ایک فقیر کو ایک دن میں ایک سے زیادہ کا فدیہ دینا جائز نہیں کیونکہ ان سب میں عدد شرط ہے (تفصیل اپنی اپنی جگہ پر آئیگی انشا اللہ) لیکن ایک دن کا فدیہ تقسیم کر کے ایک سے زیادہ فقیروں کو دینا یعنی کسی فقیر کو نصف صاع گہیوں سے کم دینا نماز و روزہ قسم ظہار وغیرہ کسی فدیہ و کفارہ میں دینا جائز نہیں برخلاف صدقہ فطر کے کہ اس کا تقسیم کر کے دینا جائز ہے۔ پس اگر پانچ نمازوں کے فدیہ میں سے سوا دو صاع گہیوں ایک فقیر کو دیئے اور ایک چوتھائی صاع ایک فقیر کو دیا تو چار نمازوں کا جائز ہوگا پانچویں نماز کا جائز نہ ہوگا یہی معتد ہے۔

(۶) مرض الموت میں کسی شخص کو اپنی نماز کا فدیہ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ نماز جب تک اشاروں سے بھی پڑھ سکتا ہے پڑھنی چاہئے اگر اس سے بھی عاجز ہو جائے تو نماز معاف ہے اس لئے فدیہ کی ضرورت نہ رہی پس اگر قضا میں رہ گئیں تو وہ وارثوں

کے لئے وصیت کر جائے کہ وہ اس کے تہائی ترکہ میں سے دیدیں لیکن روزوں کا فدیہ بہت زیادہ بڑھاپے کے وقت دینا ہے۔
 خواہ رمضان المبارک کے شروع میں دیدے یا درمیان میں یا اخیر میں ہر طرح جائز ہے۔ اور بوڑھے شیخ فانی کے سوا اور کسی کو اپنے
 دونوں کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا جائز نہیں۔ حتیٰ کہ اگر مریض یا مسافر روزے نہ رکھے تو دوسرے ایام میں یعنی جب مسافر سفر
 سے آجائے یا مریض تندرست ہو جائے ان کی قضا دے اور اگر دوسرے ایام میں نہ رکھے تو اس کو فدیہ کی وصیت کرنا فرض ہے
 اور اگر دوسرے ایام اس کو نہیں آئے یعنی مسافر اسی سفر میں یعنی اقامت سے پہلے یا مریض اسی مرض میں فوت ہو گیا تو ان پر
 وہ روزے لازم نہیں ہوئے یعنی معاف ہو گئے اور اس پر کوئی فدیہ لازم نہیں ہوا۔ بخلاف شیخ فانی کے کہ روزے ادا یا قضا کرنے
 سے اس کا عجز موت سے پہلے متحقق ہو گیا پس وہ اپنی زندگی میں فدیہ دیدے نیز شیخ فانی کے بارے میں روزہ کا فدیہ ادا
 کرنے کی نص وارد ہے اور کسی کی نہیں۔

(۷) بعض ناواقف لوگ فدیہ اس طرح دیتے ہیں کہ نمازوں و روزوں وغیرہ کے فدیہ کی قیمت لگا کر سب کے
 بدلہ میں ایک قرآن مجید دیدیتے ہیں یا کسی فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دے کر اپنے ذمہ قرض لے لیا اور اس قرض کے بدلہ
 میں ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہیں یہ محض بے اصل بات ہے اس طرح کل فدیہ ادا نہیں ہوتا بلکہ صرف اسی قدر
 ادا ہوگا جس قیمت (ہدیہ) کا قرآن شریف ہے۔ بعض جگہ لوگ یہ جیلہ کرتے ہیں کہ اپنے نمازوں و روزوں و زکاتوں و قربانیوں
 اور کفارات وغیرہ کے لئے معمولی رقم کی وصیت کرتے ہیں اور بڑی وصیت اس بات کی کرتے ہیں کہ ختم قرآن و کلمہ شریف وغیرہ
 کے پڑھوادیے جائیں اور وہ رقم ان پڑھنے والوں کو دیدی جائے یہ بالکل ناجائز ہے فدیہ و کفارہ کا ادا ہونا تو کہاں بلکہ
 گنہگار ہونا ہے کیونکہ دنیاوی غرض کے لئے یعنی اجرت پر قرآن پڑھنا پڑھانا جائز نہیں ہے اور اس پر اجرت لینے اور دینے
 والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور اسقاط فدیہ و کفارہ وغیرہ کے لئے لوگ اور بھی ناجائز قسم کے جیلہ کرتے ہیں ان سب پر نیز لازمی
 (۸) اگر کسی میت نے اپنے کسی وارث کو وصیت کی مثلاً باپ نے اپنے بیٹے کو مرتے وقت کہا کہ میری طرف سے
 کچھ دنوں کی نمازیں اور روزے قضا کر دینا تو اس وارث کے میت کی طرف سے ادا کر دینے سے میت کے ذمہ سے وہ فرض نہیں
 اتر سکتا اس لئے کہ نماز و روزہ خالص بدنی عبادت ہے جس میں نیابت جاری نہیں ہوتی بخلاف حج کے۔ جاننا چاہئے کہ
 عبادت تین قسم کی ہے اول محض مالی جیسے زکوٰۃ اس میں حالت عجز میں نیابت صحیح ہے ورنہ نہیں۔ دوم محض بدنی
 اور وہ نماز و روزہ ہے ان میں مطلقاً نیابت صحیح نہیں ہے۔ سوم مرکبہ جیسے حج پس اگر حج نفل ہے تو مطلقاً نیابت
 درست ہے اور اگر حج فرض ہے تو ایسے عجز کے وقت نیابت صحیح ہے جو موت تک دائمی ہو ورنہ صحیح نہیں تفصیل
 اپنے اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ۔

سجده سہو کا بیان

سہو بھول جانے کو کہتے ہیں۔ شک کسی چیز کے ہوتے نہ ہونے میں تردد کرنے کو کہتے ہیں جبکہ کسی جانب کو ترجیح و غلبہ ہو اور اگر تردد کے وقت کسی جانب کو ترجیح و غلبہ حاصل ہو تو اس کو ظن کہتے ہیں اور اگر وہ ظن بہت زیادہ ہو لیکن یقین کے درجہ تک نہ پہنچا ہو تو اس کو غلبہ ظن کہتے ہیں اور جو جانب مغلوب ہے اس کو وہم کہتے ہیں۔ سہو اور نسیان میں لغت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، دونوں کے معنی ہیں چیز کا ضرورت کے وقت یاد نہ آنا لیکن بعض کے نزدیک یہ فرق ہے کہ کسی معلوم چیز سے ایسی غفلت ہو جائے کہ ادنیٰ سی تنبیہ پر وہ یاد آجائے اس کو سہو کہتے ہیں اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہیں لیکن فقہاء کے نزدیک سہو اور نسیان اور شک کا ایک ہی حکم ہے۔ اس بیان میں پہلے سجده سہو کے مسائل بیان ہوں گے پھر نماز میں شک ہو جانے کے مسائل کا بیان ہوگا۔

جب کبھی نماز میں کسی زیادتی ہو کر ایسا نقصان واقع ہو جائے کہ اس سے نماز فاسد تو نہیں سجده سہو کی تعریف ہوتی لیکن نماز کے ختم پر سجده سہو کر کے اس نقصان کی تلافی ہونا شرع شریف نے مشروع کر دیا ہے پس اس تلافی کے لئے جو دو سجدے نماز کے ختم پر ختم نماز کے سلام سے پہلے کئے جاتے ہیں ان کو سجده سہو کہتے ہیں۔ اور وہ نقصان جس سے سجده سہو لازم آتا ہے نماز میں بھول کر کسی فرض یا واجب میں تاخیر ہونا یا کسی واجب کا ترک ہونا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حکم (۱) سجده سہو کی ضرورت کے وقت سجده سہو کرنا واجب ہے یہی صحیح ہے اور اس کے ترک پر گنہگار ہوگا اور یہ گناہ نماز کے ٹوٹانے سے دور ہو جائے گا اور سجده سہو کے لئے دو سجدے کرنا واجب ہے لیکن سجده سہو کا واجب ہونا اس وقت ہے جبکہ وقت میں اس کی گنجائش ہو اور بکروہ وقت نہ ہو ورنہ سجده سہو ساقط ہو جائے گا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(۲) سجده سہو کا حکم فرض و واجب و سنت و نفل سب نمازوں میں برابر ہے یعنی ہر قسم کی نماز میں ترک واجب پر سجده سہو واجب ہے۔ (۳) اگر نماز میں ایک سے زیادہ مرتبہ سہو ہوا خواہ متعدد سہو ایک ہی جنس کے ہوں یا مختلف جنس کے ہوں ایک دفعہ سجده سہو یعنی سہو کے دو ہی سجدے کافی ہیں حتیٰ کہ اگر نماز کے تمام واجبات چھوڑ دیئے تب بھی دو ہی سجدے کافی ہوں گے دو سے زیادہ سہو کے سجدے مشروع نہیں ہیں۔ مسبق امام کے ساتھ سجده سہو کرتا ہے پھر اپنی بقیہ نماز میں سہو ہو جانے کی صورت میں دوبارہ سجده سہو کرتا ہے تو وہ اس مسئلہ کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی نماز میں منفرد ہوتا ہے۔ پس وہ حکماً دو نماز میں ہو گئیں اگرچہ تحریراً ایک ہی ہے پس یہ ایک نماز میں تکرار سجده سہو نہیں ہوا۔

متعلقاً قدرۃ اخیرہ میں تشہد (التحیات) پڑھنے کے بعد ایک طرف یعنی صرف دائیں طرف سجده سہو کرنا طریق مع ضروری احکام اسلام پھیرے اور اشارہ کر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے اور نماز کے سجدہ کی طرح

سجدہ کرے اور اس میں بدستور تین مرتبہ یا زیادہ تسبیح (سبحان ربی الاعلیٰ) پڑھے پھر تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے اور اطمینان سے بیٹھ کر پھر تکبیر کہتا ہوا دوسرا سجدہ اسی طرح کرے پھر الحمد اکبر کہتا ہوا سجدہ سے سر اٹھائے اور بیٹھ کر التیحات اور درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے اور نماز ختم کرے یہی طریقہ اصح ہے یہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر عامۃ الناس کا عمل چلا آ رہا ہے اور یہی درست ہے یعنی خواہ نماز میں زیادتی کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوا ہو یا کسی کی وجہ سے ہر حال میں ایک طرف یعنی دائیں طرف کا سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنا درست و افضل ہے لیکن اگر کوئی ایک سلام بھی نہ پھیرے اور سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لے تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے اور نماز ٹوٹانے کی ضرورت نہیں کیونکہ مجتہد فیہ ہے۔ یا سامنے ہی سلام کہہ کر سہو کے سجدے کر لئے جائیں تب بھی جائز ہے۔ ایک روایت کے مطابق دونوں طرف سلام پھیرے پھر سجدہ سہو کرے لیکن قوی بات یہ ہے کہ ایک ہی طرف یعنی دائیں طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے اگر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو سجدہ سہو نہ کرے بلکہ نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلا سلام دو چیزوں یعنی نماز سے باہر ہونے اور قوم کی تہمت کے لئے ہے اور دوسرا سلام صرف باقی نمازیوں کی تہمت کے لئے ہے اس لئے یہ دوسرا سلام کلام کی مانند ہو گیا اور کلام متانی نماز ہے اس لئے سجدہ سہو کو ساقط کرتا ہے پس اعادہ لازم ہے۔

(۲) درود اور دعا سجدہ سہو کے بعد کے قعدہ میں پڑھے یہی صحیح و مختار ہے اور بعض کے نزدیک سجدہ سہو کرنے سے پہلے کے قعدہ میں پڑھ لے بعد کے قعدہ میں نہ پڑھے اور بعض کے نزدیک زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے اور بعد دونوں قعدوں میں التیحات کے ساتھ درود دعا پڑھ لے اس لئے پہلی جگہ بھی پڑھ لینا ہی بہتر ہے لیکن نہ پڑھنے میں بھی نقصان نہیں۔

(۳) سہو کے دونوں سجدوں کے بعد قعدہ کرنا نماز کا رکن نہیں ہے۔ نماز کا رکن وہی قعدہ ہے جو سجدہ سہو سے پہلے کیا گیا ہے اور وہ قعدہ سجدہ سہو سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ وہ قوی ہے بوجہ رکن و فرض ہونے کے البتہ سجدہ سہو سے اس قعدہ کا تشہد اور سلام باطل ہو جاتا ہے۔ سجدہ سہو کے بعد قعدہ کا حکم اس لئے ہوا تا کہ نماز کا ختم قعدہ پر ہو اور چونکہ تشہد و سلام باطل ہو چکا ہے اب تشہد کا پڑھنا بغیر قعدہ کے نہیں ہو سکتا ہے اس لئے یہ قعدہ مشروع و واجب ہوا۔ پس اگر کسی شخص نے سجدہ سہو کے بعد کا قعدہ چھوڑ دیا اور کھڑا ہو گیا یا چل دیا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی یعنی نماز کے شرائط پورے ہو جائیں گے لیکن اس کو قعدہ کرنا اور التیحات پڑھنا اور سلام پھیرنا واجب تھا جن کو اس نے ترک کیا اس لئے اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ لیکن نماز کے سجدہ اصلی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ اور تشہد دونوں بیکار ہو جاتے ہیں پس اگر نماز کا کوئی سجدہ رہ گیا تھا یا سجدہ تلاوت اپنے موقع پر نہیں کیا اور اب قعدہ اخیرہ کے بعد کیا تو وہ قعدہ جانا رہا اب دوبارہ قعدہ کرنا فرض ہے۔ اگر بغیر قعدہ کے نماز ختم کر دی تو نماز صحیح نہ ہوئی اور اس کا لوٹانا فرض ہے وجہ یہ ہے کہ سجدہ اصلی اقویٰ ہے کیونکہ وہ رکن اصلی ہے اور قعدہ اخیرہ رکن زائد ہے۔ اور سجدہ تلاوت کی صورت میں

اگرچہ سجدہ تلاوت واجب ہے لیکن یہ وجوب ادا سے پہلے ہے چنانچہ اگر کوئی ادا نہ کرے تو نماز صحیح ہو جائے گی اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہوگا کیونکہ یہ واجبات نماز میں سے نہیں ہے واجبات تلاوت میں سے ہے لیکن ترک کی وجہ سے گنہگار ہوگا جس کے لئے توبہ و استغفار ضروری ہے۔ ادا کرنے کے بعد قرأت کے تابع ہونے کی وجہ سے رکن اصلی کا حکم اختیار کر لیتا ہے بخلاف سجدہ سہو کے کہ وہ واجب ہے اور قعدہ اخیرہ رکن ہے اس لئے واجب رکن کو بوجہ ضعف کے باطل نہیں کر سکتا۔

جن چیزوں سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے (۱) جب نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے۔

(۲) جب کسی واجب میں بھول کر تاخیر ہو جائے۔ (۳) جب کسی فرض میں بھول کر تاخیر ہو جائے۔ (۴) جب بھول کر کسی فرض کو مقدم کر دے۔ (۵) جب کسی فرض کو بھول کر دوبارہ کر دے مثلاً دو رکوع کر دیئے۔ (۶) جب بھول کر کسی واجب کی کیفیت بدل دی مثلاً آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا یا جہر کی جگہ آہستہ پڑھا۔ درحقیقت ان سب صورتوں میں سجدہ سہو کا سبب ترک واجب ہی ہے (کیونکہ تاخیر فرض و واجب کی صورت میں دوسرا فرض و واجب جو متصل کرنا تھا ترک ہوا ہے یہی صورت تکرار و تقدیم فرض و تبدیل کیفیت کی بھی ہے کہ واجب ترک ہو کر ہی یہ صورتیں مرتب ہوتی ہیں۔ مولف)

جن صورتوں میں سجدہ سہو تدارک ممکن نہیں بلکہ اعادہ ضروری ہے (۱) اگر نماز کے فرائض میں سے کوئی چیز عمدتاً چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اس کے لئے سجدہ سہو

جائز نہیں بلکہ نماز کا لوٹانا فرض ہے۔ اور اگر بھولے سے کوئی فرض چھوٹ جائے اور قضا میں اس کا عوض ممکن ہے تو قضا کرے یعنی سلام سے پہلے اس کو کر لے اور تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو کر لے تو نماز صحیح ہو جائے گی جیسا کہ نماز کا سجدہ چھوٹ گیا وغیرہ جس کی تفصیل آگے آتی ہے اگر اس کو نماز میں سلام سے پہلے ادا نہیں کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲) نماز کے واجبات میں سے اگر کوئی چیز دانستہ چھوڑ دے تو نماز فاسد تو نہیں ہوتی لیکن ایسی ناقص ہوتی ہے کہ سجدہ سہو سے اس کا تدارک نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا لوٹانا واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر سہو کوئی واجب ترک ہو اور سجدہ سہو نہ کیا جب بھی اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

جن صورتوں میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اور نماز کا اعادہ بھی ضروری نہیں ہے (۱) ترک سنت و مستحب پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا پس اعوذ باللہ بسم اللہ، سبحانک اللہم تکبیرات انتقالات یعنی جھکنے اٹھنے وغیرہ کی تکبیریں چھوڑ دینے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا لیکن عیدین کی نماز کی

دوسری رکعت کے رکوع میں جانے کی تکبیر واجب ہے اس لئے اس کے چھوڑ دینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے عیدین کی نماز میں یا اور نمازوں میں جہاں رفع یدین سنت ہے وہاں رفع یدین کا چھوڑ دینا یا ہاتھ باندھنے میں بائیں ہاتھ اوپر اور دایاں نیچے رکھنا یا بھول کر اول بائیں طرف کو سلام پھیر دینا یا رکوع و سجدہ میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے اس کو

ترک کر دینا یا آپس میں بدل دینا یا زکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ من حمدہ نہ کہنا یا آخری قعدہ میں درود و دعائے پڑھنا وغیرہ
غرض کہ جو چیزیں فرض و واجب نہیں ہیں بلکہ سنت و مستحب ہیں ان کے ترک پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے اور نہ ہی نماز
کا اعادہ لازم آتا ہے لیکن ان سنن و مستحبات کے ترک پر اعادہ کر لینا مستحب ہے خواہ ترک سہو ہو یا قصداً۔
(فرائض و واجبات و سنن کی تفصیل صفت نماز میں بیان ہو چکی ہے)۔

(۲) اگر کوئی ایسا واجب ترک ہو جو نماز کے واجبات میں سے نہیں ہے بلکہ اس کا وجوب امر خارج سے ہے
تو سجدہ سہو واجب نہیں مثلاً خلاف ترتیب قرآن مجید پڑھنا ترک واجب ہے مگر ترتیب کے موافق پڑھنا واجبات
نماز میں سے نہیں بلکہ واجبات تلاوت سے ہے اس لئے اس پر سجدہ سہو واجب نہیں لیکن سجدہ تلاوت کی تاخیر پر
سجدہ سہو واجب ہونا ہے حالانکہ یہ واجبات تلاوت میں سے ہے نہ کہ واجبات نماز میں سے لیکن جب ادا کر لیا تو اب
یہ قرأت کے تابع ہو کر اس کے حکم میں ہو گیا (فافہم)۔

(۱) وقت تنگ ہونا پس اگر کسی شخص پر صبح کی نماز میں سجدہ سہو تھا
جن صورتوں میں سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور اس نے پہلا سلام پھیرا تھا اور ابھی سجدہ سہو نہیں کیا تھا کہ سورج
نکل آیا تو اس سے سجدہ سہو ساقط ہو گیا اور اس پر اس نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر جمعہ و عیدین کا وقت
جاتا ہے گا تب بھی سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا اور اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

(۲) وقت مکروہ و ممنوع نہ ہونا، اگر کسی شخص کو عصر کی نماز میں سجدہ سہو واجب ہو اور پہلا سلام پھیرنے
کے بعد سجدے کرنے سے پہلے سورج متغیر ہو گیا تو سجدہ سہو ساقط ہو گیا۔ (طلوع آفتاب، نصف النہار اور غروب
کے وقت یعنی سورج متغیر ہونے کے بعد سجدہ کرنا اور سجدہ والی نماز پڑھنا منع و مکروہ تحریمی ہے پس ان وقتوں میں سجدہ
سہو بھی مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا اور پھر اس نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے۔ بعض فقہانے اس کو صرف
قضا نماز کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور بعض کے نزدیک قضا اور ادا دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔

(۳) جو چیز نماز کو توڑنے والی اور مانع بنا ہے مثلاً عمدہ حدث کرنا یا کلام کرنا وغیرہ اگر سلام کے بعد وہ چیز پائی
گئی تو اس سے سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے پس اگر سجدہ سہو کا ساقط ہونا نمازی کے اپنے فعل سے واقع ہوا ہے تو اعادہ
واجب ہے ورنہ نہیں۔ (بعض نے کہا کہ خواہ اپنے فعل سے ہو یا بغیر اپنے فعل کے ہر حال میں اعادہ کرے کیونکہ نماز
ناقص واقع ہوئی ہے اور سجدہ سہو سے اس کا تدارک نہیں ہو سکتا تھا اس لئے لامحالہ اعادہ لازمی ہے کیونکہ دونوں
میں سے ایک ضروری ہے جب ایک ساقط ہو تو دوسرا لازم ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب)

(۴) اگر کسی پر فرض نماز میں سہو ہو اور سلام کے قبل اس نے اس پر عمدہ انفل کی بنا کر لی تو نفل کے بعد سجدہ سہو نہ کرے
کیونکہ اب اس سے یہ ساقط ہے لیکن ان فرضوں کا لوٹانا واجب ہوگا کیونکہ وہ دو واجبوں یعنی سجدہ سہو کے ترک

اور عذر اسلام کی تاخیر کے باعث کراہت تحریمی سے ادا ہوتے ہیں لیکن اگر بھول کر نقلوں کی بنا فرضوں پر ہو گئی جیسا کہ فرض کی چوتھی رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ کے بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو چھٹی رکعت اور ملائے تاکہ یہ دو رکعت نقل ہو جائیں لیکن چونکہ یہ نفل عذر فرضوں پر بنا نہیں کئے گئے اس لئے غیر مقصود ہونے کی وجہ سے علیحدہ نماز نہیں ہوتی اور فرض کے سلام میں تاخیر بھی عذر نہیں ہوتی اس لئے اس کا اعادہ لازم نہیں اور اس صورت میں سجدہ سہولاً لازم ہے بخلاف پہلی صورت کے اور اگر نقل کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں سہو ہوا اور سجدہ سہو کرنے سے قبل اسی پر بنا کر کے دو رکعتیں اور پڑھیں تو اخیر میں سجدہ سہو کر لے کیونکہ یہ دونوں دوگانے ایک نماز ہونے کے سجدہ سہو کے متعلق اصول بیان ہو چکے اب جزئیات مسائل بیان ہوتی ہیں۔

سجدہ سہو واجب ہونے کی جزئیات مسائل

(۱) الحمد اور سورت کی قرأت کے متعلق۔ اگر فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں یا فاتر اور سنتوں و نقلوں کی کسی رکعت میں سورہ

الحمد چھوڑ دی تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ اگر سورہ الحمد کی ایک آیت بھی چھوڑ گیا تو سجدہ سہو ہوگا کیونکہ پوری سورہ الحمد یعنی اس کی ہر آیت کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر فرضوں کی اخیر کی دو رکعتوں میں الحمد پڑھنا چھوڑ دیا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ اگر فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورت ملانے سے پہلے الحمد دوبارہ پڑھے یا دوسری دفعہ آدھی سے زیادہ پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ لیکن اگر سورت ملانے کے بعد دوبارہ الحمد پڑھے یا فرضوں کی اخیر کی دو رکعتوں میں الحمد دوبارہ پڑھے تو اس پر سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ اگر پہلی مرتبہ الحمد پڑھی تھی مگر ایک حرف باقی رہ گیا تھا یا بہت سی (یعنی آدھی سے زیادہ) الحمد پڑھی تھی تو پوری سی باقی رہ گئی تھی اور پھر اسی رکعت میں بھول کر دوبارہ الحمد پڑھی تو وہ دو مرتبہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔ اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں فقط الحمد پڑھی اور بھول کر سورہ چھوڑ دی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اگر الحمد کے ساتھ ایک یا دو چھوٹی آیتیں پڑھیں اور بھول کر رکوع میں چلا گیا اور رکوع میں یاد آیا تو پھر قیام کا اعادہ کرے اور تین آیتیں پوری کرے اور پھر رکوع کا اعادہ کرے اور اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اگر فرضوں کی اخیر کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اگرچہ قصداً ملانی ہو، اسی پر فتویٰ ہے مگر امام کو نہ چاہئے۔ اسی طرح اگر کھلی رکعتوں میں الحمد نہ پڑھی تب بھی سجدہ سہو نہیں ہے۔ اگر سورہ کو الحمد پر مقدم کیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا پس اگر پہلی یا دوسری رکعت میں الحمد بھول گیا اور تھوڑی سی سورت پڑھنے کے بعد یاد آیا تو سورت کو چھوڑ دے اور الحمد پڑھے پھر سورہ پڑھے اور اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا جبکہ وہ الحمد سے پہلے سورہ کی کم سے کم ایک آیت پڑھے چکا ہو، اس سے کم پڑھا ہو تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ رکن کی مقدار سے کم ہوگی اور قرأت میں رکن کی مقدار ایک آیت پڑھنا ہے جو باعث تاخیر ہے۔ اسی طرح اگر پوری سورت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے یا رکوع میں یا رکوع سے سزاٹھانے کے بعد یاد آیا کہ الحمد نہیں پڑھی تو واپس لوٹے اور الحمد پڑھے پھر سورہ اور رکوع کا

اعادہ کرے اور سجدہ سہو کرے تاکہ اٹھ اور سورۃ ترتیب وار ہو جائیں اور پہلا رکوع قرأت کی طرف لوٹنے سے لغو ہو جانے کی وجہ سے اس کا اعادہ فرض ہے اگر رکوع کا اعادہ نہیں کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قرأت کے ارادہ سے رکوع سے کھڑا ہوا پھر اس کو معلوم ہوا کہ قرأت کر چکا ہے پس وہ سجدہ میں چلا گیا اور قرأت نہیں کی اور رکوع کا اعادہ نہیں کیا تو بعض نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ قرأت کے لئے کھڑا ہونے سے اس کا رکوع باطل ہو گیا۔ اگرچہ بعض کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی (جیسا کہ مفسرین نماز میں بھی آیا ہے) اگر بغیر سورت پڑھے رکوع کر دیا پھر یاد آیا تو رکوع سے واپس لوٹے اور سورت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے اور اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا ہی صحیح ہے۔ اگر صرف اٹھ یا سورت چھوٹ جانے کی صورت میں رکوع سے ان کے پڑھنے کی طرف نہ لوٹے بلکہ ایسے ہی نماز پوری کر لے اور اخیر میں سجدہ سہو کر لے تب بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔ اگر رکوع یا سجدہ یا تشهد میں بھول کر قرأت کی تو سجدہ سہو واجب ہوگا لیکن تشهد کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ قعدہ اخیرہ کا تشهد ہے اور اس میں پہلے قرابت پڑھی پھر تشهد پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر پہلے تشهد پڑھا اور پھر قرابت پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا اور پہلے قعدہ کی صورت میں ہر حال میں سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ بعد میں پڑھنے سے قیام میں تاخیر ہوگئی۔

اگر پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھی اور دوسری رکعت میں اس سے پہلے کی سورت پڑھی مثلاً پہلی میں قل یا ایہا الکفرون پڑھی اور دوسری میں انا اعطیناک پڑھی تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا (لیکن دانستہ ایسا کرنا مکروہ ہے بھول کر ہو تو مکروہ بھی نہیں)۔ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور اس وقت سجدہ تلاوت کرنا بھول گیا پھر اس کو یاد آیا اور سجدہ تلاوت کیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اس لئے کہ سجدہ تلاوت کو آیت سجدہ کے ساتھ ملانا واجب ہے اور اس سے ترک ہوا اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں پہلا قول اصح ہے۔ اگر نماز میں ایک سورۃ پڑھنے کا ارادہ کیا اور بھول کر دوسری پڑھی تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔ ایک ہی رکعت میں اٹھ کے بعد دو تین سورتیں پڑھیں تو کچھ ڈر نہیں اور اس پر سجدہ سہو واجب نہیں لیکن فرضوں میں ایسا کرنا اچھا نہیں ہے اور نفلوں میں اس کا کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲) فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کا معین کرنا واجب ہے۔ پس اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول گیا تو کچھلی دونوں رکعتوں میں سورت بلاوے اور سجدہ سہو کرے اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تو کچھلی ایک رکعت میں بلاوے اور سجدہ سہو کرے اور اگر کچھلی رکعتوں میں بھی سورت ملا تا یا نہ رہا بالکل اخیر رکعت میں التجات پڑھنے وقت یاد آیا کہ کسی رکعت میں سورت نہیں ملائی تب بھی سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائیگی۔

(۳) نماز میں ہر رکعت میں جو فعل مکرر (دوہرے) ہیں ان میں ترتیب واجب ہے اس لئے جب وہ خلاف ترتیب واقع ہو تو سجدہ سہو واجب ہے مثلاً اگر کسی سے کسی رکعت میں ایک سجدہ چھوٹ گیا اور آخر نماز میں یاد آیا تو وہ سجدہ نماز ادا کرے اور پھر قعدہ کرے پھر سجدہ سہو کرے اور پھر قعدہ کرے سلام پھیرے اس لئے کہ اس سجدہ میں ترتیب

چھوٹ گئی اور اس سے پہلے جتنے ارکان کر چکا ہے اُن کا اعادہ واجب نہیں ہے۔ مثلاً کسی کا تیسری رکعت کا ایک سجدہ رہ گیا اور چوتھی رکعت کے قعدہ سے پہلے پہلے کسی وقت یاد آیا اور کر لیا تو اب اس سے پہلے جس قدر ارکان ادا کر لئے ہیں ان کو نہ لوٹائے اور سجدہ سہو کر لے اور اگر قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے یاد آیا اور سجدہ نماز ادا کیا تو اب صرف وہ قعدہ جاتا رہا دیگر ارکان کا اعادہ نہ کرے لیکن اس قعدہ و تشہد کا اعادہ کر کے پھر سجدہ سہو کرے اور پھر قعدہ کر کے سلام پھیرے۔ اسی طرح قرأت اور رکوع میں ترتیب واجب ہے پس اگر کسی شخص نے بھول کر قرأت سے پہلے رکوع کر دیا تو اس کو چاہئے کہ رکوع سے لوٹے اور قرأت کرے اور پھر رکوع کرے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے پہلے رکوع کا اعتبار نہیں کیونکہ قرأت کی طرف لوٹنے سے وہ باطل ہو گیا۔ اس لئے قرأت کے بعد اس کا اعادہ فرض ہے پس اگر دوبارہ رکوع نہ کیا تو نماز جاتی رہی۔

(۴) تعدیل ارکان، صحیح یہ ہے کہ تعدیل ارکان یعنی رکوع اور سجدہ اور قومہ (رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا) اور جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا) میں اطمینان یعنی کم از کم ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا واجب ہے اگر بھول کر اس کو چھوڑ دے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (اکثر لوگ اس کی طرف سے غافل ہیں اور عادتاً اس کے تارک ہیں اس سے ان کی نماز واجب الاعادہ ہے۔ مؤلف)

(۵) فرض نماز کا پہلا قعدہ واجب ہے اگر بھول کر اس کو چھوڑ دے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۶) تشہد (التحیات) پڑھنا۔ اگر پہلے یا دوسرے قعدہ میں خواہ نماز فرض و واجب ہو یا نفل و سنت ہو تشہد نہ پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور اسی طرح اگر کچھ تشہد پڑھا کچھ نہ پڑھا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اگر قیام میں تشہد پڑھا تو اگر فرض نماز کی پہلی رکعت میں الحمد شریف سے پہلے پڑھا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا کیونکہ الحمد سے قبل ثنا کا محل ہے اور التحیات میں بھی اللہ پاک کی ثنا ہے۔ اسی طرح اگر نیت باندھنے کے بعد سبحانک اللہم کی جگہ دعائے قنوت پڑھ دی تو سہو کا سجدہ واجب نہیں خواہ دعائے قنوت کے بعد سبحانک اللہم پڑھے یا نہ پڑھے۔ اور اگر فرض نماز کی اخیر کی دونوں رکعتوں میں قیام میں تشہد یا کچھ تسبیح وغیرہ ذکر پڑھا یا الحمد کے ساتھ کوئی قرأت پڑھی تب بھی سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور اگر فرض نماز کی دوسری رکعت میں الحمد سے پہلے پڑھا ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب نہ ہوگا کیونکہ دوسری رکعت قیاماً اول کی مثل ہے بعض نے کہا کہ واجب ہوگا اس لئے کہ دوسری رکعت میں قرأت سے شروع کرنا واجب ہے اور اگر وتر یا نفل نماز کے قیام میں تشہد پڑھا تو سب رکعتوں میں وہی حکم ہے جو فرض نماز کے پہلے دو گانہ کا اوپر لکھا گیا ہے (یعنی پہلی رکعت میں الحمد سے پہلے ہو تو سجدہ سہو نہیں اور دوسری رکعت میں ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور تیسری رکعت پہلی کے حکم میں اور چوتھی رکعت دوسری کے حکم میں ہے واللہ اعلم۔ مؤلف) اور اگر فرض نماز کی پہلی ایک یا دو رکعتوں میں اور وتر و نفل و سنت کی کسی بھی رکعت میں

اس کے تشہد پورا کرنے تک تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملے گی۔ اور اگر امام پہلا قعدہ کے بغیر کھڑا ہو گیا تو مقتدی بھی اس کی متابعت کریں اور کھڑے ہو جائیں۔ اگر کوئی شخص چار رکعت والی فرض نماز میں چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول گیا تو اگر نیچے کا دھڑا بھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے اور التعمیات و درود دعا پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدہ سہونہ کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تب بھی بیٹھ جائے حتیٰ کہ اگر کھڑا ہو کر الحمد اور سورۃ بھی پڑھ چکا ہو یا رکوع بھی کر چکا ہو تب بھی لوٹ جائے غرضیکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے جس وقت یاد آجائے بیٹھ جائے کیونکہ رکعت سے کم تک ترک کرنے کا موقع ہے پس اس کو التعمیات پڑھ کر تاخیر فرض یعنی اخیرہ قعدہ کی وجہ سے سجدہ سہونہ کرنا چاہئے اور اگر اس وقت یاد آیا جبکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو اب قعدہ کی طرف نہ لوٹے اور اگر چاہے تو سلام نہ پھیرے بلکہ ایک رکعت اور ملا کر دو گانہ پورا کر لے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور سجدہ سہونہ کرے یہی اصح ہے اور اب فرض نماز نفل کی طرف منتقل ہو جانے کی وجہ سے یہ سب یعنی چھ رکعت نفل ہو گئے پس فرض نماز نئے سرے سے پڑھے اور اگر چاہے تو ایک رکعت اور نہ ملائے اور پانچویں پر سلام پھیر دے پس اب اس کی چار رکعتیں نفل ہو گئیں اور ایک رکعت بیکار گئی لیکن ایک رکعت ملا کر دو گانہ پورا کر لینا مندوب و بہتر ہے اگرچہ واجب نہیں ہے۔ اور اگر قعدہ اخیرہ میں بیٹھا تھا مگر قدر تشہد سے کم ہوا تھا کہ کھڑا ہو گیا تو بھی لوٹ آئے اور جتنی دیر پہلے بیٹھا تھا وہ بھی حساب میں لگے گا یعنی لوٹنے کے بعد جتنی دیر بیٹھا یہ اور پہلے کا بیٹھنا دونوں مل کر اگر بقدر تشہد ہو گئے تو فرض ادا ہو گیا بس اگر اس کے بعد کلام کر دیا تو اس کی نماز جائز ہو گئی یعنی فرض ادا ہو گیا مگر سجدہ سہونہ اس صورت میں بھی واجب ہے۔ عصر کی نماز میں بعض کے نزدیک چھٹی رکعت نہ ملائے اور بعضوں نے کہا کہ ملائے یہی اصح ہے اور اسی پر اعتماد ہے اس لئے کہ عصر کے بعد نفل اپنے اختیار سے پڑھے تو مکروہ ہے اور جب اختیار سے نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے نیز جبکہ فرض نفل بن گئے تو فرض کے بعد نفل نماز کہاں ہے جو کراہت ہو۔ بلکہ یہ تو فرض سے پہلے ہو گئے جس میں کراہت نہیں ہے اور یہی حکم صبح کی نماز کا بھی ہے پس صبح یہ ہے کہ صبح اور عصر میں ایک رکعت اور ملائے میں کوئی فرق نہیں ہے اور مکروہ نہیں ہے۔ مغرب کی نماز میں اگر قعدہ اخیرہ بھول کر ترک کر دیا اور چوتھی رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور اس رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو اور رکعت نہ ملائے کیونکہ اس کی چار پوری ہو گئیں اور ایک رکعت اور ملائے کی صورت میں پانچ ہو جائیں گی اور طاق نفلین مطلقاً مکروہ ہیں اور مغرب سے پہلے نفل پڑھنا ویسے بھی مکروہ ہے لیکن یہاں بوجہ مجبوری چار رکعتیں ہو گئیں اس لئے کراہت نہ رہی پس اب مزید رکعت ملا کر طاق رکعتیں کرنے سے بلا وجہ ارادۃ مکروہ کا مرتکب ہو جائے گا۔ مؤلف)

قعدہ اخیرہ کو ترک کر کے کھڑا ہونا خواہ عمداً ہو یا سہواً اس بالسنے میں دونوں کا حکم ایک ہی ہے کہ اگر نذر رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ جائے تو ہر صورت میں سجدہ سہونہ کرنے سے فرض نماز درست ہو جائے گی اور نذر رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد ہر صورت میں یعنی عمداً ہو یا سہواً فرض نماز نفل کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

زائد رکعت کا سجدہ کر لینے کی صورت میں فساد نماز کے حکم میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس کی نماز کس وقت فاسد ہوتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ جس وقت اس نے سجدہ کے لئے سر رکھا اسی وقت اس کی نماز فاسد ہو گئی کیونکہ ان کے نزدیک زمین پر سر رکھتے ہی سجدہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جب سجدہ سے سر اٹھائے گا اس وقت نماز فاسد ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سر رکھ کر پھر اٹھانے سے سجدہ کا فرض ادا ہوتا ہے اس بارے میں فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ اور فائدہ اس اختلاف کا اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر سجدہ میں حدت ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی نماز کی درستی ممکن نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک ممکن ہے پس وہ جائے اور وضو کرے اور قعدہ کرے اور تشهد پڑھے اور سلام پھیرے اور صبح یہ ہے کہ وہ سہو کا سجدہ نہ کرے۔

اگر فرضوں کی چوتھی رکعت پر بیٹھا یعنی قعدہ اخیرہ کیا اور التجات پڑھ کر کھڑا ہو گیا تو پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ جائے بیٹھ جائے اور التجات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر اسی وقت سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے اور پھر التجات درود و دعا پڑھے کر سلام پھیرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تب یاد آیا تو ایک رکعت اور بلا کر چھ پوری کر لے اور چھٹی رکعت پر سجدہ سہو بھی کرے۔ چار رکعت فرض ہو گئیں اور دو نفل ہو جائیں گی۔ یہی حکم مغرب کی نماز کا ہے جبکہ قعدہ اخیرہ کر کے کھڑا ہو گیا ہو، اور پھر دو رکعت صبح قول کے بموجب ظہر مغرب اور عشا کے فرضوں کے بعد کی سنتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان سنتوں کا نئی تحریم سے ادا کرنا سنت ہے۔ اور اگر پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا اور سجدہ سہو کر لیا تب بھی فرض نماز ادا ہو گئی لیکن اس نے برا کیا کیونکہ یہ مسنون طریقہ پر ادا نہیں ہوا چار فرض ہوئے اور ایک رکعت بیکار گئی۔ بعض کے نزدیک عصر کی نماز میں چھٹی رکعت نہ ملانے اور بعضوں نے کہا کہ ملائے ہی صبح ہے اور اسی پر اعتماد ہے اس لئے کہ عصر کے بعد نفل اپنے اختیار سے پڑھے تو مکروہ ہے اور جب اختیار سے نہ ہو تو مکروہ نہیں اور فجر کی نماز میں اگر دوسری رکعت میں بقدر تشهد قعدہ کر لیا پھر تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا اور اس کا سجدہ کر لیا تو بعض کے نزدیک چوتھی رکعت نہ ملانے لیکن صبح یہ ہے کہ فجر اور عصر میں ایک اور رکعت ملانے میں کوئی فرق نہیں ہے اور مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے اختیار سے نہیں کیا ہے۔

اگر چار رکعت نفل نماز پڑھی اور بیچ میں (یعنی قعدہ اولیٰ میں) بیٹھا بھول گیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہئے اور اگر سجدہ کر لیا تب بھی نماز ہو جائے گی پس وہ چار رکعت پوری کر لے اور سجدہ سہو ان دونوں صورتوں میں واجب ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہی حکم چار سے زائد رکعتوں والی نفل نماز کا ہے کیونکہ اگرچہ نفل نماز کا ہر قعدہ اخیرہ یعنی فرض ہے اور ہر دو گانہ مستقل نماز ہے پس قیاس کی رو سے یہ نفلیں فاسد ہو جانی چاہئیں یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے مگر استحساناً فاسد نہیں ہوتیں یہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اس لئے کہ جب یہ دوسرے دو گانہ کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس نے سب نماز کو ایک کر دیا اس لئے بیچ کا قعدہ استحساناً مشابہ بالفرض ہونے کی وجہ سے فرضوں کے قعدہ کی طرح واجب ہو گیا اور آخری قعدہ فرض ٹھہرا۔ اسی پر فتویٰ ہے لیکن یہ حکم صرف چار رکعت نفل شروع کرنے کی صورت

قعدہ اخیرہ کرنے کے بعد بھول کر کھڑا ہونے کے مسائل

فرضوں میں قعدہ پھرنے کے مسائل

میں ہے، اور اگر دو رکعت نفل کی نیت کی تھی اور پھر کھڑا ہو گیا تو بالالتفاق لوٹنا چاہئے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر چھ یا آٹھ یا زائد نفل رکعتوں کی نیت کر کے ایک ہی قعدہ سے پڑھے اور بیچ کے قعدے ترک کرے تو قیاس کو اختیار کیا جائے گا اور لوٹنا ضروری ہوگا ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ چار رکعت سے زائد فرض نہیں ہے اور تین رکعت نفل ایک قعدہ سے اس لئے جائز نہیں کہ اگرچہ فرض مغرب کے مشابہ ہیں لیکن وتر نفل غیر مشروع ہے۔ واللہ اعلم۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل نوافل کے بیان میں درج ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۹) قنوت وتر۔ اگر بھول کر دعائے قنوت کو چھوڑ دے گا تو سجدہ سہولاً لازم ہوگا۔ قنوت کا چھوڑنا اس وقت ثابت ہوتا ہے جبکہ رکوع سے سر اٹھا لیا اس کی تفصیل نماز وتر کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔ اگر وہ تکبیر چھوڑ دی جو قرأت کے بعد اور قنوت سے پہلے ہے (یعنی قنوت کی تکبیر) تو سہو کا سجدہ کرے اس لئے کہ وہ عیدین کی تکبیروں کی طرح واجب ہے بعض کے نزدیک تکبیر واجب نہیں ہے اور شامی میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم۔ وتر میں دعائے قنوت کی جگہ سبحانک اللہم پڑھ گیا پھر جب یاد آیا تو دعائے قنوت پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ اگر بھولے سے وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ دی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں تیسری رکعت میں پھر پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔

(۱۰) عیدین کی تکبیریں۔ اور یہ چھ تکبیریں ہیں یعنی ہر رکعت میں تین تکبیریں جس کی تفصیل عیدین کی نماز میں درج ہے۔ اگر ان تینوں کو چھوڑ دیا یا کم کیا یا زیادہ کیا یا ان کو اپنی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ ادا کیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا کم اور زیادتی تھوڑی اور بہت برابر ہے۔ اگر امام عید کی تکبیریں بھول گیا اور اس نے رکوع کر دیا تو پھر قیام کی طرف لوٹے اور تکبیریں کہہ کے رکوع کرے اور سجدہ سہو کرے اور جس مسبق نے امام کو رکوع میں پایا تو وہ تکبیریں رکوع میں کہہ لے۔ اگر عیدین کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر چھوڑ دی تو سجدہ سہو واجب ہوگا اس لئے کہ وہ بھی عید کی تکبیروں کے ساتھ مل کر واجب ہے اور ان تکبیروں کا اثر اکبر کے لفظ سے ہونا واجب ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور لفظ کہے گا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔ پہلی رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب نہیں ہے اس لئے کہ وہ عید کی تکبیروں سے ملی ہوئی نہیں۔ پس اس کے ترک پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ جمعہ اور عیدین اور فرض و نفل نماز میں سجدہ سہو کا حکم یکساں ہے لیکن جمعہ اور عیدین میں جبکہ جماعت کثیرہ ہو تو بہتر یہ ہے سجدہ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنے میں نہ پڑیں۔

(۱۱) جہر اور آہستہ پڑھنے میں سہو ہونا۔ اگر امام نے آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا اور جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اس میں اختلاف ہے کہ جہر اور آہستہ کس قدر پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔ بعض کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں اس قدر کا اعتبار ہے جس قدر قرأت سے نماز جائز ہو جاتی ہے یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک چھوٹی آیت اور صاحبین کے نزدیک تین چھوٹی آیتیں یہی اصح ہے۔ الحد اور غیر الحد میں اس میں کچھ فرق نہیں۔ بعض کے نزدیک جہر اخفا دونوں میں مطلقاً سہو سے خواہ کم ہو یا زیادہ سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور اسی کو ظاہر الروایۃ کہا ہے اور اسی پر

اعتماد کیا ہے لیکن روایت اور درایت کے مطابق صحیح وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا پس ایک آیت سے کم یعنی ایک دو لفظ کے جہر کی جگہ آہستہ یا آہستہ کی جگہ جہر کرنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ اگر امام نے سورہ فاتحہ کا کچھ حصہ پاگل یا سورہ کل یا بعض کو آہستہ پڑھا پھر یاد آیا یا کسی منفرد نے ایسا کیا اور پھر کسی شخص نے اس کا اقتدا کیا تو بعض کے نزدیک فاتحہ و سورت کا جہر کے ساتھ اعادہ کرے تاکہ ایک ہی رکعت میں آہستہ اور جہر کا جمع کرنا لازم نہ آئے جو کہ برا ہے بعض نے اسی کو تزییح دی ہے اور بعض کے نزدیک فاتحہ و سورت کا اعادہ نہ کرے بلکہ جہاں تک پڑھ چکا ہے اس سے آگے (یعنی سورہ فاتحہ کا بقیہ اور سورہ کا کل یا بقیہ) جہر کے ساتھ پڑھے بعض نے اس کو تزییح دی ہے۔ پس دونوں طرح جائز ہے اور دونوں صورتوں میں سجدہ سہو لازم ہے۔ اسی طرح اگر سری نماز میں سورہ فاتحہ کا اکثر حصہ بھول کر جہر سے پڑھا پھر یاد آیا تو باقی کو آہستہ پڑھ کر پورا کرے اور سجدہ سہو کرے۔ منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھنے والے پر جہر کی جگہ آہستہ یا آہستہ کی جگہ جہر کرنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں چیزیں جماعت کی خصوصیت ہیں۔ منفرد پر سری نماز میں آہستہ پڑھنے کے واجب ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک منفرد پر بھی سری نماز میں جہر سے پڑھنے پر سجدہ سہو واجب ہے کیونکہ سری نماز میں منفرد کو بھی آہستہ پڑھنا ان کے نزدیک واجب ہے یہ روایت النوادر ہے اور اکثر شارحین و فقہا اسی طرف گئے ہیں پس احتیاطاً اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کے نزدیک منفرد پر سری نماز میں آہستہ پڑھنا واجب نہیں اس لئے اس پر اس کے ترک پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے یہ ظاہر الروایۃ ہے اور اس پر بھی اکثر فقہا کا فتویٰ ہے۔ اور جہری نمازوں میں جہر سے پڑھنا بالاتفاق منفرد پر واجب نہیں بلکہ اس کو اختیار ہے خواہ جہر سے پڑھے یا آہستہ لیکن جہر اس کے لئے افضل ہے تاکہ نماز جماعت کی ہیئت پر ادا ہووے اسی لئے اس کا اذان و قامت سے ادا کرنا افضل ہے۔ اگر ثنا یا اعوذ یا بسم اللہ یا آمین یا دعایا تشہد کو سہو بلند آواز سے پڑھا تو خلاف سنت ہوا مگر اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ اگر کسی نے رات کے وقت نفل نماز یا وتر یا تراویح کی اہلت کی اور امام نے بھولے سے جہر نہ کیا تو سجدہ سہو واجب ہے کیونکہ رات کی نماز میں نفل میں فرضوں کی متابعت کے لئے جہر کرنا واجب ہے اور اگر جہان کفرات آہستہ پڑھی تو برا کیا اور اس کو لوٹانا واجب ہے (۱۳) تفکر یعنی نماز میں اتنی دیر سوچنا جو تاخیر واجب کا سبب ہو جائے۔ اگر انھیں پڑھ کر سوچنے لگا کہ کونسی سورت پڑھوں اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں ایک رکن ادا کر سکتا ہے یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکتا ہے تب بھی سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا یا جب دوسری یا چوتھی رکعت کے درمیان یا آخری قعدہ (التحیات کے لئے بیٹھا تو فوراً التحیات شروع نہیں کی یا جب رکوع سے اٹھا تو دیر تک کھڑا سوچا رہا یا دونوں سجدوں کے بیچ میں جب بیٹھا تو کچھ سوچنے لگا اور ان سب صورتوں میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتے کی مقدار دیر لگ گئی تو سجدہ سہو واجب ہوگا غرضیکہ جب بھولے سے کسی چیز کے کرنے یا سوچنے میں رکن کی مقدار دیر لگ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اصل اس مسئلہ تفکر میں یہ ہے کہ اگر تفکر ادا سے رکن سے مثلاً ایک آیت یا تین آیت کی

دینا
تفکر
سجدہ

قرارت یا رکوع یا سجدہ سے روک دے یا ادائے واجب سے مثلاً قعدہ سے روک دے اور اس میں ایک رکن یعنی تین بار سبحان
 کہہ سکنے کی مقدار تک تاخیر ہو جائے تو اس سے سجدہ سہولاً لازم ہوگا کیونکہ ان سب صورتوں میں ترک واجب لازم آتا ہے
 یعنی فرض یا واجب کو اس کے مقام پر ادا کرنا واجب تھا وہ ترک ہو گیا۔ اور اگر تفکر سے ادائے فرض یا ادائے واجب میں
 کوئی تاخیر واقع نہیں ہوئی اس طرح پر کہ ارکان و واجبات ادا کرتا رہا اور تفکر بھی کرتا رہا تو اس پر سجدہ سہولاً لازم نہیں
 ہوگا۔ یہی اصح ہے اگرچہ بعض مشائخ نے کہا کہ اگر تفکر کی وجہ سے قرارت یا تسبیح سے رک گیا تو اس پر سجدہ سہولاً لازم ہوگا
 ورنہ نہیں اور اس قول کی بنا پر اگر نمازی کو تفکر نے رکوع کی تسبیح سے روک دیا اور وہ رکوع کی حالت میں ہے تو اس پر
 سجدہ سہولاً لازم ہوگا لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ سہولاً لازم کرنے والے تفکر کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے
 بعض کے نزدیک فرض یا واجب کی اپنے مقام سے اس طرح تاخیر ہونا کہ فرض یا واجب کا اپنے شغل سے ایک رکن ادا کرنے کی
 مقدار منقطع رہنا ہی اصح ہے اور اس صورت میں بالاجمل سجدہ سہولاً لازم ہوگا۔ بعض نے کہا کہ مجرد تفکر سے جو کہ دل کو
 مشغول کر لے خواہ فرض و واجب اشغال نماز پر درپے ادا ہوتے رہیں سجدہ سہولاً لازم ہوگا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ
 اس سے نماز کے کمال میں تو نقص آتا ہے جس سے پرہیز کرنا ضروری ہے لیکن ترک واجب لازم نہیں آتا جو سجدہ سہولاً لازم
 ہوتا، فافہم۔ اگر نماز میں یہ شک ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور اس میں بہت دیر تک فکر کرتا رہا پھر اس کو یقین
 ہو گیا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں پس اگر اس تفکر کی وجہ سے کسی رکن کے ادا کرنے میں صرف یہ نقصان ہوا کہ نماز
 پڑھتا رہا اور فکر کرتا رہا تو اس پر سجدہ سہولاً واجب نہ ہوگا جیسا کہ اوپر اصول بیان ہوا اور اگر اس کا تفکر بہت دیر تک رہا
 یہاں تک کہ ایک رکعت میں یا سجدہ میں خلل پڑا یا رکوع یا سجدہ میں تھا اور دیر تک اس میں سوچتا رہا اور اس کے تفکر
 کی وجہ سے اس کے حال میں تغیر ہوا تو استحساناً اس پر سجدہ سہولاً واجب ہوگا اس لئے کہ اگرچہ اس کے تفکر سے صرف
 قیام یا رکوع یا سجدہ طویل ہو گیا اور یہ اذکار سنت ہیں لیکن اس تفکر کی وجہ سے اگلے فرض یا واجب میں تاخیر ہو گئی اور یہ
 تاخیر سنت کے قائم کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ تفکر کی وجہ سے ہوئی ہے اور تفکر اعمال نماز میں سے نہیں ہے۔ اگر بالکل
 اخیر رکعت میں الخیات اور درود دعا پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ چار رکعتیں پڑھی ہیں یا تین، اسی سوچ میں خاموش
 بیٹھا رہا اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے پھر یاد آیا کہ میں نے چار
 رکعتیں پڑھ لیں تو اس صورت میں بھی سجدہ سہولاً واجب ہے اور اگر ایک سلام پھیرنے کے بعد یہ شک ہوا تو سجدہ
 سہولاً نہیں۔ اگر نماز میں حدیث ہو اور وضو کرنے کے لئے گیا اس وقت یہ شک ہوا اور اس سوچ میں وضو میں اس قدر
 دیر ہوئی تو سجدہ سہولاً لازم ہوگا (شک کے مسائل اس بیان سے آگے متصل ہی آتے ہیں) تفکر کی مقدار جس سے سجدہ سہولاً
 واجب ہوتا ہے ہر جگہ ایک رکن ادا ہو سکنے کی مقدار ہے یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار ہی صحیح ہے اور
 قرارت میں ما یجوز بها الصلوٰۃ اور تشہد کے بعد اللہم صل علی محمد کی مقدار معتبر ہے اور ان کا حال بھی

تین تسبیح کی مقدار ہوتا ہے خوب سمجھ لیں۔

(۱۳) تکرار کن۔ اگر بھولے سے دو رکوع کر لئے یا تین سجدے کر لئے تو سجدہ سہو واجب ہے۔

سجدہ سہو کے دیگر متفرق مسائل | (۱) امام کے سہو سے امام اور مقتدی سب پر سجدہ سہو واجب ہے۔ خواہ مقتدی

ہو تو امام کی متابعت سے اس پر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر کوئی شخص ایسے وقت میں شریک ہو کہ امام سہو کا ایک سجدہ کر چکا ہے تو دوسرے سجدہ میں اس کی متابعت کرے اور پہلے سجدہ کو قضا نہ کرے اور اگر امام کے ساتھ ایسے وقت میں ملا جبکہ وہ سہو کے دونوں سجدے کر چکا ہے تو ان دونوں کو قضا نہ کرے۔

(۲) مقتدی کے اقتدا کی حالت میں خود اپنے سہو سے اس پر کسی طرح سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد، کیونکہ اگر سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جائے گا اور اس کے ذمہ نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے کیونکہ مقتدی کی ایسی غلطی جس سے سجدہ سہو لازم آتا ہے امام اٹھا لیتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں لیس علی من خلف الامام سہو یعنی جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر سہو نہیں ہے (اگر امام سے کسی وجہ سے سجدہ سہو ساقط ہو گیا مثلاً امام نے کلام کر دیا یا عمدتاً حدث کیا یا مسجد سے خارج ہو گیا وغیرہ تو مقتدی پر سے بھی سجدہ سہو ساقط ہو گیا اور جس حالت میں امام پر نماز کا اعادہ واجب ہے مقتدی پر بھی اعادہ واجب ہے اور جس حالت میں خود اس کے امام پر اعادہ واجب نہیں ہے اس حالت میں مقتدی پر بھی اعادہ واجب نہیں ہے۔

(۳) مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے یعنی ہر حال میں اپنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے خواہ امام کو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہو یا بعد میں سلام میں امام کی متابعت نہ کرے یعنی جب امام سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے بلکہ بدستور قعدہ کی حالت میں بیٹھا رہے اور جب امام سہو کے سجدے کرے تو یہ بھی اس کے ساتھ سجدے کرے اور امام کے ساتھ تشہد پڑھے پھر جب امام سلام پھیرے تو اس کے بعد یہ مسبوق اپنی باقی نماز کی قضا کرنے کے لئے کھڑا ہو اور پھر اپنی بقیہ نماز پوری کر کے اخیر میں سجدہ سہو نہ کرے اور سلام پھیر کر نماز کو تمام کر دے۔ جب امام ختم نماز کا سلام پھیرے تو مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا جائز نہیں اگر قصداً سلام پھیرے گا تو نماز جاتی رہے گی اور اگر قصداً نہیں پھیرا بلکہ سہواً پھیرا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اب یہ دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا سلام امام کے سلام سے پہلے یا بالکل ساتھ یعنی فوراً بغیر وقفہ کے تھا تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے لیکن ایسا ہوتا بہت نادر ہے اور اگر مسبوق کا سلام امام کے سلام کے کچھ بھی بعد ہوا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے کیونکہ وہ اس وقت منفرد ہے اور اس نے حالت انفراد میں سلام پھیرا ہے جس سے نماز ختم ہوگئی اور اب اس پر بقیہ نماز کی بنا ہوئی اس لئے سجدہ سہو لازم ہوا۔ پس وہ کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز پوری کر کے

اخیر میں سجدہ سہو کرے۔ اگر مسبوق نے اس گمان سے سلام پھیر دیا کہ اس کو سلام پھیرنا ضروری ہے تو یہ بھی قصداً سلام پھیرنا ہوا پس اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس پر پنا جائز نہیں ہوگی۔

(۴) مسبوق کو چاہئے کہ امام کے سلام کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرا رہے یعنی جب امام دوسری طرف کا سلام پھیر لے تب اپنی باقی نماز کے لئے کھڑا ہوا اس لئے کہ شاید امام پر سہو ہو۔ (اور اس سہو کی صورت یہ ہے جب وہ پہلے سلام کے بعد سجدہ سہو میں جائے تو یہ بھی اس کی متابعت کر لے مؤلف)

(۵) اگر مسبوق نے سجدہ سہو امام کے ساتھ نہیں کیا اور اپنی بقیہ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس سے سجدہ سہو ساقط نہیں ہوگا پس استحساناً وہ اپنی نماز کے اخیر میں سجدہ سہو کرے کیونکہ تحریمہ متحد ہونے کی وجہ سے یہ سب ایک نماز کے حکم میں ہے اور اگر امام نے سلام پھیرا اور مسبوق کھڑا ہو گیا پھر امام کو یاد آیا کہ اس پر سجدہ سہو ہے اور اس امام نے سجدہ سہو کیا تو اگر مسبوق نے ابھی تک اپنی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو اس رکعت کو چھوڑ دے اور امام کی متابعت کی طرف لوٹے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے پھر جب امام سلام پھیرے تو کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پوری کرے اور وہ قیام و قرارت و رکوع جو پہلے کر چکا ہے اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا بلکہ پھر سے کرے۔ اور اگر امام کی متابعت کی طرف کو نہ لوٹا اور اسی طرح نماز پڑھنا رہا اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا تب بھی اس کی نماز جائز ہو جائے گی اور اگر امام نے اس وقت سجدہ سہو کیا جبکہ مسبوق اپنی رکعت کا سجدہ کر چکا تھا تو اب امام کی متابعت کی طرف کو نہ لوٹے اس صورت میں اگر امام کی متابعت کی تو اس مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۶) مسبوق نے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا پھر جب اپنی باقی نماز پڑھنے کھڑا ہوا اور اس میں بھی سہو ہو گیا تو اس میں بھی سجدہ سہو کرے اس لئے کہ وہ اس میں منفرد ہے اور یہ حکماً الگ نماز ہے اور منفرد پر اپنے سہو سے سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ اور اگر اس مسبوق نے امام کے ساتھ سجدہ سہو نہیں کیا اور اپنی بقیہ نماز میں بھی اس کو سہو ہوا تو وہی سجدہ سہو جو آخر میں کر چکا وہ دونوں سہوؤں کے لئے کافی ہوگا اس لئے کہ سجدہ سہو کا تکرار مشروع نہیں ہے۔

(۷) امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدہ سہو واجب ہے اس لئے کہ وہ تمام نماز میں اس کا مقتدی ہے لیکن لاحق پہلے اپنی لاحقانہ نماز (یعنی جو امام کے ساتھ سے فوت ہوئی) کو قضا کرے گا اور پھر اپنی نماز کے آخر سجدہ سہو کرے گا اس لئے کہ وہ تمام نماز کو اسی طرح ادا کرے گا جس طرح امام نے ادا کی ہے اور امام ہی کی ترتیب کے ساتھ نماز پوری کرے امام کی طرح نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے گا۔ اگر لاحق نے اپنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کر لیا تو اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ بے محل ہوا ہے اور اس سے اس کی نماز فاسد بھی نہیں ہوگی اس لئے کہ اس نے صرف دو سجدے ہی زیادہ کئے ہیں اور یہ مفسد نماز نہیں ہے پس اس کو اپنی نماز کے آخر میں دوبارہ سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ لاحق کو اپنی لاحقانہ نماز ادا کرنے میں جو سہو ہوا اس کا سجدہ سہو نہ کرے کیونکہ وہ اس میں حکماً مقتدی ہے اور مقتدی پر اپنے سہو سے سجدہ سہو نہیں آتا۔

(۸) اگر کوئی شخص تین رکعت میں مسبوق ہو اور ایک رکعت میں لاحق ہو پس اس کے امام نے سجدہ سہو کیا تو یہ امام کے ساتھ سجدہ سہو نہ کرے بلکہ پہلے ایک رکعت لاحقانہ یعنی بغیر قرأت کے قضا کرے اس لئے کہ وہ لاحق ہے اور پھر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور سجدہ سہو کرے اس لئے کہ امام کے سجدہ سہو کا یہی موقع ہے اور لاحق حکماً امام کے پیچھے ہے پھر ایک رکعت قرأت کے ساتھ قضا کرے اور قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہے پھر ایک رکعت اٹھ اور قرأت کے ساتھ اور ایک رکعت صرف اٹھ کے ساتھ پڑھ کر قعدہ اخیرہ کرے سلام پھیرے۔ اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی ایک رکعت میں مسبوق ہو اور تین رکعت میں لاحق ہو تو تین رکعت بلا اٹھ اور قرأت پڑھ کر تیسری رکعت کے بعد سجدہ سہو کرے پھر ایک رکعت اٹھ اور قرأت کے ساتھ پڑھ کر سلام پھیرے۔

(۹) اگر امام نے خوف کی نماز میں سجدہ سہو کیا اور دوسرے گروہ نے امام کی افتدائی کو یہ گروہ مسبوق کے حکم میں ہے اس لئے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور پہلا گروہ لاحق کے حکم میں ہے اس لئے یہ لوگ جب اپنی نماز پوری کر چکیں اس وقت سجدہ سہو کریں (خوف کی نماز کا مفصل بیان آگے آئے گا انشاء اللہ)۔

(۱۰) مقیم اگر مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو سجدہ سہو میں مسبوق کا حکم ہے یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے پھر اپنی بقیہ دو رکعت پڑھے اور اگر ان میں بھی سہو ہو جائے تو آخر میں پھر سجدہ سہو کرے یہی صحیح ہے اگرچہ بعض نے اس کو لاحق کے حکم میں رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ صرف قرأت کے حق میں لاحق کی مانند ہے۔

(۱۱) امام کو سہو ہوا پھر اس کو حدیث ہو اور اس نے ایک مسبوق کو آگے کر دیا تو مسبوق اس نماز کو پورا کرے مگر سلام نہ پھیرے بلکہ کسی ایسے شخص کو آگے بڑھادے جو شروع سے نماز میں شریک ہے وہ شخص سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے اور مسبوق اس کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور اگر ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسے شروع سے نماز ملی ہو تو سب لوگ اپنی باقی نماز قضا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور ہر شخص اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔

(۱۲) اگر کسی شخص پر سجدہ سہو واجب ہے اور وہ بھولے سے نماز قطع کرنے کے واسطے دونوں طرف سلام پھیر دے تو وہ سلام کے بعد بھی داخل نماز رہتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اسی جگہ بیٹھا رہا اور قبلہ کی طرف سے نہیں پھرا نہ کسی سے بولا اور نہ کوئی اور ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگا تب بھی کچھ حرج نہیں۔ پس یاد آنے پر اب وہ سجدہ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔ اور اگر سجدہ سہو یاد ہوتے ہوئے قصداً دونوں طرف سلام پھیر دیا اور یہ نیت کی کہ میں سجدہ سہو نہیں کروں گا تب بھی جب تک ایسی بات نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے اور اس پر بنا جاتے نہیں ہوتی مثلاً کلام کرنا یا قہقہہ یا حدیث عمد یا مسجد سے نکلنا یا قبلہ سے منہ پھرنا وغیرہ نہ پایا جاوے اس وقت تک سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی کیونکہ اس کی یہ نیت لغو ہے۔ اگر کسی کے ذمہ سجدہ تلاوت یا سجدہ نماز ہو یا دونوں ہوں یا سجدہ سہو کے ساتھ دونوں

یادوں میں سے ایک ہو اور وہ بھول کر سلام پھیرے تو بھی یاد آنے پر جب تک کوئی فعل مانع نماز دینا واقع نہ ہو ان کو ادا کرے اور سجدہ تلاوت و نماز میں ترتیب کو ضروری سمجھے اور ان کی ادائیگی میں ہر ایک نیت کرنا واجب ہے پھر تشهد پڑھ کر سجدہ سہو کرے لیکن اگر ان کو یاد رکھتے ہوئے عمدًا سلام پھیر دیا تو اب نماز منقطع ہوگئی پس اگر کوئی فرض ترک ہوا ہے تو اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ فرض ہے اور جو واجب ترک ہوا اس کی وجہ سے اعادہ واجب ہے۔

پس اگر کسی شخص نے عشا کی نماز پڑھی اور اس میں سہو ہوا اور اسی نماز میں آیت سجدہ پڑھی تھی اس کا سجدہ بھی نہیں کیا اور ایک رکعت کا بھی ایک سجدہ چھوٹ گیا پھر سلام پھیر دیا تو اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں اول یہ سب فعل بھولنے سے کئے تو اس صورت میں اس کی نماز بالاتفاق فاسد نہیں ہوگی کیونکہ سہو اسلام پھیر دینے سے نماز کے اندر ہتہا ہے اور تحریم سے خارج نہیں ہوتا۔ اس کو چاہئے کہ نماز اور تلاوت کا سجدہ ترتیب کے مطابق کرے پھر قعدہ میں بیٹھ کر تشهد پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے۔ دوم سب فعل عمدًا کئے۔ سوم تلاوت کا سجدہ بھول کر چھوڑا اور نماز کا سجدہ جان کر چھوڑ دیا ان دونوں صورتوں میں اس کی نماز بالاتفاق فاسد ہوگئی اس لئے کہ عمدًا سلام پھیر دینے سے تحریم سے خارج ہو جاتا ہے۔ چہاں نماز کا سجدہ بھول کر چھوڑا اور تلاوت کا جان کر چھوڑا اس صورت میں ظاہر روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ صرف سجدہ نماز باقی ہے اور اس کو یاد ہوتے ہوئے یا سجدہ نماز اور سجدہ سہو دونوں باقی ہیں اور دونوں کو یاد ہوتے ہوئے سلام پھیر دیا تب بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر صرف تلاوت کا سجدہ باقی ہے اور یاد ہوتے ہوئے سلام پھیر دیا تب بھی صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یہی ظاہر روایت ہے۔

(۱۳) جس شخص پر سجدہ سہو واجب ہے اس کے سلام پھیر دینے سے نماز سے باہر ہو جانے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام محمد اور امام زفر کے نزدیک وہ اس وقت تک داخل نماز رہتا ہے جب تک کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے نماز جاتی رہے خواہ وہ سجدہ سہو کرے یا نہ کرے اور ترک سجدہ سہو کی نیت کرے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سلام کے بعد اس کا نماز سے نکلنا یا نہ نکلنا سجدہ سہو پر موقوف ہے پس اگر اس نے سلام کے بعد سجدہ سہو کر لیا تو وہ نماز میں داخل ہے اور اگر سجدہ سہو نہ کرے تو نماز سے خارج ہو گیا۔ نتیجہ اس اختلاف کا یہ ہے کہ اس شخص کے سلام پھیرنے کے بعد اگر کسی شخص نے اس کا اقترا کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت میں صحیح ہے خواہ وہ سجدہ سہو کرے یا نہ کرے اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر وہ اس کے بعد سجدہ سہو کرے تو اس کی اقترا صحیح ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر سلام کے بعد سجدہ سہو سے پہلے اس نمازی نے قہقہہ مارا تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ ان کے نزدیک ابھی وہ نماز میں ہے اور نماز کے اندر قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا خواہ اس کے بعد وہ سجدہ سہو کرے یا نہ کرے اس لئے کہ ان کے نزدیک سلام سے وہ نماز سے خارج ہو گیا اور اگرچہ اس کا یہ خروج سجدہ سہو پر موقوف تھا لیکن قہقہہ بمنزلہ کلام کے ہے جو کہ فعل منافی نماز ہے اس لئے وہ اب بالکل نماز سے

خارج ہو گیا اور سجدہ سہو سے نماز کی طرف لوٹنا ناممکن ہو گیا پس قہقہہ نماز سے خارج وضو کو نہیں توڑتا اور سجدہ سہو اس پر سے ساقط ہو گیا اور نماز اس کی سب کے نزدیک پوری ہو گئی۔ اسی طرح اگر سلام کے بعد اس نے اقامت کی نیت کر لی اور وہ مسافر تھا تو امام محمدؑ کے نزدیک اب اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے خواہ وہ اس کے بعد سجدہ سہو کرے یا نہ کرے اور اس کو چاہئے کہ وہ نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے اور شیخین کے نزدیک اس کے فرض متغیر نہیں ہو گئے یعنی چار رکعت نہیں ہوں گے اور سجدہ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا۔ نیت اقامت کے بعد سجدہ سہو کرے یا نہ کرے اس لئے کہ سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں تو ظاہر ہی ہے کہ اس کا نماز سے خارج ہونا متحقق ہو گیا اور سجدہ سہو کرنے کی صورت میں اگر نیت اقامت صحیح بان لی جائے تو سجدہ سہو نماز کے بیچ میں واقع ہوتا ہے جو باطل اور بے اصل ہے اور اگر سجدہ سہو کو لغو قرار دیا جائے تو نیت اقامت صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ جب تک سجدہ سہو نہ کرے وہ نماز سے خارج ہے پس اس سے دور لازم آتا ہے اور سجدہ سہو ناممکن ہو جاتا ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ اب وہ بالکل نماز سے خارج ہو گیا اور نیت اقامت لغو ہو کر سابقہ نیت برقرار رہی اور سجدہ سہو اس پر سے ساقط ہو گیا۔ یہ بحث سلام کے بعد سجدہ سہو سے قبل کی تھی لیکن سلام سے قبل اگر مسافر اقامت کی نیت کر لے تو اس میں شک نہیں کہ بالاتفاق اس کے فرض چار ہو جائیں گے کیونکہ ابھی وہ بالاتفاق حرمت نماز سے باہر نہیں ہوا۔ اسی طرح سلام کے بعد سجدہ سہو کر لینے پر بھی اقامت کی نیت کرنے سے اس کے فرض چار ہو جائیں گے بالاتفاق، کیونکہ اب بھی وہ بالاتفاق حرمت نماز میں ہے امام محمدؑ کے قول پر تو ظاہر ہی ہے اور شیخین کے قول پر سجدہ سہو کر لینے سے وہ حرمت نماز کی طرف لوٹ آیا ہے۔

(۱۲) کسی شخص نے دو رکعت فرض یا نفل پڑھیں اور ان میں سہو ہوا اور سلام کے بعد یا پہلے سجدہ سہو کر لیا تو اب اس کو اس دو گانہ پر کسی اور نماز کا بنا کر بنا کر وہ تخریبی ہے کیونکہ اس طرح اس کا سجدہ سہو کرنا بلا ضرورت بیکار ہو جاتا ہے کیونکہ سجدہ سہو واجب ہے اور واجب کا بلا ضرورت بیکار کر دینا کر وہ تخریبی ہے اور فرض نماز کی صورت میں بوجہ نفل میں داخل ہو جانے کے سلام میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے اور دونوں صورتوں میں نفل کا بغیر نئے تحریمہ کے شروع کرنا بھی لازم آتا ہے اور یہ دونوں باتیں بھی کراہت کا باعث ہیں پس اس سے بچنا چاہئے لیکن اگر بنا کر لی تو صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ تخریب باقی ہے اور مختار یہ ہے کہ سجدہ سہو کا اخیر میں اعادہ کرے کیونکہ پہلا سجدہ نماز کے درمیان میں واقع ہو گیا۔ اگر مسافر نے سجدہ سہو کے بعد اقامت کی نیت کی تو اب اس پر چار رکعتیں لازم ہو جائیں گی پس وہ چار رکعتیں پوری کر کے اخیر میں سجدہ سہو کا اعادہ کرے اس لئے کہ اس مسافر کو اس صورت میں دو رکعت پر مزید دو گانہ کا بنا کر بنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اب اس کو چار رکعتیں پوری کرنا اقامت کی نیت کی وجہ سے لازم ہو گیا ہے پس وہ اس دو گانہ پر بنا کرے تو اس کی دو رکعتیں فرض باطل ہو جاتی ہیں اور اگر بنا کر لے گا تو صرف سجدہ سہو جو واجب ہے باطل ہو گا اور واجب کا بطلان فرض کے بطلان سے خفیف ہے اس لئے اس کو اختیار کیا گیا۔

(۱۵) چار یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے یا یہ خیال کر کے کہ چار ہو گئیں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو جب تک کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے نماز جاتی رہتی ہے اب اٹھ کر اس نماز کو پورا کرے اور سجدہ سہو کر لے کیونکہ بھولے سے سلام پھیرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور اگر یہ گمان کیا کہ مجھ پر دو ہی رکعتیں ہیں مثلاً چار رکعت والی نماز میں اپنے آپ کو مسافر تصور کیا یا ظہر میں یہ گمان کیا کہ جمعہ ہے یا نیا مسلمان ہوا ہے اس نے سمجھا کہ ظہر کے دو ہی فرض ہوتے ہیں یا نماز عشا کو تراویح سمجھا یا کوئی رکن فوت ہو گیا اور یہ یاد ہوتے ہوئے کہ اس پر ایک رکن باقی ہے سلام پھیرا تو ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی پھر پڑھے اس لئے کہ یہ سلام عمدہ ہوا کیونکہ اس نے اس نماز کو دو رکعت ہی جان کر سلام پھیرا ہے اور یہ سہو اس کو اصل نماز میں واقع ہوا ہے جو کہ موجب فساد نماز ہے بخلاف پہلی صورت کے اس کو پورا ہونے کے خیال سے سلام پھیرا اس لئے اس کا سلام سہو ہوا یا تیرہ نماز کے وقت میں سہو ہوا جو موجب فساد نہیں ہے۔

(۱۶) اگر امام کو سہو ہوا پھر حدیث ہوا اور اس نے کسی شخص کو خلیفہ کر دیا تو خلیفہ سلام کے بعد سہو کا سجدہ کرے اور اگر خلیفہ کو اپنی نماز میں بھی سہو ہوا تو ایک ہی دفعہ سجدہ سہو کرنا دونوں کے سہو کو کافی ہوگا جیسا کہ امام کے دو یا زیادہ مرتبہ کے سہو ہونے اور اگر پہلے امام کو سہو نہیں ہوا تھا بلکہ خلیفہ کو سہو ہوا تو خلیفہ کے سہو سے پہلے امام پر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر پہلے امام کو حدیث ہونے پر خلیفہ کرنے کے بعد سہو ہوا تو اس سے کسی پر کچھ واجب نہیں ہوتا کیونکہ اب وہ امام مقتدری کے حکم میں ہے اسی طرح اگر خلیفہ کو خلیفہ بننے سے پہلے سہو ہوا تو امام یا خلیفہ کسی پر کچھ واجب نہیں۔

(۱۷) اگر سہو کے سجدے میں سہو ہو تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا اور ایک نماز میں ایک ہی دفعہ سجدہ سہو مشروع ہے جیسا کہ شروع میں بیان ہوا اگر سجدہ سہو میں شک ہو کہ کیا یا نہیں تو ظن غالب پر عمل کرے۔

مسائل شک کا بیان

(۱) شک کے معنی ہیں کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے میں تردد کرنا اس طرح کہ کسی جانب کو ترجیح حاصل نہ ہو یعنی ہونے یا نہ ہونے میں برابر کا تردد ہو اور اگر ان دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح ہو تو اس کو ظن کہیں گے اور اس کے مخالف جانب کو وہم اور ترجیح میں زیادتی ہو لیکن یقین کے درجہ تک نہ پہنچے تو اس کو غلبہ ظن کہتے ہیں۔

(۲) شک کی سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے خواہ گمان غالب پر عمل کرے مثلاً اس کا گمان غالب یہ ہے کہ دوسری رکعت ہے تو وہ دوسری اختیار کرے اور خواہ کسی کی جانب کو اختیار کرے یعنی جبکہ اس کے گمان پر کوئی چیز غالب نہیں ہوتی لیکن کسی کی جانب اختیار کرنے میں مطلقاً سجدہ سہو واجب ہے خواہ ایک رکن کی مقدار تفکر کرے یا نہ کرے کیونکہ اس صورت میں زیادتی کا احتمال ہے۔ اور گمان غالب پر عمل کرنے کی صورت میں اگر تفکر کرتے ہوئے ایک رکن (تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا) کی مقدار تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا ورنہ نہیں کیونکہ عدم تاخیر میں کوئی وجہ

سجده سہو کو واجب کرنے والی نہیں ہے اور غلبہ ظن بمنزلہ یقین کے ہے پس جب کسی نے تخری کی اور اس کے ظن پر کسی ایک جانب کا غلبہ ہوا تو اس کو اس کا اختیار کرنا لازمی ہے۔ (تفکر کی تفصیل سجدہ سہو میں آچکی ہے)۔

۳) جس شخص کو نماز میں شک ہوا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں مثلاً یہ شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور ایسا اتفاق پہلی ہی دفعہ ہوا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔ اور نئے سرے سے نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ وہ پہلی نماز کو کھڑے یا بیٹھ کر سلام پھیر کر یا کوئی عمل نماز کو توڑنے والا مثلاً کلام وغیرہ کر کے توڑ دے لیکن بیٹھ کر سلام پھیرنا اولیٰ ہے اور فقط نماز توڑنے کی نیت کر لینے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس سے نماز سے خارج نہیں ہوتا پہلی بار شک ہوئے کے معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ بھولتا اس کی عادت نہ ہو یہ معنی نہیں کہ کبھی اپنی عمر میں سہو نہ ہوا ہو۔ بعض فقہانے کہا ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اس سے زیادہ کو اکثر شک یعنی شک کرنے کی عادت کہا ہے اس بنا پر اگر اس کو اپنی عمر میں دو دفعہ شک ہوا تو شک کرنے کی عادت میں داخل ہو گیا۔ اکثر نے اسی کو اختیار کیا ہے اور بعض نے اس کو لیا ہے کہ اس نماز میں دو دفعہ شک ہوا ہو اور بعض نے سال میں دو دفعہ شک ہونے کو لیا ہے۔ پس اگر اکثر شک ہو جاتا ہے اور شک کرنے کی عادت ہے تو دل میں سوچ کر گمان غالب پر عمل کرے اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال ہے نہ کمی کی طرف گمان جاتا ہے نہ زیادتی کی طرف تو کمی کی جانب کو مقرر کر لے کیونکہ یہ یقینی ہے مثلاً اگر اس کو یہ شک ہو کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو پہلی مقرر کر لے اور اگر یہ شک ہو کہ دوسری ہے یا تیسری تو دوسری مقرر کر لے اور اگر یہ شک ہو کہ تیسری ہے یا چوتھی تو تیسری مقرر کر لے لیکن جہاں جہاں قعدہ کا شک ہے ان سب جگہ وہ قعدہ کرے خواہ واجب یعنی قعدہ اولیٰ کا شک ہو یا فرض یعنی قعدہ اخیرہ کا پس نتیجہ یہ نکلا کہ شک کے بعد کی ہر رکعت پر قعدہ کرے تاکہ قعدہ کا فرض و واجب ترک نہ ہو۔ مثلاً اگر چار رکعتوں کی نماز میں شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اس کو پہلی رکعت مقرر کر لے اور اس میں قعدہ کرے کیونکہ اس کے دوسری ہونے کا بھی احتمال ہے پھر کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ اس کے چوتھی ہونے کا احتمال ہے پھر کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ اس کے بھی چوتھی رکعت ہونے کا احتمال ہے اس طرح کل چار قعدے کرے تیسرا اور چوتھا قعدہ فرض ہے باقی یعنی پہلا اور دوسرا قعدے واجب ہیں۔ چوتھے قعدہ کے بعد سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے اسی طرح اگر یہ شک ہو کہ دوسری ہے یا تیسری تو دوسری مقرر کر لے اور اس پر بھی قعدہ کرے پھر تیسری پر قعدہ کرے پھر چوتھی پر قعدہ کرے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے باقی صورتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ اگرچہ ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہے مگر ترک فرض و واجب سے بچنے کے لئے ضرورتاً اس کو اختیار کیا گیا ہے اور اصول یہ ہے کہ جب کوئی چیز بدعت اور واجب کے درمیان تردد کا باعث ہو تو احتیاطاً اس کو کرنا واجب ہے اور جو چیز بدعت و سنت میں تردد کا

باعث ہو اس کا ترک احتیاطاً ضروری ہے۔

(۴) اگر فجر کی نماز میں قیام کی حالت میں یہ شک ہو کہ تیسری رکعت ہے یا پہلی (اور کسی طرف گمان غالب نہیں ہو) مولف) تو رکعت پوری نہ کرے بلکہ قیام ترک کر کے قعدہ کی طرف لوٹ جائے اور التحیات پڑھ کر قیام کرے اور دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور سورت پڑھے پھر قعدہ کرے اور تشهد پڑھے پھر سجدہ سہو کر کے نماز کو پوری کرے اگر اس صورت میں اسی رکعت کو جس میں شک ہوا ہے پوری کرے گا تو نماز فرض فاسد ہو جائے گی اور اس کا نئے سرے سے پڑھنا فرض ہوگا۔ اور اگر یہ شک ہو کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اس رکعت کو پورا کر سکتا ہے یعنی اس کو پہلی رکعت قرار دے کر پورا کر کے اس پر قعدہ کرے اور پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور بلا کر قعدہ کرے اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے۔ اور اگر مذکورہ بالا صورت میں یعنی فجر کی نماز میں قیام کی بجائے سجدہ کے اندر شک ہو کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اسی طرح نماز پڑھنا رہے خواہ پہلے سجدہ میں شک ہو یا دوسرے میں اس لئے کہ اگر پہلی رکعت ہے تو اسی طرح پڑھتے رہنا واجب ہے اور اگر دوسری رکعت ہے تب بھی اس کی تکمیل واجب ہے اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو قعدہ کرے اور تشهد پڑھے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔ اور اگر فجر کی نماز کے سجدہ میں شک ہو کہ اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو اگر پہلے سجدہ میں ہے تو اس کو نماز درست کر لینا ممکن ہے اس لئے کہ اگر اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں تو یہ دوسری رکعت ہے اور اس کا پورا کرنا اس پر واجب ہے پس نماز جائز ہوگی اور اگر تیسری رکعت ہے تب بھی امام محمدؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ جب اس کو پہلے سجدہ میں یاد آگیا تو وہ سجدہ کا عدم ہو گیا جیسا کہ چار رکعت والی فرض نماز کی صورت میں پانچویں رکعت کے پہلے سجدہ میں حدث ہونے سے کا عدم ہو جاتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہو جائیگی اور اگر یہ شک دوسرے سجدے میں ہوا تو اس کی نماز بالاتفاق فاسد ہوگی۔ اگر فجر کی نماز میں یہ شک ہو کہ دوسری ہے یا تیسری پس اگر کسی طرف گمان غالب نہیں ہے تو اگر قیام میں ہے تو فوراً بیٹھ جائے یعنی قعدہ کرے اور تشهد پڑھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور قعدہ کر کے سجدہ سہو کرے۔ اگر اس صورت میں سجدہ کرنے سے قبل قیام سے قعدہ کی طرف نہیں لوٹا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ فرض قعدہ اس سے ترک ہوا اور اگر شک والی رکعت کا رکوع کر کے قعدہ میں چلا گیا اور تشهد پڑھ کر پھر دو سجدے کر لئے تو چونکہ رکوع کے بعد قعدہ میں بیٹھنے سے وہی رکوع باقی رہتا ہے تو اگر اس کی یہ رکعت اصل میں دوسری تھی تو اس قعدہ سے اس کی نماز تمام ہو جائے گی اور اگر اصل میں پہلی رکعت ہے تو اس قعدہ سے قبل کا قیام و رکوع باطل نہیں ہوا لہذا وہ ایک اور رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کرے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ دونوں رکعتیں ہر صورت میں مکمل ہو گئیں۔ اگر یہی شک قعدہ کی حالت میں ہوا تو سوچ کر گمان غالب حاصل کرے پس اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ یہ دوسری رکعت ہے تو اسی طرح اپنی نماز پڑھتا رہے اور اگر گمان غالب ہو کہ تیسری رکعت ہے تو اپنے قعدہ کو سوچے اگر گمان غالب یہ ہو کہ دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہیں کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر گمان غالب

یہ ہے کہ دوسری رکعت کے بعد بیٹھا ہے تو نماز جائز ہے اسی کو پورا کر لے۔ اسی طرح اگر چار رکعتوں کی نماز میں یہ شک ہو کہ وہ چوتھی ہے یا پانچویں تب بھی یہی حکم ہے جو کہ فجر کی نماز میں دوسری و تیسری رکعت کا بیان ہوا اور اگر یہ شک ہو کہ تیسری یا پانچویں ہے تو اسی طرح عمل کرے جس طرح فجر کی پہلی و تیسری رکعت کا حکم بیان ہوا یعنی قیام ترک کر کے قعدہ کی طرف لوٹ جائے اور التیحات پڑھ کر کھڑا ہو اور دوسری رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور سورہ پڑھے پھر قعدہ کرے اور تشهد پڑھ کر سجدہ سہو کرے۔

(۵) اگر وتر کی نماز میں حالت قیام میں یہ شک ہو کہ وہ دوسری رکعت ہے یا تیسری اور کسی طرف گمان غالب نہیں بلکہ دونوں طرف یکساں گمان ہے تو اس رکعت کو دعائے قنوت پڑھ کر پورا کرے اور قعدہ کر کے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی قنوت پڑھے ہی اصح و مختار ہے۔

(۶) اگر نماز میں کسی کو یہ گمان غالب ہو کہ اس کو حدث ہوا ہے یا اس نے مسح نہیں کیا تھا اور اس کو اس کا یقین ہو گیا اور اس کو اس میں کچھ شک باقی نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا یعنی اس کو یہ یقین ہوا کہ حدث نہیں ہوا یا یہ کہ بیشک اس نے مسح کر لیا ہے تو اگر اس نے پہلی صورت میں یعنی حدث ہونے یا مسح نہ کرنے کے یقین کی حالت میں کوئی رکن ادا کر لیا تھا تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھے ورنہ وہی نماز پڑھنا ہے جائز ہے۔

(۷) اگر کسی کو نماز کے اندر جبکہ ایک رکن ادا کر چکا ہو یہ شک ہو کہ اس نے شروع کی تکبیر کہی تھی یا نہیں یا یہ شک ہو کہ حدث ہوا ہے یا نہیں یا یہ شک ہو کہ کپڑے کو نجاست لگی ہے یا نہیں یا یہ شک ہو کہ سر کا مسح کیا ہے یا نہیں تو اگر یہ شک پہلی دفعہ ہی ہوا ہے تو نئے سرے سے نماز پڑھے یعنی تکبیر کہنے میں شک کی صورت میں نئے سرے سے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھے اور حدث کے شک کی صورت میں وضو کر کے نئے سرے سے نماز پڑھے اور کپڑے پر نجاست لگنے کے شک کی صورت میں نجاست کو دھو کر کپڑا پاک کر کے پھر نماز پڑھے اور سر کے مسح کے شک کی صورت میں سر کا مسح کر کے پھر نماز پڑھے اور اگر یہ شک پہلی دفعہ نہ ہوا ہو تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں اسی طرح نماز پڑھنا ہے اور اس پر وضو کرنا یا کپڑا دھونا وغیرہ واجب ہوگا یہ حکم نماز کے اندر شک ہونے کا ہے اور اگر بعد فراغ کے شک ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

(۸) نماز کے اندر شک ہو کہ مسافر ہے یا مقیم تو چار رکعتیں پڑھے اور اس کو احتیاطاً دوسری رکعت میں قعدہ کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی اس لئے کہ فرض قعدہ ترک ہو جانے کا احتمال ہے۔

(۹) امام جب دو رکعتیں پڑھے چکا اور دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا پھر اس کو شک ہو کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری یا یہ شک ہو کہ تیسری رکعت ہے یا چوتھی تو اپنے مقتدیوں کی طرف ملاحظہ کرے یعنی گوشہ چشم سے دیکھے اگر وہ کھڑے ہو جائیں تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور وہ بیٹھ جائیں تو یہ بھی بیٹھ جائے اس پر اعتماد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اس پر سجدہ سہو واجب نہیں جبکہ شک باقی نہ رہے۔

(۱۰) اگر منفرد یا امام کو رکعتوں کی ادائیگی میں شک ہو اور جب اس نے سلام پھیرا تو دو معتبر شخصوں نے اس کو خبر دی، تو ان کا قول اختیار کرنا بالاتفاق واجب ہے اور اس کے شک کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر ایک معتبر شخص نے خبر دی، مثلاً یہ خبر دی کہ تو نے تین رکعتیں پڑھی ہیں اور نمازی کو چار رکعت کا یقین نہیں بلکہ گمان غالب ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کا لوٹانا احتیاطاً واجب ہے اور دوسرے حضرات کے نزدیک اس کو اپنی رائے پر عمل کرنا چاہئے اور خبر دینے والے کے قول کا اعتبار نہ کرے لیکن ان کے نزدیک لوٹالینا مستحب ہے۔ اور اگر یقینی طور پر چار رکعت کا پڑھنا یاد ہو تو پھر کسی کے نزدیک لوٹانا واجب نہیں اور وہ مجرب کے قول کا اعتبار نہ کرے۔ اگر نماز پڑھنے والے کو خبر دینے والے کے متعلق شک ہو کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ وہ احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے کیونکہ اس کے صریح میں شک کرنا نماز میں شک کرنا ہے اور اگر دو معتبر شخصوں کے قول میں شک ہو تب بھی نماز کا اعادہ کرے اور اگر خبر دینے والا معتبر نہیں تو اس کے قول پر اعتبار نہ کرے۔

(۱۱) اگر تعداد رکعات میں شک نہیں ہو مگر خود اس نماز کی صفت میں شک ہو مثلاً ظہر کی نماز پڑھنے والے نے جب ایک رکعت ظہر کی نیت سے پڑھ لی تو دوسری رکعت میں شک ہو کہ یہ عصر کی نماز پڑھتا ہوں اور تیسری رکعت میں شبہ ہو کہ نقل پڑھتا ہوں اور چوتھی میں ظہر کا شبہ ہو تو ظہر ہی ہے اور اس شک کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۱۲) اگر امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہو مقتدیوں نے کہا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں اور امام نے کہا کہ چار پڑھی ہیں تو اگر امام کو اپنے ٹھیک پڑھنے کا یقین ہو تو ان کے قول سے نماز کا اعادہ نہ کرے لیکن مقتدی اعادہ کریں کیونکہ ان کے ظن میں ان کی نماز فاسد ہے اور اگر یقین نہ ہو تو مقتدیوں کے کہنے کے بموجب اعادہ کرے۔ اور اگر کچھ مقتدی امام کے ساتھ ہیں اگرچہ ایک ہی ہو اور کچھ کا ان سے اختلاف ہے تو امام کا قول اختیار کیا جائے اور اگر ایک شخص نے یقین کیا کہ نماز پوری یعنی چار رکعت ہوئی ہے اور ایک شخص نے یقین کیا کہ ناقص یعنی تین رکعت ہوئی ہے اور امام اور باقی مقتدیوں کو شک ہے تو صرف اس شخص پر اعادہ لازمی ہے جس کو ناقص ہونے کا یقین ہے امام اور مقتدیوں پر کچھ بھی واجب نہیں اور اعادہ مستحب بھی نہیں۔ اور اگر امام کو نقص کا یقین ہے تو ان سب کو اعادہ لازم ہے مگر ان میں سے جس شخص کو نماز کے پورا ہونے کا یقین ہے اس کو اعادہ لازم نہیں ہے۔ اور اگر صرف ایک شخص کو ناقص ہونے کا یقین ہے اور امام اور باقی مقتدیوں کو شک ہے تو اگر وقت ہے تو احتیاطاً لوٹالینا اولیٰ ہے اگر اعادہ نہ کریں تب بھی مضائقہ نہیں اور اگر دو معتبر شخص یقین کے ساتھ کہتے ہوں کہ نماز میں کمی ہوئی ہے تو اعادہ لازم ہے۔

(۱۳) شک کے یہ تمام مسائل نماز کے اندر شک ہونے کے بیان ہوئے ہیں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر شک ہو تو اس کا اعتبار نہیں پس اگر کسی شخص کو تشہد سے فارغ ہونے کے بعد سلام سے پہلے یا سلام پھیرنے کے بعد شک ہو تو نماز کے جواز کا حکم دیا جائیگا اور شک کا اعتبار نہ ہوگا (لیکن اگر کوئی احتیاط کی راہ سے پھر نماز پڑھ لے تو اچھا ہے تاکہ دل کی

کھٹک نکل جائے اور شبہ نہ رہے لیکن پہلی نماز پوری کر کے دوبارہ پڑھے اس نماز کو نہ توڑے۔ اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد یہ تو یقین ہے کہ نماز کا کوئی فرض رہ گیا ہے لیکن صرف اس کے تعین میں شک واقع ہوا کہ وہ کیا ہے تو اس شک کا اعتبار ہوگا کیونکہ اصل چیز یعنی فرض کا ترک تو متیقن ہے جس کا ازالہ ضروری ہے اور شک صرف اس کے تعین میں ہے پس اس کو پھر سے نماز پڑھنا فرض ہے اور بعض فقہانے کہا کہ وہ ایک سجدہ کرے پھر قعدہ کرے پھر ایک رکعت دو سجود کے ساتھ ادا کرے پھر قعدہ کرے پھر سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے اس لئے کہ احتمال ہے کہ رکوع ترک ہوا ہو پس سجدے اس کے بغیر لغو ہو گئے پس اس کو ایک رکعت دو سجود والی لازمی ہو گئی۔

(۱۴) اگر کسی شخص کو شک ہو کہ نماز پڑھی ہے یا نہیں تو اگر وقت باقی ہے تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر وقت نکل گیا تو پھر کچھ واجب نہیں مگر جبکہ یقین ہو جائے تو قضا دیوے۔

(۱۵) ایک امام جماعت سے نماز پڑھ کر چلا گیا پھر اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ ظہر کی نماز تھی بعض نے کہا کہ عصر کی تھی تو اگر ظہر کا وقت ہے تو نماز ظہر کی ہوگی اور اگر عصر کا وقت ہے تو عصر کی ہوگی اور اگر وقت میں بھی شک ہے تو دونوں فریق کی نماز جائز ہو جائے گی لیکن ازراہ دیانت اعادہ کریں۔

سجدہ تلاوت کا بیان

تمام قرآن شریف میں تلاوت کے چودہ سجدے ہیں۔ ان میں سے چار سجدے قرآن مجید کے نصف اول میں ہیں اور دس نصف دوم میں۔ امام شافعی اور امام احمد حنبل کے نزدیک بھی چودہ ہی ہیں لیکن ان کے نزدیک سورہ ص میں سجدہ نہیں اور سورہ حج میں دو سجدے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک سورہ حج میں ایک سجدہ ہے یعنی پہلا اور دوسرا سجدہ جو سورہ کے آخر میں ہے اس میں سجدہ سے مراد نماز کا سجدہ ہے پس اس کے پڑھنے یا سننے سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک سجدہ واجب نہیں ہے۔ باقی میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں مفصلات یعنی سورہ التعم، والشقت، واقراء میں یعنی ان تین جگہ ان کے نزدیک سجدہ نہیں۔ پس اگر حنفی مقتدی شافعی امام کے پیچھے اقتدا کرے اور امام نے سورہ حج کے دوسرے سجدے پر سجدہ کیا جہاں شیعوں کے نزدیک سجدہ نہیں ہے تو امام کی متابعت کی وجہ سے حنفی مقتدی بھی یہاں سجدہ کرے لیکن اگر خارج نماز شافعی سے اس آیت کو سنے تو اس پر سجدہ نہیں ہے۔ اور اگر حنفی نے مالکی امام کے ساتھ اقتدا کی اور اس نے سجدہ اس مقام پر نہیں کیا جہاں حنفی کے نزدیک سجدہ ہے اور اس کے نزدیک نہیں ہے تو حنفی مقتدی بھی سجدہ نہ کرے کیونکہ اقتدا کی حالت میں وجوب سجدہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے پس اگر حنفی امام بھی سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر بھی نہیں خواہ اس نے ساہویانہ ساہو جیسا کہ آگے تفصیل میں آتا ہے۔

آیات سجدہ کے مقام پر عوام کی سہولت کے لئے قرآن مجید کے حاشیہ پر لفظ سجدہ لکھا رہا ہے اس آیت کو پڑھ کر یا

سن کر ایک سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اس سجدہ کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔ ان آیتوں کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) سورہ اعراف کے اخیر میں یہ آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَعُوْذُوْنَ مِنْكَ وَيَسْجُدُوْنَ

(۲) سورہ رعد کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: وَبِاللّٰهِ يَسْجُدُوْنَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلًا لِّهُمْ

بِالْعُدُوِّ وَالْاَصْحٰلِ

(۳) سورہ النحل کے پانچویں رکوع کی یہ آیت: وَبِاللّٰهِ يَسْجُدُوْنَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اِسْمٰئِيْلُ وَآدَمُ وَنُوْحٌ وَاٰلُ اِبْرٰهِيْمَ وَآلُ اِمْرٰٓءَةَ اِسْمٰئِيْلَ ۗ سَمِيْعًا وَغٰٓفِرًا ۝

مَآئُوْمَرُوْنَ ۝ تٰكِيْمًا لِّمَا يَشَآءُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَظٰلِمٌ لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝

(۴) سورہ بنی اسرائیل کے بارہویں رکوع میں یہ آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ اِذَا اُنْتَلٰ عَلَيْهِمْ مِّمَّا يَخْرُجُوْنَ

لِلْاَذْقَانِ سَجْدًا اَوْ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانُوْا رٰٓءِیْنَ اٰیٰتِنَا لَمَفْعُوْلًا ۗ تٰكِيْمًا لِّمَا يَشَآءُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَظٰلِمٌ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

وَيَخْرُجُوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَسْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۗ تٰكِيْمًا لِّمَا يَشَآءُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَظٰلِمٌ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

(۵) سورہ مریم کے چوتھے رکوع میں یہ آیت: اِذَا اُنْتَلٰ عَلَيْهِمْ اٰیٰتِ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّابْتِغَآءَ نِعْمٍ

(۶) سورہ حج کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۗ وَكَثِيْرٌ حَقًّا عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ

يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۗ

(۷) سورہ فرقان کے پانچویں رکوع کی یہ آیت: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ

اَنْ يَسْجُدَ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۗ

(۸) سورہ نمل کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: اَلَا يَسْجُدُوْنَ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۗ تٰكِيْمًا لِّمَا يَشَآءُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَظٰلِمٌ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

الْعَظِيْمَةِ ۗ تٰكِيْمًا لِّمَا يَشَآءُ اللّٰهُ ۗ

(۹) سورہ المتنزیل السجدہ کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا

خَرُّوْا سُجَّدًا وَّابْتِغَآءَ نِعْمٍ ۗ تٰكِيْمًا لِّمَا يَشَآءُ اللّٰهُ ۗ

(۱۰) سورہ ص کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: فَاسْتَغْفِرْ رَبَّكَ وَخَرَّ رَاْعًا وَاَنْابَ ۗ تٰكِيْمًا لِّمَا يَشَآءُ اللّٰهُ ۗ

فَعَفَا نَا لَكَ ذَلٰلِكَ وَاِنَّا لَعِنْدَ نَا لَزُلْفٰی وَحَسَنَ مَّآٓءٍ ۗ تٰكِيْمًا لِّمَا يَشَآءُ اللّٰهُ ۗ

(۱۱) سورہ حم سجدہ کے پانچویں رکوع میں یہ آیت: فَاِنْ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَكَ بِاللَّيْلِ

وَالنَّهَارِ لَا يَسْأَمُوْنَ ۗ

(۱۲) سورۃ النجم کے اخیر میں یہ آیت: قَسِّمُوا لَهُمْ كِسْفًا مِّنْ قَبْلِهِمْ لِيَسْجُدُوا لَهُ
(۱۳) سورۃ اذا السمار النشقت میں یہ آیت: فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ
(۱۴) سورۃ اقرآء میں یہ آیت: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

واضح رہے کہ جس جگہ صحابہ کرام اور قاریوں میں سجدہ کے مقام میں اختلاف ہوا ہے تو وہاں آخری آیت تک سجدہ میں تاخیر کرنے میں زیادہ احتیاط ہے تاکہ بالاتفاق سجدہ کی ادائیگی ہو جائے کیونکہ نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنے میں ایک یا دو آیت کی تاخیر نماز کے لئے مضر نہیں ہے اور آیت سجدہ پڑھنے سے پہلے سجدہ کرنا نماز میں نقصان کا موجب ہے اس لئے کہ وہ وجوب سے پہلے ادا ہوگا اور یہاں اسی لحاظ سے یہ آیتیں تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔

شروط سجدہ تلاوت کیونکہ یہ نماز کے اجزا میں سے ایک جزو ہے اس لئے تحریمہ اور نیت تعیین کے سوا سجدہ تلاوت کیلئے

دیئے گئے ہیں۔ مثلاً شریطیں ہیں مثلاً طہارت، استقبال قبلہ، مطلق نیت سجدہ تلاوت، شریعت وغیرہ۔ پس پانی پر قادر ہونے ہوئے تیمم کر کے سجدہ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ تحریمہ نماز کے مختلف افعال قیام و قرائت و رکوع و سجود وغیرہ کو فعل واحد کر دیتی ہے اور سجدہ تلاوت خود فعل واحد ہے اس لئے تحریمہ سے مستغنی ہے اور نیت تعیین یعنی یہ نیت کرنا کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے بھی اس کے لئے شرط نہیں ہے مگر یہ نیت کرنا کہ یہ سجدہ تلاوت ہے اس کے لئے شرط ہے جیسا کہ شرائط میں شمار کیا گیا ہے۔ پس مطلقاً سجدہ تلاوت کی نیت کافی ہے اور اگر نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور فوراً سجدہ تلاوت کیا تو پھر اس نیت کی بھی ضرورت نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔

قراض سنن مستحبات و مفاسدات وغیرہ اس کا فرض یعنی رکن پیشانی زمین پر رکھنا ہے یا جو اس کا قائم مقام اور بدل ہو مثلاً نماز پڑھنے والے کا رکوع یا مریض کے واسطے اشارہ یا سفر میں

جانور پر سواری کی حالت میں اشارہ سے ادا کرنا۔ نماز سے باہر اگر سجدہ کی جگہ رکوع کرے گا تو کافی نہ ہوگا۔ بیمار نے حالت صحت میں پڑھی ہوئی آیت سجدہ کا سجدہ بیماری میں اشارہ سے ادا کیا تو جائز ہے اور سوار نے جب کہ سجدہ کی آیت شہر سے باہر سواری پر پڑھی یا سنی ہو تب سواری پر اشارہ سے ادا ہو جائے گا اگرچہ وجوب سجدہ کے بعد اتر پڑا ہو اور پھر سوار ہو گیا ہو لیکن زمین پر ادا کرنا افضل ہے اور جو سجدہ جانور پر سواری میں واجب ہوگا وہ زمین پر ادا ہو جائیگا بلکہ زمین پر ہی افضل ہے اور اگر سجدہ زمین پر واجب ہو تو اس کا سواری پر ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ کامل واجب ہوا ہے۔ اور اگر سواری سے اتر کر سجدہ کی آیت پڑھی پھر اس کو خوف پیدا ہوا جس کی وجہ سے سوار ہو گیا تو اب یہ سجدہ جو زمین پر واجب ہوا خوف کی حالت میں سواری پر ادا کیا تو جائز ہے امن کی حالت میں جائز نہیں۔ سجدہ تلاوت کے لئے دو تکبیریں پکار کر کہنا سنت ہے ایک تکبیر یعنی اللہ اکبر اس وقت کہنا جبکہ سر سجدہ کے لئے رکھے ایک تکبیر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت کہنا اکیلا ہو تو اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور یا نام اتنا جہر کرے کہ اور مقتدیوں کو بھی سنانی دے۔

سجدہ نیک سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہنا سنت ہے تین بار سے کم نہ کرے جس طرح فرض نماز میں اس سے کمی نہیں کی جاتی اور اگر سجدہ میں کچھ نہ پڑھا تب بھی جائز ہے جیسا کہ فرض نماز کے سجدہ میں ہوتا ہے۔ یہ حکم فرض نمازوں کے لئے ہے یعنی فرض نمازوں میں سجدہ تلاوت میں نماز کے سجدہ کی طرح سبحان ربی الاعلیٰ کہنا بہتر ہے اور اگر آیت سجدہ نقل نمازوں میں یا نماز سے باہر پڑھی جائے تو اس کے سجدہ تلاوت میں اختیار ہے چاہے یہی تسبیح پڑھیں یا وہ دعائیں و تسبیحیں جو احادیث میں وارد ہیں پڑھے مثلاً یہ پڑھے: سَجِدُ وَنُحِي لِّلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ التَّحَالِقِينَ ۝ اور دونوں کو جمع کر لے تو بہتر ہے اور یہی دعائیں وارد ہیں مثلاً اَللّٰهُمَّ اَكْتُبْ لِيْ عِنْدَكَ بِهَا اَجْرًا وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَاَجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهُمَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ ۝ اور صحابہ کرام سے جو آثار مروی ہیں وہ نماز سے باہر کے سجدہ میں پڑھ سکتا ہے۔ کھڑے ہو کر سجدے میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب و افضل ہیں اور اس میں بہت ثواب ہے لیکن اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جاوے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھ بیٹھے کھڑا نہ ہو تب بھی درست ہے لیکن تکبیر نہیں چھوڑنی چاہئے کہ یہ سلف کے خلاف ہوگا اگرچہ سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اس سجدہ کے لئے اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ اٹھانا اور التحیات اور سلام نہیں ہے۔ جن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے انہی چیزوں سے یہ سجدہ بھی فاسد ہو جاتا ہے مثلاً جان بوجھ کر حدیث کرنا یا کلام کرنا یا قبضہ کرنا اور اگر یہ چیزیں سجدہ کے اندر واقع ہوں تو سجدہ کا اعادہ واجب ہوگا جیسا کہ نماز کے سجدہ کا حکم ہے مگر اتنا فرق ہے کہ سجدہ تلاوت میں قبضہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور عورت کے محاذات سے یہ سجدہ فاسد نہیں ہوتا اور اگر سجدہ تلاوت میں سو گیا تو نماز کے سجدہ کی طرح اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا یہی صحیح ہے۔

سجدہ تلاوت کا مسنون طریقہ | سجدہ تلاوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب سجدہ کا ارادہ کرے تو کھڑے ہو کر اس کی نیت دل میں کرے اور زبان سے کہے کہ اللہ کے واسطے سجدہ تلاوت کرتا ہوں (عربی

زبان میں نیت کے الفاظ یہ ہیں: نَوَيْتُ اَنْ اَسْجُدَ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَنْ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ) پھر ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہتا ہو سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہو اسراٹھائے اور کھڑا ہو جائے اور اس کو تشہد پڑھنے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (نماز کے اندر سجدہ کرے تو دل میں نیت کر لے زبان سے نہ کرے اور اگر فی الفور سجدہ کرے تو نیت ضروری نہیں ہے۔ مولف) بعض لوگ قرآن شریف پر ہی سجدہ کر لیتے ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور سر سے نہیں اترتا۔

اسباب وجوب سجدہ تلاوت :- سجدہ تلاوت کے واجب ہونے کے تین سبب ہیں (۱) خود آیت سجدہ کو تلاوت کرنا

۱۔ یا یہ کہے: سُبْحٰنَ رَبِّيْٓ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّيْٓ لَمَفْعُوْلًا ۝ — مثلاً ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَكَ

سَجْدًا سَوَادِيْ وَبِكَ اٰمَنْ فُوَادِيْ اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنِيْ عِلْمًا يَّتَفَعَّلِيْ وَعَمَلًا يَّتَرَفَعُنِيْ۔

تلاوت کا مطلب یہ ہے کہ صحیح حروف نکالے اور اس سے ایک آواز پیدا ہو جس کو وہ خود سن لے جبکہ کوئی عذر نہ ہو (مثلاً بہرہ نہ ہو پس بہرہ آدمی کے لئے سماع ضروری نہیں) یا کوئی اور آدمی جو اس کے منہ کے پاس کان لگائے وہ سن لے یہی صحیح ہے (امام کرخی کا قول یعنی حروف کا صحیح ادا ہونا اگرچہ خود بھی نہ سن سکے ضعیف ہے)۔ اگر کسی نے سجدہ کی آیت اس طرح پڑھی کہ صرف ہونٹوں کو ہلایا تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔

(۲) آیت سجدہ کا کسی انسان سے سنا اور یہ شرط پڑھنے والے اور اس کے مقتدی کے علاوہ (مقتدی کا حکم ۳ میں آئیگا) دوسرے شخص کے لئے ہے خواہ وہ قرآن شریف سننے کا قصد کرے یا نہ کرے پس کچی اور کام میں لگا ہوا ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیت سن لی تب بھی سجدہ تلاوت واجب ہوگا اور اگرچہ وہ فارسی وغیرہ کسی اور زبان میں سننے یعنی آیت سجدہ کا ترجمہ دوسری زبان میں سنے یہ اس وقت ہے جبکہ اس کو اس کی خبر دی جائے اور اگر اس کو خبر نہ ہو کہ یہ آیت سجدہ ہے تو وہ معذور ہے۔ اگر کسی جانور مثلاً طوطا پینا وغیرہ سے سجدہ کی آیت سنی جائے تو صحیح یہ ہے کہ اس پر سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا۔

(۳) ایسے شخص کی اقتدا کرنا جس نے سجدہ کی آیت تلاوت کی ہو خواہ اس کی اقتدا سے پہلے یا اقتدا کے بعد تلاوت کی ہو اور خواہ اس نے ایسی آہستہ آواز سے تلاوت کی ہو کہ کسی مقتدی نے نہ سنی ہو یا بعض نے نہ سنی ہو جب بھی ان نہ سننے والے مقتدیوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے کیونکہ ان پر امام کی متابعت واجب ہے اور یہ حکم اس وقت ہی جبکہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر سجدہ واجب نہیں اگرچہ آیت کو سنا ہو۔ ان تینوں اسباب کی مزید جزئیات یہ ہیں:-

(۱) جس طرح پوری آیت سجدہ کی تلاوت سے سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے اسی طرح آیت سجدہ کا بعض حصہ تلاوت کرنے سے بھی سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جو لفظ سجدہ پر دلالت کرتا ہے اس کے ساتھ ایک کلمہ اول میں یا بعد میں بلا کر پڑھنے سے بھی سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ پوری آیت کی تلاوت سے واجب ہوتا ہے (غیر صحیح قول یہ ہے کہ جب تک آیت سجدہ کا اکثر حصہ بمعہ لفظ سجدہ کے نہ پڑھے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا خواہ وہ اکثر حصہ کلمہ سجدہ سے پہلے کا ہو یا بعد کا یا درمیان کا ہو حکم میں برابر ہے)۔ اگر سجدہ کی پوری آیت پڑھی لیکن اس کے آخر کا لفظ جس میں سجود کا مادہ پایا جاتا ہے نہ پڑھا تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ اور اگر اکیلا وہی لفظ پڑھا جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے تب بھی اس پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ اگر وہ اسٹیجڈ پڑھا اور خاموش ہو گیا اور واقف نہ نہ پڑھا تو سجدہ واجب ہوگا۔

(۲) آیت سجدہ لکھنے یا اس کی طرف نظر کرنے یا زبان سے پڑھے بغیر دل سے پڑھنے یا بھی یعنی ایک ایک حرف پڑھنے سے (یعنی ایک دم نہ پڑھنے بلکہ اس طرح پڑھنے سے جیسے بچوں کو ہجے کرانے والا پڑھتا ہے) سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا۔ اگر نماز میں قرآن شریف کو بھیجی کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ قرآن کے حروف ہیں لیکن

یہ قراءت کے قائم مقام نہ ہوگا اس لئے کہ اس نے یہ قرآن نہیں پڑھا جیسا کہ فرائض نماز میں قراءت کے بیان میں آچکا ہے۔
 (۳) اگر سجدہ کی آیت کا ترجمہ فارسی یا کسی اور زبان میں پڑھا تو پڑھنے والے پر ہر حال میں سجدہ تلاوت واجب ہوگا خواہ وہ اس کو آیت سجدہ کا ترجمہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک سننے والے پر بھی ہر حال میں سجدہ واجب ہوگا خواہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اور صاحبین کے نزدیک اگر وہ سمجھتا ہے یا اس کو خبر دی جائے کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے تو سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا ورنہ نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے اور معتدیہ ہے کہ امام صاحب نے بھی صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے (بعضوں نے کہا کہ بالاجمل واجب ہوگا اور اس کو صحیح کہا ہے) اور اگر عربی میں آیت سجدہ پڑھی تو بالاتفاق ہر صورت میں سجدہ ہمو لازم ہوگا خواہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو لیکن عجمی پر اس وقت تک واجب نہیں جب تک وہ نہ جائے۔

(۴) اگر پہرے آدمی نے سجدہ کی آیت پڑھی اور خود اس کو نہ سنا تو اس پر سجدہ واجب ہوگا اگر کسی کے نزدیک سجدہ کی آیت پڑھی گئی مگر کام کی مشغولی کے سبب اس نے نہ سنی تو اس پر یہ ہے کہ اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں، (اگرچہ بعض کے نزدیک واجب ہے)۔

(۵) اگر کسی نے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا جنگل میں بلند آواز سے آیت سجدہ پڑھی اور اس کی صدائے بازگشت یعنی ٹکرا کر لوٹ آنے والی گونج کی آواز کسی نے سنی تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا اور اگر کسی پرندے مثلاً طوطا پینا وغیرہ نے آیت سجدہ پڑھی اور کسی شخص نے سنی تو اس پر یہ ہے کہ اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔

(۶) کسی شخص نے پوری آیت سجدہ ایک جماعت سے اس طرح سنی کہ ایک ایک شخص سے ایک ایک لفظ سنا تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے کسی ایک پڑھنے والے سے نہیں سنا اور پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہے (یعنی اگر ایک آدمی سے اس قدر سن لے گا جس قدر سے سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے تب واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ مؤلف)۔

(۷) سجدہ تلاوت کے واجب ہونے میں اصل یہ ہے کہ جس شخص میں نماز واجب ہونے کی اہلیت ہو خواہ ادا کے طور پر یعنی اہل وقت اہل ہو یا قضا کے طور پر جیسے جنبی یا نشہ والا یا سونے والا تو اس میں سجدہ تلاوت کے واجب ہونے کی بھی اہلیت ہے ورنہ نہیں۔ پس اگر آیت سجدہ تلاوت کرنے والا کافر ہو یا ایسا مجنون ہو جس کا جنون ایک دن یا کئی دن زیادہ ہو یا نابالغ ہو یا ایسی عورت ہو جو حیض یا نفاس میں ہے یا اس نے دس دن سے کم حیض یا چالیس دن سے کم نفاس سے پاک ہو کر تلاوت کی ہو تو ان سب پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا اور اگر یہ لوگ کسی اور سے آیت سجدہ سنیں تب بھی ان پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ نہ اس وقت یعنی ادا اس کے اہل ہیں اور نہ بعد میں یعنی قضا۔ اور اگر ان سے کوئی عاقل بالغ مسلمان یعنی جو سجدہ تلاوت کے واجب کا اہل ہے سنے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا سوائے ایسے مجنون کے جس کو افاقہ نہ ہوتا ہو یعنی ایک دن رات سے زیادہ جنون رہتا ہو کیونکہ اس کے پڑھنے سے سننے والوں پر بعض کے نزدیک

سجدہ واجب نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ سجدہ واجب ہوگا دونوں روایتیں صحیح ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ واجب نہیں۔ اور اگر محزون کا جتون ایک دن رات تک یا اس سے کم ہو تو اس پر بوجہ وجوب نماز کا اہل ہونے کے سجدہ تلاوت اپنے پڑھنے یا سننے سے واجب ہوگا اور اس سے سننے والے پر بالاولیٰ واجب ہوگا۔

(۸) اگر بے وضو یا جھنجھی سجدہ کی آیت پڑھیں یا سنیں تو ان پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہوگا کیونکہ وہ قضاء یعنی تاخیر کے ساتھ سجدہ تلاوت ادا کرنے کے اہل ہیں اور مریض کا بھی یہی حکم ہے پس اگر سجدہ پر قادر نہ ہو تو نماز کے سجدہ کی طرح اسے بھی اشارہ سے کر لے۔

(۹) اگر کسی شخص نے سوتے ہوئے آیت سجدہ پڑھی تو اگر جاگنے پر اسے خبر دی جائے کہ اس نے سوتے میں آیت سجدہ پڑھی تھی تو اس پر سجدہ واجب ہونے یا نہ ہونے میں روایتوں اور تصحیح میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس پر سجدہ واجب ہوگا (اور اگر اس کو کسی نے خبر نہیں دی تو اس پر سجدہ واجب نہیں) اور سوتے ہوئے سے آیت سجدہ سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہونے یا نہ ہونے میں بھی اختلاف روایات ہے اور دونوں طرف تصحیح ہے لیکن اصح یہ ہے کہ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ سماع کے لئے تلاوت صحیحہ شرط ہے جس کے لئے تمیز ضروری ہے۔

(۱۰) اگر کسی نے نشہ کی حالت میں سجدہ کی آیت پڑھی تو اس پر اور اس سے سننے والوں پر سجدہ واجب ہوگا۔

(۱۱) عورت نے اگر اپنی نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی تو ذرا بھی سجدہ نہیں کیا تھا کہ اس کو حیض آگیا تو وہ سجدہ اس سے ساقط ہو گیا۔ اگر خارج نماز آیت سجدہ تلاوت کی اور ذرا بھی سجدہ نہیں کیا تھا کہ حیض آگیا تب بھی اس سے سجدہ ساقط ہو گیا، یہی صحیح ہے۔ کیونکہ جس طرح حیض ابتدا میں وجوب کا مانع ہے اسی طرح اس وجوب کے باقی رہنے میں بھی مانع ہے۔ مرتد کا مسئلہ جو آگے مذکور ہے اس کی نظیر ہے۔ بعض کے نزدیک اس صورت میں سجدہ تلاوت ساقط نہیں ہوتا بعض نے اس کی تصحیح کی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۲) اسی طرح اگر کسی مسلمان نے آیت سجدہ پڑھی پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہو گیا تو اس پر سے سجدہ تلاوت ساقط ہو گیا پھر اگر وہ مسلمان ہوا تو اس پر وہ سجدہ تلاوت اب واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ کفر جس طرح ابتدا میں مانع وجوب اسی طرح مانع بقائے نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے مسائل (۱) اگر امام سجدہ کی آیت پڑھے تو اسی وقت سجدہ کرے اور مقتدی بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں خواہ وہ سنی یا نہ سنی اور خواہ چہر کی نماز میں ہو یا آہستہ کی نماز

میں مگر مستحب یہ ہے کہ آہستہ قرات کی نماز میں امام سجدہ کی آیت نہ پڑھے۔

(۲) اگر امام سے کسی ایسے شخص نے آیت سجدہ سنی جو اس کے ساتھ نماز میں نہیں ہے اور بعد میں بھی اس کے ساتھ اس نماز میں شامل نہیں ہوا تو اس پر بھی سجدہ تلاوت لازم ہوگا یہی صحیح ہے اور اگر وہ شخص اس کے سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے اس کے ساتھ اس نماز میں شریک ہو گیا تو امام کے ساتھ سجدہ کر لے یہ کافی ہے اور اگر اس کے سجدہ کرنے کے بعد نماز میں داخل ہوا تو سجدہ نہ کرے نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے بعد امام کا سجدہ اس کے لئے کافی ہے۔ یہ حکم بالتفاق الروایات

اس وقت ہے جبکہ اسی رکعت میں آخر تک شامل ہو جائے جس میں امام نے آیتِ سجدہ پڑھی ہے اور اگر اس کے بعد کسی رکعت میں شامل ہو تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ حکم مطلقاً ہے اس لئے وہ بھی سجدہ نہ کرے نہ نماز کے اندر اور نہ بعد میں کیونکہ اقتدا کرنے سے وہ سجدہ نماز کے اندر کا ہوگا تو خارج نماز دا نہیں ہو سکتا اور نماز کے اندر ادا کرنے سے امام کی مخالفت لازم آتی ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ سجدہ کرے۔ اگر آیتِ سجدہ پڑھنے والا پہلے منفرد تھا اور کسی شخص نے اس سے وہ آیتِ سجدہ سنی پھر اس کی اقتدا کرنی تب بھی اس مقتدی کیلئے وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا۔

(۳) اگر امام نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا تو مقتدی بھی اس کی متابعت میں سجدہ نہ کرے اگرچہ اس نے آیتِ سجدہ سنی ہو۔

(۴) اگر کسی مقتدی نے آیتِ سجدہ پڑھی تو نہ خود اس پر سجدہ واجب ہوگا اور نہ اس کے امام اور دوسرے مقتدیوں پر نہ نماز میں نہ نماز کے بعد اور اگر سننے والا اس کے امام اور اس کے ساتھی مقتدیوں کے علاوہ کوئی شخص ہے تو اس پر سجدہ واجب ہوگا جیسا کہ اگلے نمبر میں اس کی وضاحت ہے۔

(۵) اگر نماز پڑھنے والے نے کسی ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنی جو اس کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے خواہ وہ سننے والا منفرد ہو یا امام ہو یا کسی اور امام کا مقتدی ہو اور وہ آیتِ سجدہ پڑھنے والا خواہ سننے والے کے امام کے سوا دوسرا امام ہو یا اس دوسرے امام کا مقتدی ہو یا منفرد ہو یا بالکل نماز میں نہ ہو تو سننے والے پر بعد نماز سجدہ تلاوت کرنا واجب ہے پس اس کو چاہئے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرے اور اگر نماز کے اندر سجدہ کیا تو کافی نہ ہوگا بلکہ بعد نماز اس کا اعادہ کرنا لازمی ہے اور نماز میں سجدہ کر لینے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی یہی صحیح ہے کیونکہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور سجدہ کی زیادتی رکعت سے کم ہے۔ لیکن بوجہ کراہت تحریمی اس نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے کیونکہ یہ با وجب کی ادائیگی سے مانع ہوا ہے جو ممنوع ہے۔ لیکن اگر اس نمازی سامع نے اس تلاوت کرنے والے کے ساتھ اس کی متابعت میں سجدہ کیا تو اب اس کی نماز جاتی رہی اس لئے کہ اپنے امام کے علاوہ کسی اور کی متابعت کی نیت سے ایک سجدہ بھی زیادہ کرنا یا کسی بھی امر میں اس کی متابعت کرنا نماز کو فاسد کرتا ہے اور اس مسئلہ میں بھی گو حقیقی اقتدا نہیں لیکن اس سے مشابہت ہے اس لئے اس کا بھی وہی حکم ہے۔

(۶) عہ میں جو حکم بیان ہوا اس وقت ہے جبکہ غیر سے سننے والا نمازی خود اس آیت کو تلاوت نہ کرے اگر خود بھی اس آیت کو پڑھ لیا تو اگر پہلے پڑھ چکا ہو اور پھر اس شخص سے سنا اور نماز میں سجدہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کا اعادہ نہ کرے بلکہ اگر پہلے سن چکا ہے پھر خود اس کی تلاوت کی تو اس میں دو روایتیں ہیں معتبر یہ ہے کہ وہ بھی نماز کے بعد سجدہ کا اعادہ نہ کرے لیکن یہ صورت امام اور منفرد کیلئے مقتدی کیلئے نہیں اس لئے کہ مقتدی کا آیتِ سجدہ کو پڑھنا معتبر نہیں ہے یعنی اس کے نماز کے اندر پڑھنے سے پھر سجدہ لازم نہیں ہوا پس باہر سے سنا ہوا اس کے تابع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ باہر سے سننے کی وجہ سے نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرنا چاہئے

(۷) سجدہ تلاوت نماز کے اندر رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے ادا ہو جاتا ہے لیکن سجدہ کرنا افضل ہے کیونکہ یہ اصل ہے اور رکوع سے سجدہ تلاوت ادا ہونے میں یہ شرط ہے کہ فوراً بلا تاخیر ہو اگر تاخیر کرے گا تو پھر رکوع سے ادا نہیں ہوگا بلکہ اس کیلئے سجدہ کرنا ہی مخصوص ہو جائے گا جب تک کہ وہ نماز کی حرمت میں ہو اور تاخیر کے لئے سجدہ سہو بھی کرے۔ رکوع سے سجدہ تلاوت ادا ہونے کا حکم نماز کے ساتھ خاص ہے۔ نماز سے باہر صحیح یہ ہے کہ رکوع سے سجدہ تلاوت ادا نہیں ہوتا اور جس نے ادا ہو جانا لکھا ہے اس نے قولِ ضعیف لیا ہے اور اس کی نقل میں غلطی ہوئی ہے جیسا کہ علامہ شامی نے واضح کیا ہے۔ پس اگر نماز میں سجدہ تلاوت کے لئے نماز کے رکوع کے علاوہ رکوع کیا یا نماز کے سجدہ کے علاوہ سجدہ کیا تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائیگا اسی طرح سجدہ تلاوت نماز کے رکوع سے بھی ادا ہو جاتا ہے اور اس میں بھی رکوع کافی الفور بلا تاخیر ہونا شرط ہے اگر فی الفور نہ کیا تو پھر جب تک حرمت نماز میں ہے اس کے لئے سجدہ ہی ادا کرنا خاص ہو جائے گا اور رکوع سے ادا نہ ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو بھی کرے۔ سجدہ تلاوت میں تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ آیت سجدہ کے بعد تین آیت یا اس سے زیادہ پڑھ لے پس اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتیں یا اس سے زیادہ پڑھ لیا تو فوراً سجدہ کرنے کا حکم جاتا ہے اور اب رکوع سے سجدہ تلاوت ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر آیت سجدہ سے آگے ایک یا دو آیت کی تلاوت ہو تو تلاوت کا سجدہ نماز کے رکوع یا سجدے میں ہی بالاتفاق ادا ہو جاتا ہے۔ اور اگر آیت سجدہ پڑھنے کے بعد تین آیتیں اور پڑھ لیں تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ادا ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک ادا نہیں ہوتا اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ ایسا سورت کے وسط میں ہو لیکن اگر سورت کے آخر میں آیت سجدہ کے بعد تین آیتیں اور تلاوت کرے تو بالاتفاق اس کے بعد رکوع کرنے سے سجدہ ادا ہو جائے گا جبکہ اس رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کر لی ہو۔ جیسا کہ سورہ تہی اسرائیل اور سورہ انشقاق میں آخر سے کچھ پہلے آیت سجدہ ہے تو اگر چاہے سورت ختم کر کے نماز کا رکوع کر لے اور اس رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کر لے اور اگر چاہے آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ کر لے اور پھر کھڑا ہو کر سورت پوری کر لے اور نماز کا رکوع کرے۔

(۸) اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی اور یہ ارادہ کیا کہ اس کا رکوع کرے تو راجح یہ ہے کہ رکوع کرتے وقت اس کی نیت ضروری ہے اور اس کا موقع رکوع کے ارادہ کے وقت ہے۔ پس اگر رکوع کرتے وقت اس کی نیت نہ کی تو یہ رکوع اس کے لئے کافی نہیں اور اگر رکوع کے اندر نیت کی اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہا کہ جائز نہیں اظہر یہ ہے کہ جائز نہیں اور اگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد نیت کی تو بالاجماع جائز نہیں ہے۔

(۹) اگر امام نے آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور اس میں سجدہ تلاوت کی نیت کی مگر مقتدی نے نیت کی تو مقتدی کی طرف سے کافی نہیں لہذا وہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرے اور قعدہ کا اعادہ کرے کیونکہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیر لغو ہو جاتا ہے جیسا کہ نماز کے سجدے سے لغو ہو جاتا ہے اور اس میں بھی نشہ پڑھنا واجب ہے پھر سلام پھیرے۔ اگر یہ قعدہ چھوڑ دیا تو نماز فاسد ہوگئی۔ یہ حکم جہری نماز کا ہے سب سے سب سے چونکہ مقتدی کو علم نہیں کہ امام نے کیا پڑھا ہے اس لئے

وہ معذور ہے اور امام کی نیت اس کے لئے کافی ہے (لیکن اگر امام سلام کے بعد مقتدی کے کلام کرنے اور سجدے سے نکلنے سے پہلے خبر دیدے کہ اس نے آیت سجدہ پڑھی اور رکوع میں اس کی نیت کی ہے تو اب اس مقتدی کو سجدہ تلاوت کرنا اور اس کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے سلام پھیرنا لازمی ہے واللہ اعلم مولف)

(۱۰) رکوع کرتے وقت سجدہ تلاوت کی نیت کرتے ہوئے نماز کے رکوع کی بھی نیت کرے ورنہ نماز کا رکوع ادا نہیں ہوگا اور یہ صرف سجدہ تلاوت کی جگہ ہوگا۔

(۱۱) نماز کے سجدہ سے بھی اسی طرح سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے جس طرح رکوع سے جبکہ فوراً ہو جس کی تفصیل رکوع کے بیان میں آچکی ہے اور اس کیلئے نیت کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ پس اگر امام نے رکوع سے سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی ہو تو اسی سجدہ نماز سے مقتدیوں کا بھی سجدہ تلاوت ادا ہو گیا خواہ امام نے اس سجدہ کے وقت سجدہ تلاوت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور مقتدی بھی خواہ نیت کرے یا نہ کرے ہر حال میں سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ اس لئے امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کرے کیونکہ اگر وہ رکوع میں نیت نہیں کرے گا اور سجدہ میں نیت کرے گا یا بالکل نیت نہیں کرے گا تو مقتدی پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور اس کا سجدہ تلاوت بھی اس سجدہ سے ادا ہو جائیگا کیونکہ سجدہ ہی اس میں اصل ہے بخلاف رکوع کے پس اگر امام رکوع میں نیت کرے گا اور مقتدی اس میں نیت نہیں کرے گا تو وہ مقتدی کے لئے کافی نہیں ہوگا پس احتیاط اس میں ہے کہ امام رکوع سے سجدہ تلاوت کی نیت نہ کرے تاکہ امام اور مقتدی سب کا سجدہ تلاوت سجدہ نماز میں ادا ہو جائے۔

(۱۲) اگر امام نے جہری نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ کرنا اولیٰ ہے اور اگر سری نماز میں پڑھی تو رکوع کرنا اور اس میں نیت نہ کرنا اولیٰ ہے تاکہ مقتدیوں کو دھوکا نہ لگے اور امام کے رکوع میں نیت نہ کرنے سے سجدہ نماز میں سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے۔

(۱۳) جمعہ و عیدین و سری نمازوں میں اور جس نماز میں جماعت عظیم ہو امام کو آیت سجدہ پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر آیت کے فوراً بعد نماز کے رکوع و سجدہ کر دے اور رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کرے تو کراہت نہیں۔

(۱۴) اگر کسی نے نماز کے اندر سجدہ کی آیت پڑھی تو اگر وہ سورت کے بیچ میں ہے تو افضل یہ ہے کہ آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ کرے پھر کھڑا ہو اور سورت ختم کرے اور رکوع کرے اگر سجدہ نہ کیا بلکہ نماز کے لئے رکوع کر دیا اور اس میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تب بھی جائز ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اگر اسی وقت سجدہ یا رکوع نہ کیا اور سورت پوری کرنے کے بعد رکوع کیا اور نیت سجدہ کی کر لی تو کافی نہیں ہے اور اس رکوع سے سجدہ تلاوت ساقط نہیں ہوگا کیونکہ تاخیر کی صورت میں رکوع کافی نہیں ہوتا بلکہ سجدہ ہی کرنا خاص ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس جب تک وہ حرمت نماز میں ہے اس کا سجدہ کرنا اس پر واجب ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو بھی کرے اور اگر آیت سجدہ سورۃ کے آخر میں ہے تو افضل یہ ہے کہ اس کے عوض میں رکوع کر دے اور اگر سجدہ کیا اور رکوع نہ کیا تو چاہئے کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اگلی سورت میں سے کچھ اور پڑھے پھر رکعت کا رکوع کرے اور اگر سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کچھ نہ پڑھا اور

رکوع کر دیا تب بھی جائز ہے۔ اور اگر نہ آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد رکوع کیا اور نہ سجدہ تلاوت ہی کیا بلکہ تین آیت یا اس سے زیادہ آگے تلاوت کر گیا تو پھر رکوع سے سجدہ تلاوت ادا نہیں ہوگا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے پس جب تک وہ نماز میں ہے یا سلام پھیر دینے کے بعد کوئی فعل منافی نماز واقع نہیں ہو اس پر سجدہ تلاوت ادا کرنا واجب ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو بھی واجب ہوگا اور اگر قعدہ اخیر بیٹھنے کے بعد سجدہ تلاوت ادا کرے گا تو قعدہ اخیر کا اعادہ بھی فرض ہوگا۔ اگر سورت کے اخیر میں ختم سورت سے دو تین آیتیں پہلے آیت سجدہ ہو تو اختیار ہے چاہے اس کا رکوع کرے اور چاہے سجدہ کرے اور چاہے یہ رکوع یا سجدہ اسی وقت کرے یا ختم سورہ کے بعد کرے ہر طرح جائز ہے جیسا کہ آگے میں بیان ہوا (لیکن اگر ختم سورت پر سجدہ تلاوت کرے تو پھر کھڑے ہو کر دوسری سورت کا کچھ حصہ پڑھ کر رکعت کا رکوع کرنا افضل ہے۔ مؤلف)۔

(۱۵) اگر نماز میں آیت سجدہ تلاوت کرنے والا سجدہ تلاوت اس کے موقع پر کرنا بھول گیا پھر اس کو تین آیت یا اس سے زیادہ پڑھنے کے بعد یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ میں یاد آیا تو اسی وقت سجدہ تلاوت کر لے پھر جس رکن میں تھا اسی رکن میں آجائے اور اس رکن کا اعادہ کرے اور اگر اس کا اعادہ نہ کیا تو اس کی نماز جائز ہوگی سوائے قعدہ اخیر کے کہ اس کا اعادہ فرض ہے کیونکہ سجدہ تلاوت اور سجدہ نماز سے قعدہ اخیر باطل ہو جاتا ہے بخلاف سجدہ سہو کے۔ اور تاخیر کی ہر صورت میں سجدہ سہو واجب ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد جب تک حرمت نماز میں ہے یعنی منافی نماز کوئی فعل اس سے سرزد نہ ہوا تب بھی یاد آنے پر سجدہ تلاوت کرنا واجب ہے اس کے بعد قعدہ اخیر کا اعادہ کرے اور سجدہ سہو بھی کرے۔ عمدًا تاخیر کرنے کی صورت میں بھی سلام کرنے سے پہلے تک یہی حکم ہے اور عمدًا تاخیر کی وجہ سے گنہگار بھی ہوگا۔ سلام پھیرنے کے بعد اب ادا نہیں کر سکتا اور سوائے توبہ کے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

(۱۶) امام نے سجدہ کی آیت پڑھی اور جماعت کے کچھ لوگ سجدہ کے صحن میں تھے امام نے سجدہ تلاوت میں جانے کے لئے تکبیر کہی اور صحن کے لوگوں نے یہ گمان کیا کہ رکوع کے واسطے تکبیر کہی ہے پس انہوں نے رکوع کیا تو معلوم ہونے پر ان کو چاہئے کہ وہ رکوع کو ترک کر کے سجدہ تلاوت کریں اور اگر معلوم نہیں ہوا بلکہ جب امام تکبیر کہے کر سجدہ سے اٹھا تو ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ امام رکوع سے اٹھا ہے پس انہوں نے بھی تکبیر کہہ کر رکوع سے سر اٹھایا تو اگر پھر کچھ اور زیادتی نہیں کی تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر کسی نے ایک رکوع کیا اور پھر ایک سجدہ کیا تو اس کو یہ سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جس نے رکوع کیا اور دو سجدے کئے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اس لئے کہ اس نے سجدہ تلاوت اور دوسرے سجدہ کے ساتھ ایک رکعت پوری پڑھ لی اور ایک رکعت کی زیادتی مفسد نماز ہے۔

(۱۷) اگر کسی نے نماز کے اندر سجدہ کی آیت تلاوت کی اور ابھی سجدہ تلاوت نہیں کیا تھا کہ اس کی نماز سوائے حیض کے کسی اور وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب سجدہ تلاوت نماز کے باہر ادا کرے کیونکہ جب نماز فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت

ہی رہ گئی اس لئے اب یہ سجدہ تلاوت نماز کے اندر رکنا نہ رہا۔ اور حیض سے فاسد ہونے کی صورت میں سجدہ تلاوت اُس سے ساقط ہو جائے گا پس اگر کسی عورت کو نماز کے اندر حیض آ گیا جس کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی تو اگر اس نے حیض آنے سے پہلے سجدہ کی آیت تلاوت کی تھی اور سجدہ نہیں کیا تھا تو اب سجدہ تلاوت اس سے ساقط ہو گیا۔ نماز کے باہر اگر ایسا ہوتا ہے سجدہ تلاوت اس سے ساقط ہو جائے گا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور اگر اس نمازی نے آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ تلاوت کر لیا تھا پھر اس کی نماز فاسد ہوئی تو اب اس نماز کی قضا اس پر لازم ہوگی مگر سجدہ کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

(۱۸) جو سجدہ نماز سے باہر واجب ہوا ہے وہ نماز میں ادا نہیں ہوگا سوائے اس صورت کے جبکہ سجدہ تلاوت ادا کرنے سے پہلے اسی وقت نماز میں داخل ہو کر اسی آیت کو نماز میں تلاوت کرے اور پھر نماز میں اس کا سجدہ کرے تو یہ نماز سے باہر والا اس کے تابع ہو کر ادا ہو جائے گا جیسا کہ آگے آنا ہے۔ اور جو سجدہ نماز میں واجب ہوا ہے وہ نماز سے باہر ادا نہ ہوگا بلکہ دوسری نماز میں بھی ادا نہیں ہوگا (اور اس کے چھوڑنے میں گنہگار ہوتا ہے اور اب اس کے سوا اس کی اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ توبہ واستغفار کرے کہ یا اللہ یا رحم الراحمین اپنے فضل و کرم سے معاف فرمادے) لیکن اگر سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے نماز کو فاسد کر دیا تو اب یہ سجدہ محض تلاوت کا رہ جانے کی وجہ سے نماز سے باہر ادا کرنا واجب ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

(۱۹) اگر رکوع میں یا سجدہ میں آیت سجدہ تلاوت کرے تو سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا بعض کے نزدیک واجب تو ہوتا ہے لیکن اسی رکوع یا سجدہ سے ادا ہو جانا ہے اور اسی کو تنزیح معلوم ہوتی ہے اور اگر تشهد میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ تلاوت واجب ہو گیا پس وہ سجدہ کرے۔

(۲۰) اگر منبر پر سجدہ کی آیت پڑھی تو خود اس پر اور سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے خواہ وہ پڑھنے والا منبر کے اوپر سجدہ کرے یا نیچے اتر کر کرے۔ اور جنھوں نے نہیں سنی ان پر واجب نہیں بخلاف نماز کے۔

(۲۱) اگر خارج نماز سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کیا پھر اسی جگہ نماز شروع کر دی اور کوئی اجنبی فعل فاصل نہ ہوا اور اس نماز میں بھی وہی آیت پڑھی تو اس پر دوسرا سجدہ واجب ہوگا کیونکہ اقویٰ اصحفت کا تابع نہیں ہو سکتا اور اگر مسئلہ ہذا میں خارج نماز آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد ابھی سجدہ نہیں کیا تھا تو ایک ہی سجدہ یعنی نماز والا سجدہ کافی ہے پہلا سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا کیونکہ نماز میں کیا ہوا سجدہ تلاوت خارج نماز سے اقویٰ ہے اس لئے وہ اس کے تابع ہو گیا کیونکہ صحیح یہ ہے کہ نماز سے مجلس نہیں بدلتی متحد ہی رہتی ہے اور اگر اس نے نماز میں بھی سجدہ تلاوت نہ کیا تو وہ دونوں سجدے اس سے ساقط ہو گئے اس لئے کہ خارج نماز والے نے بھی بوجہ اتحاد مجلس نماز والے کا حکم لے لیا اس لئے تبعاً اس کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہی اصح ہے لیکن وہ گنہگار ہوگا اس لئے اس کو توبہ کو نا لازمی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

(۲۲) اگر ایک رکعت میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کر لیا پھر اسی رکعت میں اس آیت سجدہ کا اعادہ کیا تو دوبارہ سجدہ واجب نہ ہوگا اور اگر نماز کی پہلی رکعت میں سجدہ کی آیت پڑھی اور اس میں اس کا سجدہ کر لیا اور دوسری یا تیسری رکعت میں اس کا اعادہ کیا تب بھی دوبارہ اس کا سجدہ واجب نہیں ہی اصح ہے۔

(۲۳) اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی اور سجدہ کر لیا پھر سلام پھیرنے کے بعد اسی جگہ دوبارہ وہی آیت پڑھی تو بعض فقہانے کہا کہ اس پر دوسرا سجدہ کرنا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ واجب نہیں ہے ان دونوں قولوں میں اس طرح موافقت کی گئی ہے کہ سجدہ واجب ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ سلام کے بعد کلام یا منافی نماز کوئی کام کیا ہو اس لئے کہ کلام مجلس کے اتحاد کے حکم کو توڑ دیتا ہے اور اگر ایسا نہیں کیا تو دوسرا سجدہ واجب نہیں ہے

کیونکہ جب تک حرمت نماز میں ہے مجلس متحد کا حکم ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور اس کا سجدہ نہیں کیا یا ہانک کہ سلام پھیر دیا اس کے بعد اسی جگہ پھر وہی سجدہ کی آیت پڑھی تو ایک ہی سجدہ کر لے پہلا سجدہ اس سے قطعاً پھیر دیا

(۲۴) سجدہ کی آیت کسی رکعت میں پڑھی اور سجدہ نہیں کیا پھر حدیث ہو گیا اور وضو کرنے چلا گیا پھر آیا اور کسی دوسرے آدمی سے اسی سجدہ کی آیت کو سنا تو اس پر دوسرے واجب ہوں گے ایک نماز کے اندر آکرے اور دوسرا سلام کے بعد آکرے۔ اور اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی یا دوسرے سے سنی اور اس کا سجدہ کر لیا پھر حدیث ہو اور وضو کر کے اس پر نماز بنا کی اور پھر اسی آیت کو کسی اور سے سنا تو اس پر دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور وہ اس کو بعد سلام کے یعنی نماز سے باہر ہونے کے بعد آکرے۔ بخلاف اس کے کہ اگر سجدہ کی آیت نماز کے اندر پڑھی پھر حدیث ہو اور وضو کر کے اس پر بنا کی اور

پھر اس نے وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب نہ ہوگا۔ (خواہ پہلے وہ سجدہ تلاوت کر لیا تھا یا نہیں مؤلف۔ ان سب مسائل کی بنیاد اتحاد مجلس کا ہونا یا نہ ہونا ہے جس کی تفصیل آگے تداخل اور تبدیل و اتحاد مجلس کے بیان میں آتی ہے مؤلف۔)

تداخل یعنی کئی سجدوں کے بدلے ایک ہی سجدہ | سجدہ تلاوت کے لئے تداخل کا بھی حکم ہے یعنی ایک سجدہ کا دوسرے سجدہ کے تابع ہو کر ایک ہی سجدہ کافی ہونا تاکہ حرج دور ہو جائے

کافی ہونے اور تبدیل و اتحاد مجلس کا بیان | کیونکہ ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے میں حرج ہے خصوصاً سیکھنے اور سکھانے والوں پر وقت ہوگی جو شرعاً مرفوع ہے اور تداخل کی بنیاد ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں نکر پڑھنے یا سننے سے ایک سجدہ سب کے لئے کافی ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اسی کو اسی مجلس میں کسی دوسرے سے سنانا بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور جہاں ایک سجدہ کافی ہوتا ہے وہاں اس کیلئے

سجدہ کا نکر کرنا مندوب بھی نہیں ہے۔ (بخلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے کہ ایک ہی مجلس میں جتنی دفعہ آپ کا نام نامی آئے گا ایک دفعہ درود شریف پڑھنا واجب ہے اور باقی دفعہ مندوب ہے کیونکہ درود شریف مستقل ذریعہ تقرب الہی ہے بخلاف سجدہ تلاوت کے کہ وہ بغیر تلاوت آیت سجدہ ذریعہ تقرب نہیں ہے)

پس اگر تلاوت کرنے والا ایک ہی آیت کو پڑھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے یا اس کے برعکس یعنی پہلے سنتا ہے پھر پڑھتا ہے یا
 مکرر پڑھتا ہے یا مکرر سنتا ہے تو دونوں کے عوض ایک ہی سجدہ کافی ہے۔ کئی سجدوں کے لئے ایک سجدہ کافی ہونے
 کے واسطے شرط یہ ہے کہ ایک ہی آیت اور ایک ہی مجلس ہو خواہ جتنی دفعہ پڑھنا ہو پڑھ کر اخیر میں سجدہ کرے یا پہلی دفعہ
 پڑھ کر سجدہ کر لے پھر اسی آیت کو بار بار پڑھتا رہے یا درمیان میں کسی وقت سجدہ کر لے اور اس کے بعد بھی اسی آیت کو
 پڑھتا رہے تب بھی وہی ایک ہی سجدہ کافی ہے مثلاً ایک آیت سجدہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی تین بار پڑھ کر سجدہ تلاوت
 کر لیا اس کے بعد دو دفعہ اور پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا ہے پانچوں مرتبہ کی تلاوت کے لئے کافی ہو گیا کیونکہ سبب
 متحد ہونے کی وجہ سے اپنے پیشتر و یا بعد کی تلاوت میں تداخل کا موجب ہو گیا یعنی اول تلاوت ہی وجوب سجدہ
 کا سبب ہوتی ہے پس اس کے مابعد کی چاروں تلاوتیں اس کے تابع ہوئیں پس جہاں بھی سجدہ کرے گا اپنے سبب
 کے بعد ہی ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ پہلی مرتبہ آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدہ کر لے تاکہ عبادت جلد بجالائی جائے بعض کے
 نزدیک تاخیر احوط ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ ایک ہی آیت کے مکرر ہونے سے سجدہ کے مکرر ہونے کا سبب تین باتوں
 میں سے ایک کا ہونا ہے۔ اول اختلاف تلاوت۔ دوم اختلاف سماعت۔ سوم اختلاف مجلس۔ پہلی دو باتوں سے
 آیتوں کا بدلنا مراد ہے یعنی سجدہ کی مختلف آیتیں پڑھنا یا سننا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آیت و مجلس کا متحد ہونا ایک
 سجدہ کافی ہونے کے لئے شرط ہے اور اگر مجلسیں مختلف ہوں اور آیت ایک ہی ہو یا مجلس ایک ہو اور آیتیں مختلف ہوں
 تو کئی سجدوں کے بدلے ایک سجدہ کافی نہ ہوگا بلکہ سب ہی کرتے ہوں گے۔ اگر سننے والے کی مجلس بدل گئی اور پڑھنے
 والے کی نہ بدلی تو سننے والے پر مکرر سجدہ واجب ہوگا اور پڑھنے والے پر ایک ہی واجب ہوگا اور اگر پڑھنے والے کی
 مجلس بدلی سننے والے کی نہ بدلی تو پڑھنے والے پر مکرر سجدہ واجب ہوگا اور سننے والے پر مختار یہ ہے کہ مکرر سجدہ واجب ہوگا۔
 مجلس بدلنے کی دو قسمیں ہیں: اول حقیقی یعنی ایک مجلس سے دوسری مجلس میں دو قدم سے زیادہ چل کر پہنچا جیسا
 کہ اکثر کتب میں ہے اور بعض کے نزدیک تین قدم سے زیادہ چل کر پہنچا جب تک ان دونوں مکانوں کو مکان واحد
 حکم نہ ہو مثلاً چھوٹی مسجد اور گھر کی مختلف جگہیں نہ ہوں کیونکہ ان کے لئے اتحاد مکان کا حکم ہے پس اگر سجدہ کی ایک
 ہی آیت کو مکان یا مسجد کے مختلف کونوں میں پڑھے گا تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور یہی حکم کشتی کا ہے اگرچہ چل
 رہی ہو اور سواری پر نماز پڑھنے والے کا ہے جبکہ وہ جنگل میں گزر رہا ہو اور آیت سجدہ چند بار تلاوت کرے کہ اس پر بھی
 ایک ہی سجدہ واجب ہوگا کیونکہ یہ اس کے لئے مکان واحد کے حکم میں ہے۔ اور دوسری قسم حکمی ہے اور وہ یہ ہے
 کہ دونوں دفعہ پڑھنے کے درمیان میں عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت کی یا نکاح کیا یا لنگہ دو لقمہ زیادہ کھا یا یا لیسٹ کر سویا یا عورت
 نے بچہ کو رو دھ پلا یا تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرر ہو جائے گا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلاً دونوں دفعہ کے پڑھنے کے
 درمیان میں ایک دو لقمہ کھا یا یا ایک دو گھونٹ پانی پی لیا یا بیٹھ کر سویا یا بیٹھا ہوا تھا پھر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہوا تھا

بیٹھ گیا یا دو قدم چلا (بعض کے نزدیک تین قدم چلا) یا سواری سے اتر ہوا تھا پس اسی جگہ سوار ہو گیا یا اس کا بیٹھنا یا تلاوت کرنا یا تسبیح یا تہلیل کرنا طویل ہوا تو ان سب صورتوں میں ایک ہی سجدہ تلاوت کافی ہوگا۔

تبدیل مجلس کی مختلف صورتوں کی تفصیل یہ ہے: — (۱) مسجد یا گھر کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں جانے سے مجلس نہیں بدلتی اگرچہ وہ مسجد یا گھر بڑا ہو لیکن اگر گھر بہت ہی بڑا ہو جیسا کہ شاہی محل تو ایسے مکان میں ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں جانے سے مجلس بدل جائے گی۔ اگر جامع مسجد کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں چلا گیا تب بھی مکرر سجدہ واجب نہ ہوگا اور اگر جامع مسجد میں ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں گیا تو جہاں تک مسجد کے امام کے ساتھ اقتدار صحیح ہو سکتی ہے وہاں تک ایک ہی مکان سمجھا جائے گا اور بہت ہی بڑی مسجد یعنی جس میں صحت اقتدار کے لئے اتصال صفوف شرط ہے جیسا کہ امامت کے بیان میں آچکا ہے اس کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں جانے سے مجلس بدل جائے گی۔ اصل اس میں یہ ہے کہ ہر وہ جگہ جس میں ایک طرف نماز پڑھنے والے کی اقتدار دوسری طرف نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہو سکتی ہے اس کو مکان واحد کا حکم ہے اور اس میں سجدہ تلاوت کا تکرار واجب نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ نہیں تو اس کا حکم اس کے برخلاف ہے۔

(۲) کشتی کے چلنے سے کشتی کے سواری کی مجلس نہیں بدلتی (ریل کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے)۔

(۳) سواری کے جانور کے چلنے سے اگر اس کا سوار نماز پڑھتا ہو اور آیت سجدہ مکرر تلاوت کرے تو ایک ہی سجدہ کافی ہے اس لئے کہ اس کو اتحاد مجلس کا حکم ہے کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کر دیتی ہے اور ضرورت کی وجہ سے اس کے اختلاف مکان کو اتحاد مکان کا حکم دیا گیا ہے ورنہ نماز فاسد ہو جاتی اور چلتی سواری پر نماز جائز نہ ہوتی اور اگر چلتی سواری پر نماز پڑھتا ہو اور آیت سجدہ مکرر تلاوت کرے تو مکرر سجدہ واجب ہوگا کیونکہ اب سواری کا چلنا سواری کی طرف منسوب ہوگا گویا وہ خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے۔ اگر دو شخص علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سواری اپنی اپنی نماز پڑھتے ہوئے جارہے ہوں اور ان دونوں میں سے ایک نے آیت سجدہ دو دفعہ تلاوت کی اور دوسرے نے کوئی دوسری آیت سجدہ ایک دفعہ پڑھی اور دونوں میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے کی تلاوت کو سنا تو پہلے شخص پر دو سجدے واجب ہوں گے ایک نماز کے اندر اپنی قرأت کی وجہ سے ادا کرے دوسرا نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ساتھی سے سننے کی وجہ سے کرے اس لئے کہ وہ نماز کے اندر کا سنا ہوا نہیں ہے۔ اور دوسرے شخص پر ایک سجدہ نماز کے اندر اپنی قرأت کی وجہ سے اور دو سجدے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ساتھی کے دو دفعہ کی تلاوت کے سننے کی وجہ سے واجب ہوں گے، یہ نوادر کی روایت کی بنا پر ہے اور ظاہر روایت میں نماز کے بعد بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور اسی پر اعتماد ہے اس لئے کہ سننے والے کا مکان بھی پڑھنے والے کی طرح واحد ہے۔ اگر سواری پر دو شخص جماعت سے نماز پڑھیں جیسا کہ محل میں دونوں ہوں اور ایک امام ہو اور دوسرا مقتدی تو امام کے آیت سجدہ مکرر پڑھنے سے امام اور مقتدی دونوں پر ایک ہی سجدہ

واجب ہوگا اور اگر دونوں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہوں اور ایک آدمی آیت سجدہ مکرر تلاوت کرے اور دوسرا سنے تو پڑھنے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا اور سننے والے پر مکرر واجب ہوگا۔ (لیکن یہ بھی نوادر کی روایت کی بنا پر ہے اور ظاہر الروایت کی بنا پر سننے والے پر بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا کیونکہ نماز کی وجہ سے اس کا مکان بھی واحد ہے جیسا کہ پڑھنے والے کا ہے اور اسی پر اعتماد ہونا چاہئے واللہ اعلم۔ مؤلف)۔ اگر سجدہ کی آیت زمین پر پڑھی پھر جانور پر سوار ہوا پھر اس کے چلنے سے پہلے اُتر آیا تو مجلس نہ بدلے گی۔ اسی طرح اگر کسی جگہ آیت سجدہ پڑھی پھر کھڑا ہو کر وہیں جانور پر سوار ہوا پھر اس جانور کے چلنے سے پہلے اس آیت کو دوبارہ پڑھا تب بھی مجلس نہ بدلے گی اور اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور وہ سجدہ زمین پر کرنا واجب ہے اور اگر جانور چل دیا پھر اس نے اسی آیت کو دوبارہ پڑھا تو دوسرے واجب ہوں گے اسی طرح اگر جانور پر سوار ہو کر سجدہ کی آیت پڑھی اور اس کے چلنے سے پہلے اُتر آیا پھر اس کو دوبارہ پڑھا تو ایک سجدہ واجب ہوگا اور وہ سجدہ زمین پر کرے۔ اگر آیت سجدہ کو چلتی سواری پر نماز پڑھتے ہوئے مکرر پڑھا اور اس کا غلام پیدل چلتا ہے تو غلام پر سجدہ مکرر واجب ہوگا اور سوار پر ایک ہی واجب ہوگا کیونکہ سوار (پڑھنے والے) کی مجلس بوجہ نماز کے متحد ہے اور غلام (سننے والے) کی مجلس بدل پیدل چلنے کی وجہ سے بدل رہی ہے۔ اور اگر اس کے برعکس ہو مثلاً سننے والا ایک جگہ بیٹھا ہو اور تلاوت کرنے والا پڑھتا جاتا ہے تو سننے والے پر مکرر سجدہ نہیں ہوگا پڑھنے والے پر ہوگا۔

(۴) اگر عمل قلیل کیا مثلاً ایک دو لقمہ کھانا کھایا یا ایک دو گھونٹ پانی پیا یا ایک دو کلمہ بات کی یا بیٹھا تھا اور کھڑا ہوا یا کھڑا تھا اور بیٹھ گیا یا ایک دو قدم چلایا بیٹھ کر سویا یا سلام کا جواب دیا یا چھینک کا جواب دیا تو ان سب صورتوں میں مجلس تبدیل نہیں ہوگی کیونکہ یہ کام عرف عام میں مجلس کو توڑنے والے نہیں سمجھے جاتے۔ اور اگر عمل کثیر کیا مثلاً تین لقمے یا زیادہ کھایا، یا تین گھونٹ یا زیادہ پیا، یا تین کلمے یا زیادہ کلام کیا یا لیٹ کر سویا، یا نکاح کیا یا خرید و فروخت کی، یا کسی طرح کا اور کام مثلاً کپڑا سینا وغیرہ کیا، یا تین قدم یا زیادہ چلا، تو مجلس بدل جائے گی اور مکرر تلاوت سے مکرر سجدہ واجب ہوگا کیونکہ عرف میں یہ کام اتحاد مجلس کو توڑنے والے شمار ہوتے ہیں اور ان کاموں سے مجلس کا نام بدل جاتا ہے پس عرف کے موافق مجلس بھی بدل جائے گی اور سجدہ تلاوت اسی مجلس کی طرف مضاف ہوگا جس مجلس میں تلاوت کی گئی ہے اگرچہ وہ مکان واحد ہی ہو مثلاً اگر کوئی شخص مسجد یا مکان میں ایک ہی جگہ کھانا کھاتا ہے تو اب اس کی یہ مجلس کھانے کی طرف منسوب ہوگی اور پھر اسی جگہ سبق پڑھتا ہے تو اب یہ مجلس درس ہے اور پھر اسی جگہ خرید و فروخت میں لگ جاتا ہے تو یہ مجلس بیع ہے وغیرہ فافہم۔

(۵) بہت دیر تک ایک حالت میں بیٹھے رہنے یا بہت دیر تک قرأت کرنے یا سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ وغیرہ پڑھنے یا وعظ یا درس میں دیر تک رہنے سے مجلس تبدیل نہیں ہوتی۔

(۶) کپڑے کا تانا کرنے میں یعنی تننے کے لئے آنے اور جانے میں، کسی چیز کو دو دو کر کوٹنے میں، زمین کے جوتنے یعنی ہل چلانے میں، کھلیاں پانا ل کر تے ہوئے، میدان میں یعنی مسجد و مکان کے علاوہ کسی جگہ میں تین قدم یا زیادہ پیدل چلنے میں، خراس یا رہٹ یا کوٹھو کی لکڑی پر بیٹھ کر جانور کے پیچھے گھومتے ہوئے یا ان کے پیچھے چلتے ہوئے آیت سجدہ کا تکرار کیا تو مجلس بدل جائے گی اور ہر مرتبہ کے پڑھنے میں سجدہ واجب ہوگا۔ اگر چکی والے مکان میں آیت سجدہ مکرر پڑھی تب بھی صحیح یہ ہے کہ سجدہ مکرر ہوگا۔ ایک شاخ سے دوسری شاخ پر جانے میں بھی خواہ قریب ہو یا بعید صحیح یہ ہے کہ مجلس بدل جائیگی اور سجدہ مکرر واجب ہوگا۔ اگر دریا یا بڑی نہر کے اندر پانی میں تیرتا ہوا ہو تب بھی ہر مرتبہ کے پڑھنے میں مکرر سجدہ واجب ہوگا اور اگر کسی ایسے حوض یا چشے میں تیرتا ہو جس کی حد معلوم ہے یعنی اس کا طول و عرض کسی مسجد کے طول و عرض کی مانند ہو تب بھی صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب ہوگا۔ اور ان سب صورتوں میں سامع کے لئے بھی تبدیل آیت کا حکم ہے اگر ایک جگہ بیٹھے تانا تن رہا ہے تب بھی بوجہ عمل کثیر مجلس بدل رہی ہے۔

سجدہ تلاوت کے دیگر متفرق مسائل (۱) اگر مباح وقت میں سجدہ کی آیت پڑھی اور مکروہ وقت میں سجدہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مکروہ وقت میں سجدہ کی آیت پڑھی اور اسی وقت میں سجدہ کیا تو جائز ہے۔

(۲) اگر آیت سجدہ نماز سے باہر پڑھی تو فوراً سجدہ کرنا واجب نہیں ہاں بہتر ہے کہ فوراً کھڑے ہو جائیں یا دیر رہے اور اس میں تاخیر مکروہ تنزیہی ہے اور اس کو جس وقت بھی ادا کرے گا تو ادا ہی ہوگا قضا نہیں۔ اگر کسی وجہ سے اسی وقت سجدہ نہ کر سکے تو تلاوت کرنے والے اور سننے والے کو یہ کہہ لینا مستحب ہے: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ۔ اور پھر وہ سجدہ عمر بھر میں کبھی نہ کبھی کر لینا چاہئے ورنہ گنہگار ہوگا۔

(۳) اگر پڑھنے والے کے پاس ایسے لوگ ہوں کہ ان کو سجدہ کرنے کی عادت ہو اور وہ وضو سے ہوں اور وہ اپنے دل میں یہ سمجھے کہ ان پر سجدہ کرنا گراں نہ ہوگا تو اس کو چاہئے کہ چہرے پڑھے اور اگر وہ لوگ بے وضو ہوں تو چونکہ وہ اس وقت سجدہ نہ کریں گے اور دوسرے وقت شاید بھول جائیں تو گنہگار ہوں گے یا اس کو یہ گمان ہو کہ وہ سنیں گے اور سجدہ نہ کریں گے یا ان پر سجدہ کرنا گراں ہوگا یا ان کا حال معلوم نہ ہو کہ سجدہ کے لئے آئادہ ہیں یا نہیں تو چاہئے کہ آہستہ پڑھے خواہ نماز میں ہو خواہ نماز سے باہر ہو۔

(۴) اگر کوئی شخص کام میں مشغول ہو اور اس کے پاس آیت سجدہ تلاوت کی جائے تو اس پر سجدہ کے واجب ہونے یا نہ ہونے کی تصریح میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس پر سجدہ واجب ہے اور وہ زجر کے لئے سننے والے کے قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے کہ کلام خدا کو چھوڑ کر کام میں مشغول ہوا اور بعض کے نزدیک اصح یہ ہے کہ اس پر سجدہ واجب نہیں ہے سنا جو واجب کا سبب ہے اور لقبولے وجوب کی شرط ہے نہیں پایا گیا اور اسی کو معتقد کہا ہے۔

(۵) آیت سجدہ کو چھوڑ دینا اور باقی سورۃ کو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ اس طرح پڑھنے میں عبارت قرآن مجید کے

نظم کو توڑنا اور اس کی ترکیب کا بگاڑنا نیز قرآن مجید کے کچھ حصہ کا ترک اور سجدہ سے فرار و انکار لازم آتا ہے اور یہ بات مسلمانوں کے اعمال اور مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہے اور قرآن مجید کے نظم و ترکیب کے ابتداء کا حکم ہے بقولہ تعالیٰ فَاِذَا قَرَأْتَ نَافَاً فَاتَّبِعْ قُرْآنًا (سورۃ القیمہ)۔ صرف سجدہ کی آیت کو پڑھنا اور باقی سورۃ کو نہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھنا نہ اول میں نہ آخر میں تو کچھ نقصان نہیں یعنی مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ بھی قرآن سے ہے اور جو چیز قرآن سے ہے اس کی قرأت عبادت ہے جیسا کہ سورتوں میں سے کسی ایک سورت کا پڑھنا کہ وہ مکروہ نہیں ہے پس صرف ایک آیت کا پڑھنا بھی مکروہ نہیں ہے اور اس میں نہ کراہت تنزیہی ہے نہ تحریمی۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نماز کے علاوہ پڑھے لیکن اگر نماز میں پڑھے تو مکروہ تحریمی ہے کیونکہ نماز میں صرف ایک آیت کی قرأت ترک واجب کی وجہ سے جو کہ تین چھوٹی آیتوں کا پڑھنا ہے مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ آیت سجدہ تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تو مکروہ نہیں مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک یا دو آیتیں اس کے شروع میں یا آخر میں ملا کر پڑھے یا ایک آیت اول میں ایک آخر میں پڑھے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس آیت کو دوسری آیتوں پر فضیلت ہے کیونکہ اس لحاظ سے تمام آیتیں اللہ تعالیٰ کا کلام اور ایک رتبہ میں ہیں اگرچہ بعض آیتوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات پر شامل ہونے کی وجہ سے فضیلت ہے مگر جہاں شارع علیہ السلام نے فضیلت دی ہے وہیں پر فضیلت دے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ سورۃ اخلاص ثواب میں ایک تہائی قرآن کی برابر ہے وغیرہ لیکن قرآن ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں فافہم۔

(رفاء لکھنا) علمائے لکھنا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں سجدہ والی سب آیتیں تلاوت کر کے سب سجدے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا مقصد پورا فرماوے اور اس کی مشکل حل فرماوے اور ہر حادثہ سے جو اس کے لئے غم و حزن کا باعث ہو محفوظ فرماوے۔ اور اس کو اختیار ہے خواہ ایک ایک آیت پڑھ کر اس کا سجدہ کرتا جائے یا سب آیتوں کو ایک دفعہ پڑھ کر آخر میں چودہ سجدے کرے۔ اور یہ چودہ آیتوں کا اس طرح پڑھنا مکروہ نہیں ہے یعنی مکروہ تنزیہی بھی نہیں اور ان کا ملا کر پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ چند سورتیں مختلف جگہوں سے ملا کر پڑھنا جیسا کہ نماز کے بعد آیتہ الکرسی اور معوذتین کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے بلکہ نماز میں بھی انھد کے ساتھ کوئی سورت یا آیتیں ملا کر پڑھی جاتی ہیں جو کہ مکروہ نہیں ہے اور اس سے نظم قرآن میں کوئی فرق نہیں آتا بخلاف اس صورت کہ آیت سجدہ کو ترک کرے اور اس سے پہلی آیت کو اس سے آگے کی آیت سے ملاوے اس طرح نظم میں فرق آتا ہے اس لئے یہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

(۶) نماز سے باہر مستحب یہ ہے کہ سننے والا تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کرے اور اس سے پہلے سر نہ اٹھائے اور مستحب ہے کہ سجدہ تلاوت جماعت سے ادا کریں اس طرح کہ تلاوت کرنے والا آگے بڑھے جائے اور باقی لوگ اس کے پیچھے صف باندھ کر سجدہ کریں لیکن حقیقت میں جماعت اقتدا نہیں ہے۔ پس اس سجدہ میں عورت مرد کی امام ہو سکتی ہے اور عورت مرد کے محاذی ہو جائے تو سجدہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر کسی وجہ سے امام کا سجدہ فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کا

قاسد نہیں ہوگا۔ اور اس میں صفیں بنانا اور امام کا آگے ہونا لازمی نہیں ہے پس اپنی اپنی جگہ پر سجدہ کرنے اور تلاوت کرنے والے کے آگے یا اس سے پہلے سجدہ کرنے یا اس سے پہلے سر اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے سجدہ ادا ہو جائے گا۔

سجدہ شکر کا بیان

(۱) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سجدہ شکر کا اعتبار نہیں اور وہ اُن کے نزدیک مکروہ ہے اسی پر ثواب نہیں ملتا اور اس کو چھوڑنا اولیٰ ہے۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک سجدہ شکر عبادت ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ بعض نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس کے مشروع ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ اُن کے انکار سے اس کے وجوب کا انکار کرنا مراد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا پس اگر ہر نعمت پر اس کے سجدہ شکر کے وجوب کا حکم دیا جائے تو اس میں دقت و حرج ہے پس مباح ہوا۔ بعض نے کہا کہ اُن کی مراد نفعی سے پورے شکر کی نفعی ہے اس لئے کہ پورا شکر دو رکعت نماز شکر ادا کرنا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایسا عمل فرمایا۔ معتدیہ ہے کہ امام صاحب کا صاحبین کے ساتھ سجدہ شکر کے سنت ہونے میں اختلاف ہے جو اسی اختلاف نہیں۔ کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ و خلفائے راشدین سے منقول ہے اور اس میں عاجزی و عبادت ہے پس فتویٰ اس پر ہے کہ لوگوں کو سجدہ شکر سے منع نہ کریں۔

(۲) اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص پر کوئی نعمت ظاہر ہو، یا اللہ تعالیٰ اس کو فرزند دے یا مال دے یا کسی کو اس کی گم شدہ چیز مل جائے یا کوئی مصیبت اس سے دور ہو جائے یا کوئی شخص غائب ہو گیا یا دور گیا ہوا تھا وہ آجائے تو اس کیلئے مستحب ہے کہ اللہ کے واسطے قبلہ کی طرف کو شکر کا سجدہ کرے اور اس میں اللہ کی حمد و تسبیح پڑھے پھر دوسری تکبیر کہہ کر سر اٹھاوے جیسے سجدہ تلاوت کا قاعدہ ہے اس کا بھی وہی آداب اور طریقہ ہے۔

(۳) نماز کے بعد اُن وقتوں میں جن میں نفل پڑھنا مکروہ ہے سجدہ شکر بھی مکروہ ہے اور وقتوں میں مکروہ نہیں۔

(۴) بخیر کسی سبب کے سجدہ کرنا عبادت نہیں اور مکروہ بھی نہیں۔

(۵) بعض لوگ نماز کے بعد جو سجدہ کیا کرتے ہیں وہ مکروہ ہے اس لئے کہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہیں

اور جس مباح کو لوگ سنت یا واجب سمجھنے لگیں وہ مکروہ ہے۔ (۶) بعض ناواقف لوگ وتر کے بعد دو سجدے کرتے ہیں

اور اس کو سنون سمجھتے ہیں اور بعض لوگ ان سجدوں کے واسطے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان سجدوں کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ يَسْجُدُ سَجْدَةً تَيْنِ إِلَى

آخِر مَا ذَكَرَ. حالانکہ یہ حدیث بتصریح حدیثین موضوع و باطل اور بے اصل ہے۔ لہذا ان سجدوں کو سنت کے خیال سے

ادا کرنا مکروہ ٹھہری ہے اور ہر حال میں اس کو ترک ہی کرنا چاہئے۔

مریض اور معذور کی نماز کا بیان

(۱) جو شخص بیماری یا کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہے وہ بیٹھ کر فرض و واجب نماز پڑھے اور رکوع و سجدے کرے۔ عذر کے ساتھ عاجز ہونے کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جس عذر سے روزہ کا افطار جائز ہو جائے اُس عذر کے ساتھ قیام کا فرض بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ جس سے تیمم جائز ہو بعض نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے بعض نے کہا کہ قیام اور اس کی ضروریات سے عاجز ہو لیکن اصح قول یہ ہے کہ اس کو کھڑا ہونے سے ضرر ہوتا ہو، خواہ وہ عذر فرض و واجب و سنت فجر شروع کرنے سے پہلے موجود ہو یا نماز کے اندر لاحق ہو اسی پر فتویٰ ہے اور خواہ وہ عذر حقیقی ہو جیسے کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا حکمی ہو۔ مثلاً کھڑا ہونے سے مرض کی زیادتی کا یا دیر میں اچھا ہونے کا یا چکر آنے کا خوف ہو یا کھڑا ہونے سے بدن میں کسی جگہ شدید اور ناقابل برداشت درد ہوتا ہو ان سب صورتوں میں قیام ترک کرے اور بیٹھ کر رکوع و سجود سے نماز پڑھے۔ اور اگر تھوڑا درد یا تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں۔

تنبیہ ضروری :- آجکل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں اسی طرح بعض لوگ ریل گاڑی وغیرہ میں بلا وجہ محض سستی کر کے بیٹھ کر یا قبلہ کی سمت پر قادر ہوتے ہوئے کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں ان کو اس بات کی نہایت احتیاط کرنی چاہئے اور جو فرض و واجب نماز میں قیام یا سمت قبلہ وغیرہ پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر یا غیر طرف پڑھی ہوں ان کو لوٹانا فرض و واجب ہے۔

(۲) اگر تھوڑی دیر قیام پر قادر ہے اور ساری نماز میں قادر نہیں تو جس قدر کھڑا ہو سکتا ہے اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے پس اگر اس بات پر قادر ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے اور قرأت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اسی قدر کھڑا ہونا فرض ہے پھر قرأت کے لئے بیٹھ جائے یا اگر تکبیر کہے کر تھوڑی سی قرأت کے واسطے بھی قیام کر سکتا ہے پوری قرأت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے اور جس قدر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے اگرچہ ایک آیت ہو اتنی دیر کھڑا ہو کر قرأت کرے پھر عاجز ہو تو بیٹھ جائے، یہی صحیح مذہب ہے پس جس قدر قیام پر قادر ہے اگر اس کو ترک کر دے گا تو خوف ہے کہ اس کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ اگر دیوار وغیرہ کا سہارا لگا کر کھڑا ہونے پر قادر ہے تو صحیح یہ ہے کہ سہارا لگا کر کھڑا ہو کر نماز پڑھے اس کے سوا اور کچھ جائز نہیں اسی طرح اگر عصا (لاٹھی) یا اپنے خادم یعنی کسی فرمانبردار پر سہارا لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو سہارے سے کھڑا ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز درست نہ ہوگی اور اس کا لوٹانا فرض ہوگا۔ اس لئے کہ جس طرح پورے قیام پر قادر ہونے سے پورا قیام فرض ہے اسی طرح بعض قیام پر قادر ہونے سے بعض قیام اس پر فرض ہے۔

(۳) اگر مریض ایسا کمزور ہو کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو قیام کر سکتا ہے اور مسجد میں جماعت کے لئے جانے کے بعد قیام پر

قادر نہیں ہوگا تو اس میں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ مسجد میں جانا اس سے ساقط ہے اور وہ اپنے گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے یعنی اگر گھر میں جماعت پسر ہو تو جماعت سے پڑھے ورنہ اکیلا پڑھے اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح اگر گھر سے ہو کر نماز پڑھنے سے رمضان المبارک کے روزے سے عاجز ہو جائے گا تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اس لئے کہ ان کے ترک پر ان کا کوئی بدل نہیں ہوگا اور قیام کے ترک پر بیٹھنا اس کا بدل و قائم مقام ہو جائے گا۔

(۴) قیام پر قادر نہ ہونے پر مریض و معذور کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں اصح یہ ہے کہ کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ جس طرح اس پر آسان ہو اسی طرح بیٹھے۔ کیونکہ جب عذر نے مریض سے ارکان ساقط کر دیئے تو بیٹھنے کو بطریق اولیٰ ساقط کر دیا لیکن اگر دونوں بیٹھنا (یعنی جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں) آسان ہو یا دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دونوں بہتر ہے ورنہ گھٹنوں پر یا چاروں زانو یا اور جس طرح آسانی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور تشہد کے وقت اگر ہو سکے تو دونوں ہو جائے بالا جماع ورنہ اس میں بھی جس طرح آسانی ہو بیٹھ جائے۔

(۵) اگر مریض سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار سے یا ایسے آدمی سے جو اس کی اطاعت کرے یعنی اس کا لڑکا یا غلام یا خادم یا پڑوسی یا اجنبی شخص جو اس کی اطاعت کرے یا لکیہ یا کسی اور چیز پر سہارا لگا کر بیٹھنے پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ اس کے سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے اس کو لیٹ کر نماز پڑھنا مختار قول کے بموجب جائز نہیں۔ (قادر ہونے سے مراد عجز حقیقی و حکمی کا نہ ہونا ہے جیسا کہ قیام کے لئے اور بیان ہوا پس اگر اس سے بھی مرض میں زیادتی وغیرہ ہونے کا عذر ہو تو پھر لیٹ کر اشارہ سے پڑھنا جائز ہے جیسا کہ آگے آتا ہے مولف)

(۶) تندرست آدمی کو بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے لیکن بلا عذر ایسا کرنے میں نصف ثواب ملتا ہے اور عذر کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنے میں پورا ثواب ملتا ہے جیسا کہ نوافل کے بیان میں مذکور ہے نفل نماز میں جیسا کہ ابتدا میں بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار حاصل ہے ویسا ہی درمیان نماز میں بھی بیٹھ جانے کا اختیار ہے خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو، اور اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے زیادہ صحیح ہے۔ بیٹھ کر نفل پڑھتے وقت تندرست آدمی کے لئے قعدہ کی طرح دورانو بیٹھنا بہتر ہے۔ تندرست آدمی اگر نفل نماز میں تھک گیا تو دیوار یا لاکھی وغیرہ پر ٹیک (سہارا) لگانے میں کراہت حرج نہیں ہے لیکن بلا ضرورت مکر وہ تمیز ہی ہے۔ نماز تراویح میں اکثر بوڑھے اور ضعیف لوگوں کو طول قرائت کی وجہ سے اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بظاہر فرض نماز میں بھی اگر کوئی تھک جائے تو اس کو بھی سہارا لگانا بلا کراہت جائز ہے۔

(۷) اگر قیام و رکوع و سجود سے عاجز ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اشارہ کی حقیقت سر کا جھکا دینا ہے اور سجدہ کا اشارہ رکوع سے لازمی طور پر زیادہ نیچے کرے مگر یہ ضروری نہیں امکانی حد تک سر کو بالکل زمین سے قریب کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ رکوع کے لئے تھوڑا جھکے اور سجدہ میں اس سے زیادہ جھکے تاکہ سجدہ رکوع سے ممتاز ہو جائے پس اگر رکوع و سجود برابر کرے گا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ اگر رکوع و سجود سے

عاجز ہے یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا اور قیام پر قادر ہے تو مستحب اور افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ قرب زمین کی وجہ سے اس میں سجدہ کے ساتھ زیادہ مشابہت ہے اور اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے اور اشارہ سے نماز پڑھنے والا سجدہ سہو و سجدہ تلاوت بھی اشارہ سے کرے۔

(۸) سجدہ کے لئے تکبیر یا اینٹ یا تختی وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ وہ چیز اس نے خود اٹھائی ہو یا کسی دوسرے نے اس کے لئے اٹھائی ہو۔ پس اگر ایسا کیا جائے یعنی تکبیر یا تختی وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب اٹھائی جائے تو اگر اس کا سر سجدہ کے واسطے رکوع کی نسبت زیادہ جھکتا ہے تو جائز ہے اور یہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا سمجھا جائیگا۔ (یعنی اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے لئے یہ صورت جواز کی ہے۔ مؤلف) لیکن یہ فعل بڑا ہے۔ اور اگر رکوع اور سجدہ میں اس کا سر نہ جھکتا ہو اور تکبیر یا تختی وغیرہ رکوع و سجدہ کے لئے اس کی پیشانی پر لگا دیا جائے یا وہ خود لگالے یا سر کو جھکاتا ہو لیکن رکوع و سجدہ کے لئے برابر جھکاتا ہو اور ان میں کوئی فرق نہ کرتا ہو تو رکوع و سجدہ کے لئے یا صرف سجدہ کے لئے اشارہ نہ پایا جانے کی وجہ سے اس کی نماز درست نہیں ہوگی یہی اصح ہے۔ اور اگر تکبیر یا اینٹ وغیرہ اونچی چیز زمین پر یا چوکی وغیرہ پر جس پر نماز پڑھتا ہو رکھی ہوئی ہو اور اس پر سجدہ کرتا ہو تو نماز جائز ہے پس اگر کوئی اونچی چیز جو زمین پر رکھی ہوئی ہے اس پر سجدہ کیا اور رکوع کے لئے صرف سر سے اشارہ نہ ہوا بلکہ بیٹھ بھی جھکائی تو رکوع و سجدہ کرنے والے کی نماز صحیح ہے بشرطیکہ سجدہ کرنے کے شرائط پائے جائیں مثلاً اس چیز کا جس پر سجدہ کیا اس قدر سخت ہونا کہ اس قدر پیشانی دب گئی ہو کہ پھر دبائے سے نہ دبے اور اس کی اونچائی بارہ انگل سے زیادہ نہ ہو، ان شرائط کے پائے جانے کے بعد حقیقت میں اس کے رکوع و سجدہ پائے گئے پس اس کو رکوع و سجدہ سے پڑھنے والا کہیں گے اشارہ سے پڑھنے والا نہیں کہیں گے اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا شخص اس کی اقتدار کر سکتا ہے اور یہ شخص جب اس طرح سے رکوع و سجدہ کر سکتا ہے اور وہ قیام پر قادر ہے تو اس پر قیام فرض ہے اور اگر مشروع میں قیام پر قادر نہیں تھا لیکن نماز پڑھتے ہوئے درمیان میں قیام پر قادر ہو گیا تو جس قدر باقی رہ گئی ہے اس کو کھڑے ہو کر پورا کرنا فرض ہے لہذا جو شخص زمین پر سجدہ نہیں کر سکتا مگر شرائط مذکورہ کے ساتھ کوئی چیز زمین پر رکھ کر سجدہ کر سکتا ہے اس پر فرض ہے کہ اس چیز کو زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کرے اس کے لئے اشارہ سے نماز جائز نہیں اور اگر وہ چیز جس پر سجدہ کیا ایسی نہیں جس میں شرائط مذکورہ پائی جائیں (یعنی اس کی اونچائی بارہ انگل سے زیادہ ہے یا اس کے نیچے زمین کی سختی محسوس نہیں ہوتی بلکہ پیشانی اور بھی دب سکتی ہے تو حقیقتاً سجدہ نہ پایا گیا بلکہ یہ سجدہ کے لئے اشارہ ہوا۔ پس کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا اس کی اقتدار نہیں کر سکتا یا رکوع میں صرف سر سے اشارہ کیا یا صرف سر جھکایا اور بیٹھ کو نہ جھکایا تو یہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا سمجھا جائیگا پس کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا اس کی اقتدار بھی نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ صرف اشارہ سے رکوع نہیں ہے اور جب رکوع نہیں تو سجدہ بھی معتبر نہیں اور اگر یہ شخص دوران نماز میں قیام پر قادر ہوا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔

(۹) اگر پیشانی پر زخم ہو جس کی وجہ سے پیشانی پر سجدہ نہ کر سکے تو اس کو اشارہ سے نماز پڑھتا درست نہیں ہے اور اس کو ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے، اگر ناک پر سجدہ نہ کیا اور اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی۔

(۱۰) اگر بیٹھنے پر قادر نہیں اگرچہ وہ عذر حکمی ہو مثلاً کسی نے آنکھ بنوائی اور طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا حکم کیا اور ہلنے جلنے سے منع کر دیا تو لیٹے لیٹے اشارہ سے نماز پڑھتا ہے اس لئے کہ جیسے جان کا بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہے۔ لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ چت یعنی کمر پر لیٹے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کو پھیلائے (پس ہمارے ملک میں چونکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے اس لئے اس کا سر مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف ہوں گے) اور اشارہ سے رکوع و سجدہ کرے لیکن اگر کچھ طاقت ہو تو دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر لے اور پاؤں قبلہ کی طرف نہ پھیلائے کیونکہ بلا ضرورت یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے۔ اور چاہئے کہ اس کے سر کے نیچے ایک تکیہ رکھیں تاکہ وہ بیٹھنے والے کے مشابہ ہو جائے اور منہ قبلہ کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ رہے اور رکوع و سجدہ کے لئے اشارہ بھی اچھی طرح کر سکے کیونکہ بالکل چت لیٹنا تندرست کو بھی اشارہ سے روکتا ہے تو پھر مریض کو تو اور بھی مشکل ہے۔ اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں یا بائیں کروٹ پر لیٹے اور منہ قبلہ کی طرف کو کر کے اشارہ سے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن چت لیٹنا اولیٰ و افضل ہے۔ اور دائیں کروٹ لیٹنے کو بائیں کروٹ پر فضیلت ہے اور جائز دونوں طرح ہے۔

(۱۱) اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر اس کو کوئی ایسا مرض پیدا ہو گیا کہ قیام نہیں کر سکتا مثلاً کوئی رگ چڑھ گئی تو بیٹھ کر باقی نماز پڑھے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں اور رکوع و سجدہ کرے اور اگر رکوع و سجدہ پر بھی قادر نہیں تو بیٹھ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے یہی صحیح و معتد ہے اس لئے کہ بقیہ نماز ضعیف ادا ہوگی اور ضعیف کی بنا قوی پر کر لینا اولیٰ ہے اس سے کہ تمام نماز کو ضعیف ادا کرے (امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نئے سرے سے پڑھے)۔

(۱۲) جو شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع و سجدہ سے نماز پڑھتا تھا پھر نماز کے اندر تندرست ہو گیا یعنی قیام پر قادر ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اپنی باقی نماز کھڑے ہو کر پڑھے (امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے) اگر کچھ نماز کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اشاروں سے پڑھی پھر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رکوع و سجدہ کرنے پر قادر ہو گیا تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ نئے سرے سے نماز پڑھے اس لئے کہ رکوع و سجدہ کرنے والے کی اقتدا اشارہ کرنے والے کے پیچھے جائز نہیں ہے پس اسی طرح اس کی بنا بھی درست نہیں ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ رکوع و سجدہ کی قدرت ایک دفعہ اشارہ سے رکوع و سجدہ کر لینے کے بعد حاصل ہوئی ہو لیکن اگر نماز شروع کرنے کے بعد اور رکوع و سجدہ کرنے سے پہلے یہ قدرت حاصل ہوئی تو اسی نماز کو رکوع و سجدہ کے ساتھ پورا کر لے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس صورت میں ضعیف کی بنا قوی پر لازم نہیں آتی کیونکہ ابھی وہ صرف تخریم ہی کی حالت میں ہے۔ اور اگر چت یا کروٹ پر

بیٹ کر اشارہ سے نماز شروع کی تھی تو خواہ رکوع و سجود کے اشارہ سے پہلے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رکوع و سجود کرنے پر قادر ہو گیا یا بعد میں درہوا ہر حال میں نئے سرے سے نماز پڑھے اس کو پنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ قیام یا قعود کی حالت اشارہ سے اقویٰ ہے پس اقویٰ کی بنا ضعیف پر جائز نہیں۔

(۱۳) عذر کے ساتھ اشارہ سے جو نمازیں پڑھی ہیں صحت کے بعد ان کا اعادہ نہیں اسی طرح اگر کسی کی زبان ایک دن رات تک بند رہی اور گونگے کی طرح نماز پڑھی پھر زبان کھل گئی تو ان نمازوں کا اعادہ نہیں ہے اس لئے کہ جب کسی عذر سماوی کی وجہ سے نماز کے شرائط یا ارکان میں سے ساقط ہو جائے تو اس حالت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ لازمی نہیں ہے لیکن اگر وہ عذر بندوں کی طرف سے ہو تو اس کا اعادہ لازمی ہے۔

(۱۴) جب مریض سر سے اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو تو نماز کا فرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے اس کو اس کی ضرورت نہیں کہ آنکھ با ابرو یا دل کے اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ ان کے اشارہ کا کچھ اعتبار نہیں پھر جب اس کو صحت ہو جائے تو اس پر اسی نمازوں کی قضا لازم ہونے یا نہ ہونے میں چار صورتیں ہیں: اول یہ مرض ایک دن رات یعنی پانچ نمازوں سے زیادہ رہا اور اس کو عقل قائم نہ رہی تو اس صورت میں بالاتفاق حالت مرض کی نمازوں کی قضا نہیں ہے۔ دوم مرض بیہوشی کے ساتھ ایک دن رات یا اس سے کم رہا ہو مگر عقل قائم رہی تو اس صورت میں اجماعاً یہ نمازیں صحت ہونے پر قضا پڑھے۔ اگر ایک دن رات میں پھر اتنی صحت ہو گئی کہ سر کے اشارہ سے ادا کرنے پر قادر ہو گیا تو اب ان نمازوں کی قضا لازمی ہے پس ان کو اشارہ کے ساتھ ادا کر لے اور یہ ارادہ نہ کرے کہ جب بالکل اچھا ہو جاؤں گا تب پڑھوں گا کیونکہ شاید مر جائے تو گنہگار ہوگا اور یہ فرض اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اب مرتے وقت ان کے فدیہ کی وصیت کرنا لازمی ہے۔ اور اگر اسی مرض میں مر جاوے اور اس قدر افاقہ بھی نہ ہو کہ سر کے اشارہ سے ادا کر سکتا تو اس پر وہ نمازیں واجب نہیں ہوتیں اور ان کا فدیہ بھی لازم نہیں ہوگا پس اس کے لئے وصیت کرنا بھی لازم نہیں ہے۔ سوم دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل قائم رہی۔ چہارم مرض دن رات سے کم رہا اور عقل قائم نہ رہی ان دونوں صورتوں میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک قضا لازم ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اس کی تصحیح کی گئی ہے اور بعض کے نزدیک قضا لازم نہیں ہے بعض نے اس کو ترجیح دی ہے۔

(۱۵) اگر مریض نے چار رکعتیں فرض نماز عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھیں اور جب چوتھی رکعت کے قعدہ میں بیٹھا تو شہد پڑھنے سے پہلے اس نے قراءت کی اور رکوع کیا تو وہ بمنزلہ قیام کے ہو گیا یعنی ایسا ہے جیسے کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا چوتھی رکعت کے بعد شہاد ادا کئے بغیر کھڑا ہو جاتا لہذا جب تک اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو شہد کی طرف لوٹے اور سجدہ سہو کرے اور پانچویں کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز جاتی رہی اس لئے نئے سرے سے پڑھے اور اگر اس نے دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھایا اور قیام کی نیت کی مگر کھڑے پڑھنے سے پہلے یاد آ گیا کہ قعدہ نہیں کیا

تو تشہد پڑھے اور اس کی نماز ہو گئی اس پر سجدہ سہو بھی نہیں اور اگر کچھ شروع کرنے کے بعد یاد آئے تو تشہد کی طرف نہ لوٹے۔ اسی طرح پڑھتا رہے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

(۱۶) مریض نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب چوتھی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سہرا اٹھایا تو اس کو یہ گمان ہوا کہ یہ تیسری رکعت ہے پھر اس نے قرأت کی اور اشارہ سے رکوع و سجود کے تو اس کی نماز بوجہ ترک قعدہ فاسد ہو گئی اور اگر تیسری رکعت میں تھا اور اس کو دوسری رکعت سمجھا اور قرأت شروع کر دی پھر معلوم ہوا کہ وہ تیسری رکعت پڑھ رہا ہے تو تشہد کی طرف نہ لوٹے بلکہ اسی طرح قرأت پڑھتا رہے اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔

(۱۷) مریض اپنی نماز میں قرأت و تسبیح اور تشہد و درود دعا اسی طرح پڑھے جیسے تندرست پڑھتا ہے اور اگر ان سب یا کچھ سے عاجز ہو تو چھوڑ دے۔ تندرست اور مریض میں صرف ان چیزوں میں فرق ہے جن میں مریض عاجز اور جن پر مریض قادر ہے ان کا حکم اس پر تندرست کی مانند ہے۔

(۱۸) جو نماز میں عذر شرعی سماوی (یعنی بندہ کی طرف سے نہ ہو) کی وجہ سے ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے کی حالت میں پڑھی ہیں ان کا اعادہ نہ کرے بخلاف وقت کے کہ وہ ساقط نہیں ہوتا پس اگر مریض وقت سے پہلے جان بوجھ کر یا غلطی سے یا سہواً اس خیال سے نماز پڑھے کہ پھر بیماری کی وجہ سے نماز نہ پڑھے سکے گا تو وہ نماز جائز نہ ہوگی، وقت کے اندر اس کا اعادہ کرے اور اگر قبلہ کو پہنچا تھا ہوا اور قبلہ کی طرف منہ کرنے پر قادر نہیں اور ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو اس کا منہ قبلہ کی طرف کو پھیر دے تو اسی طرح نماز پڑھے اور پھر اس نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر کوئی ایسا شخص مل گیا جو اس کا منہ قبلہ کی طرف کو پھیر دے تو اس کو کہے کہ میرا منہ قبلہ کی طرف کو پھیر دے اگر اس کو حکم نہ کیا اور قبلہ کے سوا کسی اور طرف کو نماز پڑھی تو جائز نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مریض نجس بچھونے پر ہو تو اگر پاک بچھونا نہیں ملتا یا ملتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کا بچھونا بدل دے تو نجس بچھونے پر نماز پڑھے اور اس کا اعادہ نہ کرے اور اگر ایسا شخص مل جائے جو کہ اس کا بچھونا بدل دے تو چاہئے کہ اس کو کہے اور اگر نہ کہا اور نجس بچھونے پر نماز پڑھی تو جائز نہیں ہوگی کسی مریض کے نیچے نجس کپڑے ہیں تو اگر اس کا یہ حال ہے کہ جو بچھونا بدل کر اس کے نیچے بچھایا جائے گا وہ فوراً یعنی قبل اس کے کہ وضو اور نماز سے فارغ ہو اس قدر نجس ہو جائے گا جو نماز کا مانع ہے تو اسی حالت میں نماز پڑھے اسی طرح اگر دوسرا بچھونا فوراً یعنی نماز پڑھتے پڑھتے نجس تو نہیں ہوتا لیکن بچھونا بدلنے میں حرکت کی وجہ سے اس کو بہت تکلیف ہوگی یا مرض میں زیادتی ہوگی تو نہ بدلیں اور وہ اسی پر نماز پڑھے اور کوئی شک نہ کرے اس لئے کہ وہ اس کے حق میں پاک ہے۔

(۱۹) اگر کوئی شخص ایسا بیمار ہو کہ نماز کے کسی خاص رکن پر بغیر حدیث قادر نہ ہو تو وہ رکن اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا یعنی وہ حدیث نہ کرے بلکہ اس رکن کو چھوڑ دے پس اگر کسی شخص کے زخم ہو اور اس کی وجہ سے

جب وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور اس کے سوا رکوع و قیام اور قرأت پر قادر ہے تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھے یہی مستحب و افضل ہے لیکن اگر قیام و قرأت اور رکوع کھڑے ہو کر ادا کرے اور سجدہ بیٹھ کر اشارہ سے ادا کرے تب بھی جائز ہے لیکن افضل نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو اس کو پیشاب جاری ہو جائے گا یا قطرہ آجائے گا یا زخم بہنے لگے گا یا قرأت بالکل یعنی بقدر فرض بھی نہ کر سکے گا یا چوتھائی ستر کھل جائے گا اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کوئی حرج نہ ہوگا تو اس پر فرض ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے جبکہ اس عذر کو کسی اور طرح سے نہ روک سکے اگر کسی کو بیٹھ کر نماز پڑھنے سے پیشاب یا زخم سے خون جاری ہوتا ہو اور لیٹنے سے کچھ جاری نہ ہوتا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز ادا کرے اس لئے کہ لیٹ کر نماز پڑھنا بلا عذر جائز نہیں ہے جیسا کہ نماز حدیث (بے وضو ہونے) کے ساتھ بلا عذر جائز نہیں ہے پس ارکان کی ادائیگی کے ساتھ نماز پڑھنے کو ترجیح دی جائے گی اور امام محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔ ان سب مذکورہ صورتوں میں اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے بالاجماع۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو کھڑا ہونے میں دشمن کا خوف ہو یا ایسے چھوٹے خیمہ یا مکان میں ہو کہ اس میں کھڑا نہیں ہو سکتا اور اگر وہ باہر نکلے تو کچھ اور بارش کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تو چاہئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ باہر چھپا اس طرح کاٹے ہوں کہ خون نکل آتا ہے تو اندر ہی بیٹھ کر پڑھے کیونکہ یہ بھی عذر ہے اور ان سب صورتوں میں بھی اعادہ لازم نہیں ہے کیونکہ یہ بھی عذر سماوی ہیں۔

(۲۰) اگر کسی شخص کا غلام بیمار ہو جو وضو پر قادر نہیں تو مالک پر واجب ہے کہ اس کو وضو کرادے اور اگر کسی کی عورت ایسی بیمار ہو کہ خود وضو نہ کر سکے تو خاوند پر اس کو وضو کرانا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر خاوند ایسا بیمار ہو تو عورت پر اس کو وضو کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر عورت خاوند سے یا خاوند عورت سے امداد طلب کرے اور وہ مدد کرے تو وضو کرنا فرض ہے اور تمیم جائز نہیں اگرچہ امداد کرنا ان پر واجب نہیں تھا۔ فافہم۔

(۲۱) اگر کوئی شخص پانچ نمازوں کے وقت تک بیہوش رہا تو ان نمازوں کو قضا کرے اور اگر بیہوشی پانچ نمازوں سے بڑھ جائے یعنی چھ نمازیں ہو جائیں تو اب ان نمازوں کی قضا نہ کرے کیونکہ یہ سبب حرج کے اس سے ساقط ہو گئیں اور جنون کا حکم مثل بے ہوشی کے ہے یہی صحیح ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ برابر بیہوشی رہے اور اس مدت میں کبھی افاقہ نہ ہو لیکن اگر افاقہ ہوتا ہو اور افاقہ کا ایک وقت مقرر ہے مثلاً روزانہ صبح کے وقت مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے اور کچھ ہوش آجاتا ہے اور تھوڑی دیر افاقہ ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد وہ مرض لوٹ آتا ہے اور وہ بیہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اس افاقہ سے پہلے اگر بیہوشی ایک دن رات سے کم تھی تو بیہوشی کا حکم باطل ہو جائے گا اور ان نمازوں کی قضا واجب ہوگی۔ اور اگر افاقہ کا وقت مقرر نہ ہو لیکن کبھی یکایک افاقہ ہو جاتا ہے اور تندرستی کی سی باتیں کرتا ہے پھر بیہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں یعنی یہ بیہوشی متصل اور لگاتار سمجھی جائے گی۔ اگر کسی درندہ

جانور یا آدمی کے خوف یا سخت بیماری سے ایک دن رات سے زیادہ بیہوش رہا تو بالا جماع قضا اس سے ساقط ہو جائے گی، کیونکہ یہ ضعف قلب کی وجہ سے ہے جو کہ مرض ہے اور مرض بہ سبب آسمانی ہوتا ہے۔ اگر شراب پی اور اس کے نشہ کی وجہ سے ایک دن رات سے زیادہ عقل جاتی رہی تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی خواہ بے عقلی کتنے ہی زیادہ زمانے تک رہے اور خواہ دوائی کی غرض سے پی ہو یا کسی نے مجبور کر کے پلا دی ہو تب بھی قضا واجب ہے کیونکہ بندوں کے فعل سے اللہ کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر بھنگ یا کوئی اور دوائی پی جس سے ایک دن رات سے زیادہ عقل درست نہ رہی تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اس لئے سب وقتوں کی قضا دیوے۔ (لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اگر بھنگ کا استعمال دوائی کے طور پر ہو تو چونکہ یہ مباح ہے پس وہ مریض کی مانند ہو گیا اور اس پر چھ نمازوں تک بیہوشی رہنے کی صورت میں قضا لازم نہیں ہے لیکن اگر بھنگ کا استعمال نشہ کے لئے کرے گا تو شراب کی طرح معصیت ہے اور کوئی نماز اس سے ساقط نہیں ہوگی اور شراب کو اگر مباح طریقہ سے پیئے گا مثلاً کسی کے مجبور کرنے سے پی لے گا تو اس کا حکم بھی امام محمدؒ کے نزدیک بھنگ کی طرح ہوگا)۔ اگر ایک دن رات سے زیادہ سوتا رہا تو یہ سب نمازیں قضا کرے کیونکہ عادتاً ایک دن رات سے زیادہ کوئی نہیں سوتا پس یہ بھی بندہ کا اپنا فعل ہے آسمانی نہیں ہے۔

(۲۲) اگر کوئی مریض ایسی حالت کو پہنچ گیا کہ غنودگی وغیرہ کی وجہ سے اس کو رکعتوں کا شمار اور رکوع و سجود وغیرہ یاد نہیں رہتا تو اس پر اس وقت کی نمازوں کا ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ صحت کے بعد ان کی قضا پڑھ لے لیکن اگر کوئی شخص اس کو بتلانا جائے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے اور یہ بتلانا تعلیم نہیں بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے اس لئے یہ نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ یہی حکم اس شخص کا ہے جس کو زیادہ بڑھاپے کے سبب عقل میں فتور آ گیا ہو اور رکعتوں کی تعداد اور رکوع و سجود وغیرہ یاد نہ رکھ سکتا ہو تو دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنی غالب رائے پر عمل کرے۔ اس مسئلہ میں محض شک و شبہ مراد نہیں کہ وہ تندرست کو بھی ہوتا ہے اور شک کے مسئلے سجدہ سہو کے بعد بیان ہوئے ہیں۔

(۲۳) اگر کسی کے دانتوں میں درد ہوتا ہو اور منہ میں سرد پانی یا کوئی دوائی ڈالے بغیر درد میں سکون نہیں ہوتا تو اس کو چاہئے کہ اگر کوئی شخص امامت کے لائق مل جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے ورنہ اسی حالت میں یعنی منہ میں دوائی رکھے ہوئے خود ہی نماز پڑھ لے اور قرائت وغیرہ نہ کرے۔

(۲۴) مریض کے واسطے مستحب ہے کہ جمعہ کے روز ظہر کی نماز میں اتنی تاثیر کرے کہ جمعہ کی نماز سے امام فارغ ہو جائے اور اگر اتنی تاخیر نہ کرے تو کراہ ہے یہی صحیح ہے۔

(۲۵) مریض کی جو نمازیں حالت مریض میں قضا ہو گئیں ان کو جب صحت ہونے پر قضا کرے تو اس طرح نماز پڑھے جیسے تندرست پڑھتے ہیں اور اگر اس حالت کی طرح پڑھی جس حالت کی نماز فوت ہو گئی تھی مثلاً بیٹھ کر یا اشارہ سے تو نماز

جائزہ ہوگی۔ اور اگر صحت کی حالت میں کچھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں اور ان کو بیماری کی حالت میں قضا کرتا ہے تو اس طرح پڑھے جس پر اب قادر ہے یعنی بیٹھ کر یا اشارہ سے نماز ہو جائے گی اس وقت صحت کی طرح سے پڑھنا واجب نہیں (پس یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی طاقت آجائے گی تب پڑھوں گا یا جب بیٹھنے اور رکوع سجدے کرنے لگوں گا تب پڑھوں گا کیونکہ یہ سب شیطانی خیالات ہیں، دینداری کی بات یہ ہے کہ جب بھی قضا کی توفیق واردہ ہو گیا فوراً پڑھ لے دیر نہ کرے کیونکہ معلوم نہیں کتنی زندگی باقی ہے اور کب موت آجائے پھر توفیق اور وقت ملے یا نہ ملے)۔

مسافر کی نماز کا بیان

مسافر اور سفر شرعی کی تعریف (۱) مسافر ہر سفر کرنے والے کو کہتے ہیں مگر شریعت میں مسافر اس کو کہتے ہیں جو اتنی دور جانے کا ارادہ کرے کہ گھر سے نکلے جہاں تین دن میں پہنچ سکے اس سے کم سفر میں مسافر

نہیں ہوتا اور جب وہ مسافر ہستی سے باہر ہو جائے اس وقت سے ہی مسافر شمار ہوتا ہے۔ تین دن میں پہنچنے سے یہ غرض نہیں کہ سارا دن چل کر تین دن میں پہنچے کیونکہ کھانے پینے اور نماز و دیگر ضروریات کے لئے ٹھہرنا تو ضروری ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ہر روز صبح سے زوال تک چلنا معتبر ہے اس طرح کہ درمیان میں اس قدر ٹھہرنا بھی جائے جتنا عادتاً آرام لینا چاہئے۔ چال سے مراد درمیانی چال ہے اور وہ خشکی میں اونٹوں اور پیدل چلنے والوں کی چال ہے اور دن سے سال کا چھوٹے سے چھوٹا دن مراد ہے اور وہ دن اس جگہ کا مراد ہے جہاں دن رات معتدل ہوں، لہذا جن شہروں میں بہت ہی چھوٹا دن ہوتا ہے جیسے بلغار وہاں کے دن کا اعتبار نہیں۔

(۲) ٹھیک بات تو یہی ہے کہ قمریوں، کوسوں اور میلوں کے حساب کا اعتبار نہیں کیونکہ کوس کہیں بڑے ہوتے ہیں کہیں چھوٹے بلکہ ہر جگہ تین منزل کی مسافت ہی معتبر ہے لیکن عوام کی آسانی کے لئے خشکی میں اڑتالیس انگریزی کی مسافت تین منزل کے برابر سمجھی گئی ہے اور ہمارے زمانے کے علماء کا اسی پر فتویٰ ہے (اگرچہ بعض نے اس کو کم و بیش میل بھی متعین کئے ہیں)۔ (۳) دریا و سمندر کے راستے میں تین دن کشتی کی چال سے ایسی حالت میں معتبر ہے کہ ہوا اعتدال کے ساتھ ہو نہ بہت تیز ہو نہ ساکن ہو، اسی طرح پہاڑی راستہ میں بھی وہیں کی چال کے تین دن اعتبار کئے جائیں گے اگرچہ ہموار زمین میں وہ راستہ تین دن سے کم میں طے ہو۔ ہر مقام میں اسی چال کا اعتبار ہوتا ہے جو اس کے حال کے لائق ہو۔ زمین کی چال کا دریا کی چال میں اور دریا کی چال کا زمین کی چال میں اعتبار نہیں ہوتا پس وہاں ہی کی عادت کے بموجب چال کا اعتبار ہوگا اور اشتباہ کے وقت وہاں کے لوگوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

(۴) مدت کا اعتبار اس راستے سے ہوتا ہے جس راستے سے وہ جانا ہے خواہ ان دونوں راستوں میں سے کسی راستے کے اختیار کرنے میں اس کی کوئی غرض صحیح ہو یا نہ ہو، پس اگر کسی شہر کا قصد کیا اور اس کے دو راستے ہیں ایک تین دن رات کا راستہ ہے

اور دوسرا کم کا تو اگر دور کے راستے سے چلا تو مسافر ہو جائے گا اور قریبی راستے کی طرف سے چلا تو مسافر نہیں ہوگا بلکہ پوری نماز پڑھے گا۔ اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہیں ایک دریا کا راستہ جو تین دن میں پورا ہوتا ہے اور دوسرا خشکی کا راستہ جو دو دن میں پورا ہوتا ہے تو اگر دریا کے راستے سے جائے گا تو نماز میں قصر کرے گا اور خشکی کے راستے میں قصر نہیں کرے گا اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی خشکی کے راستے سے تین دن میں پہنچے اور دریا کے راستے سے دو دن میں تو خشکی کے راستے میں قصر کرے اور دریا کے راستے میں قصر نہ کرے، اسی طرح ایک راستہ ہموار زمین میں ہے جو دو دن کا ہے اور دوسرا پہاڑی زمین میں جو تین دن کا ہے تو پہاڑی راستے میں قصر کرے اور ہموار راستے میں قصر نہ کرے اور اس کے برخلاف کا حکم بھی برخلاف ہے و قس علیٰ ہذا۔

(۵) اگر عادت کے بموجب تین دن کی راہ تھی اور کوئی شخص ریل گاڑی یا ہوائی جہاز یا موٹر یا گھوڑے یا ناؤ یا کتا یا بیل گاڑی وغیرہ پر سوار ہو کر دو دن یا کم میں پہنچ گیا تب بھی شرعاً مسافر ہے پس نماز قصر کرے خواہ کتنی ہی جلدی پہنچ جائے اور اگر تین دن سے کم کے راستے کو کسی سست سواری بیل گاڑی وغیرہ پر تین یا زیادہ دنوں میں طے کیا تو مسافر نہیں — اگر کسی ولی تین دن کی راہ کو اپنی کرامت سے بہت تھوڑے زمانے میں طے کیا تو ظاہر یہی ہے کہ مسافر کے احکام اس کے لئے ثابت ہوں گے مگر امام ابن ہمام نے اپنی کتاب فتح القدر میں اس کا مسافر ہونا مستبعد فرمایا اس لئے کہ اس میں مشقت جو قصر کی علت ہے نہیں پائی جاتی۔

(۱) وہ احکام جو سفر سے بدل جاتے ہیں یہ ہیں: نماز کا قصر ہونا، روزہ نہ رکھنے کا مباح ہونا، ہوزوں کے مسح کی مدت کا تین دن تک بڑھ جانا، جمعہ و عیدین اور قربانی کا وجوب ساقط ہو جانا، آزاد عورت کو بغیر محرم کے باہر نکلنا حرام ہو جانا۔ (اس بیان میں نماز قصر ہونے کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔)

(۲) نماز میں قصر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شرعی مسافر چار رکعتوں والی فرض نماز یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعتیں فرض ہیں اور فجر و مغرب اور وتر کی نمازیں اپنے حال پر پڑھتی ہیں یعنی ان میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ مسافر پر قصر کرنا واجب ہے اور پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے جیسے کوئی ظہر کے فرض چھ رکعت یا فجر کے فرض چار رکعت پڑھے تو گنہگار ہوگا۔ پس اگر مسافر نے قصر نماز میں چار رکعتیں پڑھ لیں اور دوسری رکعت میں بقدر تشہد قعدہ کیا تو اخیر میں سجدہ سہو کر لینے سے نماز جائز ہو جائے گی اور پہلی دو رکعتیں فرض اور اخیر کی دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی لیکن قصداً ایسا کرنے سے گنہگار یعنی مکروہ تکریہی کا مرتکب ہوگا (کیونکہ اس سے چار واجب ترک ہوں گے ایک قصر جو کہ واجب ہے اور دوسرا قعدہ اخیرہ کے بعد فوراً سلام پھیرنا کیونکہ مسافر کے حق میں پہلا قعدہ، قعدہ اخیرہ ہے اسے اس کے بعد فوراً سلام پھیر دینا چاہئے تھا جو اس نے نہیں پھیرا بلکہ کھڑا ہو گیا، تیسرا نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کا ترک، چوتھا نفل کو فرض میں ملا دینا۔) اور اگر بھولے سے ایسا ہو گیا تو گناہ بھی نہیں اور اگر دوسری رکعت میں بقدر تشہد نہ بیٹھا تو قعدہ اخیرہ کے ترک سے جو کہ فرض ہے اس کی فرض نماز باطل ہوگئی اور یہ چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں اس لئے فرض نماز نئے سرے سے پڑھے۔ اسی طرح اگر پہلی

دونوں رکعتوں میں یا کسی ایک رکعت میں قرأت چھوڑ دی اور آخری رکعتوں میں پڑھی تو اس کے فرض صحیح نہیں ہوں گے اس لئے کہ اس کو پہلی دونوں رکعتوں میں اٹھ کے ساتھ سورۃ ملانا فرض ہے لیکن اگر وہ تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اقامت کی نیت کرے تو اس کے فرض باطل نہیں ہوں گے مگر اس کو تیسری رکعت کا قیام و رکوع لوٹانا چاہئے کیونکہ وہ پہلا قیام و رکوع نفل میں واقع ہوا ہے اس لئے فرض کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اور قرأت اگر اس نے پہلی دو رکعتوں میں کر لی ہے تو آخری دو رکعتوں میں اس کو اختیار ہے کہ یا نہ کرے اور اگر پہلی رکعتوں میں نہیں کی تو آخری میں ان کی قرأت کی قضا کرے اور یہ حکم براہے خواہ قعدہ اولیٰ میں بیٹھا ہو یا نہ بیٹھا ہو اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ میں نیت کی تو فرض نفل ہو جائیں گے؛ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے کیونکہ ان کے نزدیک سجدہ پیشانی کے رکھنے سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ حکم ان کے نزدیک اس وقت ہے جبکہ قعدہ اولیٰ میں نہ بیٹھا ہو اور نہ دو رکعت فرض پورے ہو جائیں گے لیکن امام محمد کے نزدیک جب تک سجدہ سے سر نہ اٹھائے تب تک نیت اقامت کر لینے سے اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے ہی اصح ہے۔

(۳) سنتوں میں قصر نہیں ہے یعنی جہاں چار سنتیں پڑھی جاتی ہیں مسافر بھی چار ہی پڑھے۔ بعض فقہانے مسافر کے واسطے مؤکدہ سنتوں کا چھوڑنا جائز لکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ خوف اور جلدی کی حالت میں مثلاً یہ کہ چل رہا ہے اور اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے کا ڈر ہے سنت نہ پڑھے کیونکہ یہ ترک عذر کی وجہ سے ہے اور امن و بے خوفی کی حالت ہو اور اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے کا ڈر نہ ہو مثلاً کسی منزل پر ٹھہرا ہوا ہو تو پڑھے۔ بعض نے کہا کہ فجر کی سنتیں خاص طور پر پڑھے اور ان کو ترک نہ کرے کیونکہ یہ مثل واجب کے ہیں اور بعض نے کہا کہ مغرب کی دو مؤکدہ سنتوں کا بھی یہی حکم ہے پس ان کا ترک نہ کرنا بھی بہتر ہے۔

(۴) سفر کے احکام ہر مسافر کے واسطے ہیں خواہ اس کا سفر طاعت کے لئے یعنی مشروع کام کے لئے ہو مثلاً خرید و فروخت یا حج و عمرہ وغیرہ کے لئے جانا یا معصیت یعنی غیر مشروع کام کے لئے ہو جیسے رہزنی وغیرہ کے لئے جانا بہر حال مسافر کے احکام اس کے واسطے ثابت ہوں گے اور اسی طرح سوار اور پیدل چلنے والے کا حکم بھی برابر ہے۔

(۵) جب اپنے شہر یا بستی (یعنی آبادی) سے باہر نکل جائے اور مکانات کو چھپے چھوڑ دے اس وقت سے قصر کرے اور جب تک آبادی کے اندر چلتا رہے تب تک مسافر نہیں ہو اس لئے قصر نہ کرے کسی اور آبادی کا اعتبار نہیں لیکن اگر ایک یا کئی گاؤں شہر نیاہ سے ملے ہوئے ہوں تو ان سے نکل جانا بھی معتبر ہوگا اور جو گاؤں فنائے شہر سے ملا ہوا ہے شہر والے کے لئے اس گاؤں سے باہر ہو جانا ضروری نہیں بلکہ اُس سے باہر نکلنے سے پہلے قصر کرے۔ اسی طرح شہر کے متصل جو باغ ہوں اگرچہ ان کے نگہبان اور کام کرنے والے ان میں رہتے ہوں اور ان میں ان کے مکان اور چھوٹی پٹریاں ہوں ان باغوں سے نکل جانا بھی ضروری نہیں اس لئے کہ باغ آبادی میں داخل نہیں اگرچہ وہ آبادی کے بالکل متصل ہوں۔ فنائے شہر یعنی شہر سے باہر جو جگہ شہر کے کاموں کے لئے ہو مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، مٹی کوڑا ڈالنے کی جگہ، اگر یہ شہر سے متصل ہو تو اس سے باہر ہو جانا ضروری ہے اور اگر شہر اور فئنا کے درمیان دو سو گز یا زیادہ فاصلہ ہو یا درمیان میں کھیت ہو تو فئنا سے باہر ہو جانا

ضروری نہیں۔ اور اگر اس سے کم فاصلہ ہو تو وہ شہر سے متصل کے حکم میں ہے۔ (بخلاف جمعہ کے کہ جمعہ کا قائم کرنا فائدے شہر میں ہر حال میں صحیح ہے خواہ وہ شہر سے متصل ہو یا کھیت وغیرہ سے جدا ہو جاتی ہو کیونکہ جمعہ برخلاف سفر کے شہر کے مصالح میں سے ہے)۔ اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی کے باہر ہو اور متصل نہ ہو تو وہاں پہنچ کر قصر پڑھے۔

(۶) جس طرف سے شہر سے نکلتا ہے اسی طرف سے اس شہر سے نکلنے کا اعتبار ہے پس اگر ایک طرف سے شہر سے باہر نکل گیا اور دوسری طرف شہر کے مکانات اس کی سیدھ میں پڑتے ہیں تو وہ مسافر ہو گیا نماز قصر کرے اور دوسری طرف کے سیدھ میں پڑتے والوں کے مکانات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور جس طرف سے نکلتا ہے اگر اس طرف کوئی ایسا محلہ ہو جو اب شہر سے جدا ہو گیا ہو اور پہلے خلا ہو اور جو اب تک اس محلہ سے باہر نہ ہو جائے نماز قصر نہ کرے۔ اور جو محلہ ویران ہو گیا اور اس میں عمارت نہیں رہی خواہ وہ پہلے شہر سے ملا ہوا تھا یا اب بھی ملا ہوا ہے اس سے باہر ہونا شرط نہیں ہے۔ اور جس طرف سے آبادی سے نکلتا ہے اگر اس کے دونوں طرف اس کی سیدھ میں آبادی پڑتی ہے تو اس کا اعتبار کیا جائیگا اور اس سے باہر ہونا شرط ہوگا صرف ایک طرف سیدھ میں پڑنے والی آبادی سے باہر ہونا شرط نہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ بظاہر فائدے متصل کا سیدھ میں پڑنا بھی آبادی کے سیدھ میں پڑنے کے حکم میں ہے۔

(۷) اسی طرح جب سفر سے اپنے شہر کی طرف لوٹے تو جب تک آبادی کے اندر داخل نہ ہو جائے تب تک وہ مسافر ہے لہذا پوری نماز نہ پڑھے بلکہ قصر پڑھے۔ شہر سے بلحاظ آبادی یعنی فائدے شہر کا بھی یہی حکم ہے کہ اس میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس آبادی سے نکلنے سے مسافر ہو جاتا ہے اس میں داخل ہونے سے مقیم ہو جاتا ہے۔

(۸) جب تک شہر یا بستی کی آبادی سے سفر شرعی کی نیت کے ساتھ باہر نہ ہو جائے صرف نیت کرنے سے شہر میں ہوتے ہوئے مسافر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر سفر شرعی کی نیت کے بغیر آبادی سے نکلا تب بھی مسافر نہیں ہوا۔ پس جب تین منزل کے سفر کا قصد کر کے آبادی سے نکلا تب قصر کرے اور اگر اتنا قصد نہ کرے یا بالکل کچھ قصد نہ کرے تو خواہ تمام دنیا کے گرد پھرائے اس کو سفر کے احکام حاصل نہیں ہوں گے۔ مثلاً کسی ایسے گاؤں کے ارادہ سے نکلا جس میں اس کے گاؤں سے دو دن کا راستہ ہے وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ ہو گیا جو وہاں سے دو دن کے فاصلہ پر ہے اس طرح خواہ کتنا ہی پھرے مسافر نہ ہوگا البتہ واپسی کے وقت اگر مدت سفر پائی گئی یعنی تین منزل کا سفر ہو گیا تو قصر کرے اسی طرح اگر کسی ملزم یا دشمن یا بھاگے ہوئے یا قرضدار کا پیچھا کرے تو اول اپنے گمان غالب پر عمل کرے پس اگر تین منزل پہنچ کر مل جانے یا کام بن جانے کا گمان غالب ہو تو نماز قصر کرے اور اگر شروع سفر میں اس گمان کے ساتھ نہیں ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ اس کو کہاں ملے گا تو وہ نماز پوری پڑھے خواہ کتنی ہی مدت سفر یا قیام ہو جائے لیکن واپسی کے وقت اگر مسافت سفر پائی جائے تو قصر کرے۔ یا اور اسی طرح کا سفر کرے جس میں تین دن کے متصل سفر کا قصد نہ ہو مثلاً یہ قصد ہو کہ دو دن کی راہ پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے وہ کام کر کے

پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا تو تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہو یا مثلاً تین منزل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلا لیکن گھر سے یہ نیت ہے کہ راستہ میں فلاں گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گا تو مسافر نہ ہو اور اس کو قصر جائز نہیں ہے۔ اس قصد میں صرف گمان کا غلبہ کافی ہے یقین شرط نہیں یعنی اگر گمان غالب ہو کہ تین دن کا سفر کروں گا تو قصر کرے ورنہ پوری پڑھے اور یہ بھی شرط ہے کہ نیت کی اہلیت رکھتا ہو یعنی عاقل و بالغ ہو۔ لڑکے اور دیوانہ کی نیت کا اعتبار نہیں پس اگر ایک نابالغ لڑکا اور ایک کافر اور ایک حائضہ عورت تین دن کی مسافت پر چلیں اور دوسری منزل پر لڑکا بالغ ہو جائے اور کافر مسلمان ہو جائے اور عورت حیض سے پاک ہو جائے تو لڑکا اور عورت پوری نماز پڑھیں گے اس لئے کہ یہ دونوں ابتدائے سفر میں عذر آسمانی کی وجہ سے نماز کے اہل نہ تھے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کے بعد ایک یا دو منزل سفر ہو یعنی تین منزل سے کم سفر باقی ہو، اور اگر آگے کا سفر تین منزل یا اس سے زیادہ باقی ہے تو یہ دونوں قصر کریں گے اس لئے کہ ان کے حق میں اس دوسرے منزل سے سفر معتبر ہوگا اور کافر جو مسلمان ہوا ہے وہ یہاں سے ہر حال میں قصر کرے گا خواہ سفر تین دن سے کم باقی ہو یا زیادہ اس لئے کہ وہ ابتدائے سفر میں بوجہ عذرِ اختیاری کے ادائے نماز کا اہل تھا اس لئے اس کے حق میں سفر اول منزل سے معتبر ہوا۔ (۹) اگر بادشاہ نے رعایا کی تفتیش احوال کے لئے سفر کیا اور مقصود حاصل ہونے پر واپس لوٹنے کا ارادہ کیا لیکن شرعی سفر کی مسافت کا ارادہ نہیں کیا تو قصر نہ کرے لیکن واپسی میں اگر مسافت مسافت یعنی تین دن یا زیادہ کا ہو تو قصر کرے اور اور اگر شروع سفر میں ہی تین دن کا ارادہ ہو تو قصر کرے اور اگر بادشاہ کا سفر کسی اور غرض کے لئے ہو تو مسافت شرعی کی صورت میں قصر کرے ورنہ نہیں خواہ اپنے ملک میں ہو یا کسی دوسرے ملک میں کیونکہ یہ غلط ہے کہ تمام ملک محروسہ اس کے لئے بمنزلہ ایک شہر کے ہے پس نیت سفر کے ساتھ شرعی سفر کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہے۔

(۱۰) سرکاری ملازم و حکام جو اپنے علاقہ میں دورہ کرتے ہیں تو اگر دورہ مسافت شرعی کی مقدار کا ہے تو نمازیں قصر پڑھیں ورنہ پوری ادا کریں یہ نہیں کہ حکام کے حق میں علاقہ ایک شہر کا حکم رکھتا ہو۔ دورہ کے مسافت شرعی کی مقدار ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس دورہ میں جو مقام ایسا ہو کہ وہاں پہنچ کر آگے بڑھنے کو اپنے صدر مقام کی واپسی سمجھا جاتا ہو یعنی وہاں تک جانے سے اپنے صدر مقام سے وقتاً فوقتاً دوری بڑھتی جاتی ہو اور جب اس مقام سے سفر کیا جائے اپنے مستقر یعنی صدر مقام سے قریب ہوتا جاتا ہے تو اس مقام کو نہتائے سفر کہا جائے گا۔ پس اگر مستقر سے اس مقام تک مسافت قصر ہے تو قصر کیا جائے گا جبکہ دوسرے شرائط قصر بھی پائے جائیں اور اگر مسافت قصر نہیں ہوگا تو قصر نہیں ہوگا مثلاً دائرہ ذیل میں (۱) نقطہ الف اس کا مستقر ہے اور نقطہ ب وہ مقام ہے جہاں تک سفر مقام الف سے دوری کا باعث ہے اور اس سے آگے کا سفر مقام الف سے قرب کا باعث ہے تو ب اس کے سفر کا انتہی سمجھا جائے گا پس اگر الف سے ب تک تین دن کی مسافت ہے تو اس تمام سفر میں قصر کرے ورنہ نہیں۔ (۲) مسئلہ امداد القادری جلد اول سے مستفاد ہے، مزید تفصیل علمائے کرام سے معلوم کریں۔ (مؤلف)۔

(۱۱) مسافر صرف نیت سے مقیم ہو جاتا ہے پس اگر تین منزل کا ارادہ کر کے چلا پھر کچھ دور جا کر کسی وجہ سے ارادہ بدل گیا اور گھر کو واپس ہو گیا تو جب سے لوٹنے کا ارادہ ہوا تب ہی سے مسافر نہیں رہا اگرچہ جنگل میں ہو۔ اس لئے کہ جیسے تین دن کے سفر کے ارادہ سے بستی سے نکلتا سفر شروع ہونے کی شرط ہے اسی طرح سفر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ سفر کے تین دن پورے ہو جائیں پس اگر تین دن پورے ہونے کے بعد واپسی کا ارادہ کیا تو اپنے شہر میں واپس آنے تک قصر کرے اور اگر تین دن پورے ہونے سے پہلے واپسی کا ارادہ کر لے تو وہیں سے پوری نماز پڑھے مثلاً ایک شخص چار منزل کے سفر کے ارادہ سے اپنے شہر سے چلا اور دو منزل جا کر واپسی کی نیت کی تو اب اسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور واپسی کی نیت سے پہلے جو قصر نمازیں پڑھی ہیں درست ہیں پس اگر کسی وجہ سے ان نمازوں کو نہیں پڑھ سکا تو ان کو قصر ہی قضا کرے اور اگر تین منزل جا کر واپسی کی نیت کرے تو اپنے شہر میں داخل ہونے تک قصر کرے۔

نیت اقامت کے مسائل (۱) جب تک کسی گاؤں یا شہر (یعنی آبادی) میں ایک ساتھ پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے تب تک برابر سفر کا حکم رہے گا اور یہ مقیم ہونے کے لئے آبادی کی شرط اس وقت ہے جبکہ تین منزل چل لے اگر تین منزل نہیں چلا اور واپسی کا ارادہ کیا یا اقامت کی نیت کی تو جنگل میں بھی مقیم ہو جائے گا۔

(۲) مسافر کے لئے مقیم ہونے اور پوری نماز پڑھنے کی چھ شرطیں ہیں اول اقامت کی نیت کرنا۔ دوم برابر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرنا خواہ وہ نیت حقیقتاً ہو یا حکماً اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہیں ہوگا۔ سوم اپنا ارادہ مستقل رکھنا ہو یعنی کسی کا تابع نہ ہو کیونکہ جو کسی کے تابع ہے اس کی نیت کا اعتبار نہیں چہاں چلنا موقوف کرنا پس اگر اقامت کی نیت کی اور اسی طرح چلا جا رہا ہے تو نیت صحیح نہیں۔ چہاں ٹھہرنے کی نیت کی وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق ہو یعنی شہر یا بستی ہو، اگر جنگل یا دریا یا غیر آباد جزیرہ میں ٹھہرنے کی نیت کی تو صحیح نہیں۔ ششم ایک ہی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے پس اگر دو موضوعوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کیا مثلاً ایک موضع میں دس دن اور دوسرے میں پانچ دن کا تو مقیم نہ ہوگا۔ بعض نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے وہ یہ کہ اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔

(۳) اگر مسلمانوں کا لشکر کسی جگہ کا قصد کرے اور ان کے ساتھ سائبان اور چھوٹے بڑے ڈیرے خیمے ہوں اور راستے میں کہیں جنگل میں اتر کر خیمے لگادیں اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کریں تو مقیم نہ ہوں گے اس لئے کہ یہ سبب لے چلنے کا سامان ہے مسکن نہیں ہے اور جو لوگ ہمیشہ جنگل میں ڈیروں خیموں میں رہتے ہیں وہ لوگ جنگل میں جہاں رہتے ہیں وہیں مقیم ہیں اگرچہ وہ اپنی جائے قیام کو کچھ کچھ فاصلہ پر بدلتے رہتے ہوں لیکن جب وہ اپنی جائے قیام سے ایک ساتھ ایسے مقام پر جانے کی نیت کر کے نکلیں جو وہاں سے مسافت قصر ہے تو مسافر ہو جائیں گے اور اب ان کے کسی جگہ اقامت کی نیت کرنے سے مقیم ہو جانے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک مقیم نہیں ہوتے اور بعض کے نزدیک وہ پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے ٹھہریں تو مقیم ہو جائیں گے بشرطیکہ جہاں وہ ٹھہریں وہاں پانی اور گھاس

دستیاب ہوتا ہو جو مدت اقامت کے لئے کافی ہو کیونکہ اُن کے لئے جنگل ایسا ہی ہے جیسا ہمارے لئے شہر اور گاؤں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور وہ خیموں والے جب ایسی جگہ جائیں جو مدت سفر سے کم دور ہو تو مقیم ہی رہیں گے اور ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ میں جانے کے سبب سے جبکہ وہ مدت سفر سے کم دور ہو اقامت جاتی نہیں رہے گی لیکن اگر ایسی جگہ جائیں کہ دونوں جگہوں میں مدت سفر کا فاصلہ ہو تو اس صورت میں اگر سفر کی نیت کریں تو قصر کریں اور اگر نیت سفر نہ کریں تو قصر بھی نہ کریں اور اگر خیمہ والوں کے ساتھ غیر خیمہ والا اقامت کرے تو صحیح تر یہ ہے کہ اس کی اقامت درست نہیں ہوگی (۴) کشتی و جہاز میں اقامت کی نیت معتبر نہیں جب تک کہ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ آبادی سے متصل نہ ہو اور صلاح وغیرہ بلازمین جہاز و کشتی مسافر میں اگرچہ ان کے اہل و عیال و متاع ہمراہ ہوں جب وہ شرعاً مسافر ہو کر روانہ ہو چکا ہے تو اب وہ مسافر ہی رہے گا۔ اور کشتی و جہاز وطن نہیں ہے۔ اور اس پر اقامت کی نیت کرنے سے مقیم نہیں ہوگا لیکن دو صورتوں میں وہ مقیم ہے: اول جبکہ ابھی تک وہ جہاز یا کشتی آبادی سے باہر نہیں نکلی جبکہ وہ بندرگاہ یا کشتی کے کھڑے ہونے کی جگہ آبادی کے متصل ہے تو وہ ابھی تک وطن اصلی کی اقامت سے مقیم ہے کشتی کی اقامت . . . کی وجہ سے نہیں۔ دوم جب وہ کشتی یا جہاز کسی ایسے کنارہ پر لنگر انداز ہوتا ہے جو کسی شہر یا بستی سے متصل ہے یعنی شہر سے سلسلہ آبادی متصلاً وہاں تک چلا آتا ہے درمیان میں کوئی کھیت یا باغ یا کوئی بڑا میدان و جنگل حائل نہیں تو وہ کنارہ بھی حکم مصر میں ہوگا اس صورت میں وہاں اقامت کی نیت معتبر ہو جائے گی اور اگر اس طرح سے متصل نہیں ہے تو وہ حکم مصر میں نہیں ہوگا اور وہاں اقامت کی نیت معتبر نہیں ہوگی۔

(۵) اگر کسی شہر میں برسوں اسی ارادہ پر رہے کہ جب اس کا کام ہو جائے گا چلا جاؤں گا اور ایک ساتھ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے مثلاً یہ نیت ہے کہ دو چار دن میں کام ہو جائے گا تو چلا جاؤں گا جب وہ دن گزرے پھر یہی قصد ہے کہ دو چار دن اور لنگ جائیں گے اس طرح خواہ پندرہ دن یا اس سے کتنا ہی زیادہ رہے قصر نماز ہی پڑھتا رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر نیت میں تردد رہا اور یہی خیال رہا کہ پندرہ دن سے پہلے چلا جاؤں گا تو ایسی نیت سے اقامت نہیں ہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے۔ اور اگر قافلہ یا جہاز کے ساتھ جانا ہو اور قافلہ یا جہاز کا پندرہ دن یا زیادہ دیر کر کے جانا معلوم ہو تو حکماً یہ نیت اقامت ہو جائے گی اور وہ پوری نماز پڑھے مثلاً حج کے جانے والے لوگ جب بغداد یا شام میں پہنچیں اور وہاں ٹھہرنے کی نیت نہ کریں اور یہ ارادہ کریں کہ بغیر قافلہ کے نہ جائیں گے جب قافلہ جائے گا تو جائیں گے اور یہ بات معلوم ہے کہ قافلہ اب سے پندرہ روز میں یا زیادہ دنوں میں جائے گا تو پوری چار کعتیں پڑھیں قصر نہ کریں اس لئے کہ ضمناً و حکماً اقامت کی نیت ہوگئی۔

(۶) اگر کوئی شخص دو مقاموں میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو اگر وہ دونوں مقام مستقل جدا جدا ہوں جیسے مکہ اور منی یا کوفہ اور حیرہ تو وہ مقیم نہ ہوگا اور اگر ایک مقام دوسرے کا تابع ہو یا تنگ کہ وہاں کے لوگوں پر جمعہ

واجب ہوتا ہو یعنی ایک جگہ کی اذان دوسری جگہ سنائی دیتی ہو، مثلاً کوئی بستی جو شہر سے اتنی قریب ہو کہ شہر کی اذان وہاں سنائی دیتی ہو یا دو موضع جو حکماً متحد ہوں اس طرح کہ جب تک دونوں سے باہر نہ ہو جائے نماز قصر نہیں ہوتی تو ان دونوں مقاموں میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرنے سے مقیم ہو جائے گا مثلاً یوں نیت کی کہ شہر میں دس روز اور اس متصلہ گاؤں میں پانچ روز ہوں گا تو اقامت درست ہے۔

(۷) اگر دو بستیوں میں پندرہ روز اس طرح ٹھہرنے کی نیت کرے کہ دن میں ایک بستی میں رہوں گا اور رات کو دوسری بستی میں تو درست ہے اور جہاں رات کو رہنے کا قصد ہے وہاں مقیم ہو جائے گا۔ مثلاً یہ نیت کی کہ پندرہ روز کی راتیں منی میں رہوں گا اور ان پندرہ روز کے دن کا حصہ مکہ مکرمہ میں رہوں گا تو منی میں مقیم ہو جائے گا پس اگر پہلے دن وہاں گیا جہاں دن میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے یعنی مثال مذکور میں مکہ میں تو وہاں داخل ہونے سے مقیم نہیں ہوگا پس جب تک رہے دونوں جگہ قصر کرے۔ مؤلف) اور اگر پہلے وہاں گیا جہاں رات میں رہنے کا قصد ہے یعنی منی میں تو مقیم ہو جائیگا پھر وہاں سے مکہ میں گیا تو بھی مقیم ہی ہے۔ مسافر نہیں ہوا پس اب جب تک رہے دونوں جگہ پوری نماز پڑھے پھر جب یہ منی سے رخصت ہو کر یعنی اقامت ختم کر کے مکہ میں آئے تو قصر نماز پڑھے کیونکہ اب یہ وطن اقامت نہیں رہا۔

(۸) جب حج کو جانے والے لوگ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں مکہ میں داخل ہوں اور وہاں پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کریں تو اقامت صحیح نہیں اس لئے کہ حج میں منی اور عرفات کو ضرور جائے گا تو شرط پوری نہیں ہوگی اور یہ ایسا ہوا جیسا کہ نیت اقامت موضع اقامت کے سوا یعنی بیچل کرنا اور اس کی حالت کا اس کے ارادہ کے منافی ہونا کیونکہ وہ پندرہ دن سے پہلے خروج کا ارادہ رکھتا ہے۔

(۹) اگر اسلامی لشکر نے دارالحرب میں کسی شہر یا اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا یا دارالاسلام میں باغیوں کا محاصرہ شہر یا اس کے قلعہ میں یا ایسی جگہ کیا جہاں شہر نہ ہو اور وہاں وہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں تب بھی نماز قصر کریں اسلئے کہ ایسے موقعوں میں قرار بھی ہوتا ہے اور قرار بھی اور اس کی نیت اس کے ارادہ کے منافی ہوتی ہے پس وہاں اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ شہر کا محاصرہ سمندر کی سطح پر سے کیا ہو کیونکہ اس سمندر کی سطح کے لئے دارالحرب کا حکم ہے۔ اگر کوئی شخص دارالحرب میں امان حاصل کر کے داخل ہو اور موضع اقامت میں اقامت کی نیت سے ٹھہرا تو اس کی نیت اقامت صحیح ہے کیونکہ امن کے باعث اس کا کوئی مزاحم نہیں ہوگا پس وہ تردد سے خالی ہے۔ اگر دارالحرب میں حربیوں میں سے کوئی شخص مسلمان ہو اور حربیوں کو اس کے اسلام کی خبر ہوئی اور وہ اس کو قتل کرنے کے لئے تلاش کرنے لگے اور وہ ان کے خوف سے تین دن کے سفر کا ارادہ کر کے بھاگا تو وہ مسافر ہو گیا اگرچہ کسی جگہ ایک چھینے تک یا اس سے زیادہ چھپا رہا ہو اس لئے کہ اب وہ ان سے لڑنے والا ہو گیا اور اس کا حال متردد ہے کہ مدت اقامت سے پہلے جب بھی موقع ملے گا وہ نکل جائے گا۔ اور اگر اسی شہر میں چھپا رہا تو مقیم رہے گا کیونکہ جب تک

(مؤلف) درج نہیں اور نہ اس بستی میں چھپا رہتا ہے جیسا کہ جمعہ کے بیان میں آتا ہے۔

ملہ بعض کے نزدیک ہے لیکن ارجح واضح یہ ہے کہ اگر وہ بستی اپنا الگ نام رکھتی ہے فائدے شہر کی آبادی نہیں ہے تو اس بستی والوں پر جمعہ کے لئے شہر میں آنا

وہاں سے مدت سفر کے ارادہ سے باہر نہ نکلے مسافر نہیں ہوگا اور یہی حکم اس شخص کے واسطے ہے جو امن مانگ کر دارالحرب میں داخل ہوا اور پھر ان لوگوں نے اپنا عہد توڑ کر اس کے قتل کا ارادہ کیا وہ اسی شہر میں چھپ گیا تو نماز پوری پڑھے اسلئے کہ وہ اس شہر میں مقیم تھا جب تک وہاں سے شرعی سفر کے ارادہ سے باہر نہ نکلے گا مسافر نہ ہوگا۔ اگر دارالحرب میں کوئی مسلمان قیدی ہو پھر یکایک ان سے چھوٹ جائے یعنی بھاگ جائے اور کسی غار وغیرہ میں پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو مقیم نہ ہوگا کیونکہ یہ محل اقامت نہیں ہے اور اس کا حال متردد ہے۔ اور اسی طرح اگر دارالحرب میں کسی ایک شہر کے لوگ مسلمان ہو گئے اور اہل حرب نے ان سے لڑائی شروع کر دی تو جب تک وہ لوگ جو مسلمان ہو گئے ہیں اپنے شہر میں ہوں پوری نماز پڑھیں کیونکہ وہ وہاں مقیم ہی ہیں اور اگر اہل حرب ان کے شہر پر غالب آجائیں اور وہ مسلمان ایک منزل چلنے کا قصد کر کے وہاں سے نکلیں تب بھی وہ نماز پوری پڑھیں گے اور اگر تین دن کے سفر کا قصد کر کے نکلیں گے تو نماز میں قصر کریں گے اور اگر پھر اپنے شہر میں آویں اور اب مشرکین اس شہر میں نہ ہوں یعنی مشرک اس پر قبضہ کر کے وہاں مقیم نہیں ہوئے تو اب یہ نماز پوری پڑھیں گے کیونکہ اب یہ مقیم ہو گئے۔ اور اگر مشرکین ان کے شہر پر غالب ہو کر وہیں مقیم ہیں پھر مسلمان واپس آئے اور مشرکین پر غالب آگئے اور مشرکین شہر کو خالی کر کے بھاگ گئے یا مسلمانوں کا لشکر دارالحرب میں داخل ہو اور کسی شہر پر غالب ہو جائے تو اگر مسلمان اس شہر میں اپنا گھر اور منزل بنا لیں اور وہاں سے نکلنے کا قصد نہ کریں تو وہ دارالاسلام ہو گیا اس میں پوری نماز پڑھیں اور اگر اس کو اپنا گھر نہ بنائیں لیکن ایک مہینہ یا زیادہ (یعنی پندرہ دن یا زیادہ) ٹھہرنے کا ارادہ کریں تو نماز میں قصر کریں یہ نیت اقامت غیر معتبر ہے کیونکہ وہ شہر ابھی تک دارالحرب باقی ہے اور وہ محارب میں بخلاف پہلی صورت کے کہ اس کو مسکن بنا لینے سے وہ دارالاسلام ہو گیا۔

(۱۰) اگر کوئی تاجر کسی شہر میں اپنی حاجت کے واسطے داخل ہوا اور وہ اپنی حاجت پوری کرنے کے واسطے پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو مقیم نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا حال یہ ہے کہ جب اس کی حاجت پوری ہو جائے گی چلا جائے گا اور اگر حاجت پوری نہ ہوگی تو ٹھہرا رہے گا پس اس کی نیت مضبوط نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص سفر شرعی سے کم مقدار کی جگہ پر جانے کا ارادہ کرے اور یہ چاہے کہ سفر کی رخصتیں یعنی نماز کا قصر کرنا اور روزہ کا افطار وغیرہ اس کو حاصل ہو جائے اور اس کے لئے یہ جیلہ کرے کہ کسی تین منزل یا زیادہ دور کے سفر کی نیت کرے تو یہ غلط ہے اور اس سے افطار و قصر جائز نہ ہوگا اس لئے کہ یہ نیت جھوٹی اور اس کے عزم کے منافی ہے اور دل کے یقین یا غلبہ ظن سے نہیں ہے پس ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح اگر مسافر اقامت کی نیت کرے لیکن حقیقت میں اقامت کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ مقیموں کی طرح نماز پوری پڑھے یا مقیم مقتدیوں کو پوری نماز پڑھاوے تو ایسی نیت سے مقیم نہیں ہوگا پس اس کے فرض چار نہیں ہوں گے بلکہ دو فرض اور دو نفل ہوں گے اور جو مقتدی اس کے پیچھے اس کے ساتھ پوری نماز پڑھیں گے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ وہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے ہوں گے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کی اقتدا کی نیت کریں لیکن اگر اس سے جدا نماز

پڑھنے کی نیت کریں اور صورتاً اس کی موافقت کریں تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

تابع و متبوع کی نیت کے مسائل (۱) جو شخص کسی کا تابع ہو اور اس کی فرمانبرداری اس پر لازم ہو تو وہ اسی کی نیت

اقامت سے مقیم ہوگا اور اسی کے سفر کی نیت پر نکلنے سے مسافر ہوگا اس لئے کہ متبوع کی نیت معتبر ہے اور تابع کی نیت معتبر نہیں اصل اس میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے اختیار سے اقامت کر سکتا ہے وہ اپنی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے ارادہ میں مستقل ہے اور وہ اصل ہے پس وہ اقامت و سفر پر قادر ہے اور جو شخص اقامت اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا وہ اپنی نیت سے مقیم نہیں ہوتا پس عورت اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام اپنے مالک کے ساتھ اور شاگرد اپنے استاد کے ساتھ اور نوکر اپنے آقا کے ساتھ اور سپاہی اپنے امیر کے ساتھ یا امیر خلیفہ کے ساتھ سفر کریں تو ظاہر روایت کے بموجب وہ اپنی نیت سے مقیم نہ ہوں گے لیکن عورت اپنے شوہر کے تابع اس وقت ہوتی ہے جب وہ اس کا ہر معجل ادا کر دے اور اگر ادا نہ کرے تو وہ شوہر کے تابع نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو شوہر کے ساتھ اپنے شہر سے نکلنے سے روک سکتی ہے اور اس روجہ کو اختیار ہے کہ ہر معجل کی ادائیگی سے پہلے اپنے نفس کو اپنے خاوند سے روک لیوے اور جہاں وہ رہتا ہے وہاں نہ رہے اور جب خاوند کے ساتھ سفر پر نکلے تو جب کسی شہر یا گاؤں میں پہنچے تو اپنی نیت اقامت اس کے لئے صحیح ہے کیونکہ وہ اس وقت اپنے خاوند کے تابع نہیں ہے اگرچہ وہ جنگل میں اس کے تابع تھی۔ اور ہر موجد والی عورت ہر حال میں اپنے خاوند کے تابع ہے۔ اور غلام اگر مکاتب ہو تو اس پر اپنے آقا کی اطاعت لازمی نہیں ہے اس لئے کہ اس کو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر سفر کا اختیار ہے لہذا وہ آقا کے تابع نہ ہوا۔ اور شاگرد اگر استاد کے ذمہ کھانا ہو تب استاد کے تابع ہے ورنہ تابع نہیں۔ اور نوکر اپنے آقا کے ساتھ اس وقت تابع ہے جبکہ ماہانہ یا سالانہ مزدوری ملتی ہو اور اگر یومیہ (روزانہ پانا ہو تو چونکہ شام کے وقت اجرت فسخ کر سکتا ہے اس لئے وہ تابع نہیں ہوگا بلکہ اس کی اپنی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی اندھا کسی اپنے رہنے کے ساتھ سفر کرے تو اگر وہ رہتا اجرت پر ہو تو اندھے کی نیت کا اعتبار ہے اور اگر بطور احسان کے ہو تو اس کی اپنی نیت کا اعتبار ہے۔ اور سپاہی اپنے امیر کا اس وقت تابع ہے جبکہ کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے ملتا ہو اور بادشاہ نے امیر کے ساتھ نکلنے کا اس کو حکم دیا ہو اور اگر اپنے پاس سے کھانا ہو تو اس کی اپنی نیت معتبر ہوگی۔ جو سپاہی سردار کے تابع تھے جب لشکر کو شکست ہوئی سب متفرق ہو گئے اور ہر طرف کو منتشر ہو گئے اور معیت اور اپنے امیر سے کھانا ملنا ختم ہو گیا تو ہر ایک مستقل رائے والا ہو گیا اور تابع نہیں رہا پس اقامت و سفر میں اب ہر ایک کی اپنی نیت کا اعتبار ہے۔

(۲) بالغ بیٹا اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو وہ باپ کے تابع ہے اور اس کی اپنی نیت معتبر نہیں ہے۔

(۳) جو شخص قرض کے بدلے قید ہو اور اپنے قرضخواہ کی قید میں ہو تو اس میں صاحب قرض کی نیت کا اعتبار ہے

اور یہ اس وقت ہے جب قرضدار اس قرض کو ادا نہ کر سکتا ہو اور ایسی صورت میں صاحب قرض کے لئے اس کو قید کرنا

حلال نہیں ہے۔ اور اگر ادا کر سکتا ہے تو قرضدار کی نیت کا اعتبار ہے پس اگر وہ پندرہ دن سے پہلے ادا کر دینے کا ارادہ کرے یا کچھ بھی ارادہ نہ کرے تو قصر کرے گا اور اگر وہ یہ ارادہ کرے کہ اس کا قرض ادا نہ کروں گا تو وہ مفلس کے حکم میں ہے یعنی اس کے لئے صاحب قرض کی نیت کا اعتبار ہوگا لیکن ادا نہ کرنے کے عزم کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

(۴) قیدی کی اپنی نیت معتبر نہیں بلکہ وہ قید کرنے والے کے تابع ہے۔ مثلاً کسی مسلمان کو کسی دشمن نے قید کر لیا تو اگر اس دشمن کا ارادہ تین دن کے سفر کا ہے تو یہ قصر کرے اور اگر اس کا ارادہ معلوم نہ ہو تو اس سے پوچھ لے پس اگر وہ خبر نہ دے اور وہ دشمن مقیم تھا تو یہ نماز پوری پڑھے اور اگر مسافر تھا تو قصر کرے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ متحقق ہو کہ وہ مسافر ہے ورنہ وہ ایسا ہے جیسا کہ اس کو کسی ظالم نے پکڑا ہو پس وہ جب تک تین دن کا سفر پورا نہ ہو جائے قصر نہ کرے بلکہ پوری پڑھے اس کے بعد قصر کرے۔

(۵) تابع کو اپنے متبوع کی نیت کا جتنا ضروری ہے پس جب غلام اپنے آقا کے ساتھ نکلے تو اس کو چاہئے کہ اس سے پوچھ لے اسی طرح ہر تابع کو اپنے متبوع سے پوچھ لینا چاہئے اور وہ جو کچھ کہے اس کے مطابق عمل کرے اور اگر وہ کچھ نہ بتائے تو دیکھے کہ وہ متبوع مقیم ہے یا مسافر اگر وہ مقیم ہے تو تابع بھی خود کو مقیم سمجھے اور اگر وہ مسافر ہے تو تابع بھی خود کو مسافر سمجھے یہاں تک کہ اس کے خلاف متحقق ہو جائے۔ اور اگر یہ بھی نہ معلوم ہو تو تین دن تک پوری نماز پڑھے اور تین دن کی راہ طے کرنے کے بعد قصر کرے اور اگر سوال نہ کر سکے تو وہی حکم ہے جو کہ اس صورت میں ہے جبکہ سوال کیا اور کچھ جواب نہ ملا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو اپنے متبوع کی اقامت کا حال معلوم نہ ہو تو بعضوں نے کہا کہ وہ مقیم ہو جاتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ وہ مقیم نہیں ہوتا مسافر ہی رہتا ہے ہی صبح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ معلوم ہونے سے پہلے حکم ہو جاتے ہیں حرج اور نقصان ہے اور شریعت میں حرج کو دور کیا جاتا ہے۔ پس اگر متبوع مسافر نے اقامت کی نیت کر لی اور تابع کو کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا تو اس علم سے پہلے جو نمازیں اس نے قصر پڑھی ہیں ظاہر روایت کے بموجب ان کا اعادہ کرے اور صبح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وہی دو گنا قصر پڑھی ہوئی نمازیں جائز ہیں۔ اسی طرح اگر تابع نے چند روز پوری نماز یعنی چار چار رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا پھر اس کے مالک نے اس کو خبر دی کہ میں جب سے نکلا ہوں سفر کی نیت سے نکلا ہوں تو صبح یہ ہے کہ وہ اس کا اعادہ نہ کرے۔

(۶) ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقائے اقامت کی نیت کر لی تو اگر غلام چار رکعتیں پڑھے گا تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہیں پڑھے گا اور دو گنا نہ پر سلام پھیر دیکھا تو دونوں کی نماز درست نہیں ہوگی اور دونوں کو دوبارہ پوری نماز پڑھنا لازم ہوگا۔ غلام کی اس لئے کہ اس کو چار رکعتیں چاہئے تھیں اور دو پڑھیں اور آقا کی اس وجہ سے کہ غلام کی نماز صحیح نہیں ہے اس کی نماز کی بنا ہے۔ اسی طرح اگر غلام اپنے مالک کی اقامت کرے اور اس جماعت میں اور بھی

مسافروں اور ایک رکعت کے بعد مالک نے اقامت کی نیت کر لی تو اس کی نیت اس کے غلام کے حق میں صحیح و معتبر ہے اور امام محمدؒ کے قول کے بموجب اور جماعت والوں پر اس کا حکم جاری نہیں ہوگا پس غلام کو چاہئے کہ دو رکعتیں پڑھے اور پھر مسافروں میں سے کسی کو سلام پھیرنے کے واسطے آگے بڑھا دے پھر غلام اور مالک کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کریں اور ان میں سے ہر ایک چار رکعتیں پڑھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مالک اپنی نیت غلام کو اس طرح بتا دے کہ غلام کے برابر کھڑا ہو جائے پھر دو انگلیاں کھڑی کرے اور ان سے اشارہ کرے پھر چار انگلیاں کھڑی کرے اور ان چار انگلیوں سے اشارہ کرے۔ اسی طرح اگر غلام اپنے مالک کے ساتھ سفر میں تھا مالک نے اسے کسی مقیم کے ہاتھ بیچ ڈالا اور غلام نماز میں تھا تو اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے پس اگر اس نے دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تو اس پر اس نماز کا اعادہ لازمی ہے۔ یہ تینوں صورتیں جو اس نمبر میں بیان ہوئیں ان میں غلام پر مالک کی نیت اقامت سے چار رکعتوں کا لازم آنا خواہ اس کو علم نہ ہو صحیح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنی جس قول میں نیت بتبوع کا علم تابع کو ضروری نہیں اس قول کی بنا پر یہ حکم ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جب تک غلام کو مالک کی نیت کا علم نہ ہو وہ مقیم نہیں ہوگا اور اگر اس کو نماز کے اندر علم ہو گیا مثلاً انگلیوں کے اشارہ سے مالک نے بتا دیا تو اب پوری پڑھنا لازمی ہے خواہ اکیلا نماز میں ہو یا امامت کر رہا ہو یا کسی مسافر کا مقتدی ہو اب اگر قصر کرے گا تو نماز نہ ہوگی اور اعادہ لازمی ہوگا۔

(۷) اگر کسی غلام کے سفر میں دو مالک ہوں ایک نے اقامت کی نیت کی اور دوسرے نے نہ کی پس اگر ان دونوں نے اس کو باری باری خدمت کے لئے مقرر کیا ہے تو وہ غلام مقیم آقا کی خدمت کے روز پوری نماز پڑھے اور مسافر آقا کی خدمت کے روز قصر کرے اور اگر اس غلام کی خدمت کی باری ان دونوں مالکوں میں مقرر نہیں ہے تو وہ جب اپنی نماز اکیلا پڑھے تو چار رکعتیں پڑھے اور ہر دو گانہ پر احتیاطاً ضرور قعدہ کرے ورنہ نماز نہ ہوگی کیونکہ یہ احتیاط اس کے حق میں واجب ہے نہ کہ مستحب اس لئے کہ بیچ کا قعدہ اس کے حق میں فرض ہے اور آخری دونوں رکعتوں میں قرأت کرے اور اسی طرح جب مسافر کے ساتھ اقتدا کرے تو اس کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دو رکعتیں امام مسافر کے فارغ ہونے کے بعد اپنی علیحدہ پڑھے، ان دو رکعتوں میں اس کے قرأت کرنے کے بارے میں اختلاف ہے لیکن جب مقیم کی اقتدا کرے تو وہ بالاتفاق چار رکعتیں پڑھے۔ اور صورت ہذا میں یعنی باری مقرر نہ کرنے کی صورت میں اگر دونوں یعنی مقیم اور مسافر مالک اپنے مشترک غلام کو امام بنا دیں تو پہلی دو رکعتیں پڑھے کہ مقیم مالک اس وقت تک قعدہ میں بیٹھا رہے کہ غلام امام اور مسافر مالک جو کہ مقتدی ہے اٹھ کر دوسری دو رکعت پڑھے کہ سلام پھیر لیں پھر مقیم مالک اٹھ کر اپنی دو رکعت ادا کرے تو اس کی نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں اس لئے کہ اگر پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد بیٹھا نہ رہا بلکہ اٹھ کر اپنی نماز پڑھنے لگ گیا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی کہ امام اپنی نماز پڑھ رہا ہے اور یہ اپنی، پس اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اٹھ کر اپنی نماز جدا گانہ نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ ہی متابعت کر کے چار رکعت پوری کر لے تب بھی اس کی نماز ناجائز ہوگی اس لئے کہ غلام امام کی پہلی دو رکعت

یقینی فرض ہیں اور پچھلی دو رکعت شکی ہیں اور مقیم مالک کی چاروں رکعتیں یقینی فرض ہیں اس لئے پچھلی دو رکعتوں میں یقینی فرض والے کی اقتدا شکی فرض والے کے پیچھے قوی کی بنا ضعیف پر لازم آئے گی اس وجہ سے اس کی نماز جائز نہیں ہوگی اور ٹوٹ جائے گی۔

مسافر اور مقیم کی امامت اقتدا کے مسائل (۱) مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے پس اگر

بوجہ متابعت امام، اور اگر اس کو فاسد کر دیا یا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب اگر اکیلا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتدا کرے تو دو رکعتیں پڑھے کیونکہ جس وجہ سے چار لازم ہوئی تھیں وہ وجہ نائل ہوگئی اور اگر پھر مقیم کی اقتدا کی تو چار پڑھے۔ اور قعدہ اولیٰ مقتدی مسافر کے حق میں بھی واجب ہے جیسا کہ فرض نہیں رہیگا حتیٰ کہ اگر امام اس کو ترک کرے اگرچہ جان کر ہو اور مسافر اس کی اتباع کرے تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ لیکن وقت نکل جانے کے بعد مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہیں ہے حکم چار رکعتی نمازوں کا ہے یعنی جن میں نماز قصر ہوتی ہے کیونکہ اگر مسافر اول دو گانہ میں مقیم کی اقتدا کرے گا تو نفل والے کے پیچھے ہوگا اسلئے کہ قعدہ اولیٰ اس کے حق میں فرض ہے اور مقیم کے حق میں واجب جو فرض سے ادنیٰ ہونے کی وجہ سے نفل میں داخل ہوا اور اگر پچھلے دو گانہ میں اقتدا کرے گا تو قرات کے حق میں فرض والے کا اقتدا نفل والے کے پیچھے ہوگا کیونکہ پچھلے دو گانہ میں قرات مقیم کے حق میں سنت ہے اور مسافر کے حق میں فرض ہے اور جن نمازوں میں قصر نہیں یعنی مغرب و فجر ان میں وقت کے اندر اور وقت نکلنے کے بعد دونوں صورتوں میں مسافر مقیم کی اقتدا کر سکتا ہے۔ چار رکعت والی قضا نمازوں میں مسافر کا اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ امام اور مقتدی دونوں کی نماز قضا ہو یا صرف مقتدی کی نماز قضا ہو امام کی قضا نہ ہو مثلاً کسی مقیم شخص نے ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر وقت نکل گیا اس کے بعد کسی مسافر نے اس کا اقتدا کیا تو یہ نماز مسافر کے حق میں قضا ہے اور مقیم کے حق میں قضا نہیں بلکہ ادا ہے پس اس صورت میں اس کی اقتدا درست نہیں ہے اور اگر مسافر نے وقت کے اندر اس کی اقتدا کی تھی اور نماز پوری کرنے سے پہلے وقت ختم ہو گیا تو اقتدا صحیح ہے کیونکہ اب دونوں کی نماز ادا ہے۔ اور اگر صرف امام کے حق میں قضا ہے مقتدی کے حق میں قضا نہیں تو اقتدا درست ہے مثلاً امام شافعی المذہب ہے یا صاحبین کے قول پر عمل کرتا ہے اور مقتدی خفی ہے اور ایک مثل وقت ہونے کے بعد اور دو مثل سے پہلے خفی مقتدی نے اس کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کے نزدیک یہ نماز قضا ہے اور مقتدی کے نزدیک ادا اس صورت میں اس کی اقتدا درست ہے۔ اگر مسافر نے مقیم امام کی نفل کی نیت سے اقتدا کی پھر اس نماز کو فاسد کر دیا تو چار رکعتیں لازم آئیں گی کیونکہ اس نے امام کی نماز کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔

(۲) مقیم کی اقتدا مسافر کے پیچھے وقت کے اندر اور وقت کے بعد یعنی ادا و قضا دونوں میں درست ہے جبکہ دونوں ایک ہی نماز قضا کریں پس اگر امام مسافر ہے اور مقیم مقتدی ہو تو امام دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور جو مقتدی

امام کی متابعت کی وجہ سے — — — خواہ وہ آخری قعدہ میں شامل ہو اور خواہ وقت بقدر تحریر ہی باقی ہو یا صحیح اور خواہ مسافر مقتدی کے شامل ہونے کے بعد امام کے نماز پوری کرنے سے پہلے وقت نکل جائے

صحیح (مؤلف عن ط) — — — یعنی جبکہ امام اور مقتدی دونوں قضا پڑھتے ہیں یا مقتدی قضا پڑھتا ہو اور امام ادا پڑھتا ہو جیسا کہ امام مقیم وقت نکلنے سے پہلے تحریر باندھے اور مقتدی مسافر وقت نکلنے کے بعد شامل ہو جیسا کہ آگے آگے ہے۔ (مؤلف عن ط)

مقیم ہوں وہ اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اصح قول کے بموجب باقی کی دو رکعتوں میں وہ قراوت نہ پڑھیں کیونکہ وہ لاحق کی مثل ہیں بلکہ سورہ الحکر کی مقدار اندازاً چپ کھڑے ہو کر رکوع و سجود کریں اور قعدہ اخیرہ کر کے نماز پوری کریں اور اگر ان دو رکعتوں میں سجدہ سہولاً لازم ہو تو وہ بھی نہ کریں کیونکہ وہ ان دونوں رکعتوں میں حکماً امام کے پیچھے یعنی لاحق کے مانند ہیں۔ اور دونوں قعدے مقیم مقتدی مذکور پر فرض ہیں ایک امام کے اتبلاع کی وجہ سے اور دوسرا قعدہ اخیرہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اگر مقیم مقتدی مسافر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کھڑا ہو گیا پھر امام نے اقامت کی نیت کر لی قبل اس کے کہ مقتدی اس رکعت کو سجدہ سے مقید کرے تو واپس لوٹے اور امام کی متابعت کرے ورنہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس کے سجدہ کر لینے کے بعد امام نے اقامت کی نیت کی تو امام کی متابعت نہ کرے اگر کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۳) صحیح تر قول کے بموجب مسافر امام کے لئے یہ مستحب ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد فوراً اپنے مقتدیوں کو کہدے کہ اپنی نماز پوری کر لو میں مسافر ہوں اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے کہدے کیونکہ ممکن ہے کوئی مقتدی اس کا حال نہ جانتا ہو پس اگر شروع نماز میں نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے کیونکہ امام کے حال سے آگاہ ہونا فی الجملہ شرط ہے خواہ ابتدا میں معلوم ہو یا اخیر میں یہ ضروری نہیں کہ شروع ہی میں ہو (اور اگر شروع میں کہدیا ہے تب بھی بعد میں کہدینا بہتر ہے تاکہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں تمہیں بھی معلوم ہو جائے)

نماز کے اندر نیت بدلنے کے مسائل | (۱) اگر مسافر نماز میں نماز کے وقت کے اندر اقامت کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے پس اگر کسی نے ایک رکعت پڑھنے کے بعد اقامت کی نیت کی

اس کے بعد وقت نکل گیا تو اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے کیونکہ نیت اقامت وقت کے اندر پائی گئی ہے خواہ وہ منقرض یا مقتدی ہو اور خواہ مسبق ہو یا بدرک اور خواہ نماز کے شروع میں ہو یا درمیان میں یا آخر میں ہو یعنی سلام سے پہلے یا سجدہ سہولاً سلام سے پہلے یا دونوں کے بعد ہو، اور اگر سلام نماز کے بعد سجدہ سہولاً سے پہلے ہو تو اس نیت کا اعتبار نہیں جیسا کہ اگلے نمبر میں تفصیل درج ہے۔ اور اگر مسافر لاحق ہو اور مسافر امام کے فارغ ہونے کے بعد اقامت کی نیت کی تو نماز پوری نہ پڑھے کیونکہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہے اور امام کے فارغ ہونے سے امام کے فرض قصر مستحکم ہو گئے پس وہ امام کے حق میں متغیر نہیں ہو سکتے اس لئے مقتدی لاحق کے حق میں بھی نہیں بدل سکتے۔ اور اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے اقامت کی نیت کی تو چار رکعتیں پڑھے اور اگر لاحق نے اقامت کی نیت کے بعد کلام کر لیا ہے اور ابھی نماز کا وقت باقی ہے تو چار رکعتیں پڑھے اور اگر وقت نکل گیا ہے تو دو رکعتیں پڑھے اور اگر وقت نکل گیا ہے اور وہ ابھی نماز میں ہے مثلاً ایک رکعت کے بعد وقت نکل گیا پھر دوسری رکعت میں اقامت کی نیت کی تو اس نماز میں اس کے فرض چار رکعت نہیں ہوں گے کیونکہ نیت اقامت وقت نکلنے کے بعد پائی گئی ہے پس دو رکعت پر سلام پھیر دے اور اس کے بعد کے وقتوں کی چار

رکعتیں پڑھے، اور یہ حکم سوائے لاحق کے ہر قسم کے نمازی کے لئے ہے۔

(۲) اگر مسافر نے سلام کے بعد اقامت کی نیت کی اور اس پر سجدہ سہو تھا جو ادا نہیں کیا تو اس نماز میں اس کی نیت صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے نماز سے نکلنے کے بعد اقامت کی نیت کی اور سجدہ سہو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب اس سے ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ اگر وہ سجدہ سہو کی طرف عود کرے گا تو اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے اور اس طرح سجدہ سہو نماز کے اندر واقع ہوگا اس لئے نماز باطل ہو جائے گی اور اگر سجدہ سہو کر لیا اور پھر اقامت کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور اس کی نماز چار رکعت ہو جائے گی خواہ ایک سجدہ کیا یا دو سجدے کئے ہوں اور اگر سجدہ کے اندر اقامت کی نیت کی تب بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ جب اس نے سجدہ کیا تو تحریمہ نماز پھر لوٹ آیا اور وہ صورت ہوگی کہ گویا اس نے اقامت کی نیت نماز کے اندر کی ہے۔

(۳) اگر کسی نماز کے اول وقت میں مسافر تھا اور وہ نماز اس نے قصر پڑھ لی پھر اسی وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو اس نماز کا فرض نہیں بدلے گا یعنی وہ قصر پڑھی ہوئی نماز کافی ہے اب چار رکعت نہ پڑھے۔ اور اگر ابھی نماز نہیں پڑھی بیانتک کہ نماز کے آخر وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو اس کے ذمہ چار رکعت فرض ہو جائیں گی کیونکہ یہی وقت ادا ہے اگرچہ وقت اتنا کم باقی ہے کہ اس میں پوری نماز نہیں پڑھ سکتا بلکہ تھوڑی پڑھ سکتا ہے حتیٰ کہ اگر صرف تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنے کی مقدار وقت باقی ہو تب بھی نیت اقامت معتبر ہوگی۔ اسی طرح مقیم اگر اسی حالت میں یعنی جبکہ ابھی تک نماز نہیں پڑھی اور اخیر وقت میں مسافر ہو جائے تو قصر کرے اگرچہ اس وقت اللہ اکبر کہنے کی مقدار وقت باقی ہو اس لئے کہ فرضوں کے بدلنے میں آخر وقت معتبر ہے خواہ اتنا ہی ہو کہ اس میں تکبیر تحریمہ کہہ سکے یہ اس وقت ہے جبکہ ابھی تک وہ فرض نماز نہ پڑھی ہو تو اگر مقیم اس وقت میں مسافر ہو جائے گا تو قصر پڑھے گا اور اگر مسافر مقیم ہو جائے گا تو پوری یعنی چار رکعتیں پڑھے گا اور اگر نیت بدلنے سے پہلے وہ فرض ادا کر چکا ہے تو وہی کافی ہے اور اس نیت کا اثر آگے والے وقتوں پر پڑے گا۔ اگر مسافر نے وقت گزرنے کے بعد اقامت کی نیت کی تو اس نیت کا اعتبار نہیں اور وہ سفر کی نماز یعنی قصر قضا پڑھے گا کیونکہ جب وقت نکل جائے تو سب فرضیت نماز کل وقت ہے نہ کہ وہ جزو جس میں ادا کی جائے یا جزو اخیر کما فی کتب الاصول۔

(۴) اگر کسی شخص نے ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی پھر اسی وقت کے اندر سفر کیا پھر عصر کی نماز اپنے وقت میں قصر پڑھی پھر سفر کو سورج غروب ہونے سے پہلے ترک کر دیا مثلاً اپنے گھر کسی ضرورت کے لئے لوٹ آیا پھر یاد آیا کہ اس نے ظہر اور عصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی تو اب وہ ظہر کی دو رکعتیں پڑھے اور عصر کی چار رکعتیں پڑھے کیونکہ اب وہ ایسا ہو گیا کہ اس نے نماز نہیں پڑھی اس لئے آخر وقت کا اعتبار کیا جائے گا اور اب وہ ظہر کے آخر وقت میں مسافر ہے اور عصر کے وقت میں مقیم ہے۔ اور اگر ظہر و عصر کی نماز ایسے حال میں پڑھی کہ وہ مقیم تھا پھر آفتاب غروب ہونے سے پہلے سفر کیا پھر اس کو یاد آیا کہ ظہر اور عصر کو بے وضو پڑھا ہے تو ظہر کی چار اور عصر کی دو رکعت قضا کرے کیونکہ اس صورت میں وہ ظہر کے

آخر وقت مقیم ہے اور عصر کے آخر وقت میں مسافر۔ (مؤلف)

(۵) کسی مسافر نے اور مسافروں کی امامت کی اور امام کو حدیث ہو گیا اور اس نے کسی مسافر کو خلیفہ کر دیا اور اس خلیفہ نے اقامت کی نیت کر لی تو مقتدی کا فرض نہ بدلے گا یعنی جو مسافر مقتدی ہیں ان کی نمازیں دو ہی رکعت رہیں گی اسی طرح اگر اس مسافر امام نے حدیث کے بعد کسی مقیم کو خلیفہ کیا تب بھی مقتدی مسافر دو رکعت ہی پڑھیں اور اگر پہلے امام نے حدیث کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے اقامت کی نیت کر لی تو اس کی اور مقتدیوں کی فرض کی چار رکعتیں ہو جائیں گی (۶) قضا نماز سفر اور اقامت میں ادا کے مشابہ ہے اس لئے کہ قضا ثابت ہونے کے بعد متغیر نہیں ہوتی پس اگر سفر کی نماز قضا ہو گئی اور اقامت میں اس کو پڑھنا چاہے تو قصر پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر میں پورا پڑھے جیسا کہ اس کو ادا میں پڑھتا کیونکہ جب وقت نکلنے سے نماز ثابت ہو گئی تو جیسی واجب ہوئی تھی ویسی ہی رہے گی اس میں تغیر نہیں آئے گا البتہ وقت کے اندر بدل سکتی ہے یعنی نیت اقامت کرنے سے یا سفر کرنے سے جبکہ ابھی تک وہ نماز نہ پڑھی ہو یا مسافر کے مقیم کی اقتدا کرنے سے بدل جائیگی جیسا کہ بیان ہوا ہے لیکن مریض کا حکم اس سے مختلف ہے یعنی وہ حالت صحت کی قضا اپنے مرض میں جیسے ہو سکے ویسے پڑھے خواہ بیٹھ کر یا لیٹ کر اور خواہ رکوع و سجود سے یا اشارہ سے جس پر قادر ہو گا عذر کی وجہ سے اسی طرح درست ہو جائے گی اور حالت مرض کی قضا اگر تندرستی میں بیٹھ کر پڑھے گا تو درست نہ ہوگی بلکہ تندرست کی طرح پڑھنا لازمی ہے کیونکہ عذر جانا رہا۔ مزید تفصیل مریض کے بیان میں ہے۔

(۱) وطن دو قسم ہے (اول) وطن اصلی، اور وہ اس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے جبکہ وہ وہاں رہتا ہو، یا وہ جگہ ہے جہاں اس کے اہل و عیال رہتے

وطن اصلی اور وطن اقامت کی تشریح

ہوں اور اس نے اس کو گھر بنا لیا ہو، یا وہ جگہ ہے جہاں اس نے سکونت اختیار کر لی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہیں جائے گا۔ وطن اصلی کو وطن اہلی اور وطن القطرۃ اور وطن القرار بھی کہتے ہیں۔ اگر کسی مسافر آدمی نے کسی شہر میں شادی کر لی اگرچہ اس کو وطن نہیں بنایا یا وہاں پندرہ دن یا زیادہ اقامت کی نیت نہیں کی تو بعض کے نزدیک وہ مقیم نہیں ہوگا اور بعض کے نزدیک مقیم ہو جائے گا یہی وجہ ہے۔ اور اگر عورت مسافر نے کسی شہر میں شادی کی تو صرف شادی کر لینے سے بالاتفاق مقیم ہو جائے گی۔ اگر کسی کی دو عورتیں دو شہروں میں رہتی ہوں تو وہ دونوں جگہیں اس کے لئے وطن اصلی ہیں خواہ ان میں مسافت سفر سے کم فاصلہ ہو اور دونوں جگہ پہنچ کر وہ مقیم ہو جائے گا۔ اگر کسی بالغ کے والدین کسی شہر میں رہتے ہوں اور وہ شہر اس کی جائے ولادت نہیں اور نہ اس کے اہل وہاں رہتے ہیں تو وہ جگہ اس کے لئے وطن نہیں لیکن اگر اپنے پہلے وطن کو ترک کر کے وہاں سکونت اختیار کرنے کا عزم کر لے تو اب یہ وطن اصلی ہو جائے گا۔ عورت اگر شادی کے بعد مستقل طور پر اپنی سسرال میں رہنے لگی تو اب سسرال اس کا وطن اصلی ہے اس کا میکا وطن اصلی نہیں رہا پس اگر تین منزل یا اس سے زیادہ فاصلہ پر اپنے میکے گئی اور وہاں پندرہ روز یا زیادہ

ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر ہے گی اور مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ کرے گی۔ اور اگر سسرال میں ہمیشہ رہنے کا ارادہ نہیں بلکہ عارضی طور پر گئی ہے تو میکے آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے کیونکہ ابھی یہی اس کا اصلی وطن ہے۔ (دوم) وطن اقامت اور اس کو وطن سفر اور وطن مستعار اور وطن حادث بھی کہتے ہیں۔ اور یہ وہ شہر یا بستی ہے جہاں مسافر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

(۲) وطن اصلی وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے خواہ ان کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اول وطن میں اس کے گھر والے نہ رہے ہوں اور اس اول وطن کو ترک کر دیا ہو ورنہ وہ باطل نہیں ہوگا پس اگر کسی شخص نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا اور کسی دوسری جگہ اپنا گھر بنالیا اور اپنے پوی بچوں سمیت وہاں رہنے لگا اب پہلے شہر اور پہلے گھر سے کچھ مطلب نہیں رہا تو اب دوسرا شہر اس کا وطن اصلی بن گیا اور پہلا شہر اور پردیس دونوں برابر ہیں اس لئے اب اگر پہلے شہر میں سفر کرتے وقت جانا پڑے تو نماز قصر کرے لیکن اگر اپنی زوجہ کے ساتھ منتقل نہ ہو اور دوسرے شہر میں دوسرا نکاح کر لے تو پہلا وطن باطل نہ ہوگا اور دوسرا شہر بھی وطن اصلی بن جائے گا کیونکہ تعدد وطن اصلی مشروع ہے۔ مؤلف) پس دونوں میں سے جس میں بھی جائے پوری نماز پڑھنی چاہئے۔ اور اگر وطن اصلی سے اپنے اہل و عیال و سامان سمیت کسی دوسرے شہر کو چلا گیا اور اس کو وطن بنالیا لیکن پہلے شہر میں اس کا گھر اور زمینیں باقی ہیں تو بعض نے کہا کہ وہ وطن باقی نہیں رہے گا اس لئے کہ اعتبار اہل کا ہے نہ کہ گھر کا جیسا کہ اگر کسی نے کسی شہر میں شادی کر لی اور وہیں سکونت اختیار کر لی حالانکہ اس میں اس کا کوئی گھر نہیں ہے تو وہ اس کا وطن اصلی ہو جائے گا اور بعض نے کہا کہ وہ اس کا وطن باقی رہے گا اور وہ ان دونوں شہروں میں پوری نماز پڑھے گا۔

(۳) وطن اصلی سفر کرنے اور وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا اس میں قاعدہ یہ ہے کہ چیز اپنے مثل یا اپنے سے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے اپنے سے کمتر سے نہیں۔ پس مسافر جب بھی اپنے وطن اصلی میں آئے اور جتنا بھی اس میں ٹھہرے اگرچہ ایک ہی نماز کا وقت ہو پوری نماز پڑھے خواہ وہاں اپنے اختیار سے آیا ہو یا اثنائے سفر میں کسی ضرورت کے لئے ہی وطن اصلی میں آجاتے یا گزرنے کی نیت سے اس میں داخل ہو اور خواہ اقامت کی نیت کرے یا نہ کرے ہر حال میں پوری نماز پڑھے کیونکہ اس کا شہر اقامت کے لئے مقرر ہے پس اس کے لئے نیت کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح وطن اصلی میں داخل ہونے سے سفر بھی ختم ہو جاتا ہے خواہ اپنے اختیار سے اس میں آئے یا کسی ضرورت کے لئے مثلاً کوئی چیز بھول گیا اور اس کو لینے کے لئے آیا ہو یا راستہ میں واقع ہونے کی وجہ سے اس میں سے گزرنا پڑتا ہے ہر حال میں سفر ختم ہو جائے گا اور اب جب یہاں سے تین دن کی مسافت پر نئے سرے سے نکلے گا تب مسافر ہوگا۔

(۴) ایک وطن اقامت دوسرے وطن اقامت سے اور شرعی سفر کرنے سے اور وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے اگر ایک وطن اقامت کو چھوڑ کر کسی اور جگہ وطن اقامت بنالیا اور وہاں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو

پہلا وطن اقامت ختم ہو گیا خواہ ان دو جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو اب جب دوبارہ اس میں شرعی مسافر ہو کر آئے گا تو دو گانہ قصر پڑھے گا اسی طرح اگر کوئی شخص وطن اقامت سے سفر شرعی پر روانہ ہو جائے تو وہ وطن اقامت باطل ہو گیا اب جب دوبارہ شرعی مسافر ہو کر اس جگہ آوے تو اگر دوبارہ یہاں اقامت کی نیت نہ کرے نماز قصر ادا کرے اگر سفر شرعی سے کم پر روانہ ہو گا تو وطن اقامت باطل نہیں ہو گا کیونکہ مطلقاً نکلنا معتبر نہیں جب تک مسافت قصر کی نیت نہ ہو اسی طرح جب اپنے شہر یعنی وطن اصلی میں داخل ہو گیا تب بھی وطن اقامت باطل یعنی ختم ہو گیا اب جب دوبارہ شرعی مسافر ہو کر یہاں آئے گا تو قصر کرے گا لیکن اگر پھر پندرہ دن یا زیادہ کی اقامت کی نیت کرے گا تو مقیم ہو جائے گا اور اب دوبارہ یہ وطن اقامت بن جائے گا۔

(۵) وطن اصلی مقرر کرنے کے لئے اول سفر ہونا شرط نہیں کیونکہ وہ بالا جماع وطن اصلی ہے اور وطن اقامت کے مقرر کرنے سے پہلے سفر کی شرط ہونے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ وطن اقامت تین روز کے سفر کے بعد مقرر ہوتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ تین دن کے سفر سے پہلے بھی ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے اور اس کے اہل و عیال کے درمیان تین دن کا فاصلہ نہ ہو یہی ظاہر روایت ہے۔

(۶) بہت سے علمائے وطن کی ایک قسم وطن سکنی بھی بیان کی ہے یعنی وہ جگہ جس میں پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت ہو لیکن محققین نے اس کو بیان نہیں کیا اس لئے کہ اس کے ذکر سے یہ مقیم کیلئے کوئی تغیر ہے نہ مسافر کیلئے پس اس کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں۔

متفرق مسائل | (۱) جمعہ کے روز زوال سے پہلے سفر کے واسطے نکلنا مکروہ نہیں اگرچہ ایسی جگہ جانے کے لئے نکلے جہاں جمعہ فرض نہ ہو زوال کے بعد اس کو جمعہ کے ادا کرنے سے پہلے نکلنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اس کو جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا واجب ہے پس جمعہ ادا کر کے پھر سفر کرے جیسا کہ جمعہ کے بیان میں مذکور ہے۔

(۲) عورت تین دن یا زیادہ کا سفر بغیر بالغ محرم یعنی شوہر بھائی باپ وغیرہ کے نہ کرے تا بائع لڑکا اور وہ شخص جو خفیف العقل (دیوانہ) ہو محرم نہیں ہوتا اور عورت کو صرف اس کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہئے اور بہت بڑھا جس کی عقل درست ہو محرم ہو سکتا ہے اس کے ساتھ عورت سفر کر سکتی ہے بلکہ عورت کو ایک دن یا دو دن کی راہ جانا بھی بغیر محرم کے منع ہے یعنی بہتر نہیں لیکن اگر قافلہ کے ساتھ ہو تو تین دن سے کم کی راہ بغیر محرم کے جانا جائز ہے اور محرم کے لئے بھی ضروری ہے کہ سخت فاسق بیباک اور غیر مومن نہ ہو۔ (۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پنجشنبہ کو سفر فرمایا کرتے تھے اور اسی دن سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے اور دو شنبہ (پیر) کو بھی آپ کا سفر فرماتا ثابت ہے اس لئے ان ایام میں سفر کرنا مستحب و بہتر ہے۔ اور سفر پر جانے سے پہلے دو رکعت نماز نفل گھر پر پڑھنا سنت غیر مؤکدہ ہے اسی طرح سفر سے واپسی پر مسجد میں دو رکعت پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ نوافل نماز میں بیان ہوا۔ (۴) مسافر کو اگر چوروں اور ڈاکوؤں یا کسی دشمن یا لاکا خوف ہو اور ساتھیوں کے آجانے کا بھی گمان نہ ہو یا قافلہ نماز پڑھنے کے بقدر نہ ٹھہرے تو

۱۴ اس کو نماز میں تاخیر کرنا یعنی قصا کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ معذور ہے۔

سواری پر اور کشتی میں نماز پڑھنے کے مسائل

(۱) شہر سے باہر گھوڑے وغیرہ جانور پر سواری ہو کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے خواہ سواری پر نماز نوافل پڑھنے کے مسائل کوئی عذر ہو یا نہ ہو اور جدھر کو جانور جاتا ہو ادھر ہی کو اشارہ سے نماز پڑھے، کیونکہ سواری پر نماز میں استقبال قبلہ شرط نہیں ہے نہ نیت کے وقت اور نہ درمیان میں لیکن شروع کرتے وقت اگر ممکن ہو تو استقبال قبلہ مستحب ہے جس طرف کو جانور کا رخ ہے اگر اس کے خلاف کسی اور طرف کو نماز پڑھی تو جائز نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا بلا ضرورت ہے۔

(۲) شہر کے اندر جانور پر سواری ہو کر نفل نماز پڑھنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے شہر ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک شہر میں بھی بلا کراہت جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ خشوع کے مانع ہے۔ (۳) صحیح یہ ہے کہ شہر سے باہر نکلنے کے بعد مسافر اور غیر مسافر اس حکم میں برابر ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنے کھیتوں وغیرہ کی طرف یا گرد و نواح میں جاتا ہو اور شرعی مسافر نہ ہو تو بھی اس کو سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ شہر سے باہر نکلنے کی حد میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ شہر سے باہر نکل کر جہاں سے مسافر کے واسطے نماز قصر کرنا جائز ہوتا ہے اسی جگہ سے سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۴) سنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ سب نفل کے حکم میں ہیں اور ان کا ادا کرنا جانور پر جائز ہے لیکن سنت فجر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سواری پر بلا عذر جائز نہیں کیونکہ ان کی تاکید بہت آئی ہے۔

(۵) سواری پر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اشاروں سے نماز پڑھے یعنی زین یا پالان پر جس طرح سواری پر بیٹھا ہوا ہو نیت باندھ کر قنوت وغیرہ بدستور پڑھ کر رکوع اور سجدے اشارہ سے کرے اور سجدہ کا اشارہ رکوع سے زیادہ جمکا ہوا ہو اور بدستور تشهد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدے میں کسی چیز پر اپنا سر نہ رکھے خواہ جانور چلتا ہو یا کھڑا ہو اگر کوئی چیز اپنے آگے رکھے اس پر سجدہ کر لگایا جانور کی زین (کاٹھی) پر سجدہ کرے کاتب بھی وہ اشارہ ہی سمجھا جائے گا اور نماز جائز ہو جائے گی اور فاسد نہیں ہوگی جبکہ سجدہ رکوع سے پست واقع ہوا ہو لیکن اس کا یہ فعل بے فائدہ اور عبث ہے اس لئے نکر وہ ہے کیونکہ سواری پر نماز اشاروں سے شروع ہوتی ہے اور اگر وہ آگے رکھی ہوئی چیز یا زین یا پاک ہے تو اس پر سجدہ کرنے کی صورت میں نجاست پر سجدہ واقع ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۶) جب سواری پر شہر سے باہر نماز پڑھتا ہو تو جانور کے ہانکنے کے مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر جانور اپنے آپ چلتا ہو تو اس کو ہانکنا جائز نہیں اور اگر اپنے آپ نہ چلتا ہو اور اس کو گڑے سے ڈراوے یا تھوڑا سا پاؤں ہلانے یا مارے جب تک وہ عمل قلیل ہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ورنہ فاسد ہو جاتی ہے۔

(۷) اگر نفل نماز سواری پر شہر سے باہر شروع کی پھر نماز پوری ہونے سے پہلے شہر میں داخل ہو گیا تو مختار یہ ہے کہ وہ سواری سے اتر کر نماز کو پوری کر لے خواہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر لیکن اب باقی نماز قبلہ کی طرف رخ کر کے پوری کرے۔ (یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے کیونکہ ان کے نزدیک شہر کے اندر نفل نماز سواری ہو کر پڑھنا جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک چونکہ شہر میں سواری پر نفل جائز نہیں اس لئے ان کا پورا کرنا بھی جائز ہے)

(۸) اگر نفل نماز زمین پر شروع کی اور پھر جانور پر سوار ہو کر اس کو پورا کیا تو جائز نہیں اور اگر سواری پر شروع کی اور زمین پر اتر کر پورا کیا تو جائز ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں نماز تکبیر تحریمہ اس نماز کی ہے جو رکوع و سجود کے ساتھ واجب ہے پس بغیر عذر اس واجب کو نہیں چھوڑ سکتا اور دوسری صورت میں تحریمہ رکوع و سجود والی نماز کا ہے اور اتر کر رکوع و سجود سے ادا کیا جو اس سے کامل تر ہے۔ (اترنے کی صورت یہ ہے کہ عمل قلیل سے ہو اس طرح کہ پاؤں ایک طرف کو لٹکا کر پھسل جائے اور سوار ہونے کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اس کو اٹھا کر سواری پر رکھ دیا اور اگر عمل کثیر پایا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی)۔

(۹) اگر جانور پر نجاست ہو کچھ حرج نہیں اور بائع نماز نہیں خواہ بہت ہو اور خواہ اس کی زمین (کاٹھی) بار کاہوں پر ہو تب بھی حکم ہے لیکن اگر نمازی کے بدن یا لباس پر ناپاکی ہوگی تو نماز جائز نہیں ہوگی۔ پس اگر نمازی کے پاؤں میں ناپاک جوتی ہو تو اس کو اتار کر رکاب میں پاؤں رکھ کر نماز پڑھے۔

(۱۰) اپنی اپنی سواری پر اکیلے اکیلے نماز پڑھیں اگر جماعت سے نماز پڑھیں گے تو امام کی نماز جائز ہو جائے گی اور جماعت کی نماز فاسد ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ مقتدی امام سے الگ جانوروں پر سوار ہوں اگر امام اور مقتدی ایک ہی جانور پر سوار ہوں تو سب کی نماز جائز ہو جائے گی۔

(۱۱) جانور پر محل میں اور گاڑی میں نفل نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر پڑھنے کا اور یہ بالتفصیل بیان ہوا خواہ وہ گاڑی یا سواری کھڑی ہو یا چلتی ہو قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اور اترنے پر قادر ہو یا نہ ہو لیکن نفل کا تنہا پڑھنا درست ہے جماعت سے نہیں مگر ایک سواری پر ہوں تو درست ہے پس اگر دو شخص ایک محل میں سوار ہیں اور نفل میں ایک دوسرے کا اقتدار کریں تو جائز ہے خواہ وہ دونوں اس محل کے ایک ہی جانب ہوں یا دونوں جانوروں میں ہوں یا ایک سواری پر دونوں آگے پیچھے ہوں اس لئے کہ ان دونوں میں کوئی ایسی چیز حائل نہیں جو اتحاد مکان و اقتدار کی مانع ہو۔ اور اگر ہر ایک جدا جدا جانور پر محل میں سوار ہے تو مقتدی کی نماز جائز نہ ہوگی امام کی جائز ہوگی یہی صحیح ہے اس لئے کہ صحت اقتدار کے لئے اتحاد مکان شرط ہے اور دونوں جانوروں کے درمیان جو راستہ چلتا ہے خواہ وہ ایک صفت سے کم ہو اتحاد مکان کے منافی ہی پس وہ صحت اقتدار کا مانع ہے۔

(۱۲) پیدل چلنے کی حالت میں بالاجماع نماز جائز نہیں ہے۔

(۱) فرض نماز جانور پر سواری کی حالت میں بلا عذر جائز نہیں مگر عذر کے ساتھ جائز ہے۔ اسی طرح جو نمازیں لمحتی بہ فرض ہیں جیسے نماز جنازہ اور واجب نمازیں

یعنی فتر و نذر کی نماز اور اس نفل یا سنت نماز کی قضا جو شروع کر کے توڑ دی ہو اور جو آیت سجدہ زمین پر پڑھی تھی (یعنی جبکہ وہ سوار نہیں تھا) اس کا سجدہ تلاوت یہ سب سواری پر بلا عذر جائز نہیں مگر عذر میں جائز ہیں۔ امام ابو حنیفہ سے ایک روایت میں فجر کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ اور وہ جواز کے عذرات یہ ہیں: جانور سے اترنے میں اپنی جان پر یا کپڑوں (مال و اسباب) پر یا جانور پر چور یا درندہ یا دشمن کا خوف ہو یا ساتھیوں کے چلے جانے کا ڈر ہو یا جانور ایسا شریر ہو کہ اگر اس سے اترے گا تو بہت مشقت یا دوسرے کی مدد کے بغیر چڑھ نہ سکے گا یا بہت بوڑھا یا بیمار ہو کہ ضعف کی وجہ سے دوسرے کی مدد کے بغیر خود نہیں چڑھ سکتا اور ان دونوں صورتوں میں کوئی دوسرا چڑھانے والا نہیں، یا عورت ہو کہ محرم موجود نہیں اور بغیر مدد کے اتر چڑھ نہیں سکتی یا تمام زمین میں کچھ ہو کہیں خشک جگہ نماز کے واسطے نہ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کچھ اس قدر ہو جس میں اس کا منہ دھنس جائے یا اس کا منہ اور جو کچھ اوہ بچھائے لت پت ہو جائے اور اگر اس قدر نہ ہو لیکن زمین تر ہو تو زمین پر اتر کر فرض و واجب نماز پڑھے اور اگر عورت کو کسی فاسق سے خوف ہو تو یہ بھی عذر ہے۔ اور جب ان عذرات کی وجہ سے فرض و واجب نماز سواری پر پڑھے تو پھر جب عذر دور ہو جائے اور اترنا ہو جائے تو نماز کا اعادہ لازم نہیں۔ اگر زمین پر سب گارا ہے کہ سجدہ نہیں کر سکتا اور اس کے پاس سواری بھی نہیں تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے۔

(۲) ان عذرات مذکورہ کی حالت میں سواری پر فرض و واجب نمازیں مع اقسامہ جائز ہونے کے لئے شرط ہے کہ اگر سواری کو ٹھہرا کر قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھنا ممکن ہے تو سواری کو ٹھہرائے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے ورنہ جائز نہیں ہوگی اور اگر سواری کو تو ٹھہرانا ممکن ہے لیکن استقبال قبلہ ممکن نہیں تو ٹھہرانا لازمی ہے اور استقبال قبلہ اس سے ساقط ہے اور اگر ٹھہرانا ممکن نہ ہو لیکن استقبال قبلہ ممکن ہو تو یہی لازمی ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو جس قدر ممکن ہو سکے کر لے اور اگر کسی قدر بھی ممکن نہ ہو تو پھر جدھر کو چاہے رخ کر کے نماز پڑھے۔

(۳) جن صورتوں میں فرض و واجب نمازیں سواری پر ادا کرنا جائز ہیں ان سب میں باقی مسائل وہی ہیں جو نفل

نماز سواری پر پڑھنے کے بیان میں مذکور ہوئے ہیں۔

(۴) اگر محل اور گاڑی دہلی بیکہ وغیرہ کا ایک سر (جوا) جانور کے اوپر ہو اور وہ گاڑی چلتی ہو یا نہ چلتی ہو تو اس میں نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا ہے یعنی فرض و واجب بغیر عذر جائز نہیں اور سنت و نفل بلا عذر بھی جائز ہیں۔ اگر گاڑی کا سر (جوا) جانور پر نہ ہو تو وہ زمین و تخت کے حکم میں ہے اور اس وقت اس پر نماز فرض بلا عذر بھی جائز ہے مگر قیام پر قدرت ہو تو کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر قیام پر قادر نہ ہو اور اترنا بھی ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے

اسی طرح اگر محل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جیسا کہ پایے ہوتے ہیں جس سے وہ زمین پر ٹھہر جائے تو اب وہ زمین و تخت کے حکم میں ہے اور اس میں نماز فرض کھڑے ہو کر پڑھنا جائز ہے اور اگر قیام ممکن نہ ہو اور نہ اترنا ممکن ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔
(۵) محل کے ایک طرف خود سوار ہے دوسری طرف اس کی ماں یا زوجہ یا اور کوئی محرم عورت سوار ہے جو خود اتر چڑھ نہیں سکتی اور یہ خود اتر چڑھ سکتا ہے مگر اس کے اترنے میں محل گر جانے کا اندیشہ ہے تو اس حالت میں اس کو بھی محل میں فرض وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

(۶) ایسا بیمار جس کو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے اس کو جانور پر یا پہلی یا ایکہ (گاڑی) پر فرض و واجب نماز پڑھنا بلا عذر درست نہیں خواہ گاڑی کو ٹھہرا ہی لیا ہو جب تک جو جانور کے کندھوں پر ہے تب تک بلا عذر نماز درست نہیں اور کھڑے ہونے پر قادر نہ ہونا اور بیٹھنے پر قادر ہونا ایسا عذر نہیں ہے جس سے جانور پر فرض و واجب نماز جائز ہو جائے۔ پس جب تک بیل یا گھوڑا وغیرہ کھول کر الگ نہ کر دیا جائے اس تک اس کو فرض و واجب نماز اس پر پڑھنا درست نہیں ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے کسی کو نماز بیٹھ کر پڑھنا درست ہے تو پالکی اور میاں پر بھی نماز پڑھنا درست ہے جبکہ وہ کسی آدمی کے کندھے پر نہ ہو لیکن جس وقت پالکی کہا روں وغیرہ کے کندھوں پر ہو اس وقت پڑھنا درست نہیں زمین پر رکھو والے تب پڑھے (مستورات کو چاہئے کہ سفر میں نماز کا بہت خیال رکھیں اور جب نماز کا وقت آجائے تو پہلی یا تانگہ وغیرہ سے اتر کر کسی الگ جگہ پر کھڑی ہو کر نماز پڑھ لیں اسی طرح اگر پہلی وغیرہ پر وضو نہ کر سکیں تو اتر کر کہیں آٹھیں بیٹھ کر وضو کر لیں۔ اگر برقعہ پاس نہ ہو تو چادر وغیرہ میں خوب لپٹ کر اتریں اور نماز پڑھیں ایسا گہرا پردہ جس میں نماز قضا ہو جائے حرام ہے، پردہ شریعت کی حد کے مطابق ہونا چاہئے البتہ بلا ضرورت پردہ میں کمی کرنا بے غیرتی اور گناہ ہے)

کشتی و جہاز میں نماز پڑھنے کے مسائل (۱) اگر کشتی یا جہاز پانی پر چل رہا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بلا عذر بیٹھ کر فرض و واجب نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس میں اکثر دوران سر ہوتا ہے پس غلبہ امکان کے باعث عذر متحقق ہو گیا لیکن خلاف افضل اور مکروہ ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرے اشارہ سے جائز نہیں۔ امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک بلا عذر جائز نہیں ہی اظہر ہے اور یہی مختار و معتبر ہے۔ پس عذر کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔ اس کے عذرات یہ ہیں: سر کا گھومنا (چکرانا اور گر پڑنا، قدم نہ جمتا) اور کشتی سے باہر نکلنے پر قادر نہ ہونا۔
(۲) اگر کشتی پانی میں چل رہی ہو بلکہ کنارہ پر بندھی ہوئی ہو تو اس میں قیام پر قادر ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں کیونکہ یہ مثل زمین کے ہے لیکن اگر کوئی ایسا عذر ہو جس کی وجہ سے زمین پر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہوتا ہو تو اس میں بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنا جائز ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کشتی کنارہ پر بندھی ہوئی ہے اور کشتی کا کچھ حصہ زمین پر ٹھہرا ہوا ہے تو اس میں فرض و واجب وغیرہ نماز کھڑے ہو کر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ تخت پر جائز ہے خواہ اس سے باہر نکلنا ممکن بھی ہو اور زمین پر کچھ بھی ٹھہری ہوئی نہ ہو۔ اور اگر اس سے باہر نکلنا ممکن ہے تو اس میں فرض و

واجب نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ سواری کے جانور کے حکم میں ہے اس لئے نیچے اتر کر نماز پڑھے اور اگر اترنا بلا ضرر ممکن نہ ہو تو پھر اس میں کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے۔

(۳) اگر کشتی دریا کے اندر ٹھہری ہوئی ہے (یعنی گہرے پانی میں بندھی ہوئی ہے) اور ہلتی ہے تو صبح یہ ہے کہ اگر ہو اس کو بہت ہلاتی ہو تو وہ چلتی ہوئی کے حکم میں ہے اور اگر ٹھوڑا ہلاتی ہو تو ٹھہری ہوئی کے حکم میں ہے (اور دونوں کے احکام اور بیان ہو چکے)۔
(۴) کشتی میں نماز شروع کرتے وقت قبلہ کو منہ کرنا لازمی ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل اور جب کشتی گھومے تو نماز پڑھنے والا اپنا منہ قبلہ کو پھیر لے اور ہر دفعہ کشتی کے گھومنے کے ساتھ ساتھ نماز کے اندر ہی قبلہ کی طرف گھومتا جائے حتیٰ کہ نماز قبلہ کی طرف پوری کر لے اور اگر یا وجود قدرت کے قبلہ کی طرف کو نہیں گھومے گا تو اس کی نماز جائز نہیں ہوگی بالاتفاق کیونکہ یہ اس کے لئے بمنزلہ گھر کے ہے اور سواری پر نماز پڑھنے کا حکم اس کے خلاف ہے اور اگر کشتی میں قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز ہو تو نماز کو مؤخر کرے یہاں تک کہ قبلہ پر قادر ہو جائے یا وقت نکلنے کے قریب ہو جائے پس اگر وقت جاتے رہے کا خوف ہے اور ابھی تک جہت قبلہ پر قادر نہیں ہوا تو پھر جس طرف ہو سکے منہ کر کے نماز پڑھے۔

(۵) کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورتوں میں رکوع و سجود پر قادر ہونے کی صورت میں اشاروں سے نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں بخلاف سواری کے، خواہ وہ نماز نفل ہو یا فرض کیونکہ یہ اس کے لئے بمنزلہ گھر کے ہے اور اگر ایسا عذر ہو جس سے گھر پر جائز ہوتی ہے تو جائز ہوگی۔

(۶) جو شخص کشتی کے اندر ہو اس کو اس شخص کی اقتدا جو دوسری کشتی میں نماز پڑھتا ہو جائز نہیں یعنی مقتدی کی نماز نہ ہوگی اور امام کی ہو جائے گی۔ لیکن اگر دونوں کشتیاں ملی ہوئی ہوں خواہ بندھی ہوئی ہوں یا ویسے ہی پاس پاس ہوں تو اقتدا جائز ہے پس اگر وہ دونوں کشتیاں ایسی پاس ہوں کہ بغیر کسی رقت کے ایک سے دوسری میں کود سکتا ہے تو وہ دونوں ملی ہوئی کے حکم میں ہیں اور دونوں گروہوں کی نماز جائز ہو جائے گی اور اگر اس سے زیادہ فاصلہ ہو مثلاً نہر کی برابر ہو گا تو مانع اقتدا ہوگا۔ اگر امام کنارے پر کھڑی ہوئی کشتی میں ہے اور مقتدی کنارے پر زمین پر کھڑے ہوں یا اس کے برخلاف یعنی امام زمین پر کھڑا ہو اور مقتدی کشتی میں سوار ہوں تو اگر ان کے درمیان میں راستہ ہے یا بڑی نہر ہے تو اقتدا جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے۔ اور اگر کشتی کے سائبان پر کھڑا ہو کر اس امام کا اقتدا کیا جو کشتی میں ہے تو اقتدا صحیح ہے بشرطیکہ مقتدی امام سے آگے نہ ہو اور اگر امام سے آگے ہو گا تو صحیح نہیں۔ اگر نماز کے اندر کشتی کو بانڈھے تو یہ عمل کثیر ہے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے نئے سرے سے پڑھے۔

ریل گاڑی میں نماز پڑھنا خواہ فرض و واجب ہو یا نفل جائز ہے خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ چل رہی ہو یا ٹھہری ہوئی ہو۔ اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ ریل زمین پر رکھے ہوئے تخت کی مانند ہے اور اگر اس کو جانور پر رکھی ہوئی گاڑی کی مانند بھی مان لیا جائے تب بھی وجہ عذر کے

اترنے کی ضرورت نہیں اور عذریہ ہی ہے کہ چلتی ریل میں اتر نہیں سکتا اور کھڑی ریل میں ریل کے چل دینے یا مال کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے اگر یہ امید ہو کہ نماز کا وقت رہنے تک اس کو اترنا ممکن ہے تب بھی ریل میں ہر حال میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نماز شروع کرنے کے وقت عذر ہونا معتبر ہے اگرچہ آخر وقت میں اس کا زوال متوقع ہو۔ لیکن آخر وقت مستحب تک انتظار کرنا مستحب ہے۔ البتہ ریل میں نماز پڑھنے والے کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور اگر ریل کے گھوم جانے سے نمازی کا منہ قبلہ کی طرف نہ رہے تو یہ بھی قبلہ کی طرف گھوم جائے ورنہ نماز نہ ہوگی اور اگر قبلہ کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو تو آخر وقت تک انتظار کرے اور جب دیکھے کہ اب وقت جاتا ہے تو پھر جس طرف کو ہو سکے منہ کر کے نماز پڑھے جیسا کہ کشتی پر نماز پڑھنے میں بیان ہوا اور تخت کی طرح فرش و واجب نماز میں کھڑے ہو کر پڑھنی چاہئیں اگر قیام پر قدرت نہ ہو مثلاً ریل کی حرکت سے چکر کھانے یا گر جانے کا خوف ہو جیسا کہ بعض ناہموار لائنوں پر ہوتا ہے تو بیٹھ کر پڑھنا درست ہے خواہ کسی شکل سے بیٹھ کر پڑھے۔ اگر یہ ممکن ہے کہ ایک تخت پر کھڑا ہو کر پڑھے اور دوسرے پر سجدہ کرے تو پھر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اگرچہ اس صورت میں گھٹنے زمین پر نہیں لگتے پس اس طرح کھڑے ہو کر پڑھے بیٹھ کر پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اس شکل سے استقبال قبلہ پر قادر ہو جائے تو استقبال قبلہ ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔

باب جمعہ کی نماز کا بیان

فضائل یوم جمعہ | جمعہ کے روز کے فضائل و خصائص احادیث میں بہت آئے ہیں جن میں سے چند بیان کئے جاتے ہیں۔ (۱) یہ دن ہفتہ کے دنوں میں سب سے بہتر و افضل دن ہے۔ (۲) یہ دن مسلمانوں کے لئے عید (خوشی) کا دن ہے۔ (۳) اسی دن میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ (۴) اسی دن میں آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن میں جنت سے نکلے اور زمین پر اتارا گیا۔ بہشت سے نکلنا اس لئے فضیلت ہوئی کہ انبیاء و اولیاء کی پیدائش اور بے شمار حسنات کا باعث ہوا اور اسی دن میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اور اسی دن میں انھیں وفات ہوئی (جو باعث ہے نقار الہی کا)۔ (۵) اسی دن میں قیامت قائم ہوگی (جو نیکوں اور متقیوں کے لئے دخول جنت و دیدار الہی کا موجب ہے)۔ (۶) جنت والوں کو اس روز دیدار الہی ہوا کرے گا یعنی بعض اشخاص کو اور بعض کو اس سے کم مدت میں اور بعض کو اس سے زیادہ میں ہوا کرے گا جس کی تفصیل کتب فن میں موجود ہے)۔ (۷) اس روز دوزخ گرم نہیں کی جاتی۔ (۸) اس روز مردے عذاب قبر سے محفوظ رہتے ہیں اور جو کوئی مسلمان مرد یا عورت اس دن یا اس کی رات میں مر جائے وہ عذاب قبر و قنۃ قبر سے بچا رہتا ہے اور اس کے لئے اجر شہید کا لکھا جاتا ہے۔ (۹) اس دن میں روئیں اکٹھی ہوتی ہیں۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل و طہارت بقدر امکان کرے اس کے بعد اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اس کے بعد نماز کے لئے چلے اور جب مسجد میں آئے کسی آدمی کو اس کی جگہ سے ہٹا کر نہ بیٹھے پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے (دوسری حدیث میں ہے کہ جس وقت امام منبر پر آکر بیٹھ جائے اسی وقت سے نماز پڑھنا اور کلام کرنا ناجائز ہے) تو اس شخص کے گذشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے (صحیح بخاری شریف) ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرے اور سویرے مسجد میں پیدل جائے سوار ہو کر نہ جائے پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لغو فعل نہ کرے تو اس کو ہر قدم کے عوض میں ایک سال کامل کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ ایک سال کی نمازوں کا اور ایک سال کے روزوں کا۔ (ترمذی شریف)۔

(۱۱) تارکین جمعہ پر سخت وعیدیں حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں فرمایا بیشک میں نے پکارا دیا کہ ایک شخص کو حکم کروں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے (یعنی اپنی جگہ امام کر دوں) پھر خود ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں (یعنی بلا وجہ جمعہ چھوڑ دیتے ہیں) (صحیح مسلم شریف)۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نین جمعہ سستی سے (یعنی بلا عذر) چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے (مشکوٰۃ شریف)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے پے درپے نین جمعہ چھوڑ دیے اس نے اسلام کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا (ابو یعلیٰ) اور بھی بہت سی حدیثیں فضائل و وعیدیں وارد ہیں، حدیث کی کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ مسلمان بندہ اگر اسے پالے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو وہ اسے دیگا (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ وقت بہت تھوڑا ہے اس وقت کے تعیین میں بہت سی روایتیں ہیں ان میں قوی دو ہیں ایک یہ کہ امام کے خطبہ کے لئے بیٹھنے سے ختم نماز تک ہے (لیکن اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ اور بغیر ہاتھ اٹھائے زبان سے بھی نہ مانگے نہ آواز سے نہ بغیر آواز کے، کیونکہ خطبہ کے وقت ایسا کرنا منع ہے جیسا کہ آگے آئیگا البتہ اگر کوئی شخص بغیر ہاتھ اٹھائے اپنے دل ہی دل میں دعا مانگ لے تو مضائقہ نہیں اور خطیب جو خطبہ میں اپنے اور سب مسلمانوں کے لئے دعا کرتا ہے وہ بھی سب کی طرف سے کافی ہے)۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جمعہ کی پچھلی ساعت ہے اسی کو بعض نے عصر سے غروب تک کہا ہے (اور ہر روز بھی ایک ساعت قبولیت ہوتی ہے پس جمعہ میں دو ساعتیں ہو گئیں اور شاید کہ یہ دوسری ساعت جمعہ کے روز عصر سے غروب تک ہونا کہ دونوں قول جمع ہو جائیں۔ واللہ اعلم)

(۱۳) جمعہ کا دن جمعہ کی رات سے افضل ہے کیونکہ اس رات کی فضیلت جمعہ کی نماز کی وجہ سے ہے۔

نماز جمعہ کا حکم جمعہ کی نماز فرض عین ہے اور اس کی فرضیت کی تاکید ظہر کی نماز سے زیادہ ہے۔ یہ دلیل قطعی یعنی قرآن پاک کی آیت اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اس لئے اس کا منکر کافر اور بلا عذر ترک کرنے والا فاسق ہے۔ نماز جمعہ نماز ظہر کا عوض و بدل نہیں ہے بلکہ فرض وقت ظہر ہی ہے لیکن جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے سے ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

شرائط و وجوب نماز جمعہ اور وجوب نماز کی شرطوں (عاقلاً بالغ مسلمان ہونا) کے علاوہ نماز جمعہ فرض ہونے کے لئے کچھ زائد شرطیں ہیں جو کہ نماز میں پائی جانی ضروری ہیں اور ان کے پائے جانے کے بغیر اس شخص پر جمعہ فرض نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی شخص ان شرطوں کے نہ پائے جانے کے باوجود نماز جمعہ پڑھے تو اس کی نماز جمعہ ہو جائے گی اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا۔ مثلاً کوئی مسافر نماز جمعہ پڑھے تو ادا ہو جائے گا اور وہ شرائط و وجوب میں۔

(۱) آزاد ہونا۔ بس غلام پر جمعہ فرض نہیں ہے اور اس کا مالک اس کو جمعہ (اور جماعت عیدین) میں جانے سے منع کر سکتا ہے اور مکاتب غلام پر جمعہ فرض ہے اور اگر غلام تھوڑا آزاد ہو گیا ہو اور باقی کے لئے کوشش کرتا ہو یعنی لکما کر اپنے آقا کو دیتا ہو تاکہ بقایا رقم ادا ہو کر آزاد ہو جائے تو اس پر بھی جمعہ واجب ہے۔ غلام باذن پر (یعنی جس غلام کو اس کے آقائے تجارت کرنے کی اجازت دی ہو اور اس غلام پر جو روزانہ اپنے مالک کو کچھ ادا کرتا ہو) یعنی اس کے ذمہ کوئی خاص مقدار لکما کر لانا مقرر کیا ہو) جمعہ فرض نہیں۔ اگر کسی غلام کو اس کے آقائے نماز جمعہ کی اجازت دیدی ہو تو بعض کے نزدیک اس پر جمعہ واجب ہے اور بعض کے نزدیک اس کو اختیار ہے چاہے جمعہ پڑھے اور چاہے اپنی جگہ پر ظہر کی نماز پڑھے لے اور اسی اختیار والے قول کو ترجیح ہے۔ اور اس غلام کے بارے میں جو جامع مسجد کے دروازے پر اپنے مالک کے جانور کی حفاظت کے واسطے ہوا اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اگر جانور کی حفاظت میں خلل نہ ہو تو جمعہ پڑھے۔ اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جمعہ یا عیدین کی نماز کے لئے نکلا تو اگر وہ جانتا ہے کہ مالک ناراض نہ ہو گا یا مالک نے اس کو دیکھا اور خاموش رہا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مزدور یا نوکر پر بھی جمعہ فرض ہے اور مستاجر یا مالک کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ مزدور یا نوکر کو جمعہ سے منع کرے لیکن اگر جامع مسجد دور ہے اور مزدور نوکر کو جمعہ میں آنے جانے سے چوتھائی دن خرچ ہو گیا تو اس دن کی چوتھائی اجرت کم کر دی جائے گی اور مزدور کو اس کم کی ہوئی اجرت کے مانگنے کا حق نہیں ہے اور اگر اس سے کم وقت خرچ ہو تو پوری اجرت دینا واجب ہے۔

(۲) یقیناً مرد ہونا۔ عورت اور خنثی مشکل پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۳) شہر میں مقیم ہونا۔ مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے اور ایسے مقیم پر بھی جمعہ فرض نہیں جو ایسے گاؤں میں رہتا ہو جہاں جمعہ پڑھنا صحیح نہ ہو۔ اگرچہ وہ گاؤں شہر سے قریب ہو اس میں اذان کی آواز سنائی دینے یا میلوں وغیرہ کا اندازہ مقرر کرنے کا کوئی اعتبار

(۴) تندرست ہونا۔ مریض پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ مریض سے مراد وہ ہے جو کہ جمعہ کی مسجد تک نہ جاسکتا ہو یا

چلا تو جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ بہت بوڑھا جو ضعیف ہو گیا ہے اور ایسا بیمار دار کہ جس کے چلے جانے سے بیمار کی خبر گیری کوئی نہیں کریگا اور بیمار کو نقصان ہوگا بیمار کے حکم میں ہے کہ اس پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ اگر مریض یا بوڑھا ضعیف وغیرہ عاجز کے پاس سواری اور خادم ہو تو اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا امام صاحب کے نزدیک اس پر جمعہ واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعض نے کہا کہ بالاتفاق واجب اور وہ چلنے پر قادر کے حکم میں ہے۔ قواعد کی رو سے ہی مناسب ہے کہ اگر مشقت اور مرض میں زیادتی نہ ہو تو حاضر ہونا چاہئے ورنہ معذور ہے۔

(۵) چلنے پر قادر ہونا۔ اپنا حج پر یعنی جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں یا فالج وغیرہ سے بیکار ہوں جمعہ فرض نہیں بالاتفاق۔ اگرچہ کوئی آدمی ایسا ہو جو اسے اٹھا کر مسجد میں رکھ آئے جس کا ایک پاؤں یا ٹانگ کٹی ہوئی ہو یا فالج سے بیکار ہو گئی ہو تو اگر وہ ایسا لنگڑا ہے کہ مسجد تک بلا مشقت جاسکتا ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے ورنہ نہیں۔

(۶) بینا یعنی آنکھوں والا ہونا۔ ایسے نابینا اندھا) جو خود جمعہ کی مسجد تک بلا تکلف نہ جاسکتا ہو جمعہ فرض نہیں، خواہ اس کو بکڑ کر مسجد تک لیجانے والا اجرت مثل پر یا بلا اجرت مل جائے تب بھی اس پر جمعہ فرض نہیں ہے (صاحبین کے نزدیک اگر مسجد تک لیجانے والا اجرت پر یا بلا اجرت مل جائے تو اس پر جمعہ واجب ہے) جو اندھا اذان کے وقت مسجد میں موجود ہو اور با وضو ہو تو اس پر جمعہ فرض ہے کیونکہ حرج کی علت اس سے دور ہو گئی ہے۔ یک چشم (کانا) اور جس کی نگاہ کمزور ہو (چند رھا) پر جمعہ فرض ہے۔ بعض اندھے بلا تکلف بغیر کسی کی مدد کے بازاروں اور راستوں چلتے پھرتے ہیں اور جس مسجد میں چاہیں بے دھڑک جاسکتے ہیں اور بغیر کسی سے پوچھے جس مسجد کو چاہیں پہچان لیتے ہیں ان پر جمعہ واجب ہے۔

(۷) جماعت ترک کرنے کے لئے جو عذرات پہلے بیان ہو چکے ہیں ان سے خالی ہونا پس اگر ان عذروں میں سے کوئی عذر موجود ہو تو نماز جمعہ واجب نہ ہوگی مثلاً بارش بہت زور سے برس رہی ہو، یا اولے یا برف یا سخت سردی یا آندھی اس قدر ہو کہ اس سے باہر نکلنے اور مسجد میں جانے سے نقصان کا خوف صحیح ہو، یا ظالم بادشاہ یا چور یا کسی ظالم شخص کے خوف کی وجہ سے چھپا ہوا ہو، تو ان سب صورتوں میں اس پر جمعہ فرض نہ ہوگا خوف سے چھپا ہوا ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قرضدار اپنے قرض خواہ کے خوف سے چھپا ہوا ہو تو اگر قرضدار مالدار ہو اور اسی وقت ادا کرنے پر قادر ہو تو اس پر جمعہ فرض ہے اور قرض خواہ کے بلنے اور اس سے نقصان پہنچنے کا خوف اس کے لئے عذر نہیں ہے اور اگر قرضدار مفلس ہو اور اسی وقت ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو قرض خواہ کا بلنا اور اس سے نقصان کا خوف اس کے لئے عذر ہے اور اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ (جیسا کہ اس کے لئے تیمم جائز ہوتا ہے)۔ فائدہ شرط ہٹانے کو مختصر کر کے صرف ایک شرط یعنی بے عذر ہونا کہہ سکتے ہیں۔

جمعہ فرض ہونے کی جو شرطیں اور پر بیان ہوئی ہیں اگر کسی شخص میں ان میں سے کوئی شرط یا سب شرطیں پائی جائیں تو اس پر جمعہ فرض نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اگر وہ شخص عزیمت (مشقت) اختیار کرے اور نماز جمعہ پڑھے تو اس کی

نماز جمعہ ادا ہو جائے گی اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا کیونکہ ان معذورین کے حق میں جمعہ پڑھنا عزیمت (مشقت) اور افضل ہے اور ظہر پڑھنا رخصت (آسانی) ہے۔ مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت نماز جمعہ پڑھے تو اب ظہر اس کے ذمہ سے اتر گیا بلکہ مرد مکلف کے لئے جمعہ پڑھنا افضل ہے البتہ عورت کے لئے اپنے گھر میں ظہر پڑھنا افضل ہے اور جماعت میں شریک نہ ہونا چاہئے اس کی نماز گھر میں افضل ہے۔ لیکن اگر عورت کا مکان مسجد کی دیوار سے بالکل متصل ہے اس طرح پر کہ امام مسجد کی اقتدا کا کوئی مانع نہیں پایا جاتا تو اس کے لئے بھی جمعہ افضل ہے۔ نابالغ نے جمعہ پڑھا تو وہ نفل ہو جائیگا کیونکہ اس پر نماز فرض ہی نہیں ہے۔

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں | نماز جمعہ کے صحیح (یعنی ادا) ہونے کی چند شرطیں ہیں جو نماز پڑھنے والے سے خارج ہیں اور ان میں سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا یعنی ادا ہی نہیں ہوگا اور وہ یہ ہیں:-

(۱) مصر اور فنائے مصر یعنی شہر اور اس کے توابع۔ ظاہر الروایت کے بموجب مصر نہ وہ جگہ ہے جہاں مفتی اور امیر اور قاضی رہتا ہو جو حدود کو قائم کرے اور احکام جاری کرے اور اس کی کم سے کم آبادی منیٰ کی برابر ہو اسی پر اعتماد ہے۔ حدود کے قائم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان پر قدرت ہو خواہ بالفعل جاری کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ ایسے قاضی کا اعتبار نہیں جو وہاں نہ رہتا ہو بلکہ دورہ پر کبھی کبھی آتا ہو جس کو علاقہ کا قاضی کہتے ہیں۔ اگر امیر یا قاضی مفتی بھی ہو جیسا کہ صدر اول میں تھا تو وہی کافی ہے الگ اور مفتی ہونا ضروری نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مصر کی تعریف اس طرح منقول ہے کہ وہ بڑی بستی ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور اس کے ماتحت دیہات ہوں اور وہاں کوئی والی (حاکم) ہو جو اپنی جاہ و حشمت سے اور اپنے یا کسی دوسرے کے علم کے ذریعے ظالم سے مظلوم کا انصاف لینے پر قادر ہو (اگرچہ بالفعل انصاف (بدلہ) نہ لیتا ہو) اور جب کوئی حادثہ واقع ہو لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اور یہی تعریف اصح ہے۔ اور پہلی روایت میں جو کوچوں اور بازاروں کا ذکر نہیں ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ امیر و قاضی جس کی شان احکام جاری کرنا اور حدود قائم کرنا ہے اکثر ایسے ہی بڑے شہر میں رہتا ہے پس دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہا۔ بعض نے شہر کی یہ تعریف کی ہے کہ جس جگہ ایسے مسلمان جن پر جمعہ فرض ہے (یعنی عورتوں بچوں مسافریں وغیرہ کے علاوہ) اس قدر ہوں کہ اس بستی کی مسجدوں میں سے سب سے بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو وہ سب اس مسجد میں سما سکیں پس وہ مصر ہے ورنہ نہیں (اور اس مسجد سے جامع مسجد نہیں بلکہ پنجوقتہ نماز کی مسجد مراد ہے اور بڑی مسجد مختار قول کے بموجب وہ ہے جو کم از کم چالیس گز شرعی کی مقدار کی ہو اور شرعی گز چوبیس انگل کا ہوتا ہے) اکثر متاخرین فقہانے اسی پر فتویٰ دیا ہے اس لئے کہ شرع کے احکام میں ڈھیل و سستی واقع ہو گئی ہے خصوصاً شہروں میں حدود قائم کرنے میں۔ اور یہ تعریف اکثر قصبات و دیہات پر صادق آجاتی ہے۔

(قائد کا: لیکن مصر کی یہ تعریف حدِ تمام نہیں ہے بلکہ علامت اور رسم ناقص ہے اور یہ تعریف اُس زمانے کے مطابق ٹھیک ہے کیونکہ اُس وقت کے شہروں کی ہی حالت تھی لیکن ہر وقت یہ تعریف صادق نہیں آسکتی اور اس کو حدِ تمام نہیں کہہ سکتے ورنہ لازم آئے گا کہ مَا لَا يَسْمَعُ أَكْبَرُ مَسَاجِدِهَا أَهْلُهَا کی بنا پر بعض وقت تک مکرمہ اور دینہ نور میں بھی جمعہ درست نہ ہو کیونکہ موسم حج میں بھی جبکہ تمام دنیا کے حجاج کرام جمع ہوتے ہیں بہت دفعہ مسجد خالی رہتی ہے اور دنوں کا تو ذکر ہی کیا ہے پس ان پر کالیم صادق نہ آیا تو وہ مصر نہ رہے اور جمعہ صحیح نہ ہو حالانکہ شروع اسلام سے آج تک یہ دونوں شہر ہیں اور وہاں جمعہ ہوتا آ رہا ہے اور بعض وقت یہ تعریف چھوٹے گاؤں پر بھی صادق آجاتی ہے کہ وہاں کی چند مسجدوں میں سے ایک بڑی مسجد ضرور ہوگی اور وہاں کے مکلفین مسلمان اس میں نہیں سما سکیں گے۔ اس کے باوجود عرف عام میں وہ چھوٹا گاؤں ہوگا۔ اسی وجہ سے بعد میں فقہانے ایسی مسجد کی لمبائی مقرر کر دی کہ وہ کم از کم چالیس گز شرعی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب علامت کا درجہ رکھتی ہیں نہ کہ حدِ تمام کا اور یہ رسم و علامت بھی ناقص ہے کہ بعض پر صادق آتی ہے اور بعض پر صادق نہیں آتی پس یہ حقیقت مصر کو لازم و متعین نہیں کرتی کہ جس پر یہ صادق آجائے وہ مصر ہو جائے اور جس پر صادق نہ آئے وہ مصر نہ رہے۔ مصر کی تعریف میں فقہانے کرام کے اور بھی مختلف اقوال ہیں چنانچہ بعض نے یہ تعریف کی کہ جہاں دس ہزار آدمی رہتے ہوں بعض نے کہا کہ جہاں ہر شے والا اپنے پیشے کو چلا سکے بعض نے کہا کہ جہاں اس قدر لوگ رہتے ہوں کہ اگر کوئی دشمن اُن سے مقابلہ کرے تو وہ اس کے دفع پر قادر ہوں بعض نے کہا کہ جہاں ہر روز کوئی نہ کوئی موت و پیدائش ہوتی ہو وغیرہ مگر یہ سب رسم ناقص اور علامات و عوارض ہیں حد نہیں بلکہ حد ہی ہے جو ظاہر الروایت سے اوپر بیان ہوئی ہے اور یہ سب اسی ایک معنی کے مختلف عنوان ہیں یعنی الفاظ کا بیان جدا جدا ہے اور مصداق سب کا ایک ہے اور وہ یہ کہ عرف میں جس کو شہر یا قصبہ (بڑا گاؤں) کہتے ہوں اور وہ بڑا گاؤں قصبہ کے مشابہ ہو خواہ اس کو گاؤں ہی کہتے ہوں یعنی آبادی اور بانواروں و گلی کوچوں کے اعتبار سے قصبہ کی شان رکھتا ہو تو ایسی آبادی میں جمعہ جائز و صحیح ہے، جیسا کہ شامی میں قہستانی سے روایت ہے۔ وَ تَقَعُ قَرْيَاتٌ فِي الْقَصَبَاتِ وَالْقُرَى الْكَبِيرَةِ الَّتِي فِيهَا اسواق (ترجمہ: اور ایسے قصبوں اور بڑے گاؤں میں جن میں بازار ہوتے ہیں جمعہ فرض واقع ہوتا ہے) اور نیز شامی میں فرمایا کہ لَا تَجُوزُ فِي الصَّغِيرَةِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا قَاضٍ وَمَنْبَرٌ وَخَطِيبٌ (یعنی ایسی چھوٹی بستی میں جس میں قاضی اور منبر اور خطیب نہ ہو جمعہ جائز و درست نہیں ہے)۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جس گاؤں کی آبادی قصبہ کے مشابہ ہو اور عرف عام میں اس کو بڑا گاؤں یا قصبہ کہتے ہوں اور اس میں ایسی دوکانیں ہوں جن سے روزمرہ کی عام ضروریات بالعموم وہاں سیر آجاتی ہوں خواہ وہ دوکانیں متفرق ہوں یا بازار کی شکل میں ہوں اور وہ گاؤں اپنے آس پاس کے دیہاتوں میں مرکزی حیثیت رکھتا ہو کہ ان دیہاتوں کے لوگ اپنی ضروریات کے لئے اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اور کوئی حاکم ہو یا پنچایت وغیرہ ایسی ہو جو ان کے معاملات میں فیصلہ کرتی ہو اور کوئی دین کا

ایسا عالم ہو جو ان کے روزمرہ کے پیش آنے والے امور کا مذہبی مسئلہ بتا سکے اور جمعہ میں خطبہ اور نماز جمعہ پڑھا سکے (جس کا عالم ہوتا ضروری نہیں پس اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آئے تو وہ کسی بڑے عالم کی طرف رجوع کر کے دریافت کر سکتا ہے) تو ایسے گاؤں میں جمعہ درست اور فرض ہے اور وہ شہر اور قصبہ کے حکم میں ہے۔ (جاننا چاہئے کہ ہمارے زمانے کی حکومتیں چار ہزار کی آبادی کو قصبہ کا درجہ دیتی ہیں اور عام طور پر ایسی جگہ دوسری شرائط بھی میسر ہوتی ہیں۔ پس آبادی کے لحاظ سے چار ہزار یا اس کے لگ بھگ آبادی کا گاؤں بڑا گاؤں و قصبہ شمار کیا جانا چاہئے۔ یہ بطور تمثیل ہے نہ کہ بطور تحدید ورنہ بہت سے کم آبادی والے قصبہ ہوتے ہیں جن میں باقی صفات سب پائی جاتی ہیں) اور جو گاؤں اس درجہ کا نہ ہو وہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں اگرچہ اتفاقاً وہاں کوئی بڑی مسجد ہو جس میں وہاں کے مکلف لوگ نہ سما سکیں پس ایسے گاؤں میں جمعہ و عیدین پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی وہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ان پر ظہر کا ادا کرنا فرض ہے۔ خاکسار مولف کو جو کچھ مختلف فتاویٰ و کتب سے سمجھ میں آیا درج کر دیا ہے واللہ اعلم بالصواب مزید کوئی شبہات ہوں تو علمائے کرام سے رجوع کریں اور جس جگہ کا قصبہ یا بڑا گاؤں ہونا متحقق و مسلم ہو تو وہاں جمعہ ضروری قائم کریں اور جس گاؤں کے متعلق شبہ ہو اس کی پوری کیفیت لکھ کر فتویٰ لے لیا جائے محض اپنی ناقص رائے سے فیصلہ کر کے عمل نہ کریں ایسا نہ ہو فرض ظہر ذمہ سے ادا نہ ہو۔ فقط)

فنائے مصر یعنی وہ جگہ جو شہر کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے شہر سے ملی ہوئی ہو مثلاً قبرستان یعنی جہاں شہر کے مردے دفن ہوتے ہوں یا چھاؤنی (فوج کے رہنے کی جگہ) ہو یا گھوڑوں کے پھرتے یا دوڑانے کی جگہ ہو یا چاند ماری ہوتی ہو یا کچھریاں و اسٹیشن وغیرہ ہو تو یہ سب فنائے مصر میں داخل ہیں اور یہ سب شہر کے حکم میں ہیں اور ان میں جمعہ ادا کرنا صحیح ہے۔ فنائے مصر کے لئے حدود مقرر کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ ہر شہر کے ساتھ اس کی ضرورت کے مناسب ہوتی ہے البتہ اس کی تعریف یعنی شہر کی ضرورتوں کے لئے ہونا صادق آجائے ہی کافی ہے خواہ اس کو شہر کی آبادی سے کھیت وغیرہ جدا کرتے ہوں اسی طرح شہر کی آبادی میں بھی کھیت یا میدان وغیرہ کا فاصلہ ہو جانا اتصال کو مانع نہیں ہے جبکہ اس ساری آبادی پر عرفاً اس شہر کا اطلاق ہوتا ہو۔ فاقہم

جو شخص شہر سے قریب ایسی جگہ رہتا ہو کہ اس کے اور شہر کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہو اور اس میں کھیت اور چراگاہ ہوں تو اگر وہ مستقل آبادی شمار کی جاتی ہے تو شہر کی آبادی یا فنائے شہر میں اس کا شمار نہیں ہوتا بوجہ چھوٹا گاؤں ہونے کے اس میں جمعہ جائز نہیں خواہ وہاں اذان کی آواز سنائی دیتی ہو یا نہ دیتی ہو یہی راجح اور صحیح ہے (اور قول مرحوم اور غیر مفتی یہ ہے کہ اگر کوئی گاؤں شہر سے اس قدر قریب ہے کہ وہاں سے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے کوئی شخص آئے تو جمعہ پڑھ کر دن ہی دن میں یعنی غروب سے پہلے اپنے گھر واپس پہنچ سکے تو ایسا مقام بھی مصر کے حکم میں ہے اور وہاں کے لوگوں پر بھی جمعہ فرض ہے)۔ اگر دو گاؤں بہت قریب قریب ہوں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی آبادی

یعنی شہر میں اگر مسجد جمعہ میں نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے لیکن اپنی بستی میں جمعہ ادا کرنا ان کو بھی جائز نہیں اور بھی اقوال ہیں یعنی وہاں اذان کی آواز سنائی دینا یا نہیں میل کا فاصلہ ہونا

یعنی شہر میں اگر مسجد جمعہ میں نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے لیکن اپنی بستی میں جمعہ ادا کرنا ان کو بھی جائز نہیں اور بھی اقوال ہیں یعنی وہاں اذان کی آواز سنائی دینا یا نہیں میل کا فاصلہ ہونا

بڑے گاؤں یا قصبہ کی مانند نہیں ہے لیکن دونوں کی آبادی مل کر قصبہ کی مانند ہو جاتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ عرف عام میں یہ دونوں الگ الگ مستقل موضع سمجھے جاتے ہیں یا متحد سمجھے جاتے ہیں۔ پہلی صورت میں یعنی جبکہ عرفاً ہر ایک موضع مستقل ہے تو ان میں کسی میں جمعہ جائز نہیں۔ اذان کی آواز سنائی دینے یا نہ دینے کا کوئی اعتبار نہیں اور دوسری صورت میں یعنی جبکہ وہ دونوں موضع عرفاً متحد ہیں اور دونوں مل کر قریہ کبیرہ کی حد کو پہنچتے ہیں تو اگر ان دونوں میں سے کسی گاؤں میں بازار وغیرہ بھی ہوں جن سے قصبات کی سی شان پیدا ہو جائے تو ان دونوں میں جمعہ جائز ہو جائے گا ورنہ نہیں اور محض آبادی کا اعتبار نہیں ہوگا جب تک کہ دوسری علامات بازار وغیرہ سے قصبہ کی شان نہ پائی جائے۔ کارخانے جو کسی شہر کے متعلق ہوں خواہ وہ شہر سے دور ہوں اور شہر اور ان کے درمیان میں میدان و کھیت وغیرہ فاصل ہوں فنائے شہر میں داخل ہیں کیونکہ یہ بھی شہر کی مصلحتوں و ضرورتوں کے لئے ہوتے ہیں پس ان میں نماز جمعہ ادا کرنا صحیح ہے۔

چھوٹے گاؤں کا رہنے والا آدمی جب شہر میں داخل ہو اور جمعہ کے دن ٹھہرنے کی نیت کر لے تو اس پر جمعہ فرض ہو جائے گا کیونکہ اس دن کے واسطے وہ بھی اس شہر کے رہنے والوں کے حکم میں ہے اور اگر یہ نیت کرے کہ اسی دن جمعہ کا وقت داخل ہونے سے پہلے یا بعد چلا جائے گا تو اس پر جمعہ واجب نہیں کیونکہ اس حالت میں وہ اہل شہر میں سے نہیں ہو جاتا لیکن اگر جمعہ پڑھ لے گا تو اجر پائے گا اور ظہر اس کے ذمہ سے اتر جائے گی اور بعض کے نزدیک اگر جمعہ کے بعد جانے کی نیت کی تو جمعہ اس پر فرض ہوگا ورنہ نہیں اور بعض کے نزدیک اگر جمعہ کے وقت تک ٹھہرنے کی نیت کی تو فرض ہوگا ورنہ نہیں۔ اور اگر وقت داخل ہونے سے پہلے نکلنے کی نیت کی تو جمعہ لازم نہیں ہوگا اور اگر وقت کے داخل ہونے کے بعد نکلنے کی نیت کی تو جمعہ لازم ہوگا۔ بعض نے کہا کہ نہیں لازم ہوگا یہی مختار ہے اگر کوئی مسافر جمعہ کے روز شہر میں آیا اور اس کا اسی روز وہاں سے جانے کا ارادہ نہیں ہے تو اس پر وہ جمعہ فرض نہیں ہے کیونکہ جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے اس پر جمعہ فرض نہیں ہوگا اور جب پندرہ دن کی اقامت کی نیت کر لے گا تو جمعہ فرض ہو جائے گا۔

گاؤں اور جنگلوں کے رہنے والے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے ان کو چائز ہے کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت اور اذان اور اقامت سے پڑھیں کیونکہ ان کے لئے یہ دن اور دنوں کی مانند ہے۔ اور مسافر اگر جمعہ کے روز شہر میں اس دن کی ظہر کی نماز پڑھیں (یعنی جبکہ جمعہ میں شامل نہ ہوتے ہوں) تو اکیلے اکیلے نماز پڑھیں اور یہی حکم قیدیوں اور دیگر معذوروں مثلاً مریضوں و ابلہوں و غلام و نابینا وغیرہ کے لئے ہے جن پر جمعہ پڑھنا فرض نہیں ہے کہ وہ اس دن کی ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں اور ان سب کو جماعت سے اس دن کی ظہر کی نماز پڑھنا خواہ جمعہ کی نماز سے پہلے ہو یا بعد میں مکر وہ تحریمی ہے اس لئے کہ جمعہ کی جماعت کم ہو جائے گی کیونکہ معذوروں کو پڑھتے دیکھ کر غیر معذور بھی شریک ہو جائیں گے۔

اور یہ بات جمعہ سے قبل اور بعد دنوں صورتوں میں ہو سکتی ہے اور دوسری وجہ معارضہ بھی ہے یعنی حکم جمعہ قائم کرنا
ہے تو دوسری جماعت کا ہونا اس سے مقابلہ اور عدول حکمی ہے اور شہر کے وہ لوگ جن سے جمعہ فوت ہو جائے ان کو
ظہر کی نماز الگ الگ پڑھنا مستحب ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ یہاں تکلیف جماعت
اور معارضہ کا عذر نہیں ہے اس لئے کراہت کم یعنی تنزیہی ہے۔ اور اگر کچھ لوگوں کی کسی اور دن کی ظہر کی قضا نماز ہو
تو اس کو جماعت سے پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

منی میں حج کے زمانے میں خلیفہ یا امیر حجاز کو جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔ امیر موسم کو (یعنی جو حج کے لئے حاکم بنایا
جاتا ہے اور اس کو امیر الحجاج بھی کہتے ہیں اس کو) جائز نہیں خواہ امیر موسم مسافر ہو یا مقیم لیکن اگر امیر عراق یا امیر مکہ
کی طرف سے اس کو اذن ہو تو جائز ہے اور بعض کے نزدیک اگر وہ مقیم ہو تو جائز ہے اور اگر مسافر ہو تو جائز نہیں پہلا قول
صحیح ہے (اور یہ پہلے زمانے میں ہوتا تھا کہ امیر موسم کی ولایت صرف امور حج پر منحصر تھی اب اگر اس کو ولایت عام
حاصل ہو تو جائز ہے) موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں جمعہ جائز نہیں (کیونکہ اور دنوں میں باوجود آبادی کافی
ہونے کے حضرت دوسری شرط یعنی امیر یا اس کا نائب وہاں رہتا نہیں پایا جاتا اس لئے وہ گاؤں کی حیثیت رکھتا ہے
لیکن آج کل موجودہ حیثیت کے مطابق فتویٰ ہونا چاہئے۔ مؤلف)۔ عرفات میں بالاتفاق جمعہ جائز نہیں کیونکہ وہ
جنگل ہے اور وہاں عمارتیں نہیں ہیں بخلاف منی کے کہ وہاں عمارتیں اور آبادی ہے۔

ایک شہر میں کسی جگہ جمعہ ادا ہو سکتا ہے یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور یہی اصح و مختار ہے۔ پس خواہ
شہر چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور خواہ بڑی نہریا پل کے ذریعہ سے اس کے دو حصے ہوتے ہوں یا نہ ہوتے ہوں اور خواہ جمعہ دو
مسجدوں میں ہوتا ہو یا زیادہ میں یعنی کئی مسجدوں میں ہوتا ہو جائز ہے۔ تکرار جماعت جمعہ مشروع نہیں ہے خواہ بہت سے
لوگوں ہی کا جمعہ کیوں نہ فوت ہو جائے اور نہ ہی کسی ایسی مسجد میں ان کو جمعہ ادا کرنا صحیح ہے جہاں پہلے سے جمعہ قائم نہ ہوتا
پس جو لوگ جمعہ کی نماز کسی جمعہ والی مسجد میں شامل ہونے سے رہ جائیں تو ان کو اس مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا جائز
نہیں ہے اگر کسی دوسری مسجد میں جہاں ہمیشہ جمعہ ہوتا ہے مل سکے تو وہاں شامل ہو جائیں اور اگر کسی اور جمعہ کی مسجد
میں جمعہ نہ مل سکے تو الگ الگ ظہر پڑھیں۔ نئی جگہ یعنی کسی ایسی مسجد میں جہاں پہلے سے جمعہ نہ ہوتا رہتا ہو جمعہ نہ پڑھیں
جس مقام میں جمعہ کے جائز ہونے میں شک ہو اس وجہ سے کہ اس کے شہر ہونے میں شک ہو یا صحت ادا کی
شرطوں میں سے کسی اور شرط میں شک ہو اور وہاں کے لوگ جمعہ پڑھیں تو جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعتیں ظہر کی
نیت سے پڑھ لینی چاہئیں تاکہ اگر جمعہ اپنے موقع پر واقع نہ ہو تو اس وقت کا فرض یقینی طور پر ادا ہو جائے اس نماز
کو عرف میں احتیاطی ظہر کہتے ہیں اگر یہ چار رکعت محض اس وجہ سے پڑھیں کہ شاید جمعہ نہ ہو اور وہاں کا پڑھنا مستحب ہے
اور اگر صحت جمعہ میں شک و شبہ قائم ہو جائے تو ان کا پڑھنا واجب ہے۔ اس کی نیت میں اختلاف ہے بعضوں نے

کہا کہ یہ نیت کرے کہ آخر ظہر جو میرے ذمہ ہے پڑھتا ہوں اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ یوں کہے "آخر ظہر کی نیت کرتا ہوں جس کا میں نے وقت پایا اور نماز ابھی تک نہیں پڑھی" بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے فرض کے بعد پہلے جمعہ کے بعد والی چار سنتیں پڑھے پھر چار رکعتیں اس نیت سے پڑھے کہ آخری ظہر جس کا میں نے وقت پایا اور ابھی تک نہیں پڑھی وہ پڑھتا ہوں اور ان چاروں رکعتوں میں بھی الحمد کے ساتھ سورت ملائے۔ پس اگر جمعہ صبح نہیں ہوا ہوگا تو یہ اس وقت کی ظہر ادا ہو جائیگی اور اگر جمعہ صبح ہو گیا ہے تو یہ کسی اور قضاے ظہر کی جگہ ہو جائیگی جو اس کے ذمہ باقی ہوگی اور سورت کا ملانا اس کو کچھ ضرر نہیں کرے گا اور اگر کوئی اور قضا بھی اس کے ذمہ نہیں ہوگی تو یہ نفل ہو جائیگی اور نفل کی ہر رکعت میں سورت کا ملانا واجب ہے جو اس نے ادا کر لیا۔ اور اگر اس کے ذمہ کسی اور ظہر کی قضا ہے تو وہ آخری دو رکعت میں سورت نہ ملا کیونکہ یہ چار رکعتیں ہر حال میں فرض ہی واقع ہوں گی۔ پھر (چار رکعت احتیاطی کے بعد) دو رکعت سنت وقت پڑھے پس اس طرح جمعہ کے بعد دس رکعتیں پڑھے۔

عوام کو ظہر احتیاطی سے مطلقاً منع کیا جائے کیونکہ اس سے ان کا اعتقاد بگڑتا ہے اور وہ اس خیال میں پڑ جاتے ہیں کہ جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے اور طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں البتہ کوئی اہل علم (یعنی جوان مسائل کو اچھی طرح سمجھتا ہو) شبہ کے موقع میں ظہر کی احتیاطی پڑھے تو یہ مذکورہ مسائل اس کے لئے ہیں اور اس کو چاہئے کہ کسی کو اپنے پڑھنے کی اطلاع نہ کرے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر میں پڑھے۔

(۳) سلطان (بادشاہ اسلام) خواہ وہ عادل ہو یا ظالم ہو (یعنی جس میں امامت کی شرطیں نہ ہوں) یا بادشاہ کا نائب ہو یعنی وہ شخص جس کو بادشاہ نے حکم دیا ہو اور وہ امیر ہے یا قاضی یا خطیب یا تک کہ بادشاہ یا اس کے نائب کے حکم کے بغیر جمعہ قائم کرنا جائز نہیں۔ بادشاہ نے جسے امام مقرر کر دیا وہ دوسرے سے بھی پڑھوا سکتا ہے اگرچہ اس کو اس کا اختیار نہ دیا ہو کہ دوسرے سے پڑھوائے۔ کسی شخص نے جمعہ کے روز امام کی اجازت کے بغیر خطبہ نماز پڑھا دیا اور امام حاضر ہے تو جائز نہیں لیکن اس کی اجازت سے پڑھاوے تو جائز ہے۔ اور اگر وہ امام اس کے پیچھے اقتدا کرے تو دلالتاً اجازت ہو جائے گی۔ غلام اگر کسی ضلع کا حاکم ہو جائے اور جمعہ پڑھائے تو جائز ہے اگر کوئی شخص زبردستی حاکم ہو گیا ہو اور خلیفہ (بادشاہ) کی طرف سے اس کے پاس فرمان نہ ہو تو اگر اس کی عادت حاکموں جیسی ہو اور اپنی رعیت پر والی کے طور پر احکام جاری کرنا ہو تو جائز ہے۔ عورت اگر بادشاہ ہو تو جمعہ قائم کرنے کے واسطے کسی دوسرے کے لئے حکم کرنا اس کو جائز ہے خود اس کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں۔ اگر کسی شہر کا حاکم مر گیا یا کسی فتنہ کے سبب کہیں چلا گیا اور جمعہ میں نہ آیا اور اس کا خلیفہ (ولیعہد) یا حاکم فوجداری (کو تو ال) یا قاضی جس کو اجازت دی ہوئی ہے (اگرچہ یہ اجازت دلالتاً ہو کیونکہ جس کو امور عامہ تفویض ہوتے ہیں اس کو اجازت اقامت جمعہ دلالتاً حاصل ہے کیونکہ یہ بھی امور عامہ میں سے ہے) نماز جمعہ قائم کرے تو جائز ہے اور اگر وہاں ان میں سے کوئی نہ ہو

اور سب آدمی جمع ہو کر ایک شخص کو مقرر کر لیں اور وہ نماز پڑھائے تو جائز ہے بوجہ ضرورت کے اور ان کے ہوتے ہوئے کسی کو مقرر کرنا جائز نہیں، اور اسی طرح اگر بادشاہ سے اجازت نہ لے سکتے ہوں اور سب آدمی جمع ہو کر ایک شخص کو مقرر کر لیں اور وہ جمعہ پڑھاوے تو بھی جائز ہے۔ چونکہ ہمارے زمانے میں اہل حکومت کو ان امور کی طرف توجہ نہیں ہے پس لوگ خود کسی شخص پر اجتماع کر لیں اور نماز جمعہ پڑھا کرین جائز ہے۔ اگر خلیفہ مرگیا اور اس کی طرف سے والی اور امیر مسلمانوں کے انتظام کے لئے مقرر تھے تو جب تک وہ معزول نہ کئے جائیں اسی طرح ولایت پر باقی رہیں گے اور جمعہ قائم کریں گے۔ امیر کا خطبہ کے واسطے اجازت دینا جمعہ کے واسطے اجازت دینا ہے اور جمعہ کے واسطے اجازت دینا خطبہ کے واسطے اجازت دینا ہے پس اگر امیر (حاکم) کسی کو یہ حکم دے کہ خطبہ پڑھ اور نماز پڑھا تو اس کو نماز پڑھانا جائز ہے۔ اگر کوئی نابالغ لڑکا یا ذمی کافر کسی شہر کا حاکم ہے پھر وہ لڑکا بالغ ہو گیا یا وہ ذمی کافر مسلمان ہو گیا تو جب تک بادشاہ کی طرف سے نیا حکم نہ ملے تب تک وہ جمعہ قائم نہیں کر سکتے لیکن اگر پہلے ہی سے بادشاہ نے اجازت دیدی تھی کہ لڑکا بالغ ہونے پر یا ذمی کافر مسلمان ہونے پر جمعہ قائم کرے تو وہ جمعہ قائم کر سکتا ہے نئے حکم کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اہل ہونے کا اعتبار جمعہ کے قائم کرنے کے وقت ہے نہ کہ اجازت کے وقت۔ بادشاہ خلیفہ) اگر سفر (دورہ) کرے اور جمعہ کے روز کسی گاؤں میں ہو (یعنی جہاں جمعہ جائز نہیں ہوتا) تو وہاں اس کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں اور اگر اپنے ملک کے کسی شہر میں سے گزرے تو خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر اس کو جمعہ پڑھانا جائز ہے اس لئے کہ دوسروں کی امامت اس کی اجازت سے ہوتی ہے پس اس کی امامت بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی اگر بادشاہ نے کسی جگہ کو شہر مقرر کر دیا پھر وہاں سے دشمن کے خوف یا کسی اور وجہ سے لوگ بھاگ گئے پھر چند روز بعد وہاں آگئے تو جب تک نئی اجازت بادشاہ کی طرف سے نہ ہوگی جمعہ قائم نہ کریں گے۔ اگر بادشاہ کسی شہر والوں کو جمعہ پڑھنے سے منع کرے تو وہ جمعہ نہ پڑھیں یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بادشاہ کسی مصلحت کی وجہ سے یہ حکم کرے اور یہ ارادہ کرے کہ آئندہ وہ جگہ شہر نہ رہے۔ لیکن اگر دشمنی سے یا وہاں کے لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لئے یہ حکم کرے تو ان کو اختیار ہے کہ کسی شخص پر اتفاق کر لیں اور وہ ان کو جمعہ پڑھائے۔ اگر بادشاہ نے امام جمعہ کو معزول کر دیا تو جب تک معزولی کا پروانہ (حکم نامہ) نہ آجائے یا دوسرا امیر اس پر مقرر ہو کر نہ آئے اس کو جمعہ پڑھانا جائز ہے اور جب اس کی معزولی کا حکم آجائے یا دوسرے امیر کا آجانا معلوم ہو جائے تو اس کا جمعہ پڑھانا باطل ہے۔ اگر امام نے جمعہ کی نماز شروع کر دی پھر دوسرا والی یا امام مقرر کر دیا گیا تو وہ اسی طرح نماز پڑھانا رہے۔

(۳) دارالاسلام ہونا۔ دارالکرب میں نماز جمعہ درست نہیں۔ دارالاسلام وہ جگہ ہے جہاں کا بادشاہ مسلمان ہو یا وہاں احکام اسلام جاری ہوں اور احکام شرعیہ میں کافروں کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوتی ہو اور وہاں مسلمان امن و امان کے ساتھ کفار کی اجازت کے بغیر رہ سکتے ہوں جہاں یہ باتیں نہ ہوں وہ دارالکرب ہے۔

جو مقام کسی زمانے میں دارالاسلام تھا اس کے دارالکرب ہونے میں تین شرطیں ہیں (۱) اس میں کفر کے احکام علانیہ جاری ہونے لگیں۔ (۲) دارالکرب سے متصل ہو اس کے اور دارالکرب کے درمیان میں کوئی دوسرا شہر نہ ہو۔ (۳) کوئی مسلمان اس میں کفار کی امان کے بغیر نہ رہ سکے، پس جن ملکوں پر کفار کا قبضہ ہے اور انھوں نے اس میں کفر کے احکام کا غلبہ نہیں کیا ہے بلکہ بہت سے قاضی اور والی مسلمان مقرر کئے ہوئے ہیں جو ضرورتاً و بلا ضرورت ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ہر شہر میں جو حاکم ان کفار کی طرف سے مقرر ہے اس کو جمعہ اور عیدین اور حدود قائم کرنے اور اس ضرورت کے لئے قاضی مقرر کرنے کی اجازت ہے تو ایسے ملک بلاد اسلام ہیں نہ کہ بلاد حرب اور جمعہ و عیدین وغیرہ ان میں قائم کئے جائیں گے۔ اور اگر وہاں کے سب حاکم کافر ہوں لیکن مسلمانوں کو احکام شرعیہ میں کافروں کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوتی ہے اور مسلمانوں کو جمعہ و عیدین قائم کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے ایک شخص قاضی و امام مقرر ہو سکتا ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ مسلمان حاکم کے لئے طلب و جستجو کرتے رہیں۔

(بعض فقہانے دارالاسلام ہونے کو شرط جمعہ نہیں لکھا غالباً اس لئے کہ بادشاہ اسلام ہونے میں یہ شرط خود داخل ہو جاتی ہے اور بعض نے بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کے شرط ہونے کی بھی مخالفت کی ہے کہ یہ شرط صرف احتیاطی عقلی ہے نہ یہ کہ اس کے بغیر شرعاً نماز صبح نہ ہو اور یہ شرط اس مصلحت سے کی گئی ہے کہ نماز جمعہ ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جس میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور فتنہ و فساد کا خوف ہوتا ہے لہذا اگر کوئی شخص بادشاہ کی طرف سے موجود ہوگا تو اس کا اسناد کر سکے گا اور انتظام درست رہے گا۔ اسی وجہ سے بعض فقہانے نزدیک بادشاہ کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب۔)

(۴) ظہر کا وقت ہونا۔ لیکن جمعہ کے لئے بخلاف ظہر کے ہر موسم میں تعجل یعنی اول وقت جمعہ پڑھنا افضل ہے یہ جمہور کا مذہب ہے اور یہی معتبر ہے۔ اگر جمعہ کی نماز یا خطبہ زوال سے پہلے پڑھا تو جائز و درست نہیں ہے۔ اگر جمعہ کی نماز کے اندر ظہر کا وقت جاتا رہے تو جمعہ فاسد ہو جائے گا یعنی جمعہ کی صحت نہ ادا رہتی رہے گی نہ قضا۔ بلکہ یہ نماز نقل ہو جائے گی اور ظہر کی قضا دینی پڑے گی۔ اگر تشہد کی مقدار قعدہ کرنے کے بعد وقت خارج ہو اتب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہی حکم ہے یہی صبح ہے اور جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جائے گی بلکہ ظہر کی قضا پڑھیں گے اور اسی نیت جمعہ پڑھنے کی نیت کی بنا نہ کرے کیونکہ یہ دونوں نمازیں مختلف ہیں اس لئے بنا جائز نہیں بلکہ نئے سرے سے ظہر کی قضا کا تحریم باندھے۔ مقتدی اگر جمعہ کی نماز میں سو گیا اور وقت جاتے رہنے کے بعد ہشیار ہوا یا اتنی بھڑھکی کہ رکوع و سجود نہ کر سکا اس لئے لاحق ہو گیا اور جب امام نے سلام پھیر دیا تو پھر عصر کا وقت داخل ہو گیا تو اس کی نماز جمعہ فاسد ہو گئی نئے تحریم سے ظہر کی قضا کرے کیونکہ صرف وقت کے اندر شروع کرنا کافی نہیں ہے بلکہ ساری نماز کا وقت کے اندر پورا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر امام کے فارغ ہونے کے بعد نیت سے ہشیار ہوا

یا بھتر دور ہونے پر رکوع سجدہ کا موقع بلا اور ابھی وقت باقی ہے تو جمعہ پورا کر لے۔

(۵) نماز سے پہلے بلا فصل خطبہ پڑھنا۔ اگر بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھیں یا وقت سے پہلے خطبہ پڑھ لیں یا نماز کے بعد خطبہ پڑھیں یا خطبہ پڑھنے میں خطبہ کا ارادہ نہ ہو یا خطبہ اور نماز میں زیادہ فاصلہ ہو جائے تو جائز نہیں۔ خطبہ میں بھی فرض و سنتیں و مکروہات وغیرہ ہیں۔

خطبہ کے فرائض یہ ہیں: (۱) وقت اور وہ زوال کے بعد اور نماز سے پہلے ہے پس اگر زوال سے پہلے یا نماز کے بعد خطبہ پڑھا تو جائز نہیں۔ (۲) لوگوں کے سامنے خطبہ کی نیت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ اگر صرف اچھڑا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہدے تو خطبہ کا فرض ادا ہونے کے لئے کافی ہے۔ صرف اتنے پر ہی اکتفا کرنا مکروہ ہے، یہ امام صاحب کا قول ہے۔ یہ کراہت بعض کے نزدیک تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی۔ اور یہ کافی ہوتا اس وقت ہے جبکہ خطبہ کی نیت سے پڑھیں لیکن اگر چھینکا اور اس پر اچھڑا کہ یا کسی چیز پر تعجب آنے کی وجہ سے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ پڑھا تو بلا جملہ خطبہ کا قائم مقام نہ ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک ذکر طویل ہونا ضروری ہے یعنی کم سے کم تشہد کی مقدار (التحیات لہ سے عمدہ و رسولہ تک) خطبہ ضرور پڑھا جائے اس سے کم جائز نہیں۔ (۳) خطبہ ایسے لوگوں کے سامنے پڑھنا جن کے موجود ہونے سے جمعہ درست ہو جاتا ہے یعنی مرد عاقل بالغ ہونا اور خواہ صرف ایک ہی آدمی ہو یہی صحیح ہے پس اگر امام نے تنہا خطبہ پڑھا یا صرف عورتوں اور بچوں کے سامنے خطبہ پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں اور جمعہ نہ ہو اور اگر ایک یا دو آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھے اور تین آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھے تو جائز ہے۔ بعض کے نزدیک خطبہ میں بھی حضور جماعت یعنی کم از کم تین آدمیوں کا ہونا شرط ہے ورنہ خطبہ صحیح نہیں ہوگا (اکثر فقہا اسی طرف گئے ہیں اور اس میں احتیاط زیادہ ہے۔ مؤلف)۔ اگر صرف مریض یا غلام یا مسافر موجود ہوں تو بھی خطبہ جائز ہے کیونکہ صرف ان کی موجودگی سے جمعہ منعقد ہو سکتا ہے اور خطبہ کے وقت حاضرین خواہ سب بہرے ہوں یا سوتے ہوں یا دور ہوں کہ آواز وہاں نہ پہنچتی ہو تب بھی خطبہ جائز و درست ہے کیونکہ ان کا موجود ہونا کافی ہے۔ (۴) شرط نمبر ۳ کی بنا پر خطبہ کا جہر کے ساتھ ہونا بھی شرط ہے یعنی خطبہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی امر بلع نہ ہو تو پاس والے سن سکیں۔ اور ایک روایت کے مطابق اگر امام اکیلا خطبہ پڑھے تو جائز ہے اور اس کی بنا پر جہر یعنی لوگوں کو سنانا فرض نہیں رہے گا بلکہ سنت ہو جائے گا جیسا کہ خطبہ کی سنتوں میں بھی اس کا ذکر ہے۔ (۵) خطبہ اور نماز کے درمیان زیادہ وقفہ نہ ہونا اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ (۶) خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا۔

خطبہ کی سنتیں و تجاہات: (۱) طہارت یعنی خطیب کا پاک ہونا پس محدث اور جنبی کو خطبہ پڑھنا مکروہ ہے اور اس کا لوٹانا مستحب ہے لیکن اگر پھر غسل کر کے خطبہ نہ لوٹائے اور جمعہ پڑھا دے یا دوسرا پاک آدمی جمعہ پڑھا

توجہ صحیح ہو جائے گا۔ (۳) ستر عورت اور یہ خطبہ کے لئے سنت ہے اگرچہ فی حد ذاتہ فرض ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو اور خواہ تنہائی میں ہو سوائے ضروریات شرعیہ و بشریہ کے پس مطلب یہ ہے کہ خطبہ کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گا اگرچہ بے ستر ہونے کا گناہ اس پر الگ لازم آئیگا اور یہی مطلب ہے طہارت کا خطبہ کے لئے سنت ہونے کا کہ اگرچہ جنبی کو مسجد میں داخل ہونے کے لئے طہارت واجب ہے اور خطبہ مسجد میں ہوتا ہے پس جنب کی حالت میں خطبہ پڑھنے والا جنب کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا لیکن خطبہ کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گا فافہم۔ (۳) خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب کا منبر پر بیٹھنا۔ (۴) خطیب کا منبر پر ہونا۔ سنت یہ ہے کہ منبر محراب کی بائیں جانب ہو اور خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی نیت سے خطبہ پڑھے۔ (۵) اگر منبر نہ ہو تو عصار لائھی) ہاتھ میں لینا منبر پر بھی عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے لیکن غیر مؤکدہ ہے اگر مؤکدہ سمجھ کر کرے گا تو مکروہ ہے۔ (اس طرح مکروہ والے قول میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ مؤلف)۔ (۶) جو شہر تلوار سے فتح ہوا ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ اس میں خطیب اگر امام المسلمین یعنی بادشاہ اسلام یا اس کا نائب ہو تو خطبہ کے وقت تلوار گردن میں لٹکالے بعض نے کہا کہ اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر اس پر سہارا کر لے، بہتر یہ ہے کہ گلے میں لٹکا کر اس کی نوک زمین پر ٹھہرا کر اس پر ہاتھ کا سہارا دے۔ اس طرح دونوں باتیں حاصل ہو جائیں گی (تاکہ اُن پر اظہار ہووے کہ اگر تم اسلام سے پھر جاؤ گے تو یہ تلوار مسلمانوں کے ہاتھ میں باقی ہے وہ تم سے قتال کریں گے حتیٰ کہ تم پھر اسلام کی طرف لوٹ آؤ) اور جو شہر تلوار سے فتح نہیں ہوا جیسا کہ مدینہ منورہ کہ یہ قرآن سے فتح ہوا ہے تو وہاں تلوار لے کر خطبہ نہ پڑھے۔ یہ فعل بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کے لئے مخصوص ہے دوسرے خطیبوں کے لئے مشروع نہیں۔ (۷) جب خطیب خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے دوبارہ اذان دینا اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا سنت ہے جیسا کہ اقامت کا اور سامنے سے مراد یہ ہے کہ منبر یا امام کے بالکل سامنے ہو یا دائیں طرف یا بائیں طرف اُس کے قریب ہو پس یا تو زاویہ قائمہ میں واقع ہوگا یا حادہ یا منفرجہ میں تینوں طرح صحیح ہے۔ (سامنے سے یہ مراد نہیں کہ منبر سے متصل ہو یعنی صفت اول میں ہو بلکہ ایک دو یا کچھ صفوں کے بعد ہوتی بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ دہلی و لاہور وغیرہ کی شاہی مسجد میں ہوتا ہے اور بلکہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں بھی ایسا ہی ہے اور جائز ہونے کے لئے توساری صفوں کے بعد اور مسجد کے اندر یا باہر ہونا برابر ہے)۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ اذان ثانی پست آواز سے کہتے ہیں یہ نہ چاہئے بلکہ اسے بھی بلند آواز سے کہے کہ اس سے بھی اعلان مقصود ہے خصوصاً اُن لوگوں کے لئے جو موجود ہو گئے ہیں تاکہ خطبہ کے سننے کی طرف متوجہ ہو جائیں چونکہ جمع کثیر ہوتا ہے اس لئے پست آواز سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا اور جنہوں نے پہلی اذان نہ سنی ہو تو وہ بھی سن کر حاضر ہو سکتے ہیں۔

(۸) کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا اگر بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ پڑھے خواہ دونوں خطبوں میں یا ایک میں اگر عذر کی وجہ سے

تو بلا کراہت جائز ہے ورنہ کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ (۹) قوم (سامعین) کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف بیٹھ کرنا۔ اس کے خلاف یعنی قبلہ کی طرف منہ کرنا اور قوم کی طرف بیٹھ کرنا مکروہ ہے اور صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر یعنی اس طرح کہ کچھ صفیں خطیب سے آگے ہوں خطبہ پڑھنا بدعت ہے کیونکہ تمام قوم کا سامنے ہونا سنت متواتر ہے۔ اور حاضرین کا خطیب کی طرف منہ کرنا یہ اس وقت ہے جبکہ امام سامنے ہو، اور اگر اس کے قریب داسنی یا بائیں طرف ہو تو اس کی طرف کو مڑ کر سنے کے لئے مستعد ہو کر بیٹھ جائے۔ لیکن ہمارے زمانے میں خواہ دائیں ہوں یا بائیں سب کا قبلہ کی طرف کو منہ کئے ہوئے بیٹھنا اور خطیب کی طرف مڑ کر منہ نہ کرنا مناسب ہے کیونکہ کثرتِ ہجوم کی وجہ سے امام کے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد صفیں سیدھی کرنے میں حرج و دقت واقع ہوتی ہے چنانچہ حدیث مدیدہ اسی پر امت کا تعاضل چلا آیا ہے۔ (۱۰) خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لینا۔ (۱۱) قوم کو خطبہ سنانا یعنی خطبہ جہر (بلند آواز سے) پڑھنا ایسی آواز سے کہ لوگ سن سکیں اگر نہ سناوے تو جائز ہے اور یہ اس روایت کی بنا پر ہے کہ اکیلا امام خطبہ پڑھ لے تو بھی کافی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ کم از کم ایک آدمی یا تین آدمی ضرور ہوں اور جب یہی صحیح ہے تو اس بنا پر سنانا شرط و فرض ہوا جیسا کہ اوپر قرآن خطبہ میں بیان ہوا پس اتنی آواز سے پڑھنا کہ پاس والے سن سکیں فرض ہے اور مناسب درجہ تک بلند آواز سے پڑھنا دونوں خطبوں میں سنت ہے۔ لیکن دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ کی نسبت آواز کم بلند ہوں (یعنی پست ہو)۔ (۱۲) دو خطبے پڑھنا (یعنی محض خطبہ پڑھنا شرط ہے اور خطبے دو ہونا سنت ہے)۔ (۱۳) دونوں خطبے عربی زبان میں پڑھنا۔ (۱۴) خطبہ اکھبر اللہ سے شروع کرنا۔ (۱۵) اللہ تعالیٰ کی ثنا و تعریف کرنا جو اس کے لائق ہے۔ (۱۶) شہادتین یعنی شہدان لا الہ الا اللہ و شہدان محمد رسول اللہ پڑھنا۔ (۱۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔ (۱۸) وعظ و نصیحت کا ذکر کرنا۔ (۱۹) کچھ قرآن پاک پڑھنا اور اس کا چھوڑنا بری بات ہے اور خطبہ میں قرآن پڑھنے کی مقدار کم از کم ایک آیت ہے اور یہ دونوں خطبوں کے لئے الگ الگ سنت ہے۔ (۲۰) پہلا خطبہ ختم ہونے پر دوسرا خطبہ شروع ہونے سے پہلے (یعنی دونوں خطبوں کے درمیان) جلسہ کرنا (بیٹھنا)۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار ظاہر روایت میں تین آیت پڑھنے کے بقدر ہے اور مختار یہ ہے کہ اپنے بیٹھنے کی جگہ میں اطمینان سے بیٹھ جائے اور اس کے سب اعضا اپنے مقام پر پکھڑ جائیں اس سے اور زیادہ نہ کرے پھر دوسرے خطبہ کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس پر یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کا چھوڑنا برا ہے۔ (۲۱) دوسرے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اور کلمہ شہادتین کا اعادہ کرنا۔ (۲۲) دوسرے خطبہ میں بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا۔ (۲۳) تخفیف خطبہ یعنی خطبہ کو زیادہ لمبا نہ کرنا۔ دونوں خطبے طویل مفصل میں سے کسی سورت کے

برابر ہیں اس سے زیادتی مکروہ ہے (خصوصاً سردیوں میں اس کا خیال رکھیں مؤلف) جیسا کہ تین آیات کی مقدار یا تشہد واجب کی مقدار سے کم کرنا امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق مکروہ ہے۔ (۲۴) دوسرے خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و ازواج مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں چچا حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر اور ان کے لئے دعا کرنا مستحسن و مستحب ہے صدر اول سے برابر اس پر معمول چلا آ رہا ہے۔ بادشاہ وقت کے لئے عدل و احسان وغیرہ کی دعا کرنا جائز ہے۔ بلکہ فی زمانہ وہ اپنے اور اپنے نائبین کے لئے نیکی اور دشمنوں پر نصرت کی دعا کے زیادہ مستحق ہیں مگر بادشاہ کی ایسی تعریف کرنا جو غلط ہو مکروہ تحریمی ہے اور ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو حرام ہے مثلاً السلطان العادل الاکرم شاہنشاہ الاعظم مالک رقاب الامم کہتا منع ہے اور ان میں بعض الفاظ کفر کے ہیں اور بعض ان میں بالکل جھوٹ ہیں اور سلطان البرق والبحرین و خادم الحرمین و الشریفین وغیرہ الفاظ میں کوئی مانع نہیں ہے واللہ اعلم۔ (۲۵) دوسرا خطبہ ان الفاظ سے شروع کرنا بہتر و مستحب ہے: الْحَمْدُ لِلَّهِ مُحَمَّدًا وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ شُرُورِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔ (۲۶) جس طرح نماز میں تشہد کے وقت دوزانو بیٹھتے ہیں خطبہ میں بھی اسی طرح بیٹھنا مستحب ہے۔ چار زانو (چوکڑی مار کر) یا دو گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھنا بھی جائز ہے۔ صحیح تر یہ ہے کہ خطبہ دو رکعت کے قائم مقام نہیں ہوتا اور حقیقت اور عمل میں نماز نہیں ہے اس لئے نماز کی تمام شرطیں اس میں لازم نہیں آتیں اور جو اثریں وارد ہے کہ خطبہ نصف نماز کی طرح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب میں دو رکعت یعنی نصف نماز ظہر کی برابر ہے۔ (۲۷) خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا۔

کی برابر ہے۔ (۲۷) خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا۔

منوعات و مکروہات خطبہ (۱) جو امور خطبہ کے وقت حرام و مکروہ و ممنوع ہیں اور جن کی تفصیل آگے آتی ہے ان میں امام صاحب اور صاحبین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کس وقت سے کس وقت تک مکروہ و ممنوع ہیں پس امام صاحب کے نزدیک جب امام خطبہ پڑھنے کے لئے نکلے (منبر پر بیٹھنے کے لئے کھڑا ہو) اس وقت سے نماز کے ختم ہونے تک یہ حکم ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک امام کے نکلنے کے بعد سے خطبہ شروع کرنے سے پہلے تک اور خطبہ پورا کرنے کے بعد سے نماز شروع ہونے سے پہلے تک کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور صرف امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت بھی کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور یہ اختلاف کلام متعلق بالآخرت میں ہے اور اگر وہ کلام متعلق بالآخرت نہ ہو تو بالاجمل امام کے نکلنے سے ہی مکروہ ہے اور نماز پڑھنا بالاجمل امام کے نکلنے سے ہی منع ہے۔ زیادہ احتیاط امام صاحب کے قول میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبین کے قول میں وسعت ہے پس جو لوگ اس پر عمل کریں ان پر نکیر نہ کی جائے۔

(۲) جو چیزیں نماز کی حالت میں حرام و ممنوع ہیں وہ خطبہ میں بھی حرام و ممنوع ہیں پس جب امام خطبہ پڑھتا ہو تو کچھ کھانا پینا نہ چاہئے، نہ کوئی کلام کرنا چاہئے خواہ ایسا کلام ہو جیسے آپس میں باتیں کیا کرتے ہیں یعنی ذبیوی کلام اور خواہ دینی کلام ہو جیسے سبحان اللہ کہنا لیکن تسبیح اور اس کی مثل پڑھنے پر حرمت کا آنا مشکل ہے کہ یہ تو نماز میں بھی حرام نہیں بلکہ مکروہ بھی نہیں تاہم خاموش رہنا احوط ہے۔ (کذا فی الثامی) اور سلام و چھینک کا جواب دینا یہ سب منع اور حرام ہے، بہا تک کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا بھی منع ہے لیکن اگر زبان سے کلام سکے بغیر ہاتھ یا سر یا آنکھوں سے اشارہ کر کے امر معروف کرے مثلاً کسی کو برائی کرتے دیکھا اور اس کو ہاتھ سے منع کیا یا کوئی خیر سنی اور سر سے اشارہ کر دیا تو صحیح یہ ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں کسی شخص کو تکلیف سے بچانے کے لئے بولنا اور خبر دینا جائز بلکہ ضروری ہے مثلاً کوئی تابینا کوئیں میں گرنے لگے یا کسی کو بچھو وغیرہ کاٹنا چاہتا ہے تو زبان سے کہہ سکتے ہیں اور اگر اشارہ یا دبانے سے بتا سکیں تو اس صورت میں بھی زبان سے کہنے کی اجازت نہیں۔ خطیب کے لئے بھی خطبہ میں کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے لیکن امر معروف یعنی نیکی کا حکم کرے اور برے کام سے روکے تو جائز ہے۔

..... فقہ کی کتابوں پر نظر کرنا اور ان کو سمجھنا اور لکھنا بعض کے نزدیک جائز ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ و منع ہے اور اس میں احتیاط زیادہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک خطبہ میں آئے تو سامعین کو زبان سے درود شریف پڑھنا مکروہ ہے البتہ اپنے دل میں پڑھ لینا جائز ہے بلکہ بہتر ہے تاکہ دونوں حکموں یعنی درود شریف پڑھنا اور سماع خطبہ پر عمل ہو جائے۔ اسی طرح جب صحابہ کرام کا نام آئے اس وقت رضی اللہ عنہم زبان سے کہنا مکروہ ہے اور اپنے دل میں کہنا جائز ہے اسی طرح چھینک کے وقت دل میں اکھرنہ کہہ لے زبان سے سلام و چھینک کا جواب دل میں بھی نہ دے اور نہ قراعت سے پہلے جواب دے اور نہ بعد میں۔ اور خطبہ کے وقت سلام کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور امام جب خطبہ کے لئے منبر پر چڑھے تو لوگوں کو سلام نہ کرے۔ خطبہ سننے کے حکم میں جو شخص امام سے دور ہو اور اسے سنائی نہ دیتا ہو تو وہ بھی قریب کی مانند ہے اور اس کے حق میں بھی خاموش رہنے کا حکم ہے یہی مختار ہے اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔

(۳) جب خطبہ پڑھا جائے تو ہر قسم کی نماز پڑھنا و سجدہ منع ہے سوائے اس شخص کے جس کے ذمہ کوئی قضا نماز ہو اور وہ صاحب ترتیب ہو پس اس کو اس قضا کا پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ واجب ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کی نماز جمعہ درست نہیں ہوگی۔ اور جو صاحب ترتیب نہ ہو اس کو قضا نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و منع ہے۔ پس اس وقت نہ سنت جمعہ پڑھے اور نہ کوئی اور نفل تجمیۃ المسجد وغیرہ اور نہ سجدہ تلاوت کرے اور اگر کوئی نفل نماز اس وقت شروع کرے گا تو منع ہو جائے گی اور اس کو توڑنا اور دوسرے غیر مکروہ وقت قضا کرنا واجب ہوگا اور اگر اسی وقت پورا کر لے گا تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو جائے گی اور اس کو کامل وقت میں لوٹانا واجب ہے۔ اگر کسی نے خطبہ

شروع ہونے سے پہلے ہی سنت مؤکدہ قبل جمعہ شروع کی ہوتی ہے اور امام نے خطبہ شروع کر دیا تو راجح یہ ہے کہ ان کو پورا کر لے اور اگر کوئی اور نفل نماز پڑھ رہا ہے تو اگر اس نے پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ دے اور پھر ان دو رکعت کی قضا دیوے اور اگر سجدہ کر لیا تو دو رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے اور کچھ اس پر لازم نہیں۔ اور اگر تیسری کے لئے کھڑا ہو گیا تو اگر اس کا سجدہ کر لینے کے بعد ہو تو چوتھی رکعت بھی پوری کرے اور اگر ابھی تیسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو بعض کے نزدیک چاروں پوری کر لے یہی اشد ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کے نزدیک نماز توڑ دے اور بعد میں دو رکعت کی قضا دے بعض کے نزدیک یہی راجح ہے۔ اور ان میں قرابت مختصر کر کے یعنی قدر واجب پر کفایت کرے۔

(۴) قوم پر اول سے آخر تک خطبہ سننا واجب ہے۔ (خطبہ جمعہ کے علاوہ اور خطبوں یعنی خطبہ عیدین و نکاح وغیرہ کا سننا بھی واجب ہے) اور امام سے قریب ہونا دور ہونے کی نسبت افضل ہے اور امام سے قریب ہونے کے واسطے لوگوں کی گردیں پھلانگ کر جانا خطبہ کے وقت مکروہ تحریمی ہے البتہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا تب تک پھلانگنا جائز ہے جبکہ لوگوں کو ایذا نہ دے مثلاً کسی کا کپڑا نہ دبائے یا کسی کے بدن پر پاؤں نہ رکھے۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا آگے بڑھے اور محراب سے قریب ہونا کہ پیچھے سے آنے والوں کے لئے گنجائش ہو اور امام سے قریب ہونے کی فضیلت حاصل کرے اور جب پہلے لوگوں نے ایسا نہیں کیا تو بلا عذر اپنی جگہ ضائع کی پس جو شخص بعد میں آیا اس کو اس جگہ کے لینے کا اختیار ہے اور مجبوراً لوگوں کو پھلانگ کر جانا جائز ہے اس لئے کہ قصور ان لوگوں کا ہے کہ انہوں نے جماعت کو پہلے سے نہیں بھرا۔ اور اگر لوگوں کو پھلانگے اور ایذا دینے بغیر آگے پہنچ سکے تو اگر آگے جگہ نہیں ہے لیکن جانتا ہے کہ لوگ بخوشی جگہ دیدیں گے تب بھی آگے جانا بہتر ہے ورنہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے۔ اور جو شخص امام کے خطبہ پڑھنے وقت آئے تو اس کو چاہئے کہ مسجد میں اپنی جگہ پر (یعنی پیچھے جہاں آسانی جگہ مل جائے۔ مؤلف) بیٹھ جائے اس واسطے کہ چلنا اور آگے بڑھنا اور لوگوں کی گردیں پھلانگنا ایک عمل ہے جو خطبہ کی حالت میں حرام و ممنوع ہے۔ لوگوں سے بیہوش کرنے کے لئے پھلانگنا سب حالتوں میں خواہ کسی کو ایذا دے یا نہ دے بالا جماع مکروہ ہے۔ اگر سائل نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے نہ گزرتا ہو اور لوگوں کی گردیں نہ پھلانگتا ہو اور لوگوں سے گڑگڑا کر اور لمپٹ کر نہ مانگتا ہو اور وہ چیز مانگتا ہو جس کا مانگنا اس کے لئے ضروری ہے تو اس کے مانگنے اور دینے میں مضائقہ نہیں اور اگر اس طریقہ کے موافق نہ ہو تو مسجد میں مانگنا اور مانگنے والے کو دینا مکروہ ہے (اور جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک بالفعل موجود ہے یا بالقوت موجود ہے یعنی وہ صبح کسب سے کما سکتا ہے تو اس کو سوال کرنا حلال نہیں ہے اور اس کو دینے والا اگر اس کی اس حالت کو جانتا ہے تو بوجہ حرام پر مرد کرنے کے گنہگار ہوگا)۔

(۵) جب خطیب مسلمانوں کے لئے خطبہ میں دعا کرے تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا زبان سے بول کر آمین کہنا جائز نہیں ہے اور اگر ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ بغیر ہاتھ اٹھانے دل میں مانگ سکتے ہیں یا آمین کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح دونوں خطبوں کے درمیان میں جب خطیب بیٹھتا ہے اس وقت امام کو یا حاضرین کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر کوئی بغیر ہاتھ اٹھانے ہوئے دل میں دعا مانگے تو جائز ہے بشرطیکہ زبان سے نہ آہستہ نہ زور سے کچھ نہ کہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے۔

(۶) خطبہ میں درود شریف پڑھتے وقت خطیب کا دائیں بائیں منہ کرنا بدعت ہے اور اس کا ترک لازمی ہے تاکہ اس کے سنت ہونے کا وہم نہ ہو۔

(۷) رمضان المبارک کے اخیر جمعہ کے خطبہ میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے اور سلف صالحین سے خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی کتب فقہ میں اس کا کہیں ثبوت ہے اور اس پر ہمیشگی کرنے سے عوام الناس کو اس کے ضروری ہونے کا خیال بچتا ہو جاتا ہے اس لئے یہ بدعت ہے اور اس میں کسی طرح کے علمی اور عملی منکرات لازم آتے ہیں مثلاً اس کا لازم سمجھنا اور اس لزوم کا اعتقاد کرنا جیسا کہ آجکل دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر طعن کرتے ہیں اور اس خطبہ کے سننے میں اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے پس اگر فی نفسہ مباح بھی ہے تو ان خرابیوں کی وجہ سے اس کا ترک لازمی ہے اور لوگوں کو زبردستی سمجھانا ضروری ہے تاکہ بجائے ضد کے آہستہ آہستہ اصلاح ہو جائے۔

(۸) جب خطیب خطبہ کے لئے منبر پر کھڑا ہو تو لوگوں کو سلام نہ کرے یہی راجح و احوط ہے۔

(۹) بہتر ہے کہ امام خطبہ سے پہلے اگر کوئی خلوت خانہ بنا ہو یا وہاں میں ورنہ مسجد میں داہنی طرف بیٹھے، اور خطبہ سے قبل خطیب کو محراب کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱۰) خطبہ کی جو سنتیں ہیں ان کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔

(۱۱) جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی خطبہ اور جمعہ کے لئے سعی واجب ہے یعنی بیع و ثیری (خرید و فروخت) اور جو کام سعی کے منافی ہیں ان کو چھوڑ دینا اور جمعہ کے واسطے چلنا واجب ہے۔ پس اگر خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہوگا اور سعی کو ترک کر لگا تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور پہلی اذان کے بعد اگر راستہ چلتے ہوئے خرید و فروخت کی اور وہ سعی میں خارج ہے تو یہ بھی ناجائز و مکروہ تحریمی ہے اور اگر سعی میں خارج نہیں تو مکروہ نہیں۔ کھانا کھا رہا تھا کہ جمعہ کی اذان سنائی دی تو اگر یہ اندیشہ ہے کہ کھانا کھائے گا تو جمعہ فوت ہو جائے گا تو کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے مسجد کے اندر یا اس کے دروازہ پر خرید و فروخت کرنا تو سخت گناہ ہے۔ اگرچہ بعض کے نزدیک خطبہ

کی اذان کے وقت جمعہ کے واسطے سعی کرنا واجب ہوتا ہے اور بیع مکروہ ہوتی ہے لیکن معتبر وہ اذان ہے جو زوال کے بعد پہلی ہو خواہ منارہ پر ہو یا اور کہیں ہو یا ہر دو یا مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہو یا ہر فتویٰ ہے جو اذان زوال سے قبل ہو اس کا اعتبار نہیں یہی اصح ہے۔ سعی واجب سے مراد تیز چلنا اور مسجد کی طرف دوڑنا نہیں ہے یعنی ایسا کرنا واجب نہیں ہے اور اس کے مستحب ہونے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اطمینان اور وقار کے ساتھ چلے (اور سعی سے مراد یہاں ان امور کو ترک کر کے جو خطبہ اور نماز میں حاضر ہونے کے منافی ہیں مسجد جمعہ میں آنا ہے۔ مؤلف)۔

(۱۲) عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملانا جیسا کہ ہمارے زمانے میں عوام کا دستور ہے خلاف سنت متواترہ اور مکروہ تحریمی ہے یعنی فرض خطبہ تو ادا ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں نقصان ہو جاتا ہے۔ اور اگر کبھی کبھی ہوتی ہے مکروہ تنزیہی تو ہے اور بعض دیگر مواعظ کے لاحق ہونے سے مکروہ تنزیہی بھی تحریمی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خطبہ اشعار میں بھی نہ پڑھنا چاہئے اگرچہ عربی ہی کے ہوں اگر تغنی کے ساتھ (گا کر) پڑھے گا تو کراہت و ممانعت ظاہر ہے شبہ ہے اور اگر سادہ طریقے سے پڑھے گا تب بھی خلاف سنت تو ہے ہاں اگر کبھی دو ایک شعر نپرد و نصائح کے عربی زبان میں پڑھے تو مضائقہ نہیں۔ خطبہ کے لئے بھی غیر عربی زبان میں ہونے کا وہی حکم ہے جو نماز کے غیر عربی میں ہونے کا ہے جس کی تفصیل قرأت نماز کے بیان میں گذر چکی ہے اور دونوں میں عجز عن القرات عذر ہے نہ کہ عجز عن الفہم۔ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اس امر مکروہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ خطبہ کی اذان سے پہلے جو وعظ و تذکیر یا خطبہ عربیہ کا ترجمہ اپنی زبان میں کرنا آجکل اکثر جگہ مروج ہے اور اس کے بعد خطبہ کی اذان ہوتی ہے اور خطبہ عربی میں ہوتا ہے تو اگر عوام الناس اس کو ہمیشہ کے لئے لازم نہ سمجھیں اور وعظ و تذکیر کرنے والا منبر سے دور ہوتا کہ خطبہ کی ہیئت سے مشابہت نہ ہو وہے اور سنتیں پڑھنے والوں کو کوئی دقت نہ ہو مثلاً مسجد میں اس کے لئے الگ جگہ برآمدے وغیرہ ہوں یا خطبہ کی اذان سے کچھ پہلے وعظ بند کر کے موقع دیدیا جائے تو کوئی امر حواز کا مانع نہیں اور کراہت کی بھی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ پس اس صورت میں حواز کا حکم ہوگا۔ اگر تمام خطبہ غیر عربی زبان میں ہوگا تو فساد نماز کے حکم کی گنجائش ہے کیونکہ ایسا خطبہ بقول لازم خطبہ ہی نہیں ہے اور خطبہ نماز جمعہ کے لئے شرط ہے پس جب شرط مفقود ہوگی تو شرط کا عدم وقوع لازم آئے گا۔ خوب سمجھ لینا چاہئے اور اس کی بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ خطبہ کتاب میں دیکھ کر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ اور بغیر کتاب کے (زبانی) پڑھنا مندوب و مستحب ہے ہر جمعہ میں ایک ہی خطبہ پڑھنا جائز ہے۔

۶۔ جماعت یعنی امام کے سوا کم از کم تین آدمیوں کا خطبہ کے شروع سے پہلی رکعت کے سجدہ تک موجود رہنا۔ یہ شرط نہیں ہے کہ وہ سب لوگ جو خطبہ میں حاضر ہوں وہی نماز میں بھی ہوں بلکہ اگر وہ تین آدمی جو خطبہ کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت اور ہوں تو بھی درست ہے۔ پس اگر امام نے جمعہ کا خطبہ پڑھا پھر وہ لوگ چلے گئے

جو خطبہ کے وقت موجود تھے اور دوسرے لوگ آگے اور امام نے ان کے ساتھ جمعہ پڑھا تو جائز و درست ہے اور جس روایت میں صرف ایک آدمی خطبہ کے لئے کافی ہے اس کے مطابق صرف جماعت کے وقت تین آدمی ہونا شرط ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ خطبہ کے وقت بھی کم از کم تین آدمی ضرور ہوں اور اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یعنی کم سے کم تین آدمی ایسے ہوں کہ امام ہونے کی لیاقت رکھتے ہوں پس اگر وہ غلام یا مسافر یا مریض یا گونگے یا اُمّی (آن پڑھ) ہوں تو جمعہ صحیح ہو جائے گا اور اگر صرف عورتیں یا لڑکے ہوں تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ یہ امام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے اگرچہ ان کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہوں۔ اگر امام نے جمعہ کی نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہی اور جماعت کے لوگ حاضر تھے مگر انھوں نے امام کے ساتھ نماز شروع نہیں کی تو اگر انھوں نے امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی تو جمعہ صحیح ہے ورنہ از سر نو نماز شروع کرے اور اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ اور اگر انھوں نے امام کے ساتھ تکبیر کہی پھر چلے گئے اور مسجد سے نکل گئے پھر امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے آگے اور نئے سرے سے تکبیر کہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو گئے تو جمعہ جائز ہے۔ امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک جماعت یعنی کم از کم تین آدمیوں کا آخر نماز تک باقی رہنا لازمی نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ جمعہ منعقد ہونے کی شرط ہے دوام کی شرط نہیں ہے لیکن صاحبین کے نزدیک جمعہ منعقد ہونے کی شرط سے مراد انعقاد تحریمہ کی شرط ہے اور امام صاحب کے نزدیک انعقاد ادا کی شرط ہے اور ادا متحقق نہیں ہوتی جب تک کہ تمام ارکان یعنی قیام و قرأت و رکوع و سجدہ پاسے جائیں اس لئے صاحبین کے نزدیک اگر تحریمہ کے بعد وہ لوگ چلے جائیں تو جمعہ باطل نہیں ہوگا پس امام اکیلا جمعہ پورا کرے اور امام صاحب کے نزدیک اگر سجدہ کرنے کے بعد جائیں تو جمعہ باطل نہیں ہوگا پس سجدہ کرنے کے بعد جانے پر بالاتفاق امام اکیلا جمعہ پورا کرے اور اگر تحریمہ کے بعد اور سجدوں سے پہلے سب چلے گئے یا تین آدمیوں سے کم باقی رہ گئے یا صرف لڑکے باقی رہ گئے تو امام صاحب کے نزدیک جمعہ فاسد ہو گیا اور اب وہ ظہر کی نماز پڑھیں۔ جب امام نے جمعہ کی نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہی تو اس کے ساتھ کچھ لوگ با وضو حاضر تھے مگر انھوں نے امام کے ساتھ تکبیر نہ کہی یہاں تک کہ ان کو حدیث ہو گیا پھر وہ لوگ چلے گئے اور دوسرے لوگ آگے تو جمعہ جائز ہے اور اگر وہ اول ہی ہی سے بے وضو تھے اور امام نے تکبیر کہی پھر اور لوگ آئے تو امام نئے سرے سے تکبیر کہے۔

(د) اذن عام ہونا اور وہ یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ایسے سب لوگوں کو آنے کی اجازت ہو جن پر جمعہ ادا کرنا فرض ہے اور اگر کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر مسجد کے دروازے بند کر لیں اور جمعہ

پڑھیں تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح بادشاہ اپنے لوگوں کے ساتھ محل یا قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہے اور دروازہ کھول دے اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دیدے تو نماز جمعہ جائز ہوگی خواہ اور لوگ آئیں یا نہ آئیں لیکن بادشاہ کا اس طرح جمعہ ادا کرنا مکروہ ہے اگرچہ نماز جائز ہوگی اس لئے کہ اس نے جامع مسجد کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اگر بادشاہ اپنے محل یا قلعہ کا

دروازہ نہ کھولے اور دربان بٹھادے کہ لوگوں کو نہ آنے دے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ درست ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو اور اگر متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو تو بادشاہ کا محل پر دربان بٹھانا مضر نہیں ہے۔ قلعہ کا دروازہ دشمن کے سبب سے یا عادتِ قدیمہ کی وجہ سے بند کرنا اذنِ عام کے خلاف نہیں ہے لیکن اگر دشمن کا خوف نہ ہو تو بند نہ کرنا بہتر ہے۔ حکام کے بنگلے و کوٹھی اور سرکاری دفاتر و چھاؤنی وغیرہ میں جمعہ ادا کرنا درست ہے کیونکہ یہ تو اربع شہر میں سے ہیں اور ان میں آمد و رفت کی اجازت بھی ہوتی ہے خصوصاً نماز کے لئے آنے والوں کو کوئی نہیں روکتا اگر کسی اور وجہ سے روک ٹوک ہو تو وہ اذنِ عام میں محل نہیں اور جامع مسجد جمعہ کے لئے شرط نہیں پس دفتر یا کوٹھی وغیرہ کے کسی حصہ میں یا باہر میدان میں نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔ عورتوں کو اگر جامع مسجد سے روکا جائے تو اذنِ عام کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ان کے آنے میں فتنہ کا خوف ہے اور وہ جمعہ کی مکلف نہیں ہیں۔

فائدہ: یہ شرائط جو نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی بیان ہوئیں اگر ان شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود کچھ لوگ نماز جمعہ پڑھیں گے تو ان کی نماز جمعہ ادا نہ ہوگی اور چونکہ یہ نماز نفل ہو جائیگی اور نفل کا اہتمام سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے اس حالت میں نماز جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ان کو پھر ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے۔

(۱) بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھائے وہی نماز بھی پڑھائے کیونکہ خطبہ و نماز ایک ہی چیز ہیں پس ان کا فاعل ایک ہی ہونا مناسب ہے۔ اور اگر نماز کوئی دوسرا

آدمی پڑھائے تب بھی جائز ہے لیکن وہ شخص ایسا ہو جو خطبہ میں حاضر تھا ورنہ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر امام کو خطبہ پڑھنے کے بعد حدیث ہو گیا اور اس نے کسی اور شخص کو خلیفہ کیا تو اگر وہ شخص خطبہ میں حاضر تھا تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ اور اگر نماز شروع کر دینے کے بعد امام کو حدیث ہو تو ہر شخص کو خلیفہ کرنا جائز ہے خواہ وہ خطبہ میں حاضر تھا یا نہیں۔ اگر کسی سمجھ دار نابالغ نے بادشاہ کے حکم سے خطبہ پڑھا اور بالغ نے نماز پڑھائی تو جائز ہے ہی مختار ہے۔

(۲) خطبہ پورا ہونے کے بعد اقامت کہی جائے یہ سنت ہے اور یہی طریقہ ہمیشہ سے معمول چلا آتا ہے یعنی خطبہ اور تکبیر اقامت کے درمیان کسی دنیاوی امر کا فاصلہ مکروہ ہے کسی دینی کام مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہیں اسی طرح وضو یا غسل کے لئے جانا جبکہ خطبہ کے بعد ظاہر ہو جائے کہ بے وضو یا جنبی ہے تو یہ مکروہ نہیں ہے اور نہ خطبہ کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ خطبہ اور نماز کے درمیان میں کوئی دنیاوی کام کرنا مثلاً کھانا پینا وغیرہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر درمیان میں زیادہ فاصلہ ہو جائے تو اس کے بعد خطبہ کے اعادہ کی ضرورت ہے۔

(۳) نماز جمعہ کی نیت اس طرح کرے: **نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ رَكْعَتَيِ الْفَرَضَيْنِ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ** یعنی میں نے ارادہ کیا کہ دو رکعت فرض نماز جمعہ پڑھوں (باقی الفاظ دوسری نیتوں کے مطابق کہے مولف)

(۴) جمعہ کی نماز دو رکعتیں ہیں ہر رکعت میں الحمد کے بعد جو سورت چاہے پڑھے اور دونوں رکعتوں میں جہر کے

قرارت کرے بہتر ہے کہ کبھی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون اور کبھی پہلی میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں ہل اٹک حدیث الغاشیہ پڑھے۔ مگر ہمیشہ انہی کو نہ پڑھے کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھے تاکہ باقی قرآن کا ترک لازم نہ آئے اور عوام اس تعین کو لازمی نہ سمجھیں۔

(۵) اگر کسی نے امام کے پیچھے جمعہ کے لئے تکبیر تحریمہ کہی اور لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے زمین پر سجدہ نہ کر سکا تو لوگوں کے کھڑے ہونے کا منتظر رہے پھر اگر جگہ پالے تو سجدہ کر لے اور اگر عذر کی وجہ سے دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کرے تو جائز ہے اور اگر سجدہ کی جگہ مل گئی تھی پھر دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو جائز نہیں۔ اور اگر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکا اسی طرح کھڑا رہا یا تنگ کہ امام نے سلام پھیر دیا تو وہ لاحق کے حکم میں ہے پس وہ بغیر قرارت کے اپنی رہی ہوئی نماز پوری کرے۔

(۶) اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز میں مسبوق ہو اور پھر اپنی باقی نماز قضا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ قرارت جہر سے پڑھے یا آہستہ پڑھے جیسا کہ تنہا نماز پڑھنے والے کا فجر کی نماز میں حکم ہے۔ جو شخص نماز جمعہ کے تشہد یا سجدہ سہویا سجدہ سہو کے بعد کے تشہد میں شریک ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ جمعہ کی نماز پوری کرے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم یعنی امام کے سلام کے بعد اٹھ کر نماز جمعہ ہی کا دو گانہ پورا کرے اور اس کو اختیار ہے کہ قرارت میں جہر کرے یا آہستہ پڑھے اور اس کو ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں اسی پر فتویٰ ہے اور یہ تشہد میں ملنے والا شخص بالاتفاق جمعہ کی ہی نیت کرے تاکہ امام کے ساتھ اتحاد نماز پایا جائے جو اقتدا کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اگر ظہر کی نیت کرے گا تو وجہ امام کے ساتھ اتحاد نماز نہ ہونے کے اس کا اقتدا بالاتفاق درست نہیں ہوگا۔ اسی طرح عید کی نماز میں تشہد میں ملنے والا شخص بھی عید کا دو گانہ پورا کرے یہی صحیح ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (عیدین و جمعہ کی نماز میں اگر امام کو سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کا ترک کرنا اولیٰ ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں لیکن اگر کر لے تو جائز ہے اور اسی بنا پر صورت مذکورہ مرتب ہے)۔

(۷) جو شخص جمعہ کے علاوہ اور نمازوں میں امام ہونے کے لائق ہے وہ جمعہ کا امام ہونے کے بھی لائق ہے پس مسافر غلام اور مریض کو جائز ہے کہ جمعہ کا امام بنیں۔

(۸) جس شخص پر جمعہ فرض ہے اور اس کو کوئی عذر نہیں ہے اسے شہر میں جمعہ ہو جانے سے پہلے نماز ظہر پڑھ لینا مکروہ تحریمی ہے۔ اور بعض کے نزدیک حرام ہے اور ظہر پڑھ لینے کے باوجود اس پر جمعہ کے لئے جانا فرض ہے۔ اور اگر کسی کو جمعہ کی نماز نہیں ملی تو اب ظہر ہی پڑھنا فرض ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ بھی نہ مل سکے اور اب اس میں کوئی کراہت نہیں لیکن جمعہ ترک کرنے کا گناہ اس کے ذمہ رہا۔ معذور یعنی مریض و مسافر و قیدی وغیرہ کو امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک ظہر کی نماز پڑھنے میں تاخیر کرنا مستحب ہے اگر وہ تاخیر نہ کریں تو صحیح قول کے بموجب مکروہ تحریمی نہیں البتہ مکروہ تنزیہی ہے۔

شہر میں جمعہ کے دن ظہر پڑھنے کے مسائل

(۹) اگر کسی نے جمعہ ہونے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی خواہ وہ معذور ہو یا غیر معذور پھر وہ جمعہ کی طلب میں چلا تو اگر اس کو امام کے ساتھ جمعہ مل گیا تو وہ جمعہ پڑھے اور اس کی ظہر کی نماز باطل ہوگئی یعنی اب نفل ہوگئی فرض نہیں رہی اور اگر جمعہ نہیں ملا یعنی امام فارغ ہو گیا تھا تو دیکھا جائے کہ جس وقت یہ گھر سے نکلا تھا اگر اس وقت امام فارغ ہو گیا تھا تو بالا جماع ظہر باطل نہیں ہوگی اور اگر اس کے گھر سے نکلنے کے وقت امام نماز میں تھا اور اس کے پہنچنے سے پہلے فارغ ہو گیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی ظہر باطل ہوگئی اس لئے دوبارہ ظہر پڑھے۔ اور صاحبین کے نزدیک باطل نہ ہوگی۔ اور اگر اپنے گھر میں ظہر پڑھ لی پھر جمعہ کے لئے نکلا اور اس وقت تک امام نے جمعہ نہیں پڑھا لیکن دور ہونے کی وجہ سے اس کو جمعہ نہیں ملا تب بھی اس کی ظہر باطل ہو جائے گی یہی صحیح ہے کیونکہ جب وہ گھر سے چلا اگر اس وقت امام نماز میں تھا یا ابھی امام نے نماز شروع نہیں کی تھی تو اس کے جمعہ کی نیت سے نکلنے ہی نماز ظہر باطل ہوگئی خواہ جمعہ اس کو ملے یا دور ہونے کی وجہ سے نہ ملے پس اگر اس کو جمعہ نہیں ملا تو ظہر کی نماز پھر پڑھے۔ اور اگر مکان سے نکلا ہی نہیں یا جمعہ کی نیت سے نہیں نکلا کسی اور ضرورت کے لئے نکلا یا امام کے فارغ ہونے کے ساتھ ہی نکلا (یعنی امام کا فارغ ہونا اور اس کا نکلنا ایک ساتھ ہو) یا امام کے فارغ ہونے کے بعد نکلا یا اس دن جمعہ پڑھا ہی نہیں گیا خواہ عذر کی وجہ سے یا بلا عذر یا لوگوں نے جمعہ پڑھا شروع تو کیا تھا لیکن وہ جمعہ کے پورا ہونے سے پہلے کسی حادثہ کی وجہ سے نکل گئے تو صحیح یہ ہے کہ ان سب صورتوں میں اس کی نماز ظہر باطل نہیں ہوگی۔ اگر کسی ضرورت کے لئے نکلنے میں جمعہ میں شامل ہونے کی نیت بھی ملی ہوئی ہو تو غلبہ کا اعتبار ہوگا۔ ان مسائل میں جمعہ کے واسطے چلنے میں معتبر یہ ہے کہ اپنے گھر سے جدا ہو جائے۔ اور اس سے پہلے مختار قول کے بموجب اس کی ظہر باطل نہیں ہوتی۔ اگر اس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد بیٹھا ہو تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ جب تک امام کے ساتھ جمعہ شروع نہ کرے ظہر باطل نہیں ہوتی۔ اگر کسی شخص نے جمعہ کے روز ظہر کی نماز کی امامت کی اور جماعت سے نماز پڑھائی پھر وہ امام جمعہ کے لئے نکلا تو اس کی ظہر باطل ہے مگر اس کے مقتدیوں کے فرض ظہر باطل نہیں ہوئے جبکہ وہ جمعہ کیلئے نہیں نکلے کیونکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کی نماز کا باطل ہونا مقتدیوں کے حق میں کوئی ضرر نہیں کرتا کیونکہ اب وہ اس کا مقتدی نہیں رہا شرع میں اس کے نظائر موجود ہیں مثلاً اگر امام نماز پڑھانے کے بعد نعوذ باللہ مرتد ہو جائے اور پھر وقت کے اندر اسلام لے آئے تو اس کو اس نماز کا اعادہ لازمی ہوگا نہ کہ مقتدیوں کو (اگر مقتدیوں میں سے بھی کوئی جمعہ کی طرف نکلے گا تو اس کی بھی ظہر باطل ہو جائیگی۔ مؤلف)۔

مسائل مذکورہ میں معذور بھی غیر معذور کے حکم میں ہے کیونکہ اس کو ترک جمعہ کی رخصت حاصل تھی لیکن جمعہ کے لئے نکلنے کی وجہ سے سعی کو اپنے اوپر لازم کرنے سے غیر معذور کے حکم میں شامل ہو گیا۔ پس اگر مریض ظہر پڑھنے کے بعد اپنے مرض میں تخفیف پائے اور جمعہ کے لئے جاوے اور جمعہ پڑھے تو وہ ظہر اس کی نفل ہو جائے گی ایسا ہی مسافر و غلام وغیرہ کا حکم ہے جن صورتوں میں ظہر باطل ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وصفِ فرضیت باطل ہو کر وہ نفل ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) اگر کوئی ایسا شخص جس پر جمعہ پڑھنا واجب ہو جمعہ کے دن شہر سے سفر کے لئے نکلا خواہ وہ سفر شرعی مقدار کا ہو یا اس سے کم اور خواہ ایسی جگہ کا سفر کیا ہو جہاں کے باشندوں پر جمعہ فرض نہیں ہے اور زوال سے پہلے شہر کی آبادی سے باہر ہو گیا تو حرج نہیں یعنی مکروہ نہیں اس لئے کہ زوال سے پہلے اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ اور زوال کے بعد اس پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے اور اس کو جمعہ پڑھنے سے پہلے سفر کرنا مکروہ تحریمی ہے یہی صحیح ہے۔ اور وہ شخص مستثنیٰ ہونا چاہئے جو اگر جمعہ پڑھے تو اس کے ساتھی روانہ ہو جائیں گے اور وہ اکیلے رہ جائے گا اور اکیلا جانا اس کو ممکن نہیں ہوگا (شاحی)۔ جس شخص پر جمعہ واجب نہیں ہے اس کو بھی زوال کے بعد بغیر جمعہ پڑھے شہر سے نکلنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ شرائط و جوہر جمعہ پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

(۱۱) اگر کوئی گاؤں کا رہنے والا جمعہ پڑھنے کے ارادہ سے شہر میں آیا اور ساتھ میں اپنی دوسری ضروریات کا بھی ارادہ کیا تو اگر اس کا زیادہ تر مقصد جمعہ پڑھنا ہے تو اس کو جمعہ پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح کسی عبادت میں اپنا دوسرا مطلب ملائے اور خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج میں تجارت کا ارادہ شامل کرے تو اگر مقصود غالب حج ہے تو حج ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

(۱۲) ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام پختنبہ (جمعرات) سے کرے۔ پختنبہ کے دن عصر کے بعد استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور سینے کے کپڑے صاف کر رکھے اور اگر خوشبو لگے تو اس سے نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لارکھے تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں مشغول نہ ہونا پڑے۔ بزرگانِ سلف نے فرمایا کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام پختنبہ سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بد نصیب وہ ہے جس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جمعہ کب ہے حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کونسا دن ہے۔

(۲) جمعہ کے دن غسل کرے سر کے بالوں کو اور سر کو خوب صاف کرے زیر ناف اور بغلوں کے بال صاف کرے سر کے بال منڈائے یا ٹھیک کرائے لبیں وغیرہ بنوائے ناخن کتروائے۔ بہتر یہ ہے کہ بال منڈانا و ناخن کترانا جمعہ کے بعد ہو کیونکہ جمعہ میں کیفیت حج کی سی ہے اور حج میں قراعت کے بعد بنوائے ہیں۔ تیرہ کہ نمازی کے بدن کے یہ اجزا بھی نماز جمعہ میں شرکت کی فضیلت حاصل کر سکیں گے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ بال یا ناخن بے جا طور پر پڑھے ہوئے نہ ہوں و نہ قبل نماز جمعہ ہی افضل ہوگا۔ بعض کے نزدیک ہر حال میں نماز جمعہ سے پہلے ہی بال و ناخن کترانا افضل ہے اور احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور سواک کرے کہ اس دن سواک کرنا بہت فضیلت رکھتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ غسل کے وضو سے ہی جمعہ پڑھے کیونکہ بعض کے نزدیک غسل نماز کی سنت ہے لیکن اگر غسل کیا اور اس کے بعد بے وضو ہو گیا اور وضو کر کے جمعہ پڑھا تب بھی سنت غسل ادا ہو جاتی ہے کیونکہ بعض کے نزدیک یہ جمعہ کے دن کی سنت ہے اس میں وسعت زیادہ ہے۔ پھر اچھے کپڑے پہنے جو اس کے پاس ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ وہ سفید ہوں۔ اگر روزمرہ کے کاروبار کیلئے

کپڑے الگ ہوں اور جمعہ اور عیدین کے لئے الگ کپڑے بنا رکھے تو یہ بھی سنت مستحب ہے اور زہد کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں اس کی اجازت آئی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی دو کپڑے تھے کہ خاص جمعہ ہی کو پہنتے تھے پھر ممکن ہو تو تیل و خوشبو وغیرہ لگائے خوشبو مردوں کیلئے ایسی ہو کہ خوشبو ہو اور رنگ نہ ہو افضل خوشبو وہ ہے جس میں مشک کے ساتھ گلاب ملا ہو کیونکہ یہ اکثر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔

(۳) جامع مسجد میں بہت سویرے جائے اور پہلی صف میں جگہ لینے کی ہمت کرے جو شخص جتنا سویرے جائیگا اسی قدر اسی کو زیادہ ثواب ملے گا۔ (بعض لوگوں کی عادت ہے کہ جگہ روکنے کے لئے سویرے آکر مصیبتی بچھا جاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں بیٹھے نہیں اس طرح پہلے سے جگہ روک لینا اچھا نہیں کیونکہ اور لوگوں کو اس طرح تنگی ہوگی البتہ اگر ذکر و فکر میں مشغول ہوں تو بہتر ہے پھر اگر کسی ضرورت کے لئے جانا پڑے اور کپڑا وغیرہ اپنی جگہ پر چھوڑ جائیں تو مضائقہ نہیں۔

(۴) جمعہ کی نماز کے لئے پاپیادہ (پیدل) جائے۔ پیدل جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے اور راتوں کو قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (یعنی تمام راہ پیدل چلے بالکل سوار نہ ہو، یہ نہیں کہ کچھ راہ پیدل چلے اور کچھ راہ سوار ہو کر اور امور بھی حدیث شریف میں اس کے ساتھ مذکور ہیں جن کی تعمیل کے بعد پیدل چلے تب یہ ثواب مرتب ہوتا ہے یعنی غسل کرنا سویرے جانا پیدل چلنا خطبہ سننا۔ سواری پر جانا بھی جائز ہے۔

(۵) جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے خواہ جمعہ کے دن میں نماز جمعہ سے پہلے پڑھے یا پیچھے اور خواہ جمعہ کی رات میں پڑھے اور دنوں یعنی دن و رات کے اول میں پڑھنا افضل ہے تاکہ نیکی کی طرف سبقت ہووے۔ احادیث میں جمعہ کے دن یا رات میں سورہ دخان اور سورہ یسین پڑھنے کی فضیلت بھی آئی ہے۔

(۶) جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(۷) جمعہ کے روز زیارت قبور کرنا مستحب ہے۔ (۸) جمعہ کے روز ایک ساعت قبولیت ہوگی تفصیل پہلے ہو چکی ہے

عیدین کی نماز کا بیان

شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں۔ ان دونوں عیدوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکرانہ پڑھنی چاہئے۔ عیدین کی نماز واجب ہے یہی اصح ہے مگر سب پر واجب نہیں بلکہ انھیں پر واجب ہے جن پر جمعہ فرض ہے جمعہ کی نماز کے فرض ہونے اور صحیح ہونے کے لئے جو شرطیں بیان ہو چکی ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں سوائے خطبہ کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے اور عیدین کی نماز میں شرط یعنی فرض نہیں بلکہ سنت ہے اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ اگر عیدین کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھا گیا یا خطبہ بالکل ترک کر دیا تو نماز صحیح ہے مگر نماز ہوگی

لوٹانے کی ضرورت نہیں اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں ہے۔ عیدین کے خطبہ کا سننا (بلکہ تمام خطبوں کا سننا) جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب ہے یعنی اس وقت بولنا کھانا پینا سلام و جواب سلام وغیرہ سب ممنوع و حرام و مکروہ تحریمی ہے جس کی تفصیل جمعہ کے بیان میں ہے۔ عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت۔ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صرف دو دفعہ اتنا کہنے کی اجازت ہے "الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" بلا وجہ عیدین کی نماز چھوڑنا گمراہی و بدعت ہے۔ چھوٹے گاؤں میں جہاں جمعہ صبح نہیں ہوتا عید کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی وہ نفل ہوں گے اور نفل جماعت کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ نوافل میں بیان ہوا۔ سمندری جہاز جس وقت شہر کے متصل بندرگاہ میں ٹھہرا ہو اور خشکی کے ساتھ مضبوطی سے بندھا ہو اور وہاں کے لوگ اس میں نماز عیدین پڑھ لیں تو جائز و درست ہے (امداد الفتاویٰ) اگر جمعہ کے روز عید الفطر یا عید الاضحیٰ واقع ہو تو جمعہ اور عید دونوں کا ادا کرنا لازمی ہے اور دونوں اپنے اپنے حکم پر ہیں اس لئے کسی کو ترک نہ کرے۔

عید کے دن کے سنن و مستحبات | عیدین کے روز یہ امور مستحب ہیں (بعض ان میں سنت ہیں) — (۱) عیدین کے روز جلدی جاگنا اور صبح کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھنا — (۲) غسل کرنا

یہ سنت ہے اور بال بنوانا و ناخن کترانا عید الفطر کی سنتوں میں شمار نہیں اس لئے کہ یہ جمعہ کی سنتوں میں سے ہے اور عید الفطر سے پہلے جمعہ میں یعنی آخری جمعہ رمضان المبارک میں یہ سنت ادا کر چکا ہوتا ہے لیکن اگر کسی نے ادا نہ کی ہو تو عید الفطر پر بال بنوانا اور ناخن کترانا اس کے لئے سنت ہے۔ اور قربانی کرنے والے کو عید قربان میں نماز عید اور قربانی کے بعد بال بنوانا و ناخن کترانا مستحب ہے تاکہ حاجیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہو۔ صحیح مسلم میں حدیث شریف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہوا اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہے پس اس کو بال و ناخن نہیں کٹوانے چاہئیں (الحديث) یہ حکم استجاب کے لئے ہے پس قربانی کرنے والے کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ ذی الحجہ کے ایام میں قربانی سے پہلے بال و ناخن نہ کٹوائے لیکن اگر انتہائے وقت مباح یعنی چالیس دن پر زیادتی ہوتی ہو تو اب اس کو مباح نہیں بلکہ کٹوانا واجب ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ پس قربانی کرنے والے کو چاہئے کہ ذی الحجہ شروع ہونے سے پہلے بال و ناخن کٹوالے تاکہ ان دنوں میں مستحب پر عمل کر سکے۔ جاننا چاہئے کہ ہر ہفتہ ناخن کٹوانا اور لبوں کو کترانا و بگلوں اور زیر ناف کے بال منڈانا اور غسل سے بدن کو صاف کرنا افضل ہے ورنہ ہر پندرہ دن کے بعد ایسا کرے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک تاخیر جائز ہے اس کے بعد ترک کے لئے کوئی عذر نہیں ہے اور وہ عید کا مستحب ہوتا ہے پس ایک ہفتہ کے بعد افضل ہے اور پندرہ دن کے بعد اوسط درجہ ہے اور چالیس دن انتہائی درجہ ہے۔

(۳) مسواک کرنا اور یہ اس کے علاوہ ہے جو وضو میں کی جاتی ہے کہ وہ توہم وضو کے لئے سنت مؤکدہ ہے اور یہ نماز عید کے لئے ہے اور بھی مختلف مواقع کے لئے مسواک مستحب ہے جیسا کہ وضو کے بیان میں ہے۔

(۴) جو کپڑے اس کے پاس ہیں اُن میں سے اچھے کپڑے پہنتا یعنی جن کا پہننا مباح ہو اگرچہ سفید نہ ہوں اُن سے ہوں تو نئے پہنے ورنہ دھلے ہوئے پہن لے۔ (۵) خوشبو لگانا۔ (۶) انگوٹھی پہنتا۔

(۷) عید الفطر کے روز فجر کے بعد عید گاہ کو جانے سے پہلے کوئی بیٹھی چیز کھانا کھجور یا چھوہارے کھانا افضل ہے ورنہ جو بیٹھی چیز چاہے کھائے اگر چھوہارے کھجور وغیرہ گنتی کی چیز تو طاق عدد ہوں مثلاً تین یا پانچ یا سات وغیرہ۔ اگر نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے تو گنہگار نہیں ہوگا اور اگر نماز کے بعد بھی عشاء تک کچھ نہ کھائے تو شاید کچھ عتاب الہی ہو۔ عید الاضحیٰ میں عید کی نماز تک کچھ نہ کھائے اگر نماز سے پہلے کچھ کھائے گا تو مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور مستحب یہ ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے جو اللہ تعالیٰ کی صیافت ہے۔ (عوام میں مشہور ہے کہ وہ عید کی نماز تک نہ کھائے کو روزہ سمجھتے ہیں سراسر غلط اور بے اصل ہے کیونکہ روزہ اول تو ایک روز سے کم کا نہیں ہوتا دوسرے عیدین کے روز تو روزہ رکھنا حرام بھی ہے۔) (۸) جس پر واجب ہے اُس کو صدقہ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا (صدقہ فطر کے مسائل الگ بیان ہوں گے)۔ (۹) فرحت و خوشی کا اظہار کرنا۔ (۱۰) حسب طاقت صدقہ و خیرات میں کثرت کرنا۔

(۱۱) عید گاہ کی طرف جلدی جانا۔ (۱۲) پیدل چل کر عید گاہ کو جانا۔ جمعہ و عیدین میں سواری پر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر جس کو پیدل جانے پر قدرت ہو اُس کے لئے پیدل جانا افضل ہے اور ایسی میں سواری پر آنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (۱۳) عیدین کی نماز کے واسطے عید گاہ کو جانا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد یا دوسری متعدد جگہوں میں جہاں عید کی نماز پڑھائی جاتی ہو گنجائش ہے یہی صحیح ہے۔ عیدین کی نماز ایک شہر میں متعدد جگہ پڑھنا بالاتفاق جائز ہے (اور اختلاف جمعہ کے بارے میں ہے اور اصح یہ ہے کہ جمعہ بھی متعدد مساجد میں مطلقاً جائز ہے جیسا کہ جمعہ کے بیان میں آیا ہے)۔

(۱۴) عید گاہ کی طرف وقار اور اطمینان کے ساتھ جانا اور جن چیزوں کا دیکھنا جائز نہیں ان سے آنکھیں بند رکھنا اور آنکھیں نیچی کئے جانا۔ (۱۵) عید الفطر کی نماز کے لئے عید گاہ کو جانے ہوئے راستے میں آہستہ (سری طور پر) تکبیر کہتے ہوئے جانا یہی مختار ہے اور عید الاضحیٰ کے روز راستے میں جہر سے (بلند آواز سے) تکبیر کہنا جائز ہے۔ اور جب عید گاہ میں پہنچ جائے تو تکبیر کہنا بند کر دے۔ ایک روایت کے مطابق جب نماز شروع ہو اس وقت بند کرے۔ اور تکبیر یہ ہے: **اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ**

(۱۶) دوسرے راستے سے واپس آنا۔ (۱۷) آپس میں مبارکباد دینا مستحب ہے مثلاً یہ کہنا اللہ تعالیٰ ہم سے اور تم سے قبول کرے۔ یا یہ کہنا تم کو عید مبارک ہو۔ (۱۸) عیدین کی نماز سے واپس آنے کے بعد گھر پر چار رکعت نماز نفل پڑھنا مستحب ہے بعض روایت میں دو رکعت مسنون ہے لیکن چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔

(۱) سنن و مستحبات کی رعایت نہ کرنا۔ (۲) عیدین کے روز متبر عید گاہ کو لیجانا مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے اور عید گاہ میں منبر بنانے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک

مکروہات عیدین

نکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں بلکہ فی زیانتا بہتر ہے۔ (۳) عیدین کی نماز سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے خواہ عید گاہ میں پڑھے یا گھر میں اور خواہ اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ ہو، بہانہ کہ اگر عورت چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو عید کی نماز ہوجانے کے بعد پڑھے۔ اور نماز عیدین کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کما مر۔ (۴) اگر عید کی نماز سے پہلے فجر کی نماز کی قضا پڑھے تو مضائقہ نہیں اور اگر فجر کی نماز نہ پڑھی تو عید کی نماز جائز ہوجائے گی خواہ وہ صاحب ترتیب ہی کیوں نہ ہو اور پُرانی قضاؤں کا پڑھنا بھی عید سے پہلے جائز ہے لیکن بعد میں پڑھنا بہتر و اولیٰ ہے۔ (۵) عیدین کے روز نماز عیدین کے بعد مصافحہ و معانقہ کرنا ہر حال میں مکروہ و بدعت ہے صحابہ کرام و سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا آجکل اس پر بہت زیادہ عمل ہو گیا ہے۔ حتی الامکان اس کا ترک لازمی ہے بلکہ ہر نماز کے بعد بھی مصافحہ کرنا مکروہ و بدعت ہے بعض جگہ اس کا بھی رواج عام ہو گیا ہے یہ طریقہ رافضیوں کا ہے اس لئے بھی اس سے پرہیز ضروری ہے۔

(۱) سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے زوال تک عیدین کی نماز کا وقت ہے زوال سے عیدین کی نماز کا وقت

مراد سورج کا استواء ہے یعنی نصف النہار شرعی سے زوال شروع ہونے سے پہلے تک کا وقت ایسا ہے جس میں کوئی نماز و سجدہ جائز نہیں جس کی تفصیل اوقات نماز میں بیان ہو چکی ہے پس نصف النہار شرعی سے پہلے تک نماز عیدین کا وقت ہے اور نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنی تین گز ہے اس لئے اگر سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے پہلے یا استواء کے وقت عیدین کی نماز پڑھیں گے تو وہ عید کی نماز نہیں ہوگی بلکہ نفل مکروہ ٹھہری ہوں گے۔

(۲) افضل یہ ہے کہ نماز عید الاضحیٰ میں جلدی کی جائے تاکہ قربانی میں جلدی کریں اور نماز عید الفطر میں دیر کی جائے تاکہ صدقہ فطر ادا کر سکیں۔ (۳) اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز اس روز ادا نہ ہوئی مثلاً ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور باہر کے یا وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھنے کی گواہی زوال کے بعد دی یا زوال سے قبل ایسے وقت گواہی دی کہ اب اس قدر وقت باقی نہیں ہے کہ لوگ جمع ہو سکیں یا عید کی نماز جس وقت پڑھی اس وقت ابر تھا اور بعد میں معلوم ہوا کہ زوال کے بعد نماز پڑھی گئی ہے، یا سخت بارش برس رہی ہو یا کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا تو ان سب صورتوں میں نماز عید دوسرے روز پڑھی جائے اور دوسرے روز قضا ہوگی نہ کہ ادا، دوسرے روز بھی وقت وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ امام کے نہ آسکنے کا عذر اس وقت ہے جبکہ امام ایسا ہو جس کے بغیر نماز پڑھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو خواہ صاحب حکومت ہو یا نہ ہو اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو پھر مسلمان خود کسی کو امام بنا کر نماز پڑھ لیں۔ امام کے نہ آنے کی وجہ سے تاخیر نہ کریں۔ عید الفطر میں بغیر عذر کے دوسرے دن تک نماز میں تاخیر کرے تو نماز جائز نہ ہوگی اور عذر کے ساتھ دوسرے دن تک جائز ہے اس کے بعد یعنی تیسرے دن جائز نہیں۔

(۴) عید الاضحیٰ کی نماز عذر کی وجہ سے بارہویں تاریخ تک بلا کر بہت مؤخر کر سکتے ہیں اور پہلے دن کے بعد یہ بھی

قضا ہوگی نہ کہ ادا، بارہویں کے بعد جائز نہیں (عذرات کی مثال عید الفطر میں اور بیان ہو چکی ہے)۔ بلا عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے عید الاضحیٰ کی نماز ہو جائے گی مگر وہ اور برا ہے (پس عید الاضحیٰ میں عذر کی شرط کراہت کو دور کرنے کے لئے ہے اور عید الفطر میں عذر صحت نماز کے لئے شرط ہے یعنی بلا عذر عید الفطر دوسرے روز پڑھنا جائز نہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا)۔

نیت یہ ہے: نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ رَكْعَتِي الْوَاجِبَةَ صَلَاةَ عِيدِ الْفِطْرِ
عیدین کی نماز کا طریقہ مع سِتِّ تَكْبِيرَاتٍ وَاجِبَةٍ یعنی میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت واجب نماز

عید الفطر واجب چھ تکبیروں کے ساتھ پڑھوں۔ عید الاضحیٰ میں بجائے صَلَاةَ عِيدِ الْاَضْحٰی کہے۔ نیت میں واجب کہتا شرط نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے لیکن کہہ لینا بہتر ہے۔ یہ نیت کر کے تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہہ کر بدستور ہاتھ باندھ لیں اور تہجد سبحانک اللہم اخیر تک پڑھیں پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی مانند دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور ان میں ہر تکبیر کے بعد ہاتھ لٹکادیں اور ہر تکبیر کے بعد امام اتنی دیر تک توقف کرے کہ جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاسکتا ہو اور یہ توقف مجمع کی کسی پیشی کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ شبہ دور ہو جائے اور تکبیروں کا ٹکراؤ نہ ہووے۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائیں بلکہ حسب دستور ناف پر باندھ لیں اور امام اعوذ ب اللہ الخ و بسم اللہ الخ آہستہ پڑھ کر الحمد شریف اور پھر کوئی سورۃ جہر سے پڑھے اور مستحب ہے کہ سورۃ الاعلیٰ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں پھر حسب دستور رکوع وسجود کر کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اور دوسری رکعت میں امام پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت جہر سے پڑھے اور مستحب ہے کہ سورۃ العاشیہ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں اس کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں اسی طرح کہیں جس طرح پہلی رکعت میں کہی تھیں لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ لٹکائے رکھے پھر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور دستور کے موافق نماز پوری کر لے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عید کی نماز میں چھ زائد تکبیریں ہیں تین پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ و ثنا کے بعد تعوذ و بسم اللہ و الحمد و قرأت سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں الحمد و قرأت کے بعد اور تکبیر رکوع سے پہلے ہی افضل و اولیٰ ہے لیکن اگر دوسری رکعت میں پہلی کی مانند الحمد و قرأت سے پہلے یہ زائد تکبیریں کہہ لے گا تو بھی جائز ہے۔ ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھائے اگرچہ اس کا امام نہ اٹھاتا ہو اور پھر ہاتھ چھوڑے رکھے باندھے نہیں مگر پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ ان تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون نہیں ہے اس لئے ہاتھ چھوڑے جاتے ہیں کیونکہ قیام میں جہاں کوئی ذکر مسنون ہوتا ہے تو ہاتھ باندھے جاتے ہیں ورنہ نہیں۔ ایک تکبیر سے دوسری تکبیر تک امام حسب ضرورت بقدر تین مرتبہ یا زیادہ سبحان اللہ کہنے کے خاموش رہے۔ مقتدی امام کی متابعت کریں اور قرأت کے

وقت خاموش رہیں باقی نماز اور نمازوں کی طرح ہے اور اس میں قراءت میں جمعہ کی طرح جہر کرے۔

خطبہ عیدین کے مسائل نماز پوری کرنے کے بعد امام دو خطبے پڑھے اور ان دونوں خطبوں میں خفیف جلسہ کرے یعنی اتنی ہی دیر بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے خطبے میں بیٹھتے ہیں اور یہ دونوں خطبے

اور ان کے درمیان بیٹھنا جلسہ سنت ہے۔ اور جو چیزیں جمعہ کے خطبہ میں سنت یا مکروہ ہیں وہی عید کے خطبہ میں بھی سنت یا مکروہ ہیں مگر دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ خطبہ کے قبل عیدین میں تکبیر کہنا سنت ہے اور جمعہ میں نہیں۔ (پانچ خطبوں کو تکبیر سے شروع کرنا سنت ہے وہ یہ ہیں خطبہ عیدین۔ حج کے تین خطبے یعنی مکہ مکرمہ، منیٰ و عرفات کے مقام پر لیکن مکہ و عرفات کے خطبوں میں تکبیر کے بعد تلبیہ پھر تحمید کہے یعنی خطبہ شروع کرے اور منیٰ و عیدین میں تکبیر کے بعد تحمید کہے منیٰ میں تلبیہ نہ کہے کیونکہ تلبیہ اول رحی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اور پانچ خطبے تحمید سے شروع کرنا سنت ہیں: جمعہ، استسقاء، نکاح، کسوف و ختم قرآن۔ پس کل خطبے دس ہیں آٹھ بالاتفاق ہیں اور نماز استسقاء میں صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور نماز کسوف میں ایک قول کے بموجب خطبہ ہے۔

دوسرے یہ کہ منبر پر خطبہ سے پہلے بیٹھنا خطیب کے لئے سنت ہے اور عیدین میں سنت نہیں کیونکہ یہ بیٹھنا مؤذن کی فراغت کے انتظار کے لئے ہے اور عیدین کے خطبے کے لئے اذان مشروع نہیں ہے اس لئے بیٹھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ پس جب خطیب منبر پر چڑھے تو بیٹھے نہیں عید الفطر کے خطبہ میں تکبیر اور تسبیح اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ کے شروع میں لگاتار تو تکبیریں (یعنی اللہ اکبر نو دفعہ) کہے اور دوسرے کے شروع میں سات تکبیریں کہے اور منبر سے اترنے سے پہلے چودہ بار تکبیر (اللہ اکبر) کہے۔ اور خطبہ میں لوگوں کو صدقہ فطر اور اس کے احکام تعلیم کرے تاکہ جس نے ادا نہ کیا ہو وہ ادا کرے اور چاہے کہ عید سے پیشتر کے جمعہ میں یہ احکام بتائے تاکہ لوگ صدقہ فطر کو اس کے موقع پر ادا کر دیں۔ اور صدقہ فطر کے احکام پانچ ہیں کس پر صدقہ واجب ہوتا ہے کس کے واسطے واجب ہوتا ہے اور کس پر واجب ہوتا ہے اور کس قدر واجب ہوتا ہے اور کس چیز سے واجب ہوتا ہے۔ (ان مسائل کی تفصیل صدقہ فطر کے بیان میں آئیگی۔ انشا اللہ)

عید الاضحیٰ کے خطبہ میں بھی خطیب تکبیرات کہے یعنی خطبہ عید الفطر کی طرح پہلے خطبہ کے شروع میں لگاتار نو مرتبہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ اور منبر سے اترنے سے پہلے چودہ مرتبہ اللہ اکبر کہے اور تسبیح و تہلیل و تحمید و درود شریف پڑھے اور وعظ و نصیحت کرے اور ذبح اور قربانی کے احکام اور تکبیرات تشریح سکھائے بلکہ عرفہ سے پیشتر کے جمعہ میں قربانی اور تکبیرات تشریح کے احکام بتانا مناسب ہے کیونکہ تکبیر تشریح عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہے جب امام خطبہ میں تکبیر پڑھے تو قوم بھی اس کے ساتھ دل میں تکبیر پڑھے زبان سے نہ پڑھے اور جب امام درود شریف پڑھے تو سننے والے حکم کی تعمیل کیلئے اپنے دل میں درود پڑھیں اور زبان سے آہستہ بھی نہ پڑھیں اور ہونٹ تک نہ ہلائیں بلکہ خاموش رہیں۔

عیدین کی نماز کے متفرق مسائل | (۱) اگر ایسے شخص کے پیچھے عیدین کی نماز پڑھی جس کے نزدیک زائد تکبیروں میں رفع یدین نہیں ہے تو مقتدی رفع یدین کر لیں اس لئے کہ ایسی تھوڑی مخالفت سے متابعت میں خلل نہیں آتا۔

(۲) اگر امام نے چھ تکبیروں سے زیادہ تکبیریں کہیں اور وہ فقہا میں سے کسی کا مذہب ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ تیرہ تکبیروں تک ہے تو مقتدی بھی امام کی متابعت کریں اور تیرہ سے زیادہ میں امام کی پیروی نہیں اس لئے کہ وہ کسی فقیہ کا مذہب نہیں اور صحابہ کرام سے اس سے زیادہ منقول نہیں ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ امام کے قریب ہو اور تکبیریں خود اس سے سنتا ہو اور اگر دور ہو اور تکبیریں مکبروں سے سنتا ہو تو جس قدر سنے سب ادا کرے اگرچہ تیرہ سے زیادہ ہو جائیں اس لئے کہ شاید مکبروں سے غلطی ہوئی ہو اور ممکن ہے کہ ان میں سے وہ کسی تکبیر کو چھوڑے اور امام کی تکبیر وہی ہو۔

(۳) اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں ایسے وقت پہنچا کہ امام عید کی تکبیریں کہہ چکا ہے اور ابھی قیام میں ہے اگرچہ قرارت شروع کر چکا ہو تو وہ نیت باندھ کر اسی وقت عید کی تکبیریں کہہ لے اور تین تکبیریں ہی کہے اگرچہ امام نے تین سے زیادہ کہی ہوں کیونکہ وہ مسبق ہے یعنی فوت شدہ کے لئے منفرد کے حکم میں ہے اس لئے وہ ابھی امام کا تابع نہیں یہاں معلوم ہوا کہ اگر امام کے ساتھ صرف اپنے مذہب کے مطابق تکبیریں مل گئیں جس قدر امام نے کہیں سب نہیں ملیں تو اس کے بعد باقی تکبیروں کی قضا نہ کرے اگرچہ امام نے زیادہ کہی ہوں۔ اور دوسری رکعت میں امام کا اتباع کرے یعنی جتنی تکبیریں امام کہے یہ بھی کہے۔

(۴) اگر عیدین کی نماز میں کوئی شخص اس وقت پہنچا جب امام رکوع میں ہے تو کھڑے ہو کر نماز شروع کرنے کی تکبیر (یعنی تحریمہ) کہے پھر اگر گمان غالب ہو کہ کھڑے ہو کر زائد تکبیریں کہنے کے بعد رکوع مل سکتا ہے تو قیام کی حالت میں تین زائد تکبیریں بھی کہہ لے پھر رکوع میں جائے اور اگر اس طرح رکوع ملنے کا گمان غالب نہیں ہے تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہہ لینے کے بعد رکوع کر دے اور بجائے رکوع کی تسبیح کے یہ زائد تکبیریں رکوع میں کہہ لے اور اس وقت ان میں ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر یہ شخص رکوع میں بھی پوری تکبیریں نہ کہہ سکا کہ امام نے رکوع سے مہراٹھا لیا تو یہ بھی رکوع سے اٹھ جائے اور امام کی متابعت کرے اور باقی تکبیریں اس سے ساقط ہو جائیں گی۔ اور اگر امام کو قومہ میں پایا تو اس وقت تکبیریں نہ کہے اس لئے کہ اب وہ مسبق ہے اور اپنی پہلی رکعت تکبیروں سمیت آخر میں ادا کرے گا۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر پہلے قرارت کر لے اس کے بعد تکبیرات کہے اگرچہ قاعدہ کے مطابق اسے قرارت سے پہلے تکبیرات کہنا چاہئے تھا کیونکہ یہ اس کی پہلی رکعت ہے لیکن چونکہ اس طریقہ سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے درپے ہو جاتی ہیں یعنی جو رکعت امام کے ساتھ پڑھی ہے

اس میں اس نے امام کے ساتھ قرأت کے بعد تکبیریں کہی تھیں اب اگر یہ اپنی رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیرات کہیگا تو اس کے لئے دونوں موقعوں کی تکبیروں میں کوئی قرأت فاصل نہ ہوگی اور یہ کسی صحابی کا مذہب نہیں ہے اس لئے اس کے خلاف حکم دیا گیا۔

(۵) اگر عید کی نماز میں اس وقت شریک ہو جبکہ امام تشہد پڑھ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا یا سجدہ سہو کے لئے سلام پھیر چکا ہے لیکن ابھی سجدہ سہو نہیں کیا یا سجدہ سہو کر چکا ہے لیکن اس کے بعد کے تشہد میں ہے اور ابھی ختم نماز کا سلام نہیں پھیرا تو وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد مسبقاً نہ عید کی نماز پوری کرے اور تکبیرات اپنے مقام پر کہے یعنی اس کی عید کی نماز میں شمولیت صحیح ہوگئی ہی صحیح ہے۔

(۶) اگر مقتدی دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے بلکہ جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھنے کھڑا ہوا اس وقت قرأت کے بعد کہے جیسا کہ اوپر مسبقاً ایک رکعت کا بیان ہوا۔ اور اگر دوسری رکعت کی تکبیریں امام کے ساتھ نہیں ملیں یعنی وہ رکعت ہی امام کے ساتھ نہیں ملی مثلاً وہ رکوع سے اٹھنے کے بعد شامل ہوا تو دونوں رکعتیں مسبقاً نہ پڑھے اور زائد تکبیریں اپنے اپنے موقع پر کہے۔

(۷) لاحق امام کے مذہب کے بموجب تکبیریں کہے مثلاً کوئی شخص شروع سے امام کے ساتھ شامل ہوا پھر سوجا یا اس کا وضو جانا یا جب وہ سوتے سے بیدار ہوا یا وضو کر کے اس نماز پر بنا کی تو یہ لاحق ہے اب یہ اپنی لاحقانہ نماز پڑھے تو تکبیریں اتنی کہے جتنی امام نے کہی تھیں اگرچہ اس کے مذہب میں اتنی نہ تھیں اس لئے کہ وہ امام کے پیچھے ہے اور برخلاف اس کے مسبقاً اپنی نماز میں امام کا مقتدی نہیں ہوتا اس لئے وہ اس میں اپنے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے گا۔

(۸) اگر امام عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں زائد تکبیریں کہتا بھول گیا اور قرأت شروع کر دی تو وہ قرأت کے بعد تکبیریں کہہ لے اور اگر رکوع میں یاد آئے تو رکوع میں سر اٹھانے سے پہلے کہہ لے اور قرأت کا اعادہ نہ کرے یا دوسری رکعت میں تکبیریں بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تب بھی رکوع میں کہہ لے اور قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر قیام کی طرف لوٹ جائیگا تب بھی جائز ہے اور نماز فاسد نہ ہوگی یہی صحیح ہے لیکن رکوع کا اعادہ کرے قرأت کا اعادہ نہ کرے۔

(۹) عیدین کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب ہے اس لئے کہ وہ منجملہ عید کی تکبیروں کے ہے اور عید کی تکبیریں واجب ہیں پس اگر یہ زائد تکبیریں یا دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر بھول کر فوت ہوگئی تو سجدہ سہو لازم آئے گا یعنی یہ صورت سجدہ سہو کی ہے اگر کر لے تو جائز ہے واجب نہیں ہے اگر نہ کرے تو ادنیٰ ہے کیونکہ جمعہ و عیدین میں کثرت ہجوم کی وجہ سے سجدہ سہو کا ترک افضل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ مؤلف) اور اگر قصد ترک کریگا تو نہ کہہ کر ہی ہوگا۔

(۱۰) عیدین و جمعہ کی نماز میں جن صورتوں میں سجدہ سہو لازم آتا ہے بہر حال میں کثرت ہجوم کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرنا افضل ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں اور کر لینا بھی جائز ہے۔

(۱۱) اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ جماعت اس میں شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نماز عید کی جماعت میں شامل ہو اور کسی وجہ سے صرف اس کی نماز قاسد ہوگئی تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا اور اس پر اس کی قضا واجب نہیں ہے لیکن اگر اس شخص کو دوسری جگہ عید کی نماز ملنے کا امکان ہو تو وہاں جا کر ان کے ساتھ عید کی نماز پڑھ لے اس لئے کہ عید کی نماز ہر شہر میں متعدد جگہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ایسے شریک ہو جائیں کہ جن کو عید کی نماز نہ ملی ہو تو وہ سب جمع ہو کر کسی دوسری مسجد میں جہاں عید کی نماز نہ پڑھی گئی ہو عید کی جماعت کر لیں اور ان میں سے خواہ کوئی شخص امام ہو جائے جائز ہے۔ اگر کسی شخص کو عید کی نماز نہیں ملی اور دوسری جگہ ملنے سے بھی عاجز ہے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ گھر آ کر چار رکعت نماز چاشت پڑھ لے اور ان میں زائر تکبیریں نہ کہے کیونکہ یہ عید کی قضا نہیں ہے بلکہ چاشت کے نوافل ہی ہیں۔

(۱۲) اگر امام نے عید الفطر کی نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد زوال سے پہلے اور لوگوں کے متفرق ہونے سے بھی پہلے امام وضو کرے اور سب کو یہ بات معلوم ہوئی کہ بے وضو نماز پڑھائی تھی تو نماز کا اعادہ کریں اور اگر زوال سے پہلے لوگوں کے متفرق ہونے کے بعد معلوم ہوا تو اب ان کے ساتھ نماز کا اعادہ نہ کرے نہ اُس روز اور نہ دوسرے روز اس لئے کہ وہ نماز مسلمانوں کے اعمال کی حفاظت کی وجہ سے درست قرار دیدی گئی ہے اور اگر زوال کے بعد معلوم ہوا تو دوسرے دن نماز کا اعادہ کریں اور اگر دوسرے دن زوال کے بعد معلوم ہوا تو پھر وہ نماز نہ پڑھیں اور اگر عید الاضحیٰ میں امام کو نماز پڑھانے کے بعد معلوم ہوا کہ بے وضو نماز پڑھائی ہے تو اگر اسی پہلے روز زوال سے پہلے معلوم ہو گیا تو سب آدمیوں میں نماز کے اعادہ کے لئے منادی کر دیں اور نماز کا اعادہ کریں۔ اور جس شخص نے معلوم ہونے سے پہلے قربانی ذبح کر لی ہے اس کی قربانی جائز ہے اور معلوم ہونے کے بعد سے زوال تک قربانی جائز نہیں۔ اور اگر زوال کے بعد معلوم ہوا اور لوگوں نے قربانیاں کر لیں تو وہ قربانیاں جائز ہیں اور دوسرے روز نماز کے واسطے نکلیں، اور اگر دوسرے روز معلوم ہو تو زوال سے پہلے نماز کا اعادہ کریں اور اگر زوال ہو چکا تو تیسرے دن (بارہویں ذی الحجہ کو) زوال سے پہلے پڑھ لیں اور اگر تیسرے دن زوال کے بعد معلوم ہو تو پھر نہ پڑھیں۔

(۱۳) اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ بھی حاضر ہو تو عید کی نماز کو مقدم کریں گے اور عید کے خطبہ پر جنازہ کی نماز کو مقدم کریں گے۔ (۱۴) عیدین کی نماز یا خطبہ کے بعد دعائے مانگنا اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ اور تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول نہیں ہو مگر چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دعائے مانگنا سنت ہے اسلئے عیدین میں بھی بعد نماز دعائے مانگنا بہتر و افضل ہونا چاہئے اور اگر نماز کے بعد کی بجائے خطبہ کے بعد دعائے مانگنے تو خلاف اولیٰ ہونا چاہئے۔ اور اگر دونوں جگہ ترک دعا کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۵) عرفہ کے روز جو عرفات کے علاوہ بعض دیگر جگہوں میں عرفات میں وقوف کرنے والوں کی شاہت کیلئے

لوگ جمع ہوتے ہیں یہ کوئی عبادت نہیں ہے بلکہ مکروہ تحریمی ہے اسی حکم کو ترجیح ہے تاکہ عوام کا عقیدہ خراب نہ ہوے لیکن اگر اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لئے بغیر کسی تشبہ و قوف عرفات کے یعنی سر کھولنے و قوف کرنے کے بغیر جمع ہوں تو بلا کر اہت درست ہے۔

ایام تشریق کی تکبیروں کا بیان | یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ و قوف عرفات کا دن) و یوم نحر (۱۰ ذی الحجہ قربانی کا دن) اور ایام تشریق (یعنی تین دن گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ) ان پانچ دن میں ہر فرض

نماز کے بعد تکبیر کہی جاتی ہے ان کو تکبیرات تشریق کہتے ہیں۔ تشریق کی تکبیروں کے بارے میں چار چیزوں کا بیان ضروری ہے۔ (۱) حکم۔ (۲) صفت یعنی کیا پڑھیں اور کے بارے میں۔ (۳) شرائط۔ (۴) واجب۔

پس ایام تشریق کی تکبیروں کا حکم یہ ہے کہ یہ واجب ہیں اور ان کے پڑھنے کی صفت یہ ہے: **اللَّهُ أَكْبَرُ** **اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَبِاللَّهِ الْحَمْدُ** اور اس کا بلند آواز سے ایک بار کہنا

واجب ہے اور تین بار کہنا افضل ہے۔ اس کی شرائط یہ ہیں۔ مقیم ہو اور شہر میں ہو اور فرض عین نماز جماعت مستحبہ سے پڑھے پس یہ تکبیرات مسافر یا اور گاؤں کے رہنے والے پر اور عورت پر واجب نہیں لیکن اگر یہ لوگ ایسے شخص کے مقتدی ہوں

جس پر تکبیر واجب ہے تو ان پر بھی امام کی متابعت کی وجہ سے تکبیر واجب ہو جائے گی۔ اسی طرح منفرد (ایک نماز پڑھنے والے) پر بھی یہ تکبیر واجب نہیں لیکن اگر منفرد اور عورت اور مسافر بھی کہے تو بہتر ہے کیونکہ صاحبین کے نزدیک

مطلقاً فرض پڑھنے والے پر واجب ہے لہذا ان کے نزدیک ان سب پر واجب ہے عورتیں آہستہ آواز سے کہیں اور آدمی جہر کے ساتھ (پکار کر) کہیں۔ اگر عورتیں اپنی جماعت خود کریں اور عورت امام ہو تب بھی ان پر واجب نہیں کیونکہ

ان کا جماعت کرنا مکروہ ہے اور وہ مستحبہ جماعت نہیں ہے۔ اور اگر عورت نے مرد کے پیچھے نماز پڑھی اور امام نے اس کا امام ہونے کی نیت کی تو عورت پر بھی واجب ہے۔ اسی طرح برہنہ نماز پڑھنے والوں پر بھی واجب نہیں اگرچہ جماعت کریں کیونکہ

ان کی جماعت مستحبہ نہیں ہے۔ جو نماز فرض عین نہیں ہے یعنی واجب و تر و عید الاضحیٰ و نفل و سنت و نماز جنازہ وغیرہ ان کے بعد تکبیر کہنا واجب نہیں اور جمعہ کے فرضوں کے بعد واجب ہے۔ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہنے

کیونکہ بعض کے نزدیک واجب ہے اس لئے کہ یہ بھی جمعہ کی طرح جماعت سے ادا کی جاتی ہے اور اس پر مسلمانوں کا عمل متواتر ہے پس اس کا اتباع واجب ہے۔ آزاد ہونا امام ابو حنیفہ کے نزدیک اصح قول کے بموجب شرط نہیں

ہے پس غلام پر تکبیر تشریق واجب ہے۔ اگر غلام کسی جماعت کا امام ہو تو اس پر اور مقتدیوں پر تکبیر واجب ہے مسبوق اور لاحق پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے مگر جب خود اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیریں اس وقت کہیں اور اگر امام کے

ساتھ کہہ لی تو نماز فاسد نہ ہوئی اس لئے کہ یہ ذکر ہے اور نماز ختم کرنے کے بعد اس پر تکبیر کا اعادہ بھی نہیں ہے نفل پڑھنے والے نے فرض پڑھنے والے کی اقتدا کی تو امام کی پیروی میں اس مقتدی پر بھی تکبیر واجب ہے اگر مقیم

نے مسافر کی اقتدا کی تو مقیم پر تکبیر واجب ہے اگرچہ امام مسافر پر واجب نہیں ہے۔ اگر کچھ مسافر یا گاؤں کے رہنے والے

۳۰

۱۔ بعض نے کہا کہ دو دفعہ کہنا خلاف سنت ہے اس میں تطبیق یوں ہے کہ سنت صحیحہ زیادہ نہ کہے ذکر صحیحہ کرے تو مضائقہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (مؤلف عن دا)

کسی شہر میں جماعت کریں تو ان پر تکبیر واجب نہیں ہے ہی اصح ہے۔ اسی طرح اگر مرضی علی جماعت کریں تو ان پر بھی تکبیر واجب نہیں ہے کیونکہ مقیم کا تندرست ہونا ضروری ہے۔ — وقت ان تکبیرات کا یہ ہے کہ عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر کی نماز سے شروع کرے اور تیرہویں ذی الحجہ (یعنی ایام تشریق کے آخری روز کی عصر کی نماز کے بعد تک کہنا چاہئے۔ یہ سب تیس (۲۳) نمازیں ہوتی ہیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے اور یہ حکم صاحبین کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ہر زمانے میں سب شہروں میں اسی پر عمل ہے۔ اور یہ تکبیر سلام پھرنے کے بعد فوراً (منصل) واجب ہے یعنی جب تک کوئی ایسا فعل نہ کیا ہو کہ نماز کی بنا اس پر نہ کر سکے اس وقت تک کہہ لے یہاں تک کہ جان بوجھ کر یا بھول کر کلام کیا یا جان بوجھ کر حدیث کیا یا مسجد سے نکل گیا تو یہ تکبیر ساقط ہو جائے گی۔ اگر امام نے تکبیر چھوڑ دی تب بھی مقتدی پر تکبیر کہنا واجب ہے خواہ وہ مقتدی مسافر ہو یا گاؤں کا رہنے والا ہو یا عورت ہو کیونکہ یہ نماز کے بعد ہے اس لئے امام کی مخالفت میں شمار نہیں ہوگی۔ اور مقتدی کو امام سے پہلے تکبیر شروع کرنا بھی جائز ہے لیکن مستحب ہے کہ امام کے شروع کرنے کا انتظار کرے لیکن اگر امام تکبیر کہتا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے گا تب کہیں گے اور مقتدی امام کا انتظار اس وقت تک کریں جب تک امام سے کوئی ایسی حرکت واقع نہ ہو کہ جس سے تکبیر منقطع ہو جائے اور وہ امور وہ ہیں جن کے بعد نماز کی بنا جائز نہیں رہتی جیسے مسجد سے نکل جانا یا عمدہ حدث کرنا یا عمدہ ایسا ہوا کلام کرنا اگر امام یا مقتدی کا سلام کے بعد تکبیر سے پہلے بلا قصد و ضلوت نکل جائے تو اصح یہ ہے کہ تکبیر کہہ لے اور طہارت کے واسطے جانے کی ضرورت نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر ان تکبیرات تشریق کے دنوں میں کسی وقت کی نماز قضا ہو جائے اور اس کو اسی سال کی تشریق کے دنوں میں جماعت سے قضا کرے تو اس کے ساتھ بھی تکبیر کہے۔ اگر ان دنوں کے علاوہ اور دنوں کی قضا نمازیں ان دنوں میں پڑھے یا اگر ایام تکبیرات تشریق میں کوئی نماز قضا ہو گئی اور اس کی قضا ان دنوں کے سوا اور دنوں میں پڑھے یا گذرے ہوئے سال کی ایام تکبیرات تشریق کی قضا نماز اس سال کے ایام تشریق میں پڑھے تو ان تینوں صورتوں میں تکبیر نہ پڑھے۔

نماز کسوف (سورج گہن کی نماز) کا بیان

اکثر فقہاء کسوف سورج گہن کو کہتے ہیں اور خسوف چاند گہن کو، ہی اصح ہے اگرچہ بعض کے نزدیک کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند گہن اور سورج گہن میں برابر ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما نرسل بالآیات الا متحذرتا ترجمہ ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنی تاکہ بندے ڈر کر اللہ کی عبادت کریں اور اس کی طرف رجوع کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے کی وجہ سے ان کو گہن نہیں لگتا اور نہ یہ کسی کی حیات یعنی پیدا ہونے کی وجہ سے گہن ہیں پس جب تم ان کو

کہتے دیکھو تو اللہ سے دعا مانگو اور تکبیر کہو اور نماز پڑھو اور خیرات کرو۔ (الحديث)

(۱) سورج اُگنے کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور یہ قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ اور بالاجماع یہ حکم ہے کہ اس کا جماعت سے ادا کرنا مستحب و افضل ہے اور اکیلے اکیلے بھی جائز ہے مگر جماعت سے اس وقت پڑھنا مستحب ہے جبکہ امام بادشاہ وقت یا اس کا نائب ہو یعنی وہ شخص امام ہو جو جمعہ و عیدین کا امام ہو۔ کیونکہ اس نماز کے لئے تین چیزیں مستحب ہیں، امام وہ ہو جو جمعہ یا عیدین کا امام ہو، وقت ایسا ہو جس میں نفل نماز پڑھنا مباح و جائز ہو، جگہ یعنی جامع مسجد یا عید گاہ ہو۔ اگر جمعہ یا عیدین کا امام موجود نہ ہو تو جماعت نہ کریں بلکہ لوگ جدا جدا اپنی اپنی مسجدوں یا گھروں میں پڑھ لیں لیکن اگر پڑھے امام نے جو جمعہ و عیدین پڑھنا ہو ان کو جماعت کی اجازت دیدی ہو تو اس وقت جائز ہے کہ جماعت سے نماز پڑھیں اور محلہ کا امام امامت کرے۔ عورتیں اپنے گھروں میں علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ چھوٹے گاؤں کے رہنے والے یعنی جہاں جمعہ و عیدین کی نماز پڑھنے میں وہ بھی اکیلے اکیلے پڑھیں۔ (۲) سورج اُگنے کی نماز عام نوافل کی طرح ہے یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کرے اور اس میں اذان اور اقامت اور خطبہ بھی نہیں ہے (بعض کے نزدیک نماز کے بعد خطبہ ہے بالاتفاق لیکن مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ بالاتفاق خطبہ نہیں ہے) لیکن اگر لوگ جمع نہ ہوئے ہوں تو ان کو جمع کرنے کے لئے ان لفظوں سے پکاریں: —
اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَةٌ۔ اس نماز میں قرأت بھی جہر (بلند آواز) سے نہ کریں بلکہ آہستہ پڑھیں یہی صحیح ہے (امام ابو یوسف کے نزدیک جہر کرے اور امام محمد سے دو روایتیں ہیں)۔ اس نماز میں جس قدر چاہے قرأت پڑھے اور افضل یہ ہے کہ دونوں رکعتوں میں قرأت طویل کرے اگر زیادہ ہو تو سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کی مثل بڑی بڑی سورتیں پڑھے اور رکوع و سجدوں میں بھی طویل کرے۔ اور نماز کے بعد آفتاب کے صاف ہو جانے تک دعا مانگتا رہے۔ نماز میں طویل کرنا اور دعائیں تخفیف کرنا یا دعائیں طویل کرنا اور نماز میں تخفیف کرنا دونوں جائز ہیں پس اگر ایک میں تخفیف کرے تو دوسرے میں تطویل کرے تاکہ اُگنے کا سا اوقات نماز اور دعا و خشوع و خضوع میں پورا ہو جائے یہاں تک کہ سورج صاف ہو جائے یہی سنون و مستحب ہے۔

(۳) اس نماز کی کم از کم دو رکعت ہیں اور چار رکعت پڑھنا افضل ہے اس سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے۔
(۴) اس نماز کو عید گاہ یا جامع مسجد میں پڑھنا افضل ہے اگر کہیں اور پڑھیں تب بھی جائز ہے۔ اگر سب جمع ہو کر نماز پڑھیں صرف دعا مانگ لیں تو بھی جائز ہے لیکن نماز افضل ہے، امام دعا کے واسطے منبر پر نہ چڑھے۔ اس دعا میں امام کو اختیار ہے کہ چاہے قبلہ کی طرف کو بیٹھ کر دعا مانگے خواہ کھڑا ہو کر قوم کی طرف منہ کر کے دعا مانگے اور قوم کے لوگ اس کی دعا پڑھیں کہتے رہیں یہی بہتر ہے اگر اپنے عصا یا کمان پر سہارا دیکر کھڑا ہو کر دعا مانگے تو یہ بھی بہتر ہے۔
(۵) اُگنے کی نماز کا وقت وہ ہے جب سورج اُگنے میں ہو۔ اگر اُگنے کے وقت نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ آفتاب

کھل گیا تو پھر نماز نہ پڑھیں اگر کچھ کھل گیا اور کچھ گہن میں ہے تو نماز شروع کرنا جائز ہے۔ اگر گہن کی حالت میں آفتاب پر بادل آگیا یا کوئی حائل واقع ہو گیا تو بھی نماز پڑھیں کیونکہ حقیقتاً وہ گہن کی حالت میں ہے۔ اگر ایسے وقت گہن لگا کہ اس وقت نماز نوافل کا پڑھنا ممنوع و مکروہ ہے مثلاً نصف النہار (ٹھیک دوپہر) کے وقت یا عصر کے بعد یا طلوع آفتاب کے وقت تو نماز نہ پڑھیں بلکہ دعائیں مشغول رہیں۔ اور اگر گہن کی حالت میں سورج غروب ہو جائے تو دعا ختم کریں اور مغرب کی نماز پڑھیں اسی طرح کسی اور نماز کا وقت آجائے تو دعا موقوف کر کے نماز میں مشغول ہو جائیں۔ (۶) اگر کسوف کے وقت کوئی جنازہ آجائے تو پہلے جنازہ کی نماز پڑھیں۔

خسوف (چاند گہن) و دیگر حوادث کی نماز کا بیان

چاند گہن کی نماز مستحب ہے اور اس میں جماعت نہیں خواہ جمعہ و عیدین کا امام موجود ہو یا نہ ہو بہر حال اس دور کعتیں اکیلے اکیلے پڑھیں۔ اگر امام کے علاوہ دو تین آدمی ہوں تو ان کی جماعت بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ دیگر نوافل کا حکم ہے باقی مسائل وہی ہیں جو سورج گہن کی نماز کے بیان ہوئے۔

اگر ہولناک اور دل پریشان کرنے والے امور حادث ہوں مثلاً دن میں یارات کے وقت بہت سخت آندھی آئے یا بارش لگنا کثرت سے برے اور بندہ ہو یا اولے یا برف کثرت سے پڑے اور ان کا گریا بندہ ہو یا آسمان سرخ ہو جائے یا دن میں سخت تاریکی ہو جائے یا رات میں بیکایک ہولناک روشنی ہو جائے یا زلزلے آئیں یا صاعقہ یعنی بجلیاں کڑکیں یا بجلیاں گریں یا ستارے بکثرت چھوٹنے لگیں۔ یا کوئی مرض عام ہو جائے یعنی وبائی امراض طاعون و ہیضہ وغیرہ کا زور ہو یا دشمن کا خوف غالب ہو یا اس قسم کا کوئی اور دہشتناک امر پایا جائے تو مستحب ہے کہ ان حوادث کے دفعیہ کی نیت سے دو رکعت نماز اکیلے اکیلے اپنے گھروں میں یا مساجد میں پڑھیں اور نماز کے بعد اس کے دفعیہ کے لئے دعا کریں اور جو دعائیں ان موقعوں کے لئے حدیثوں میں آئی ہیں ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ مثلاً تیر ہوا چلنے کے وقت یہ پڑھے: **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ** (بخاری و مسلم وغیرہ)۔ ابراہیم دیکھے تو باتیں ترک کرے اور یہ دعا پڑھے: **اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ**۔ اگر کوئی بے بس لگے تو یہ پڑھے: **اللَّهُمَّ سَقِيْنَا نَافِعًا**۔ جب کھل جائے تو حمد کرے۔ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سے تو یہ کہے: **اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِخَضْبِكَ وَلَا تَهْلِكْنَا بَعْدَ آيَتِكَ وَعَايِنَا قَبْلَ ذَلِكَ**۔

نماز استسقا کا بیان

(۱) شریعت میں استسقا کے معنی اللہ تعالیٰ سے خشک سالی کے وقت بارش طلب کرنے کے لئے کیفیت

مخصوصہ کے ساتھ استغفار و دعا کرنا ہے۔ اور یہ نماز و دعا ایسے مقام میں مشروع ہے جہاں جھیلیں تالاب نہریں اور ایسے کنوئیں نہ ہوں جن سے لوگ پانی پئیں اور اپنے جانوروں کو پلائیں اور کھیتوں کو پانی دیں، یا ہوں نگر کافی نہ ہوں اور اگر اس جگہ جھیلیں تالاب کنوئیں اور نہریں ہوں تو استغفار کی نماز کے واسطے نہ نکلیں اس لئے کہ یہ شریعت ضرورت کے وقت مشروع ہوئی ہے۔

(۲) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استغفار میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت (مؤکدہ) نہیں ہے البتہ جائز بلکہ مستحب ہے یہی صحیح ہے کیونکہ احادیث و آثار سے اس کا بھی پڑھنا اور کبھی نہ پڑھنا اور صرف دعا و استغفار کرنا ثابت ہوتا ہے جو دلیل مستحب کی ہے اور اس میں خطبہ بھی نہیں لیکن دعا و استغفار ہے (قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّكُمْ كَانْتُمْ عَنْهَا تَرْسِلِينَ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا**۔ الآیہ۔ یعنی اپنے رب سے استغفار کرو بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے موبسلا دھار بارشیں تم پر برسائے گا)۔ اور اگر جدا جدا نفل نماز پڑھ لیں تو بھی مضائقہ نہیں (مطلب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز استغفار کی سنت ادا ہونے کا دار و مدار باجماعت نماز ہی پر نہیں ہے بلکہ صاحب شرع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کر لیا جائے سنت ادا ہو جائیگی اور وہ نماز باجماعت یا اکیلے اکیلے نماز یا بغیر نماز دعا و استغفار کرنا وغیرہ ہے بعض متعصبین نے جو امام صاحب کی طرف نماز باجماعت کا بدعت ہونا منسوب کیا ہے یہ غلط ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس میں چادر لوٹانا بھی نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ نماز جماعت کے ساتھ سنت ہے۔ پس امام عید کی نماز کی طرح بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعت نماز استغفار پڑھاوے اور دونوں میں جہر سے قرائت کرے اور افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ ق اور دوسری میں سورہ القم پڑھے یا پہلی میں الاعلیٰ اور دوسری میں العاشیہ پڑھے۔ اس نماز میں نماز عید کی طرح تکبیرات زائد کہنے میں اختلاف ہے امام محمدؒ کے نزدیک ایک روایت کے بموجب زائد تکبیریں بھی کہے لیکن مشہور روایت کے بموجب امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ دونوں کے نزدیک اس میں زائد تکبیریں نہ کہے۔ نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر اور لوگوں کی طرف منہ کر کے کمان یا تلوار یا عصا پر سہارا دیکر دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں جلسہ کرے یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک ہی خطبہ پڑھے اور اس میں اللہ کو پکارے اور تسبیح پڑھے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت مانگے اور اکثر خطبہ استغفار ہو۔ امام جب تھوڑا سا خطبہ پڑھے چکے تو اپنی چادر کو پلٹ لے یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں۔ چادر پلٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ مرجع (چوکور) ہو تو اوپر کی جانب نیچے اور نیچے کی جانب اوپر کر لے اس طرح پر کہ دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے لیجا کر اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑ لے اور بائیں ہاتھ کے ساتھ دائیں جانب کے

نیچے کا کونہ پکڑ لے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے اس طرح پھیرے کہ دائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا کونہ دائیں ہونڈھے پر ہو، اور بائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا کونہ بائیں ہونڈھے پر ہو پس اس طرح دایاں کونہ بائیں طرف آجلے گا اور یایاں دائیں طرف اور اوپر کا رخ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو جائے گا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار مبارک کا طول چار ہاتھ تھا اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت) اور اگر بدور یعنی گول ہو تو داہنی جانب بائیں طرف کر دے اور بائیں جانب داہنی طرف کر دے اور اگر قبا ہو تو اس کا اندرونی حصہ یعنی جو بدن کے ساتھ لگتا ہے باہر کر لے اور ظاہری یعنی اوپر کا حصہ اندر یعنی بدن کے ساتھ لگنے والا کر لے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ حال بدلنے کی نیک فال ہوئے۔ لیکن قوم کے لوگ (مقتدی) اپنی چادروں کو نہ پلٹیں۔ جب امام خطبہ سے فارغ ہو تو جماعت والوں کی طرف پیٹھ کر کے قبلہ کی طرف کو منہ کر کے پھر اپنی چادر لوٹا دے اور کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر استسقا کی دعائیں مشغول ہو اور مسلمانوں کے واسطے مغفرت طلب کرے۔ دعائیں امام ہاتھوں کو خوب بلند کرے کیونکہ جس قدر کوئی مطلب جس کے لئے دعا کی جائے دشوار اور بھاری ہو ہاتھوں کا اٹھانا بھی بلند تر ہو اور اپنے دونوں ہاتھوں کی پیٹھ آسمان کی طرف رکھے (علمائے کہا ہے کہ اس میں بھی گویا حال بدلنے کی قال ہے اور اشارہ ہے ابر کا پیٹ زمین کی طرف ہو اور جو کچھ اس میں ہے یعنی میتھ زمین پر ڈال دے۔ نیز علمائے کہا ہے کہ جب کوئی کسی بلا مثلاً قحط وغیرہ کے دفعیہ کے لئے دعا کرے تو ہاتھوں کو بہت بلند کرے اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرے اور جب کسی نعمت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے تو چاہئے کہ ہاتھ کی پھیلیاں آسمان کی طرف کرے۔ اگر امام اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے تو بہتر ہے اور اگر ہاتھ نہ اٹھائے اور بالشت شہادت سے اشارہ کر دے تو بھی بہتر ہے۔ اسی طرح مقتدی بھی اپنے ہاتھ اٹھائیں اس لئے کہ دعائیں ہاتھ پھیلا کر استسقا اور جماعت کے لوگ خطبہ اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے رہیں اور امام کی دعا پر آمین کہتے رہیں بہتر وہ دعائیں ہیں جو احادیث میں وارد ہیں مثلاً یہ دعا پڑھے: **اللَّهُمَّ اسْقِنَا مَغِيثًا مَغِيثًا هَيِّئْ لَنَا مَرِيئًا مَرِيئًا عَدَقًا مَجْدَلًا سَمْحًا طَبَقًا دَائِمًا شَامِيًا** نور الايضاح وغیرہ (ترجمہ: اے اللہ میں ایسی بارش بلا جو فریاد کو پہنچنے والی ہو یعنی سیراب کرنے والی ہو جس میں ضرورت ہو جس کا انجام اچھا ہو جو بہار کر دے جس میں خیر اور پانی بہت ہو جو زمین کو عام طور پر ڈھانپ لے زمین پر جاری ہونے والا ہو جو ساری زمین کو عام ہو ہمیشہ کا نفع دینے والا ہو) یا اور جو الفاظ اس کی مانند ہوں پڑھے۔ بعض کتب میں عَدَقًا کے بعد **عَاجِلًا غَيْرَ رَائِيٍّ** (یعنی جلد برسے والا دیر نہ کرنے والا) زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف میں اس طرح ہے: **اللَّهُمَّ اسْقِنَا مَغِيثًا مَغِيثًا مَرِيئًا مَرِيئًا عَدَقًا مَجْدَلًا سَمْحًا طَبَقًا دَائِمًا شَامِيًا**)۔ ایک دعا یہ بھی حدیث شریف میں آئی ہے: **اللَّهُمَّ اسْقِنَا مَغِيثًا مَغِيثًا مَرِيئًا مَرِيئًا عَدَقًا مَجْدَلًا سَمْحًا طَبَقًا دَائِمًا شَامِيًا** اور یہ دعا بھی آئی ہے: **اللَّهُمَّ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ**

آنزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا لِي حِينٍ. مشکوٰۃ شریف (خواہ ان میں کوئی دعا پڑھے یا ان کو بلا کر پڑھے۔ لیکن استسقا کی دعا کا عربی میں ہونا یا خاص الہی الفاظ میں ہونا کچھ ضروری نہیں، یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں اس مطلب کی دعا مانگ لے۔)

(۳) مستحب یہ ہے کہ امام لوگوں کے ساتھ برابر تین دن تک استسقا کی نماز کے لئے باہر جنگل کی طرف جائے تین روز سے زیادہ نہیں کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں ہے اور منبر نہ لیجائیں اور امام کے لئے مستحب ہے کہ نماز استسقا کیلئے باہر نکلنے سے پیشتر لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے اور گناہوں سے خالص توبہ واستغفار کرنے کا حکم دے (تنبیہ: جب امام لوگوں کو روزہ کا حکم کرے اور وہ دن ایسے نہ ہوں جن میں روزہ رکھنا منع ہے تو لوگوں کو روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ امام کی اطاعت اس چیز میں جو معصیت نہ ہو واجب ہے۔ شامی) پھر چوتھے روز ان کے ساتھ اس طرح پرنکلے کہ سب پیدل ہوں اور پیرانے بغیر ڈھلے یعنی معمولی یا پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنیں اور اللہ کے سامنے ذلت والوں کی صورت بنائے عاجزی انکساری اور تواضع کرتے ہوئے سروں کو جھکائے ہوئے ہوں پاؤں ننگے ہوں تو بہتر ہے۔ ہر روز نکلنے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے اور ہر روز نئے سرے سے توبہ کریں اور مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کریں زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے خالص توبہ کریں اور جس کسی کے ذمہ جن کے حقوق ہیں سب ادا کرے یا معاف کرے۔ تمام مسلمان مل کر اپنے کمزوروں یعنی بوڑھے مرد و عورت اور بچوں کو ساتھ لیجائیں اور ان کے توسل سے دعا کریں اور سب آمین کہیں۔ ان لوگوں کے توسل سے دعا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان لوگوں کو آگے کر دیں تاکہ وہ دعا مانگیں کہ ان کی دعا جلد قبول ہوتی ہے اور جوان آمین کہیں۔ اس وقت بچے اپنی ماؤں سے جدار رکھے جائیں تاکہ ان کے رونے چلانے سے لوگوں کو رقت و خشوع زیادہ ہو اور رحمت الہی خوش میں آئے اور مستحب ہے کہ اپنے جانوروں کو بھی ساتھ لیجائیں کیونکہ کبھی بارش الہی کے سبب سے عنایت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں چیونٹی کی دعا کا ذکر آیا ہے) غرضیکہ رحمت الہی کے منوجہ ہونے کے تمام اسباب ہیا کریں۔

(۴) اگر امام نہ نکلے تو اور لوگوں کو نکلنے کا حکم کرے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر نکلیں تب بھی جائز ہے کسی ذمی کافر کو اس وقت ساتھ نہ لے جائیں، یہ نماز رحمت کے نزول کی طلب کے لئے ہے اور کافروں پر لعنت اترتی ہے۔ اور اگر وہ اپنے آپ خرید و فروخت کے لئے یا اپنے عبادت خانوں کو یا جنگل کو جائیں تو ان کو منع نہ کریں (راجح یہ ہے کہ کافر کی دعا بھی قبول ہوتی ہے خصوصاً جبکہ وہ مظلوم ہو اسی پر فتویٰ ہے اول قرآن پاک میں جو آیا ہے وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ اور کافروں کی دعا سوائے یہ کہنے کے اور کچھ نہیں توبہ آخرت کے متعلق ہے۔)

(۵) مکہ معظمہ کے لوگ نماز استسقاء کے لئے مسجد الحرام میں جمع ہوں بیت المقدس کے لوگ مسجد الاقصیٰ میں اور مدینہ منورہ کے لوگ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں اور اپنے جانوروں کو ان مساجد کے دروازوں پر کھڑا کریں ان تینوں جگہوں کے علاوہ باقی جگہوں کے لوگ جنگل میں یعنی میدان میں جائیں۔

(۶) اگر باہر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے تو بھی تین دن پورے کریں اور اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں اور بارش کے وقت کی جو دعا حدیث شریف میں ارشاد ہوئی ہے پڑھیں اور وہ یہ ہے
 اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا رَاے اللہ مفید منہر برسا دیکھے اور بارش میں کچھ دیر ٹھہریں تاکہ بدن پر پانی پہنچے اور جب بادل گرجے تو اس کی دعا پڑھیں اور وہ یہ ہے: سُبْحَانَكَ مَنْ سُبِحَانَكَ مِنَ الرَّعْدِ بِحَمْدِكَ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِكَ - نیز یہ دعا پڑھے: اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تَهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا مِنْ قَبْلِ ذَالِكَ - جب بادل آتا دیکھے تو یہ دعا پڑھے: اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أُرْسِلَ بِهِ (ہر موقع کی مستون دعائیں خاکسار مولف کی کتاب عمدة السلوك حصہ اول میں درج ہیں)۔

(۷) اگر کثرت سے بارش ہو کہ نقصان کرنے والی ہو تو اس کے روکنے کے لئے اور جہاں مفید ہو وہاں برسنے کی دعا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اس کی دعا حدیث شریف میں یہ ہے: اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى الْكَامِ وَالظَّرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ -
 (۸) مستحب ہے کہ سرسبز جگہ کے لوگ قحط زدہ لوگوں کے لئے دعا کریں۔

خوف کی نماز کا بیان

(۱) یہ کوئی الگ نماز نہیں ہے بلکہ جہاد کرتے وقت جبکہ فرض و واجب کا وقت آجائے اور سب کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھنے کی حالت میں دشمنوں کے ہجوم کرنے کا خطرہ ہو تو جماعت کے دو گروہ کر کے ہر ایک گروہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور جب ایک گروہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہتا ہے جس کی تفصیل آگے آئیگی۔ یہ نماز کتاب اور سنت سے ثابت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ صلوٰۃ الخوف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشروع تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی مشروعیت باقی رہنے میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ و دیگر اکثر ائمہ کے نزدیک آپ کے بعد بھی اس کی مشروعیت اسی طرح باقی ہے کیونکہ آپ کے بعد صحابہ کرام نے بھی یہ نماز پڑھی ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و دیگر بعض ائمہ کے نزدیک صلوٰۃ الخوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب حاصل کرنے کے لئے خلاف قیاس مشروع ہوئی تھی آپ کے بعد یہ بات جاتی رہی تو اب اس کا ادا کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۲) خوفِ اس نماز کا سبب ہے اور دشمن کا یقیناً موجود ہونا شرط ہے۔ دشمن خواہ انسان ہو جیسے کفار وغیرہ یا درندہ جانور ہو یا بڑا سانپ یعنی اژدہا ہو، یا اسی طرح کی اور چیزوں مثلاً آتش زدگی یا ڈوبنے وغیرہ کا خوف سب کے لئے اس نماز کا حکم برابر ہے۔

(۳) دشمن کے یقیناً موجود ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایسا قریب اور سامنے ہو کہ اس کو دیکھتے ہوں اور یقین کے ساتھ یہ خوف ہو کہ اگر سب جماعت میں مشغول ہوں گے تو دشمن حملہ کر دے گا۔ اگر دشمن دور ہو تو نماز خوف جائز نہیں۔ دشمن کے آنے کا صرف گمان کر لینا کافی نہیں ہے مثلاً اگر کچھ سیاہی یا گرد وغبار دیکھیں اور اس پر دشمن کا گمان کر کے نماز خوف پڑھیں اس کے بعد اگر دشمن ظاہر ہوا تو وہ نماز جائز ہو گئی اور اگر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو وہ نماز جائز نہ ہوگی بلکہ دوبارہ پڑھیں لیکن اگر گمان کی غلطی اس وقت معلوم ہوئی جب ایک گروہ اپنی چہرت پر نماز پڑھ کر پھر لیکن ابھی صفوں سے باہر نہیں ہوا تو اسی پر بنا کر ناجائز ہے جیسا کہ کوئی شخص حدیث کے گمان سے پھر لیکن ابھی وہ صفوں سے باہر نہیں ہوا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ یہ حکم مقتدیوں کے واسطے ہے امام کی نماز بہر حال میں جائز ہے اس لئے کہ اس کے حق میں کوئی چیز نماز کو توڑنے والی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر دشمن دور ہو تو یہ نماز مقتدیوں کی نہ ہوگی اور امام کی ہو جائے گی۔ (یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دو گروہوں نے امام کے پیچھے کچھ نماز پڑھی ہو جس کی تفصیل آگے آئیگی اور اگر پوری نماز ایک امام کے پیچھے پڑھیں تو سب کی نماز جائز ہے۔ مؤلف)

(۴) نماز خوف کی کیفیت :- اگر قوم ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا نہ کرے اور اس پر راضی ہو کہ کچھ لوگ بعد میں پڑھ لیں گے تو امام کے واسطے افضل یہ ہے کہ قوم کے دو گروہ کرے اور ایک گروہ کو یہ حکم دے کہ دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوں اور خود دوسرے گروہ کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے پھر یہ گروہ دشمن کے مقابلے پر چلا جائے اور پہلا گروہ جو دشمن کے مقابلے پر ہے امام اس میں سے کسی شخص کو حکم کرے کہ امامت کر کے اس گروہ کو پوری نماز پڑھائے (یعنی امن کی حالت کی طرح دونوں گروہ دو اماموں کے پیچھے الگ الگ جماعت کر لیں اور ایک کی جماعت کے وقت دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہے)۔

اور اگر سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں اور جھگڑا کریں مثلاً کسی بزرگ شخص کے پیچھے سب لوگ نماز پڑھنا چاہیں تو اس کی کیفیت میں بحسب اختلاف زبان و مکان مختلف روایتیں آئی ہیں چنانچہ بعضوں نے کہا کہ یہ نماز سولہ طرح پر آتی ہے اور اس کو اصح الروایات کہا ہے بعض کے نزدیک چوبیس اور بعض کے نزدیک چودہ یا کم و بیش طرح پر آتی ہے اور بعض نے کہا کہ چھ طرح پر ہے اور باقی طریقے ان چھ کی طرف راجع ہیں۔ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ سب طریقے جو حدیثوں میں آئے ہیں سب معتبر اور جائز ہیں اور اختلاف اس میں ہے کہ کونسا طریقہ اولیٰ و بہتر ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن مجید میں مذکورہ کیفیت سے زیادہ ملتی ہوئی صورت یہ ہے

جو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے لی گئی ہے کہ قوم کے دو گروہ کرے ایک گروہ مثلاً الف دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہو اور دوسرا گروہ مثلاً ب امام کے ساتھ نماز پڑھے پس اگر وہ نماز دو رکعت والی ہو یعنی امام اور قوم کے لوگ سب نمازوں یا فجر یا جمعہ یا عید کی نماز ہو تو ب گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور جب پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو ب گروہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور الف گروہ جو دشمن کے مقابلہ میں ہے آجائے اور امام اتنی دیر بیٹھا ہو ان کا منتظر رہے اور پھر الف گروہ کے ساتھ باقی ایک رکعت پڑھے کر تشہد پڑھے اور امام سلام پھیر دے مگر الف گروہ کے لوگ جو اب اس کے پیچھے ہیں سلام نہ پھیریں اور دشمن کے مقابلے پر چلے جائیں پھر ب گروہ کے لوگ اپنی نماز کی جگہ پر آئیں اور اپنی اپنی ایک رکعت بغیر قرائت پڑھیں کیونکہ وہ اس رکعت میں لائق ہوتے اور لائق کا حکم مقتدی جیسا ہے (یعنی ہر مقتدی اپنی اپنی رکعت ادا کرے اور ان میں قرائت کرے۔ مؤلف) پھر تشہد پڑھے کر سلام پھیر دیں اور دشمن کے مقابلے پر جائیں پھر الف گروہ کے لوگ اپنی نماز کی جگہ پر آئیں اور اپنی اپنی ایک رکعت قرائت کے ساتھ پڑھیں کیونکہ وہ مسبق ہیں اور مسبق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے پھر تشہد پڑھے کر سلام پھیر دیں۔ عیدین کی نماز میں جب ب گروہ کے لوگ اپنی دوسری رکعت کے لئے واپس آکر امام کے قرائت کی مقدار یا کم و بیش اتنا زائد بغیر قرائت پڑھے قیام کر لیں پھر اپنی اپنی تین زائد تکبیریں کہیں پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کریں اور جب نماز پوری کر لیں تو وہ چلے جائیں اور الف گروہ کے لوگ واپس آکر جب اپنی رہی ہوئی ایک رکعت قرائت کے ساتھ پڑھ لیں پھر قرائت کے بعد تین زائد تکبیریں کہیں یہی استحسان ہے۔ اگر امام اور قوم دونوں مقیم ہوں اور نماز چار رکعتوں کی ہو تو الف گروہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہے اور امام ب گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور یہ بطور وجوب کے ہے حتیٰ کہ اگر ایک رکعت پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی پھر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے تشہد کے بعد یہ گروہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور الف گروہ جو دشمن کے مقابلے پر ہے آجائے اور ان کے آنے تک امام بیٹھا ہو ان کا انتظار کرے پھر ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور تشہد پڑھے کر سلام پھیر دے اور یہ الف گروہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے اور دشمن کے مقابلے پر چلا جائے پھر ب گروہ کے لوگ آئیں اور بغیر قرائت یعنی لاحقانہ دو رکعتیں پڑھیں اور تشہد پڑھے کر سلام پھیر دیں اور دشمن کے مقابلے پر چلے جائیں پھر الف گروہ کے لوگ آئیں اور دو رکعتیں قرائت کے ساتھ یعنی مسبقانہ پڑھیں اور تشہد پڑھے کر سلام پھیر دیں۔ یہ طریقہ مستحب اور افضل ہے ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ ب گروہ کے لوگ جو شروع سے امام کے ساتھ ہیں دو رکعت والی نماز میں ایک رکعت پڑھے کر اور چار رکعت والی میں دو رکعت پڑھے کر دشمن کے مقابلہ میں جائیں بلکہ وہیں نماز کی جگہ اپنی دوسری رکعت بھی لاحق کی طرح پڑھے کر نماز پوری کر کے سلام پھیر دیں پھر جائیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ جب الف گروہ پہلی رکعت یا پہلا دو گانہ امام کے ساتھ پڑھے کر واپس دشمن کے مقابل آجائے تو یہ ب گروہ واپس نماز کی جگہ نہ جائے بلکہ وہیں اپنی نماز لاحقانہ پوری کر لے۔ اسی طرح الف گروہ کے لوگ بھی اپنی مسبقانہ رکعت یا دو گانہ

وہیں دشمن کے سامنے پڑھ سکتے ہیں جبکہ بگروہ واپس دشمن کے مقابل آجاتے یا وہیں نماز کی جگہ جا کر پڑھ سکتے ہیں اور اس وقت تک بگروہ دشمن کے مقابل رہے گا۔ یہ صورتیں جواز کی ہیں لیکن نماز کی جگہ آ کر پڑھنا ہی دونوں گروہوں کے لئے افضل ہے۔

اگر امام مقیم ہو اور جماعت کے لوگ مسافروں یا بعضے مقیم اور بعضے مسافروں تو حکم وہی ہے جو سب کے مقیم ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور اگر امام مسافر ہو اور قوم کے لوگ مقیم ہوں تو ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر وہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر امام سلام پھیر دے اور یہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروہ آئے اور تین رکعتیں بغیر قرأت یعنی لاحقانہ پڑھے اس لئے کہ وہ شروع سے نماز میں شریک تھے جب وہ اپنی نماز پوری کر چکیں تو دشمن کے مقابلہ پر چلے جائیں اور دوسرا گروہ اپنی نماز کی جگہ آئے اور وہ لوگ تین رکعتیں مسبقانہ پڑھیں اس لئے کہ وہ مسبق ہیں پس پہلی رکعت میں الحمد اور سورت پڑھیں اور اخیر کی دو رکعتوں میں صرف الحمد پڑھیں۔ اگر امام مسافر ہو اور قوم کے بعضے لوگ مقیم ہوں اور بعضے مسافر اور امام پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر وہ گروہ دشمن کے مقابلہ پر جائے اور دوسرا گروہ آجائے اور امام ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھے کر اپنی نماز پوری کر لے تو ان دونوں گروہوں میں جو مسافر ہیں ان کی صرف ایک رکعت باقی ہے پس اگر وہ پہلے گروہ میں سے ہیں تو اپنی ایک رکعت بغیر قرأت کے پڑھیں کیونکہ وہ پہلے سے شامل ہیں اور اگر دوسرے گروہ میں سے ہیں تو قرأت کے ساتھ اپنی اپنی ایک رکعت پڑھ کر نماز پوری کر لیں کیونکہ وہ اس میں مسبق ہیں جیسا کہ دو رکعت کی نماز کی ترکیب میں بیان ہوا اور ان میں جو مقیم ہیں ان کی نماز میں تین رکعتیں باقی ہیں پس اگر وہ پہلے گروہ میں سے ہیں تو تین رکعتیں بغیر قرأت یعنی لاحقانہ پڑھیں اور اگر دوسرے گروہ میں سے ہیں وہ تین رکعتیں مسبقانہ پڑھیں پہلی رکعت الحمد اور سورت کے ساتھ اور اخیر کی دو رکعتیں صرف الحمد سے پڑھیں بالاتفاق۔ اگر چار رکعتی نماز میں امام نے پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے اور پہلا گروہ واپس آیا اور امام نے اس کے ساتھ ایک رکعت (یعنی تیسری) پڑھی اور وہ چلے گئے پھر تیسرا گروہ آیا اور امام نے اس کے ساتھ ایک یعنی چوتھی رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو گئی۔ اور اصل اس میں یہ ہے کہ نماز سے ایسے وقت میں پھرنا جبکہ پھرنے کا موقع نہ ہو نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور نماز کو اس کے موقع پر چھوڑنا اور پھرنا فاسد نہیں کرتا اور چار رکعت کی نماز میں نماز کو چھوڑ کر پھرنے کا موقع دو رکعت کے تشہد کے بعد ہے جبکہ امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہووے۔ پس اس قاعدے کے بموجب اگر قوم کے چار گروہ کرے اور ہر گروہ کے ساتھ امام ایک ایک رکعت پڑھے تو پہلے اور تیسرے گروہ کی نماز فاسد ہو گئی اور دوسرے اور چوتھے گروہ کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ پس دوسرا گروہ اپنی بقیہ نماز (تین رکعتیں)

اس طرح پوری کرے کہ پہلے دو رکعتیں جو تیسری اور چوتھی کی بجائے ہوں گی بغیر قرأت پڑھے کیونکہ وہ ان میں حکماً امام کے پیچھے اور لاحق ہے اور پھر آخری رکعت جو حساب سے پہلی کی بجائے ہے قرأت سے یعنی اکھرا اور سورۃ کے ساتھ پڑھے کیونکہ اس رکعت میں وہ امام سے الگ ہو کر مسبوق ہو گیا ہے لیکن قعدہ ان تینوں میں پہلی اور آخری رکعت پر کرے۔ مؤلف) اور چوتھا گروہ اگر اپنی بقیہ تین رکعتیں قرأت سے پڑھے اس طرح کہ پہلے ایک رکعت اکھرا اور سورۃ سے پڑھیں پھر قعدہ کریں (کیونکہ امام کے ساتھ والی اور یہ رکعت مل کر دو ہو گئیں اور ہر دو رکعت پر قعدہ واجب ہے۔ مؤلف) پھر کھڑے ہوں اور دوسری رکعت اکھرا اور سورۃ سے پڑھیں اور قعدہ نہ کریں پھر تیسری رکعت صرف اکھرا سے پڑھیں اور زائد کچھ نہ پڑھیں اور قعدہ کریں اور سلام پھیر دیں کیونکہ یہ گروہ ان تینوں رکعتوں میں مسبوق ہے اصل اس میں یہ ہے کہ مسبوق اگر پہلے دو گانہ کی ایک رکعت پالیتا ہے تو پہلے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے ورنہ دوسرے گروہ میں (پس صورت مذکورہ بالا میں دوسرا گروہ پہلے گروہ کے حکم میں ہو گیا اور اس کی ایک رکعت جو امام کے ساتھ نہیں ملی مسبوقانہ ہو گئی جس کو وہ آخر میں ادا کرے گا اور چوتھا گروہ دوسرے گروہ کے حکم میں ہو گیا لیکن آخری رکعت امام کے ساتھ ملنے کی وجہ سے پہلی تینوں رکعتیں مسبوقانہ ہو گئیں۔ مؤلف) اور جو شخص دوسرے فرقہ میں داخل ہو جائے اس کا حکم دوسرے فرقہ کا ہو جائے گا لیکن اگر وہ اپنے ذمہ کی نماز سے فارغ ہو چکا ہے اور اس کے بعد داخل ہوا تو دوسرے فرقہ کا حکم نہ ہوگا پس اگر امام اور قوم کے سب لوگ مقیم تھے امام نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھے گروہ کے ساتھ پڑھیں اور وہ سب لوگ چلے گئے مگر ایک شخص اس وقت تک باقی اور شامل رہا کہ امام نے دوسرے گروہ کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ شخص چلا گیا اس کی نماز پوری ہو گئی اس لئے کہ اگرچہ وہ دوسرے گروہ میں داخل ہوا لیکن ان میں سے نہیں ہو گیا کیونکہ اپنے ذمہ کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا پس اگرچہ دوسرے گروہ کے ساتھ شامل ہو جانے سے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن ایسا فعل اس کے لئے بہتر نہیں ہے اور اگر امام کے ساتھ تیسری رکعت پڑھ چکا تب اس کو معلوم ہوا کہ یہ فعل بڑا ہے اور تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت میں امام کے بقدر تشہد قعدہ کرنے سے پہلے چلا گیا تو اس کی نماز صحیح ہے اور اگر امام کے بقدر تشہد قعدہ کر لینے کے بعد اور سلام سے پہلے چلا گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ اگر نماز تین رکعت کی ہو یعنی مغرب کی نماز تو پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور اگر غلطی سے پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ چلے گئے اور دوسرے گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ چلے گئے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ چلے گئے پھر پہلے گروہ کے ساتھ تیسری رکعت پڑھی تو پہلے گروہ کی نماز فاسد ہو گئی اور دوسرے گروہ کی نماز صحیح ہو گئی اور یہ دوسرا گروہ اپنی بقیہ دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ پہلے ایک رکعت قرأت کے بغیر پڑھے پھر دوسری رکعت قرأت سے پڑھے۔ اور اگر مغرب کی نماز میں ان کے تین گروہ بنادے اور ہر گروہ کے ساتھ

ایک ایک رکعت پڑھے تو پہلے گروہ کی نماز فاسد ہوگئی اور دوسرے اور تیسرے گروہ کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ پس دوسرا گروہ دو رکعتیں قضا کرے اس طرح کہ پہلے ایک رکعت بغیر قرائت کے پھر دوسری رکعت قرائت کے ساتھ پڑھے اور تیسرا گروہ اپنی بقیہ دونوں رکعتیں قرائت کے ساتھ پڑھے۔ (اور دونوں گروہ ہر رکعت پر قعدہ کریں۔ یہ مسائل اسی قاعدہ کے مطابق ہیں جو چار رکعت والی نماز میں بیان ہوا۔ مؤلف)

جاننا چاہئے کہ نماز خوف کے مذکورہ بالا طریقے میں جہاں چار رکعتی نماز میں مسبوق کی یہ صورت بیان کی گئی ہے کہ اگر وہ پہلے گروہ میں سے ہے تو وہ دو رکعتیں لاختفانہ یعنی بغیر قرائت کے پڑھے اور ایک رکعت مسبوقانہ یعنی قرائت کے ساتھ پڑھے اسی طرح مغرب کی نماز میں پہلے دو گانہ میں ایک رکعت پانے والا مسبوق ایک رکعت بغیر قرائت کے لاختفانہ اور ایک رکعت قرائت کے ساتھ مسبوقانہ پڑھے یہ طریقہ عالمگیری وغیرہ میں درج ہے اور ظاہراً قیاس کے مطابق ہے یعنی جو طریقہ خوف کی نماز کے علاوہ نمازوں میں لاحق مسبوق کا ہے اس کے مطابق ہے پس اس کے مطابق بھی عمل کرنا جائز ہے لیکن صحیح طریقہ یہ ہے جیسا کہ پہلے مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقیم مقتدی کے متعلق بیان ہو چکا ہے اور یہ اصول بیان ہو چکا ہے کہ اگر مسبوق پہلے دو گانہ کی ایک رکعت پالیتا ہے تو پہلے گروہ میں شامل ہو جانا ہے یعنی لاحق ہوتا ہے پس اس حالت میں اگر کوئی عورت کسی مرد کے محاذی ہو جائے گی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ دوسرے گروہ میں یعنی مسبوق ہوتا ہے اور اس گروہ کے ساتھ عورت کی محاذات سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس پہلے دو گانہ کی ایک رکعت پانے والا مسبوق باقی تین رکعتیں لاختفانہ یعنی بغیر قرائت کے پڑھے اور پہلے دو گانہ کی ایک رکعت بھی نہ پانے والا مسبوق اگر پہلے دو گانہ کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہونے سے پہلے کسی وقت امام کے ساتھ شامل ہوا تو دو رکعتیں مسبوقانہ پڑھے گا اور دونوں رکعتوں میں الحمد اور سورت پڑھے گا جیسا کہ دوسرا گروہ پڑھتا ہے کیونکہ اب وہ گویا کہ دوسرے گروہ کے ساتھ شروع سے شامل ہونے والا اور ان میں سے ہے اور اگر مسبوق دوسرے گروہ کی ایک رکعت ہونے کے بعد یعنی امام کی چوتھی رکعت میں شامل ہوا تو اب یہ بھی دوسرے گروہ میں سے ہے پس باقی تین رکعتیں قرائت کے ساتھ پڑھے پہلی دو میں الحمد اور سورت پڑھے اور بعد میں ایک رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور قعدہ ایک رکعت پڑھ کر کرے اور آخری قعدہ تیسری رکعت پڑھ کر کرے اور اگر امام کی چوتھی رکعت کے بعد شامل ہوا تو چاروں رکعتیں مسبوقانہ پڑھے پہلی دو الحمد اور سورت کے ساتھ اور آخری دو صرف الحمد کے ساتھ پڑھے۔ پس گروہ دہری ہوں گے پہلا گروہ لاحق دوسرا گروہ مسبوق اور پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پانے والا شخص پہلے گروہ سے ہوگا ورنہ دوسرے گروہ سے اور لاحق مسبوق یا مسبوق لاحق صلوة الخوف میں غیر معتبر ہے یہی صحیح ہے یہ نشانی و بکر الرائق وغیرہ سے مستفاد ہے اور اسی پر عمل مناسب و اولیٰ و سہل ہے واللہ اعلم بالصواب مزید تصحیح و تشریح کے لئے علمائے کرام کی طرف رجوع کریں۔ (مؤلف)

(۴) نماز خوف کی جماعت کا یہ طریقہ فرض و واجب نمازوں میں خواہ امام مقتدی مسافر ہوں یا مقیم ہوں یا بے جملے ہوں مشروع ہے اور یہ تہایت سخت ضرورت کے لئے خلاف قیاس عمل کثیر کے ساتھ مشروع ہوئی ہے۔ پس حالت نماز میں دشمن کے مقابل جاتے وقت یا وہاں سے نماز پوری کرنے کے لئے آتے وقت پیدل چلنا یا وضو جانا رہا تو وضو کے لئے پیدل چلنا معاف ہے اور اس چلنے میں پیدل ہونا واجب ہے اگر ان حالتوں میں سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ عمل کثیر ہے جو معاف نہیں ہے۔ ان موقعوں کے علاوہ پیدل چلنا بھی نماز کو فاسد کر دے گا پس اگر نماز کی حالت میں دشمن نے اس کو دوڑایا یا اس نے دشمن کو بھگا یا تو پیدل ہونے کی صورت میں بھی اسکی نماز جاتی رہی۔ (۵) نماز کی حالت میں دشمن سے قتال نہ کریں اگر قتال کرینگے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ قتال اعمال نماز سے نہیں ہے۔ (یعنی اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو نماز توڑ کر قتال کریں اور پھر وقت کے اندر موقع ملے تو نئے سرے سے پڑھیں ورنہ قضا پڑھیں۔ مؤلف) (۶) اگر دشمن کے خوف سے بھاگ کر پیدل چل رہا ہو اور نماز کا وقت آجائے اور وہ نماز کے لئے کھڑے نہیں سکتا تو پیدل چلنا ہوا نماز نہ پڑھے بلکہ نماز میں تاخیر کرے (اور وقت جاتا رہے تو قضا کرے۔ مؤلف)۔

(۷) اگر صلوة الخوف میں امام کو سہو ہو جائے تو عام نماز کی طرح سہو کے دو سجدے واجب ہوں گے۔ مسبق مقتدی جو سجدہ سہو کرتے وقت امام کے پیچھے ہیں وہ اس میں امام کی متابعت کریں اور لاحق اپنی لاحقانہ نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور پہلا گروہ جو لاحق مقتدی کے حکم میں ہے اس کے کسی فرد پر بھی بقیہ لاحقانہ نماز میں سہول جائے سے سجدہ سہو واجب نہیں اور دوسرا گروہ جس پر بقیہ نماز میں مسبق ہونے کی وجہ سے قرابت واجب ہے اگر اس میں سے کوئی شخص اپنی مسبقانہ نماز میں سہو کرے گا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (۸) خوف کی وجہ سے نماز میں قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

(۹) نماز خوف میں ہتھیار اٹھائے رہنا مستحب ہے واجب نہیں ہے اور آیت میں امر استحباب کے لئے ہے کیونکہ یہ نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے (امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک واجب ہے)۔ (۱۰) اگر خوف اور زیادہ سخت ہو اور ایسی حالت ہو کہ سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور دشمن سوار یوں سے اتر کی بھی ہہلت نہ دے اور لڑائی کے لئے ہجوم کرے تو سواری پر بیٹھے ہوئے اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں اور رکوع و سجود اشارہ سے کریں اور اگر قبلہ کی طرف کورخ نہیں کر سکتے تو جہر کو ممکن ہو سکے نماز پڑھ لیں اور سوار ہو کر جماعت سے نماز نہ پڑھیں لیکن اگر امام اور مقتدی دونوں ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو اتحاد مکان کی وجہ سے اقتدا صحیح ہوگا۔ اگر ایسی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھ لیں پھر اسی وقت میں یا وقت جاتے رہنے کے بعد عذر جاتا رہے تو اس نماز کا اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ سواری پر فرض و واجب نماز اس وقت جائز ہے جبکہ دشمن ان کا پیچھا کر رہے ہوں اور اگر مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں تو سواری پر فرض نماز جائز نہ ہوگی اسی طرح اگر کوئی شخص

کسی کو بکڑنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر اُس کے پیچھے جا رہا ہو تو گھوڑے پر فرض و واجب پڑھنا اس کو جائز نہیں سنتیں اور نقل جائز نہیں لیکن جس کو بکڑنے کے لئے کوئی شخص آ رہا ہو تو اس کی نماز فرض سواری پر ہو جائے گی جو شخص اتر سکتا ہے اس کی فرض نماز سواری پر پڑھنے سے فاسد ہو جائے گی۔ نماز میں پر شروع کی پھر دوران نماز میں سوار ہو گیا تو نماز جاتی رہی خواہ کسی غرض سے سوار ہو ہو۔ پیدل اگر رکوع و سجد پر قادر نہ ہو تو اشارہ سے نماز پڑھے۔

(۱۱) اگر نماز کے اندر امن حاصل ہو گیا مثلاً دشمن چلا گیا تو نماز خوف کو پورا کرنا جائز نہیں بلکہ جس قدر نماز باقی ہے اس کو امن کی طرح پڑھیں۔ پس اگر خوف کی حالت میں قبلہ کی جانب کے خلاف کسی اور طرف نماز شروع کر چکے ہوں اور دوران نماز میں دشمن بھاگ جائے اور امن ہو جائے تو ان کو لازمی ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف پھر جائیں اور باقی نماز قبلہ کی طرف ادا کریں۔ اگر اب بھی کوئی قبلہ کی طرف کے خلاف منہ کئے رہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ رخصت کا سبب اب باقی نہیں رہا۔ اور اگر اطمینان سے نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آجائے تو فوراً ان کو دشمن کی طرف پھر جانا جائز ہے۔ اور رخصت کا سبب موجود جانے کی وجہ سے اس وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط نہ رہے گا۔ اسی طرح دوران نماز میں امن ہو جانے کی صورت میں نمازی کو اپنی جگہ سے چلنا درست نہیں ہر گروہ جہاں ہے وہیں نماز پڑھے اور امن میں شروع کی ہوئی نماز میں دشمن آجائے تو اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں گے تو یہ جانا بوجہ ضرورت کے نماز کو فاسد نہیں کرے گا۔ مثلاً اگر امام نے جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز شروع کی اور وہ سب مافر تھے جب ایک رکعت پڑھ لی تو دشمن سامنے آیا اور نماز پڑھنے والوں میں سے ایک گروہ دشمن کے سامنے کھڑا ہو گیا اور ایک گروہ نے امام کے ساتھ رہ کر اپنی نماز پوری کر لی تو ان کی نماز ہو گئی جو گروہ امام کے ساتھ گیا تھا اس کی نماز کا ادا ہو جانا تو ظاہر ہے اور جو گروہ چلا گیا اس کی نماز اس واسطے ہو گئی کہ چلا جانا اپنے موقع پر اور ضرورت کی وجہ سے ہو اور پس یہ گروہ اپنی ایک رکعت لاحقانہ ادا کرے جیسا کہ پہلے گذرا۔ مؤلف)۔ اور اگر امام نے ظہر کی نماز جماعت سے شروع کی اور وہ سب مقیم تھے پھر دشمن سامنے آیا اور نماز پڑھنے والوں میں سے ایک گروہ دو رکعتیں پڑھ لینے کے بعد دشمن کے مقابلہ کو گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایک رکعت کے بعد نماز سے پھر گئے (یعنی دشمن کی طرف گئے) تو ان کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ظہر کی تین رکعتوں کے بعد دشمن سامنے آیا اور ایک گروہ نماز چھوڑ کر دشمن کے مقابلہ کو چلا گیا تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ان کی نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ نماز کا ایک جزو (دو گانہ) ادا ہونے کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک پہلے گروہ پھر جانے کا وقت ہے۔

(۱۲) جن لوگوں کا سفر کسی معصیت کیلئے ہو ان کو صلوة الخوف پڑھنا درست و جائز نہیں ہے پس اگر کوئی نماز جائز لڑائی ہو مثلاً باغی لوگ بادشاہ اسلام پر چڑھائی کریں یا کسی دنیاوی نا جائز غرض کے لئے لوگ کسی سے لڑیں مثلاً رہزنی وغیرہ کریں تو ان کے لئے اس قدر عمل کثیر معاف نہیں ہے اور صلوة الخوف جائز نہیں ہے۔

(۱۳) نماز میں داخل ہونے سے پہلے سے جنگ میں مصروف ہیں مثلاً تلوار چلا رہے ہیں اور اب نماز کا وقت ختم ہونے کو ہے تو نماز کو موخر کریں اور لڑائی سے فارغ ہو کر نماز پڑھیں۔

(۱۴) اگر کوئی شخص تیرہ یا بیس تو تیرتا ہوا نماز نہ پڑھے اور اگر نماز کا وقت اخیر ہو جائے اور تیرنے والے کو یہ ممکن ہے کہ تھوڑی دیر اپنے ہاتھوں پیروں کو حرکت نہ دے اور ڈھیلے کر دے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے صحیح ہو جائیگی اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

نماز جنازہ اور اس کے ملحقات کا بیان

نماز جنازہ کا بیان سب کے آخر میں اس لئے ہے کہ یہ نماز بلا اذان و تکبیر و رکوع و سجد کے ہوتی ہے پس یہ ہر لحاظ سے نماز نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ یہ آدمی کے آخری حال یعنی موت سے متعلق ہے اور اس سے پہلے بیان کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ خوف و قتال کبھی موت تک پہنچاتے ہیں اس لئے اس کے بعد اس کا ذکر مناسب ہے۔ جنازہ بفتح جیم مردہ (میت) کو کہتے ہیں اور بکسر جیم چار پائی یا نابوت یا تخت کو کہتے ہیں بعض نے اس کے برعکس کہا ہے بعض نے تخت کو جبکہ اس پر میت ہوتی ہے کہا ہے اور جس کو لعش بھی کہتے ہیں ایک قول میں بفتح و بکسر دونوں میت کو کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱) جب کسی مریض پر جانکنی یعنی موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو قریب الموت (جانکنی والے) کے احکام | مستون یہ ہے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے اور اس مریض کو

دائیں کروٹ پرٹا دیا جائے اور پیٹھ کے بل یعنی چت لٹانا بھی جائز ہے اس طرح پر کہ دونوں پیر قبلہ کی طرف ہوں اور سر در اس اوٹھا کر پیر تا کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ رہے اور ہمارے زمانے میں یہی صورت رائج ہے اس لئے کہ اس میں روح نکلنے میں زیادہ آسانی ہے۔ اور یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جبکہ مریض کو تکلیف نہ ہو، اگر اس کو تکلیف ہو تو جس طرح اس کو آرام ملتا ہو اسی طرح اس کو لیٹا رہنے دیں یعنی اپنے حال پر چھوڑ دیں اور جو شخص زمانہ کے سب سے سنگسار ہو اس کا منہ قبلہ کی طرف نہ کیا جائے۔

(۲) جانکنی کی علامتیں یہ ہیں، سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے، دونوں پاؤں (قدم) سُست ہو جائیں اور کھڑے نہ ہو سکیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے، دونوں کنپٹیاں بیٹھ جائیں یعنی اندک کو دھنس جائیں اور ان میں گرٹھے پڑ جائیں، خصلوں کی کھال کھچ جائے، منہ کی کھال تن جائے اور اس میں نرمی معلوم نہ ہو۔

(۳) اس وقت مستحب ہے کہ اس کو کلمہ شہادتین یا کلمہ طیبہ تلقین کریں۔ اور تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ نزع (جانکنی کی حالت میں غرغہ سے پہلے یعنی جب تک روح گلے میں نہ آئی ہو) اس کے پاس بلند آواز سے اس طرح پڑھ کر کہ وہ سنا ہو کلمہ شہادتین **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ طَيِّبَةً طَيِّبَةً**

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ پڑھنا شروع کریں تاکہ وہ مریض اس کو سن کر خود بھی پڑھے اور اس کو یہ نہ کہیں کہ تو پڑھ اور اس کے کہنے میں اس سے اصرار نہ کریں کیونکہ وہ وقت اس پر بڑا نازک و سخت ہے نہ معلوم اُس کے منہ سے کیا نکل جائے اور خوف ہے کہ شاید جھڑک نہ دے یا انکار نہ کر دے اور جب وہ مریض ایک بار کلمہ پڑھے تو تلقین کرنے والا چپ ہو رہے یہ کوشش نہ کرے کہ برابر اس کے منہ پر کلمہ جاری رہے اور پڑھنے پڑھتے دم نکلے کیونکہ مطلب تو فقط اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ شریف ہونا چاہئے اس کی ضرورت نہیں کہ دم ٹوٹنے تک کلمہ برابر جاری رہے لیکن اگر اس کے بعد وہ کوئی دنیا کی بات چیت کرے تو پھر تلقین کرے تاکہ آخری کلام جس پر اس کی جان نکلے کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت ہو اور جب وہ پڑھے تو پھر تلقین کرنے والا چپ ہو رہے یہ تلقین بالاجمل مستحب ہے یہی صحیح ہے (اگرچہ بعض نے واجب کہا ہے)۔ ظاہر روایت کے بموجب موت کے بعد یعنی قبر میں تلقین نہیں ہے لیکن عمل دونوں پر ہے یعنی موت کے وقت بھی اور دفن کے وقت بھی۔ اور بعض کے نزدیک دفن کے بعد کی تلقین بھی مشروع ہے پس بعض کے نزدیک اس سے منع نہ کیا جائے کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں ہے بلکہ نفع ہے کیونکہ میت ذکر سے مانوس ہوتی ہے اور اس کا امر بھی نہ کیا جائے کیونکہ اس کی مشروعیت غیر معتبر ہے اور میت کو اس تلقین سے اس لئے کوئی فائدہ نہیں کہ اگر مومن مرا ہے تو اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کافر مرا ہے تو تلقین اس کو کوئی فائدہ نہیں دیگی۔

(۴) تلقین کرنے والا نیک اور ایسا شخص ہو جس پر یہ تہمت نہ ہو کہ اس کو اس کے مرنے کی خوشی ہوئی ہے اور وہ اس کے ساتھ نیک لگان رکھنے والا ہو۔

(۵) اس وقت کوئی ایسی بات نہ کرو کہ جس سے اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا وقت ہے پس ایسے کام اور ایسی باتیں کرو کہ دنیا سے دل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے کہ مردہ کی خیر خواہی اسی میں ہے۔ ایسے وقت بال بچوں کو خصوصیت کے ساتھ سامنے لانا یا کسی اور ایسے شخص کو جس سے اس کو زیادہ محبت تھی اس کے سامنے لانا یا ایسی باتیں کرنا کہ اس کا دل اذن کی طرف متوجہ ہو جائے اور ان کی محبت اس کے دل میں سما جائے بڑی بڑی بات ہے، اس وقت نیک و صالح و پرہیزگار لوگوں کا حاضر ہونا پسندیدہ ہے کہ ان کی برکت سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا اس کے پاس آنا مستحب ہے۔ بعض کے نزدیک حیض یا نفاس والی عورت یا جنبی اُس کے پاس حاضر ہو سکتا ہے کیونکہ البتہ شفقت یا ضرورت کی وجہ سے ان کا وہاں سے نکالنا ممکن نہیں ہے بعض کے نزدیک ان کا وہاں سے نکال دینا یا ان کا خود نکل جانا اولیٰ ہے کیونکہ ان کے ہونے سے ملائکہ رحمت نہیں آتے (یعنی دور رہتے ہیں مولف)۔ پس یہ اختلاف اولیٰ ہوتے ہیں وہاں موجود ہونے کے جواز اور وہاں سے نکالنے کے عدم وجوب میں اختلاف نہیں۔ بعض نے اس مسئلہ سے وہاں سے کافر کے نکالنے پر دلیل پکڑی ہے اور یہ اچھا ہے۔ کوشش کرے کہ

اس مکان میں کوئی تصویر یا کتا نہ ہو اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دی جائیں کہ جہاں یہ ہوتی ہیں بلائکہ رحمت نہیں آتے، اس کی نزع کے وقت اپنے اور اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے بلائکہ اس پر آمین کہتے ہیں۔

(۶) اس وقت اس کے پاس خوشبو رکھنا یا آگ میں سلگا دینا مستحب ہے مثلاً لوبان یا اگر کی تیاں سلگادیں۔

(۷) اس وقت اس کے پاس سورہ یس شریف کی تلاوت مستحب ہے اس سے موت کی سختی کم ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: اقرءوا علی موتاکم لیس (اپنے مردوں کے پاس یعنی جو مرنے کے قریب ہو اس کے پاس سورہ یس پڑھا کرو) ابن جان نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ما من مریض یقرأ عندہ لیس الا مات ریان وادخلہ قبرہ ریان (جس مریض کے پاس سورہ یس پڑھی جائے وہ سیراب ہو کر مرنے اور اپنی قبر میں سیراب ہو کر داخل ہوتا ہے)۔ اس کے سر ہانے یا اور کہیں اس کے پاس بیٹھ کر پڑھ دی جائے اور مستحسن ہے کہ سورہ رعد بھی نزع کی سختی کے وقت پڑھیں حضرت جابر نے فرمایا کہ اس سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔

(۸) اگر مرتے وقت اس کے منہ سے معاذ اللہ کوئی کفر کی بات خدا نخواستہ نکل جائے تو اس کے کفر کا حکم

نہ کیا جائے بلکہ ایمان و ایقان پر اس کی موت ہونے کا حکم کیا جائے کہ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے مردوں کی طرح عمل کیا جائے اور اس کی اس بات کا چرچا نہ کریں بلکہ یہ سمجھیں کہ موت کی سختی سے عقل ٹھکانے نہیں رہی اس وجہ سے ایسا ہوا اور عقل جاتے رہنے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرتے رہیں۔

روح نکل جانے کے بعد احکام (جب کوئی مر جائے اور روح بدن سے نکل جائے تو اس کے سب اعضا دست کر دیں اور منہ (یعنی جڑے) باندھ دیں اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ کپڑے کی

ایک چوڑی ٹی لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لیجائے اور گرہ لگا دے تاکہ منہ پھیل نہ جائے اور آنکھیں بند کر دی جائیں تاکہ اچھا معلوم ہو کیونکہ اگر منہ اور آنکھیں کھلی رہیں گی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور یہ اس لئے بھی کرے کہ غسل کے وقت اس کے منہ میں پانی وغیرہ داخل نہ ہو۔ آنکھیں وہ شخص بند کرے جو اس کے عزیزوں میں سے زیادہ اس پر مہربان ہو اور جو فقیر ہو سکے آسانی اور نرمی و آنکھیں بند کرے اور آنکھیں بند کرنا والا

یہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ بَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرًا وَسَهِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗا وَاسْعِدْہٗا بِلِقَائِکَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مَّا خَرَجَ عَنْہُ ط پھر اس کے اعضا پھیلا دیئے جائیں تاکہ ٹیڑھے نہ رہ جائیں اور اس کے جوڑ بند ڈھیٹے کر دیئے جائیں اس طرح پر کہ پہلے دونوں ہاتھ کہنیوں تک اس کے بازوؤں کی طرف لیجائے پھر واپس لا کر ان دونوں کو پھیلا دے پھر اس کے ہاتھوں کی انگلیاں پھیلانے کی طرف موڑ کر سیٹھی

۳ اور اس کا معاملہ اللہ کریم کے سپرد کیا جائے اور اللہ پاک کی ذات پر بھروسہ کیا جائے کہ اس نے دم فرما کر اس کو ایمان دینے میں موت دی ہے۔

کردے پھر اس کی دونوں رانیں پیٹ کی طرف کو موڑ کر سیدھی کر دے اور دونوں ہڈیاں راتوں کی طرف کو موڑ کر سیدھی کر دے (غرضیکہ نہایت نرمی سے اعضاء درست کرے) مولف تاکہ اس کو غسل دیتا اور کفن میں داخل کرنا آسان ہو جائے۔ اور پیر کے دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دے تاکہ ٹانگیں پھیلنے نہ پائیں۔

(۲) مستحب یہ ہے کہ موت کے تیقن کے بعد جلدی ہی جو کپڑے مرتے وقت اس کے بدن پر ہوں وہ سہولت و آسانی کے ساتھ اتار لئے جائیں تاکہ کپڑوں کی گرمی سے بدن میں تغیر پیدا نہ ہو اور تمام بدن ایک کپڑے (چادر وغیرہ) سے ڈھانک دیں اور ایک بلند جگہ تخت یا پلنگ پر رکھیں، یہ اس وقت ہے جبکہ اس کی جان زمین پر نکلی ہو تاکہ زمین کی نمی اس کو پہنچ کر بونہ بدل جائے اور اس کے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکھ دیں تاکہ پیٹ پھول نہ جائے کیونکہ لوہا یا کچا صیت پیٹ کو پھولنے نہیں دیتا اگر لوہا نہ ملے تو نرمی یا کوئی اور بھاری چیز رکھ دی جائے مگر ضرورت سے زیادہ ورنی نہ ہو کہ باعث تکلف ہے۔ اور تہلانے اور کفنانے دقتانے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کریں تاخیر نہ کریں۔

(۳) اگر کوئی ناگہانی موت سے یکایک مر گیا تو اس کو اتنی تھوڑی دیر چھوڑ دیں اور تجھیز و تکھین ملتوی رکھیں جب تک کہ اس کی موت کا یقین نہ ہو جائے کیونکہ اس میں بیہوشی کا احتمال ہے اور اطباء نے کہا ہے کہ بہت سے لوگ سکتہ کی بیماری میں بظاہر مرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ ابھی وہ زندہ ہوتے ہیں اور لوگ ان کو زندہ دفن کر دیتے ہیں کیونکہ ایسی حالت میں حقیقی موت کا معلوم کر لینا فاضل اطباء کے بغیر بہت مشکل ہوتا ہے پس اس میں اس قدر تاخیر کرنا کہ تغیر وغیرہ سے اس کی موت کا یقین ہو جائے ضروری یعنی واجب ہے۔

(۴) مستحب ہے کہ اس کی موت کی خبر اس کے رشتہ داروں پڑوسیوں اور دوستوں کو کر دیں تاکہ وہ اس پر نماز پڑھ کر اور اس کے واسطے دعا کر کے اس کا حق ادا کریں کیونکہ مسلمان پر مسلمان بھائی کے حقوق میں سے نماز و دفن بھی ہے، بازاروں اور شارع عام پر اس کی موت کی خبر دینے کے لئے بلند آواز سے پکارنا بعض نے مکر وہ بتایا ہے مگر اصح یہ ہے کہ اس میں جرج نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس پر نماز پڑھنے والوں کی کثرت ہو خصوصاً جبکہ وہ میت عالم زاہد یا ایسی شخصیت ہو جس سے برکت حاصل کی جائے تو بعض متاخرین نے اس کی نماز جنازہ کے لئے بازاروں میں آواز لگانا مستحسن قرار دیا ہے اور یہی اصح ہے لیکن فخر و مباہات کے طور پر نہ ہو یعنی حسب عادت جاہلیت بڑے بڑے الفاظ سے نہ ہو۔

(۵) مستحب ہے کہ میت کا قرض ادا کرنے میں جلدی کریں اور اس کو بری الذمہ کر دیں۔

(۶) میت کے پاس بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ اس کو غسل دے لیا جائے۔ اس

مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن فقہانے مردہ کی نجاست کو حکمی کہا ہے ان کے قول کے مطابق میت کے نزدیک تلاوت قرآن آواز سے کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ بے وضو کو قرآن پڑھنا بلا کراہت جائز ہے تو اس کے پاس پڑھنا بدرجہ اولیٰ بلا کراہت جائز ہے اور جن فقہانے اس کو نجاست حقیقی کہا ہے ان کے

قول کے بموجب میت کے نزدیک غسل دینے سے پہلے تک تلاوتِ قرآن کرنا مکروہ تحریمی ہے یہی قول اکثر فقہاء کا مختار ہے اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ میت نزدیک ہو اور قرات بلند آواز سے کی جائے اور اگر بلند آواز سے قرات نہ کی جائے یا میت سے دور کی جائے تو سب کے نزدیک کوئی کراہت نہیں ہے اور یہی اختلاف اس وقت بھی جاری ہے جبکہ مردہ کا پورا بدن پاک چادر سے چھپا ہوا نہ ہو اور اگر پاک چادر سے پورا بدن چھپا ہوا ہو تو بھی بلند آواز سے قرات مکروہ نہیں۔ روح نکلنے سے پہلے تک اس کے پاس قرات کرنا بلا کراہت جائز ہے بالاتفاق۔

(۷) اگر کوئی حاملہ عورت مرگئی اور اس کا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہے تو عورت کا پیٹ یا اس طرف سے چیر کر اس بچہ کو نکال لیں کیونکہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی عورت زندہ ہے اور بچہ اس کے پیٹ میں مر گیا ہے اور اس عورت کی جان پر پنی ہے اور مرجانے کا خوف ہے تو اس بچہ کو کاٹ کر نکالا جائے اس طرح سے کہ دانی اپنا ہاتھ اس کی فرج میں داخل کرے اور اس بچہ کی موت کی تحقیق کے بعد اور اس آلہ سے جو اس کے ہاتھ میں ہو کاٹ کر نکال دے اور یاں اور بچہ دونوں زندہ ہیں تو محض اس وہم کی وجہ سے ماں کی جان کا خطرہ ہے بچہ کو کاٹ کر نہ نکالا جائے کیونکہ وہی بات کے لئے زندہ بچہ کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ (آج کل ہسپتالوں میں عمل جراحی اور ٹریکیوں وغیرہ سے اس کو باسانی نکالا جاتا ہے اس لئے اب ان کی طرف رجوع کیا جائے۔ مؤلف)۔

(۸) اگر کوئی شخص قصداً کسی کا مال نکل گیا اور مر گیا تو اگر اس نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ اس سے تاوان دیدیا جائے تو ترکہ سے تاوان ادا کریں اور بالاتفاق اس کے پیٹ کو چیرا نہ جائے اور اگر ترکہ میں اتنا مال نہیں چھوڑا تو اس میں دو قول ہیں اولیٰ یہ ہے کہ پیٹ چیر کر مال نکالا جائے اس لئے کہ اگرچہ مال کی حفاظت سے آدمی کی عزت زیادہ ہے لیکن اس نے ظلم کر کے اپنی عزت آپ کھودی ہے لیکن اگر بغیر قصد و تعدی کے اس کے پیٹ میں چلا گیا ہے تو بالاتفاق اس کا پیٹ نہیں چیرا جائیگا جیسا کہ زندہ کا پیٹ مطلقاً کسی حالت میں نہیں چیرا جائے گا اور اسی طرح اگر اس نے اپنا مال نکلایا اور مر گیا تب بھی مطلقاً کسی حال میں نہیں چیرا جائے گا بالاتفاق۔

(۱) میت کو غسل دینا زندہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح اس کی تکفیر و تکفین و نماز غسل میت کا بیان و تدفین بھی فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی میت بغیر غسل و کفن و نماز کے دفن کر دی جائے تو وہ تمام مسلمان جن کو اس کی خبر تھی گنہگار ہوں گے لیکن اگر بعض مسلمان اس فرض کو ادا کر دیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر غسل کے پہلے اس پر نماز پڑھ لیں تو نماز کو لوٹایا جائے۔

(۲) ایک بار غسل دینا فرض ہے اور تین بار مسنون ہے یہاں تک کہ اگر ایک ہی بار کے غسل پر اکتفا کریں یا جاری پانی میں ایک غوطہ دیدیں تو جائز ہے۔

(۳) میت کے غسل کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ جب گود و کفن کا سب سامان ہو جائے اور اس کو نہلا نا چاہیں

بلکہ اشیہ یہ ہے کہ جب اس کی موت کا یقین حاصل ہو جائے تو جلدی ہی میت کو کسی ایسے تخت یا بڑے تختہ وغیرہ پر لٹادیں جس پر غسل دینا منظور ہے اور اس تخت کو میت کے رکھنے سے پہلے طاق مرتبہ خوشبو کی دھونی دے لی جائے۔ میت کو رکھنے سے پہلے خوشبو دینے میں اشارہ ہے کہ یہ میت کی تعظیم کے لئے اور اس سے کریمہ بُو کے ازالہ کے لئے ہے۔ خوشبو کی دھونی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیٹھی کو جس میں لوبان یا اگر کی بتی وغیرہ سلگائی ہو ایک بار یا تین بار یا پانچ بار یا سات بار تخت کے گرد چاروں طرف پھرا دیں اس سے زیادہ نہ کریں۔

میت کو تختہ پر لٹانے کی کیفیت۔ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اس کو لمبائی میں یعنی قبلہ کی طرف سر کر کے ہمارے ملک میں شرقاً وغرباً لٹادیں جیسے حالتِ مرض میں اشارہ سے نماز پڑھنے کے لئے لٹاتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ عرض میں یعنی قبلہ رخ اس طرح لٹادیں جیسے قبر میں لٹاتے ہیں ہمارے ملک میں شمالاً جنوباً رکھیں اور اصح یہ ہے کہ جس طرح آسان ہو اس طرح لٹادیں اور دوسری صورت میں اگر آسانی ہو تو یہ زیادہ مستحسن ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خانہ کعبہ قبلہ ہے زندوں کا بھی اور مردوں کا بھی (رواہ ابوداؤد)۔ اور مستحب ہے کہ جہاں میت کو غسل دیں وہاں پردہ کر لیں تاکہ سوائے غسل دینے والے اور اس کے مددگار کے اور کوئی اس کو نہ دیکھے۔ پھر اس کا ستر ناف سے گھٹنے تک کسی کپڑے سے ڈھانک لیں یہی صحیح ہے۔ ظاہر روایت کے بموجب صرف عورت غلیظہ یعنی صرف پیتھابے یا خانہ کے مقام کو ڈھانپ لے اور اس میں آسانی اور بطلانِ شہوت ہے ہدایہ وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن پہلا قول حدیث پاک سے ماخوذ ہے اور اسی پر عمل چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو پس زندہ کے ستر عورت کی طرح مردہ کے ستر عورت کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ دوسرا قول وجوب کے بیان کے لئے ہے یعنی اتنا کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا مطلوب کے اقتضار کے لئے نہیں ہے فاقہم میت کے کپڑے مرنے کے بعد جلدی اتار لینا اور تخت پر لٹانا اور غسل تک اس میں تاخیر نہ کرنا مستحب ہے جیسا کہ مرنے کے بعد کے احکام میں بیان ہوا لیکن اگر اس وقت نہ اتارے ہوں جیسا کہ بعض کے نزدیک غسل کے وقت تخت پر لٹانا اور کپڑے اتارنا بہتر ہے تاکہ کریمہ بُو سے اخفا رہے تو اب اس کے کپڑے سہولت اور نرمی کے ساتھ اتار لئے جائیں اور کسی کپڑے (بہمد) سے اس کا ستر ڈھانپ دیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ پہلے اس کو استنجا کرادیے (امام ابو یوسف کے نزدیک استنجانہ کرایا جائے) لیکن اس کی رانوں اور استنجا کی جگہ بغیر حائل کے اپنا ہاتھ نہ لگا اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالے بلکہ استنجا کا طریقہ یہ ہے کہ دھونے والا اپنے دونوں ہاتھوں پر کوئی کپڑا تحصیل کی طرح کا لپیٹ لے جو میت کے بدن کو مس کرنے کا مانع ہو اور جو کپڑا ناف سے زانو تک پڑا ہے اس کے اندر سے نجاست کے مقام کو دھو دے کیونکہ جس طرح کسی کے ستر کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح بغیر حائل ستر کو چھونا بھی حرام ہے لیکن جن بچوں کے لئے زندگی میں ستر عورت نہیں ہے ان کے ستر عورت کا ڈھانپنا اور مس کے لئے کپڑے

میت کو غسل کا مکمل طریقہ

کی تھیلی ہاتھوں پر لگانا ضروری نہیں ہے (کپڑوں میں غسل دینا جائز نہیں کیونکہ غسل سے مقصود پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا ہے جو کپڑوں سمیت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ جب کپڑے بدن کے مستعمل نجس پانی سے نجس ہو گئے تو پھر کپڑوں کی نجاست برحق کو دوبارہ لگنے سے بدن ناپاک ہو جائے گا پس غسل کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اس لئے کپڑوں کے بغیر غسل کا ہونا واجب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل تطہیر کے لئے نہیں تھا کیونکہ آپ اس دنیا کی زندگی میں بھی اور یہاں سے پردہ فرمانے کے بعد بھی پاک ہیں) مرد غسل کے وقت مرد کی ران کو بے پردہ نہ دیکھے اسی طرح عورت عورت کی ران کو بے پردہ نہ دیکھے اگر مردہ کے موضع استنجا پر نجاست حقیقی لگی ہو تو اس کا دھونا مشروع ہے اور اس کے لئے ڈھیلے کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے پھر اس میت کو نماز کا سا وضو کرادیں لیکن اس وضو میں کئی نہ کرائیں اور نہ تاک میں پانی ڈالیں اس لئے کہ پھر منہ اور ناک سے پانی نکلتا نامحکم یا دشوار ہوگا۔ بعض فقہانے کہا ہے کہ اگر نہلانے والا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر یا روئی تر کر کے اس کے منہ میں داخل کرے اور اس کے دانتوں اور لبوں اور مسوڑھوں اور تالو کو اس سے پونچھ کر صاف کرے اور ناک کے دونوں سوراخوں میں بھی کپڑا لپیٹی ہوئی انگلی داخل کر کے پھیر دے تو یہ جائز ہے اور اس زمانہ میں اسی پر عمل ہے اگر مرد نہانے کی حاجت میں یعنی حالت جنب میں یا حالت حیض و نفاس میں مر جائے تو اس کے منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے تاکہ طہارت کی تکمیل ہو جائے (لیکن صحیح یہ ہے کہ جنب اور حیض و نفاس کی حالت میں مرنے والے کے منہ اور ناک میں بھی پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ عذر و علت ان کے حق میں بھی موجود ہے اور اس حکم کی مقتضی ہے اور متون و شروح و فتاویٰ میں یہ حکم یعنی کلی اور ناک میں پانی نہ ڈالنا مطلق طور پر آیا ہے جو ان تینوں کو بھی شامل ہے۔ کذا فی الشامی و اللہ اعلم بالصواب) پہلے میت کے دونوں ہاتھ کلاہیوں تک نہ دھوئے جائیں بلکہ پہلے منہ سے دھونا شروع کریں (بخلا جنبی کے کہ وہ پہلے دونوں ہاتھوں کو پاکیزگی کے لئے دھوتا ہے کیونکہ وہ خود غسل کرتا ہے اور میت کو دوسرا آدمی غسل دیتا ہے اس لئے اس کے ہاتھ پہلے دھونے کی ضرورت نہیں) پھر دونوں ہاتھ کہتی سمیت دھوے پھر سر کا مسح کرے یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے پھر دونوں پیر دھوے۔ اور اس وضو میں پاؤں دھونے کو مؤخر نہ کرے یعنی جنبی کی طرح نہ کرے کہ وہ تمام غسل سے فارغ ہونے کے بعد پاؤں دھوتا ہے۔ راہنی طرف سے ابتدا کریں اسی لحاظ سے جیسے وہ اپنی زندگی میں دھوتا ہے اگر ایسا بچہ ہو کہ ابھی نماز نہ پڑھتا ہو تو بعض کے نزدیک اس کو وضو نہ کرائیں اور مجنون کو بھی وضو نہ کرائیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کو بھی وضو کرایا جائے۔ جب وضو کرا چکے تو اگر اس کے سر پر بال ہوں اور ڈاڑھی ہو تو اس کی زندگی کا لحاظ کرتے ہوئے گل خیر و خطمی) یا کسی ایسی چیز سے جس سے صاف ہو جائے مثلاً ملتان میٹھی یا بسین یا کھلی یا صابن وغیرہ سے مل کر دھوے اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو خالص پانی کافی ہے

اور اگر اس کے سر پر پال نہ ہوں یا بغیر ڈاٹھی کے ہو تو پھر نہ دھویا جائے۔ گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے لیکن اوسط درجہ کا گرم ہو شدید گرم نہ ہو۔ اور پانی کو بیری کے پتوں یا استنان میں جو کہ چھوٹی چھوٹی جڑیں ہوتی ہیں جن سے صابن کی طرح کپڑے دھوتے ہیں جوش دیں اور اگر یہ نہ ہوں تو خالص پانی کافی ہے اب میت کو بائیں کروٹ پر لٹادیں تاکہ پہلے پانی دائیں کروٹ پر پڑے اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ داہنی طرف سے نہلانا شروع کریں اور بیری کے پتوں میں جوش دیا ہو پانی اس پر ڈالیں اور اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈال کر نہلا تین حتی کہ پانی بدن کے تخت سے ملے ہوئے حصہ تک پہنچ جائے اس کے بعد میت کو اپنے بدن کا سہارا دے کر ذرا بٹھلا دے اور اس کے پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرے (یعنی سونت دے) تاکہ جو کچھ نجاست نکلتی ہو نکل جائے اور کفن بلوٹ نہ ہو اور اگر کچھ نکلے تو اس کو دھو ڈالے اور اس کے نکلنے سے وضو اور غسل کا اعادہ نہ کریں کیونکہ اس سے وضو اور غسل میں کچھ نقصان نہیں آتا اور یہ چیزیں میت کے حق میں حدیث میں شمار نہیں ہوتیں کیونکہ موت خود ایک حدیث ہے جب وہ اس کے غسل اور وضو میں اثر انداز نہیں ہوتی حالانکہ وہ تو اب بھی موجود ہے تو جو چیز اس میت سے نکلے اس کا بھی اثر نہیں ہوگا مردہ کا نہلانا اس لئے مشروع ہوا کہ وہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے جب وہ نہلا دیا تو شرع نے مسلمان مردہ کے لئے اس کی تعظیم کی وجہ سے پاک قرار دیدیا اب جو نجاست اس کے بدن سے نکلے گی تو صرف وہی مقام دھو دیا جائیگا سارے غسل یا وضو کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹادے اور کافر پڑا ہو پانی سر سے پیر تک تمام بدن پر تین مرتبہ ڈالے اس طرح تمام بدن تین مرتبہ دھل جائے گا جو کہ عدد مسنون ہے یعنی ایک مرتبہ بائیں کروٹ پر اور ایک مرتبہ داہنی کروٹ پر یہ دو مرتبہ بیری کے پتوں والے پانی سے ہوا اور تیسری مرتبہ بائیں کروٹ پر کافر کے پانی سے ہوا یہی طریقہ اولیٰ ہے۔ ہر دفعہ پہلو بدینے کے وقت ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت ہے اگر ہر دفعہ میں تین مرتبہ سے کم پانی ڈالے گا تب بھی غسل درست ہے کیونکہ فرض جو کہ ایک دفعہ ہے ادا ہو گیا لیکن سنت کے خلاف ہوا اس لئے بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے اور ضرورت ہو تو بلا کراہت جائز ہے اسی طرح اگر تین سے زیادہ مرتبہ پانی ڈالا تو اگر ضرورت کی وجہ سے ہے تو جائز ہے اور بلا ضرورت ہو تو مکروہ ہے کیونکہ زیادتی میں اسراف ہے اور کسی میں تقیر ہے۔ جب اس طریقہ پر غسل پورا ہو جائے تو اب سارا بدن کسی پاک کپڑے سے پونچھ دیں تاکہ اس کے کفن کے کپڑے نہ بھینگ جائیں اور کپڑا روباں وغیرہ جس سے پونچھا گیا ہے اب بھی پاک ہے جیسا کہ زندہ آدمی غسل کے بعد روباں یا تولیہ وغیرہ سے بدن پونچھتا ہے اور وہ پاک رہتا ہے۔

(۴) اس میں مضائقہ نہیں کہ غسل کراتے وقت اس کے چہرہ پر روئی رکھ دیں اور سوراخوں یعنی پیشاب و بیچانہ کے مقام اور دونوں کانوں اور ٹھنوں اور منہ میں روئی بھر دیں تاکہ ان میں پانی نہ جلنے پائے۔

اور بائیں کروٹ پر لٹائیں۔

۱۴ اور نہلا تین یہاں تک کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ پانی اس کے بدن کے اس حصے تک پہنچ گیا جو تخت سے ملا ہوا ہے تین مرتبہ اسی طرح پانی ڈالیں پھر اس

شرمگاہوں میں روئی رکھنے کو بعض علمائے پسند نہیں کیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ و امام شافعی سے مطلق طور پر روئی کا رکھنا منقول ہے وائشہ عالم ظاہر روایت میں غسل کے لئے روئی کا استعمال نہیں ہوا اس لئے اس کا ترک اولیٰ ہے۔
(۵) اگر مردہ اس قدر بھول اور سڑ گیا ہو کہ اس کو چھو نہیں سکتے یا ہاتھ لگانے سے کھال اترے گی تو اس کو ہاتھ نہ لگائیں اس پر پانی بہالینا کافی ہے اور یہ پانی بہانا واجب ہے۔

(۶) عورت کے غسل کا وہی حکم و طریقہ ہے جو مرد کے غسل کا ہے۔ عورت کے بال بیٹھ پر نہ چھوڑیں بلکہ اکٹھے کر کے سینہ پر ڈال دیں۔

(۷) میت کے سر یا ڈاڑھی کے بالوں میں کنگھی نہ کریں اور ناخن اور بال نہ تراشیں اور مونچھیں بھی نہ تراشیں اور بخلوں کے بال نہ اکھیریں اور ناف کے نیچے کے بال نہ مونڈیں اور رختہ نہ کریں کوئی اور زینت مثلاً سرمہ لگانا وغیرہ بھی نہ کریں کیونکہ یہ سب ناجائز و مکروہ تحریمی ہے اور میت زینت سے مستغنی ہے خوشبو لگانا جائز ہے جیسا کہ تکفین کے بیان میں آئے گا پس جس حالت میں ہے اسی حالت میں دفن کر دیں اور اگر اس کا ناخن ٹوٹا ہو یا ہونو اس کو جدا کر لینے میں مضائقہ نہیں۔ اگر اس کے ناخن یا بال تراش لئے ہوں تو اس کے ساتھ کفن میں رکھ دیں۔

(۸) غسل کا فرض ادا ہونے کے لئے بندوں کی طرف سے اس فعل کا ہونا ضروری ہے اور نیت اس کے لئے شرط نہیں مگر ثواب حاصل کرنے کیلئے کرے یعنی نیت غسل کے بغیر غسل دینے کا ثواب نہیں ملے گا پس اگر مردہ بہت سے پانی میں پایا گیا مثلاً کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو جس وقت اس کو پانی سے نکالا جائے تو اس کو غسل دینا فرض ہے پانی میں ڈوبنا غسل کے لئے کافی نہیں ہوگا اس لئے کہ میت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور پانی میں ڈوب کر پڑے رہنے سے آدمیوں سے یہ فعل ادا نہیں ہوا لیکن اگر اسے پانی سے نکالتے وقت غسل کی نیت سے حرکت دیدی جائے تو غسل ہو جائے گا پھر دوبارہ تہلانا ضروری نہیں پس اگر اس وقت تین مرتبہ حرکت دی تو غسل مسنون ادا ہو جائے گا اور اگر ایک بار حرکت دی تو فرض ادا ہو گیا مگر سنت کا مطالبہ باقی رہا اس لئے اب دو دفعہ غسل دیدیا جائے تاکہ عدد مسنون پورا ہو جائے۔ اسی طرح اگر میت کے اوپر بارش کا پانی برس جائے اور کسی طرح اس کے اوپر پانی پہنچ جائے تب بھی اس کو غسل دینا فرض ہے (یعنی زندوں پر جو میت کو غسل دینا فرض ہے وہ اس سے اس وقت بری الذمہ ہوں گے جبکہ خود تہلایں ورنہ میت سے غسل اتر جانے اور اس پر نماز صحیح ہونے میں فعل اور نیت شرط نہیں۔ پس دریا میں ملی ہوئی لاش یا بارش یا کسی اور پانی کے پہنچنے سے دھل جانے کی صورت میں اگر مسلمانوں نے اس کو غسل نہ دیا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی تو ادا ہو جائے گی لیکن بندوں کے ذمہ غسل نہ دینے کا گناہ ہوگا مولف) بغیر نیت تہلانا میں فرض تو ادا ہو جائے گا لیکن ثواب نہیں ملے گا مثلاً کسی کو سکھانے کی نیت سے میت کو غسل دیا تو فرض ادا ہونے کے لئے کافی ہے مگر اس کو غسل میت دینے کا ثواب نہیں ملے گا۔ نیز غسل ادا

ہو جانے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ تہلانے والا مکلف ہو یا نیت کا اس وقت اہل ہو پس اگر تابالغ یا کافر نے تہلا دیا تو غسل ادا ہو گیا اسی طرح اگر اجنبیہ عورت نے مرد کو یا اجنبی مرد نے عورت کو غسل دیا تو غسل ادا ہو گیا اگرچہ ان کو اس کا تہلانا جائز نہ تھا۔ ان سب کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۹) مردہ دو قسم پر ہے: اول وہ جس کو غسل دیا جاتا ہے دوم جس کو غسل نہیں دیا جاتا۔ پھر اول کی دو قسم ہیں ایک وہ جن پر نماز پڑھنے کے لئے غسل دیا جاتا ہے یہ وہ ہے جو پیدائش کے بعد مر جائے اس کے لئے مسلمان ہونے کا حکم ہے دوسرے وہ جن کو غسل دیا جاتا ہے اور ان پر نماز نہیں پڑھی جاتی یہ وہ ہے جو مردہ پیدا ہوا اور وہ کافر غیر حربی بھی اسی حکم میں ہے جو مر جائے اور اس کا ولی مسلمان ہو۔ دوم یعنی جس کو غسل نہیں دیا جاتا اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کو اہانت یا سزا کے طور پر غسل نہیں دیا جاتا جیسا کہ باغی مقتول اور ڈاکو (رہزن) دوسرے وہ جن کو اکرام و فضیلت کی وجہ سے غسل نہیں دیا جاتا جیسا کہ شہداء شہداء کا بیان الگ بالتفصیل درج ہوگا۔ باقی اقسام کے مسائل کی تفصیل اسی بیان میں درج ہے۔

(۱۰) جس بچے سے پیدا ہوتے وقت اس کا اکثر حصہ پیدا ہونے کے بعد کوئی آواز یا سانس یا کسی عضو یا آنکھ چھینکنے کی حرکت وغیرہ ایسی پائی جاتی جس سے اس کی زندگی معلوم ہو تو اس کا نام رکھیں اور اس کو غسل و کفن دیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اگر اکثر حصہ پیدا ہونے کے بعد کوئی زندگی کی علامت نہ پائی جائے تو اس کو غسل دیں اور اس کا نام رکھیں اور اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں اور اس پر نماز نہ پڑھیں۔ اگر جانے والی دائی یا بچہ کی ماں اس کی زندگی کی یعنی چلانے یا حرکت کرنے وغیرہ کی گواہی دیں تو غسل دینے اور نماز جنازہ پڑھنے کے لئے ان کا قول مقبول ہوگا اور اس پر غسل و نماز کا حکم عائد ہوگا کیونکہ دیانات میں خبر واحد مقبول ہے جبکہ خبر دینے والا عادل ہو۔ اگر بچہ پیدا ہوتے وقت اس کا سر نکلا اس کے بعد وہ چلا یا (یعنی اس سے زندگی کا اثر ظاہر ہوا) پھر نصف سے زیادہ بدن نکلنے سے قبل ہی مر گیا تو اس پر مردہ پیدا ہونے کا حکم لگے گا اور اس کو غسل مسنون نہیں دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی صرف اس کو معمولی طریق پر غسل دے کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ اور اگر زندگی کی حالت میں آدھے سے زیادہ بدن نکل آیا پھر مر گیا تو اس پر زندہ پیدا ہونے کا حکم ہو گیا اور غسل و کفن و نماز جنازہ ادا کی جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اکثر حصہ بدن کے نکلنے کا اعتبار اگر سیدھا یعنی سر کی طرف سے پیدا ہو تو سینہ تک نکلنے سے کریں گے اور اگر الٹا یعنی پاؤں کی طرف سے پیدا ہو تو ناف تک نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھا جائے گا۔ یہ حکم اس بچے کا ہے جس کے اعضا پورے بن چکے ہوں اور اگر بچہ کے سب اعضا ہاتھ پاؤں منہ ناک وغیرہ کچھ بھی نہیں بنے تھے اور وہ حمل سا قط ہو گیا تو باتفاق روایات یہ حکم ہے کہ اس پر نماز نہ پڑھیں اور اس کے غسل دینے میں اختلاف ہے مختار اور صحیح تر یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے (لیکن غسل مستون نہ ہو بلکہ

یونہی پانی ڈال کر نہلا دیا جائے) اور اس کا نام بھی رکھا جائے کیونکہ اس میں نبی آدم کی تعظیم ہے۔ اگر لڑکا یا لڑکی ہوئے
 کا نشان معلوم نہ ہو تو اس کا ایسا نام رکھیں جو عورت مرد میں ملتا جلتا ہے جیسے بسم اللہ رحمت وغیرہ پھر اس کو کسی
 کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں (سنت کفن کی رعایت نہ کریں) یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے
 اور اگر اس بچہ کے کچھ اعضا بن گئے ہوں تو اس کا حکم وہی ہے جو اس بچہ کا اوپر بیان ہوا جس کے کچھ اعضا نہ بنے ہوں
 یعنی نام رکھا جائے اور اس کو نہلا دیا جائے لیکن غسل مسنون نہ دیا جائے بلکہ بغیر وضو و ترتیب افعال غسل مسنون
 مثلاً بیری یا اشنان کے پتوں سے گرم کئے ہوئے پانی سے پہلے شروع کرنا وغیرہ کے بغیر اس پر پانی ڈالا جائے اور کفن
 میں بھی سنت کفن کی رعایت کئے بغیر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے (خلاصہ یہ ہے کہ پیدائش کے وقت اکثر
 حصہ بدن پیدا ہونے تک زندگی کے آثار پائے جانے پر زندہ پیدا ہو کر مرنے کا حکم ہے اور باقاعدہ مسنون طریق پر غسل و
 کفن دے کر اس پر نماز پڑھی جائے گی ورنہ مردہ پیدا ہونے کے حکم میں ہے کہ معمولی طریق پر نہلا کر اور ایک کپڑے میں لپیٹ
 کر دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔ اور حمل کے اندر زندگی کے آثار پائے جانے کا اعتبار نہیں جب تک کہ اکثر حصہ
 بدن کے نکلنے تک وہ آثار قائم نہ رہیں اور جب تک بچہ کے کچھ بھی اعضا نہ بنے ہوں اور حمل ساقط ہو جائے تو اس کی
 خلقت کا اعتبار نہیں اس لئے نام بھی نہیں رکھا جائے گا اور اگر کچھ بھی اعضا بن چکے ہوں گے تو اس کا اعتبار ہوگا
 اور نام رکھا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مؤلف)

(۱۱) اگر کسی مردے کا نصف سے زیادہ بدن بے اگرچہ وہ بغیر سر کے ہو تو اس کو غسل و کفن دیں اور نماز پڑھیں
 اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ نصف بدن مع سر پایا جائے (کیونکہ یہ بھی نصف سے زیادہ بدن ہو گیا ہے مؤلف)
 اور جب نصف سے زیادہ بدن پر نماز پڑھ لی اس کے بعد اگر باقی بدن بھی مل جائے تو اس پر نماز نہ پڑھیں۔ اگر
 کسی مرد کا نصف بدن بغیر سر کے بے یا نصف سے کم بدن بے خواہ اس کے ساتھ سر ہو یا نہ ہو یا صرف سر بے یا نصف
 بدن طول میں چرا ہوا بے تو اس کو غسل نہ دیں اور اس پر نماز نہ پڑھیں بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔ اگر
 اس کو غسل دیا گیا تو وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔

(۱۲) اگر کوئی مردہ شخص ملا اور یہ معلوم نہیں کہ وہ مسلمان ہے یا کافر تو اگر اس پر کوئی علامت مسلمان ہونے کی ہو
 تو کہیں بھی بے اس کو غسل دیں اور اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور اگر کوئی علامت نہ ہو مگر مسلمانوں کے ملک (دارالاسلام)
 میں ملا ہوا تو بھی اس کو غسل دیں اور نماز پڑھیں اور اگر بغیر علامت مسلمان کے دارالکرب میں ملا ہو تو اس کو نہ غسل دیں
 اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ مسلمان ہونے کی علامتیں یہ ہیں ختنہ، خضاب، سیاہ لباس، زیر ناف بالوں کا مونڈنا
 یا نوچ دینا، مونچھوں کا کترانا وغیرہ (اس زمانے میں سیاہ لباس اور خضاب مسلمان ہونے کی علامت باقی نہیں رہی)۔
 (۱۳) کافر مردے کے لئے مسلمانوں پر غسل و کفن و دفن فرض نہیں ہے اس لئے کہ غسل میت کی تعظیم و بزرگی

کے لئے واجب ہوا ہے اور کافر اس کا اہل نہیں ہے۔ لیکن اگر ضرورت ہو مثلاً کوئی مسلمان اس کا رشتہ دار ہو اور اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا وہ نہ لے جائے اور یہ مسلمان بوجہ قرابت غسل و کفن و دفن کرے تو جائز ہے مگر غسل و کفن و دفن میں کسی امر میں سنت کا طریقہ نہ برتے یعنی نہ اس کو وضو کرائے اور نہ سر کو خطمی یا صابن وغیرہ سے صاف کرے نہ دائیں طرف سے شروع کرے اور نہ کافروں خوشبو وغیرہ اس کے بدن میں ملا جائے اور نہ ہتھانے میں عدد کا لحاظ کرے بلکہ نجس کپڑے کو دھونے کی طرح غسل دے اور اس پر پانی بہا دے۔ پینچل اس کی جہارت کے لئے نہیں ہوگا حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان اس کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دیں اور اگر اس کے ہم مذہب موجود ہوں اور وہ اس کو لے جائیں تو مسلمان اس کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ اس کے جنازہ میں شریک ہو اور اگر بوجہ قرابت قریبہ شریک ہو (قرابت قریبہ میں ذوی الارحام مثلاً خالو خالہ بہن وغیرہ بھی شامل ہیں) تو درود دے۔ یہ حکم کافر اصلی غیر حربی کا بیان ہوا اور مرتد کا حکم یہ ہے کہ مطلقاً نہ اُسے غسل دیں نہ کفن بلکہ کتے کی طرح کسی تنگ گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بغیر کسی حائل کے پاٹ دیں اور اگر اس کے اہل مذہب اس کی نعش مانگیں تو ان کو بھی نہ دی جائے۔

(۱۴) کافر کو اپنے قریبی مسلمان رشتہ دار کا نہ لانا جائز نہیں ہے مثلاً اگر کسی کافر باپ کا مسلمان بیٹا مر جائے تو کافر باپ کو اس کے ہتلانے کا قابو نہیں دینا چاہئے بلکہ اگر اس مسلمان میت کا کوئی قریبی مسلمان نہیں ہے تو اس کی تجہیز و تکفین کے والی مسلمان ہیں مسلمانوں کو خود یہ کار خیر پورا کرنا چاہئے۔ اور کافر کا اپنے قریبی رشتہ دار مسلمان کی قبر میں اس کے دفن کے لئے اترنا مکروہ ہے۔

(۱۵) اگر مسلمانوں اور کافروں کے مردے مل جائیں یا مسلمانوں کے مقتول کافروں کے مقتولوں میں بلجائیں (یعنی ایک ہی جگہ خلط ملط ہو جائیں اور سب کی وضع و صورت یکساں ہو) تو اگر مسلمان کسی علامت سے پہچانے جاتے ہوں تو ان کو غسل دیں اور نماز جنازہ پڑھیں (علامتیں اوپر بیان ہو چکیں) اور اگر کوئی علامت نہ ہو جس سے پہچانے جائیں تو اعتبار اکثر کا ہوگا پس اگر ان میں مسلمان زیادہ ہیں تو سب مردوں کو غسل و کفن دیں اور سب پر نماز جنازہ پڑھیں اور نماز اور دعائیں نیت مسلمانوں کی کریں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں اور اگر کافر زیادہ ہوں تو کسی پر نماز نہ پڑھیں اور غسل و کفن دیں لیکن مسلمانوں کے مردوں کی طرح غسل و کفن نہ دیں اور کافروں و مشرکوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ یہ معلوم کرنا کہ مسلمان زیادہ ہیں یا کافر اس کی صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کی کل تعداد شمار کر لی جائے اور یہ معلوم کر لیا جائے کہ ان میں سے کتنے گئے تھے اور اب کتنے باقی ہیں پھر کل مردوں کی گنتی کر کے ان میں سے مسلمان جو لڑائی میں شامل ہوئے اور اب موجود نہیں ہیں ان کی تعداد نفی کر دی جائے باقی کفار کے مردے ہوں گے اب ان میں دیکھ لیا جائے کہ کون زیادہ ہیں اور کون کم ہیں۔ اور اگر دونوں برابر ہوں تو ان سب کو غسل

دیا جائے گا اور ان پر نماز پڑھنے اور دفن کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ نماز کے متعلق بعض کا قول ہے کہ ان پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ آخر بعض مسلمانوں پر نماز جنازہ نہ پڑھنا مشروع ہے جیسا کہ باغی اور بہن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور کافر پر نماز کسی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا۔ (یعنی جو ان میں سے مر گیا ہے تو اس پر کبھی بھی ہرگز نماز نہ پڑھے) اور بعض نے کہا کہ ان سب پر نماز پڑھی جائے اور اس میں مسلمانوں پر نماز پڑھنے کی نیت کی جائے اس لئے کہ اگرچہ وہ تعین سے عاجز ہے لیکن ایسی نیت سے تو عاجز نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صورت میں بھی یعنی جبکہ کافر زیادہ ہوں اسی نیت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ لینا سب سے صحیح ہے اس لئے کہ جب مسلمانوں کے جنازہ کی نماز پڑھنے کی نیت کرنی تو وہ کفار پر نماز پڑھنے والا نہ ہو اور اگر اس کو صحیح مانا جائے تو پہلی صورت میں بھی یعنی جبکہ مسلمان زیادہ ہوں ان پر نماز پڑھنا جائز نہیں رہے گا حالانکہ ان کی نماز جنازہ کے جائز ہونے پر اتفاق ہے۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ تینوں مذکورہ صورتوں میں ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس میں مسلمانوں کے لئے نماز جنازہ کی نیت کی جائے یہی باقی تینوں اماموں کا بھی مذہب ہے پس یہی اوجہ ہے تاکہ مسلمانوں کا حق ادا ہو جائے اور اس سے کافروں پر نماز پڑھنے کا جو کہ منع کی گئی ہے مرتکب بھی نہیں ہوگا۔ اور دفن کرنے کی جگہ میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ مشرکین و کفار کے قبرستان میں دفن کر دیں اور بعض کا قول ہے کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں اور بعضوں نے کہا کہ ان کے واسطے علیحدہ مقبرہ بنا دیں یعنی کسی علیحدہ جگہ دفن کر دیں اور اسی کو احوط کہا ہے۔

(۱۶) اگر کافروں کا کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ قید ہو کر آتے پھر فوت ہو جائے تو اس کو غسل نہ دیں اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں خواہ وہ بچہ تمیز اور سمجھ والا ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی موت دارالاسلام میں ہوئی ہو یا دارالکرب میں اور خواہ اس کو قید کرنے والا ذمی ہو یا مسلمان ان سب صورتوں میں اس کا حکم برابر ہے اور قید کرنے والے اور قید ہونے والے کی جگہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بالغ ہونے تک اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کے تابع ہے جب تک وہ اپنا مسلمان ہونا بیان نہ کرے اس حال میں کہ وہ سمجھ اور تمیز والا ہو یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ پس اگر وہ سمجھ و تمیز والا ہو اور اس نے اسلام کا اقرار کیا ہو یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو گیا ہو تو غسل و کفن دیں اور نماز جنازہ پڑھیں کیونکہ اب وہ اس کے تابع ہو کر مسلمان قرار دیا جائے گا خواہ وہ بچہ سمجھ و تمیز والا ہو یا نہ ہو کیونکہ اولاد باں باپ میں سے کسی ایک کے تابع ہوتی ہے جس کا دین دوسرے سے بہتر ہو۔ مثلاً کتابی کے مقابلے میں مسلمان کی اور حجوبی کے مقابلے میں کتابی کی تابع ہوگی۔ اور اگر وہ بچہ اپنے ماں باپ کی بجائے اپنے دادا دادی کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو تو اس کے حکم میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ ان کا حکم ماں باپ کی طرح نہیں ہے بلکہ اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ اگر صرف بچہ قید ہو کر آئے اور باں باپ میں سے کوئی ساتھ نہ ہو تو وہ مسلمان ہے جبکہ اس کے

پکڑنے والا مسلمان ہو اگرچہ دارالکرب میں ہو پس اگر دارالکرب میں کوئی کافر کا بچہ مسلمان سپاہی کے قبضہ میں آجائے اور وہیں مرجائے تو اس کے قابض کے اعتبار سے اس کو غسل دیں گے اور نماز جنازہ پڑھیں گے اور اگر پکڑنے والا ذمی ہو اور وہ قید ہو کر دارالاسلام میں آئے تب بھی وہ بوجہ دارالاسلام میں آجانے کے مسلمان ہے پس اس کو مسلمانوں کی طرح غسل و کفن دیں اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کریں مجنوں بالغ کا حکم ان احکام میں صبی عاقل کی مانند ہے پس اس میں بھی تبعیت میں تینوں صورتیں جاری ہوں گی۔

(۱۷) کسی ذمیہ کو مسلمان کا حمل تھا وہ مرگئی اگر اس کے بچہ میں جان پڑ گئی تھی تو اس ذمیہ کو مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ دفن کریں اور اس کی پیٹھ قبلہ کو کر دیں تاکہ بچہ کا منہ قبلہ کو ہو جائے اس لئے کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کا منہ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور اگر جان نہ پڑی ہو تو مشرکین کے قبرستان میں دفن کریں۔ (اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہے اور تین قول ہیں بعض کے نزدیک مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے والد کی جانب کو ترجیح ہونے کی وجہ ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین کے قبرستان میں دفن کیا جائے کیونکہ جب تک وہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہے تو وہ اس کے جزو کے حکم میں ہے پھر اس قول وہ ہے جو پہلے بیان ہوا کہ مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ مقبرہ بنایا جائے یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ بچہ میں جان پڑ گئی ہو یعنی وہ حمل چار چھینے کا ہو گیا ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنی حمل چار چھینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق کفار و مشرکین کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔)

(۱۸) جو شخص جہاز یا کشتی میں مرجائے اس کو غسل و کفن دیں اور اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور کہیں دفن میسر نہ ہو تو کچھ بوجہ باندھ کر دریا یا سمندر میں جہاں چل رہے ہوں ڈال دیں۔

(۱۹) اگر کوئی مسلمان آگ میں جل کر کوئلہ ہو گیا اس کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اس کا غسل اور نماز جنازہ نہیں ہے۔

(۲۰) جن کے لئے غسل و نماز جنازہ نہیں ہے وہ چار قسم کے لوگ ہیں اول باغی یعنی وہ مسلمان جو بغیر حق کے اپنے امام برحق (حاکم) کی اطاعت سے نکل گئے اور یا حق اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ دوم رہزن (ڈاکو)۔ پس اگر کوئی شخص باغی یا رہزن ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے تو نہ اس کو غسل دیں اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں یہ ان کی اہانت کی وجہ سے ہے اور اس لئے بھی تاکہ ان کے اس فعل پر اس سزا سے دوسروں کو تنبیہ ہو اور یہ حکم مطلق ہے خواہ وہ لڑائی کے درمیان میں قتل کئے جائیں یا وہ پکڑے جائیں اور لڑائی ختم ہونے کے بعد قتل کئے جائیں یہ امام محمد سے روایت ہے لیکن صدر الشہید نے ان دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے اور پہلی صورت میں اس حکم کی موافقت کی ہے یعنی کہا ہے کہ اگر لڑائی ختم ہونے سے پہلے یعنی درمیان میں قتل کئے جائیں تو یہی حکم ہے کہ نہ غسل دیا جائے اور نہ نماز پڑھی جائے اور دوسری صورت یعنی پکڑے جانے اور امام کے غالب ہونے اور لڑائی ختم ہونے کے بعد قتل کئے جانے کی صورت میں

جن کیلئے غسل و نماز جنازہ نہیں ہے

کہا ہے کہ ان کو غسل دیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ یہ تفصیل بہتر ہے اور بڑے بڑے مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ ان کو قتل کرنا رہن کے حق میں حد ہے یا حد سا قطع ہونے کی صورت میں قصاص ہے مثلاً کوئی شخص اپنے محرم پر رہنری کرے تو اس کے حق میں یہ قتل قصاص ہے اور جو شخص حد یا قصاص میں مارا جاتا ہے اس کو تہلا یا جاتا ہے اور اس پر نماز پڑھی جاتی ہے اور باغی کے حق میں سیاست کے لئے یا ان کی شوکت کو توڑنے کے لئے یہ بھی عوام کے نفع کے لئے ہونے کی وجہ سے قصاص کے حکم میں ہے واللہ اعلم۔ اگر یہ لوگ گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد میں بغیر کسی قتل وغیرہ کے اپنی موت سے مرے تب بھی ان کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی۔ اہل عصبہ یعنی وہ لوگ جو ظلم پر اپنی قوم کی حمایت و اعانت کریں اگر اعانت کرنے میں مارے جائیں تو وہ باغیوں کے حکم میں ہیں اسی تفصیل کے ساتھ جو باغیوں کے حکم میں بیان ہوئی حتیٰ کہ جو لوگ ان کا تماشادیکھ رہے تھے ان کے پتھر وغیرہ آکر لگا اور مر گئے تو ان کا بھی یہی حکم ہے کہ نہ غسل دیں نہ نماز جنازہ پڑھیں اور اگر ان کے متفرق ہونے کے بعد مرے تو اس پر نماز پڑھی جائے اور غسل بھی دیا جائے۔ اور اگر دونوں گروہوں میں باغی ہوں یعنی دونوں طرف بغاوت کر کے لڑائی میں مقتول ہوتے ہوں تب بھی تفصیل مذکور کے ساتھ باغی کے حکم میں ہیں لیکن اگر ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے پر بغاوت کی اور دوسرا گروہ بقدر ممکن اپنی مدافعت اور بچاؤ کے لئے لڑا تو مدافعت کرنے والا شہید ہے۔ سوم مکابرہ یعنی وہ لوگ جو کہ شہر کے اندر رات کو ہتھیار لگا کر غارتگری کریں صبح یہ ہے کہ رات کے وقت ہتھیار ہوں یا نہ ہوں یا صرف لاکھی یا پتھر وغیرہ سے قتل کرے اس حکم میں برابر ہے اور دن میں ہتھیار کے ساتھ ایسا کرے تو یہی حکم ہے اسی پر فتویٰ ہے کہ یہ رہن کے حکم میں ہے۔ جو شخص شہر میں کسی جگہ کھڑا ہو جائے اور جو اس طرف کو بکھے اس کا مال چھین لے وہ بھی مکابرہ ہے۔ چہاں خفاق یعنی لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارنے والا جبکہ اس نے ایک سے زیادہ مرتبہ ایسا کیا، تو اس کا حکم بھی باغی کی طرح ہے کہ اگر اس کو پکڑ کر مار دیں یا مقابلہ میں مارا جائے تو اس کو غسل نہ دیں اور اس پر نماز نہ پڑھیں۔ اور یہی حکم اہل عصبہ اور مکابر کا بھی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

جس نے اپنے والدین میں سے ایک کو مار ڈالا اور انام (حاکم) نے اس کو قصاص کے لئے قتل کیا ہو اس پر ایانت کی وجہ سے نماز نہ پڑھی جائے یعنی اس کا حکم بھی باغی کی طرح ہے لیکن اصح یہی ہے کہ غسل دیں اور نماز ادا کریں اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ لیکن اگر وہ اپنی موت سے مرے ہو تو اس کو غسل دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے جیسا کہ باغی و رہن وغیرہ کے بارے میں حکم ہے۔ (جو شخص کسی کے حق میں ہتھیار سے یا اور طرح قتل کیا جائے جیسے خود (قصاص) اور حجم (حد) میں تو اس کو غسل دیں گے اور اس پر نماز پڑھیں گے اور اس کے ساتھ وہی سب معاملہ کریں گے جو مسلمان مردوں کے ساتھ کرتے ہیں اور انام جن کو سولی دے اس کے حق میں انام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق باغیوں وغیرہ کی طرح عبرتاً اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور ایک روایت میں ہے کہ

حدِ قصاص کے مقتول کی طرح پڑھ لیا جائے (عالمگیری)۔

(۲۱) جو شخص اپنے آپ کو قتل کرے یعنی خودکشی کرے خواہ پھانسی لے کر یا کسی اور طریقہ یا ہتھیار سے یا زہر کھا کر یا کسی اور طرح اپنے آپ کو مار ڈالے تو اگر غلطی سے ایسا کیا ہے تو بالاتفاق اس کو غسل دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے مثلاً کسی دشمن کو تلوار سے مارنے کیلئے پکڑا اور غلطی سے وہ تلوار اسی کے لگ گئی اور مر گیا تو بلا خلاف اس کو غسل دیں گے اور اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے اور وہ شہیدِ آخرت ہے یعنی آخرت میں شہید کا ثواب پائے گا۔ اور اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تو اس میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ وہ فاسق ہے لیکن زمین پر فساد پھیلانے میں کوشش کرنے والا نہیں اگرچہ وہ اپنے نفس پر باغی ہے جیسا کہ دوسرے فاسق مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے اور اپنے نفس کا قاتل غیر کے قاتل کی نسبت زیادہ گنہگار ہے لیکن پھر بھی اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔ اور حدیث میں جو خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پڑھنا مروی ہے شاید وہ زجر و توبیح کے لئے ہو جیسا کہ مقروض پر بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر نماز نہ پڑھنے سے حدیث مذکور میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ اس پر کسی اور نے بھی نماز نہیں پڑھی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خودکشی کرنے والے کو تہلایا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے اور حدیث مذکور کی بنا پر بعض نے اس کو تزییح دی ہے پس اس مسئلہ میں نصیح میں اختلاف ہے۔

(۲۲) مستحب یہ ہے کہ تہلانیوالا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو اور اگر وہ تہلانا نہ جانتا ہو یا اچھی طرح غسل نہ دے سکتا ہو تو امین اور متقی آدمی غسل دے اور مستحب یہ ہے کہ تہلانے والا ثقہ (معمد) آدمی ہو کہ غسل اچھی طرح ادا کرے اگر کوئی ایسی بات جو بھلائی کی علامت ہو اور اس کو پسند ہو جیسے چہرہ کا نور یا مسکراہٹ یا خوشبو یا اس کی مانند اور چیزیں دیکھے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ اس کو لوگوں کے سامنے بیان کر دے اور اگر ایسی بات دیکھے جو موت کی وجہ سے واقع ہوئی ہو مثلاً منہ کا سیاہ ہو جانا یا بدبو ہونا یا صورت بدل جانا یا اعضا کا متغیر ہو جانا یا اس قسم کی اور چیزیں دیکھے تو ایک شخص کے سامنے بھی اس کا کہنا جائز نہیں لیکن اگر میت بدعتی اور بدعت کو علامت ظاہر کرتا ہو یا اور کوئی کھلم کھلا گناہ کرتا ہو جیسے ناچنے گانے بجانے کا پیشہ یا طوائف کا پیشہ وغیرہ کرتا ہو اور تہلانے والا اس میں کوئی بُری بات رنگ سیاہ ہونا یا بدبو یا تغیر شکل وغیرہ دیکھے تو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں مضائقہ نہیں تاکہ اور لوگ ڈریں اور بدعت و فسق سے باز رہیں اور یہ ان کے لئے عبرت کا ذریعہ ہو اور وہ اپنا عقیدہ و عمل درست کریں۔ اور تہلانے والے کو چاہئے کہ صرف بقدر ضرورت اعضائے میت کی طرف نظر کرے بلا ضرورت کسی عضو کی طرف نہ دیکھے کیونکہ ممکن ہے اس کے بدن میں کوئی عیب ہو جسے وہ

مسلوینہ واقعہ کے احکام

اور کتب و ذریعہ معلوم ہو

زندگی میں چھپاتا تھا۔ پس اگر نہلانے والا اور وہ شخص جو وہاں حاضر ہے ایسی بات دیکھے جس کو میت زندگی میں چھپاتا تھا تو وہ بھی اس کو چھپائے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے کیونکہ یہ غیبت ہے۔

(۲۳) نہلانے والا باہارت ہونا چاہئے۔ اگر نہلانے والا جنبی یا حیض والی یا نفاس والی عورت ہو یا کافر ہو تو جائز ہے مگر مکروہ ہے اور اگر بے وضو ہو تو بالاتفاق مکروہ نہیں لیکن با وضو ہونا مستحب ہے اور اس میں بہت فضیلت ہے۔ (۲۴) مستحب یہ ہے کہ نہلانے والے کے پاس انگلیٹھی میں خوشبو سلگتی ہو تاکہ میت سے کسی بدبو کے ظاہر ہونے کی وجہ سے نہلانے والا اور اس کا مددگار سست نہ ہو جائے۔

(۲۵) افضل یہ ہے کہ میت کو بلا اجرت غسل دے اور اگر نہلانے والا اجرت مانگے تو اگر وہاں اس کے سوا اور کوئی بھی نہلانے والا ہو تو اس کو اجرت لینا جائز ہے اور اگر وہاں کوئی اور نہ ہو تو اس کو اجرت لینا جائز نہیں کیونکہ اب میت کا غسل خاص اسی پر واجب ہو گیا اور عبادت واجب عین پر اجرت لینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ درزی (سینے والے) کے لئے کفن سینے کی اجرت اور جنازہ کو اٹھانے والوں اور قبر کھودنے اور دفن کرنے والوں کی اجرت کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کہ اگر ان کے علاوہ اور لوگ بھی اس کام کے کرنے والے ہوں تو ان کو اجرت لینا جائز و درست ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں اٹھانا اور قبر کھودنا و دفن تانا ان پر واجب عین ہو گیا۔

(۲۶) غسل دینے والے کی شرطوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کو اس معسول میت کی طرف دیکھنا حلال ہو پس مرد، مردوں کو غسل دیں اور عورتیں، عورتوں کو غسل دیں۔ مرد عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو غسل نہ دیں، یہ ان پر غسل واجب ہونے کی یا جائز ہونے کی شرط ہے نہ کہ غسل صحیح ہونے کی شرط ہے یعنی ان کو غسل دینا جائز نہیں ہے لیکن اگر دیں گے تو غسل درست ہو جائے گا۔ (لیکن اگر اس کی ضرورت پڑ جائے تو اس کا حکم آگے آتا ہے۔)

(۲۷) اگر عورت مر جائے تو اس کا شوہر اس کو کسی حالت میں غسل نہیں دے سکتا اور نہ چھو سکتا ہے کیونکہ عورت کے مرنے کے بعد مرد کا زوجیت کا تعلق جاتا رہا اور اب وہ اس کے حق میں اجنبی ہے۔ (ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خاوند کو اپنی بیوی کا نہ لانا جائز ہے اس لئے کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بعض صحابہ نے حضرت علیؑ کے حضرت فاطمہ کو غسل دینے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا چونکہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ اس کے تمام سامان کے متکفل ہوئے تھے اس لئے یہ غسل ان کی طرف منسوب ہو گیا اور اگر اس روایت کو ثابت بھی مان لیا جائے تو یہ ان کی خصوصیت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ فاطمہ دنیا و آخرت میں تمہاری زوجہ ہیں۔ اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ موت سے ہر سبب اور نسب جاتا رہتا ہے لیکن میرا سبب و نسب نہیں جاتا پس اس میں سبب سے مراد قرابت بیبی ہے جیسے زوجیت و دامادی

اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرت علیؑ کی خصوصیت ہوئی اور اصح قول کی بنا پر خاوند کو اس کے دیکھنے کی ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ جب خاوند کا تعلق جائز رہا اور وہ اس کے لئے اجنبی ہو گیا تو غسل دینا اور چھونا منع ہو گیا لیکن دیکھنا جائز رہا غالباً اس لئے کہ دیکھنا چھونے کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک غسل جائز ہے تو شبہ اختلاف کی وجہ سے اس کو جائز رکھا گیا واللہ اعلم بالصواب۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر اپنی عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے اور نہ منہ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل چھونے کی ممانعت ہے۔

(۲۸) عورت کے واسطے جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کو غسل دے کیونکہ عدت پوری ہونے تک وہ اس کے نکاح میں باقی ہے۔ خواہ اس کے ساتھ دخول ہو یا نہ ہو اور کیونکہ ان دونوں صورتوں میں اس پر عدت وفات لازمی ہے لیکن یہ علم اس وقت ہے جبکہ غسل کے وقت اس کی زوجیت باقی ہو یعنی اس کے مرنے کے بعد کوئی ایسی حرکت اس عورت نے نہ کی ہو جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے جیسے اپنے شوہر کے بیٹے یا باپ کو شہوت کے ساتھ بوسہ دینا یعنی حرمت مصاہرت ہو جانا یا معاذ اللہ مرتدہ ہو جانا یعنی حرمت ردت ہو جانا، اگرچہ غسل سے پہلے ہی وہ پھر مسلمان ہو گئی ہو کیونکہ جب مرتدہ ہونے سے اس کا نکاح جاتا رہا تو وہ اجنبی ہو گئی۔ یا حرمت رضاعت ہو جانا پس اگر اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے ایسا کوئی امر واقع ہوا تو اب غسل کے وقت زوجیت باقی نہ رہنے کی وجہ سے اس کو غسل دینا جائز نہیں۔

(۲۹) اگر عورت کو طلاق بائن دی ہے اور وہ ابھی عدت میں ہے کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو یہ عورت اس کو غسل نہیں دے سکتی کیونکہ موت کے وقت اس کی زوجیت باقی نہیں رہی لیکن اگر عورت کو طلاق رجعی دی ہے پھر مر گیا اور وہ عورت ابھی عدت میں ہے تو اس عورت کو غسل دینا جائز ہے کیونکہ ابھی نکاح کی ملکیت نازل نہیں ہوئی۔ اور عدت کے آخر میں اس کے تمام ہونے سے پہلے مر اور مرنے کے بعد عدت پوری ہو گئی تب بھی اس عورت کا غسل دینا جائز ہے اصل اس میں یہ ہے کہ خاندان کی زندگی میں ان دونوں میں جدائی ثابت نہ ہوئی مثلاً طلاق بائن یا طلاق ثلاثہ نہ ہوئی ہو یا غسل کے وقت اس کی زوجیت باقی ہو پس اس وقت جو شخص ایسا ہو کہ اس کو اس عورت کے ساتھ اگر وہ اس وقت زندہ ہو تو یہ سبب نکاح کے وطی جائز ہو تو جائز ہے کہ وہ عورت اس کو غسل دے ورنہ جائز نہیں۔ اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہیں دونوں سے دخول کے بعد اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک کو تین طلاقیں پس پھر قبل اس کے کہ ظاہر کرے وہ فوت ہو گیا تو ان میں سے کسی کے لئے اس کو غسل دینا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک مطلقہ بالثلاث ہے ان دونوں کے لئے طلاق اور وفات کی عدت ہے اور ان دونوں کے لئے میراث ہے (بجز اگر کسی عورت کا خاوند مر گیا اور وہ حاملہ ہے اور غسل سے پہلے اس کو وضع حمل ہوا تو وہ اس کو غسل نہ دے کیونکہ اس کی عدت پوری ہو گئی اور اب اس کے نکاح کا تعلق

باقی نہیں رہا اس لئے اس کو چھوٹا منع ہے۔

(۳۰) اگر کسی شخص نے شبہ کی وجہ سے اپنی بیوی کی بہن سے وطی کی تو اس کی زوجہ اس پر اس وقت تک کے لئے حرام ہوگئی جب تک کہ وہ عدت موطوہ پوری کرے پس اگر وہ آدمی مر گیا اور وہ موطوہ ابھی عدت میں ہے تو اس آدمی کی زوجہ اس کو غسل نہیں دے سکتی اور اگر غسل سے پہلے اس کی عدت پوری ہوگئی تو اب اس کی بیوی غسل دے سکتی ہے۔ (۳۱) ذمہ کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ عورت اپنے شوہر کو جو مسلمان ہے غسل دینے میں مسلمان عورت کی مانند ہے لیکن بلا ضرورت یہ بہت برا ہے۔ اگر عورت حجوسہ یا بت پرست ہے اور خادند مسلمان ہے یعنی شادی کے وقت محوسی تھا پھر مسلمان ہو گیا تو وہ عورت اپنے خاوند کو غسل نہیں دے سکتی۔ اس لئے کہ اس کو زندگی میں بھی اس کا چھونا جائز نہیں تھا پس بعد وفات کے بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر اس کے مرنے کے بعد غسل سے پہلے وہ عورت بھی مسلمان ہوگئی تو اب تہلا سکتی ہے اس لئے کہ اب جبکہ یہ مسلمان ہوگئی اگر وہ زندہ ہوتا تو نکاح باقی رہتا اور اس کو چھونا اس کے لئے جائز ہوتا تو اب بعد موت کے اسلام لانے پر بھی وہ اجازت باقی رہی لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اس کے نکاح میں باقی ہو ورنہ نہیں اور نکاح میں باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ اگر اسلامی سلطنت میں ہے تو حاکم اسلام شوہر کے مسلمان ہونے کے بعد عورت پر اسلام پیش کرے اگر مان لیا فہا ورنہ فوراً نکاح سے نکل جائے گی اور اگر اسلامی سلطنت نہیں ہے تو شوہر کے اسلام لانے کے بعد عورت کو تین حیض آنے کا انتظار کیا جائے گا اس مدت میں اگر مسلمان ہوگئی فہا ورنہ نکاح سے نکل جائے گی اور ان دونوں صورتوں میں نکلنے کے بعد پھر اگر مسلمان ہو جائے تو غسل نہیں دے سکتی (۳۲) اگر کسی کی ام ولد یا مدبرہ یا مکاتبہ یا باندی مرے تو مالک اس کو غسل نہ دے اسی طرح اگر ان کا مالک مرے تو ان میں سے کوئی اپنے مالک کو غسل نہ دے کیونکہ اب یہ سب اس کی ملک سے خارج ہو گئیں۔

(۳۳) اگر کوئی عورت خواہ جوان ہو یا بوڑھی سفر میں مردوں کے درمیان فوت ہو جائے اور ان میں کوئی عورت ہو نہ مسلمان نہ کافر اور نہ کوئی چھوٹا لڑکا ہے جو حد شہوت کو نہ پہنچا ہو تو اگر ان میں کوئی اس کا محرم ہے تو وہ اس کو تیمم کر دے اور اس کے لئے اعضائے تیمم کو ہاتھ لگانا جائز ہے اس لئے ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی ضرورت نہیں اگر ان میں کوئی محرم نہیں سب غیر محرم ہیں یعنی اجنبی تو اجنبی شخص اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے پھر تیمم کر لے اور اس کی باہنوں پر نظر پڑنے وقت آنکھیں بند کر لے۔ مرد اپنی عورت کو تیمم کراتے تب بھی یہی حکم ہے کہ کپڑا ہاتھوں پر لپیٹ لے مگر اس کے لئے آنکھیں بند کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اور اگر وہ باندی ہو تو اجنبی شخص بھی بغیر کپڑا لپیٹے تیمم کر دے کیونکہ وہ اعضائے تیمم کے مس کرنے میں مرد کی مانند ہے۔ اسی طرح اگر مرد عورتوں کے درمیان فوت ہو جائے اور ان میں کوئی مرد نہ ہو نہ مسلمان نہ کافر اور نہ کوئی چھوٹی لڑکی ہو جو حد شہوت کو نہ پہنچی ہو تو اس کو اس کی محرم عورت ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر تیمم کر دے کیونکہ محرم کو بغیر حائل اعضائے تیمم کا مس جائز ہے بخلاف اجنبی کے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو اجنبی عورت ہاتھ پر

کپڑا لپیٹ کر تیمم کرادے اور اگر کوئی شخص سفر میں مرا اور اس کے ساتھ عورتیں اور کافر (دتی) سردھ اگر مسلمان مرد کوئی نہیں تو وہ عورتیں اس کافر مرد کو غسل کا طریقہ سکھا دیں اور میت کے پاس تنہائی میں اس کافر کو چھوڑ دیں تاکہ غسل دے کیونکہ جنس کا جنس کی طرف نظر کرنا غیر جنس کے نظر کرنے سے زیادہ ہلکا ہے اگرچہ وہ دین میں اس کے موافق نہیں ہے۔ اور اگر ان عورتوں کے ساتھ کوئی مرد بھی نہیں ہے نہ مسلمان نہ کافر اور ایک چھوٹی لڑکی جس کو ابھی خواہش نہیں ہوتی ہمراہ ہے اور وہ اس لائق ہے کہ میت کو غسل دے سکے تو یہ عورتیں اس لڑکی کو میت کے غسل کا طریقہ سکھا دیں اور میت کے پاس چھوڑ دیں تاکہ غسل دے کیونکہ یہ لڑکی ابھی عورت کے حکم میں نہیں ہے اسی طرح اگر عورت آدمیوں کے درمیان سفر میں مرگئی اور کوئی مسلمان عورت ساتھ نہیں ایک کافر عورت ساتھ ہے تو مرد اس کافر عورت کو غسل کی تعلیم کریں اور اس سے تنہائی میں غسل دلائیں یا کافر عورت بھی ساتھ نہیں لیکن ایک نابالغ لڑکا ساتھ ہے جو ابھی حد شہوت کو نہیں پہنچا اور وہ اس قابل ہے کہ نہلا سکے تو مرد اس لڑکے کو غسل کا طریقہ سکھا دیں اور اس سے تنہائی میں غسل دلائیں کیونکہ یہ لڑکا ابھی مرد کے حکم میں نہیں ہے۔

(۳۴) اگر لڑکا ایسا چھوٹا ہو کہ اس کو خواہش نہ ہوتی ہو تو جائز ہے کہ اس کو عورتیں نہلا لیں اور اسی طرح اگر لڑکی چھوٹی ہو جو ابھی حد شہوت کو نہ پہنچی ہو تو جائز ہے کہ مرد اس کو نہلا لیں۔ جو لڑکا یا لڑکی حد شہوت کو پہنچ گئے وہ بالغ کے حکم میں ہیں ایسے لڑکے کو اجنبی عورت نہیں نہلا سکتی اور ایسی لڑکی کو مرد نہیں نہلا سکتا بلکہ اگر ایسا موقع آجائے تو کپڑا لپیٹ کر اور محرم بغیر کپڑا لپیٹے تیمم کرانے جیسا کہ مرد و عورت کے بیان میں ذکر ہوا۔

(۳۵) جس کا عضو کاٹا ہو یا خصی ہو (یعنی جس کے خبیثے کاٹ دیئے گئے ہوں) وہ مرد کے حکم میں ہے۔

(۳۶) خنثی شکل اگر حد شہوت کو پہنچ گیا ہو تو نہ وہ مرد کو نہلائے اور نہ عورت کو اور نہ اس کو مرد یا عورت نہلائے بلکہ اگر وہ عورت یا مرد محرم ہو تو بغیر ہاتھ پر کپڑا لپیٹے اس کو تیمم کرادے اور اگر اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرانے اور اگر خنثی شکل چھوٹا بچہ ہو کہ حد شہوت کی عمر کو نہ پہنچا ہو تو اسے مرد بھی نہلا سکتے ہیں اور عورتیں بھی اور ضرورت پڑنے پر وہ بھی مرد یا عورت کو نہلا سکتا ہے جبکہ اس کو طریقہ سکھا دیا جائے اور اس کو اس کی طاقت جیسا کہ چھوٹے لڑکے و لڑکی کا حکم اور بیان ہوا۔

(۳۷) اگر کوئی شخص سفر میں مر گیا اور وہاں پاک پانی نہیں ہے تو تیمم کر اگر اس پر نماز پڑھیں پھر اگر دفن کرنے سے پہلے پانی مل جائے تو امام ابو یوسف کے قول کے بموجب اس کو غسل دیکر دوبارہ نماز پڑھیں اور امام صاحب کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے اور نماز کو لوٹایا نہ جائے اس لئے کہ زندہ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے اور زندہ جبکہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو پھر پانی ملنے پر اس کے لئے اس نماز کا اعادہ نہیں ہے یہ روایت اصول کے موافق ہے اور اس میں تخریج کی علامات ہیں۔

دے، لفاقہ یعنی لپیٹنے کی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قدم سے سر اور پاؤں دونوں کی طرف اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں (یعنی تقریباً ایک ہاتھ بڑی ہو مولف) اور زائر (تہم) سر سے پاؤں تک لمبی ہو یعنی لفاقہ سے اتنی چھوٹی جتنا وہ بندش کے لئے زیادہ تھا۔ اور کفنی یعنی قمیص یا کرتہ گردن کی جڑ (گلے) سے لیکر پاؤں تک ہو اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو اور عوام میں جو درواج ہے کہ پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے کفنی (کرتہ) میں گریبان اور کلی اور چاک اور آستین نہ لگاویں کیونکہ زندہ آدمی یہ چیزیں اس لئے کرتا ہے کہ چلنے وغیرہ میں آسانی ہوتی ہے اور مردہ اس سے بے نیاز ہے۔ ان تینوں کپڑوں کی مرد و عورت کے لئے ایک ہی حد ہے البتہ مرد و عورت کی کفنی (کرتہ) میں اس قدر فرق ہے کہ مرد کی کفنی مونڈھے پر سے چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف سے۔ عورت کے لئے اور کفنی (سر بند) تین ہاتھ (ڈیڑھ گز) ہونی چاہئے۔ سینہ بند چھاتیوں (زیر بغل) سے لیکر رانوں یعنی گھٹنوں تک چڑھا ہو اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے سینہ بند اگر چھاتیوں سے لیکر ناف تک ہو تب بھی درست ہے لیکن رانوں (گھٹنوں) تک ہونا زیادہ بہتر اور ادنیٰ ہے تاکہ چلتے وقت کفن رانوں سے اڑے نہیں۔

(۸) قریب البلوغ لڑکے کا حکم کفن میں مثل بالغ کے ہے اور قریب البلوغ لڑکی کا حکم مثل بالغہ عورت کے ہے اور یہاں قریب البلوغ لڑکا یا لڑکی سے مراد وہ ہے جو کہ حد شہوت کو پہنچ گیا ہو اور جو لڑکا قریب البلوغ سے کم ہو یعنی ابھی حد شہوت کو نہ پہنچا ہو اس کا کفن ایک کپڑا ہونا جائز ہے اور دو کپڑے دینے جائیں تو اچھا ہے اور اگر ایسی چھوٹی لڑکی ہو تو اس کے لئے دو کپڑے ادنیٰ درجہ ہے احسن یہ ہے کہ چھوٹا لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کو پورا کفن دیا جائے اگرچہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ اور پیٹ کا گرا ہوا بچہ یعنی پوری پیدائش والا بچہ جس کی اکثر پیدائش تک زندگی کے آثار نہ پائے جائیں (یعنی مردہ) یا جس کی خلقت پوری نہ ہوئی اور عمل گر جائے اس کو کفن مسنون نہ دیا جائے اور معمولی طور پر نہ لڑکا یا لڑکی میں لپیٹ کر بغیر غسل مسنون و نماز کے دفن کر دیا جائے کیونکہ اس کے لئے حرمت کاملہ نہیں ہے جیسا کہ اگر کسی انسان کا کوئی عضو گرا پڑے تو اس کو بھی ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہئے۔ ان کی مزید تفصیل غسل کے بیان میں آچکی ہے۔

(۹) خنثی شکل کو احتیاطاً وہی کفن دیا جائے جو عورت کو دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں مرد یا عورت ہونے کا احتمال ہے اور مرد ہونے کے احتمال کی صورت میں کفن میں زیادتی مضر نہیں ہے لیکن اس کو یشیم اور زعفرانی یا کسم کے رنگے ہوئے کپڑے سے اجتناب کریں کیونکہ یہ کفن مردوں کے لئے ناجائز ہے اور خاص عورتوں کے لئے جائز ہے اور خنثی میں مرد ہونے کا احتمال ہے اس لئے احتیاط ضروری ہے۔ (میت جس کو کفن دیا جاتا ہے بارہ قسم پر ہے مرد بالغ، عورت بالغ، لڑکا قریب البلوغ، لڑکی قریب البلوغ، لڑکا جو قریب البلوغ نہ ہو، لڑکی جو قریب البلوغ نہ ہو، حمل گرا ہوا اور جو مردہ پیدا ہوا ہو، خنثی شکل، ان سب کے احکام اور پیمان ہو چکے ہیں، محرم (احرام کی حالت میں مراہم) اس کا حکم

غیر احرام والے کی مانند ہے۔ شہید، اس کا بیان الگ آئیگا۔ جس کا کفن کسی نے اتا لیا ہو اور لاش ابھی نہ پھٹی ہو۔ جس کا کفن ۴۰ (۱۰) مرد کے لئے تین کپڑوں سے زیادہ کرنے میں پانچ کپڑوں تک مضائقہ نہیں اور مکروہ نہیں ہے بعض کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔ اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کو چار کپڑوں میں کفن دیا جائے یا پانچ کپڑوں میں کفن دینے کی وصیت کی تو یہ جائز ہے لیکن اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ اس کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے تو یہ وصیت جاری نہ کی جائے بلکہ اس کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ اور اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ اس کو ہزار روپے کا کفن دیا جائے تو یہ وصیت بھی جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کو متوسط درجہ کا کفن دیا جائے گا۔

(۱۱) کفن اچھا ہونا چاہئے مرد کو کفن مثل یعنی ایسے کپڑے کا دینا چاہئے جیسا کہ وہ جمعہ وعیدین میں اپنی زندگی میں پہن کر نکلتا تھا اور عورت کو ایسا دینا چاہئے جیسے کپڑے پہن کر وہ اپنے ماں باپ کے گھر جایا کرتی تھی (یعنی اس قیمت کا اندازہ ہونا چاہئے) یہ مراد نہیں کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے کفن مثل سے زیادہ قیمتی کفن دینا مکروہ ہے (رحمی ابوداؤد عنہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تغالوا فی الکفن فانہ یسلب سلباً سربحاً) صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا کفن احدکم اخاه فلیحسن کفنه اس میں تحسین کفن سے مراد سفید و پاکیزہ ہونا ہے نہ کہ قیمتی و آراستہ ہونا۔ ایک حدیث میں ہے کہ مردوں کے کفنوں کو اچھا کرو کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اپنے کفنوں کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہیں یعنی یہ کہ کفن موافق سنت کے ملا اور بہتر ہے کہ کفن کے کپڑے روئی کے سوتی ہوں اور سفید ہوں اور پرانا اور تیار بر ہے مگر پرانا ہو تو دھلا ہوا ہو کیونکہ کفن صاف ستھرا و پاکیزہ ہونا مرغوب ہے۔ ابن المبارک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ جن کپڑوں میں وہ نماز پڑھتا تھا ان میں کفن دیا جائے (یعنی اس رنگ اور معیار کے ہوں۔ مؤلف) اور کتان اور قصب (ایک قسم کی چادر جو کتان سے ملائم اور عمدہ ہوتی ہے) کے کپڑے کا کفن دینا مرد کے لئے بھی کوئی مضائقہ نہیں اور عورتوں کے لئے ریشمی کپڑے حریر وغیرہ اور زعفران یا کسم کے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن جائز ہے لیکن مردوں کے لئے جائز نہیں یعنی مکروہ ہے اس کے علاوہ ہر رنگ اور ہر جنس کا کفن جائز ہے۔ اصل اس میں یہ ہے کہ جو کپڑا مرد یا عورت کو زندگی میں پہنا درست و جائز ہے اس کا کفن دینا بھی درست و جائز ہے۔ اور زندگی میں جس کا پہنا جائز نہیں اس کا کفن دینا بھی جائز نہیں۔

(۱۲) اگر میت کا کوئی مال ہو تو کفن اس کے مال میں سے دیا جائے اور مقدار سنت تک کفن اس کے ترکہ میں سے دینے کو قرض اور وصیت اور ارث پر مقدم کیا جائے اور دین (قرض) وصیت پر اور وصیت میراث پر مقدم ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کے مال سے غیر کا حق متعلق نہ ہو جیسے کہ رہن اور بیچی ہوئی چیز جس پر قبضہ نہ دیا ہو اور غلام جس نے کوئی جنابت یعنی خطا کی ہو۔ اگر ترکہ کا سب مال اتنا ہو کہ قرض میں دے کر کچھ ترکہ نہ بچے یعنی مال

۴۴ کسی نے اتا لیا ہو اور لاش پھٹ گئی ہو ان دونوں کا ذکر ایسی بیان میں آئے آئیگا۔

کفن کون سے اور اس کے متعلقات

دین میں مستغرق ہو تو قرض خواہ کفن کفایت تک منع نہیں کر سکتا یعنی پہلے ترکہ میں سے کفن کفایت دیا جائے پھر قرض ادا کیا جائے اور کفن کفایت سے زیادہ یعنی کفن مسنون کو منع کر سکتا ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور دین فرض ہے اور اگر اس نے منع نہ کیا یعنی اس پر راضی رہا تو اجازت سمجھی جائے گی اور جائز ہوگا۔

(۱۳) اگر میت کا مال بہت ہو اور وارث کم ہوں تو کفن سنت دینا اولیٰ ہے اور اگر اس کے برخلاف ہو تو کفن کفایت اولیٰ ہے اور اگر وارثوں میں کفن دینے میں اختلاف ہو بعض کہیں دو کپڑوں کا کفن دیا جائے اور بعض کہیں تین کپڑوں کا تو تین کپڑوں کا کفن دینا چاہئے اس لئے کہ وہ سنت ہے۔

(۱۴) جس مردے کا کچھ مال نہ ہو تو اس کا کفن اس پر واجب ہے جس پر اس کا نفقہ واجب ہے۔ پس غلام کا کفن اس کے آقا کے ذمہ ہے اور مردوں کا راس پر اور جو بیع ابھی بائع کے قبضہ میں ہے تو کفن بائع پر واجب ہے، اور اگر ایسے شخص کسی ہوں جن پر اس کا نفقہ واجب ہے تو ان پر کفن ان کے حصہ میراث کے مطابق واجب ہوگا یعنی جس حساب سے ان پر نفقہ واجب ہے اسی حساب سے کفن واجب ہوگا۔ نفقہ کی تفصیل نفقہ کے بیان میں کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ خاوند پر اس کی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہیں۔ امام محمدؒ کے قول کے بموجب شوہر پر کفن دینا واجب نہیں کیونکہ موت سے اس کی زوجیت منقطع ہوگئی۔ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب شوہر پر کفن دینا واجب ہے اگرچہ اس کی بیوی نے مال بھی چھوڑا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا قول نقل کرنے میں کتابوں میں مختلف عبارتیں ہیں بعض میں ہے کہ اگر بیوی نے کوئی مال نہیں چھوڑا تو خاوند پر کفن واجب ہے اور اگر مال چھوڑا ہے تو خاوند پر واجب نہیں اور اس پر فتویٰ ہے بعض میں ہے کہ جبکہ بیوی نے مال نہیں چھوڑا اور خاوند بالدار ہے تو اس پر کفن واجب ہے ورنہ بالاتفاق واجب نہیں اور اس پر بھی فتویٰ ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو پہلے بیان ہوا کہ مطلقاً شوہر پر واجب ہے خواہ بیوی نے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو اور خواہ شوہر بالدار ہو یا مفلس، اس لئے کہ اس کا حکم زندگی کے لباس کی طرح ہے اور وہ زندگی میں مطلقاً خاوند پر واجب ہے پس اصل اس میں یہ ہے کہ جس شخص پر مردہ کی حالت حیات میں اس کے نفقہ کے لئے جبر کیا جاتا ہے وفات کے بعد کفن کے لئے بھی اسی پر جبر ہوگا یہی صحیح ہے۔ لیکن یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ موت کے وقت کوئی ایسی بات نہ پائی گئی ہو جس سے عورت کا نفقہ شوہر سے ساقط ہو جاتا مثلاً خاوند کی نافرمانی یا بیوی کا کم عمر ہونا اور اس کا بڑا ہونا وغیرہ کیونکہ جب نفقہ ساقط ہوا تھا تو کفن دینے کا وجوب جو اس کی وجہ سے اس پر ہوا تھا ساقط ہو گیا۔ نیز چاہئے کہ خاوند پر یا جس کسی پر کفن وغیرہ واجب ہونا کہا گیا ہے اس پر صرف تجہیز و تکفین و تدفین شرعی یعنی کفن سنت یا کفایت اور خوشبو اور اجرت غسل و حمل و دفن وغیرہ شرعی مقدار کے مطابق واجب ہوگی اور جو بدعتیں ہمارے زمانے میں رائج ہیں ان کا خرچ خاوند کے یا دیگر ورثاء

وغیرہ کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ اگر وہ چیزیں میت کے مال سے کی گئیں مثلاً کلمہ شریف یا قرآن پڑھوانے پر یا تین دن کے کھانے وغیرہ پر خرچ کیا تو اگر سب ورثا بالغ ہوں اور سب وارثوں نے اجازت بھی دیدی ہو یا بالغ ورثا اپنے حصہ میں سے کریں تو جائز ہے ورنہ خرچ کرنے والوں کے ذمہ اس کا ضمان ہے (اگر وہ فعل شرعاً ناجائز ہے یا بدعت ہے تو اس کے ارتکاب کا گناہ الگ ہوگا۔ مؤلف) اگر شوہر مر اور کچھ مال نہ چھوڑا اور بیوی اس کی مالدار ہے تو اس پر کفن دینا بالاجماع واجب نہیں، جیسا کہ زندگی میں خاوند کو لباس دینا اس پر واجب نہیں۔

(۱۵) اگر وہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس پر اس میت کا نفقہ واجب ہو تو اس کو کفن بیت المال سے دیا جائے اور بیت المال نہ ہو یا اس میں روپیہ یا جنس نہ ہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہ ہو یعنی جن مصارف میں اس کو صرف ہونا چاہئے ان میں صرف نہ ہوتا ہو تو اس کو کفن دینا مسلمانوں پر واجب ہے یعنی جن کو مردہ کا حال معلوم ہوگا ان پر فرض کفایہ ہے اور اگر وہ سب جاننے والے ترک کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ اور اگر وہ جاننے والے سب مفلس ہونے کی وجہ سے عاجز ہوں تو وہ اور لوگوں سے اس کے لئے کپڑا یا نقدی مانگیں اور یہ سوال بقدر کفایت کا ہوگا یعنی مرد کیلئے دو کپڑوں کا اور عورت کے لئے تین کپڑوں کا اور بعض نے کہا کہ بقدر ضرورت یعنی ایک کپڑے کا ہوگا۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کو نہلا کر گھاس میں لپیٹ کر دفن کر دیں اور اس کی قبر پر نماز پڑھیں۔ (بعض محتاج کفن ضرورت پر قادر ہوتے ہیں مگر کفن مسنون پر قادر نہیں ہوتے تو وہ کفن مسنون کے لئے لوگوں سے سوال کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کیونکہ سوال بلا ضرورت جائز نہیں اور یہاں ضرورت نہیں ہاں اگر بغیر مانگے مسلمان خود کفن مسنون پورا کر دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ پورا ثواب پائیں گے۔

(۱۶) لوگوں سے مانگ کر کفن کے لئے جو کپڑا یا نقدی جمع کی جائے اور اس میں سے کچھ بچ رہے مثلاً کوئی شخص (فقیر) کسی قوم کی مسجد میں مرجائے اور کوئی شخص اس کے کفن کا اہتمام کر کے دیکھ (نقدی) جمع کرے اور کفن وغیرہ کے بعد اس میں سے بچ رہے تو اگر اس صدقہ کرنے والے کو پہچانتا ہو تو اس کو واپس کر دے اور اگر نہ پہچانتا ہو تو کسی دوسرے محتاج کے کفن میں خرچ کر دے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو فقیروں میں صدقہ کر دے۔

(۱۷) اگر کسی کو کفن دے کر دفن کیا اور اس کا کفن چوری ہو گیا تو اگر وہ تازہ دفن ہوا ہے یعنی اس کی لاش ابھی تازہ ہے اور پھٹی نہیں ہے تو اس کے مال سے اس کو دوبارہ کفن مسنون دیں اور اگر کپڑا چوری ہو جائے تو پھر کفن دیں اور جب تک وہ مردہ پھٹے نہیں جتنی دفعہ بھی کفن چوری ہو جائے دیتے رہیں۔ اگر اس کا مال وارثوں میں تقسیم ہو گیا ہے تو کفن کی مقدار ان کے حصہ کے مطابق ان سے واپس لیا جائے کیونکہ میت اب بھی اس کی مالک ہے۔ اور قرضخواہوں کے قبضہ سے پہلے تک بھی اس ترکہ میں سے کفن دیا جائے اور اگر قرضخواہوں نے قبضہ کر لیا ہو یا وصیت والوں کو دیدیا گیا ہے تو اب اس سے واپس نہیں لے سکتے اور ان لوگوں پر کفن دینا واجب

نہیں کیونکہ وہ اجانب ہیں اور وہ مال اب میت کی ملک سے نکل گیا۔ پس اگر سب ترکہ قرضہ میں چلا گیا کچھ نہ بچا اور قرضخواہوں نے اس پر قبضہ کر لیا تو اب دوبارہ کفن دینا اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ مال نہ ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور اگر اس کی لاش پھٹ چکی ہے تو کفن مستون کی ضرورت نہیں ایک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے اور اگر لاش کو کسی درتہ نے کھالیا ہے اور کفن باقی رہ گیا ہے تو ترکہ میں شامل ہو جائے گا جبکہ میت کے مال سے دیا گیا ہو اور اگر کسی غیر شخص یا کسی رشتہ دار نے اپنے مال سے کفن دیا تھا تو اس کفن دینے والے کی ملک ہے جو چاہے کرے کیونکہ کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہیں ہوتا اس لئے وہ مردہ کے وارثوں کا حق نہیں ہے جبکہ وہ ان کے لئے اس کو مہیہ نہ کرے۔

(۱۸) اگر میت ایسی جگہ ہو جس میں صرف ایک شخص ہو اور اس کے پاس بھی ایک کپڑے کے سوا دوسرا کپڑا نہ ہو تو اس پر اس کپڑے سے اس مردے کو کفن دینا فرض نہیں ہے کیونکہ زندہ اس کپڑے کا زیادہ محتاج ہے لیکن اگر وہ کپڑا میت کی ملکیت ہو اور زندہ شخص اس کا وارث ہو تو اس کپڑے سے میت کو کفن دیا جائے کیونکہ وہ میراث پر مقدم ہے لیکن اگر زندہ شخص اس کی طرف مضطر ہو سوری کے لئے یا کسی اور سبب سے جس سے تلف ہونے کا خوف ہو جیسا کہ اگر صرف میت کے غسل کے لئے پانی ہے اور زندہ وہاں پیاس کی وجہ سے حالت اضطرار میں ہے تو پیاس کو غسل پر مقدم کیا جائے گا۔ اسی طرح یہاں بھی زندہ شخص مقدم ہوگا۔

(فائدہ) جو چادر جنازہ کے اوپر یعنی چار پائی پر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے کفن صرف اتنا ہی ہے جو اوپر پہلے بیان ہو چکا ہے اسی طرح بعض جگہ کے رواج میں ایک چادر ہوتی ہے جس پر ایام جنازہ کی نماز پڑھانا ہے اور یہ دونوں چیزیں خیرات کر دی جاتی ہیں یہ دونوں چیزیں میت کے مال میں سے نہیں ہونی چاہئیں لیکن اگر ورنہ سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو تو جائز ہے اور اگر کسی وارث نے اجازت نہ دی یا بعض وارث نابالغ ہیں تو جس شخص نے میت کے مال میں سے منگایا اور خیرات کیا اس کے ذمہ ان دونوں چیزوں کا ضمان ہے یعنی جو قیمت ان پر خرچ ہوئی ہے وہ شخص اپنے پاس سے دیکھا اور ترکہ میں شامل ہو کر ورثہ میں تقسیم کی جائے گی۔ اسی طرح میت کے مال سے دوسرے زائد خرچ بھی نہیں کرنے چاہئیں جب تک کہ سب وارث بالغ نہ ہوں اور وہ سب اجازت نہ دیں یا پھر تقسیم میراث کے بعد بالغ اپنے حصہ میں سے خرچ کرے۔ اس مسئلہ کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اکثر جگہ اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے

کفن پہنانے کا طریقہ | کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کو لوبان وغیرہ سے دھونی دی جائے خواہ ایک مرتبہ یا تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ اور اس سے زیادہ نہ کریں۔ پھر کفن کو اس طرح بچھائیں کہ مرد کے واسطے پہلے لفافہ (اوپر لپیٹنے کی چادر جس کو پوٹ کی چادر بھی کہتے ہیں بچھائی جائے) پھر اس پر ازاد (تہمد) بچھائی جائے پھر مردہ کو غسل دینے اور بدن پونچھنے کے بعد کفنی (کرٹہ) پہنا کر اس دوسری چادر (ازاد) پر لٹا دیں

کفن پہنانے کا ایک طریقہ یہ ہے جو عام طور پر سب جگہ رائج ہے اور آسان ہے کہ چادر کے اوپر کفنی دکرتے اس طرح بچھائیں کہ کرتہ کا اوپر کا حصہ اکٹھا کر کے سر ہانے کی طرف رکھ دیں پھر میت کو کفن پر لٹا کر کرتے کا گریبان سر میں ڈال کر کرتہ کا اوپر کا حصہ بدن پر پھیلا کر برابر کر دیں۔ اور اس کے سر اور ڈاڑھی اور تمام بدن پر خوشبو لگانی جائے یہ مستحب ہے، سوائے زعفران اور ورس کے ہر قسم کی خوشبو جائز ہے مرکب خوشبو ہونا اچھا ہے لیکن مرد کے بدن پر ایسی خوشبو لگانا مکروہ ہے جس میں زعفران اور ورس (ایک گھاس ہے جو رنگنے کے کام آتی ہے) کی آمیزش ہو بعض لوگ کفن میں میت کے سر کے پاس زعفران یا ورس رکھتے ہیں یہ جہالت ہے۔ اور اس کے مواضع سجد یعنی پیشانی اور تانک اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں پر کا فور لگائیں یہ ان اعضا کی تعظیم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ان اعضا سے سجدہ کرتا تھا پس یہ اعضا مزید تعظیم کے لئے مخصوص ہوئے اور اس لئے بھی کہ جلدی مٹرنے سے محفوظ رہیں، خواہ احرام کی حالت میں مرا ہو یا بغیر احرام کے خوشبو اور کا فور لگانے میں دونوں کا حکم برابر ہے اور احرام والے کا سر بھی ڈھکا جائے پھر ازار (تہمید) کو بائیں طرف سے اس پر لپیٹیں پھر دائیں طرف سے لپیٹیں تاکہ دائیں جانب بائیں جانب کے اوپر رہے جیسا کہ زندگی میں اوڑھتا ہے۔ پھر اوپر لپیٹنے یعنی پوٹ کی چادر اسی طرح لپیٹیں کہ پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے لپیٹیں تاکہ اس کا بھی داہنا حصہ بائیں حصے کے اوپر رہے اور اگر کفن کے کھل جانے کا خوف ہو تو سراسر اور پاؤں کی طرف سے کسی دھجی سے باندھ دیں۔ میت کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں پہلوؤں میں رکھے جائیں اس کی چھاتی پر نہ رکھے جائیں اس لئے کہ مجوس وغیرہ کفار کا طریقہ ہے۔ اور عورت کو کفن دینے کا طریقہ یہ ہے کہ مر کے کفن کی طرح پہلے لوہان وغیرہ سے خوشبو دینے کے بعد پہلے سینہ بند پھر لفا فہ یعنی اوپر لپیٹنے کی چادر بچھائیں اور اس پر ازار بچھائیں اور کفنی پہنا کر اس پر میت کو رکھیں یا اس پر کفنی بچھا کر اور کفنی کے اوپر کا حصہ لپیٹ کر سر ہانہ رکھ کر اس پر میت کو رکھیں اور گریبان سر میں ڈال کر کفنی پہنادیں۔ پس یہاں تک وہی طریقہ ہے جو مردوں کے لئے بیان ہوا پھر اس کے بالوں کے دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھیں ایک حصہ دائیں طرف اور ایک بائیں طرف اور اس کے اوپر اور ڈھنی (سر بند) سر پر اور بالوں پر ڈالیں اس طرح کہ نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لاکر نقاب کی طرح ڈالیں کہ سینہ پر رہے باندھیں اور لپیٹیں نہیں اس کا طول سینہ سے پشت تک یعنی تقریباً دو ہاتھ ہے اور عرض ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک یعنی تقریباً دو ہاتھ ہے اور یہ جو بعض لوگ کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اڑھاتے ہیں یہ محض بے اصل و خلاف سنت ہے۔ پھر ازار کو پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے لپیٹیں اور پھر لفا فہ (پوٹ کی چادر) کو اسی طرح لپیٹیں جیسا کہ مرد کے واسطے بیان ہوا پھر سب کفوں کے اوپر چھاتیوں پر چھاتیوں کے اوپر کے حصے سے بغلوں سے نکال کر گھٹنے تک سینہ بند باندھیں تاکہ کفن رانوں کے اوپر سے اڑنے نہ پلے بعض کے نزدیک ناف تک باندھے۔ اگر سینہ بند کو اور ڈھنی کے بعد

طول تین گز عرض پونے دو گز جو چار پائی کو ڈھانک لیتی ہے البتہ عورت کے لئے ضروری ہے مگر کفن مسنون سے خارج ہے اس لئے اس کا کفن کے ہم رنگ ہونا بھی ضروری نہیں پردہ کے لئے کوئی سا کپڑا ہو کافی ہے۔ اگر جائے نماز یا اوپر کی چادر وغیرہ کی ضرورت کبھی خیال میں آجائے تو طہر کے کپڑے کا آمد ہو سکتے ہیں نہ کہ میت سے نہ خریدیں یا کوئی عزیز اپنے مال سے خریدے۔ سامان کفن میں سے اگر کوئی چیز گھر میں موجود ہو اور پاک و صاف ہو تو اس کے استعمال میں حرج نہیں۔ (جنازہ پر ڈالنے کی چادر، تختہ غسل و چار پائی جنازہ وغیرہ قبر کھودنے کا دیگر سامان محلہ یا شہر و گاؤں والے مشترکہ سرمایہ سے مل کر بنا لیتے ہیں مسجد میں رکھتے ہیں اور ضرورت میں استعمال کرتے ہیں یہ اچھا طریقہ ہے جہاں نہیں ہے اس کا رواج ڈال لیں۔)

(۱) جنازہ کا اٹھانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اگر اٹھانے والے متعین ہوں یعنی ان کے علاوہ اور کوئی شخص وہاں نہ ہو تو ان کو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن اگر اور

اٹھانے والے بھی وہاں موجود ہوں تو اب وہ اس فرض کفایہ کے ادا کرنے کے لئے متعین نہیں ہیں پس ان کو اجرت حمل لینا دینا جائز ہے اور اجرت دیکر جنازہ لیجانا جائز ہے مگر جو ثواب جنازہ لے چلنے پر حدیث میں بیان ہوا وہ اجرت لینے والے کو نہ ملے گا کیونکہ اس نے تو بدلہ لے لیا۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے آدمی جنازہ لے چلیں۔

(۲) جنازہ کو اٹھانا یعنی کندھا دینا عبادت ہے ہر شخص کو چاہئے کہ اس عبادت میں کوتاہی نہ کرے بلکہ سبقت کرے سنت یہ ہے کہ چار مرد جنازہ اٹھاویں جس وقت سخت یا پلنگ یا مسہری وغیرہ پر جنازہ اٹھائیں تو اس کے چاروں پایوں کو پکڑیں یعنی ایک ایک پایہ ایک ایک شخص پکڑے اسی طرح سنت وارد ہوئی ہے۔

(۳) جنازہ اٹھانے میں جبکہ اٹھانے والے بہت ہوں اور باری باری اٹھاتے ہوں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت دوسرے کمال سنت۔ اصل سنت یہ ہے کہ خواہ کسی طرف سے شروع کرے اس کے چاروں پایوں کو باری باری پکڑے اس طرح کہ ہر جانب سے دس قدم چلے اور یہ سنت سب ادا کر سکتے ہیں اور کمال سنت یہ ہے کہ اٹھانے والا اس کے سر ہانے کے داہنے پایہ کو پکڑے اور اپنے داہنے کندھے پر اس کی پٹی کو اٹھائے اور دس قدم چلے پھر پائینتی کے داہنے پایہ کو پکڑ کر اس کی پٹی کو اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر سر ہانے کے بائیں پایہ کو پکڑ کر اس کی پٹی کو اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر پائینتی کے پایہ کو پکڑ کر اس کی پٹی کو اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے اس طرح کل چالیس قدم چلے اس طریقہ میں دائیں پر اور مقدم کو مؤخر پر سبقت دی گئی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر (غیر مکروہ) چیز میں دائیں کو مقدم کرنا پسند فرماتے تھے اور کسی چیز کے ساتھ شروع کرنا اس کے اول سے شروع کرنے سے ہوتا ہے اور جنازہ کا اگلا حصہ اس کا اول ہے اس لئے اس سے شروع کرنا اور دائیں طرف سے اختیار کرنا مستحب و کمال سنت ہوا۔ اور اس کے خلاف کرنے میں بعض سنتیں ترک ہوں گی اس لئے کمال حاصل نہیں ہوگا اور یہ کمال سنت ہر شخص سے ادا نہ ہوگی مگر جو بھی ادا کر سکے مستحب ہے۔ اٹھانے والے کی داہنی جانب وہی ہے جو

میت کی داہنی جانب ہے اور وہ جنازہ (میت کی چارپائی) کی بائیں جانب ہوگی اور میت کو اٹھانے والے کی بائیں جانب وہ ہے جو جنازہ کی داہنی جانب ہوگی یعنی اگر چارپائی کے آگے اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو تو اس کی دائیں جانب چارپائی کی دائیں جانب ہوگی اور بائیں طرف بائیں جانب ہوگی پس چارپائی کی بائیں جانب پہلے اٹھائے کیونکہ یہ میت اور حامل کی دائیں جانب ہے اور جب اس کے مقدم اور مؤخر کو دس دس قدم اٹھا چکے تب چارپائی کی دائیں جانب اٹھائے کہ یہ میت و حامل کی بائیں جانب ہے اور پہلے اس کے مقدم کو پھر مؤخر کو دس دس قدم اٹھائے تاکہ آخر میں بائیں کے مؤخر پر چالیس قدم پورے ہو جائیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص چالیس قدم جنازہ اٹھائے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ نیز حدیث شریف میں ہے جو جنازہ کے چاروں پاؤں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرمائے گا۔

(۴) پلنگ کے آگے اور پیچھے ایک ایک لکڑی باندھ کر یا بغیر اس کے پٹی پکڑ کر دو شخص ایک سر ہانے کی طرف سے ایک پائنتی کی طرف سے اٹھائے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ سنت چار آدمیوں کا اٹھانا ہے اور سنت طریقہ میں تکثیر حیات اور زیادتِ اکرام اور حفاظت ہے لیکن اگر ضرورت ہو مثلاً جگہ تنگ ہو یا اٹھانے والے کم ہوں یا اٹھانے والے بہت ہوں کہ ہر کوئی کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے چاروں سروں پر لکڑیاں بانس وغیرہ باندھ لی جائیں تاکہ بیک وقت زیادہ لوگ کندھا دے سکیں یا اس قسم کی اور کوئی ضرورت ہو تو دو آدمیوں کا اٹھانا یا چار سے زیادہ آدمیوں کا اٹھانے میں شامل ہو جانا یا پلنگ کو ہاتھ میں پکڑے رہنا وغیرہ جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔ پلنگ کے پایہ کو پکڑ کر اٹھاوے اور پھر اس کی پٹی کو کندھے پر رکھے اگر شروع میں ہی پٹی کے نیچے کندھا یا گردن دے کر اٹھایا جیسے سامان اٹھانے میں تو یہ مکروہ ہے۔ نصف کا ندھے پر اور نصف گردن کی جڑ پر رکھنا مکروہ ہے اسباب کی طرح گردن پر یا پیٹھ پر لادنا بھی مکروہ ہے اور بلا عذر کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے اور اگر عذر ہو مثلاً قبرستان بہت دور ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

(۵) دودھ پیتا بچہ یا وہ بچہ جس کا دودھ ابھی چھڑایا ہو یا اس سے کچھ زیادہ بڑا ہو اور وہ مر جائے تو اگر اس کو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے اور لیجائے تو مضائقہ نہیں اور باری باری سے لوگ اس کو اپنے ہاتھوں پر لیتے رہیں۔ اور اگر سوار ہو کر اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے تو بھی مضائقہ نہیں اور اگر اس سے بڑا ہو تو چارپائی پر رکھ کر ربری میت کی طرح ہلے جائیں۔

(۶) میت (جنازہ) کو لے چلتے وقت مسنون یہ ہے کہ جلدی جلدی چلیں مگر دوڑیں نہیں اور مسنون طریقہ پر جلدی چلنے کی حد یہ ہے کہ میت کو چارپائی پر اضطراب نہ ہو یعنی ادھر ادھر حرکت نہ کرے اور ٹھکانہ لگے۔ اور تیز چھٹنے کے ساتھ چلنا جس میں میت مضطرب ہو مکروہ ہے کیونکہ اس میں میت کو اور ساتھ چلنے والوں کو تکلیف ہے (موت کے بعد

میت کے دفن تک پھینز و تکفین وغیرہ ہر کام میں جلدی کرنا افضل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ گا اگر وہ صالح ہے تو جلدی اس کو اچھی جگہ پہنچاؤ گے اور اگر برا ہے تو جلدی اپنی گردن سے برائی کو دور کرو گے۔

(۷) جو لوگ میت کے ساتھ ہیں ان کو افضل و مستحب یہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلیں کیونکہ جنازہ شروع ہے اور شروع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے: عن البراء بن عازب امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتباع الجنائزۃ صحیح البخاری (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنازہ کے پیچھے چلنے کا حکم دیا ہے) پس جنازہ شروع ہوا اور پیچھے چلنے والے تابع ہوئے اور اس میں امر استحباب کے لئے ہے اجماعاً۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنازہ کو اپنے سامنے رکھ کہ اس میں موعظت و تذکر و عبرت ہے۔ لیکن اگر جنازے کے پیچھے عورتیں ہوں تو پھر جنازہ کے آگے چلنا بہتر ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ان کے ساتھ خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہو یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہو اور عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نکلنا اور چلنا مکروہ تحریمی ہے اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے اور نوحہ کرنے والی اور پیچھے والی عورت کو سختی سے منع کیا جائے۔ اور نوحہ کرنے والی نہ مانے تو اس کے سبب سے جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جائے کیونکہ نوحہ بدعت اور ابتلع جنازہ سنت ہے پس غیر کی بدعت کی وجہ سے اس سنت کو نہ چھوڑا جائے تاکہ امور جنازہ کا انتظام و ادا کرنا ختم نہ ہو جائے پس اس کو یہ احتیاط کر لینا چاہئے کہ اگر نوحہ کرنیوالی عورت ساتھ ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور جنازہ کے پیچھے نہ چلے آگے ہو جائے۔

(۸) جنازہ کے دائیں بائیں نہ چلیں کیونکہ اس میں مستحب یعنی پیچھے چلنے کا ترک لازم آتا ہے پس یہ خلاف اولیٰ ہے لیکن اگر ایسا کرے تو مضائقہ نہیں، بہتر یہ ہے پیچھے پیچھے اطمینان سے چلیں اگر جنازہ دور نکل گیا ہو تو تیز چل سکتے ہیں اور دور بھی سکتے ہیں۔

(۹) تمام لوگوں کا جنازہ کے آگے چلنا اور جنازہ کا ایسا سب کے پیچھے ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بعض لوگ جنازہ کے آگے چلیں تو جائز ہے اور اس میں بھی فضیلت ہے اور پیچھے چلنے میں زیادہ فضیلت ہے یعنی وہ افضل ہے لیکن اگر آگے چلنے والے لوگ جنازہ سے اتنے دور ہو جائیں کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اکیلا جاتا ہے تو مکروہ ہے۔

(۱۰) جنازہ کے پیچھے سواری پر جانے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پیدل چلنا افضل ہے اور سواری ہو کر جنازہ کے آگے چلنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے گرد و غبار اڑ کر اس کے پیچھے والوں کو تکلیف ہوگی پس اگر یہ ضرر متحقق ہو تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے (پس اگر کسی عذر سے سواری پر جائے تو ساتھ نہ جائے بلکہ کچھ پیچھے ہٹ کر چلے)

(۱۱) جب جنازہ کو لے چلیں تو سر نانا آگے کریں۔

(۱۲) اگر جنازہ پڑوسی یا رشتہ دار یا کسی مشہور نیک صالح شخص کا ہو تو اس کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے ورنہ نوافل کا پڑھنا افضل ہے۔

(۱۳) جو لوگ جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں ان کو خاموش رہنا چاہئے۔ موت اور قبر کے احوال و احوال کو پیش نظر

رکھیں، دنیا کی باتیں نہ کریں اور نہ ہنسیں اور قرأتِ قرآن و ذکر وغیرہ میں آواز بلند کرنا ان کو مکروہ ہے بعض کے نزدیک یہ کراہت تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیں تو دل میں ذکر کریں۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والے آدمی کا یہ کہنا استغفر واللہ غفر اللہ لکم (یعنی تم اس میت کے لئے دعائے مغفرت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے گا) علمائے اس کو بھی مکروہ جانا ہے۔ (پس جب ذکر و تلاوت و دعا کے متعلق یہ حکم ہے تو جو گانے وغیرہ اس زمانے میں لوگوں نے شروع کر دیئے ہیں ان کے بارے میں کیا گنجائش ہے۔ شامی)

(۱۴) جنازہ کے ساتھ انگلیٹھی میں آگ اور شمع نہ ہو۔

(۱۵) جنازہ کے ساتھ اور میت کے گھر میں نوحہ کرنا اور چیخا اور گریبان یا کپڑے پھاڑنا مصیبت کا بیان کرنا مکروہ تحریمی و ممنوع ہے اور بغیر چیخے اور آواز بلند کئے رونے میں کچھ مضائقہ نہیں اور صبر افضل ہے۔

(۱۶) اگر کسی جگہ لوگ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرے تو جنازہ کو دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہئے کہ یہ مکروہ ہے یہی مختار ہے اور جس حدیث میں کھڑا ہونا آیا ہے وہ منسوخ ہے جیسا کہ دوسری حدیثوں میں وارد ہے البتہ جو شخص ساتھ جانا چاہے وہ اٹھے اور ساتھ جائے۔ اسی طرح اگر جنازہ گاہ میں لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لئے وہاں جنازہ لایا گیا تو بعضوں نے کہا کہ زمین پر جنازہ رکھ دینے سے پہلے اس کو دیکھ کر کھڑے نہ ہو جائیں یہی صحیح ہے۔

(۱۷) جو لوگ جنازہ کے ہمراہ جائیں جنازہ کو کندھے سے اتار کر زمین پر رکھنے سے پہلے ان کو بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر بیٹھنے کی ضرورت پیش آئے تو مضائقہ نہیں۔ اور جب قبر کے پاس زمین پر جنازہ رکھ دیا جائے تو اس وقت بعض کے نزدیک افضل یہ ہے کہ جب تک اس پر مٹی نہ ڈالیں تب تک نہ بیٹھیں لیکن بیٹھ جانے میں بھی مضائقہ نہیں اور بعض کے نزدیک جنازہ رکھ دینے کے بعد کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے یہی اولیٰ ہے کیونکہ حدیث شریف میں یہودی مخالفت کے طور پر صحابہ کو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا پس اس سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ضرورت ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ (۱۸) جب جنازہ نماز کے لئے زمین پر اتاریں تو قبلہ کے عرض میں رکھیں (یعنی ہمارے ملک میں سرشمال کی طرف اور پاؤں جنوب کی طرف ہوں۔ مؤلف)

(۱۹) جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کو چاہئے کہ جب تک جنازہ پر نماز نہ پڑھ لیں تب تک واپس نہ ہوں اور نماز پڑھنے کے بعد اولیائے میت کی اجازت کے بغیر نہ لوٹیں اور دفن کے بعد بغیر اجازت لوٹنے کا اختیار ہے اب اجازت کی ضرورت نہیں۔

نمازِ جنازہ کا بیان

نمازِ جنازہ کا حکم | نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے جیسا کہ مردہ کا نہلانا و تجہیز و تکفین اور دفن کرنا فرض کفایہ ہے اگر بعض مسلمان اس کو ادا کر لیں خواہ ایک شخص ہو یا جماعت اور خواہ مرد ہو یا عورت حتیٰ کہ ایک لونڈی کے نمازِ جنازہ پڑھ لینے سے

بھی سب لوگ بری الذمہ ہو جائیں گے اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو جس جس کو اس کے مرنے کی خبر تھی وہ سب لوگ گنہگار ہوں گے۔ اور جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

شروط و جوہ نماز جنازہ نماز جنازہ کے واجب ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی قادر ہونا بالغ ہونا، عاقل ہونا، مسلمان ہونا وغیرہ لیکن اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم بھی ہو پس جس کو یہ خبر نہیں ہوگی وہ معذور ہے نماز جنازہ اس پر واجب نہیں۔

شروط و صحت نماز جنازہ نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں ایک وہ شرطیں جو نماز پڑھنے والے سے تعلق رکھتی ہیں وہ سوائے وقت کے وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی طہارت حقیقی بدن و کپڑے و جگہ کا نجاست حقیقی سے پاک ہونا) و طہارت حکمی (بدن کا نجاست حکمی سے پاک ہونا یعنی بے وضو بے غسل

نہ ہونا)، ستر عورت، استقبال قبلہ، نیت۔ وقت اس کے لئے شرط نہیں یعنی جب جنازہ تیار ہو وہی اس کا وقت ہے کوئی مخصوص وقت نہیں ہے لیکن اوقات مکروہہ میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے ان کے بعد ادا کرے۔ اور تکبیر تحریمیہ بھی شرط نہیں بلکہ رکن ہے جیسا کہ شرائط نماز میں بیان ہوا۔ اور نماز نہ ملنے کے گمان سے اس کے لئے تیمم جائز ہے مثلاً نماز جنازہ ہو رہی ہو اور کوئی شخص بے وضو آئے یا کسی کا وضو جاتا رہے اور یہ گمان ہو کہ وضو کرنے میں نماز ختم ہو جائے گی تو تیمم کر کے شامل ہو جائے بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت کے چلے جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز نہیں۔ بعض لوگ جو تاپہنے ہوئے نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ جو تانا کر جوتے پڑھتے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اگر جو تاپہن کر نماز پڑھیں تو جو تانا اور اس کے نیچے کی زمین دونوں پاک ہوں پس اگر اس جوتے پر یا زمین پر بقدر رابع نماز نجاست لگی ہوئی ہوگی تو نماز نہ ہوگی اور اگر جو تاپیر سے نکال کر جوتے پڑھتے ہوئے نماز پڑھی تو صرف جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے خواہ اس کے نیچے کی زمین پاک ہو یا نہ ہو۔

دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کا میت سے تعلق ہے وہ چھ ہیں: ۱) اہ بیت کا مسلمان ہونا جبکہ وہ زندہ پیدا ہونے کے بعد مرا ہو اور اگرچہ وہ بطریق تبعیت مسلمان ہو مثلاً اگر باپ کے ساتھ ہو ان میں سے کسی ایک کا مسلمان ہونا یا اگر بغیر باپ کے اکیلا بچہ ہو تو دارالاسلام میں ہو اگرچہ کسی ذمی کافر کے قبضہ میں ہو یا مسلمان کے قبضہ میں ہو اگرچہ دارالکرب میں ہو جیسا کہ تفصیل غسل کے بیان میں آچکی ہے۔ پس کافر اور مرتد کی نماز جنازہ صحیح نہیں مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے سوائے ان لوگوں کے جو بادشاہ برحق سے بغاوت کریں اور بارے جائیں یا ڈاکہ زنی ہیں و رہزنی میں مارے جائیں یا رات کو شہر میں ہتھیار لگا کر لوٹ مار کریں اور بارے جائیں یا جو شخص لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارا کرتا ہو اور وہ مقابلہ میں مارا جائے یا جو شخص کسی کا مالی چھینتا ہو مارا جائے یا کسی کی ناحق پاسداری کرتا ہو مارا جائے یا کسی نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا اور اس کی سزا میں مارا جائے یا مردہ بچہ پیدا ہو یعنی اکثر پیدائش سے پہلے مر جائے

یا ناتمام حمل کر جائے تو ان سب کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے اور مستون طریق پر غسل و کفن نہ دیا جائے۔ خود کشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے ہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ان سب کی تفصیل غسل کے بیان میں آچکی ہے اس میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) طہارت یعنی میت کے بدن اور کفن اور جگہ کا نجاست حقیقہ سے پاک ہونا اور میت کے بدن کا نجاست حکمیہ سے پاک ہونا۔ بدن پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسے غسل دیا گیا ہو یا غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم کرایا گیا ہو اس کے بعد اگر کفن پہنانے سے پہلے اس کے بدن سے نجاست نکلی تو اس کو دھو دیا جائے اور اس کی وجہ سے غسل و وضو کو نہ لوٹایا جائے جیسا کہ غسل میں بیان ہوا اور اگر بعد میں خارج ہوئی تو دھونے کی ضرورت نہیں اگرچہ اس کے سبب سے اُس میت کا بدن بالکل نجس ہو جائے کیونکہ اب اس کا کچھ مضائقہ نہیں بغرض دفعِ حرج معاف ہے اور نماز درست ہے۔ کفن پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پاک کفن پہنایا جائے اگر بعد میں میت سے نجاست خارج ہو کر کفن نجس ہو گیا تو دفعِ حرج کے لئے معاف ہے اور کوئی نقصان نہیں اور نماز درست ہے۔ شروع میں پہنانے وقت کفن نجس کپڑے کا نہیں ہونا چاہئے ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ جگہ کے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میت پاک پلنگ یا تخت پر ہو تو پھر اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں جس جگہ وہ پلنگ یا تخت رکھا ہو ہر حال میں بالاتفاق نماز درست ہے۔ اگر پلنگ یا تخت جس پر میت ہے ناپاک ہو یا بغیر پلنگ یا تخت کے ناپاک زمین پر میت کو رکھ دیا جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک طہارت مکان شرط ہے اس لئے نماز درست نہ ہوگی اور بعض کے نزدیک شرط نہیں اس لئے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اگر کوئی میت نجاست حکمیہ سے پاک نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم نہ کرایا گیا ہو تو اگر اس کی نماز پڑھی گئی تو درست نہیں ہے اسے غسل دے کر پھر پڑھیں اور یہ طہارتِ بدن و کفن اس وقت تک شرط ہے جب تک اس کا امکان ہے یعنی جب تک میت کو دفن کر کے مٹی نہ دی جائے پس اگر اس کو بلا غسل یا تیمم نماز پڑھ کر دفن کر دیا گیا اور ابھی اس پر مٹی نہیں ڈالی گئی تو اس کو نکالا جائے اور غسل دیکر نماز پڑھ کر دفن کیا جائے۔ اسی طرح اگر غسل تو دیدیا لیکن بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا یا بلا غسل و نماز دفن کر دیا مگر ابھی اس پر مٹی نہیں ڈالی گئی تب بھی اس کو نکالا جائے اور نماز پڑھ کر اور بلا غسل و نماز کی صورت میں دونوں ادا کر کے دفن کیا جائے اور اگر بغیر غسل و نماز یا بغیر نماز پڑھے یا بغیر غسل دیتے نماز پڑھ کر یعنی جہالت کی وجہ سے یا بھول کر دفن کر دیا ہو اور قبر پر مٹی بھی پڑھکی ہو جس کی وجہ سے بغیر قبر کھولے اس کو نکالنا ممکن نہیں ہے تو اب ان تینوں صورتوں میں اس کی نماز قبر پر پڑھی جائے اور غسل دینا بوجہ امکان نہ رہنے کے ساقط ہو گیا اور جو نماز پہلے بلا غسل پڑھی تھی وہ شمار میں نہیں رہی کیونکہ اس وقت طہارت کا امکان ہوتے ہوئے بلا طہارت پڑھی گئی اور اب طہارت (غسل) ناممکن ہونے کی وجہ سے قبر پر اس میت کی نماز بلا طہارت بطور استحسان جائز ہوگی

اسی کو تزییح اور پہی اولیٰ ہے، اگرچہ بعض نے اس کی تصحیح کی ہے کہ جو شخص بلا غسل دفن کر دیا گیا ہو اور مٹی ڈال دی گئی ہو تو اس کی نماز جنازہ قبر پر نہ پڑھی جائے کیونکہ بلا غسل نماز جنازہ مشروع نہیں ہے۔ یہ قبر پر نماز پڑھنے کا حکم اسی وقت تک ہے جب تک اس کی لاش پھٹ نہ جائے۔ اگرچہ بعض نے کہا ہے کہ جب گمان غالب ہو جائے کہ اب تو لاش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے اور لاش پھٹنے کی مدت ہر جگہ و وقت اور میت کے اعتبار سے مختلف ہے یعنی گرمی و سردی و میت کے موٹاپا و پتلا ہونے وغیرہ کی وجہ سے مختلف ہے اس لئے اس کی تعیین کرنا درست نہیں ہی اصح ہے اگرچہ بعض نے تین دن اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ مدت بیان کی ہے۔ گمان غالب کی قید سے معلوم ہوا کہ محض شک کا اعتبار نہیں لیکن امام محمدؒ سے روایت کی گئی ہے کہ شک کی صورت میں نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ شک کی وجہ سے دو صورتیں مساوی پیدا ہو گئیں یعنی اگر مردہ کا پھٹنا صحیح ہے تو نماز درست نہیں اور اگر مردہ کا نہ پھٹنا صحیح ہو تو نماز درست و واجب ہے پس احتیاطاً مانع یعنی پھٹنے کو تزییح دے کر نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا۔

(۳) ستر عورت یعنی میت کے بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے چھپا ہوا ہو۔ اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس پر نماز جنازہ درست نہیں ہے۔

(۴) میت کا کل جسم یا اکثر حصہ جسم نماز پڑھانے والے (امام) کے آگے قبلہ کی جانب ہونا۔ اگر میت نماز پڑھانے والے کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں۔ اگر قبلہ کے جاننے میں غلطی ہوئی یعنی میت کو اپنے خیال سے قبلہ ہی کو رکھا تھا مگر وہ حقیقتاً قبلہ کو نہیں ہے تو اگر قبلہ نہ پہچاننے کی صورت میں تکرر کرنے کا موقع ہو جس کی تفصیل نماز پنجگانہ کی شرطوں میں استقبال قبلہ میں درج ہے اور تکرر کر کے جنازہ قبلہ کی جانب رکھا تھا تو نماز درست ہوگی ورنہ نہیں کیونکہ اشتباہ قبلہ کے وقت تکرر کرنا فرض ہے۔ اگر جنازہ اٹھا رکھا یعنی امام کے داہنی طرف میت کا قدم ہو اور میت کا سر امام کے بائیں طرف ہو تو نماز ہو جائے گی مگر قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوں گے کیونکہ سنت متواترہ کے خلاف عمل کیا۔

میت کا امام کے محاذی سامنے ہونا بھی شرط ہے پس اگر ایک میت ہے تو اس کا کوئی حصہ بدن امام کے محاذی ہو اور اگر زیادہ ہوں تو کسی ایک میت کا کوئی حصہ بدن امام کے محاذی ہونا کافی ہے سب کا محاذی ہونا شرط نہیں اور یہ شرط امام کے لئے ہے اس لئے کہ مقتدیوں کی صف اس سے نکل کر دوڑ تک واقع ہوگی اسلئے سب مقتدیوں کی محاذات نامکمل ہوں گی۔

(۵) میت کا وہاں موجود ہونا یعنی کل جسم یا اکثر حصہ جسم اگرچہ بلا سر کے ہو یا نصف حصہ بمعہ سر کے موجود ہو اگر اس قدر میت وہاں موجود نہ ہو مثلاً صرف سر موجود ہو یا نصف حصہ جسم بغیر سر کے ہو تو اس پر نماز جنازہ صحیح نہیں ہے۔ پس غائب کی نماز جنازہ درست نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی اصحہ بادشاہ حبشہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی ہے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے سامنے سے جنازہ کے درمیان کے پردے اللہ تعالیٰ نے ہٹا دیئے اور اس کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا دوسرے

لوگ اس کو نہیں دیکھ رہے تھے تو آپ کا امام ہو کر اس کی نماز جنازہ حاضر میت پر ہوا اور صحابہ کا آپ کی اقتدار کرنا اگرچہ میت کو وہ نہ دیکھ رہے ہوں جائز ہوا اس میں کوئی مانع نہیں۔ اگر غیر موجود میت پر نماز جنازہ جائز ہوتی تو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان صحابہ کرام کی نماز جنازہ غائبانہ ضرور پڑھتے جو کثیر تعداد میں آپ سے دور فوت ہوئے اور دفن ہوئے حالانکہ باوجود آپ کے نماز جنازہ پر بہت حرص فرمانے کے اور باوجود حکم الہی کے کہ اِنَّ صَلَوَاتِكَ سَكُنَتْ لَهُمْ اَوْرَآپ نے فرمایا کہ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلَّا اِذْ تَمُوْنِي بِهٖ فَاِنَّ صَلَوَاتِي عَلَيْهِ رَحْمَةٌ لِّمَا کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا آپ سے ثابت نہیں ہوا پس کسی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا درست نہیں ہے اور جن لوگوں نے حدیث نماز جنازہ بادشاہ حبشہ نجاشی سے سنا ہے اس کا رواج ڈالنا ہے یہ غلط اور غیر مشروع ہے مزید تفصیل کتب فتن میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۶) میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔ اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہو ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہوا اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔ لیکن اگر کوئی عندہ ہو مثلاً زمین پر کچھ ہو جس کی وجہ سے میت کو زمین پر نہ رکھ سکیں تو گاڑی یا سواری یا ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے نماز جائز ہے۔ یہ مدرک کا حکم بیان ہوا یعنی شروع سے نماز پڑھتے وقت میت کا یا اس کی چارپائی کا زمین پر ہونا شرط ہے لیکن مسبوق کا حکم یہ ہے کہ اگر بعض تکبیروں میں وہ مسبوق ہوا تو وہ امام کے سلام کے بعد اپنی فوت شدہ تکبیروں کو پورا کرے اگرچہ جنازہ ہاتھوں پر اٹھا لیا جائے قبل اس کے کہ کاندھوں پر رکھا جائے یعنی جب تک زمین سے قریب ہو، اس کی مزید تفصیل آگے مسبوق کے سلسلہ میں آئے گی۔ بعض نے ان چھ شرطوں کے علاوہ ساتویں شرط امام کا بالغ ہونا بیان کی ہے۔ پس نابالغ کے پیچھے نماز جنازہ درست نہیں ہے اور اس سے لوگوں کے ذمہ سے یہ فرض کفایہ ادا نہیں ہوگا کیونکہ وہ فرض ادا کرنے کا اہل نہیں ہے اس لئے اس لڑکے کی اپنی نماز یا وجود صحیح ہونے کے فرض واقع نہیں ہوگی اور لوگوں کی اس لئے صحیح نہیں ہوئی کہ بلوغ امام جو شرط اقتدا ہے وہ مفقود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر لڑکا اکیلا کسی میت کی نماز جنازہ پڑھے تب بھی یہ فرض لوگوں کے ذمہ سے نہیں اترے گا بخلاف عورت کے کہ اگر کوئی عورت امام ہو کر یا اکیلی کسی جنازہ کی نماز پڑھے تو سب کے ذمہ سے فرض اتر جائیگا۔ (اور میت کے قبلہ کی جانب ہونے کو الگ شمار کیا جائے تو آٹھ شرطیں ہو جائیں گی۔)

فائدہ:۔ نماز جنازہ میں جماعت کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اکیلے شخص کے نماز جنازہ پڑھ لینے سے بھی اس کی فرضیت سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے گی اگرچہ وہ اکیلی عورت ہو جو نماز پڑھے اور اگرچہ وہ عورت لونڈی ہو پس صحت نماز کی وہ شرطیں جو نمازی کے متعلق بیان ہوئیں ہر ایک مقتدی میں ان کا پایا جانا اس کی نماز کی صحت کے لئے شرطیں میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی فرضیت ادا کرنے کے لئے صرف امام میں ان شرطوں کا

پایا جانا ضروری ہے خواہ وہ امام عورت اور باندی ہی ہو بخلاف نابالغ کے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس لئے اگر امام نے بغیر طہارت نماز پڑھائی اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہوں تو پھر سے طہارت کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ بغیر طہارت نماز درست نہیں ہوتی اور وہ نماز جب امام کی صحیح نہ ہوئی تو کسی مقتدی کی بھی صحیح نہ ہوئی اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی امام طہارت کے ساتھ ہوں اور مقتدی بے وضو ہوں تو اب نماز کا اعادہ نہ کیا جائے کیونکہ امام کی نماز درست ہوگئی پس صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے نماز جنازہ میں مردوں کی امامت کی اگرچہ وہ باندی ہو تو اس عورت کی نماز درست ہوگئی اور مقتدیوں کی نماز درست نہیں ہوئی لیکن صرف عورت کی نماز درست ہونے سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا اسلئے اعادہ نہ کیا جائے۔

ارکان نماز جنازہ نماز جنازہ میں دو رکن ہیں (۱) چار تکبیریں یعنی چار بار اللہ اکبر کہنا پس اس کی پہلی تکبیر جو نیت باندھنے کے بعد کہی ہے وہ بھی رکن ہے شرط نہیں ہے (بخلاف دیگر نمازوں کے کہ

ان میں تکبیر تحریمہ شرط ہے رکن نہیں ہے) — (۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا۔ اگر بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی تو نہ ہوتی لیکن اگر عذر ہو جس کی وجہ سے اتر نہیں سکتا مثلاً کچھ ٹیابا بارش ہے تو سواری پر بھی جائز ہے اور اگر امام خواہ ولی ہو یا دوسرا شخص بیمار تھا اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو شیخین کے نزدیک نماز سب کی درست ہوگئی اور امام محمد کے نزدیک صرف امام کی درست ہوگی۔ اور فرض ادا ہونے کے لئے یہ کافی ہے اس لئے دوسرے لوگ اعادہ نہ کریں۔

نماز جنازہ کی سنتیں نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت مؤکدہ ہیں: (۱) پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا یعنی سبحانک اللہم الخ پڑھنا (۲) دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا — (۳) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا۔ (بعضوں نے اس کو واجب کہا ہے اور بعض نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ دعا بمعنی نماز واجب ہے اور نماز کے اندر جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ سنت ہے) ان تینوں سنتوں میں ترتیب بھی سنت ہے۔

نماز جنازہ کا وقت جب جنازہ حاضر ہو جائے وہی اس کی نماز کا وقت ہے لیکن اوقات مکروہہ نماز (طلوع آفتاب نصف النہار وغروب آفتاب) میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اسلئے ان وقتوں کو گزارا کر کے مفسدات نماز جنازہ جن چیزوں سے اور نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں ان سے نماز جنازہ بھی فاسد ہو جاتی ہے مگر عورت کے برابر کھڑا ہونے سے فاسد نہیں ہوتی۔

نماز جنازہ کا مفصل طریقہ پہلے امام اور قوم کو چاہئے کہ نماز جنازہ پڑھنے کی نیت کریں اور یوں کہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اس فرض کے ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں اور کعبہ کی طرف متوجہ ہوں اور مقتدیوں بھی

لے لیکن جو جنازہ عصر کے مکروہ وقت میں تیار ہوا ہو اس کی نماز جنازہ اسی وقت پڑھی جائے اور مکروہ نہیں ہے جیسا کہ اوقات نمازیں بیان ہوا (مؤلف)

کہ اس امام کے پیچھے ہوں۔ اگر امام اپنے دل میں یہ نیت کر لے کہ اس جنازہ کی نماز ادا کرتا ہوں تو صحیح ہے اور اگر مقتدی کہے کہ اس امام کی اقتدا کرتا ہوں تو جائز ہے۔ (نیت کی مزید تفصیل بیجاگانہ نماز کی شرطوں کے بیان میں درج ہے) پھر دونوں ہاتھ کانوں کی ٹونگ اٹھا کر تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ نیچے لے آئے اور ناف کے نیچے ہاتھ لے جیسا کہ اور نمازوں میں کرتا ہے امام تکبیر تحریمہ بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ کہیں پھر سب ثنا آہستہ پڑھیں۔ اور ثنا وی ہے جو اور نمازوں میں پڑھتے ہیں اس میں وَتَعَالَى جَدُّكَ کے بعد وَجَلَّ ثَنَاءُكَ زیادہ کرنا بہتر ہے۔ پوری ثنا یہ ہے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ پھر بغیر ہاتھ اٹھائے امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ اللہ اکبر کہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھیں بہتر یہ ہے کہ وہی دونوں درود پڑھے جو نماز کے اخیر قعدہ میں پڑھے جاتے ہیں اور درود ابراہیمی کے نام سے موسوم ہیں پھر اسی طرح تیسری تکبیر کہیں اور اپنے اور میت اور تمام مومنین و مومنات کے لئے دعا کریں اور دعائیں سنت یہ ہے کہ اپنے نفس سے شروع کرے اس کے لئے کوئی دعا مقرر نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان دعاؤں میں سے پڑھے جو باثر یعنی احادیث میں وارد ہیں اور اگر باثر دعائیں اچھی طرح نہ پڑھے سکتے تو جو نسی دعا چاہے پڑھے مگر وہ دعا ایسی ہو کہ امور آخرت سے متعلق ہو مثلاً یہ پڑھے: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِنَا وَلِأَوْلِيَانَا وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۝ بعض ماثر دعائیں یہ ہیں (۱) اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرْنَا وَأَنْشَأْنَا اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِتَّا فَاحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِتَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ اس دعا کا پڑھنا حدیثوں میں زیادہ مشہور ہے اور اسی پر عامۃ الامت کا عمل چلا آ رہا ہے۔ (۲) حضرت عرف ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر یہ دعا پڑھی: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَآكِرْهُم مِّنْزِلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاعْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يَنْقَى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِدْ لَهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ اگر ہماری ان دونوں دعاؤں کو پڑھے تو بہت اچھا ہے اس دعا میں مذکر (مرد) کے لئے صیغے استعمال ہوئے ہیں اگر میت مؤنث ہو تو مؤنث کے صیغے استعمال کرے یعنی ضمیر (ہ) کی بجائے (ہا) استعمال کرے مثلاً اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا وَعَافِهَا وَاعْفُ عَنْهَا ۝ اور یہی دعائیں حدیثوں میں آئی ہیں۔ شوق ہو تو حدیث کی کتابوں سے یاد کر کے پڑھیں وقت کی گنجائش کے مطابق جتنی دعائیں جمع کر کے پڑھے اولیٰ ہے ورنہ جو چاہے پڑھے اور دعاؤں کے جمع کرنے میں جو مضمون بار بار آئیں گے تو یہ مستحسن ہے اس میں کوئی برائی نہیں ہے اور امام اگر دیر تک یہ دعائیں پڑھے اور مقتدی کو یاد نہ ہوں تو پہلی دعا کے بعد آمین آمین کہتا رہے۔ اگر میت مجنون مرد یا نابالغ

لڑکے کی ہے تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے: **اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْ لَنَا آخِرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْ لَنَا شَافِعًا وَمَشْفِعًا** اور اگر مجنون عورت یا نابالغ لڑکی ہو تو اس دعا میں مذکر کی ضمیر کو مؤنث کی ضمیر سے بدل دے یعنی یوں پڑھے: **اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهَا لَنَا آخِرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمَشْفِيعَةً** نماز گزارہ میں لڑکے اور دیوانہ و بے عقل کے لئے مغفرت طلب کرنے کی دعا نہ کی جائے یعنی وہ دعا جو بڑوں کے لئے اور درج ہوئی ہے نہ پڑھی جائے بلکہ اس کی بجائے صرف یہ دعا جو نابالغ کے لئے مذکور ہوئی ہے پڑھی جائے کیونکہ وہ مکلف نہیں ہیں اس لئے ان کے لئے گناہوں کی مغفرت چاہنا بے فائدہ ہے۔ اور یہاں مجنون و بے عقل سے مراد وہ مجنون ہے جو کہ بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہوا کہ وہ کبھی مکلف ہی نہیں ہوا اور اگر مجنون عارضی ہے یعنی بلوغ کے بعد طاری ہوا ہے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے جیسے اوروں کے لئے کی جاتی ہے کیونکہ جنوں سے پہلے وہ مکلف تھا اور جنوں سے پہلے کے بلوغ کے زمانے کے گناہ جنوں سے ساقط نہیں ہوتے۔ اس کے بعد چونھی تکبیر کہیں اور کوئی دعا نہ پڑھیں یہی ظاہر مذہب ہے اور صحیح ہے اگرچہ بعض نے کہا کہ یہ کہے: **اللهم انتنا فی الدنیا حسنة** اور بعض نے کہا کہ یہ پڑھے **ربنا لا تزغ قلوبنا** اور بعض نے کہا کہ اس کو سکوت اور دعائیں اختیار ہے بلکہ اس کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دیں جیسا کہ اور نمازوں میں پھیرتے ہیں اور دوسرے سلام کے بعد دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دے۔ سلام میں میت اور فرشتوں اور حاضرین نماز کی نیت کرے اور دائیں طرف کے سلام میں دائیں طرف کے حاضرین کی اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے حاضرین کی نیت کرے یعنی اسی طرح ہے جیسا کہ اور نمازوں کے سلام میں نیت کی جاتی ہے۔ یہاں اتنی بات زیادہ ہے کہ میت کی بھی نیت کرے یہی صحیح ہے اگرچہ بعض نے کہا کہ میت کی نیت نہ کرے کیونکہ وہ سلام کا مخاطب نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ قبرستان میں السلام علیکم دار قوم مومنین کہنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے تو اس سے مردہ کا سلام کا مخاطب ہونا ظاہر ہے۔ چاروں تکبیروں اور سلام کو امام جہر کے ساتھ کہے اور دوسرا سلام پہلے سلام سے آہستہ ہو اور باقی تمام دعائیں وغیرہ آہستہ پڑھے اور مقتدی سب کچھ آہستہ پڑھے اور امام اور مقتدی صرف پہلی مرتبہ التذکیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائیں پھر ہاتھ نہ اٹھائیں۔ نماز گزارہ میں نہ قراءت قرآن ہے اور نہ تشہد یعنی التجات۔ پس قرآن کو قراءت یا تشہد کی نیت سے پڑھنا منع ہے یعنی بکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ وہ دعا کا محل ہے قراءت کا نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اگر اکھبر شریف یا کوئی اور دعایا ثنا والی آیات دعا کی نیت سے پڑھے تو جائز ہے پس اگر پہلی تکبیر کے بعد پڑھے گا تو اگر قراءت کی نیت سے پڑھا جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے تو بکروہ تحریمی ہے اور بلا ضرورت مذہب غیر کی رعایت سے یہ کراہت دور نہیں ہوگی اور اگر دعایا ثنا کی نیت سے پڑھیکا تو بلا کراہت نماز جائز ہوگی کیونکہ یہ اس وقت شمار کے قائم مقام ہو جائے گی اور یہ ثنا و تحمید کا مقام ہے۔

مسبق ولاحق کی نماز جنازہ کا طریقہ

(۱) اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام پہلی تکبیر کہہ چکا ہے اور پہلی تکبیر کے وقت یہ حاضر نہیں تھا تو یہ اس کے ساتھ شامل نہ ہو بلکہ ٹھہرا رہے اور انتظار کرے اور جب امام دوسری تکبیر کہے تو اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے اور جب امام سلام سے فارغ ہو جائے تو وہ مسبوق جنازہ کے اٹھنے سے پہلے وہ تکبیر کہہ لے جو اس سے فوت ہو گئی ہے جیسے اور نمازوں میں مسبوق اپنی بقیہ رکعت کو امام کے سلام پھرنے کے بعد پڑھتا ہے اگر اس شخص نے امام کے تکبیر کہنے تک انتظار نہ کیا بلکہ فوراً شامل ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا اس کا اعتبار نہیں بلکہ اب اس تکبیر سے شمار کرے اور اس پہلے کی فوت شدہ کو بعد فراغت امام ادا کرے۔ اور اسی طرح اگر دو یا تین تکبیریں امام کہہ چکا ہے تب یہ آیات بھی یہی حکم ہے کہ فوراً شامل نہ ہو بلکہ اب جس وقت امام تکبیر کہے تو یہ شامل ہو جائے اور یہ تکبیر اس آدمی کے حق میں تکبیر تحریمیہ ہوگی اور فوت شدہ تکبیروں کو بعد فراغت امام ادا کرے اسی پر فتویٰ ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا ہے تو امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ داخل نہ ہو اور امام محمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض کے نزدیک یہ صحیح ہے اور اصح یہ ہے کہ داخل ہو جائے اور اسی پر فتویٰ ہے پھر جنازہ اٹھنے سے پہلے برابر تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ لے کیونکہ وہ اس جو تھی تکبیر میں شروع سے شامل ہونے والے کی مانند ہے اور اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

(۳) اگر کوئی شخص امام کی پہلی تکبیر کے وقت وہیں موجود تھا مگر تکبیر تحریمیہ کے وقت امام کے ساتھ اللہ اکبر نہ کہا خواہ غفلت وغیرہ کی وجہ سے دیر ہوئی یا ابھی نیت کرتا ہی رہ گیا تو یہ شخص امام کے دوسری تکبیر کہنے تک انتظار نہ کرے بلکہ فوراً ہی یعنی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے ہی تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے اور یہ تکبیر شمار کی جائے گی اور وہ درک کے حکم میں ہے کیونکہ وہ نماز کے لئے مستعد تھا۔ لیکن اگر غفلت یا نیت وغیرہ میں ہی مشغول رہا کہ امام نے دوسری تکبیر کہہ لی یا تیسری یا چوتھی تکبیر تک بھی وہ امام کے ساتھ شامل نہیں ہو سکا تو وہ جس وقت بھی ہو سکے فوراً امام کے ساتھ شامل ہو جائے امام کے اگلی تکبیر کہنے کا انتظار نہ کرے اور اس کی وہ تکبیر شمار کی جائے گی اور اس سے پہلے کی تکبیر فوت شدہ شمار ہو کر ان کو امام کے فارغ ہونے کے بعد ادا کرے گا مثلاً کوئی شخص امام کی تکبیر تحریمیہ کے وقت موجود تھا لیکن کسی وجہ سے شامل ہونے میں دیر ہو گئی یہاں تک کہ امام نے دوسری تکبیر کہہ لی اور یہ شخص امام کے تیسری تکبیر کہنے سے پہلے کسی وقت امام کے ساتھ شامل ہو گیا تو دوسری تکبیر شمار کی جائے گی اور پہلی تکبیر میں مسبوق ہوگا اور اس ایک تکبیر کو امام کے سلام کے بعد کہے گا۔ اسی طرح اگر چوتھی تکبیر تک بھی وہ شامل نہ ہوا تو بالاتفاق امام کے سلام پھرنے سے پہلے شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین تکبیریں کہہ لے کیونکہ ان میں وہ مسبوق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعد میں آنے والے کو مسبوق کہتے ہیں اور شروع سے جو موجود ہے وہ حاضر ہے اور وہ حاضر شخص مسبوق کی طرح امام کی تکبیر کا انتظار نہ کرے بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ کے بعد جب ہو سکے فوراً شامل ہو جائے۔ پس اگر امام کی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے شامل ہو گیا تو وہ مدرک یعنی کل نماز امام کے ساتھ پانے والا ہے اور اگر اس کے بعد کسی تکبیر میں شامل ہوا تو اس تکبیر کا پانے والا ہے اور اس سے قبل کی تکبیروں میں مسبوق ہے مسبوق یعنی بعد میں آنے والے شخص کا حکم اس سے کچھ مختلف ہے یعنی وہ فوراً شامل امام نہیں ہوگا بلکہ امام کی تکبیر کہنے تک انتظار کریگا اور اس کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہے کر شامل ہوگا۔ اگر درمیان میں شامل ہوگا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوقانہ نماز امام کے پیچھے شروع نہیں ہو سکتی اگرچہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم (منقول عن الشامی)۔

(فائدہ) امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مسبوق کا حکم بھی حاضر کی طرح ہے یعنی جس وقت آئے فوراً شامل ہو جائے اور امام کی اگلی تکبیر کہنے تک انتظار نہ کرے لیکن جس شخص کی بعض تکبیرات فوت ہوئی ہوں اس کے حق میں امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے یعنی وہ اگلی تکبیر کا انتظار کرے اگر فوراً شامل ہوگا تو وہ تکبیر شمار میں نہیں آئے گی اور جس کی چاروں تکبیریں فوت ہو جائیں لیکن امام نے ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو اس کے لئے فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ شامل ہو جائے اور وہ چوتھی تکبیر کے شروع میں شامل ہونے والے کی طرح ہے یعنی یہ تکبیر شمار کی جائے گی اور امام کے سلام کے بعد تین تکبیر مسبوقانہ ادا کرے گا۔ مؤلف۔

(۴) مسبوق کو اپنی بقیہ تکبیریں کہنے میں اگر یہ خوف ہے کہ دعائیں پڑھنے میں اتنا وقت لگے گا کہ لوگ جنازہ کو کندھے پر اٹھالیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے اور دعائیں چھوڑ دے۔ اور جب تک جنازہ کندھوں پر نہ رکھا جائے اس وقت تک تکبیریں نہ چھوڑے بلکہ پوری کر لے اس کے بعد بھی اگر کوئی تکبیر رہ جائے تو چھوڑ دے یہی ظاہر الروایت ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ جب تک جنازہ ہاتھوں پر زمین سے قریب ہے تب تک کہے جب دور ہو جائے اگرچہ کندھوں پر نہیں رکھا گیا تو منقطع کر دے۔

(۵) مسبوق اگر اپنے امام سن کر معلوم کر لے تو امام کے ساتھ اس کی دعائیں موافقت کرے یعنی اگر امام سے سن کر یہ معلوم ہو سکے کہ وہ کونسی تکبیر میں ہے تو اس کا مسنون ذکر پڑھے اور اگر کسی طرح یہ نہ معلوم ہو سکے کہ امام کی یہ کونسی تکبیر ہے دوسری ہے یا تیسری وغیرہ تو وہ بالترتیب اذکار ادا کرے یعنی پہلے ثنا پھر درود پھر دعا۔

(۶) لاحق یعنی جو شروع میں شامل ہوا اگر کسی وجہ سے درمیان کی بعض تکبیریں رہ گئیں مثلاً پہلی تکبیر امام کے ساتھ ہی مگر دوسری اور تیسری جاتی رہیں تو امام کی چوتھی تکبیر سے پہلے ان دونوں کو کہہ لے اور پھر چوتھی تکبیر امام کے ساتھ کہے۔

(۱) امام کے لئے مستحب ہے کہ میت کے سینہ امام کی جگہ مقتدیوں کی صفوں اور بہتے جنازوں کی نماز کا بیان کے بالمقابل (سامنے) کھڑا ہوا اور میت سے

دور نہ ہو خواہ میت مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ کیونکہ میت کی نماز میں امام کے کھڑا ہونے کی یہی بہتر جگہ ہے اس لئے کہ یہ دل کا مقام ہے جس میں نور ایمان ہے پس اس میں ایمان کی برکت سے شفاعت کی طرف اشارہ ہے اور اگر اس کے علاوہ میت کے جسم کے کسی اور حصہ کے مقابل کھڑا ہو گیا تب بھی جائز ہے۔ یہ حکم ایک میت کا ہے اور اگر چند جنازے ہوں تو کسی ایک کے سینہ کے مقابل اور قریب کھڑا ہو جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(۲) بہتر و مستحب یہ ہے کہ مقتدی نماز جنازہ میں تین صفیں کریں کیونکہ حدیث شریف میں ہے جس کی نماز تین صفوں نے پڑھی اس کی مغفرت ہو جائیگی (حدیث کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ ثَلَاثَةً صَفُّوفٍ غُفِرَ لَهُ سِرَّاهُ أَبُو دَاوُدُ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَيْحِحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ) پس اگر مثلاً سات آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امام ہو جائے اور تین اس کے پیچھے پہلی صف میں کھڑے ہو جائیں اور دو آدمی دوسری صف میں اور ایک تیسری صف میں کھڑا ہووے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک صف بنانا خلافت اولیٰ و مکروہ ہے اور اگر آدمی زیادہ ہوں تو پانچ یا سات وغیرہ طاق صفیں بنانا مستحب ہے، مؤلف (۳) نماز جنازہ میں پچھلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے کیونکہ اس میں تواضع و انکساری زیادہ پائی جاتی ہے جو مردہ کے لئے زیادہ شفاعت کا سبب ہو سکتی ہے بخلاف اور نمازوں کے ان میں پہلی صف کو باقی صفوں پر فضیلت ہے اور اسی ترتیب سے ہر آگے والی صف کو پیچھے والی صف پر فضیلت ہے حدیث شریف میں جو وارد ہے: خَيْرُ صَفُوفٍ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا (صحیح مسلم) یہ حدیث مطلق نماز کے لئے مخصوص ہے کیونکہ اوپر جو حدیث نماز جنازہ کی تین صفوں کے لئے بیان ہوئی ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر نماز جنازہ میں پہلی صف افضل ہوتی تو ان کا ایک صف بنانا بھی افضل ہوتا اور اکیلے ایک آدمی کا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہوتا جیسا کہ اور نمازوں میں مکروہ ہے پس معلوم ہوا کہ اس میں فضیلت آخری صف کو ہے۔

(۴) اگر ایک سے زیادہ جنازے جمع ہو جائیں تو امام کو اختیار ہے خواہ ہر ایک کے واسطے جدا جدا نماز پڑھے یا سب کی اکٹھی ایک ہی نماز پڑھے اور اس میں سب کے لئے نیت کر لے۔ ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا سب پر ایک ساتھ پڑھنے سے بہتر و افضل ہے کیونکہ جمع کرنا یعنی سب کی اکٹھی نماز پڑھنا مختلف فیہ ہے اور ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے میں افضل یہ ہے کہ جو شخص سب سے افضل ہے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے پھر اس سے کم فضیلت والے کی پھر اس سے کم کی علیٰ ہذا القیاس، اور اگر جنازے مختلف جنس کے ہوں تو ان کی ترتیب آگے بیان ہوتی ہے۔ اور اگر سب جنازوں پر ایک ساتھ نماز پڑھنا چاہے تو ان جنازوں کے رکھنے کی تین صورتیں ہیں اور تینوں جائز ہیں جس کو چاہے اختیار کرے۔ اول یہ کہ ان کی ایک لمبی صف بنائی جائے اس طرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف اس کے متصل ہو اور یہ صف قبلہ کے عرض میں ہو جیسا کہ زندگی میں نماز کی صف ہوتی ہے اور سب کے سر قبلہ کی طرف منہ کرنے والوں کے دائیں طرف اور پاؤں بائیں طرف ہوں۔ اور انام اس میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جو ان سب میں افضل ہے۔

دوم یہ ہے کہ سب جنازوں کو قبلہ کے عرض میں ایک دوسرے کے پہلو میں برابر برابر اس طرح رکھیں کہ سب کا سینہ امام کے مقابل رہے اس کی شکل یہ ہے ≡۔ سوم ایک میت کو دوسری کے پہلو میں قبلہ کے عرض میں اس طرح رکھے کہ دوسرے کا سر پہلے کے کندھے کے برابر ہو اس طرح زینہ کی شکل پر ایک جنازہ دوسرے سے کچھ نیچے کی طرف ہو جائے گا اس کی شکل یہ ہے ≡۔ دوسری اور تیسری صورت دونوں حسن ہیں اور پہلی سے اولیٰ ہیں (اور دوسری تیسری سے اولیٰ ہونی چاہئے مولف) اور ان تینوں میں سے جس پر عمل کر لے بہتر ہے کیونکہ ہر صورت میں مقصود حاصل ہے۔ صورت دوم و سوم میں ان جنازوں کے رکھنے کی ترتیب یوں ہونی چاہئے کہ اگر وہ سب ایک جنس کے ہوں مثلاً سب بالغ مرد ہوں یا سب بالغ عورتیں ہوں وغیرہ تو ان میں جو سب سے افضل ہے وہ پہلے یعنی امام کے قریب ہونا چاہئے اس کے بعد اس سے کم فضیلت والا پھر اس سے کم فضیلت والا علیٰ ہذا القیاس اور اگر فضیلت میں سب برابر ہوں تو جس کی عمر زیادہ ہو اسے امام کے قریب رکھیں اور اگر جنازے مختلف جنس کے ہوں یعنی مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں وغیرہ ہوں تو جس طرح زندگی میں نماز پڑھنے میں امام کے پیچھے ان کی صفوں کی ترتیب ہوتی ہے اسی طرح اب جنازوں کے رکھنے میں ان کی ترتیب ہوگی پس امام کے قریب بالغ مردوں کے جنازے ہوں پھر نابالغ لڑکوں کے پھر ختنی پھر بالغ عورتیں پھر نابالغ لڑکیاں۔ اگر غلام اور آزاد جمع ہوں تو ہر حال میں آزاد کو مقدم کریں گے اگرچہ وہ آزاد بچہ یعنی نابالغ ہو اور غلام بالغ ہو، پس آزاد لڑکا غلام بالغ پر مقدم کیا جائے گا اور غلام کو عورت پر مقدم کیا جائے گا یہی مشہور مذہب ہے اور دفن کے وقت ان کی ترتیب اس کے برعکس ہوگی پس اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ایک قبر میں کسی مردے دفن ہوں تو افضل شخص جانب قبلہ رکھا جائے گا پھر اس کے بعد اس سے کم درجہ والا علیٰ الترتیب رکھا جائے گا جیسا کہ دفن کے بیان میں آئیگا۔

(۵) اگر امام ایک جنازہ کی تکبیر کہہ چکا پھر دوسرا جنازہ آگیا تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے اور اس سے فارغ ہو کر دوسرے جنازہ پر علیحدہ نماز پڑھائے۔ اگر دوسرا جنازہ رکھنے کے بعد امام نے دوسری تکبیر کہی اور اس تکبیر میں دونوں جنازوں پر نماز پڑھنے کی نیت کر لی تو یہ پہلے جنازہ کی تکبیر ہوگی دوسرے کی تکبیر نہ ہوگی (یعنی اس تکبیر پر دوسرے جنازہ کی نماز میں شمولیت درست نہیں ہے۔ مولف) اور اگر دوسری تکبیر میں صرف دوسرے جنازہ کی نماز کی نیت کی تو دوسرے جنازہ کی نیت ہوگی اور وہ پہلے جنازہ کی نماز سے نکل جائیگا پس اب وہ اس دوسری تکبیر سمیت چار تکبیریں پوری کرے دوسرے جنازہ کی نماز پوری کرے پہلی تکبیر جو پہلے جنازہ پر کہی تھی کا عدم ہوگئی۔ مولف) اور جب اس کی نماز سے فارغ ہو جائے تو پہلے جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھے۔

نماز جنازہ پڑھانے کا اول حق سلطان (بادشاہ اسلام، خلیفہ) نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے؟ کو ہے اور اگر یہ نہ ہو تو اس کا نائب حقدار ہے پھر قاضی پھر امام محلہ

پھر ولی پھر عورت کے لئے اس کا خاوند، پھر مہسایہ پھر اجنبی آدمی حقدار ہے۔ ان سب کی تفصیل نیچے نمبر وار درج ہے۔

(۱) سلطان یعنی بادشاہ اسلام جس کو خلیفہ اور اولوالامر اور امام الاعظم یعنی سب سے بڑا امام بھی کہتے ہیں اگر جواز یہ موجود ہو تو امامت کا حق اسی کو ہے کسی دوسرے کو نہیں اور اگر وہ حاضر نہ ہو بادشاہ کا نائب اولیٰ ہے اور اس سے مراد اس شہر کا حاکم ہے۔ اس کو شہر کا سب سے بڑا امام بھی کہتے ہیں اگر وہ حاضر نہ ہو تو قاضی اولیٰ ہے اگر وہ بھی حاضر نہ ہو تو صاحب شرط یعنی حاکم سیاست اولیٰ ہے پھر حاکم شہر کا خلیفہ پھر قاضی کا خلیفہ پھر حاکم سیاست کا خلیفہ اولیٰ ہے۔ بادشاہ یا اس کے ان نائبوں (حاکموں) میں سے کسی کی موجودگی میں دوسرے کسی شخص کو نماز جوازہ کی امامت کا حق نہیں ہے ان میں کسی ایک کا ترتیب مذکور کے مطابق مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ اولوالامر کی تعظیم واجب ہے اور کسی دوسرے کو ان پر مقدم کرنے میں اولوالامر یا اس کے نائب کی تحقیر ہے۔ لیکن ان میں جو اولیٰ ہے اس کو اختیار ہے کہ کسی غیر کو نماز جوازہ پڑھانے کی اجازت دیدے اور اب اس شخص کو جس کو اجازت دی گئی ہے مقدم کرنا واجب ہے۔ اور ولی کو اس کے ہٹانے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ کسی دوسرے کو اس پر مقدم کرنے میں بھی بادشاہ کی تحقیر ہے جیسا کہ خود بادشاہ پر مقدم کرنے میں تحقیر ہے۔

(۲) اگر بادشاہ یا اس کا قائم مقام حاکم جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی وہاں حاضر نہ ہو تو اگر محلہ کی مسجد کا امام ولی میت سے بہتر ہو تو مستحب یہ ہے کہ امام محلہ زیادہ حقدار ہے اور اگر کوئی ولی اس سے بہتر ہو تو پھر ولی اولیٰ ہے امام محلہ کو اس لئے تقدیم ہے کہ میت اپنی زندگی میں بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی تھا لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی نہیں تھا اور اس کی ناراضگی کی وجہ صحیح ہو تو اب امام محلہ کو مقدم کرنا مستحب نہیں ہے اور اگر اس کی ناراضگی کسی صحیح وجہ سے نہیں تھی تب بھی امام محلہ ہی اولیٰ ہے۔ بعض فقہانے امام جمعہ کو امام محلہ پر مقدم کیا ہے۔

(۳) اگر امام محلہ موجود نہ ہو تو مذکورہ ولی میت یعنی آدمیوں میں جو میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے وہ اولیٰ ہے۔ ولی کا مذکر اور بالغ اور عاقل ہونا شرط ہے لہذا عورت اور نابالغ اور دیوانہ ولی نہیں ہو سکتے۔ اصل میں میت کے غسل و تکفین کی طرح نماز جوازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار ولی ہے کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اس کا قریبی ہے لیکن بادشاہ کو اس کے حق تعظیم کی وجہ سے اور اس لئے کہ اس کی تحقیر نہ ہو شرع شریف نے وجوہاً مقدم کر دیا ہے اور امام محلہ کو اس کے حق امامت کی وجہ سے استجاباً مقدم کیا ہے۔ اولیائے میت میں مقدم ہونے کی وہی ترتیب ہے جو نکاح میں عصبات کی ترتیب ہے لیکن اگر میت کا باپ اور بیٹا دونوں موجود ہوں تو نکاح کے برخلاف باپ بالاتفاق بیٹے پر مقدم ہے یہی اصح ہے کیونکہ میت کے باپ کو میت کے بیٹے پر فضیلت ہے اور وہ عمر میں بھی زیادہ ہے پس استحقاق امامت میں تزییح دینے کے لئے ان دونوں باتوں کا اعتبار کیا جائے گا، جیسا کہ اور سب نمازوں میں ہوتا ہے لیکن اگر میت کا بیٹا عالم ہو اور میت کا باپ جاہل ہو تو اس صورت میں

بیٹا اولیٰ ہے اور اس بیٹے کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ میت کے باپ یا کسی اور افضل شخص کو مقدم کر دے تاکہ باپ کی سبکی نہ ہو اور اس مقدم کر دینے سے اس کا حق ولایت ساقط نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مر گیا اور اس کا باپ اور حقیقی دادا موجود ہے تو ولایت باپ کے لئے ہے لیکن تعظیماً وہ اپنے باپ یعنی میت کے دادا کو مقدم کرے (۴) ذوی الارحام بھی حق ولایت میں داخل ہیں پس اگر کوئی عصبات میں سے نہ ہو تو پھر ذوی الارحام غیر اولیٰ سے اولیٰ ہیں۔

(۵) آقا اپنے غلام کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے اس غلام میت کے سب اقربا سے اولیٰ ہے یہی صحیح ہے کیونکہ اس کی ملک حکماً باقی ہے پس اگر کوئی غلام مر گیا اور اس کے باپ اور بیٹے میں نماز پڑھ لیا ہوا تو اگرچہ اس کا باپ اور بیٹا آزاد ہوں مالک اس کی نماز پڑھانے میں اولیٰ ہے اور معتق (آزاد شدہ) غلام کے آقا سے اس کا باپ یا بیٹا یا کوئی اور قریبی رشتہ دار اولیٰ ہے۔ اگر مکاتب کا بیٹا یا غلام مر گیا تو نماز پڑھانے کا حق مکاتب کو ہے اگرچہ اس کا مولیٰ وہاں موجود ہو لیکن اس مکاتب کو چاہئے کہ احتراماً اپنے مولیٰ سے نماز پڑھوائے اور اگر مکاتب مر گیا اور اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جو کہ بدل کتابت ہو جائے اور وہ مال وہاں موجود ہے اور ہلاکت و تلف کا خوف نہیں ہے یا اس کی کتابت ادا کر دیا گئی ہے تو اس کا بیٹا زیادہ حقدار ہے ورنہ اس کا مولیٰ زیادہ حقدار ہے۔

(۶) ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعدا کو امامت کا حق نہیں ہے لیکن ولی اقرب کو اختیار ہے کہ ولی ابعدا کو مقدم کر دے اور یہ بھی اختیار ہے کہ کسی اجنبی یعنی غیر ولی شخص کو مقدم کر دے یا اجازت دیدے کیونکہ وہ اپنے حق امامت کو دوسرے کی طرف منتقل کرنے کا حقدار ہے اور ولی ابعدا کو اس کے روکنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر ولی اقرب (سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار) موجود نہ ہو اور ولی ابعدا (دور کا رشتہ دار) موجود ہے تو اب یہی اولیٰ ہے یہی نماز پڑھائے اور لوگ ولی اقرب کے آنے کی انتظار نہ کریں موجود نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنی دور ہو جس سے اس کی انتظار میں حرج ہو اور اس کے آنے تک اس کی نماز فوت ہو جائے۔ اگر قریب کا رشتہ دار حاضر نہ ہو مگر اپنے خط میں کسی غیر شخص کو مقدم کرنے کا حکم کرے تو زور کے رشتہ دار کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے اور اگر ولی اقرب اسی شہر میں مر لیں ہو تو وہ تندرست کی مانند صاحب اختیار ہے جس کو چاہے مقدم کرے دور کے رشتہ دار کو اس کے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

(۷) اگر دو یا زیادہ ولی درجہ اور قرب میں برابر ہوں مثلاً دو یا زیادہ حقیقی بیٹے یا حقیقی بھائی یا حقیقی چچا یا حقیقی چچا کے بیٹے وغیرہ ہوں تو جو عمر میں بڑا ہے وہ اولیٰ ہے اور اگر کم عمر والا افضل ہے تو پھر وہ اولیٰ ہے۔ ان برابر درجہ والوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنے شریک کے سوا اور کسی کو مقدم کر دے مگر اس کی اجازت سے مقدم کرنا جائز ہے۔ اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے جدا جدا شخص کو مقدم کیا تو جس کو بڑے نے مقدم کیا وہ اولیٰ ہے۔

اگر کسی میت کا چھوٹا بیٹا حقیقی ماں باپ دونوں کی طرف سے ہے اور بڑا بیٹا باپ کی طرف سے چھوٹے کا بھائی ہے تو چھوٹا اولیٰ ہے جیسا کہ میراث میں حکم ہے پس اگر چھوٹے نے کسی کو مقدم کر دیا تو بڑے کو اس کے منع کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں مساوی درجہ کے نہیں ہیں بلکہ یہ چھوٹے کے مقابلہ میں ولیٰ ابعدا ہے۔ پس اگر یہ چھوٹا بیٹا (جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے بیٹا ہے) غائب ہے اور کسی شخص کو مقدم کرنے کے لئے لکھے تو اس بڑے لڑکے یعنی اس کے صرف باپ کی طرف سے تعلق والے بھائی کو منع کرنے کا حق ہے۔

(۸) اگر میت نے وصیت کی کہ فلاں شخص میری نماز پڑھاوے یا فلاں شخص مجھے غسل دے تو وہ وصیت باطل ہے اس کا جاری کرنا لازمی نہیں ہے اور اس وصیت سے ولیٰ کا حق جاتا نہیں رہے گا اسی پر فتویٰ ہے البتہ ولیٰ کو اختیار ہے کہ خود نہ پڑھائے اور اس سے پڑھوائے۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ فلاں کپڑے کا کفن دیا جائے یا فلاں جگہ دفن کیا جائے تو یہ وصیت باطل ہے اس پر عمل کرنا لازمی نہیں ہے۔

(۹) خاوند ولی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ موت سے تعلق قطع ہو جاتا ہے مگر جب اس میت کا کوئی ولی نہ ہو تو خاوند اجنبی سے زیادہ حقدار ہے پس جب کوئی عورت مری اور اس کا کوئی ولی نہیں ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے اس کا شوہر اولیٰ ہے اور اگر کوئی عورت مری اور اس کا شوہر زندہ ہے اور اسی شوہر سے بیٹا بالغ عاقل موجود ہے تو ولایت بیٹے کے لئے ہے شوہر کے لئے نہیں لیکن بیٹے کے لئے یہ بکر وہ ہے کہ اپنے باپ پر مقدم ہو کیونکہ اس میں باپ کیلئے سب سے پہلے چاہئے کہ یہ لڑکا اپنے باپ کو مقدم کر دے اور اب یہ میت کا شوہر سب قرابت والوں سے زیادہ حقدار ہو گیا اور اگر وہ بیٹا اس شوہر سے نہیں تو اس کو مقدم ہونے میں مصائب و کراہت نہیں ہے اس لئے کہ وہ ولی ہے اور ماں کے شوہر کی تعظیم اس پر واجب نہیں ہے۔ اگر کسی عورت کا جنازہ ہے اور اس کا باپ اور بالغ عاقل بیٹا اور خاوند موجود ہے تو میت کا باپ اولیٰ ہے پھر بیٹا جبکہ اس شوہر کے علاوہ دوسرے شوہر سے ہو اور اگر اسی شوہر سے ہو تو ابھی اولیٰ وہی ہے لیکن تعظیماً اپنے باپ کو مقدم کر دے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

(۱۰) میت پر صرف ایک بار نماز پڑھی جائے اس لئے کہ حق فرضیت اس سے ادا ہو جائے گا اور اس کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی وہ نفل ہوگی اور جنازہ کی نماز بطور نفل مشروع نہیں ہے۔ لیکن اگر ولیٰ میت کے سوا کسی ایسے شخص نے نماز جنازہ پڑھائی جس کو ولیٰ پر مقدم ہونے کا حق نہیں تھا اور ولیٰ نے اس کو اجازت بھی نہیں دی تھی اور ولیٰ نے اس کی متابعت بھی نہیں کی تو ولیٰ اگر چاہے تو دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ اس کا حق باقی ہے اگرچہ میت پر نماز پڑھنے کا فرض اجنبی کے پڑھنے سے ادا ہو چکا ہے پس ولیٰ کو اس کے حق ولایت کی وجہ سے اعادہ کی اجازت ہے نہ کہ اسقاط فرض کیلئے کیونکہ وہ تو پہلے ادا ہو چکا ہے پس اگر کوئی اعادہ نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر مردہ دفن ہو چکا ہے تو ولیٰ کو اختیار ہے کہ وہ قبر پر نماز پڑھے جب تک کہ لاش پھٹی نہ ہو جس کی تفصیل غسل کے بیان میں آچکی ہے۔ اور جب ولیٰ اس میت پر نماز کا اعادہ

کرے تو جو لوگ پہلی نماز میں شریک نہیں تھے وہ ولی کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں اور جو لوگ پہلی نماز میں شریک تھے وہ دوبارہ ولی کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی وہ نماز نقل ہوگی جو شروع نہیں ہے۔ اور اگر اس غیر شخص نے ولی کی اجازت سے نماز پڑھائی یا ولی اس کے پیچھے ہے اور ولی نے اس کی متابعت کر کے نماز پڑھ لی اگرچہ وہ اس کی نماز پر راضی نہیں ہے تو یہ نماز جائز ہے اور اب ولی اعادہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر اس شخص نے نماز پڑھائی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق ہے یعنی سلطان یا اس کے نائب یا قاضی یا امام محلہ نے نماز پڑھائی تب بھی ولی کو اعادہ کا حق نہیں ہے کیونکہ ان کو ولی پر مقدم حاصل ہے۔ اگر میت پر ولی نے اپنے حق کے مطابق یعنی جو اس سے مقدم تھا وہ نہیں آیا تب نماز پڑھائی تو اس کے بعد کسی کو دوبارہ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ دوسرا بھی ولی ہی ہو اور اگر اسی مرتبہ کے اور ولی بھی ہوں تو ان کو بھی نماز کے اعادہ کا اختیار نہیں ہے کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہوگی اور تکرار نماز جنازہ مشروع نہیں ہے حتیٰ کہ بادشاہ اسلام یا اس کا نائب وغیرہ جس کو حق تقدم حاصل ہے اور ولی کے نماز جنازہ پڑھانے وقت وہاں موجود نہیں ہے اور بعد میں آجائے تو اسکو بھی اعادہ نماز کا اختیار نہیں ہے لیکن اگر سلطان یا اس کے نائب وغیرہ جس کو ولی پر تقدم حاصل ہے کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر ولی نے نماز پڑھائی اور وہ اس نماز میں شریک نہیں ہوا تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس کو اعادہ نماز کا اختیار نہیں ہے خواہ وہ بادشاہ ہو یا کوئی اور کیونکہ اصل میں اول حق ولایت ولی کیلئے ہے بادشاہ اور اس کے نائب وغیرہ کو ان کی تعظیم کی وجہ سے اولویت حاصل ہے نہ کہ حق کی وجہ سے اور ان کا مقدم ہونا عارض کی وجہ سے ہے پس جب صاحب حق یعنی ولی نے نماز پڑھ لی اور ان کی عزت و تعظیم کی رعایت نہیں کی تو اس سے ان کے لئے اعادہ کا حق لازم نہیں آتا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو اعادہ نماز کا اختیار ہے کیونکہ جب ولی کو اعادہ نماز کا اختیار ہے جبکہ ایسے شخص نے نماز پڑھائی جس کو حق تقدم حاصل نہیں تھا تو سلطان اور اس کا نائب جو اس سے مقدم اور اعلیٰ ہے زیادہ حقدار ہے کہ اگر وہ چاہے تو نماز کا اعادہ کرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تازہ جنازہ کے دیگر متفرق مسائل (۱) اگر امام نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے کیونکہ پانچویں تکبیر منسوخ ہے بلکہ مقتدی چپ کھڑا رہے اور جب امام سلام پھیرے تو یہ اس کے ساتھ سلام پھیر دے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خود امام سے تکبیریں سننے اور اگر امام کے پیچھے تکبیر کہنے والے سے سنے تو سب تکبیروں میں اس کی متابعت کرے کیونکہ ممکن ہے تکبیر کہنے والے سے غلطی ہوئی ہو اور ایک قول کے بموجب چار تکبیر کے بعد زائد ہر تکبیر پر شروع نماز کی نیت کرے تاکہ امام سے پہلے تکبیر واقع نہ ہو (اسی طرح نماز عید میں حکم ہے کہ امام سے سنے تو چھ تکبیروں سے زیادہ نہ کہے اور تکبیر سے جس قدر سنے سب کہے)

(۲) ایسی مسجد میں جس میں جماعت ہوتی ہو یعنی جامع مسجد مسجد محلہ میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ہی از حد؟ اگرچہ بعض نے مکروہ تنزیہی کہا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے اگر میت مسجد کے اندر ہو خواہ میت تنہا اندر ہو اور سب نمازی

باہر ہوں یا بعض نمازی یا کل نمازی میت کے ساتھ اندر ہوں تو اس صورت میں بلا اختلاف مکروہ ہے اور اگر میت مسجد سے باہر ہو اور نمازی کل یا بعض مسجد کے اندر ہوں تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ ہے یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروايات ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور مختار یہ ہے کہ مطلقاً ہر صورت میں مکروہ ہے خواہ میت اور امام و قوم مسجد میں ہو اور خواہ میت مسجد سے خارج ہو اور امام و قوم مسجد میں ہو یا امام مع بعض قوم کے مسجد سے خارج ہو اور باقی قوم مسجد میں ہو یا میت مسجد میں ہو اور امام اور قوم خارج مسجد ہوں۔ بارش وغیرہ کے عذر سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ اگر ولی یا وہ شخص جس کو حق تقدم حاصل ہے مسجد کے اندر اعتکاف میں ہو تو اس کے لئے بھی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے اور اب اس کی تبعیت کی وجہ سے جو لوگ اس کے ساتھ نماز جنازہ پڑھیں ان کیلئے بھی کراہت نہیں رہی کیونکہ جب معتکف ولی کے عذر کی وجہ سے کراہت دور ہوگئی تو سب کے حق میں ہی دور ہوگئی۔ جیسا کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہی اسی طرح جنازہ کا مسجد میں داخل کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۳) عام راستہ میں اور غیر لوگوں کی زمین میں (جسکے مالک زمین منع کرتا ہو) نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے جو مسجد جنازہ کی نماز کیلئے بنائی جائے اس میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے عید گاہ میں اور مکانوں میں اور گھروں میں نماز جنازہ پڑھنا برابر ہے۔ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اگرچہ قبریں سامنے ہوں کیونکہ جب نماز جنازہ میں میت خود سامنے موجود ہوتی ہے تو پھر کسی دوسری میت کے قبر میں سامنے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض حالات میں خود قبر پر نماز پڑھنا بھی مشروع ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۴) اگر امام کو جنازہ کی نماز میں حدیث ہو (یعنی بے وضو ہو گیا) اور کسی غیر کو آگے پڑھا دیا اور خلیفہ کر دیا تو جائز ہے یہی صحیح ہے۔ (۵) اگر مغرب کی نماز کے وقت جنازہ حاضر ہو تو جنازہ کی نماز مغرب کی شہیت پر مقدم کریں گے اسی طرح ظہر و جمعہ و عشا کی فرضوں کے بعد کی سنتوں پر نماز جنازہ کو مقدم کرنا چاہئے۔

قبر اور دفن اور ایک جگہ سے
دوسری جگہ لیجانے کا بیان
سند میں جہاں چل رہے ہوں ڈال دیں۔

(۲) قبر دو طرح کی ہوتی ہے ایک کچھ اور وہ یہ ہے کہ قبر پوری کھودی جائے جس کی تفصیل آگے آتی ہے پھر اس کے اندر قبلہ کی طرف ایک گڑھا قبر کی لمبائی کے برابر کھودا جائے جو کہ میت کے رکھنے کی جگہ ہے اور اس کو ایک چھت والے کمرہ کی طرح بنایا جائے اور اس میں میت کو رکھ دیا جائے اور یہ قبر کھد سنت ہے اور اس کو اردو میں بغلی قبر بھی کہتے ہیں۔ دوسری قسم کی قبر شش کھدائی ہے اس کو صندوقی قبر کہتے ہیں اور یہ اس طرح ہے کہ پوری قبر کھودنے کے بعد اس کے درمیان میں نہری کاٹ کر ایک گڑھا میت کے رکھنے کیلئے کھودا جائے اور اس کے دونوں طرف کچی اینٹوں یا اور کچھ لگا دیں اور اس میں میت رکھی جائے اور اس پر کچی اینٹوں وغیرہ کی چھت بنا دی جائے جہاں زمین سخت ہو وہاں بھی قبر شش بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن قبر کچھ بنانا سنت ہے اور جہاں زمین نرم ہو اور قبر کچھ بنانا ممکن نہ ہو تو پھر قبر شش بنانا ہی متعین ہو جائے گا اور اگر

قبر لحدینا ممکن تو ہو لیکن زیادہ سخت نہ ہو بلکہ اس کے میت پر گرنے کا اندیشہ ہو تو اختیار ہے خواہ قبر شق بنائے یا قبر لحد بنا کر میت کو تابوت یعنی صندوق میں رکھ کر لحد میں دفن کر دیں کیونکہ قبر کے بیٹھ جانے اور میت پر گر پڑنے کا جو اندیشہ تھا وہ تابوت کی وجہ سے دور ہو گیا۔ اور اگر زمین گیلی اور اس میں میت کے جلدی بھیگ جانے کا امکان ہے تب قبر شق میں بھی تابوت کے اندر میت کو رکھ کر دفن کرنے کی ضرورت ہے پس ہمارے شہروں میں زمین کی نرمی کی وجہ سے صندوق میں میت کو رکھنا جائز ہے خواہ وہ تابوت لکڑی کا ہو یا پتھر یا لوہے وغیرہ کا ہو ضرورت کے وقت یعنی جبکہ زمین نرم ہو یا قبر شق کی چھت نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور بلا ضرورت تابوت (صندوق) کا استعمال بکروہ ہے جب لکڑی یا لوہے وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کریں تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور اوپر کی جانب (یعنی ڈھکنے کے اندر کی جانب) جو میت سے ملی ہوئی ہے اس پر بھی مٹی کا گارا کر کے لپس دیں اور ہلکی سی اینٹیں میت کے دائیں اور بائیں طرف رکھ دیں تاکہ وہ لحد کے ماتر ہو جائے جب ضرورت کی وجہ سے تابوت استعمال کیا جائے تو اس کے مصارف اس مال میں سے لئے جائیں جو میت نے چھوڑا ہے۔

(۳) قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر ہونی چاہئے اور چوڑائی آدھے قد کی برابر چاہئے، گہرائی کم سے کم آدھ کے نصف قد کی برابر ہونی چاہئے یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اگر گہرائی بھی پورے قد کی برابر ہو تو یہ بہتر ہے اور یہ اعلیٰ درجہ ہے اور درمیانہ درجہ یہ ہے کہ سینہ تک ہو مقصد اس سے یہ ہے کہ بدبو اور درندہ کے اکھاڑنے کی مانع ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لحد یا صندوق اتنا ہو یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنی شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔

(۴) پکی اینٹیں لحد میں لگانا اگر میت سے متصل ہوں تو بکروہ ہے کیونکہ یہ زینت کے لئے ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ یہ آگ سے پکتی ہیں پس ان کا میت سے لگانا مکروہ ہو پس ان کے دور رکھنے میں تفاوت ہے کہ اللہ پاک مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے۔

(۵) میت کو قبر میں اتارنے کے لئے جو آدمی قبر کے اندر داخل ہوں وہ خواہ طاق ہوں یا جفت برابر ہے یعنی دو ہوں یا تین یا زیادہ جتنے مناسب ہوں کوئی مضائقہ نہیں اور کوئی تعداد مخصوص نہیں ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ وہ لوگ قوی یعنی اعتقاد میں پکے مسلمان اور صلح ہوں کہ کوئی نامناسب بات نہ دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ عورت کو قبر میں داخل کرنے کیلئے رشتہ دار محرم اوڑھ سے اولیٰ ہے وہ نہ ہو تو رشتہ دار غیر محرم اجنبی سے اولیٰ ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو اگر اجنبی لوگ اس کو قبر میں رکھیں تو مضائقہ نہیں میت کو اتارنے کیلئے کوئی عورت قبر میں داخل نہ ہو۔

(۶) مستحب یہ ہے کہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارا جائے اور یہ اس طرح ہوگا کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی طرف رکھا جائے اور پھر اس میت کو اٹھا کر لحد میں رکھ دیں تو اس کو اتارنے کیلئے لینے والے قبلہ رخ ہوں گے پائنتی کی طرف رکھ کر سر کی جانب سے داخل کرنا خلاف سنت ہے اسلئے ایسا نہ کریں امام احمد و امام شافعی کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جنازہ قبر کے آخر قبلہ کے بائیں طرف یعنی پائنتی کے نزدیک قبر کے طول میں رکھے پس میت کی چار پائی کا سر ہانہ قبر کی پائنتی کی طرف ہوگا پھر حید آدمی میت کو اٹھائیں اور سر کی طرف سے آہستہ آہستہ قبر میں داخل کرنے جائیں یہاں تک کہ سر اپنی جگہ پہنچ جائے

اور پاؤں اپنی جگہ آجائیں اور پوری میت لحد میں داخل ہو جائے۔ قبر میں میت کو داخل کرنے کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں احناف کے نزدیک ترجیح قبلہ رخ رکھنے کو ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل صحیح طور پر اسی طرح ثابت ہے اور دوسری صورتیں عذر یعنی تنگی جگہ کی وجہ سے ہیں پس اگر قبلہ رخ جگہ تنگ ہو تو پائنتی کی طرف سے داخل کرنے کا طریقہ متعین ہو جائے گا اور اگر پائنتی کی طرف بھی جگہ میں گنجائش نہ ہو تو قبر کے سرہانے کی طرف جنازہ کا رکھنا اور میت کو پاؤں کی طرف سے داخل کرنا متعین ہو گا یہاں تک کہ پاؤں اپنی جگہ پہنچ جائیں اور سر اندر اپنی جگہ پر داخل ہو جائے۔ اور مستحب ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے والا یوں کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ایک روایت میں بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بھی آیا ہے اور بعض روایت میں وَبِاللّٰهِ كَالْفِطْرِ آیا ہے اور ایک روایت میں عَلٰی مِلَّةِ اللّٰهِ کی بجائے عَلٰی سُنَّةِ اللّٰهِ آیا ہے) سنت یہ ہے کہ میت کو قبر میں داخل کرنا قبلہ قبلہ رو لٹا یا جائے اور اس میت کی پیٹھ کی طرف مٹی یا اس کے ڈھیلے سے تکیہ لگا دیں تاکہ میت داہنی کروٹ پر قائم رہے پشت کی جانب لوٹ نہ جائے۔ چت لٹانے اور صرف منہ قبلہ کی طرف کرنے کا جو عام رواج ہو گیا ہے وہ سنت متواترہ کے خلاف ہے اور اس طرح صرف منہ قبلہ کی طرف کرنے سے تھوڑی دیر بعد منہ قبلہ سے پھر کر سیدھا ہو جائے گا پس اس سے پرہیز کرنا اور سنت طریقہ کو رائج کرنا ضروری ہے کیونکہ حدیثوں میں میت کو چت لٹانے کی ممانعت وارد ہے۔ اگر میت کا منہ قبلہ کی طرف کرنا بھول گئے اور اینٹیں لگانے کے بعد مٹی ڈالنے سے پہلے یاد آیا تو ان کو ہٹا کر قبلہ رو کر دیں اور اگر مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو اس کیلئے قبر نہ ادھیڑی جائے کیونکہ قبلہ کی طرف متھ کرنا سنت ہے اور قبر ادھیڑنا حرام ہے اور سنت کی ادائیگی کیلئے حرام کا مرتکب ہونا جائز نہیں اسی طرح اگر میت کو بائیں کروٹ پر پاجت رکھنا یا جہ بصر سرہانہ ہونا چاہئے اور ادھیڑ پاؤں کر دیئے تو اگر مٹی دینے سے پہلے یاد آیا تو ٹھیک کر دیں اور اگر مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو اس کیلئے قبر نہ ادھیڑی جائے۔ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی گہری بندشیں کھول دی جائیں کیونکہ اب کفن کھلنے کا خوف جس کی وجہ سے گہری لگائی گئی تھیں جاتا رہا اور اگر گہری نہ کھولی جائیں تو حرج نہیں گرہ کھولنے والا یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اٰخِرَةَ وَلَا تَقْتُلْنَا بَعْدَهَا۔

(۷) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور اینٹوں کے درمیان جو چھری رہ گئی ہو اسے ڈھیلے یا کچی اینٹ کے ٹکڑوں یا نرکل سے بند کر دیں تاکہ ان چھریوں سے میت پر مٹی نہ گرے لحد کو بند کرنے میں نرکل (بالس) کا استعمال بھی کچی اینٹ کی طرح مستحب ہے۔ پکی اینٹیں اور لکڑی کے تختے نہ بچھائے جائیں کیونکہ اینٹیں آگ میں پکتی ہیں پس ان کا میت کے اوپر رکھنا تفاولا لکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اس کی قبر کے پاس آگ جلانا یا لیجانا تفاولا لکروہ تحریمی ہے نیز کچی اینٹیں اور لکڑی زینت کیلئے استعمال ہوتی ہیں اور میت کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ میت کے ارد گرد ہوں اور اگر اس کے اوپر ہوں تو لکروہ نہیں کیونکہ اس سے درندہ جانور سے حفاظت ہے اور اگر زمین نرم اور گھروڑ ہو تو پکی اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے اس کی لحد کا بند کرنا لکروہ نہیں ہے جیسا کہ ایسی زمین میں تابوت (صدوق) کا استعمال لکروہ نہیں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے لیکر لحد کے بند کرنے تک کسی کپڑے وغیرہ سے قبر پر پردہ کئے رہیں اور یہی حکم خنثی کیلئے بھی ہے، یہ حکم بعض کے نزدیک استحباب کیلئے ہے اور بعض کے نزدیک وجوب کیلئے ہے اس میں اس طرح موافقت ہو سکتی ہے کہ جب اس میت مؤنث یا خنثی کے بدن سے کوئی حصہ ظاہر ہونے کا ظن غالب ہو تو یہ پردہ کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔

عورت کا جنازہ بھی ڈھکا رہے مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت کپڑے وغیرہ سے نہ چھپائیں البتہ پارش و برف و گرمی و سردی وغیرہ عذر کی وجہ سے چھپانا جائز ہے۔

(۸) اینٹوں یا تختوں سے کھد کو بند کرنے کے بعد اس پر مٹی ڈالی جائے اسمیں مضائقہ نہیں کہ مٹی ہاتھوں سے ڈالیں یا اور جس طرح ممکن ہو ڈالیں۔ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے اور زیادہ بڑھانا مکروہ ہے پس اگر معمولی زیادتی کی ہے کہ جس سے قبر ایک بالشت یا معمولی زیادہ اونچی ہوئی ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور بہت زیادہ مکروہ تحریمی ہے اور اس کو ڈھادینا اور سنت کے مطابق کر دینا سنت ہے۔ جو لوگ میت کے دفن میں حاضر ہیں ان کے واسطے مستحب ہے کہ وہ سب اپنے دونوں ہاتھوں سے تین تین لپ مٹی قبر سے ڈالیں اور میت کے سر کی طرف سے ڈالیں پہلی لپ ڈالتے وقت **وَمِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ** پڑھیں، دوسری مرتبہ میں **وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ** اور تیسری مرتبہ میں **وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى** پڑھیں۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ پہلی مرتبہ میں **اللَّهُمَّ جَافِ الْأَرْضِ عَنْ جَنَّتَيْهِ** دوسری مرتبہ **اللَّهُمَّ فَتَحِ الْأَبْوَابَ السَّمَاءِ لِرُوحِ تَبَسْرِي** مرتبہ **اللَّهُمَّ زَوِّجْهُ بِمَجُورِ الْعَيْنِ** پڑھے اور میت عورت ہو تو اس روایت کے مطابق تیسری بار یوں کہے: **اللَّهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ**۔ باقی مٹی پھاوڑے یا کھرپے وغیرہ جس چیز سے ممکن ہو قبر پر ڈالیں۔ ہاتھ میں جو مٹی لگی ہے اسے جھاڑ دیں یا دھو ڈالیں اختیار ہے۔ مستحب ہے کہ قبر کو اونٹ کی کوہان کی صورت پر ڈھلواں بلکہ بالشت یا اس سے معمولی اونچی بنائی جائے اور مسطح (چورس۔ چوکھوٹی) نہ بنائی جائے یعنی مٹی کو پھیلا کر چوتروہ کی شکل نہ بنائی جائے کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اسی لئے بعض کے نزدیک یہ حکم و وجوب کے طور پر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ استحباب کیلئے ہے (امام شافعی کے نزدیک مسطح (چورس) افضل ہے لیکن احناف کے نزدیک یہ خلاف اولیٰ ہے اور وہ حدیثیں جن سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے احناف کے نزدیک اپنے ظاہری معنی سے پھیری گئی ہے کیونکہ دوسری صحیح احادیث میں اونٹ کے کوہان کی طرح ہونا وارد ہے)۔ قبر پر پانی چھڑک دینے میں مضائقہ نہیں بلکہ بہتر و مستحب ہے اور حدیثوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ پانی چھڑکنا سر کی طرف سے شروع کرے اور پائنتی تک چھڑکے اتنا چھڑکے جس سے مٹی جم جائے زیادہ چھڑکنا جس سے گارا ہو جائے مکروہ ہے۔ دفن کرتے وقت بعض جگہ درخت بیری کی لکڑی ضرور رکھتے ہیں یہ بے اصل ہے اور اس کا ضروری سمجھنا بدعت ہے بیری کی خصوصیت میں روافض کے ساتھ مشابہت بھی ہے اس لئے اس کو ترک کرنا چاہئے۔

(۹) قبر کو گچ نہ کیا جائے یعنی چونے سے نہ لپیا جائے کیونکہ اس میں ایک طرح کی زینت اور تکلف ہے اور بلا ضرورت ہے اور مٹی سے قبر کو لپینا بعض کے نزدیک مکروہ ہے لیکن مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے پس جب قبر خراب ہو جائے تو اس کو مٹی سے لیس دینے میں مضائقہ نہیں یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قبر پر کوئی عمارت بنانا اگر زینت کے لئے ہو تو حرام ہے اور اگر مضبوطی کیلئے ہو تو اگر بعد دفن کے ہو تو مکروہ ہے لیکن بنی ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں۔ بعض جگہ یہ رواج ہے کہ کچی اینٹوں سے قبر کی کوہان بناتے ہیں تاکہ قبر اگھڑنے سے محفوظ رہے اور اس کو مستحسن جانا ہے پس حدیث **مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ** کے مطابق مستحسن ہے۔ بعض کے نزدیک علماء و مشائخ و سادات

کی قبروں پر قبہ یا مکان وغیرہ بنانے میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ احادیث میں قبروں پر مطلقاً عمارت بنانے کی ممانعت وارد ہے اس لئے امام ابو حنیفہؒ وغیرہم سے یہی روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے قبر پر مسجد وغیرہ بنانا مکروہ ہے اور جو فعل سنت سے ثابت نہیں ہوا ہے اس کو قبر کے پاس کرنا مکروہ ہے اور سنت سے قبر کی زیارت کرنا اور اس کے پاس کھڑے ہو کر کچھ قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے اور دعا کرنے کے سوا اور کچھ ثابت نہیں ہوا ہے جیسا کہ آگے زیارتِ قبور کے بیان میں آتا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لئے کچھ لکھ سکتے ہیں یعنی کتبہ وغیرہ لگا سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ جس سے بے ادبی ہو یا وجودِ ضرورت کے نہ لکھنا ہی بہتر ہے اور بلا ضرورت لکھنا مکروہ ہے قرآن کی آیات و دیگر کلمات واجبِ التعظیم کا لکھنا ہر حال میں مکروہ ہے اس لئے کہ بوسیدہ ہو کر وہ کلمات جھڑ جائیں گے اور پامال ہوں گے۔

(۱۰) قبر پر بیٹھنا، اس پر یا اس کے نزدیک سونا، اس کو بچھلانا، اس کے اوپر یا نزدیک بول برا یا جمار کرنا، اس کے اوپر سے چلنا اور اس کے اوپر یا اس کی طرف نماز پڑھنا یا قبر پر غلاف وغیرہ کوئی چادر یا کپڑا ڈالنا مکروہ ہے۔ اگر قبرستان میں کوئی راستہ پایا جائے اور اس کو گمان ہو کہ یہ راستہ لوگوں نے بعد میں قبروں کے اوپر سے بنایا ہے تو اس راستے سے نہ جائے اور اگر یہ بات اس کے دل میں واقع نہ ہو تو اس راستے سے گزرنے میں مضائقہ نہیں جوتے ہیں کہ قبرستان میں سے گذرنا بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے کہ ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے پہنے ہوئے دیکھا فرمایا جوتے اتار دے نہ تو قبر والے کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔ اگر راستہ پرانا ہو تو اس پر سے جوتوں سمیت ہویا ننگے پاؤں گزرنے میں مضائقہ نہیں اور یہ مکروہ نہیں۔ اسی طرح دوسری قبروں کو روند کر اپنے عزیز کی قبر کے قریب پہنچنا بھی مکروہ ہے بلکہ صرف ایسی جگہ تک پہنچ کر فاتحہ پڑھ لے جس سے دوسری قبروں کو روندنا نہ پڑے اور روند کر آگے جانا ترک کرے۔

(۱۱) رات کو دفن کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن دن میں دفن کرنا مستحب ہے اور یہ کام دن میں آسانی سے ہوگا۔
(۱۲) اگر کوئی شخص اپنے لئے قبر کھود رکھے تو مضائقہ نہیں بلکہ ابراہیمؑ اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کی نص کے خلاف ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ۔ پس کسی کو کیا معلوم کہ کہاں موت آئے گی، بخلاف کفن کے کہ اس کے تیار کر رکھنے میں حرج نہیں کیونکہ اس کی طرف اکثر حاجت متحقق ہوتی ہے پہلے سے قبر کھود کر رکھنے کیلئے بھی پہلا قول یعنی مکروہ نہ ہونا صحیح ہے کیونکہ کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہے اگر خود وہاں نہ مرے گا تو کسی دوسرے کے کام آجائے گی پس یہ نص کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے لئے قبر کھود کر رکھی اور لوگوں نے اس میں دوسری میت دفن کرنے کا ارادہ کیا تو اگر قبرستان وسیع ہے تو ان کیلئے مکروہ ہے اور اگر قبرستان تنگ ہے تو جائز ہے لیکن پہلے شخص نے جو حرج کیا ہے وہ دینا پڑے گا میت کو ایسے قبرستان میں دفن کرنا افضل و بہتر ہے جہاں صاحبین کی قبریں ہوں۔

(۱۳) مستحب ہے کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھیں جتنی دیریں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم ہو سکے کہ ان کے رہنے سے میت کو انس ہوگا اور نکیرین کا جواب دینے میں وحشت (گھبراہٹ) نہیں ہوگی اور اتنی دیر تک قرآن پڑھتے رہیں اور میت کیلئے دعا و استغفار کرتے رہیں اور یہ دعا کریں کہ یہ میت نکیرین کے سوالات کے جواب میں ثابت قدم رہے۔ قبروں کے نزدیک قرآن پڑھنا مکروہ نہیں ہے یہی مختار ہے اور یہ بھی مختار ہے کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے۔

زیر مستحب ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کا اول و آخر پڑھیں یعنی سرہانے الہ سے مفلحون تک اور پائنتی
امن الرسول سے ختم سورہ تک پڑھیں لیکن پڑھنے والے کو انگشت شہادت کا سرہانے اور پائنتی پر رکھنا ثابت نہیں ہے
اس رواج کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔ دفن کے بعد چند قدم ہٹ کر فاتحہ وغیرہ پڑھنے کا جو بعض جگہ دستور ہے اس میں چند قدم ہٹنے
کی کچھ اصلیت نہیں ہے مگر بعد دفن ایصالِ ثواب کیلئے کچھ پڑھ کر بخشنا درست ہے لیکن کلیات تعزیت کہنے درست نہیں ہیں۔
(۱۵) بعض کے نزدیک دفن کے وقت بھی اور دفن کے بعد بھی تلقین مشروع ہے اور اس تلقین کے الفاظ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح روایت کئے گئے ہیں: يَا قُلَانِ بْنِ قُلَانِ اِذْ كُرِّدِيْنَاكَ الَّذِي كُنْتَ عَلَيْهِ مِنْ شَهَادَةِ
اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَاَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ الْبَعْثَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَةَ اَتِيَةٌ
لَا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللهِ رَبًّا وَاَنَّ الْاِسْلَامَ دِيْنًا وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ
سَلَامٌ وَاَنَّ الْاَقْرَبَانَ اِمَامًا وَاَنَّ الْكَعْبَةَ قِبْلَةً وَاَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا بعض دوسری روایتوں میں لفظوں اور عبارتوں کی کمی
بیشی مذکور ہے۔ ظاہر روایت کے بموجب موت کے بعد قبر میں دفن کے وقت یا بعد تلقین نہیں ہے اس لئے بعض علماء کے
ز نزدیک اس سے منع کیا جائے اور بعض کے نزدیک اس سے منع نہ کیا جائے کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں ہے بلکہ میت کیلئے نفع ہے
کیونکہ میت ذکر سے مانوس ہوتی ہے جیسا کہ آثار میں وارد ہے اور اس کا امر بھی نہ کیا جائے کیونکہ اس کی مشروعیت غیر معتبر ہے۔
ظاہر الروایۃ کا قول جو اکثر کتابوں میں لکھا ہے یہ معتزلہ کا مذہب ہے کیونکہ ان کے نزدیک اموات کا زندہ رہنا ناممکن ہے بنیاد
ہے پس یہ ان کا مسلک ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک مشروع ہے لیکن ظاہر الروایت کے اس قول وروایات تلقین کی
بنا پر تلقین بعد الدفن کے بارے میں تین قول ہیں بعض کے نزدیک کی جائے اور اس کو مختار کہا ہے اور بعض کے نزدیک نہ کی جائے اور
بعض کے نزدیک نہ اس کا حکم کیا جائے اور نہ اس سے منع کیا جائے جیسا کہ بیان ہوا لیکن تلقین کا ضروری نہ ہونا زیادہ ظاہر ہے
اور روایات تلقین ثبوتاً واثباتاً ضعیف ہیں نیز اس میں مفسدات لاحق ہو گئے ہیں اور اس میں روافض کے ساتھ تشبہ
بھی ہے اس لئے قابل ترک ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۶) ایک قبر میں بلا ضرورت ایک سے زیادہ یعنی دو یا تین یا زیادہ میتوں کا دفن کرنا جائز نہیں اور ضرورت ہوتی
جائز ہے پس ایسی حالت میں مرد کو کھد میں قبلہ کی طرف رکھیں اور اس کے پیچھے لڑکے کو اس کے پیچھے خنثی کو اس کے پیچھے
عورت کو رکھیں اور ایک دوسرے کے پیچ میں کچھ مٹی کی آڑ کر دیں تاکہ الگ الگ قبروں کے حکم میں ہو جائے اور اگر دو یا
زیادہ مرد ہوں تو کھد میں قبلہ کی طرف افضل کو مقدم کریں پھر اس سے کم درجہ والے کو علیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہر جنس یعنی
لڑکوں و خنثی و عورتوں میں افضل کو مقدم کریں جیسا کہ نماز جنازہ میں بیان ہوا۔

(۱۷) جب میت گل مٹر مٹی ہو جائے تو اس قبر میں کسی اور میت کو دفن کرنا یا اس کو کھیتی کرنا یا عمارت بنانا جائز ہے۔

(۱۸) قتل یا میت کیلئے مستحب ہے کہ جس جگہ یعنی جس شہر یا گاؤں وغیرہ میں مر یا قتل ہوا ہے اس جگہ والوں کے

قبرستان میں دفن کریں اسی طرح جس گھر میں مرے اس گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں اور دفن سے پیشتر ایک میل یا
دو میل اسے لیجائیں تو مضائقہ نہیں کیونکہ شہر کے قبرستان اکثر اتنے فاصلے پر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے وطن کے

سوا کسی دوسرے شہر میں مرے تو وہیں اس کو دفن کرنا مستحب ہے اور اگر دوسرے شہر کو لیجائیں تو مصلحتاً فقہ نہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دفن سے پہلے لیجانا چاہیں بعض فقہاء کے نزدیک خواہ کتنی ہی دور لیجائیں یہ حکم اس بارے میں مطلق ہے اور بعض نے کہا کہ اگر دونوں جگہوں میں مدت سفر شرعی کا فاصلہ نہ ہو تو وہاں لیجانا درست ہے اور امام محمدؒ نے ایک بار دو میل کی قید لگائی ہے کیونکہ شہر کے قبرستان اکثر اس قدر مسافت تک پہنچ جاتے ہیں اور اس سے زیادہ کو مکر وہ کہا ہے اور بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور اس میں احتیاط زیادہ ہے۔ شہر کے اندر اگر اس سے بھی دور قبرستان ہو تب بھی کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ آج کل اکثر بڑے شہروں کراچی لاہور وغیرہ میں دکھا جاتا ہے۔ مؤلف (مطلق یعنی کہیں کتنی دور بھی لیجانے کا قول اوسع ہے۔ دفن کے بعد مطلقاً وہاں سے تبدیل کرنا اور دوسری لیجانا بالاجماع درست نہیں ہے اور قبر کو کھولنا منع ہے سوائے بعض صورتوں کے جو آگے بیان ہوتی ہیں۔

(۱۹) دفن کر دینے اور مٹی ڈالنے کے بعد مردہ کو قبر سے نکالنا یا قبر کو کھولنا بالاجماع درست و جائز نہیں ہے مگر کسی آدمی کے حق کے لئے جائز ہے مثلاً وہ زمین غصب کی ہوئی ہو یا کسی کی زمین میں بغیر اجازت مالک میت کو دفن کر دیں اور اس زمین کا مالک اس مردہ کا اسم میں رہنا پسند نہ کرے یا وہ زمین جس میں وہ میت دفن کی گئی ہے کسی نے شفعہ کے باعث دوسرے سے لے لی ہو یہ اس طرح ہے کہ کسی نے کوئی زمین خریدی اور اس میں اپنا کوئی مردہ دفن کیا پھر شفعہ کو اس کے خریدنے کا علم ہوا اور وہ اس پر شفعہ کا دعویٰ کر کے اور میت کو اس کا مالک ہوا اور وہ نہیں چاہتا کہ اسم میں وہ مردہ رہے تو اس مالک کے اختیار ہے کہ چاہے تو میت کو نکالنے کا حکم کرے اور اگر چاہے تو زمین کو برابر کر کے اس پر کھیتی کر لے یعنی زمین کا مالک زمین کے ظاہر و باطن دونوں پر حق رکھتا ہے چاہے مردہ کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہوا کر دے اور چاہے اندر بھی نہ رہنے دے اور اولیائے میت کو کہے کہ اپنا مردہ نکال لو اور اب ان اولیائے میت کو قبر کا کھولنا اور مردہ کو نکالنا بالاتفاق جائز ہے۔ اسی طرح اگر قبر کے اندر کچھ سامان گر گیا یا میت کے ساتھ کچھ مال دفن ہو گیا اگرچہ وہ ایک درہم ہی ہو یا غصب کئے ہوئے کپڑے کفن دیا اور مٹی ڈالنے کے بعد معلوم ہوا تو اس کو نکالنے کے لئے قبر کو کھولنا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی عورت کو کسی وارث نے زیور و مشترکہ سامان سمیت دفن کر دیا اور بعض وارث مثلاً خاوند موجود نہ تھا تو وہ اپنے حق کے لئے قبر کو کھول سکتا ہے۔ اگر وہ زمین جس میں مردہ دفن ہوا ہے وقف کی ہے اور اس میں کسی نے اپنے لئے قبر کھدوائی اور اس پر خرچ کیا اور کسی دوسرے شخص نے اس میں اپنا مردہ دفن کر دیا تو اس مردہ کو نکالنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ وہ وقف کی جگہ میں دفن ہوا ہے البتہ وہ پہلا شخص اس قبر کے کھودنے پر جو خرچہ ہوا ہے وہ ان سے لے سکتا ہے۔

فائدہ :- یہ جو بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ میت کو قبر میں امانت رکھتے ہیں اور کچھ عرصہ کے لئے زمین کے سپرد کرتے ہیں پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں یہ ناجائز ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے اور یہ کہہ دینے سے کہ لے زمین یہ مردہ تیرے سپرد امانت ہے بعض ناواقف لوگوں کا یہ خیال ہے کہ زمین اس مردے کو نہیں گلاتی ویسے ہی رہتا ہے یہ سب باتیں غلط ہیں کیونکہ زمین ایسے جملہ امین عاجز محض اور حکم الہی کی محکوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق کیلئے قبر کو کھولنا اور مردہ کو نکالنا جائز نہیں مثلاً کوئی شخص بلا غسل یا بلا نماز جازہ دفن کر دیا گیا یا دائیں کروٹ کے بغیر یا قبلہ کے خلاف

لٹایا یعنی چت یا بائیں کروٹ لٹایا یا جس طرف اس کے پاؤں ہونے ادھر اس کا سر کر دیا اور مٹی ڈال چکے پھر معلوم ہوا تو اب اس قبر کو نہ کھولیں اور اگر کبھی صرف کچی اینٹیں بچھائی ہیں مٹی نہیں ڈالی ہے تو ان اینٹوں کو ہٹا کر میت کو نکالیں اور غسل و نماز ادا کر کے دفن کریں اور خلاف سنت لٹانے کی صورت میں اینٹوں کو ہٹا کر سنت کے مطابق میت کو لٹائیں جیسا کہ پہلے اپنے اپنے موقع پر ان امور کا بیان ہو چکا ہے۔ اگر کوئی شخص پر یا مال نکل گیا اور مر گیا اور اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا تو اس مال کے نکالنے کیلئے اس کا پیٹ چیرا جائے یا نہیں اس میں دو قول ہیں اولیٰ یہ ہے کہ چیرا جائے کیونکہ اس کی حرمت اس کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے جاتی رہی اور اگر بغیر ظلم و زیادتی کے (یعنی بلا ارادہ وہ مال اس کے پیٹ میں چلا گیا تو اب بالاتفاق اس کا پیٹ نہ چیرا جائیگا کیونکہ مال کی حفاظت سے آدمی کی حرمت اعلیٰ ہے اسی طرح اگر وہ زندہ ہے تب بھی اس کا پیٹ مطلقاً نہیں چیرا جائے گا خواہ اس کی زیادتی سے ہو یا بغیر زیادتی کے یعنی بلا ارادہ ہو اور کیونکہ اس میں اس کی حرمت کے علاوہ اس کا ہلاک کرنا بھی لازم آتا ہے جو جائز نہیں ہے اور اگر اس نے مال چھوڑا ہے تو جو کچھ اس نے نکلا ہے اس مال سے ادا کیا جائیگا اور بالاتفاق اس کے پیٹ کو چیرا نہیں جائے گا۔ مٹی ڈالنے کے بعد قبر کو کھولنے اور میت کو نکالنے کی ایک صورت بالاتفاق جائز ہے جو اوپر بیان ہوئی اور ایک صورت بالاتفاق ناجائز ہے اس کا بھی اوپر بیان ہوا اور مثلاً یہ کہ کوئی بچہ فوت ہوا اس کی ماں وہاں موجود نہیں تھی اس کو دفن کر دیا گیا پھر اس کی ماں آئی اور اپنے بچے کا منہ دیکھنے کا ارادہ کیا یا اس کو دوسرے قبرستان میں لیجانا چاہا تو یہ بالاتفاق ناجائز ہے اور ایک صورت اختلافی ہے وہ یہ کہ جب قبر پر پانی غالب آجائے تو بعض نے کہا کہ اس کو وہاں سے تبدیل کرنا جائز ہے جیسا کہ بعض اکابر کے متعلق روایات آتی ہیں منجملہ ان کے روایت کی گئی ہے کہ صالح بن عبداللہ کو خواب میں دیکھا گیا کہ مجھے میری قبر سے تبدیل کرو کیونکہ مجھے پانی ایزدیتا ہے تین دفعہ دیکھا گیا پس پانی کی طرف سے اس کو کھولا گیا تو پانی اس کو پہنچ گیا تھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے وہاں سے تبدیل کرنے کا فتویٰ دیا واللہ اعلم۔

(۲۰) اگر قبر میں کسی کا فرزی کی ہڈی پائی جائے تو اس کو توڑا نہیں جائے گا اور نہ اس کی کسی قسم کی ہتک کی جائیگی کیونکہ جب زندگی میں اس کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہے اور اس کو ایزدینا حرام ہے مرنے کے بعد بھی توڑنے وغیرہ سے اس کی حفاظت واجب ہے لیکن کا فر حربی کی قبر کھود کر اس کو نکالنے میں حرج نہیں پس اس کی قبر کو کھودنا اور اس کی ہڈیوں و دیگر آثار کو اٹھانا اور ان کی قبروں کو مسلمانوں کے قبرستان کیلئے استعمال کرنا یا مسجد بنانا جائز ہے۔

(۲۱) قبرستان میں قرآن شریف دیکھ کر یا حفظ اور پکار کر یا آہستہ سب طرح پڑھنا درست و بلا کراہت جائز ہے اور توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پڑھنے کی برکت سے اہل قبور سے عذاب قبر میں تخفیف فرمادے یا پڑھنے والے کے پڑھنے اور دعا کے وقت عذاب کو منقطع فرمادے اس بارے میں احادیث و آثار وارد ہیں۔ قرأت قرآن کے لئے قبر کے پاس بیٹھنا تاکہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ میں آئے اور باعث عبرت ہو مختار قول کے مطابق مکروہ نہیں ہے۔ پس قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کیلئے حافظوں و قرآن خوانوں کا بیٹھنا بھی بلا کراہت جائز ہے جبکہ پڑھنے والے اجرت پر نہ پڑھتے ہوں اور پڑھوانے والوں کو بھی اجرت کا خیال نہ ہو کیونکہ اجرت پر قرآن شریف پڑھایا پڑھوانا جائز ہے اور اجرت دینا و لیتا دونوں

ناجائز و حرام ہیں اور جو حسب عادت و عرف دیا جاتا ہو وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے کیونکہ المعروف کا بشرط اصول ہے ایسے پڑھنے کا نہ پڑھنے والے کو ثواب ہوتا ہے اور نہ پڑھوانے والے اور میت کو ہوتا ہے اور یہی حکم مکان پر یا کسی دوسری جگہ مسجد وغیرہ میں پڑھوانے کا بھی ہے۔ اگر خالی نیت سے لوجہ شریف رکھا اور لیجئے دینے کا راجا و عرفاً بھی دستور نہیں ہے پھر اگر کوئی لوجہ شریف اور وہ بے نیت ہو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اپنے کام کا حرج کیلئے کسی کو نوکر رکھا اور اس سے لوجہ شریف قرآن شریف پڑھوایا تب بھی جائز ہے۔

(۲۲) بعض فقہانے بقصد تبرک مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنا جائز رکھا ہے اور لکھا ہے کہ امید ہے اللہ تعالیٰ اس میت کی مغفرت فرمادے اور اس کو عذابِ قبر سے بچادے اور اس سلسلہ میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ یہ عہد نامہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اصطل میں ان گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہوا تھا جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف تھے۔ عہد نامہ کے معنی رسالہ عہد ہے یعنی کوئی ایسی چیز لکھنا جو کہ اس بات پر دلالت کرے کہ یہ میت اس عہد نامہ پر قائم و ثابت ہے جو بیثاق ارواح لینے کے دن اُس کے اور اس کے رب کے درمیان ہوا تھا یعنی ایمان و توحید اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک اور اس قسم کے دوسرے الفاظ سے برکت حاصل کرنا ہے اور عہد نامہ کے مشہور الفاظ یہ ہیں: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ كُتُبُ الْمَلَكُوتِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ اور بعض نے کہا کہ یہ ہے اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ إِنِّي أَعْهَدُ إِلَيْكَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا إِنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ فَلَا تُكَلِّبْنِي إِلَى الْقَسِيِّ تَقَرُّ بَنِي مِنَ الشَّرِّ وَتُبْعِدُنِي مِنَ الْخَيْرِ وَأَنَا لَا آتِقُ إِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَأَجْعَلْ لِي عَهْدًا عِنْدَكَ تَوْفِيقًا لِيَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ

اور بعض فقہا کی اس جواز کی روایت سے بعض علمائے قبر میں عہد نامہ یا شجرہ شریف (یعنی پیرانِ طریقت کے اسمائے مبارکہ کا رسالہ) کا رکھنا جائز رکھا ہے اور لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید اور اسمائے معظمہ میں سے کچھ نہ لکھا جائے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلماتِ محترمہ کا لکھنا جان بوجھ کر اس کو مردے کی نجاستوں سے آلودہ کرنا ہے اور جبکہ فقہانے قرآن و اسمائے الہی کا دیواروں محرابوں اور سگوں پر لکھنا مکروہ کہا ہے اس لئے کہ ان کے پاؤں کے نیچے آنے یا اور طرح سے اہانت کا خوف ہے پس مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریقِ اولیٰ مکروہ ہو گا جبکہ یہ صحیح حدیث یا صحیح قول مجتہد سے ثابت بھی نہیں ہے اور سلف کا اس پر کوئی عمل نہیں رہا ہے۔ اور یہ جو بعض کتب میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دینا پس وہ لکھ دی گئی اس کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھ کر اس کا حال پوچھا اس نے کہا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے جب انھوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی انھوں نے کہا تو خدا کے عذاب سے مامون ہوا۔ جانتا چاہئے کہ شرعی احکام کا دار و مدار خواب پر نہیں ہو سکتا اور اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ شاید یہ واقعہ اس طرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بغیر کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھ دی ہو چنانچہ بعض فقہانے تہلانے کے بعد کفن دینے سے پیشتر اس طرح شہادت کی انگلی سے

عہد نامہ کا لکھنا

ان

بغیر سیاہی وغیرہ کے پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا اور چھانی پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ لکھنا بخوبی کیا ہے۔ عہد نامہ جو اوپر درج کیا ہے اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر اس کا جو ثواب اچھے ہوئے عہد ناموں میں لکھا ہے اور سند اور روایت بیان کی گئی ہے غلط اور غیر معتبر ہے۔

(۲۳) قبرستان سے ترگھاس اور روئیدگی کا کاٹنا مکروہ ہے اور اگر خشک ہو تو اس کے کاٹنے میں مضائقہ نہیں اس لئے کہ جب تک وہ تر رہے گی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھے گی پس میت کو اس سے انس رہے گا اور اس کے ذکر سے اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی رہے گی اور اس روئیدگی کے خود رو ہونے اور کسی کی ملکیت نہ ہونے کی صورت میں اس کے کاٹنے سے میت کا حق ضائع کرنا بھی ہے اور ترگھاس وغیرہ کی خصوصیت اس لئے ہے کہ اس کی تسبیح خشک گھاس وغیرہ کے مقابلہ میں اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہے جو خشک کے مقابلہ میں قوی ہے اور اس مسئلہ کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک شاخ کو درمیان سے چیر کر ایک ایک نصف حصہ دو قبروں میں سے ہر ایک پر رکھا تھا جن کو عذاب ہو رہا تھا اور ان دونوں قبر والوں سے عذاب کی تخفیف کی تعلق فرمائی جب تک کہ وہ ہری رہیں گی یعنی بعض علمائے کہا کہ ان کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف رہے گی اور اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتبع کے لئے اس فعل پر قیاس کرتے ہوئے سبز شاخوں کا قبروں پر ڈالنا مستحب جانا ہے اور اکثر جگہ اس کا رواج ہو گیا ہے اور شافعی علمائے بھی اس کی یہ تصریح کی ہے اور یہی اولیٰ ہے بعض صحابہ سے بھی اس فعل کا صدور مروی ہے چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ بریدہ بن الخصیب رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ اور بعض علمائے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہ تخفیف ان دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور آپ کی دعا کی برکت سے حاصل ہوئی ہے پس اوروں کے رکھنے کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا واللہ اعلم (شامی)۔ لیکن آج کل رواج اور تاریخ و طریقہ کا لزوم اور دیگر مفاسد لاحق ہو گئے ہیں اس لئے حتی الامکان اس سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ اگر اس کو مندوب و مستحب بھی مان لیا جائے تب بھی دیگر مفاسد لاحقہ کی وجہ سے اس کا ترک لازمی ہے۔ (مؤلف)

زیارتِ قبور کا بیان

(۱) مومنین کی قبور کی زیارت اور ان کے لئے دعا کرنا مستحب ہے اور حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک تمام امت کا اس پر عمل ہے۔ زیارتِ قبور قبروں کو روندے بغیر کرے۔ زیارتِ قبور سے دل نرم ہوتا ہے موت یاد آتی ہے، دنیا کو فانی جانتا ہے مردوں کے لئے دعا و استغفار ہوتی ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ ہر ہفتے میں ایک دن زیارت کرنا مستحب ہے جمعہ یا ہفتہ یا پیر یا جمعرات کے دن زیارتِ قبور مستحب ہے سب سے افضل جمعہ کا دن اور صبح کا وقت ہے، شب برات میں اور ذی الحجہ کے دس دنوں میں اور عیدین میں اور عشرہ محرم میں بھی قبروں کی زیارت کرنا افضل ہے روایت میں ہے کہ پچھنہ و جمعہ کے دن زیارت کرنے والوں کو مردہ بچاتا ہے۔ نیز روایتوں میں ہے کہ جب کوئی شخص

اپنی جان پہچان والے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس جاتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ اس کو پہچانتا ہے اور صحبت کرتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں اس کو نہیں پہچانتا تھا تو بھی خوش ہوتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی زیارت کو مدینہ منورہ سے جاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی جاتے تھے۔ بعض کے نزدیک عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور جائز ہے اور یہی اصح ہے کیونکہ ان کے لئے اجازت احادیث سے ثابت ہے البتہ مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک حرام ہے۔ ان دونوں قولوں میں یوں موافقت کی گئی ہے کہ اگر عورتیں اس وجہ سے جائیں کہ غم تازہ ہو جائے اور رونا پٹینا کریں خصوصاً اپنے عزیزوں کی قبروں پر تو یہ جانا ہرگز جائز نہیں اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں کو لعنت کرتا ہے تو اس میں وہی عورتیں مراد ہیں جو قبروں پر جا کر رونا پٹینا اور دیگر غیر شرعی امور کریں اور اگر اس وجہ سے جائیں کہ عبرت و ترحم حاصل کریں اور رونا پٹینا نہ کریں اور نیک لوگوں (صلحاء) کی قبروں پر برکت حاصل کرنے کے لئے جائیں اور وہاں پر شرک و بدعات کی رسوم سے بچیں تو اس صورت میں اگر عورتیں بوڑھی ہیں تو مضائقہ نہیں اور اگر جوان ہوں تو ان کے حق میں ایسی زیارت قبور مکروہ و ممنوع ہے جیسا کہ مسجدوں میں نماز یا جماعت کے لئے حاضر ہونے کا حکم ہے۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتیں خواہ بوڑھی ہوں یا جوان اور خواہ نر و گوں کی قبروں پر جائیں یا عوام کی مطلقاً ہر حال میں منع کی جائیں کیونکہ انہوں کی قبروں پر تو وہی رونا پٹینا و جزع فزع وغیرہ کریں گی اور صالحین کی قبروں پر بھی یا حد سے زیادہ تعظیم حتیٰ کہ شرک و بدعات کی رسوم یا بے ادبی کریں گی کیونکہ یہ دونوں باتیں عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں اور ہمارے زمانے میں جہالت اور رسوم بدعات و شرک کا بہت زور ہے اور بہت سے غیر اخلاقی و غیر شرعی امور و مفاسد کا کثرت سے ظہور ہو رہا ہے اس لئے کثرت سے منع کیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانے کے اعتبار سے اس کے حرام ہونے پر فتویٰ ہے۔ اور طحاوی میں ہے کہ قاضی سے عورتوں کو قبرستان کی طرف نکلنے کے جواز کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا جواز و عدم جواز کا سوال نہ کر بلکہ یہ پوچھ کہ اس کو کس قدر لعنت ملے گی۔ اور تو جان لے کہ بیشک جب سے اس نے نکلنے کا ارادہ کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت میں رہے گی اور جب نکلے گی تو ہر طرف سے شیاطین اس کو لپیٹیں گے اور جب قبروں میں آئے گی میت کی روح اس کو لعنت کرے گی اور جب لوٹے گی اللہ کی لعنت میں ہوگی۔

(۲) زیارت قبور کا طریقہ یہ ہے کہ جب زیارت قبور کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی ایک بار اور قل ہو اللہ تین بار پڑھے اور اس کا ثواب میت کو بخشے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو منور کرتا ہے اور اس کو بھی بڑا ثواب ملتا ہے اس کے بعد سیدھا قبرستان چلا جائے جب قبرستان میں داخل ہونے لگے تو جوتا اتار دے اور اندر داخل ہو کر یہ دعا پڑھے: **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارِ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا نَشَاءُ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَتَسْأَلُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ**۔ اور بعض روایتوں میں اہل دار قوم مومنین اور للاحقون کے لفظ سے ہے بعض روایتوں میں دوسرے الفاظ آئے ہیں اور وہ سب درست ہیں جو نئے جا رہے پڑھے مثلاً **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ إِنَّكُمْ سَلَفْنَا وَنَحْنُ بِالْآثَرِ**۔ یا اس طرح کہ **يَرْحَمُ اللَّهُ**

عورتوں کی زیارت قبور کا حکم

الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ اللَّهُمَّ رَبَّ الْأَرْوَاحِ الْقَائِمَةِ وَالْأَجْسَادِ الْيَالِيَةِ وَالْعِظَامِ النَّخْرَةِ
أَدْخِلْ هَذِهِ الْقُبُورَ مِنْكَ رَوْحًا وَرَحْمَةً وَمِنَّا حَيَّةً وَسَلَامًا. اور یہ بھی آیہ ہے: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِنشَاءَ اللَّهِ بِكُمْ لِلْآحِقُونَ نَسَأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ ط

اور جب کسی خاص قبر پر جاتے تو چاہئے کہ جو تانا ر دے اور پائنتی کی طرف سے جا کر میت کے منہ کے سامنے
کھڑا ہو اس طرح کہ زائر کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہوگی پس اس کا منہ میت کی طرف ہوگا سر ہانے سے نہ آئے کیونکہ باعث
تکلیف ہے میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے اور پائنتی سے آنے میں اس کی نگاہ کے سامنے ہوگا
(مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی میں جن آداب کی رعایت کرتا تھا ان کی رعایت کرے) اور یہ حکم اس وقت ہے
جبکہ اس پر عمل ممکن ہو ورنہ جدھر سے بھی آجائے اور جہاں بھی کھڑا ہونے کی جگہ ہو اس پر عمل کرے کوئی مضائقہ نہیں
ہے اور سلام مسنون جو اوپر ذکر ہوا پڑھنے کے بعد جو کچھ توفیق ہو قرآن شریف میں سے پڑھے بہتر یہ ہے کہ قبرستان
کی عام زیارت کے وقت اس میں کسی جگہ کھڑے ہو کر اور جب کسی خاص قبر کے پاس جائے تو وہاں مذکورہ بالا
صورت سے کھڑا ہو کر سورہ فاتحہ (الحمد شریف)، الحمد سے مفلحون تک، آیتہ الکرسی، آمن الرسول تا آخر سورہ بقرہ،
سورہ یس، سورہ الملک (تبارک الذی) اور سورہ الہکم التکاثر، ایک ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص (قل ہوا واحد)
بارہ یا گیارہ یا سات یا تین مرتبہ پڑھے یا ان میں سے جس قدر ہو سکے یا کسی اور جگہ سے جو کچھ قرآن شریف ہو سکے
پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور سورہ یس پڑھے
اللہ تعالیٰ ان مردوں سے اس روز عذاب میں تخفیف فرماتا ہے اور پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں
دیتا ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گیارہ مرتبہ قل ہوا اللہ شریف پڑھے اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے تو
مردوں کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ ثواب پہنچانے کے لئے یوں کہے کہ اے اللہ اس کلام پاک کا ثواب جو میں نے
پڑھا ہے اس مردہ کو یا اس قبرستان کے تمام مؤمنین و مومنات مردوں کی ارواح کو ہدیہ پہنچے عربی میں یوں کہے
اللَّهُمَّ أَوْصِلْ ثَوَابَ مَا قَرَأْنَاكَ إِلَى فُلَانٍ (فلاں کی جگہ اس قبر والے کا نام لے یا الیہم کہے) اکثر بزرگوں
میں یہ طریقہ رائج دیکھا ہے کہ پہلے حضور اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اس کا ثواب ہدیہ بھیجتے ہیں پھر
تمام انبیاء کرام و صحابہ عظام و اولیائے امت و جملہ مؤمنین و مومنات کو بھیجتے ہیں مثلاً یوں کہے: اللَّهُمَّ أَوْصِلْ
وَبَلِّغْ ثَوَابَ مَا قَرَأْنَا وَنُورَ مَا تَلَوْنَا بَعْدَ الْقَبُولِ عَنَّا هَدِيَّةً وَأَصِلْهُ مِنَّا إِلَى طَيِّبِ قُلُوبِنَا وَ
قُرَّةِ أَعْيُنِنَا وَشَفِيعِ ذُنُوبِنَا سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ، ثُمَّ إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ
النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَإِلَى كُلِّ وَصْحَبٍ كُلِّ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ ثُمَّ إِلَى أَرْوَاحِ الْأُمَّةِ الْمُجْتَهِدِينَ وَالْمُقْسِرِينَ وَالْمُحَدِّثِينَ ثُمَّ إِلَى
أَرْوَاحِ السَّادَاتِ الصُّوفِيَةِ الْمُحَقِّقِينَ خُصُوصًا إِلَى سَادَاتِ الْقَادِرِيَّةِ وَالنَّقْشَبَنْدِيَّةِ وَالْمُجَدِّدِيَّةِ
وَالْحَشَنِيَّةِ وَالشَّهْرُورِيَّةِ وَالشَّاذِلِيَّةِ وَالْكَبْرُوْتِيَّةِ وَالْمَدَارِيَّةِ بِتَفَاصِيلِ سَلْسَلَةِ الشَّرِيفَةِ

مَنْ سَيِّدِنَا ابْنِ بَكْرَةَ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ وَسَيِّدِنَا عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ وَ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى رُوحِ شَيْخِنَا وَمُرْشِدِنَا وَمَوْلَانَا رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ ثُمَّ إِلَى آرِوَاحِ آبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا
 وَأَجْدَادِنَا وَجَدَّاتِنَا وَأَخْوَانِنَا وَأَخَوَاتِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا مِنَ الْحَاضِرِينَ وَالْغَائِبِينَ كَافَّةً
 وَعَامَّةً رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ
 یا مختصر یوں کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ جَعَلْتُ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُ مِنْ کَلَامِکَ کَاھِلِ الْمُقَابِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
 وَ الْمُؤْمِنَاتِ بِاِکْسِیْ اَوْ بِالْفَاظِ سَہْمِیْ اَدُلُّ فِی نِیَّتِیْ اَنْ اَلْفَاظِ کِیْ یَابُنْدِیْ اَوْ اَسْمِیْ بِہِیْ کِیْ خَاصِ الْفَاظِ کِیْ یَابُنْدِیْ
 ضروری نہیں۔

(۳) میت کو کسی عبادت کا ثواب پہنچنے یا نہ پہنچنے کے بارے میں تین مذہب ہیں ایک معتزلہ کا کہ وہ کسی عبادت
 کا ثواب میت کو پہنچنے کے قائل نہیں دوسرے شافعیہ و مالکیہ کہ وہ عبادت مالی کا ثواب پہنچنے کے قائل ہیں اور عبادت
 بدنی کا ثواب پہنچنے کا انکار کرتے ہیں جس میں نماز روزہ تلاوت وغیرہ سب داخل ہیں تیسرا احناف کا کہ ان کے نزدیک
 نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر قسم کی مالی و بدنی عبادت اور ہر نیک عمل خواہ فرض ہو یا نقل سب کا ثواب مردوں کو
 پہنچ سکتا ہے اور بعض کے نزدیک فرض و واجبات کا ثواب نہیں پہنچتا۔ اسی طرح زندوں کو ثواب پہنچنے کے
 بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عبادت بدنیہ و مالیہ کا ثواب باوجود اس کے کہ وہ خود بھی اس کے
 کرنے پر قادر ہے پہنچتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں پہنچتا اس لئے کہ وہ بوجہ خود عمل کر سکنے کے اس کا محتاج نہیں ہے
 اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس عمل کے کرتے وقت اس کی طرف سے نیت کرنا شرط ہے یا نہیں بعض نے
 کہا کہ یہ نیت شرط نہیں بلکہ ثواب فاعل کو ہوگا وہ اس ثواب کو تبرعاً ہدیہ کر سکتا ہے جیسا کہ کوئی اپنے مال سے زندہ کو
 ہدیہ کر سکتا ہے اور بعض نے کہا یہ نیت شرط ہے اس لئے کہ اس کی طرف سے نیت نہ کرنے کی صورت میں جب وہ عمل
 اس عامل کی طرف سے ہو گیا تو اس کا دوسرے کو منتقل کرنا قبول نہیں ہوگا اور یہی ادلی ہے اور اس پہلے قول کی بنا پر
 فرض و واجبات کا ہدیہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس قول میں اس سے عامل اپنے لئے قربت کی نیت کرتا ہے اور دوسرے
 قول کی بنا پر صحیح ہے اور اس کے فاعل کی طرف سے بھی ادا ہو جائے گا لیکن دوسرے کی طرف سے فرضی و واجب کی
 جگہ کفایت نہیں کرے گا اور وہ فرض و واجب اس میت کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔

اس بارے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے کہ جتنے مردوں کو وہ ثواب بخشا گیا ہے آیا وہ تقسیم ہو کر ان کو ملتا ہے یا
 ہر ایک کو اس عمل کا ثواب پورا پورا ملتا ہے اور کسی کے لئے بھی اس میں کمی نہیں ہوتی بعض کے نزدیک تقسیم ہو کر پہنچتا ہے
 اور یہ قیاس کے زیادہ نزدیک و قواعد شرعیہ کے موافق ہے اور اس کو اصل مذہب کہا گیا ہے اور بعض کے نزدیک سب
 اس عمل کا پورا پورا ثواب ملتا ہے اور کسی کے لئے اس میں کمی نہیں ہوتی اس میں وسعت زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی
 رحمت بہت وسیع ہے اور اکثر علما اسی طرف گئے ہیں روایات میں بھی بعض احتمالات اس کی تائید کرتے ہیں۔
 اس بارے میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں جس قدر حق تعالیٰ کو منظور ہے ثواب پہنچ جائیگا صحیح کہ خواجہ خود

روٹی بندہ پروری داندہ ہمیں اپنا کام کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ کے کام میں بخت کرنے سے بچنا چاہئے۔
 کار خود کن کار بیگانہ کن۔ بعض اجراء خلاص نیت کے سبب سے کثیر ہو جاتا ہے اگرچہ عمل قلیل ہو۔ ایصالِ ثواب
 مشترک یا الگ الگ ہر طرح جائز ہے جس طرح طبیعت مانے کر لینا چاہئے اور ثواب دینے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے
 سپرد کر دینا چاہئے اور یہ بھی جانا چاہئے کہ ثواب بخشنے والے کے ثواب میں اس سے کوئی کمی نہیں آتی نصوص میں اس کا ذکر
 وارد ہے بلکہ امید ہے کہ اس ثواب پہنچانے والے کو ان سب اموات کے مجموعے کی برابر جن کو ثواب بخشا ہے مزید ثواب
 مثلاً کوئی نیک کام کیا جس کا ثواب دس ملے گا اس نے دس مردوں کو پہنچایا تو وسعت والے قول کے بموجب ہر ایک
 مردے کو دس دس ملیں گے اور بخشنے والے کو ایک سو دس ملیں گے اور ہزار کو پہنچایا تو پہنچانے والے کو دس ہزار دس دس ملیں گے
 نابالغ لڑکے نے کچھ پڑھ کر یا کوئی نیک عمل کر کے اس کا ثواب مردہ کو پہنچایا تو انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔ بعض علما کے
 نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرأت وغیرہ کا ثواب ہدیہ کرنا تحصیل حاصل و بے فائدہ ہے کیونکہ تمام امت کے
 عمل آپ کی میزان میں ہوں گے لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز و درست ہے اور کثرت سے روایات اس کی مؤید ہیں اور اس کیلئے
 کوئی مانع شرعی نہیں ہے اس کے متعلق و دیگر مسائل مذکورہ زیارت قبور کے متعلق دلائل ووضاحت کتب فن سے معلوم
 کریں اور علمائے حق سے استصواب کریں۔

(۴) قبر کو بوسہ دینا بعض علمائے جائز کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ منع و حرام ہے۔ قبر کی طرف جھکے بھی نہیں اور منہ پر خاک
 نہ ملے کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ قبر کا طواف اگرچہ تعظیمی ہو منع ہے۔ اگر کوئی شخص غلبہ محبت و حال میں حصول برکت
 کیلئے قبر کے گرد پھرا اور طواف شرعی کی صورت نہیں ہے تو اس کے حق میں جائز ہے وہ معذور ہے مگر عوام اس سے منع کئے
 جائیں گے بلکہ عوام کے سامنے اس شخص کو آنا اور ایسا کرنا نہیں چاہئے کہ وہ غلط مطلب سمجھ کر عمل شروع کر دیں گے یا ناواقف
 لوگ اس کو ہدفِ طعن بنائیں گے۔

(۵) قبر پر پھول چڑھانا یا چادر (غلاف) چڑھانا وغیرہ امور منع و بدعت ہیں اور دیگر رسوم جاہلیت کرنا بدعت ہے
 ان سب سے پرہیز لازمی ہے۔ ان کی تفصیل انشاء اللہ بدعات کے بیان میں آئے گی۔ قبر پر خوشبو اور تر روئیدگی کے خیال سے
 پھول یا شاخ پائے وغیرہ ڈالنے میں حرج نہیں ہے اسی طرح جنازہ پر خوشبو و تاڑگی کے خیال سے پھول رکھنے میں مضائقہ نہیں
 لیکن کسی رسم و رواج و عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے نہ ہو چونکہ آج کل جہالت کا غلبہ ہے اسلئے اس سے بھی پرہیز ضروری ہے۔

(۶) زیارت قبور کے لئے سفر کر کے جانا جیسا کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کیلئے جانا عام مسلمانوں کی عادت ہے اس میں
 فقہاء کا اختلاف ہے بعض ائمہ شافعیہ نے اس حدیث سے استدلال کر کے منع کیا ہے جس میں تین مساجد کے علاوہ سواری
 تیار کر کے سفر کرنا منع ہے بعض نے اس کو مساجد کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور باقی مساجد میں ثواب برابر ہونے کی وجہ سے
 ان کی طرف سفر کرنے کو بے فائدہ ہونے کی وجہ سے منع کیا ہے البتہ مزارات اولیاء پر سفر کر کے جانے کو اس سے مستثنیٰ اور قیاس
 مع القارق قرار دیا ہے اس لئے کہ اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب مراتب میں متفاوت ہیں اور زائرین کو ان کے
 حسب معارف و اسرار نفع ہوتا ہے اس میں کوئی مانع شرعی نہیں ہے بلکہ مندوب قرار دیا ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے

اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اس کو ان منکرات و مفسدات کی وجہ سے بھی ترک نہ کرے جو وہاں پائی جاتی ہیں مثلاً آدمیوں اور عورتوں کا اختلاط وغیرہ اس وجہ سے زیارت قبور کو ترک کرنا بڑی غلطی ہے چاہئے کہ قبر کی زیارت کرتے رہیں اور برائیوں کے روکنے اور بند کرنے کی کوشش کریں کیونکہ قربات اس قسم کی باتوں سے ترک نہیں کی جائیں بلکہ ان کا کرنا اور بدعات کا انکار اور ان کا ازالہ کرنا چاہئے جبکہ ممکن ہو۔ اور ان کے اس قول کی تائید اس حکم سے بھی ہوتی ہے جس میں جنازہ کے ساتھ چلنے کو ترک نہ کرنے کا حکم ہے جبکہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتیں بھی ہوں پس زیارت قبور کیلئے سفر کرنے کے مسئلہ میں جمع کرنا نہیں چاہئے اور نہ جانے والوں پر اصرار نہ کیا جائے اور جانے والوں کو منع نہ کیا جائے اور خود بھی احتیاط کرنی چاہئے اور جائے تو ہر قسم کے شرعی منکرات سے بچنا ہے اور دوسروں کو بھی ان منکرات سے منع کرنا ہے بلکہ ایسے موقع پر جانے سے پرہیز کرنا بہتر ہے جیسا کہ عرس مروجہ وغیرہ میں آجکل بہت سے مفسد و غیر شرعی امور کا غلبہ ہوتا ہے اور غلبہ فساد کے وقت عوام کی اصلاح کی بھی کوئی سبیل نہیں ہوتی اس لئے خود اس کے بھی اس میں ملوث ہونے کا خطرہ ہے اور اگر وہ عالم ہے تو اس کو دیکھ کر عام لوگ دلیل پکڑیں گے۔ البتہ عرس وغیرہ اجتماع کے دنوں سے الگ دنوں میں احتیاط کے ساتھ جانے میں مضائقہ نہیں ہے اور صاحب قبر کے پاس قریب و دور حسب مراتب بیٹھے جیسا کہ زندگی میں اس کے پاس بیٹھتا۔ اور اگر بزرگوں سے نسبت حاصل ہے تو اخذ فیض و مراقبہ کرنا بھی جائز ہے۔

(فائدہ ۸) امام نوویؒ نے کہا کہ زیارت قبور کی کئی قسمیں ہیں (۱) فقط موت اور آخرت کے یاد کرنے کے واسطے، اس کیلئے قبروں کا دیکھنا کافی ہے خواہ مردوں کو پہچانے یا نہ پہچانے۔ (۲) دعا وغیرہ کیلئے، پس یہ مسلمان کے لئے مسنون ہے۔ (۳) برکت حاصل کرنے کیلئے، پس یہ اچھے لوگوں کی قبروں کی زیارت ہے اس لئے کہ ان کے لئے برزخ میں ان گنت برکات و تصرفات ہیں۔ (۴) دوستی اور قرابت کا حق ادا کرنے کیلئے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے جو کوئی زیارت کرے ماں باپ کی یا ان میں سے ایک کی جمعہ کے دن توجح کے ماتم ہوتی ہے۔ (۵) مہربانی اور انسیت کیلئے ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے جو کوئی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے اور اس پر سلام کرتا ہے تو وہ اسکو سچا پتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (۶) یہ جو مشہور ہے کہ رخصت جمعہ کی رات کو گھروں پر آتی ہیں اور اس کیلئے حدیث بیان کی جاتی ہے یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح مان لیا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ آنا ثابت ہو گا نہ کہ ہمیشہ التزام کے ساتھ آنا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تعزیت کا بیان

(۱) تعزیت کا مطلب ہے اہل میت کو نسلی دنیا اور صبر میں رغبت دلانا اور ان کے لئے صبر کی اور میت کے لئے بخشش کی دعا کرنا۔ (۲) صاحب مصیبت و اہل میت کی تعزیت کرنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں تعزیت کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو کرامت کا لباس پہنائیگا۔ (ابن ماجہ)۔ دوسری حدیث میں ہے جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اس کو اسی کے مثل ثواب ملے گا (ترمذی و ابن ماجہ)۔

محلہ والوں اور قرابت داروں اور دوست آشنا کو تعزیت و غمخواری کیلئے جانا باعثِ ثواب ہے۔ (۳) تعزیت کا وقت موت کے وقت سے تین دن تک ہے اور اس کے بعد مکروہ ہے کیونکہ ان کا غم تازہ ہوگا اور یہ کراہت تنزیہی ہے لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا جس کو تعزیت کی جائے غائب ہو یا کسی دوسرے شہر میں رہتا ہو یا وہاں اس شہر میں موجود ہو لیکن اس کو اس کا علم نہ ہو تو تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنے میں مضائقہ و کراہت نہیں ہے پس وہ جب بھی ملے تعزیت کرے۔ (۴) دفن سے پہلے بھی تعزیت جائز ہے مگر اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو اس لئے کہ اہل میت دفن سے قبل میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوں گے اور یہ وجہ بھی ہے کہ دفن کے بعد اس کی جدائی کا صدمہ اور وحشت زیادہ ہوتی ہے پس یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اہل مصیبت دفن سے پہلے اس صدمہ سے بیقرار نہ ہوں اور شدید حزن و فزع نہ کرتے ہوں اور اگر ایسی حالت ہو تو دفن سے پہلے تعزیت کریں تاکہ ان کو تسکین حاصل ہو۔

(۵) جب اہل میت کو ایک دفعہ تعزیت کر دی تو دوبارہ اس کی تعزیت نہیں کرنی چاہئے یعنی ایسا کرنا مکروہ ہے اسی طرح قبر کے نزدیک تعزیت کرنا مکروہ اور بدعت و سنت متواترہ کے خلاف ہے کیونکہ وہاں میت کے لئے قراءتِ قرآن اور دعائے ثابت قدمی مطلوب ہے نہ کہ تعزیت۔ (۶) مستحب یہ ہے کہ عام تعزیت کرے یعنی میت کے سب اقارب کو تعزیت کرے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے اور مرد ہوں یا عورت، لیکن اگر عورت جوان ہو تو اس کو صرف اس کے محرم لوگ ہی تعزیت کریں۔ (۷) مستحب ہے کہ جس کو تعزیت کرے اس کو یوں کہے: **غَفَرَ اللهُ تَعَالَى لِمِيتِكَ وَتَجَاوَزَ عَنْهُ وَتَعَمَّدَكَ بِرَحْمَتِهِ وَرَزَقَكَ الصَّبْرَ عَلَى مُصِيبَتِهِ وَأَجْرَكَ عَلَى مَوْتِهِ تَرْجُمَةً اِشْرَافًا** تیری میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو معاف فرمائے اور اس کو اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپے اور تجھ کو اس کی مصیبت پر صبر عطا کرے اور تجھ کو اس کی موت پر ثواب عطا فرمائے۔ پس اگر عربی میں یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں ان الفاظ کو یا اس قسم کے الفاظ کہہ سکتا ہے۔ (مؤلف) سب سے بہتر وہ الفاظ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیت کے وقت کہے ہیں اور وہ یہ ہیں: **اِنَّكَ يٰلَهٗ مَا آخَذَ وَاٰتٰكَ مَا اَعْطٰ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَكَ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى** (بیشک خدا ہی کا ہے جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا اور اس کو نزدیک ہر چیز ایک معیار کے ساتھ ہے) یا یوں کہے: **اَعْظَمَ اللهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ اللهُ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمِيتِكَ اِشْرَافًا** تیری میت کی مغفرت فرمائے۔ اور یہ جملہ و غفر لِمِيتِكَ اس وقت کہے جبکہ میت مکلف ہو ورنہ غیر مکلف میت کے لئے اس کی ضرورت نہیں۔ اگر کافر کی تعزیت کسی مسلمان کو دیوے تو یوں کہے: **اَعْظَمَ اللهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ اللهُ عَزَاءَكَ** یا یوں کہے: **اَعْظَمَ اللهُ اَجْرَكَ وَصَدْرَكَ**۔ اگر مسلمان کی تعزیت کسی کافر کو دیوے تو یوں کہے: **اَحْسَنَ اللهُ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمِيتِكَ** یا یوں کہے: **غَفَرَ اللهُ لِمِيتِكَ وَاَحْسَنَ اللهُ عَزَاءَكَ** اور یہ نہ کہے **اَعْظَمَ اللهُ اَجْرَكَ**۔ اور اگر کافر کی تعزیت کافر کو دیوے تو یوں کہے: **اَخْلَفَ اللهُ عَلَيْكَ وَلاَ تَقْصُ عَدَدَكَ** (اللہ تجھ کو بدلہ دے اور تیرے لوگ نہ کرے)۔ (۸) مضائقہ نہیں ہے کہ اہل مصیبت اپنے گھر میں یا مسجد میں تین دن تک غمخواری و تعزیت کے لئے بیٹھنے کا انتظام کریں اور لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے آتے رہیں اس میں کوئی گناہ نہیں لیکن خلافِ اولیٰ ہے پس مصیبت

میں تین دن تک بیٹھنا جائز و رخصت ہے اور اس کا چھوڑنا احسن و اولیٰ ہے۔ بعض کے نزدیک مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے اور مسجد میں بیٹھ کر قرآن پاک کی قراءت کرنا اور اس سے فارغ ہو کر ولی میت کا کھڑا ہونا اور لوگوں کا اس کو تعزیت کرنا جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے اس سے بھی مسجد میں بیٹھنے کی کراہت دور نہیں ہوتی کیونکہ یہ بیٹھنا تعزیت کیلئے ہے قراءت قرآن کیلئے نہیں۔ خاص طور پر جبکہ یہ اجتماع اور بیٹھنا قبرستان میں پرانی قبروں پر ہو اور بھی زیادہ مکروہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی بدعات سے بچائے۔ گھر کے دروازے پر تعزیت کے لئے بیٹھنا جبکہ فرش بچھانا اور دیگر آرائش نہ ہو تو مکروہ ہے اور عمل اہل جاہلیت سے ہے اگر فرش بچھانا اور دیگر آرائش ہو تو ناجائز ہے۔ عجم کے شہروں میں جو رسم ہے کہ فرش بچھاتے ہیں اور راستوں پر کھڑے رہتے ہیں یہ بہت ہی بُری رسم ہے۔ میت کے دفن سے پہلے یا دفن کے بعد اسی وقت میت کے مکان پر جمع ہونا اور اس کو رسم و عادت کے طور پر کرنا مکروہ ہے بلکہ جب دفن سے فارغ ہو کر لوٹیں تو سب لوگ الگ ہو جائیں اور اپنے کاروبار میں مشغول ہو جائیں اور میت کے گھر کے لوگ بھی اپنے اپنے کاموں میں لگ جائیں اتفاقاً کوئی لوگ آجائیں تو مضائقہ نہیں۔

(۹) مستحب ہے کہ میت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار میت کے گھر والوں کے لئے اُس دن اور رات کے لئے کھانا تیار کر کے لائیں اور سنت ہے کہ اصرار کر کے کھلائیں یعنی کھانے کیلئے بہت کہے۔ اس لئے کہ جیا و غم و حزن ان کو کھانے سے روکے گا جس کی وجہ سے وہ کمزور و ضعیف ہو جائیں گے صرف پہلے دن ایک دن و رات کا کھانا بھیجا ثابت ہے اس کے بعد مکروہ ہے بعض کے نزدیک تین دن تک بھیجا بلا کراہت جائز ہے کہ یہ تین دن تعزیت کے ہیں۔ کھانا صرف میت کے گھر والے کھائیں اور اس قدر ہو کہ پیٹ بھر کر کھائیں اور انہی کے لائق بھیجا جائے اس کھانے کو اہل مصیبت کے علاوہ اوروں کے کھانے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک اوروں کو وہ کھانا منع ہے اور بعض کے نزدیک اس کیلئے جو میت کی تجہیز و تکفین میں ان کے ساتھ مشغول ہو وہ کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تعزیت کیلئے اکثر رشتہ دار عورتیں جمع ہو جاتی ہیں اور روتی پٹی و توجہ کرتی ہیں انھیں یہ کھانا نہ دیا جائے کہ ان کے لئے کھانا بھیجا سخت حرام ہے اس لئے کہ یہ گناہ پروردگارنا ہے۔ اور اہل میت کے کھانے سے دعوت لینا مکروہ ہے اس لئے کہ خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور یہ بہت بُری بدعت ہے۔ اگر میت کے سب و رثاء خوشی سے یا وراثت کی تقسیم کے بعد کوئی وارث اپنے حصہ فقرا کو کھلائے تو جائز و بہتر ہے، مستحب ہے کہ میت کی طرف سے مرنے کے بعد سے سات دن تک اللہ کے راستے میں کچھ دیا جائے۔ یہ جو دستور ہے کہ میت کے گھر والے پہلے دن اور دوسرے دن اور تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا پکا کر لوگوں کو جمع کرنے اور کھلانے ہیں مکروہ اور بدعت قبیحہ ہے۔ (اسی سے تیجہ، رسواں اور چہلم وغیرہ کا حکم معلوم ہو گیا اور جبکہ آج کل اسمیں بہت سے مفاسد اور غیر شرعی امور داخل ہو گئے ہیں اور یہ سب کچھ ریا و سمعہ (دکھلانے و سنانے) کے لئے کیا جاتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مطلوب نہیں ہوتی بالکل ناجائز و ممنوع ہے۔ نیز تیجہ وغیرہ کا کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے اور بعض وقت وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہوتے ہیں یا بعض وارث موجود نہیں ہوتے اور ان کی رضامندی ان میں شامل

نہیں ہوتی پس یہ ناجائز اور سخت حرام ہے اگر سب وراثت بالغ ہوں اور موجود ہوں اور صب کی اجازت اس میں شامل ہو یا بالغ غیر موجود نے بھی رضامندی دیدی ہو یا حاضر بالغ اپنے حصہ میں سے کرے اور دیگر امور سے بھی جو شرع کے خلاف ہیں بچے یعنی زیادہ سمعہ وغیر شرعی اجتماع و افعال سرور اور دن و طعام وغیرہ کی بلا وجہ پابندی وغیرہ سے اجتناب کرے تو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب چاہے کھانا پکوا کر غریبوں اور محتاجوں کو کھلائے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے، نابالغ وراثت کی اجازت کا اعتبار نہیں اس کی اجازت کے بعد بھی ناجائز و حرام ہے۔ (ان مسائل کی تفصیل مسائل شرک و بدعت و اصلاح رسوم کے بیان میں کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں)۔

(۱۰) بلند آواز سے نوحہ کرنا یعنی میت کے اوصاف بیان کر کے بلند آواز سے رونا جس کو بین (بیابان) کرنا بھی کہتے ہیں بالاجماع ناجائز و حرام ہے اسی طرح وادیلہ، واحترنا وغیرہ کہہ کر جلانا حرام و ممنوع ہے۔ رقت قلب کے ساتھ رونے میں مضائقہ نہیں۔ مردوں کے واسطے تعزیت کی وجہ سے سیاہ لباس پہننا اور کپڑے پھاڑنا مکروہ ہے۔ عورتوں کو سیاہ کپڑے پہننے میں مضائقہ نہیں لیکن رخساروں اور ہاتھوں کو سیاہ کرنا اور گریبان پھاڑنا منہ زچا بال اکھاڑنا سر پر چاک ڈالنا رانیں پٹینا قبروں پر آگ جلانا جاہلیت کی رسموں میں سے ہے اور باطل و فسق و حرام و ممنوع ہے۔ تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں مگر عورت شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے (اس کی تفصیل عدت و فوات میں آئیگی انشاء اللہ)۔ (عشرہ محرم وغیرہ میں گھر گھر اور گلی کوچہ و بازاروں میں نوحہ و ماتم کرنا فقہائے کرام کے قول کے بموجب بہت ہی بری بدعت ہے اور اس سے بھی بڑھ کر بڑی بدعت یہ ہے کہ اہل بیت طاہرات و ذریات طہیات نبی کریم علیہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام سے بازار مختلف اقوام اہل کفر و شرک کے سامنے لینا حالانکہ ان کو اپنی ماں بہنوں کے نام سے عام لینے سے عار ہے اور اسی طرح ان کی طرف سے جھوٹے بیان کرنا جس سے بزرع فزع کا عجب ان حضرات کے متعلق بر بلا ظاہر ہوتا ہے اور اس پر غیر قومیں سنستی ہیں یہ سب بدترین بدعات ہیں اور ان سے اہل بیت عظام و شہدائے کرام کی علی الاعلان توجیہ ہے۔ تمام مسلمانوں کو ان تمام واہیات و لغویات اثیمات سے پرہیز نہایت ضروری ہے۔ نوحہ کرنے والے مرد و عورت پر حدیثوں میں سخت و عیدیں وارد ہیں۔ جس مسلمان مرد یا عورت پر کوئی مصیبت آئے پھر اس کو یاد کرے اگر چہ مصیبت کو ہونے بہت زیادہ ہو گیا ہو پس وہ کہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ ونب بھی اللہ تعالیٰ اس پر نیا ثواب عطا فرماتا ہے اور ویسا ہی ثواب دیتا ہے جیسا کہ اس دن جبکہ مصیبت پہنچی تھی انا للہ الخ کہنے اور صبر کرنے پر ملتا ہے (الحديث احمد و بیہقی از حسین بن علی رضی اللہ عنہما) جب کسی کو کوئی مصیبت یا نقصان پہنچے خواہ کیسی ہی ادنیٰ سی ہو مثلاً جوتے کا تسمہ ٹوٹنا وغیرہ تب بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے۔

موتی و قبور کے متعلق متفرق مسائل

(۱) سب لوگوں میں بہتر شخص وہ ہے جس کی عمر دراز ہو اور نیک عمل کرے اور سب لوگوں میں بدتر وہ شخص ہے جس کی عمر زیادہ ہو اور بُرا عمل کرے۔ جب مومن مر جاتا ہے اور جنت میں اپنا مرتبہ دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے تمنا کرتا ہے کہ مجھ کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دے تاکہ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھوں یعنی اوزیگی و عبادت کروں۔

(۲) اگر کسی پر مصیبت پڑے تو موت کی تمنا ہرگز نہ کرے اور اگر مجبوری ہو تو اس طرح کہے: **اللَّهُمَّ اَحْيِنِي مَا كَانَتْ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفِّئِيْ اِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ** (اے اللہ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہے تو زندہ رکھ اور جب مرنا میرے حق میں بہتر ہو تو موت دے۔)

(۳) جب دین بگڑنے کا اندیشہ ہو اور فتنہ و فساد کا دور دورہ ہو تو موت کی دعا و تمنا جائز ہے اسی طرح آخرت کے شوق کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا جائز ہے کسی دنیوی تکلیف سے گھبرا کر تمنا نہ کرے کہ یہ عدم رضا بالقضا اور بے صبری کی علامت ہے۔

(۴) حیات کو موت پر فضیلت عارضی سبب یعنی عمل صالح کے سبب سے ہے اور موت کو حیات پر فضیلت اصلی اور دائمی ہے پس مومن کے لئے موت کے وقت اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی راحت و خوشی کی چیز نہیں یعنی مومن کو موت کے وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوتا ہے جس سے موت کی سختی بالکل محسوس نہیں ہوتی اور بہت خوشی سے جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ (۵) موت کو یاد کرنا اور اس کیلئے مستعد رہنا چاہئے۔ علمائے فرمایا کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ تین کرامتیں دیگا اول توبہ کی توفیق، دوم دل کی قناعت سوم عبادت میں اطمینان و دلجمعی، اور جو موت کو بھول جائے گا تین بلائیں اس پر نازل ہوں گی۔ اول توبہ کی توفیق نہیں ہوگی۔ دوم تھوڑی چیز اس کو قناعت نہیں کرے گی۔ سوم عبادت میں سستی کرے گا۔

(۶) موت سے طبعی گرانی تو سب کو ہوتی ہے البتہ عقلی گرانی نہ ہونی چاہئے۔ عقلی گرانی کا علاج نیک عملوں کی پابندی اور برے کاموں سے بچنا ہے اور یہ موت کو یاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (۷) اپنے گناہوں سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ سے حسن ظن یعنی اچھی امید رکھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اعمالِ صالحہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور جس نے بغیر اعمالِ صالحہ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھا یہ دھوکا ہے۔

(۸) علمائے فرمایا بڑا خاتمہ ہونے کے چار اسباب ہیں: اول نماز میں سستی کرنا، دوم شراب پینا، سوم ماں باپ کی نافرمانی کرنا، چہارم مسلمان کو تکلیف دینا۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اپنے موجودہ ایمان پر برابر شکر کرتے رہنا اور نماز کا پابند رہنا ان دونوں عملوں کو خاتمہ باخیر ہونے میں خاص دخل ہے۔ (۹) علمائے فرمایا کہ جو شخص سواک زیادہ کریگا اس کی روح آسانی سے نکلے گی اور جو شخص مرتے سے پہلے نیک عمل کریگا اس کی روح بھی آسانی سے نکلے گی۔

(۱۰) مرتے وقت روح کی شدت سے یا سہولت سے نکلنے کے بارے میں مومن و کافر کے متعلق جو روایات

آئی ہیں ان سے بظاہر بعض مومن کی روح کا بھی شدت سے نکلنا معلوم ہوتا ہے اور بعض کافر کی روح کا سہولت سے نکلنا معلوم ہوتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کو حسباً شدت اور روحاً سہولت ہوتی ہے اور کافر کو حسباً سہولت اور روحاً شدت ہوتی ہے اور مومن کو جو شدت ہوتی ہے تو وہ روح نکلنے سے پہلے ہوتی ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو کر پاک صاف اس دنیا سے رخصت ہو اور عذاب قبر وغیرہ سے نجات پائے اور روح نکلنے وقت سہولت ہو جاتی ہے بر خلاف اس کے کافر کی روح ہر حال میں سختی سے نکلتی ہے اچانک موت میں نیک لوگوں کیلئے بہتری اور بد لوگوں کے لئے خرابی ہے۔ واللہ اعلم۔ نیک لوگوں کے ساتھ ملک الموت نہایت کریمانہ برتاؤ کرتے ہیں اور اچھی صورتوں میں ان کے پاس تشریف لاتے ہیں جس کی بنا پر بجائے اس کے کہ ان کو خوف لاحق ہو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے یہ برتاؤ ہر مسلمان کے ساتھ ہوتا ہے کفار کے ساتھ اس کے برعکس برتاؤ ہوتا ہے۔

(۱۱) جب کوئی مرتا ہے اور اس کی روح دوسرے عالم میں چلتی ہے تو وہاں کی ارواح اس سے ملاقات کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور دنیا کے ملاقاتیوں کے حالات پوچھتی ہیں یہاں تک کہ اگر گھر کی ٹیٹی بھی تو اس کا بھی حال پوچھتی ہیں۔ (۱۲) مردہ اپنے غسل دینے والے اور کفن پہنانے والے کو پہچانتا ہے اور جنازہ لیجاتے وقت جو کچھ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے اس کو سنتا ہے اور فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ (۱۳) مومن کے مرنے پر زمین و آسمان روتے ہیں کافر کے مرنے پر نہیں روتے قال اللہ تعالیٰ: فَمَا تَكْتُ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَاللَّيْلَةُ۔

(۱۴) جس زمین سے آدمی پیدا کیا گیا اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ (۱۵) مردوں کو بھی نیک ہمسایہ سے نفع پہنچتا ہے اور اس کی سفارش سے اس کے ہمسایہ مردوں کی بخشش بھی ہوتی ہے اور بڑے ہمسایہ سے مردوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ (۱۶) جب لوگ میت کو دفن کر کے لوٹتے ہیں تو ایک فرشتہ جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے ایک مٹی لیکر ان کی طرف پھینکتا ہے اور کہتا ہے تم لوگ اپنی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی میت کو بھول جاؤ۔ یہ لوگ میت کو بھول جاتے ہیں اور اپنے دنیاوی کام میں لگ جاتے ہیں گویا کہ میت ان میں سے نہ تھی اور نہ یہ لوگ میت کے تھے۔

(۱۷) علما لکھتے ہیں کہ ضغط قبر سے کوئی نیک بخت نجات نہیں پاسکتا فرق اتنا ہے کہ کافر کو ہمیشہ ضغط قبر ہے گا اور مومن کو جب قبر میں جائیگا تو کچھ عرصہ تک ہو کر پھر قبر کشادہ ہو جائے گی۔ جو مومن اللہ تعالیٰ کا تابعدار ہے اس کو عذاب قبر نہ ہوگا اس کی بجائے ضغط قبر ہوگا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھائیں اور اس کا پورا شکر نہیں ادا کیا حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ ضغط قبر کا سبب یہ ہے کہ ہر آدمی اگرچہ وہ بڑا نیک ہو مگر گناہ اس سے ضرور ہوا ہے ضغط سے گناہ کا بدلہ ہو جاتا ہے اس کے بعد اللہ کی رحمت اس پر نازل ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے قبر میں منکر نکیر کا سوال نہیں ہوگا اور نہ ان کو ضغط قبر ہوگا اس واسطے کہ وہ سب گناہوں سے پاک و معصوم ہیں۔ جو آدمی مرکزین کے اوپر رہ جاتا ہے اور دفن نہیں کیا جاتا یا ہاشک کہ اس کو جانور کھا جاتے ہیں یا گل مٹ جاتا ہے یا جس کو پھانسی اور سولی دیکر کٹنے دن لٹکا رکھا جاتا ہے ان سب کو ضغط قبر اس طرح ہوتا ہے کہ بجائے زمین کے ہو اس کو ایسا سخت دباتی ہے کہ ہڈی پسلی ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو انسان کی نظر سے چھپا لیا ہے جس طرح فرشتوں اور شیطانوں کو ہماری نظر سے

چھپا رکھا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصل میں قبر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد روح رہے گی وہاں اس روح کو قبر کی تنگی یا کشادگی ہوگی اور زمین کے گڑھے کو مجازاً قبر کہتے ہیں اس کی تفصیل عقائد کے بیان میں درج ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۸) علمائے فرمایا کہ جو شخص گناہ کریگا وہ دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوگا مگر دس چیزیں ہیں کسان کے سبب سے دوزخ کا عذاب معاف کیا جاتا ہے اول صدق دل سے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے۔ دوم گناہوں سے استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو بخشدے۔ سوم گناہ کرنے کے بعد نیکی کرے توبہ نیکی اس گناہ کو مٹا دیتی ہے۔ چہاں دنیا میں مصیبت اور بیماری میں مبتلا کیا جائے اور یہ مصیبتیں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں۔ پنجم ضغطہ قبر میں مبتلا کیا جائے اور اور قبر میں سختی کی جائے تاکہ گناہوں کا کفارہ عالم برزخ میں ہو اور آخرت میں نجات پائے ہشتم مسلمان بھائی اس کے حق میں دعائے خیر کریں اور اس کے گناہوں کی مغفرت اللہ تعالیٰ سے طلب کریں۔ ہفتم گھر والے یا اولاد یا دوست یا مومنین نیک کام کر کے اس کا ثواب بخشیں۔ ہشتم قیامت کے میدان میں جبکہ بچا اس ہزار برس کا وہ ایک دن ہوگا اس کے خوف و دہشت سے گناہ مٹ جائیں۔ نہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کو نصیب ہو۔ دہم اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو بخشدے۔ روایت ہے کہ جو شخص اپنی بیماری میں سورہ قل ہو اللہ احد پڑھا کرے گا اور اس بیماری میں مرے گا تو عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اس کو ضغطہ قبر نہ ہوگا اور قیامت کے دن بلا لگے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس کو پل صراط سے پار کر کے جنت کے دروازہ تک پہنچا دیں گے۔

(۱۹) حضرت سفیان ثوری نے فرمایا جو آدمی قبر کی یاد زیادہ کرے گا اس کے واسطے قبر جنت کا باغ ہوگی اور جو آدمی قبر کی یاد سے غافل رہے گا اس کی قبر دوزخ کی خندق ہوگی۔

(۲۰) اکثر روایتوں میں آیا ہے کہ قبر میں دو فرشتے سوال کرتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ سوال کرتا ہے بعض روایت میں ہے کہ دفن کے بعد جب سب لوگ چلے جاتے ہیں تب سوال کرتے ہیں اور بعض میں ہے کہ اس سے پہلے سوال کرتے ہیں سو یہ اختلاف آدمیوں کے مختلف اعمال پر موقوف ہے جس کے گناہ زیادہ ہیں اس سے سب کے چلے جانے کے بعد سوال کرتے ہیں تاکہ تنہائی کے سبب سے اس پر خوف اور سختی زیادہ ہو اور اس سے کم گناہ والے لوگوں کے چلے جانے سے پہلے سوال کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے موجود رہنے سے خوف اور سختی کم ہو، اور جس نے نیک عمل زیادہ کئے ہیں اس کی آسانی کے واسطے صرف ایک فرشتہ آتا ہے اور بعض علمائے فرمایا ہے کہ دو فرشتے آتے ہیں مگر سوال ایک ہی کرتا ہے واللہ اعلم۔

(۲۱) جو آدمی جنگل یا میدان میں مر گیا اور دفن نہیں ہوا اس سے بھی سوال کیا جاتا ہے۔ اور اس پر عذاب کیا جاتا ہے یا اس کو ثواب دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ دیکھ نہیں سکتے جس طرح فرشتہ اور شیطان کو دیکھنے سے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اس کو ضغطہ قبر بھی ہوتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا جس کے دل میں ایمان ہے وہ ان سب کو سچ جانتا اور تصدیق کرتا ہے۔

(۲۲) منکر نکیر کی صورت سب جانداروں کی صورت سے علیحدہ ہے نہ آدمی کے مثل ہیں نہ فرشتے کے نہ جانور جو پایہ وغیرہ کے بلکہ ان کی شکل نئی قسم کی ہی ہے جو کسی سے مشابہت نہیں رکھتی ان میں محبت نہیں جو کوئی ان کو دیکھے گا

اپنے حواس میں نہ رہے گا مگر مومن کے ایمان کے سامنے یہ فرشتے نرم بن جائیں گے اور مومن کو خوف نہ ہوگا۔
 (۲۳) جب قبر میں سوال کے واسطے روح بدن میں ڈالتے ہیں تو مردہ زندہ ہوتا ہے مگر یہ زندگی ایسی نہیں ہوتی جیسی دنیا میں زندگی کی ہوتی ہے کہ چلنے پھرنے کھانے کی حاجت ہو بلکہ یہ دوسری قسم کی زندگی ہے۔ اسی زندگی میں منکر نکیر کا سوال اور امتحان ہوگا اس کی زندگی کی مثال یوں سمجھنی چاہئے جیسا کہ جاگتے ہوئے آدمی کی زندگی ہے اور سوتے ہوئے آدمی کی بھی زندگی ہے اس حیات کو موت نہیں کہہ سکتے اسی طرح میت میں روح ڈالنے کے بعد ایک حیات ہے اور یہ حیات دنیاوی اور اخروی حیات کے درمیان کی ایک چیز ہے جیسے تیند حیات و موت کے درمیان کی ایک چیز ہے اب خواہ بدن موجود رہے یا سڑک ل جائے یا ریزہ ریزہ ہو جائے یا ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیا جائے ہر صورت میں یہ حیات باقی رہتی ہے اس کو برزخی حیات کہتے ہیں اور اسی سے سوال و جواب منکر نکیر اور ضغطہ قبر ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(۲۴) انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مَنْ قَارَقَ الدُّنْيَا وَهُوَ سَكْرَانٌ دَخَلَ الْقَبْرَ وَهُوَ سَكْرَانٌ (یعنی جو آدمی نشہ کی حالت میں دنیا چھوڑے گا وہ نشہ ہی کی حالت میں قبر میں داخل ہوگا) پس جب نشہ کی حالت میں نکیرین کو دیکھے گا اور عقل و سمجھ ٹھکانے نہ ہوگی تو نکیرین کے سوال نہ سمجھے گا اور جواب بھی نہ دے سکے گا۔
 (۲۵) جن سے قبر میں نکیرین سوال نہیں کریں گے اور قبر میں عذاب نہ ہوگا وہ تین قسم کے لوگ ہیں اول وہ جنہوں نے ایسے نیک عمل کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب قبر و سوال نکیرین موقوف کر دیا ہے مثلاً جہاد میں شہید ہو گئے۔ دوم موت کے وقت ان پر ایسی سختی کی گئی کہ اس کے بدلے میں عذاب و سوال اٹھا دیا گیا۔ سوم ایسے دن دنیا سے گزرے کہ اس دن عذاب و سوال نہیں ہے مثلاً جمعہ کا دن یا جمعہ کی رات۔ روایتوں میں ہے کہ تبارک الذی ہر رات کو ایک بار پڑھنا عذاب قبر سے حفاظت ہے اور آیتِ اِنِّیْ اٰمِنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاَسْمِعُوْنِیْ پڑھتے رہنے سے منکر و نکیر کا سوال اس پر آسان ہوگا اور بھی اعمال احادیث میں وارد ہیں۔

(۲۶) چھوٹے بچے جو مر جاتے ہیں ان سے سوال قبر ہونے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک سوال ہوگا اور اس وقت اللہ تعالیٰ بچہ کو پوری عقل دیتا ہے اور سوال کا جواب اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے تاکہ وہ اپنی نیک بختی کا درجہ پہچانے اور جواب دے۔ بعض نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ بچوں سے سوال نہ ہوگا ان پر عذاب و حساب نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے واللہ اعلم۔ (۲۷) جو طاعون کے وقت اپنی جگہ پر قائم کرے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے اس کے سوا ہمارے اوپر کچھ نہیں آتا تو یہ شخص طاعون کے زمانے میں طاعون میں مبتلا ہو کر مرے یا دوسری بیماری میں مرے قبر کے سوال و جواب سے نجات پائے گا۔
 (۲۸) علماء نے فرمایا کہ عذاب برزخ کو عذاب قبر کہتے ہیں اور برزخ دنیا و آخرت کی درمیانی مدت کو کہتے ہیں جس میت کو اللہ تعالیٰ عذاب کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو اسی عالم برزخ میں عذاب کرتا ہے چاہے میت کو دفن کریں یا جانور کو کھلا دیں یا سولی پر چڑھا دیں یا جلا کر خاک کر دیں یا باریک کر کے ہوا میں اڑا دیں یا دریا میں غرق کر دیں اللہ تعالیٰ اس کے عذاب کرنے پر ہر طرح قادر ہے جس طرح چاہے عذاب کرے اور عذاب برزخ کو اس واسطے عذاب قبر کہتے ہیں کہ

اکثر یہ عذاب قبر میں ہوتا ہے یا یوں کہیں گے کہ اصل قبر وہی ہے جہاں برزخ میں روح کا مقام ہے اور انہیں کے رشتے و
مجازاً قبر کہتے ہیں۔ یہ عذاب ہلکا ہلکا قیامت تک ہوتا رہے گا مگر جس کو اللہ پاک معاف کر دے قیامت میں حساب کے بعد اصلی
عذاب ہوگا جو نہایت سخت ہے نعوذ باللہ منہ۔ عذاب قبر کو انسان کی نظروں سے چھپا دیا ہے کیونکہ اگر انسان یہ عذاب دیکھے
تو دیوانہ کی مانند ہو جائے اور دنیا کا کل کاروبار چھوڑ دے جس سے انتظام عالم خراب ہو جائے لیکن کبھی کبھی نمونہ کے طور پر کچھ
دکھا دیتا ہے جیسا کہ بہت سے واقعات کتابوں میں لکھے ہیں اور لوگوں میں زبان زد ہیں اور اکثر پیش آتے رہتے ہیں تاکہ آدمی
کے دل میں آخرت کی یاد ہو اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہو اس کی قدرت کا یقین ہو غفلت دور ہو جائے اور عبرت و
نصیحت حاصل ہو برے کام سے توبہ کرے اور بازائے گناہوں سے شرمندہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔

(۲۹) روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں مردے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور نماز و قرآن پڑھتے ہیں اور ملاقات کرتے
ہیں اور آرام پاتے ہیں۔ (۳۰) میت اور لاش سے زندوں کی گفتگو اور ارواح سے ملاقات کے متعلق معتبر کتابوں
میں بہت سی روایات لکھی ہیں نیک اور پرہیزگار لوگوں سے کبھی کبھی ارواح ملاقات کرتی ہیں اور بات چیت کرتی ہیں۔ اور محدثین
کی جماعت نے صحیح طریقہ سے ایسے واقعات روایت کئے ہیں اور اس کے صحیح ہونے کو مانا ہے۔ ائمہ دین نے بھی ان حالات
کو صحیح روایتوں سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ میت کی زیارت اکثر خواب میں ہوتی ہے اور کبھی بغیر خواب کے جاگتے
میں بھی ہوتی ہے مگر یہ خاص اولیاء اللہ کے واسطے ہے اور یہ ان کی کرامت ہے۔ اہل سنت و الجماعت کا مذہب ہے کہ
روحیں اگر نیک ہیں تو علیین میں اور اگر بد ہیں تو سجین میں رہتی ہیں اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ان ارواح کو قبر میں ڈالتا ہے خصوصاً
جمعہ کے دن اور اس کی رات میں، تو یہ روحیں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتی ہیں نیک روحوں کو ثواب ملتا ہے اور بد روحوں کو
عذاب ہوتا ہے جب یہ روحیں علیین یا سجین میں رہتی ہیں تو صرف روح پر ثواب و عذاب ہوتا ہے اور جب قبر میں آتی
ہیں تو روح اور بدن دونوں پر ثواب و عذاب ہوتا ہے۔ (۳۱) عالم برزخ دنیا سے بڑا اور آخرت سے بہت
چھوٹا ہے اس کے درجے اور طبقے بہت ہیں اپنے اپنے اعمال کے موافق ارواح ان درجوں اور طبقوں میں رہیں گی۔ جانا چاہئے
کہ ارواح کا تعلق بدن کے ساتھ پانچ قسم کا ہے: پہلا تعلق ناں کے شکم میں اور یہ تعلق ضعیف ہے۔ دوسرا تعلق
پیدا ہونے کے بعد سے مرنے تک تمام عمر تعلق پہلے سے قوی ہے۔ تیسرا تعلق نیند کی حالت میں یہ بہت کمزور اور ضعیف
ہے کیونکہ خواب میں روح کا زیادہ تعلق عالم برزخ سے ہو جاتا ہے اس لئے بدن کا تعلق ضعیف ہو جاتا ہے اور خواب میں
انسان جو کچھ دیکھتا ہے اسی عالم برزخ کی سیر کا نتیجہ ہے۔ نیند کی حالت میں روح کا تعلق بدن کے ساتھ قائم رہنے کی
مثال ایسی ہے جس طرح آفتاب کی روشنی زمین پر گرتی ہے اور تمام عالم روشن ہو جاتا ہے لیکن روشنی کا تعلق آفتاب
کے ساتھ شعل یعنی کرن کے ذریعہ سے قائم رہتا ہے اگر یہ تعلق قائم نہ رہے تو آفتاب سیاہ ہو جائے لیکن جب سوتے
میں موت آجائے تو روح کو قبض کر لیتے ہیں اور روحانی تعلق بدن سے الگ ہو جاتا ہے۔ چوتھا تعلق برزخ کا جو
موت کے بعد ہوتا ہے اس میں موت کے سبب سے اگرچہ روح بدن کو چھوڑ دیتی ہے لیکن روح و بدن بالکل جدا نہیں
ہوتے بلکہ بدن کے ساتھ روح کو ایک قسم کا تعلق اور واسطہ باقی رہتا ہے اس تعلق کی وجہ سے قبر کی زیارت

مسنون ہونی اور زیارت کرنے والوں کا سلام روح سنتی اور جواب دہتی ہے یہ تعلق قیامت تک قائم رہتا ہے۔ پانچواں تعلق قیامت کے دن کا ہے جب قبر سے اٹھائے جائیں گے یہ تعلق نہایت قوی اور کامل ہے کہ کمزور نہیں ہو سکتا اور نہ زائل ہو سکتا ہے پہلے تعلقات سے اس تعلق کو کوئی نسبت نہیں کیونکہ اب بدن گھٹنے اور مٹرنے کا نہیں اور نہ اس میں بند ہے نہ موت اور جانا چاہئے کہ ارواح چار قسم کی ہیں: ایک انبیاء علیہم السلام کی ارواح دوسری نیکو کار مومنوں کی تیسری بدکار مومنوں کی، چوتھی کفار و مشرکین کی ارواح۔ اور جانا چاہئے کہ موت کے بعد جہاں ارواح رہتی ہیں اس جگہ کو سوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا نہیں جانتا نہ بیان کر سکتا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہی حق ہے اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کیا ہے اپنی رائے کو دخل نہیں دیا ہے۔ ان سب کو درست ماننا اور ان کی تصدیق کرنا چاہئے اس کی تفصیل کتب احادیث و عقائد میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۲) زندوں کے اعمال مردوں کو دکھائے جاتے ہیں پس اللہ سے ڈرنا اور نیک عمل کرنا چاہئے۔ خود کو بھی اور مردوں کو بھی برے عمل کی تکلیف سے بچانا چاہئے کیونکہ اس کو دیکھ کر ان کو صدمہ اور رنج ہوتا ہے۔ ماں باپ پر احسان چار طریقے سے ہو سکتا ہے: اول ان کے حق میں دعا کرنا۔ دوم جو وصیت یا نصیحت تم کو کی ہے اس پر قائم رہنا سوم ان کے دوستوں کی تعظیم و عزت کرنا۔ چھٹا ہم جو ان کا خاص قرابت والا ہے اس کے ساتھ محبت اور میل جول رکھنا۔

(۳۳) حدیث شریف میں ہے کہ مومن کی روح مفید ہے اس کے قرض میں، جب کوئی مومن مر اور اس کے ذمہ قرض تھا اور وارثوں نے اس کا قرض ادا نہ کیا تو اس کی روح جنت میں نہ جائے گی جب تک اس کا قرض ادا نہ ہوگا۔

(۳۴) زندوں سے مردوں کو ایذا و تکلیف پہنچتی ہے پس جس طرح اگر کوئی شخص کسی کی شکایت کرے یا پیٹھ پیچھے اس کی غیبت کرے تو سن کر اس کو صدمہ اور رنج ہوتا ہے اسی طرح مردوں کی بُرائی بیان کرنے سے ان کو تکلیف ہوتی ہے جب کوئی مردے کے حق میں بدخواہی کرتا ہے اور بُرائی بیان کرتا ہے تو فرشتے ان کو سنا رہے ہیں اس سے ان کو صدمہ پہنچتا ہے پس آدمی کو لازم ہے کہ جب کوئی مر جائے تو اس کی خوبی اور بھلائی بیان کرے اور بُرائیوں سے درگزر کرے اس کا نام نہ لے۔

(۳۵) جب مومن مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر سات چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے: اول جس نے کسی کو علم دین سکھایا تو جب تک اس کا علم دنیا میں جاری ہے اس کا ثواب برابر پہنچتا رہے گا۔ دوم نیک اولاد ہو اور وہ اس کے حق میں دعا و ایصالِ ثواب کرتی رہے۔ سوم قرآن شریف چھوڑ گیا ہو۔ چھٹا ہم مسجد بنوائی ہو۔ پنجم مسافروں کے آرام کے لئے مسافر خانہ بنوایا ہو۔ ششم کنواں یا تہر کھدوائی ہو۔ ہفتم صدقہ اپنی زندگی میں دیا ہو، جب تک یہ چیزیں موجود ہیں گی ان سب کا ثواب پہنچتا رہے گا۔ (الحدیث)۔

(۳۶) سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور جو ان کے مثل ہیں مثلاً شہداء و اولیاء اللہ و حافظ قرآن مجید و مؤذن جبکہ دین کی باتوں کے پابند ہوں یا جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو وغیرہ جن کی تفصیل احادیث میں وارد ہے، باقی ہر بیت کا بدن مٹتا اور اگلتا ہے مگر جو رپڑھ کی ہڈی ہوتی ہے وہ نہیں مٹتی اور قیامت کے دن اسی سے تمام بدن درست کیا جائیگا۔

(۳۷) چند سوالات و جوابات (۱) مرد کے لئے جنت کا ذکر ہے عورت کے لئے ذکر نہیں؟ جواب: عورت چونکہ مرد کے تابع ہے اس لئے ان احکام میں بھی وہ مرد کے تابع ہے یعنی جیسے مرد مغفرت ہو جانے پر جنت میں جائے گا اسی طرح عورت بھی بعد مغفرت جائیگی اور اگر مغفرت نہ ہوئی تو جس طرح مرد دوزخ میں جائیگا اسی طرح عورت بھی بعد مغفرت دونوں جنت میں ساتھ ساتھ رہیں گے۔ (۲) مرد کو چھوڑ لے گی عورت کو کیا لے گا؟ جواب: عورت کو اپنا شوہر لے گا۔ (۳) کسی عورت نے چار نکاح کئے تو عورت کس کے ساتھ رہے گی؟ جواب: عورت آخری شوہر کے ساتھ رہے گی۔ (۴) زوجین میں سے ایک جنت میں ہے ایک دوزخ میں ہے تو بعد مغفرت کیا صورت ہوگی؟ جواب: اگر مرد جنت میں گیا اور عورت دوزخ میں تو بعد مغفرت اپنے شوہر کے پاس آجائے گی اور اگر عورت جنت میں گئی اور مرد دوزخ میں تو عورت مومن صالح کو دی جائے گی اور شوہر کی مغفرت کے بعد اس کو واپس دی جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شہید کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ هَبَلْ أَحْيَاءُ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ
(ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے تم انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں خبر نہیں)۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَوِّقُونَ الْآيَةَ (ترجمہ: جو لوگ راہِ خدا میں قتل کئے گئے تو ہرگز ہرگز مردہ مگان نہ کر بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں انہیں رزق ملتا ہے اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا وہ اس پر خوش ہیں الآیہ) احادیث میں شہدا کی فضیلت بہت وارد ہے اور باوجودیکہ شہید بھی بظاہر میت ہے مگر عام موتی کے سب احکام اس میں جاری نہیں ہوتے اس لئے فقہانے شہید کے مسائل کا باب الگ باندھا ہے۔

شہید بر وزن فعیل بمعنی مفعول یعنی مشہود ہے اس لئے کہ جنت اس کے سامنے کی گئی ہے یعنی شہید کے معنی اس کے لئے جنت کی شہادت دی گئی ہے یا اس کی موت کے وقت اس کی بزرگی کی وجہ سے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں یا بمعنی فاعل یعنی شاہد ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اور اللہ کے پاس حاضر ہے۔

شہید کی اقسام بمعنی تعریف | شہید کی تین قسمیں ہیں — (۱) شہید کامل اس کو شہید دنیا و آخرت بھی کہتے ہیں اور شہید فقہی بھی، اس لئے کہ دنیا میں بھی اس پر فقہ کے لحاظ سے کفن و دفن وغیرہ

میں عام موتی سے الگ بعض احکام جاری ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی عام موتی سے ثواب وغیرہ کا امتیازی درجہ رکھتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں ایسے شہید کی تعریف یہ ہے کہ جب کوئی مکلف مسلمان بے گناہ بطور ظلم کسی آلہ جارحہ مثلاً تلوار چھری تیر وغیرہ سے قتل کیا گیا ہو اور نفسِ قتل سے مال (دیت) نہ واجب ہو بلکہ قصاص واجب ہو، یا کسی کافر حربی یا باغی ڈاکو نے بغیر آلہ جارحہ ہی قتل کیا ہو یا وہ اس کے قتل کا سبب ہوئے ہوں اور اس نے راحتِ دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو ایسے شہید کو شہید فقہی یا شہید کامل کہتے ہیں اس کو غسل نہ دیا جائے ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے جیسا کہ اس کے احکام میں تفصیل آتی ہے۔

(۲) شہید ناقص، اس کو شہیدِ آخرت یا شہیدِ ثواب بھی کہتے ہیں دنیا میں اس کے کفن و دفن کے احکام عام موتی کی طرح ہوتے ہیں اس لئے یہ شہیدِ فقہی نہیں کہلاتا البتہ وہ آخرت میں شہید کا ثواب پائے گا۔ اس کی تفصیل کہ کن کن حالتوں میں مرتے سے شہید کے ثواب کا درجہ پانا ہے آتی ہے۔

(۳) شہیدِ دنیا یعنی صرف جو کسی دنیاوی غرض کے لئے قتال کرے اور اس کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ بالکل نہ ہو بلکہ حصول مال یا حصولِ جاہ وغیرہ ہو اور اس میں قتل ہو جائے دنیا میں اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے یعنی مسلمان اس کو غسل نہ دیں گے اور شہیدِ کامل کی طرح معاملہ کریں گے لیکن آخرت میں وہ عند اللہ شہید نہیں ہوگا اور وہ ثواب جو شہداء کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے نہیں پائے گا۔

(۱) شہیدِ کامل کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے اسی طرح خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ (۲) جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں کپڑوں کو اس کے

جسم سے نہ اتاریں انہی خون آلود کپڑوں کے ساتھ دفن کر دیں لیکن اگر شہید کے کپڑوں پر خون شہادت کے علاوہ کوئی اور نجاست لگی ہو تو اس کو دھو ڈالیں۔ اگر اس کے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہوں تو عددِ مسنون پورا کرنے کیلئے اور کپڑے بڑھا کر کفن پورا کر دیا جائے اور اگر کفن عددِ سنت سے زیادہ ہو تو زائد کو اتار کر عددِ مسنون کے مطابق کر دیئے جائیں اور جو چیزیں جنسِ کفن سے نہیں ہیں وہ اس کے بدن سے نکال لی جائیں جیسے ہتھیار اور پوستین و زرہ و روئی دار کپڑے و جوتا و موزے اور ٹوپی خود وغیرہ بہتر یہ ہے کہ پانچامہ نہ اتارا جائے۔ اگر شہید کے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہیں یا اس کے جسم پر پوستین وغیرہ کے سوا کچھ نہیں ہے اور پورا کرنے کیلئے بھی اور کچھ نہیں ہے تو یہ پوستین و روئی کا کپڑا نہ اتاریں ٹوپی جوتا موزہ ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اتار لیا جائے گا۔ شہید کے سب کپڑے اتار کر نئے کپڑے دینا مکروہ ہے باقی احکام میں شہید کا بھی وہی حکم ہے جو عام موتی کا ہے یعنی اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور مردوں کی طرح شہید کے بھی خوشبو لگائی جائے گی اور نماز و قبر و دفن کا وہی طریقہ ہے جو عام موتی کا ہے۔

(۱) مسلمان ہونا یا غیر مسلم یعنی کافر کے لئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہو سکتی۔

شرائطِ شہیدِ کامل

(۲) مکلف یعنی عاقل و بالغ ہونا پس جو شخص حالتِ جنون میں مارا جائے یا نابالغ مارا جائے تو اس کیلئے شہادت کے احکام جو اوپر بیان ہوئے ثابت نہیں ہوں گے پس ان کو غسل و کفن عام موتی کی طرح دیا جائیگا خواہ وہ کسی طرح قتل کئے گئے ہوں۔ (۳) طاہر ہونا یعنی حدیثِ اکبر سے پاک ہونا پس جنبی اور حیض یا نفاس والی عورت فقہی شہید نہیں ہوئے اسلئے اگر کوئی شخص حالتِ جنابت میں یا کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں شہید ہو جائے تو اس کو بھی غسل و کفن دیا جائے۔ جنبی ہونا اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ قتل سے پہلے اس نے خود بیان کیا ہو یا اس کی عورت نے بتایا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک برگزیدہ صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ حالتِ جنابت میں شہید ہوئے تھے ان کو قرضتوں نے غسل دیا تھا اس لئے وہ غسل ملائکہ کہلاتے ہیں۔ اس قصہ کی تفصیل احادیث میں مذکور ہے ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل نہیں دلا یا ان سے دوسرے جنبی کو غسل نہ دینے پر استدلال نہیں

کیا جاسکتا اس لئے کہ جب ان کو بلائکہ کا غسل دینا حضوراً تو علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملاحظہ فرمایا تو اب ان کو غسل دینے کی ضرورت نہ رہی سب لوگوں کے لئے ایسا ہونا ثابت نہیں ہے اسلئے غسل دینا ضروری ہے۔ اگر حیض یا نفاس والی عورت طاہر ہو چکی ہو اور خون بند ہو چکا ہو لیکن ابھی اس نے غسل نہ کیا ہو کہ قتل ہو جائے تب بھی اس کو غسل دیں اور اگر خون بند نہ ہو ہو تب بھی جو کچھ نظر آتا ہے اگر وہ حیض ہونے کے قابل ہے تو صبح یہ ہے کہ غسل دیں۔ اگر حیض شروع ہوئے ابھی پورے تین دن نہیں ہوتے تھے مثلاً ایک یا دو دن خون دیکھا تھا کہ قتل کی گئی تو بالا جماع اسے غسل نہ دینگے کیونکہ ابھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حائض ہے شاید کہ یہ خون استحاضہ کا ہو۔

(۴) بے گناہ مقتول ہونا۔ اگر کوئی بے گناہ مقتول نہ ہو ہو بلکہ کسی شرعی جرم کی بنا میں مارا گیا ہو یا مقتول ہی نہ ہو، بلکہ پونہی مرگیا ہو تو اس کیلئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہیں ہوں گے پس اگر کوئی شخص اپنے بسترے پر مر گیا کسی جگہ سے گر کر ہلاک ہو گیا یا آگ میں جل گیا یا کسی دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مر گیا یا پانی میں ڈوب کر مر گیا تو وہ شہید فقہی نہیں ہے یعنی دنیا میں اس کے غسل و کفن کے متعلق احکام ثابت نہیں ہوں گے اگرچہ ان میں شہادتِ ثواب فی الآخرة پائی جاتی ہے جس کی تفصیل آگے شہید ناقص کے بیان میں آئے گی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے دشمن پر مارنے کا ارادہ کیا مگر نشانہ خطا کر گیا اور اسی کو وہ تیرا تلوار وغیرہ لگ گئی اور وہ مر گیا تو اگرچہ آخرت میں ثواب کے اعتبار سے شہید ہے مگر دنیا میں اس کے لئے شہید کے احکام ثابت نہیں ہوں گے پس اس کو غسل و کفن دیا جائے گا۔

(۵) اہل حرب یا باغیوں یا ڈاکوؤں نے اس کو قتل کیا ہو، اہل حرب سے مراد حربی کافر ہیں پس اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مارا گیا خواہ آگے جارحہ تلوار بندوتی وغیرہ سے مارا جائے یا غیر جارحہ پتھر لکڑی ٹنگہ وغیرہ سے مارا جائے اور خواہ وہ لوگ خود اس کے قتل کے مرتکب ہوئے ہوں یعنی براہ راست ان کے ہاتھ سے مارا جائے یا وہ اس کے قتل کا سبب ہوئے ہوں یعنی ان سے ایسے امور واقع ہوئے ہوں جو اس کے قتل کا باعث ہوئے ہوں بہر صورت اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے۔ مکابریں یعنی وہ لوگ جو رات کو شہر کے اندر غارتگری کریں اور خناق یعنی لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارتے والا جبکہ اس نے ایک سے زیادہ مرتبہ ایسا کیا ہو اور اہل عصبہ یعنی جو اپنی قوم کی ظلم پر اعانت و حمایت کریں یہ سب بھی رہبر اور باغی کے حکم میں ہیں اور ان کے ہاتھ سے جو مقتول ہو گا وہ بھی شہید ہوگا اور غسل نہیں دیا جائیگا۔ ان کی تفصیل غسل میت کے بیان میں درج ہے۔ اس کے قتل کا سبب ہونے کی مثالیں یہ ہیں، حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکوؤں کے جانوروں نے کسی مسلمان کو روند کر مار دیا ہو، کوئی مسلمان کسی جانور پر سوار تھا اس جانور کو حربی وغیرہ نے بھگا یا جس کی وجہ سے مسلمان اس جانور سے گر کر مر گیا، یا انھوں نے اس کو کسی دیوار سے گرا دیا ہو یا انھوں نے اس پر کوئی دیوار گرا دی ہو، یا انھوں نے اس کو آگ میں پھینک دیا ہو، یا انھوں نے اس پر آگ پھینکی یا ان کے یہاں سے ہو آگ اڑا لائی یا انھوں نے کسی لکڑی میں آگ لگا دی جس کا ایک کنارہ مسلمانوں کی طرف تھا اور وہ ان صورتوں میں جل کر مر گیا، یا کسی مسلمان کے گھر یا جہاز میں آگ لگا دی ہو جس سے کوئی مسلمان جل گیا ہو یا اور اسباب میں سے کوئی اس قسم کی صورت پیش آئی ہو تو وہ مسلمان شہید ہے۔ اگر مشرکوں کا گھوڑا بڑک گیا اور اس پر کوئی مشرک کافر حربی نہیں ہے پس اس گھوڑے نے کسی مسلمان کو روند کر ہلاک کر دیا

تو وہ فقہی شہید نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں فعل سواری کی طرف منسوب ہو گا نہ کہ حربی کی طرف کیونکہ وہ اس پر سواری نہیں ہے۔ یا کسی مسلمان نے کفار کی طرف تیر پھینکا پس وہ بجائے کافر کے کسی مسلمان کو لگ گیا اور وہ مر گیا یا کسی مسلمان کا سواری کا جانور کفار کے مجمع یا کسی کافر کے گھوڑے سے بدک کر بھاگا اور مسلمان کو گر کر مار دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا یا مسلمانوں کے جانوروں نے کفار کے جھنڈے دیکھے اور اس کی وجہ سے کوئی جانور بھاگا کفار نے اس کو نہیں بھگا یا اور اس جانور نے اپنے مسلمان سوار کو گر دیا اور قتل کر دیا یا معاذ اللہ کفار کے مجمع سے مسلمان بھاگا اور کفار نے ان کو کسی خندق میں یا آگ یا کسی ایسی چیز کی پناہ لینے پر مجبور کر دیا یا مسلمان نے اپنے گرد کانٹے بچھائے پھر کوئی مسلمان ان کے اوپر سے چلا اور مر گیا تو ان سب صورتوں میں وہ شہید نہیں ہو گا کیونکہ ان سب صورتوں میں اس فعل کی نسبت کفار حربی کی طرف نہیں رہی ہے اور کانٹے بچھانے وغیرہ کی صورت میں یہ سب مقتول نہیں ہیں اس لئے کہ جس چیز سے قتل کا قصد کیا جائے وہ سبب قتل ہے ورنہ نہیں اور کانٹوں کے بچھانے میں دفع کفار کا قصد کیا ہے نہ کہ قتل کا۔ امام ابو یوسف کا ان سب صورتوں میں خلاف ہے۔ اگر مسلمان کے گھوڑے نے لڑائی کے وقت ٹھوکر کھا کر مسلمان کو گر دیا اور قتل کر دیا یا کفار کسی شہر میں محصور ہو گئے اور مسلمان اس شہر کی شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور کسی کا پاؤں پھسل گیا اور گر کر مر گیا یا معاذ اللہ مسلمان شکست کھا کر بھاگے اور کسی مسلمان کے جانور نے کسی مسلمان کو روند کر ہلاک کر دیا اور اس جانور پر اس کا مالک سوار تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا یا آگے سے کھینچتا تھا یا مسلمانوں نے کسی دیوار میں سوراخ کیا اور اس وجہ سے وہ دیوار کسی مسلمان پر گر پڑی اور وہ مر گیا تو ان سب صورتوں میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک غسل دیا جائیگا امام ابو یوسف کا ان سب میں اختلاف ہے یہی حکم اس وقت ہے جبکہ دشمن پر حملہ کیا اور اپنے گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اگر مسلمان کشتی میں سوار ہوں اور دشمن نے ان پر آگ پھینکی اور وہ جل گئی یا وہ آگ دوسری کشتی میں پہنچی اور اس کشتی میں بھی مسلمان تھے وہ بھی جل گئے تو وہ سب شہید ہوں گے۔

(۶) اہل حرب و باغی و ریزن کے علاوہ کسی کے ہاتھ سے یعنی کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے ظلماً مارا گیا ہو اور شریعت کی طرف سے اس قتل کی سزا میں ابتداء کوئی مالی عوض یعنی دیت مقرر نہ ہو بلکہ قصاص ہو اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ کسی آلہ جارحہ سے مارا گیا ہو، آلہ جارحہ سے مراد وہ آلہ ہے جس سے قتل کرنے سے قاتل پر قصاص واجب ہوتا ہے اور اس پر شریعت کی طرف سے ابتداء مالی عوض مقرر نہیں ہوتا اور وہ آلہ ہے جس میں کاٹنے کی قوت ہو اور اعضا کو جدا کر دے جیسے تلوار چھری چاقو یا کوئی اور دھار دار چیز جو خواہ لوہے کی ہو یا کسی اور چیز کی ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی بانس کے ٹکڑے یا ناخن کی نوک سے ذبح کر ڈالے تو اس پر بھی شہید کے احکام جاری ہوں گے بندوق بھی آلہ جارحہ میں سے ہے اور توہا مطلقاً آلہ جارحہ کے حکم میں ہے اگرچہ اس میں دھار نہ ہو۔ اور آگ بھی۔ اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے غیر جارحہ آلہ کے ذریعہ سے مثلاً کسی لاکھی یا پتھر وغیرہ سے مارا گیا ہو یعنی ایسی صورت ہو کہ اس کے قاتل پر ابتداء شریعت کی طرف سے مالی عوض (دیت) مقرر ہو تو اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ ظلماً کی قید جو اس صورت میں بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر کسی کے حق کے بدلے میں کسی مسلمان نے اس مسلمان کو قتل کیا ہو جیسا کہ حد یا قصاص میں قتل کیا گیا ہو یا کسی حد یا تعزیر وغیرہ میں مر گیا یا کسی قوم پر ظلم و زیادتی کی اور انھوں نے اس کو قتل کر دیا تو وہ شہید نہیں ہے اسی طرح اگر خطا سے کسی آلہ جارحہ سے

قتل کر دے مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانہ پر حملہ کر دیا ہو اور وہ کسی انسان کو لگ جائے تب بھی وہ شہید نہیں ہے۔ ابتداء یعنی اس قتل کی وجہ سے مالی عوض نہ ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ابتداء قصاص مقرر ہو انگریزی مانع یعنی صلح یا شبہ کے سبب سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے میں مال واجب ہو تو اصل یعنی قصاص کا اعتبار کیا جائیگا اور اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے مثلاً کسی حربی کافر نے کسی مسلمان کو مار ڈالا مگر اس مسلمان کے وارثوں اور اس کافر کے درمیان کچھ مال کے عوض میں صلح ہو گئی تو اس صورت میں چونکہ ابتداء قصاص واجب ہوا تھا اور مال مشروع میں واجب نہیں ہوا تھا بلکہ بعد میں صلح کے سبب سے واجب ہوا اس لئے اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے یہ صلح کی مثال ہے اور شبہ کی مثال یہ ہے کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو کسی آلہ جارح سے مار ڈالے یا کسی دوسرے شخص کو جس کا وارث اس قاتل کا بیٹا ہے مثلاً اپنی عورت کو مار ڈالے اور عورت کا وارث بیٹا ہے جو اسی شوہر سے ہے تو اس صورت میں ابتداء قصاص ہی واجب تھا مال ابتداء واجب نہیں تھا بلکہ باپ کے احترام و عظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا ہے پس اس صورت میں بھی وہ شہید ہوگا اور غسل نہ دیا جائیگا۔ اور اگر ابتداء مال قصاص کی بجائے واجب ہوا تھا مثلاً کسی کو لاکھی سے مارا اور وہ مر گیا یا قتل خطا یعنی کسی نشانہ پر مارا ہوا تھا اور وہ کسی مسلمان کو لگ گیا اور وہ مر گیا یا کسی سوتے ہوئے آدمی سے دب کر کوئی مسلمان مر گیا تو ان سب صورتوں میں وہ شہید فقہی نہیں ہے اس کو غسل دیا جائیگا۔ اسی طرح اگر شہر یا گاؤں میں یا ان کے قریب کوئی مقتول پڑا ہو مگر اس کا قاتل معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہو کہ وہ دھار دار آلے سے بطور ظلم کے قتل ہوا ہے تو اس کو غسل دینگے اور اگر یہ معلوم ہے کہ چوروں نے قتل کیا ہے تو خواہ اسلحہ سے قتل کیا ہو یا کسی اور چیز سے تو غسل نہ دیا جائیگا اگرچہ یہ معلوم نہیں کہ کس چور نے قتل کیا اسی طرح جنگل میں مقتول ملا کہ جس کے نزدیک آبادی نہیں ہے اور معلوم نہیں کہ کس نے قتل کیا تو غسل نہ دیں گے جبکہ اس پر قتل کے نشانات ہوں۔ اسی طرح اگر کسی درندہ نے مار ڈالا تو اس کو غسل دینگے۔ اگر مسلمانوں کے دو لشکر آمنے سامنے ایک دوسرے سے ملے اور ہر لشکر نے دوسرے کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ کافر ہیں اور آپس میں مقابلہ کیا پس فریقین میں سے کچھ لوگ مقتول ہوئے تو امام محمد کے نزدیک کسی پر دیت نہیں ہے اور نہ کفارہ ہے اس لئے کہ وہ اپنی مدافعت کرنے تھے اور ان کے غسل کا حکم بیان نہیں فرمایا اور واجب ہے کہ ان کو غسل دیا جائے اسلئے کہ ان کے قاتل نے ان پر ظلم نہیں کیا اور اگر دونوں میں سے ایک ظالم ہو اس طرح کہ وہ ان دوسروں کا حال جانتا ہو تو اس مظالم گروہ کے مقتول کو غسل نہیں دیا جائیگا اگرچہ یہ معین نہیں کہ اسے کس نے قتل کیا ہے کیونکہ وہ اپنی اور جماعت کی مدافعت کر رہا تھا۔ اگر کوئی شخص اپنی جان یا مال یا کسی مسلمان یا کسی ذمی کے بچاتے ہوئے قتل ہوا خواہ کسی آلے سے قتل ہوا ہو یا لوہے یا پتھر یا لکڑی سے قتل ہوا ہو وہ شہید ہے۔

(۷) میدان جنگ میں مقتول پایا جانا جبکہ اس پر زخم کے نشانات ہوں پس اگر کوئی مسلمان معرکہ یعنی میدان جنگ میں مقتول پایا جائے اور اس پر ظاہری یا باطنی ضرب یا زخم کے نشانات ہوں مثلاً آنکھ یا کان سے خون نکلا ہے یا حلق سے جما ہوا خون نکلا ہے یا گلا گھوٹنے یا ہڈی ٹوٹنے کا نشان ہو تو اس پر بھی شہید کے احکام جاری ہوں گے۔ اور اگر معرکہ میں کوئی مردہ ملا اور اس پر قتل کی کوئی نشانی نہیں ملی مثلاً زخم یا گلا گھوٹنے یا ضرب یا خون نکلنے کا نشان نہ تھا یا اگر خون اسی طرف سے نکلا ہے کہ بغیر کسی اندرونی ضرب کے کسی بیماری کے سبب سے بھی نکلتا ہے جیسے کہ اس کی ناک یا پیشاب یا پاخانہ کے

مقام سے یا حلق سے صاف (رقیق) خون نکلا ہے تو وہ شہید نہیں ہے کیونکہ بعض وقت ناک سے نکسیر کا خون اور پیشاب کے مقام سے شدت خوف یا کسی بیماری سے اسی طرح پاخانہ کے مقام سے بھی کسی بیماری سے بغیر زخم کے خون نکلتا ہے پس شک واقع ہو گیا اس لئے غسل شک کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگا لیکن کان یا آنکھ سے عادتاً بغیر کسی آفت ضرب وغیرہ کے خون نہیں نکلتا اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس کے سر پر کسی نے ضرب لگائی ہے اسی لئے اس کی آنکھ یا ناک سے خون نکلا ہے پس وہ شہید ہوگا جیسا کہ اوپر گذرا۔ اور اگر کسی کے منہ سے خون نکلا تو اگر وہ خون اس کے سر کی طرف سے آیا ہے تو وہ شہید نہیں ہوگا اور اگر اس کے پیٹ کی طرف سے اوپر چڑھا ہے تو وہ شہید ہے کیونکہ جب پیٹ میں کسی ضرب کا زخم ہوتا ہے تب خون اوپر چڑھتا ہے اور اس کی شناخت اس طرح کی جلتے گی کہ اگر خون سر کی جانب آیا تو وہ صاف یعنی غیر مٹی ہوگا پس وہ شہید نہیں ہوگا اور اگر خون پیٹ کی طرف سے آیا ہے تو چاہو (غیر رقیق) ہوگا اور وہ شہید ہوگا۔ اگر دشمن کے خوف سے مر گیا تو وہ شہید نہیں ہے اس کو غسل و کفن دیا جائے۔ اگر دونوں قبرین کا سامنا ہوا تھا اور لڑائی نہ ہوئی تھی تو اگر کوئی مردہ ملے گا تو اس کو غسل دیں گے لیکن اگر یہ معلوم ہوا کہ وہ آگے جارحہ سے بطور ظلم مارا گیا ہے تو غسل نہ دیں گے۔

(۸) مرتت نہ ہونا یعنی زخمی ہونے کے بعد دنیا سے فائدہ نہ اٹھانا مثلاً کھانا پینا سونا علاج کرنا وغیرہ نہ کرنا پس اگر کسی شخص نے زخمی ہونے کے بعد کچھ دیر زندہ رہنے کی وجہ سے کچھ کھایا یا پیا یا وہ سویا یا اس نے علاج کرایا اگرچہ یہ چیزیں بہت قلیل ہوں یا کسی خیمہ یا سائبان میں ٹھہرا یعنی جہاں زخمی ہوا تھا وہاں خیمہ لگا کر اس کو ٹھہرایا اتنی دیر تک زندہ رہا کہ ایک نماز کا وقت گذر گیا اور اس کے ہوش و حواس درست تھے اور وہ نماز ادا کرنے پر قادر تھا یا کچھ خریدے یا فروخت کرے یا بہت سی باتیں کرے یا کسی دنیاوی امر کی وصیت کرے یا وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ کوچلایا لوگ اسے زندہ کو حالت ہوش و حواس میں میدان جنگ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے گئے خواہ وہ وہاں زندہ پہنچا ہو یا راستہ میں ہی مر گیا ہو تو ان سب صورتوں میں وہ مرتت ہے اور شہید کے حکم میں نہیں ہے اس لئے اس کو غسل دیا جائے گا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ امور لڑائی کے ختم ہونے کے بعد پائے جائیں اور اگر لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے یہ باتیں پائی جائیں تو وہ مرتت نہیں ہوگا اس لئے اس وقت یہ امور بائع شہادت نہیں ہوں گے پس وہ شخص شہید ہوگا اور غسل نہ دیا جائے گا۔ اگر میدان جنگ سے اس کو اس لئے اٹھالائے کہ گھوڑے اس کو نہ روندیں تو وہ مرتت نہیں ہوگا بلکہ شہید ہوگا اور غسل نہیں دیا جائے گا اسی طرح اگر کسی نے آخرت کے متعلق وصیت کی ہو یا دنیاوی امور کے متعلق ایک دو بات کی ہو اگرچہ لڑائی کے بعد ہو یا نماز ادا کرنے کی مقدار زندہ رہا مگر ہوش و حواس درست نہ تھے اگرچہ ایک دن رات سے زیادہ زندہ رہا تو ان صورتوں میں بھی وہ شہید ہے اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص لڑائی میں قتل نہیں ہوا بلکہ قتل ہوا تب بھی اگر مرنے سے پہلے ان مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں پائی گئی جس سے مرتت ہوتا ہے تو وہ شہید ہے اور غسل نہیں دیا جائے گا اور اگر ان سے مرتت ہوا تو شہید نہیں ہوگا اور غسل دیں گے۔

دفاۃ (۱) اہل حرب یا باغی یا ہرن کے ہاتھ سے مارے جانے میں آگے جارحہ کی شرط نہیں بلکہ ان کے ہاتھ سے کسی بھی طرح مارا جائے یا وہ اس کے قتل کا سبب بنے ہوں ہر حال میں شہید ہوگا اور غسل نہیں دیا جائے گا۔

ان کے علاوہ کسی اور یعنی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا جائے تو اس میں آگے جارحہ کی شرط ہے پس اگر آگے جارحہ سے قتل نہ ہوگا تو شہید ہوگا اور غسل دیا جائے گا اور اس صورت میں جو ظلماً مارا جائے اور ابتداءً مالی عوض نہ ہونے کی شرط ہے بعض کتابوں میں ان دونوں باتوں کو الگ نمبر شمار سے لکھا ہے اس قسم کی معمولی تبدیلی سے تعداد شرط مختلف ہو جاتی ہے مطلب ایک ہی ہے۔

رفاعہ (ع) باغی، رہزن، مکابر، خنق، اہل عصبہ جبکہ لڑتے ہوئے مارے جائیں اور جس نے اپنے والدین میں کسی کو مار ڈالا ہو تو ان کو نہ غسل دیا جائے اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے یہ ان کی اہانت کی وجہ سے ہے۔ تفصیل غسل میت کے بیان میں ہے۔

وہ صورتیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے بہت سی ہیں۔ وہ صورتیں جن کا علامہ امام جلال الدین سیوطی وغیرہ ائمہ زہم اللہ تعالیٰ نے

شہید ناقص یعنی شہید آخرت کی تفصیل

اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے وہ درج ذیل ہیں: (۱) جو پیٹ کی بیماری میں مرا ہو، اس سے مراد استسقا ہے یا اسہال یعنی دست آنا دونوں قول ہیں یہ لفظ دونوں کو شامل ہے اس لئے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ دونوں کو شہادت کا اجر ملے۔

(۲) پانی میں ڈوب کر مرا۔ (۳) جس پر دیوار وغیرہ گر پڑے اور وہ مر جائے۔ (۴) ذات الجنب میں مرا (ذات الجنب وہ بیماری ہے جس میں سینہ کے اندر کی طرف پسلیوں والے حصہ میں زخم ہو جائے اور سخت درد ہو۔

(۵) سل کی بیماری میں مرا (یہ ایک بیماری ہے جس میں پھیپھڑے سے منہ کے راستے سے خون آتا ہے اور بدن گھٹتا اور پیلا ہوتا جاتا ہے۔ (۶) جو مسافت میں مر گیا۔ (۷) جو مرگی کی بیماری سے مرا۔ (۸) بخار میں مرا۔

(۹) مال یا جان یا اہل یا کسی حق کے بچانے میں قتل ہوا۔ (۱۰) ظلماً قتل ہوا۔ (۱۱) عشق میں مرا جبکہ پاکدامنی کا عشق ہو اور اس کو چھپایا ہو لیکن اگر گناہ والا عشق ہو تو یہ حرام اور گناہ ہے۔ (۱۲) بدن پھٹ کر مرے

یعنی جذام و کوڑھ وغیرہ سے مرے۔ (۱۳) کسی درندہ نے پھاڑ ڈالا۔ (۱۴) کسی بادشاہ نے ظلماً قید کیا یا مارا یا اس کے خوف کی وجہ سے چھپا رہا اور اس سے وہ مر گیا۔ (۱۵) کسی مزدی جانور سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے مرا۔

(۱۶) علم دین کی طلب میں مرا، خواہ وہ مشغولیت علم دین کی تالیف و تصنیف میں ہو یا تدریس میں ہو یا درس میں ہو۔ انہماک مراد نہیں ہے۔ (۱۷) مؤذن جبکہ طلبِ ثواب کے لئے اذان کہتا ہو اور تنخواہ نہ لیتا ہو۔ (۱۸) سچ بولنے والا

تاجر۔ (۱۹) جو اپنے اہل و عیال کو نڈی غلام کے لئے سعی کرے اور ان میں حکم الہی کو قائم کرے اور انھیں حلال کھلائے۔ (۲۰) جسے سمندر کے سفر میں متلی اور قے آئی ہو۔ (۲۱) جو شخص ہر روز پچیس بار یہ

پڑھے، اللَّهُمَّ بَارِكْ لِي فِي الْمَوْتِ وَفِي مَا بَعْدَ الْمَوْتِ پھر اس کو اپنے بستر پر موت آئے اللہ پاک اس کو شہید کا ثواب دے گا۔ (۲۲) جو چاشت کی نماز پڑھے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور نماز توڑ کر سفر و حضر میں کبھی

کہیں ترک نہ کرے۔ (۲۳) فساد امت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا اس کے لئے شو شہید کا ثواب ہے (۲۴) جو بیماری میں لا الہ الا انت سبحانک اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ہ چالیس بار کہے اور اسی مرض

میں مرجائے اس کو شہید کا ثواب دیا جائے گا اور اگر صحتیاب ہو گیا تو مغفرت ہو کر صحتیاب ہوگا۔ (۲۵) جو ہرات میں
 سورۃ یسین شریف پڑھے۔ (۲۶) جو شخص صبح کے وقت آعوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ
 الرَّجِيمِ پڑھتا ہے اور پڑھ کر سورۃ حشر کی پچھلی تین آیتیں پڑھے اللہ تعالیٰ ستر ترافرتے مقرر فرمائے گا کہ اس کے لئے
 شام تک استغفار کریں اور اگر اُس دن میں مرنا تو شہید مرنا اور جو شام کو یہی پڑھے صبح تک یہی بات ہے۔ (۲۷)
 جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر توبہ بار درود شریف پڑھے۔ (۲۸) جو سچے دل سے یہ سوال کرے کہ میں اللہ کی راہ میں
 قتل کیا جاؤں۔ (۲۹) جو جمعہ کے دن مرے۔ (۳۰) جو کفار کیلئے سرحد پر گھوڑا باندھے۔ (۳۱) جو
 سواری سے گر کر مرے۔ (۳۲) جو مرض طاعون سے مرا، اسی طرح جو طاعون کے زمانے میں اسی شہر میں صبر کے ساتھ
 اور ثواب کی نیت سے ٹھہرا ہے تو اگرچہ وہ اس زیادہ طاعون میں کسی اور وجہ سے مرے تب بھی اس کیلئے شہید کا اجر ہے
 اور طاعون سے بھاگنے والا اس کی مثل ہے جو جہاد سے بھاگا۔ (۳۳) جو حمل کر مرا۔ (۳۴) جو عورت
 بچہ پیدا ہونے سے مرے خواہ وضع حمل کے وقت مرے یا اس کے بعد نفاس کی مدت پوری ہونے سے پہلے کسی وقت
 (۳۵) جو عورت کنوارے پن میں مرجائے شہید ہے۔ (۳۶) جس نے طہارت پر رات گزار دی اور اس حال
 میں مر گیا۔ (۳۷) جس کی زندگی تشدد سے خالی ہو اور نرم مزاج ہو کر زندگی گزار دی ہو۔

(فائدہ) شہید ناقص کی یہ صورتیں جو بیان ہوئی ہیں دنیا میں ان کو عام موتی کی طرح غسل و کفن دیا جائے
 اور دنیا میں ان پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے البتہ آخرت میں ان کو شہید کا اجر و ثواب ملے گا۔ واضح رہے
 یہ اجر و ثواب ان کے لئے اس وقت ہے جبکہ ایمان کامل، عمل صالح اور اخلاص ہو اور بیماری وغیرہ کی سختیوں
 جرز فزع سے خالی ہو کر صبر کیا ہو۔ اسی طرح ان کے شہید ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کو شہید کامل جیسے
 اجر و ثواب ملے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے اجر و ثواب کی جنس (قسم) شہید کامل کی ہوگی اگرچہ دونوں ثوابوں کی منفیت
 اور حیثیت میں کافی تفاوت ہو۔

بعون اللہ تعالیٰ آج بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۶۲ء کو دوسرا حصہ
 نماز کے مسائل پر ختم ہوا، تیسرا حصہ زکوٰۃ کے بیان سے شروع ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

